[illegible]

[illegible]

معارج النبوت

جلد سوم

حضرت مولانا معین بن محمد الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نبویہ ۔ گنج بخش روڈ لاہور

طلع البدر علینا — الیوم اکملت لکم دینکم

معارج النبوة فی مدارج الفتوة

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

نام کتاب	معارج النبوت
مصنف	ملا معین واعظ الہروی رحمہ اللہ
مترجمین	حکیم محمد اصغر فاروقی
	علامہ اقبال احمد فاروقی
موضوع	سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
رکن	چہارم اور تتمہ
جلد	سوم :- طلع البدر سے الیوم اکملت لکم دینکم تک
سال طباعت ترجمہ اشاعت دوم	۱۹۹۵ء
طابع	کمبائن پریس لاہور
ناشر	مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ - لاہور
صفحات	٦٧٢
قیمت مجلد	180/- روپے

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	ہجرت کے ابتدائی واقعات	۱
۲	حضرت ابو بکر کا خواب	۱
۳	رؤسا قریش کا محاصرہ	۳
۴	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانثاری	۳
۵	کفار کی مایوسی	۴
۶	حضور حضرت صدیق کے گھر میں	۴
۷	آغاز سفر ہجرت اور حضرت صدیق کی جاں نثاری	۶
۸	رسالت مآب دوش صدیق پر	۶
۹	شیر عالم غار ثور میں	۷
۱۰	لعاب دہن کی مسیحائی	۸
۱۱	واقعہ ہجرت میں لطیف اشارات	۹
۱۲	مکڑی کی آرزو	۹
۱۳	شیطان کی فریب کاری	۱۰
۱۴	سانپ غار ثور میں	۱۱
۱۵	مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۱۳
۱۶	غار ثور سے مدینہ منورہ تک	۱۵
۱۷	ام معبد اور ابو معبد کا ایمان	۱۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۸	سراقہ کا تعاقب	۱۸
۱۹	بریدہ غلامی رسول میں	۲۲
۲۰	آفتابِ رسالت کا مدینہ منورہ میں نزولِ اجلال	۲۴
۲۱	ہجرت کے پہلے سال کے واقعات	۲۶
۲۲	مدینہ طیبہ میں پہلی مسجد	۲۶
۲۳	حضور نے پہلا خطبہ جمعہ فرمایا	۲۷
۲۴	حضرت ایوب انصاری کے گھر میں قیام	۲۸
۲۵	تعمیرِ مسجدِ نبوی	۲۹
۲۶	مدینہ میں مزید مسلمانوں کی آمد	۳۱
۲۷	ظہر و عصر و عشاء میں چار رکعت فرض کا حکم	۳۲
۲۸	عبداللہ بن سلام دامنِ اسلام میں	۳۲
۲۹	مدینہ پاک میں سرورِ کائنات کا پہلا خطاب	۳۲
۳۰	حضور کی دعا سے مدینہ کی آب و ہوا خوشگوار ہوگئی	۳۴
۳۱	مواخات کا دور	۳۴
۳۲	حضور غیب دانِ عالم	۳۵
۳۳	یہودیوں کے ساتھ صلحنامہ	۳۶
۳۴	تعیینِ اذان	۳۷
۳۵	ولید بن مغیرہ کی نعت	۳۸
۳۶	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور کے نکاح میں	۳۹
۳۷	فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۴۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۸	روزۂ یوم عاشورہ	۴۰
۳۹	حضرت سلمان فارسی مجلس رسول میں	۴۱
۴۰	سلمان فارسی آستانۂ رسالت پر	۴۱
۴۱	دوسرے سال کے واقعات	۴۸
۴۲	رمضان کے روزے فرض ہوئے	۴۸
۴۳	تحویل کعبہ	۴۸
۴۴	سیدہ فاطمۃ الزہرا کا نکاح	۴۹
۴۵	اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم جہاد آگیا	۶۰
۴۶	کنیت امیر المومنین	۶۳
۴۷	واقعات بدر	۶۷
۴۸	جنگ بدر کے ابتدائی حالات	۶۷
۴۹	میدان بدر کے راستے کے واقعات	۷۰
۵۰	ابوسفیان کا مخبر	۷۲
۵۱	ضمضم کا خواب	۷۳
۵۲	امیہ کے قتل کی پیشگوئی	۷۳
۵۳	مشرکین کے فال بد کو دیکھ لیا	۷۴
۵۴	عداس کی تنبیہ	۷۵
۵۵	نواں واقعہ	۷۵
۵۶	دسواں واقعہ	۷۶
۵۷	گیارہواں واقعہ	۷۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۸۸	بارہواں واقعہ	۵۸
۹۲	آغاز جنگ بدر	۵۹
۹۴	اہلِ اسلام کی امداد کے لیے ملائکہ کا نزول	۶۰
۹۸	مقابلۂ بدر کے دوسرے واقعات	۶۱
۹۸	واقعہ قتل نوفل بن خویلد	۶۲
۹۹	امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل	۶۳
۱۰۰	آنحضرت کے دو معجزے	۶۴
۱۰۱	بدر کے بعض قیدی	۶۵
۱۰۱	ابوجہل لعین کا قتل اور اس کے قاتل	۶۶
۱۰۵	حضرت عباس مسلمانوں کی قید میں	۶۷
۱۰۷	مال غنیمت کی تقسیم اور قیدیوں سے سلوک	۶۸
۱۰۹	قیدیوں کے بارے میں متحمین کا اختلاف	۶۹
۱۱۵	حکم بن حزام کا واقعہ	۷۰
۱۱۶	فتح کی خبر مدینہ میں	۷۱
۱۱۸	آنحضرت کے داماد ابوالعاص کا قصہ	۷۲
۱۲۱	بدر کے مصیبت زدوں کی مکہ میں خبر	۷۳
۱۲۴	عمیر بن واہب کا اسلام قبول کرنا	۷۴
۱۲۷	عصما یہودیہ بنت مروان	۷۵
۱۲۸	غزوۂ قینقاع	۷۶
۱۳۰	غزوۂ سویق	۷۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۷۸	غزوۂ قرقرۃ الکدر	۱۳۱
۷۹	غزوۂ انمار	۱۳۲
۸۰	سریۂ قردیہ	۱۳۳
۸۱	کعب بن اشرف کا قتل	۱۳۴
۸۲	ابو رافع حجازی کا قتل	۱۳۷
۸۳	غزوۂ احد	۱۴۱
۸۴	دونوں لشکر آمنے سامنے	۱۴۸
۸۵	جنگ احد کے واقعات	۱۴۹
۸۶	واقعۂ دوم	۱۵۰
۸۷	واقعۂ سوم	۱۵۲
۸۸	واقعہ چہارم	۱۵۲
۸۹	واقعہ پنجم	۱۵۳
۹۰	مصعب بن عمیر کا واقعہ	۱۶۷
۹۱	عبداللہ بن الجراح	۱۶۸
۹۲	سعد بن ابی وقاص	۱۶۹
۹۳	عبید بن عاجز عامری	۱۷۰
۹۴	شہادت حضرت حمزہ	۱۷۲
۹۵	فضائل شہدائے احد	۱۸۳
۹۶	غزوہ حمرۃ الاسد	۱۸۵
۹۷	چوتھے سال ہجرت کے واقعات	۱۸۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۹۸	سفیان بن خالد کا قتل	۱۸۹
۹۹	سریہ ابو سلمہ بن الاسد	۱۹۴
۱۰۰	سریہ بیر معونہ	۱۹۴
۱۰۱	غزوہ بنی نضیر	۱۹۶
۱۰۲	ولادت حسین بن علی رضی اللہ عنہ	۲۰۱
۱۰۳	وفات عبداللہ بن عثمان	۲۰۲
۱۰۴	غزوہ بدر صغریٰ	۲۰۲
۱۰۵	طعمہ بن ابرین ادسی کی چوری	۲۰۴
۱۰۶	حرمت خمر	۲۰۵
۱۰۷	غزوہ ذات الرقاع	۲۰۷
۱۰۸	غزوۂ دومۃ الجندل	۲۰۸
۱۰۹	غزوہ مراسیع	۲۰۸
۱۱۰	ایک منافق کی موت	۲۱۶
۱۱۱	واقعہ افک	۲۱۷
۱۱۲	تیمم کا حکم	۲۲۳
۱۱۳	غزوۂ خندق	۲۲۴
۱۱۴	آغازِ جنگ	۲۳۲
۱۱۵	نعیم بن مسعود کا منصوبہ	۲۳۷
۱۱۶	حضور کی دعا جنگ خندق میں	۲۳۹
۱۱۷	غزوۂ خندق کے واقعات	۲۴۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۱۸	ایک جن سانپ کی شکل میں	۲۴۴
۱۱۹	ضیافت حضرت جابر رضی اللہ عنہ	۲۴۴
۱۲۰	کھجوروں میں برکت	۲۴۵
۱۲۱	غزوۂ بنی قریظہ	۲۴۶
۱۲۲	ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات	۲۵۷
۱۲۳	بلال بن حارث مزنی اسلام لاتے ہیں	۲۵۹
۱۲۴	عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	۲۵۹
۱۲۵	ہجرت کے چھٹے سال کے واقعات	۲۶۰
۱۲۶	ثمامہ دامن اسلام میں	۲۶۰
۱۲۷	غزوۂ بنی لحیان	۲۶۱
۱۲۸	بنی کلاب کی سرکوبی	۲۶۲
۱۲۹	فدک پر حملہ	۲۶۲
۱۳۰	غزوۂ تہامہ	۲۶۳
۱۳۱	سریہ عکل	۲۶۵
۱۳۲	بارش کے لیے نمازِ استسقاء	۲۶۵
۱۳۳	حج کی فرضیت	۲۶۷
۱۳۴	صلح حدیبیہ	۲۶۷
۱۳۵	خشک کنویں میں پانی اُبل پڑا	۲۷۰
۱۳۶	انگلیوں سے پانی کی نہریں جاری ہوگئیں	۲۷۰
۱۳۷	حدیبیہ میں بارانِ رحمت	۲۷۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۳۸	بیعتِ رضوان	۲۷۶
۱۳۹	حدیبیہ کا ایک خونچکاں واقعہ	۲۷۸
۱۴۰	معاہدہ تحریر کیا گیا	۲۸۰
۱۴۱	معاہدہ حدیبیہ پر صحابہ کے تاثرات	۲۸۱
۱۴۲	صلح حدیبیہ کے اثرات	۲۸۲
۱۴۳	اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا قَرِیبًا	۲۸۴
۱۴۴	ابو نصیر کی مدینہ میں آمد	۲۸۵
۱۴۵	شاہانِ وقت کی طرف خطوط	۲۸۷
۱۴۶	حضور کی انگوٹھی	۲۸۸
۱۴۷	فرمانِ نبوی	۲۸۸
۱۴۸	نجاشی کا تاثر	۲۸۹
۱۴۹	حضرت دحیہ کلبی	۲۹۰
۱۵۰	ہرقل کے دربار میں قاصدِ نبوی	۲۹۱
۱۵۱	ہرقل کے تاثرات	۲۹۵
۱۵۲	خسرو پرویز نے حضور کے خط کو پھاڑ دیا	۲۹۶
۱۵۳	مقوقس کے پاس حضور کا فرمان	۲۹۹
۱۵۴	غسانی کے نام فرمانِ نبوی	۳۰۰
۱۵۵	یمامہ کی طرف مکتوبِ نبوی	۳۰۱
۱۵۶	دیگر مکاتیبِ نبوی	۳۰۱
۱۵۷	خولہ بنت ثعلبہ کا اظہارِ حقیقت	۳۰۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۵۸	اونٹوں اور گھوڑوں میں مسابقت	۳۰۳
۱۵۹	حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ کا انتقال	۳۰۴
۱۶۰	ساتویں سال کے واقعات	۳۰۴
۱۶۱	غزوۂ خیبر	۳۰۴
۱۶۲	یہودیوں کی زہر خورانی	۳۱۸
۱۶۳	صلح فدک	۳۲۱
۱۶۴	حبشہ کے مہاجرین کی آمد	۳۲۲
۱۶۵	زفاف اُم صفیہ رضی اللہ عنہ	۳۲۳
۱۶۶	زفاف صفیہ رضی اللہ عنہ	۳۲۴
۱۶۷	حضرت علی کے لیے سورج پلٹ آیا	۳۲۵
۱۶۸	غزوۂ یہود وادی القرای	۳۲۵
۱۶۹	قصہ لیلۃ القریش	۳۲۶
۱۷۰	عمرۃ القضاء	۳۲۷
۱۷۱	گورنر عمان مسلمان ہو گیا	۳۳۱
۱۷۲	عامر کا قتل	۳۳۲
۱۷۳	سالِ ہشتم کے واقعات	۳۳۳
۱۷۴	خالد بن ولید ایمان لاتے ہیں	۳۳۳
۱۷۵	ذات السلاسل	۳۳۵
۱۷۶	غزوۂ موتہ	۳۳۷
۱۷۷	مسجدِ نبوی سے جنگ موتہ کا منظر	۳۴۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۷۸	حضرت جعفر کی شہادت کی خبر مدینہ پاک میں	۳۴۲
۱۷۹	فتح مکہ	۳۴۳
۱۸۰	فتح مکہ کی تیاریاں	۳۴۶
۱۸۱	قریش مکہ کے نام ایک خفیہ خط	۳۴۶
۱۸۲	اسلامی لشکر کی مکہ کو روانگی	۳۵۰
۱۸۳	فتح مکہ کے بعد شعب ابی طالب کی حالت	۳۶۷
۱۸۴	شاتمانِ رسول کے متعلق حکم	۳۶۸
۱۸۵	قیام مکہ کے دوران کے واقعات	۳۶۸
۱۸۶	فتح مکہ کے بعد خالد بن ولید کا معرکہ	۳۶۹
۱۸۷	منات کا بُت خانہ تباہ ہوگیا	۳۶۹
۱۸۸	غزوۂ حنین	۳۸۱
۱۸۹	حضور کے جانباز وادیٔ حنین میں	۳۸۵
۱۹۰	مقتولین حنین اور مالِ غنیمت	۳۹۰
۱۹۱	حضرت ابو عامر کی شہادت	۳۹۰
۱۹۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ہمشیرہ	۳۹۲
۱۹۳	غزوۂ طائف	۳۹۳
۱۹۴	جعرانہ میں مالِ غنیمت کی تقسیم	۳۹۶
۱۹۵	حضور کا مکہ میں قیام	۴۰۲
۱۹۶	بنی ثعلبہ کے لوگ	۴۰۲
۱۹۷	حضرت زینب کا انتقال	۴۰۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۹۸	حضرت ابراہیم کی پیدائش	۴۰۳
۱۹۹	منبرِ رسول	۴۰۳
۲۰۰	واقعات سالِ نہم	۴۰۶
۲۰۱	عدی بن حاتم کی گرفتاری	۴۰۹
۲۰۲	واقعہ ایلا	۴۱۱
۲۰۳	دنیا کی نعمتوں کی بجائے محبتِ رسول	۴۱۵
۲۰۴	ایک زانیہ کو سزائے رجم	۴۱۶
۲۰۵	غزوۂ تبوک	۴۱۷
۲۰۶	صحابہ کا ایثار	۴۱۷
۲۰۷	غریب صحابہ کا جذبۂ قربانی	۴۲۰
۲۰۸	اسلامی لشکر تبوک میں	۴۲۳
۲۰۹	ہرقل والیٔ روم دامنِ اسلام میں	۴۲۳
۲۱۰	خالد بن ولید کا لشکر	۴۲۴
۲۱۱	میدانِ تبوک میں معجزاتِ نبوی	۴۲۵
۲۱۲	سفرِ تبوک میں بیماری	۴۲۶
۲۱۳	پیاسوں پر بادل برسنے لگا	۴۲۷
۲۱۴	منافقوں کی حجتیں	۴۲۷
۲۱۵	چشمہ تبوک میں برکت	۴۲۸
۲۱۶	حضرت ابوذر غفاری میدانِ تبوک میں	۴۲۸
۲۱۷	عبداللہ ذوالبجادین کی جانثاری	۴۲۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۱۸	سانپ سلام کرنے آتا ہے	۴۳۱
۲۱۹	کھانے میں برکت	۴۳۱
۲۲۰	منافقین کی نشاندہی	۴۳۲
۲۲۱	تبوک سے واپسی	۴۳۴
۲۲۲	مسجد ضرار	۴۳۴
۲۲۳	جنگ تبوک کے پیچھے رہنے والے	۴۳۵
۲۲۴	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ	۴۳۵
۲۲۵	امیر المومنین حضرت علی پر نوازش	۴۴۱
۲۲۶	اطراف وجوانب کے وفود کی آمد	۴۴۲
۲۲۷	عبداللہ بن ابی سلول منافق کی موت	۴۴۸
۲۲۸	نجاشی شاہ حبشہ کی وفات	۴۴۹
۲۲۹	حضرت صدیق اور حضرت علی حج کرتے ہیں	۴۵۰
۲۳۰	دسویں سال ہجرت کے واقعات	۴۵۲
۲۳۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور نصاریٰ کی صلح	۴۵۳
۲۳۲	نصاریٰ سے مباہلہ کا اعلان	۴۵۵
۲۳۳	نصاریٰ سے صلح کا معاہدہ	۴۵۶
۲۳۴	باذان یمنی کی وفات	۴۵۷
۲۳۵	حضرت علی کا یمن میں ورود	۴۵۷
۲۳۶	مزید وفود کی آمد	۴۵۹
۲۳۷	بت خانہ ذوالخلیفہ کی تباہی	۴۶۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۳۸	وفد بنی حنیفہ کی آمد	۴۶۱
۲۳۹	حجۃ الوداع	۴۶۲
۲۴۰	فیروز دیلمی کا وفد	۴۶۳
۲۴۱	وفد عبد قیس	۴۶۳
۲۴۲	خطبہ حجۃ الوداع	۴۶۷
۲۴۳	موئے مبارک حضور اکرم	۴۷۰
۲۴۴	قرآن اور اہلبیت	۴۷۰
۲۴۵	طائف کے بادشاہ کا مسلمان ہونا	۴۷۱
۲۴۶	حضور کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات	۴۷۲
۲۴۷	حضرت جبرائیل بشری شکل میں	۴۷۳
۲۴۸	سجاح بنت الحارث	۴۷۵
۲۴۹	عبلہ بن اسود کا دعویٰ نبوت	۴۷۶
۲۵۰	طلیحہ بن خویلد	۴۷۸
۲۵۱	مرض الموت کے واقعات	۴۷۸
۲۵۲	ذکر مرض الموت	۴۸۰
۲۵۳	صعوبت مرض	۴۸۵
۲۵۴	دوران مرض کے واقعات	۴۸۷
۲۵۵	ایام مرض اور واقعہ قرطاس	۴۸۷
۲۵۶	حضور کا آخری خطبہ	۴۸۸
۲۵۷	جبرائیل عیادت کرتے ہیں	۴۹۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۴۹۷	ملک الموت درِ اقدس پر	۲۵۸
۴۹۸	وصالِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵۹
۵۰۱	ملک الموت کو اجازت مل گئی	۲۶۰
۵۰۳	امت کی بخشش کی بشارت	۲۶۱
۵۱۰	حضور کی تجہیز و تکفین	۲۶۲
۵۱۳	حضور کی قبر مبارک	۲۶۳
۵۱۶	خاکدانِ زمین کی عظمت	۲۶۴
۵۱۹	تدفین کے بعد چند واقعات	۲۶۵
۵۲۴	ایک یہودی قبر رسول پر	۲۶۶
۵۲۷	حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ	۲۶۷
۵۲۵	ٹائیٹل تتمہ	۲۶۸
۵۳۶	معجزات رسولِ مختار	۲۶۹
۵۴۱	معجزات عقلیہ	۲۷۰
۵۵۱	معجزات حسیّہ	۲۷۱
۵۵۱	سر مبارک	۲۷۲
۵۵۳	چہرۂ مبارک	۲۷۳
۵۵۴	حضور کی آنکھوں کے معجزات	۲۷۴
۵۵۵	مقدس ہاتھوں کے معجزات	۲۷۵
۵۵۵	کانوں کے معجزات	۲۷۶
۵۵۶	پشت مبارک کے معجزات	۲۷۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۷۸	پاؤں مبارک کے معجزات	۵۵۶
۲۷۹	زبان مبارک کے معجزات	۵۵۸
۲۸۰	معجزات اعضاء جسم اطہر	۵۶۲
۲۸۱	معجزات صفاتیہ	۵۶۸
۲۸۲	خُلقِ عظیم اور خَلقِ جسیم	۵۶۸
۲۸۳	صفات کمالِ مصطفوی	۵۶۸
۲۸۴	خُلقِ عظیم آقائے دو عالم	۵۷۰
۲۸۵	شمائل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۵۷۸
۲۸۶	معجزہ شق القمر	۵۹۱
۲۸۷	معجزہ آہو	۵۹۲
۲۸۸	معجزہ سوسمار	۵۹۳
۲۸۹	ابوسفیان کا قبولِ اسلام	۵۹۵
۲۹۰	معجزہ تسبیح حصار	۵۹۶
۲۹۱	پہاڑ پر قرآن کا اثر	۵۹۶
۲۹۲	درخت پردہ کرتے ہیں	۵۹۷
۲۹۳	اونٹ کا عذابِ الٰہی سے ڈرنا	۵۹۷
۲۹۴	درخت خدمتِ اقدس میں	۵۹۸
۲۹۵	درخت کا شق ہونا	۵۹۸
۲۹۶	کھجوروں میں برکت	۵۹۸
۲۹۷	طعام میں برکت	۵۹۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۹۸	عضبا کا واقعہ	۶۰۱
۲۹۹	رکانہ چت گر گیا	۶۰۳
۳۰۰	حضور نے لعاب دہن سے کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا	۶۰۴
۳۰۱	ابوجہل لرزہ براندام ہو گیا	۶۰۶
۳۰۲	ابوجہل کی مجبوریاں	۶۰۷
۳۰۳	ضماد کی گواہی سے تین سو افراد دامن اسلام میں	۶۰۷
۳۰۴	تورات میں تعریف مصطفیٰ	۶۰۸
۳۰۵	دست حضور سے چہرہ چمک اٹھا	۶۰۹
۳۰۶	پرندے نے موزے سے سانپ گرا دیا	۶۱۰
۳۰۷	شہد میں برکت	۶۱۰
۳۰۸	یعفور کا قصہ	۶۱۱
۳۰۹	ایک فریادی اونٹ کا قصہ	۶۱۲
۳۱۰	حضور پر تسخیر سے لقوہ کا حملہ	۶۱۲
۳۱۱	اعرابی پہلوان دامن اسلام میں	۶۱۳
۳۱۲	شیر خوار بچے کی حضور سے ہمکلامی	۶۱۳
۳۱۳	بکریوں کے دودھ میں فراوانی	۶۱۶
۳۱۴	لعاب دہن سے آنکھوں میں نور	۶۱۶
۳۱۵	نگاہ رحمت سے کھجوروں میں فراوانی	۶۱۶
۳۱۶	برتن تیل سے لبریز ہو گیا	۶۱۷
۳۱۷	کھانا غیب سے آتا رہا	۶۱۸

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶۱۸	دو روٹیاں بہتر افراد زیادہ کی غذا	۳۱۸
۶۱۹	ایک پیالہ دودھ اصحاب صفہ کی غذا	۳۱۹
۶۲۰	مشکیزے میں برکت	۳۲۰
۶۲۱	جھوٹ کی سزا	۳۲۱
۶۲۲	شیطان بصورت خارپشت	۳۲۲
۶۲۲	شیطان چور کی شکل میں	۳۲۳
۶۲۳	دستِ شفقت سے ہت کا درد جاتا رہا	۳۲۴
۶۲۴	نیم خوردہ لقمہ کھانے سے بے حیائی سے نفرت	۳۲۵
۶۲۴	زانی کا نفسیاتی علاج	۳۲۶
۶۲۵	دستِ نبوت کا کمال	۳۲۷
۶۲۵	جنونی کیفیت غائب ہوگئی	۳۲۸
۶۲۵	سنگریزوں سے کنویں میں کثرتِ پانی	۳۲۹
۶۲۶	درختوں کا پردہ، آسیب کا اثر، اونٹ کا سجدہ	۳۳۰
۶۲۷	جھوٹ کا انجام	۳۳۱
۶۲۷	عدلِ رسالت	۳۳۲
۶۲۸	حضور کا چابک	۳۳۳
۶۲۸	گمشدہ اونٹنی	۳۳۴
۶۲۸	کاذب کا انجام	۳۳۵
۶۲۹	ابوہریرہ کی یادداشت تیز ہوگئی	۳۳۶
۶۲۹	ابوہریرہ کی والدہ دامن اسلام میں	۳۳۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۴۳۸	حجر، شجر، مدر کو خطاب	۶۳۰
۴۳۹	سوکھا درخت پھل دینے لگا	۶۳۰
۴۴۰	درخت جڑوں سمیت خدمتِ اقدس میں	۶۳۱
۴۴۱	اونٹ کی فریاد	۶۳۲
۴۴۲	حضور کے قتل کی ناکام کوشش	۶۳۲
۴۴۳	دریا برد لڑکی زندہ ہو گئی	۶۳۳
۴۴۴	ایک عجیب واقعہ	۶۳۳
۴۴۵	اندھے کو بینائی مل گئی	۶۳۴
۴۴۶	ہبل کی شہادت پر ۱۲ ہزار کفار مسلمان ہو گئے	۶۳۴
۴۴۷	بت کی حضور سے گفتگو	۶۳۵
۴۴۸	بدروحیں بھاگ گئیں	۶۳۶
۴۴۹	حضور کے چابک کا کمال	۶۳۷
۴۵۰	غیب سے کھانے کا نزول	۶۳۷
۴۵۱	اعرابی دامنِ اسلام میں	۶۳۸
۴۵۲	آبِ دہن کی برکت	۶۳۹
۴۵۳	ایفائے عہد کی ایک مثال	۶۳۹
۴۵۴	گڈریے کا واقعہ	۶۴۰
۴۵۵	عشقِ حبیب کا ایک واقعہ	۶۴۱
۴۵۶	قد تم الکتاب بختتم الخطاب	۶۴۷
۴۵۷	مناجات	۶۴۹

ہجرت کے ابتدائی واقعات

پہلی فصل

بیان کیا گیا ہے کہ قریش نے دار الندوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بد اندیشی اور غیظ و غضب کے ساتھ مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کو قتل کر دیا جائے انہوں نے آپس میں عہد و پیمان باندھا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور ارشاد فرمایا وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝

چنانچہ جبرائیل علیہ السلام آئے۔ آپ نے ان تمام واقعات کو جو اس ناپاک مجلس میں رونما ہوئے تھے، ایک ایک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گوش گزار کیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کرام ابو بکر صدیق، علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہما نے مکہ سے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلا جائے، آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا، اے ابا بکر! صبر کیجئے۔ امید ہے مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی، یعنی تمہارے ساتھ رہونگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا آپ اس کے امیدوار ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! صدیق رضی اللہ عنہ نے توقف فرمایا، اور دو اونٹ خرید لیے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر چار سو درہم میں اور واقدی کی ایک روایت کے مطابق آٹھ سو درہم میں اور ایک اپنے لیے خریدا ان کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے اور چارہ کھلاتے رہے تاکہ خوب موٹے تازے ہو جائیں اور وقت موعود کا انتظار کرتے رہے۔

حضرت ابو بکرؓ کا خواب

اسی زمانہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ "چاند آسمان سے اتر کر بطحا مکہ اور شہر مکہ میں وارد ہوا ہے اور مکہ معظمہ کا تمام

صحرا اس نور سے منور ہو گیا ہے۔ پھر اس چاند نے آسمان کا رخ کیا اور اپنی جگہ پر جا کر ٹھہر گیا اور اپنے نور و ضیا سے تمام روئے زمین کو روشن و منور کر دیا۔ بہت سے دوسرے ستاروں نے بھی اسی طرح حرکت کی، پھر وہ چاند ستاروں کے ہزاروں لاؤ لشکر کے ساتھ فضا میں آیا اور دوبارہ حرم کعبہ میں اترا، حرم اسی طرح روشن تھا مگر تین سو ساٹھ ۳۶۰ گھر اور ایک روایت میں چار سو گھر تاریک رہے، جب وہ چاند حرم میں پہنچا اس کے اطراف و جوانب پھر روشن ہو گئے، پھر وہ چاند مدینہ کے اوپر چلا آیا حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیام کیا پھر زمین پھٹ گئی اور اس میں سما گیا جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے، آپؓ رونے لگے، چونکہ آپؓ فن تعبیر رویا میں مشہور و ممتاز تھے۔ آپ نے اس خواب کو تعبیر و تاویل کی نظر سے دیکھا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ چاند، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب جمال ہے اور ستارے آپ کے عزیز و اقارب اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو آپ کی موافقت میں ہجرت اور مسافرت اختیار فرمائیں گے اور مدینہ میں ہجرت کریں گے اور اس چاند کا مکہ کی طرف لوٹنا فتح کی دلیل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگی اور اس چاند کا عائشہ کے گھر میں آنے سے یہ مراد ہے کہ حضرت عائشہؓ کو آپ کی زوجہ مطہرہ بننے کا شرف حاصل ہوگا اور زمین کے پھٹنے اور چاند کے اس میں غائب ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ فوت ہوں گے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن ہوں گے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اس سے دو غم ہوئے، ایک اپنے ملک و وطن سے ہجرت کا غم اور دوسرا سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا غم۔ آپ نے دل میں سوچا جب ہجرت درپیش ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔

دامن یار گرامی نتواں داد ز دست   کہ بصد خون جگر یافتہ ام دامن او

القصہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہجرت کا یقین ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام و آسائش کا انتظام کرنے میں مصروف ہو گئے، اسی اثنا میں جبرئیل علیہ السلام ہجرت کی اجازت لے آئے اور اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا۔ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا

اور کفار کے ایک ایک قصد کو واضح طور پر بیان فرمایا، عرض کیا! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حکم یہ ہے کہ آج رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں اور نیند پر بھروسہ نہ کریں بلکہ سامان سفر تیار کریں اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوں، جبرائیل علیہ السلام یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

روساء قریش کا محاصرہ

جب رات ہو گئی روساء قریش میں سے ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف، نبیہ، منبیہ (یہ دونوں حجاج کے بیٹے تھے) نضیر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط اور دوسرے بدبختوں کی ایک جماعت طے شدہ فیصلے کے مطابق جمع ہو کر آ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو جانے کا انتظار کرنے لگے، تاکہ انہیں قتل کر دیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابولہب نے کہا کہ رات بھر ہم اس کی نگرانی کرتے ہیں جب صبح ہو تو اسے قتل کر دیں گے تاکہ بنی ہاشم کو معلوم ہو جائے کہ یہ کام ہم نے اجتماعی طور پر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گمراہوں کے متعلق خبر ہو گئی، آپ نے علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو فرمایا، اے علی! مجھے مدینہ کو ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ میں کل سامان سفر تیار کروں گا۔ جو امانتیں میرے پاس ہیں انہیں میں تمہارے سپرد کرتا ہوں، تم انہیں مالکوں تک پہنچا دو، مشرکین آج رات مجھے قتل کر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جاؤ اور میری چادر اوڑھ کر میری جگہ پر لیٹ جاؤ، مطمئن رہو تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عمل کرتے ہوئے، وہ چادر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھتے تھے، اوڑھ کر بڑے اطمینان سے سو گئے اور اپنی ذات اقدس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کا تہیہ کر لیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جان نثاری

جس رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر قیام کیا اور اپنی جان نثاری کا مظاہرہ کیا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے تمہارے درمیان عقد مواخاۃ باندھا ہے اور ہر ایک کی عمر ایک دوسرے سے زیادہ بتائی۔ تم اپنے دوست کی زندگی کو اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہر شخص   ، وحی آئی کہ علی بن ابی طالب کو دیکھو، میں نے علی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عقد مواخاۃ باندھا حضرت علیؓ نے اپنی جان شیریں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر قربان کر دیا، اور اسے اپنی زندگی پر ترجیح دی۔ اب تم اس سبز گنبد یعنی آسمان سے محیط غبرا یعنی زمین پر جاؤ اور دشمنوں کے شر سے ان کی حفاظت کرو۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے اس نیلگوں چھت سے پرواز کی اور ربع مسکوں پر اترے۔ جبرائیل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرہانے اور حضرت میکائیل علیہ السلام آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا واہ واہ! علی تجھ جیسا کوئی نہیں، ملاء اعلیٰ میں ملائکہ کے درمیان خداوند قدوس تجھ پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ بیت

ہر آنکہ بہر خدا راہ نفس بر بندد　　ملک ز عرش بفرمان او کمر بندد

حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔

کفار کی مایوسی

سیرت کی کتابوں میں تحریر ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر میں لیٹ گئے تو آپ مکان سے باہر آئے پہلے سورہ یٰسین فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ تک پڑھی، ایک مشت خاک ہاتھ میں لے کر اس پر پھونکا اور اس خاک کو ان کے سر پر پھینک دیا کہتے ہیں کہ وہ مٹی جس شخص کے سر پر پڑی وہ آگے جا کر جنگ بدر میں ہلاک ہو کر جہنم رسید ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح وسلامت اس قوم میں سے نکل گئے اور کسی شخص کو معلوم نہ ہوا کہ آپ کہاں گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد ایک شخص وہاں آیا اور پوچھا تم یہاں کس لیے آئے ہوئے ہو اور کس کا انتظار کر رہے ہو انہوں نے کہا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نکل گئے اور تمہارے درمیان سے ایسے نکلے کہ تمہیں خبر تک نہ ہو سکی، اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے اور اپنی جماعت کے پاس چلے گئے جب انہوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو ان کے نامبارک سروں پر خاک پڑی ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے ایک دراڑ میں سے اندر جھانکا تو کسی کو سوتے ہوئے پایا، کہنے لگے وہ رہا محمد! اپنی جگہ پر سویا ہوا ہے۔ انہیں گرفتار کرنے کے لیے اندر داخل ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ اس شخص نے ٹھیک کہا، انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا، علی! محمد کہاں ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ان کی نگرانی پر مقرر نہیں کیا گیا تھا، مجھے کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں۔ مشرکین حیران و پریشان اور شرمندہ ہو کر رہ گئے۔ کچھ دیر آپ کو قید رکھا آخر کار ابولہب کے کہنے پر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ صحیح روایت یہ ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھپے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور خوب دھوپ نکل آئی تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر دوش مبارک پر رکھی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر روانہ ہوئے۔

حضور حضرت صدیق کے گھر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ایک روز ہم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے اطلاع دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک ڈھانپے ہوئے تمہارے گھر تشریف لا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے کبھی ہمارے گھر تشریف نہیں لائے تھے۔ میرے والد ماجد نے کہا میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں کیا بات ہے کہ آپ تشریف لا رہے ہیں۔ اجازت لے کر آپ گھر میں داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر!

گھر میں سے تمام افراد کو باہر نکال دیجئے۔ میرے باپ نے عرض کیا، یارسول اللہ آپ کی بیوی اور اس کی بہن کے سوا گھر میں کوئی اور آدمی نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے، حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ کیا میں آپ کی خدمت میں رہوں گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ سنا تو خوشی سے ان کے آنسو نکل آئے اور عرض کیا! یارسول اللہ میں نے دو اونٹ تیار کئے ہیں، ان میں سے ایک کو قبول فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر آپ اس کی قیمت لیں تو مجھے قبول ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنے ہی اونٹ پر سوار ہوں گا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ اونٹ آپ کی ملکیت ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں، میں قیمت دے کر ہی لوں گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جیسے آپ کی مرضی مبارک ہو کیجئے۔ اس سے پہلے بیان گزر چکا ہے کہ اونٹ کی قیمت چار سو درہم تھی اور واقدی کی روایت کے مطابق آٹھ سو درہم۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میرے والد بڑی تیزی سے سامانِ سفر تیار کرنے میں مصروف ہو گئے، میری والدہ نے ان کے لیے گوشت اور طعام سے بھرا ہوا توشہ تیار کیا جب تمام سامان تیار ہو گیا تو کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے توشہ کو مضبوطی سے باندھ سکیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مجھلی صاحبزادی کے پاس ایک کمربند تھا، اسے کمر سے کھول کر دو حصے کیا، ایک سے توشہ باندھا اور دوسرا اپنی کمر کے گرد باندھ لیا، اور ایک روایت میں ہے کہ نصف حصہ کو ان کے مطہرہ پر باندھ دیا، اسی وجہ سے وہ ذات النطاقتین کے لقب سے ملقب ہوئیں۔ پھر عبداللہ اریقط لیثی کو جو راستہ کو اچھی طرح پہچانتا تھا بلایا گیا، اسے راہنمائی کے لیے اجرت پر مقرر کیا، اونٹ اس کے سپرد کر دیئے اور طے کیا کہ تین روز گزرنے کے بعد وہ اونٹوں کو غارِ ثور پر لے آئے، اور عامر بن فہیرہ کو بکریاں چرانے پر مقرر کیا کہ صبح و شام ان کے پاس بکریاں لایا کرے تاکہ وہ ان کا دودھ پیا کریں، اور عبداللہ بن ابو بکر کو جو تیز رفتار اور پہلوان تھا کفار کی جاسوسی کے لیے مقرر کیا تاکہ وہ دن کے وقت قریش میں رہے اور حالات معلوم کرے اور ان کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے۔ ان مہمات سے فراغت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ نقدی جس کی سفر میں ضرورت پیش ہو گی ساتھ لی۔ اسماء کہتی ہیں کہ وہ پانچ ہزار درہم تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے دادا ابو قحافہ نے جو نابینا تھے، کہا، خدا کی قسم ابو بکر تمہیں سختی میں چھوڑ گیا اور تمہارے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ میں نے عرض کیا ہمارے والد نے ہمارے لیے بہت کچھ ذخیرہ کیا ہے، میں نے اس جگہ جہاں میرے والد نقدی رکھتے تھے چند سنگریزے چھپا دیئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا، ان کے ہاتھ کو وہاں لے جا کر کہا، یہ دولت ہے جسے ہمارے والد ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ نے کہا، اچھا غم نہ کرو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔

آغازِ سفرِ ہجرت اور صدیقؓ کی جاں نثاری

بائیس ماہ صفر دو شنبہ کی رات کو کھڑکی کے راستہ باہر نکلے اور غارِ ثور کی طرف چل دیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایڑیوں کے بل گئے تاکہ راستہ میں قدموں کے نشانات نہ پڑیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے، کبھی دائیں کبھی بائیں اور کبھی پیچھے چلتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا، "اے صدیق! تم کبھی آگے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں اور کبھی بائیں کیوں چلتے ہو" عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھات لگانے والے سے ڈرتا ہوں تو آگے آگے چلتا ہوں، پھر خیال آتا ہے کہ کوئی دشمن ہماری تلاش میں نہ آرہا ہو پیچھے ہو جاتا ہوں، کبھی پہلو میں گھات لگائے ہوئے سے ڈرتا ہوں تو دائیں بائیں یا آگے چلتا ہوں تاکہ اگر کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے پہنچے۔

رسالتمآبؐ دوشِ صدیقؓ پر

جب پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک تنگ تھیں، آپ کے پائے مبارک زخمی ہو گئے، ان سے خون ٹپکنے لگا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک مجروح ہو گئے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر بٹھا لیا اور منزلِ مقصود تک پہنچا دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غار کے منہ پر لے آئے تو عرض کیا، یا رسول اللہ آپ یہاں تھوڑی دیر آرام فرمایئے، تاکہ میں پہلے غار میں جا کر اس کی دیکھ بھال کر لوں، اندھیری رات ہے اور غار حشرات الارض سے خالی نہیں ہو سکتا، میں آپ کی قیام گاہ میں آپ کے دیدۂ بے چہرہ کا ؤ اور پلکوں سے جاروب کشی کروں گا۔ یہ کہہ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہو گئے، آپ نے دیکھا کہ غار بہت ہی خستہ و خراب ہے، عرصہ بعید سے کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہوا تھا اور زمانہ دراز سے اس نے کسی مہمان کا منہ نہیں دیکھا، نافرمانوں کے گناہوں کے دفتر کی طرح سیاہ و تاریک اور غمزدہ لوگوں کے کاشانہ کی طرح بے ساز و سامان ہے، عشاق کے جگر کی مانند انتہائی تنگ و ناہموار، غمِ فراق و مسلسل حرارتِ اشتیاق سے پارہ پارہ بلکہ آتشِ ہجر کے دلسوختگاں کے دلوں کی مانند ٹکڑے ٹکڑے اور چھلنی، سانپوں اور بچھوؤں سے بھرا ہوا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کپڑے کو جو وہ پہنے ہوئے تھے ٹکڑے ٹکڑے کیا، اپنے دستِ مبارک سے تاریکی میں ایک ایک سوراخ کو تلاش کر کے ان کپڑے کے ٹکڑوں سے اچھی طرح بند کر دیا۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہ جامہ برد صابری بہت بیش قیمت تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس طرح تمام سوراخوں کو بند کر دیا لیکن ایک سوراخ کے لیے کوئی کپڑا نہ بچا، اپنے پاؤں کی ایڑی کو اس پر رکھ دیا جس طرح بھی خدمت گزاری ہو سکی بجا لائے۔

سیدِ عالم غارِ ثور میں

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قدم رنجہ فرمانے کی درخواست کی، چنانچہ آپ غار میں تشریف لے گئے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فی الفور غار کے منہ پر جھاڑیاں اگا دیں تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا پیچھا کرنے والوں کے درمیان حائل ہو جائیں اور پردہ کریں، پھر عنکبوت کو حکم دیا گیا اس نے توفیق ربانی کی برکت سے اخلاص و اختصاص کے تانے بانے سے اس غار کے دروازہ پر پردہ کر دیا، جنگلی کبوتروں کے ایک جوڑے کو حکم ہوا، انہوں نے غار کے دروازہ میں اپنا گھونسلا بنا لیا اور اسی رات اس میں انڈا دے دیا، یہ تمام پردہ داری کے انتظامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تھے تاکہ آپ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔

لُعابِ دہن کی مسیحائی

نقل ہے کہ وہ رات انہوں نے اس غار میں گزاری، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر جو سوراخ پر رکھی ہوئی تھی سانپ نے ڈس لیا، اس سے اس قدر شدید تکلیف ہوئی کہ ضبط نہ کر سکے، بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، کہتے ہیں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات آپ کے رخسار مبارک پر پڑے، آپ خواب سے بیدار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حال دریافت کیا، عرض کیا، لُدِغتُ، مجھے ڈس لیا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کے بدن پر کپڑے نہیں ہیں، آپ نے اس کی کیفیت دریافت فرمائی، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام صورت حال بیان کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

حضرت اسماء ذات النطاقین فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد مکہ سے باہر نکل گئے تو چونکہ کفار ابوبکر صدیق کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی کو جانتے تھے، دوسرے روز قریش کی ایک جماعت ہمارے گھر آئی اور ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، میں باہر آئی مشرکین نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا، مجھے معلوم نہیں، ان میں سے ابوجہل نے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ میرے کان سے گوشوارہ گر پڑا، پھر ابوجہل نے ہر جگہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ابوبکرؓ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھاگ گئے ہیں پکڑ لائے گا میں اسے سو اونٹ انعام دوں گا، اسی طرح جو شخص ہمیں ان کے پاس پہنچائے گا اسے بھی سو اونٹ دوں گا، جوانان قریش نے جب یہ اعلان سنا تو مال و دولت کے لالچ میں آکر مسلح ہوئے اور پہاڑوں اور گزرگاہوں کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک کھوجی کرجو ابوکرز کے

ساتھ منسوب تھا، پاؤں کے نشانات معلوم کرنے کے لیے ساتھ لے لیا۔ ابوکرز ان کے پاؤں کے نشانات کو غار ثور تک لے گیا اور کہا کہ تمہارا مطلوب اس جگہ سے آگے نہیں گیا، نہ معلوم اس جگہ سے آسمان کو اٹھ گئے یا زمین کھا گئی۔ اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ اس نے کہا کہ تمہارا مطلوب اس غار میں ہے۔ مشرکین نے جب کبوتر کا انڈا اور تار عنکبوت غار کے دہانے پر دیکھا تو کھوجی کو کہا تیری عقل جاتی رہی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے عنکبوت نے یہاں جالا تنا ہوگا۔

نقل ہے کہ مشرکین اس قدر نزدیک پہنچ گئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان چالیس گز سے زیادہ نہیں تھا۔ کھوجی نے کہا مطلوب نے اس جگہ سے تجاوز نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی باتیں سنیں تو غمگین ہوئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، ابوبکر! رونے کا کیا سبب ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ علیہ وسلم، میں آپ کی ذات اقدس کو تکلیف پہنچنے سے ڈرتا ہوں کہ دین اسلام نہ مٹ جائے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے میرے پیارے دوست اور اس پردہ عنکبوتی کے پیچھے میری آنکھوں کے تمام مقام " لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا "

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکرؓ! ان دو شخصوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خدا تعالیٰ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنسو پونچھ ڈالے اور اپنے آپ کو قدرت کردگار کے حوالے کر دیا۔ تفسیر کبیر میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رونے کو یاد کیا کرتے تو روتے اور جب خود کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیتے تو یاد کرتے تو آنسو پونچھ ڈالتے۔

جب کھوجی مشرکین کو بتا رہا تھا کہ تمہارا مطلوب اس غار میں ہے اور اس سلسلہ میں اصرار کرتا تھا، اس وقت مشرکین کی ایک جماعت غار کے دہانہ کے پاس سے گزر رہی تھی، کبوتر اپنے گھونسلے سے اڑا۔ جب انہوں نے مکڑی کا جالا اور کبوتر کا انڈا دیکھا، کہنے لگے کہ اس غار میں کوئی شخص داخل ہوتا تو لازماً یہ انڈا ٹوٹ جاتا اور مکڑی کا جالا پھٹ جاتا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو سمجھ گئے کہ خدا نے مکڑی کے جالے کے ذریعہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور بیضہ کبوتر کے ذریعے اپنی حمایت میں لے لیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ کہتے ہیں کہ حرم مکہ میں جس قدر کبوتر ہیں وہ اسی کبوتر کی نسل سے ہیں۔

جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعائے خیر فرمائی تھی، اور اتنا سا عمل کرنے کی بدولت پکڑے جانے، ذبح کیے جانے اور لوگوں کے شکار کرنے سے قیامت تک محفوظ ہو گئے۔

بر خاک در حلال مکن خونِ عاشقاں　　　　صید کبوترانِ حرم چوں حرام شد

اعلام الوریٰ میں ہے کہ جب قریش غارِ ثور پر پہنچے تو وہاں آدمی کی صورت ایک فرشتہ سوار کھڑا تھا۔ اس نے کہا محمدؐ کو اس جگہ تلاش نہ کرو بلکہ ان شگافوں اور غاروں میں تلاش کرو جو گرد و نواح میں ہیں۔ لوگ اس کے کہنے سے گرد و نواح میں منتشر ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دشمنوں کے شر سے محفوظ و مامون رہے۔

غارِ ثور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن رات قیام فرمایا۔ ہر رات عبداللہ بن ابی بکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ایک ایک بات اور کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کرتا، اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ کے مکر و فریب سے باخبر رہتے اور عامر بن فہیرہ جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، بکریاں چراتا تھا، جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا بکریوں کو غار کے دہانے پہ لے آتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پر رات گزارتے۔ اسی طرح تین راتیں گزر گئیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کا عزم فرمایا۔

واقعہ ہجرت میں لطیف اشارات

اے درویش تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر بادشاہ جسمانی قوت و طاقت اور فوجی قوت سے دشمن پر غلبہ حاصل کرتا ہے، لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کے لشکر جداگانہ نوعیت کے ہیں، کبھی مچھر اس کے میدانِ قدرت میں سپہ سالاری کرتا ہے، کبھی چیونٹی پہلوانی دکھاتی ہے، کبھی سوسمار راہنمائی کرتا، کبھی کتا پاسبانی کرتا ہے، کبھی بلی معرفت کا سبب بن جاتی ہے، کبھی کبوتر دروازے پر نگہبانی کرتا اور مکڑی پردہ داری کرتی ہے۔

مکڑی کی آرزو

کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، خدایا مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں جا کر اپنے پروں سے غار کو بلکہ اس پہاڑ ہی کو چھپا دوں۔ خطاب ہوا، اے جبرائیل! حقیقی ستار میں ہی ہوں، میرا

کمالِ قدرت اس امر کا متقاضی ہے کہ میں اپنی کمزور ترین مخلوق کے ذریعے دشمن کے مکر و فریب کو دُور کروں، کمزور مکڑی کو مقرر کیا اور اسے حفاظت کے لیے بھیجا، جب مکڑی کو حکمِ خداوندی پہنچا، اس نے اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا، خدا تعالیٰ کا اسے حکم ہوا کہ جا کر پردہ تان دے اور مکھی پر قناعت کر لیکن ہمت بلند رکھنا، ہم ایک روز قافِ قربت کے سیمرغ کو تیرے جال میں لائیں گے، اس امید پر سات سو سال اس غار کے دروازہ پر بیٹھی انتظار کرتی رہی، چنانچہ نہ رات کو آرام تھا نہ دن کو چین، یہاں تک کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار کے دہانہ پر پہنچے، مکڑی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے کہا مجھ کمزور کو آپ کے دیدار کا وعدہ دیا گیا ہے، تشریف لائیے تاکہ آپ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب غار کے اندر تشریف لے گئے مکڑی نے جالا تننا شروع کر دیا اور عجز آمیز لعاب پھیلانا شروع کر دیا۔

عنکبوت زار را گفتم کہ ایں پردہ چہ بود　　گفت مہمان عزیز آمد چو کردم در سفید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، ابوبکر! ایک مدت سے میں اس فکر میں تھا کہ میری امت اس باریک پل صراط سے کیسے گزرے گی، اب عالمِ غیب کے خبر کنندگان نے مجھے یوں اطلاع دی ہے کہ جس طرح اس پردہ دار کو ایک باریک تار پر محفوظ رکھتے ہیں، تیرے دوستوں کو اسی طرح اس صراط سے محفوظ رکھیں گے۔

شیطان کی فریب کاری

جب مکڑی نے اپنا جالا تن دیا اور کبوتری نے انڈا دے دیا، کفار نے کہا اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا تو یہ تاریں کٹ جاتیں، انڈا ٹوٹ جاتا اور کبوتر منتشر ہو جاتے، وہ باہر یہ باتیں کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار کے اندر یہ باتیں سن رہے تھے، شیطان نے چاہا کہ چغلی کھائے، فرمانِ خداوندی پہنچا کہ اے جبرئیل! اس سے پہلے کہ دشمن دشمنی کرے میرے حبیب کی مدد کو پہنچو، جبرائیل علیہ السلام نے رب العزت کے حکم سے اپنا پَر اس پر مارا کہ ساتویں زمین پر جا پہنچا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس روز جب شیطان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی چغلخوری کرنا چاہی، جبرائیل علیہ السلام کے ایک پر مارنے سے باز رہا۔ اگر زندگی کے آخری لمحات میں جب کہ شیطان مومن کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے کوشش کرتا ہے تاکہ اللہ کے بندوں کے سینہ کے خزانہ سے ایمان کی دولت لے جائے اگر خدا تعالیٰ کی ایک نظر عنایت اسے ہم سے دُور کر دے بلکہ اسفل اسفالین میں پھینک دے اور بندہ کے مرتبہ کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دے تو اس کے کرم اور بندہ نوازی سے بعید نہیں۔

اے درویش: میں نے اس طرح دیکھا ہے کہ یہ وہی مکڑی تھی جسے حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارہ پر خانہ کعبہ کی حدود متعین کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ چنانچہ اس کتاب کے رکن اوّل باب ابراہیم علیہ السلام کی فصل بنیاد کعبہ میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ اسے خطاب ہوا کہ اے عنکبوت اس راہنمائی کی بدولت جو تُو نے ہمارے خلیل کے لیے کی ہے، تجھے اس کے گرد و نواح میں کسی گوشہ میں معتکف رہنا چاہیے تاکہ ہم اس شاہباز کو تیرے دام میں لائیں اور اس کی دولت وصال سے تجھے درجہ کمال کو پہنچائیں۔ اے درویش! ایک مکڑی، بندہ کو دوست کے گھر کا پتہ دیتی ہے تو وہ لقاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت وصال حاصل کر لیتی ہے، بندہ جو لوگوں کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ذریعہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا راستہ دکھاتا ہے اگر جمال محمدی اور وصال احمدی سے مشرف کریں تو اس کے کرم سے کچھ بعید نہیں۔

سانپ غارِ ثور میں

تاج القصص میں مذکور ہے کہ ایک روز ایک سانپ عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا روح اللہ! مکہ کو کونسا راستہ جاتا ہے؟ آپ نے پوچھا، اے سانپ تجھے مکہ میں کیا کام ہے؟ عرض کیا چھ سو سال سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں موجزن ہے، اب اس محبت کا مجھ پر غلبہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں جاتا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میرے اور ان کے درمیان چھ سو سال کا زمانہ ہے۔ سانپ نے عرض کیا لاتقیشو امن روح اللہ، عیسیٰ علیہ السلام نے اسے مکہ کا راستہ بتایا وہ اس یارِ غار کے شوق میں سر کے بل روانہ ہوا اور کہتا تھا۔

چوں مور می بندم کمر چوں مار می پیچم بسر　　　در غار غم دارم مقر ای یارِ غار از عشق تو
تا کے دلم محزوں بود وز غم زِ حد افزوں بود　　　تا چند غرق خوں بود جاں فگار از عشق تو
عیبم مکن لا یعقلم گر قیدِ ہستی بگسلم　　　دیگر نماند در دلم صبر و قرار از عشق تو

القصہ، سانپ اگرچہ سو سال تک انتظار کرتا رہا اور سترِ سوراخ اس غار میں تیار رکھے، نہیں نہیں بلکہ غم کدہ سے گلشن سرائے وصال کی فضا کی طرف اس نے ستر دریچے کھولے، اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر مشاہدہ محبوب میں ایک راستہ بند کر دیا جائے گا تو دوسرے راستہ سے توجہ کر سکے گا۔ جب صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ تمام سوراخ بند کر دیئے، وہی دو سوراخ باقی رہ گئے جو دو ایڑیوں سے بند کر دیئے گئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ایڑی اور دوسرا کہنی سے محکم کر دیا گیا تھا۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے اور آپ کی نرگسی آنکھیں محوِ خواب تھیں۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو دیکھتے اور روتے تھے اور اپنے تئیں کہتے۔ اے ابو قحافہ کے بیٹے! تجھے کچھ علم ہے کہ تو نے کتنی عظیم نعمت حاصل کی ہے۔ خدا نخواستہ اگر یہ نعمت زائل ہو جائے تو تو کیا کرے گا۔ فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ خیال آیا ہاتف نے کہا اے صدیق! خوش ہو جا ہم کبھی بھی تجھے ان سے جدا نہیں کریں گے۔ تم دنیا میں ان کے ساتھی ہو، غار میں ساتھی، قبر میں ساتھی اور جنت میں بھی ان کے ساتھی رہو گے۔ غرضیکہ سانپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنائے دیدار میں کئی مرتبہ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر اپنا سر مارا تاکہ وہ پاؤں اٹھائیں اور وہ ایک لحظہ دوست کے دیدار سے آنکھیں روشن کرے صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس کا یہ کون سا موقع ہے۔

در خلوت دوست زحمت جاں سرو نیست　　　در بوئی بود گوئی گریباں سرو نیست

سانپ کو اس کے بغیر کوئی چارہ کار دکھائی نہ دیا کہ ان کے پاؤں مبارک کو دانت سے کاٹ کر آزمائے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سانپ سے گفتگو فرمائی اور اس سے اس گستاخی کا سبب دریافت کیا۔ سانپ نے جواب دیا کہ دیوانے اور عاشق پر کوئی سزا نہیں ہوا کرتی۔

مقام صدیق اکبر

تاج القصص میں اس کے متعلق عجیب روایت نقل کی گئی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو راہِ دوست میں سانپ کا زخم، کنجِ غار اور غمِ یار پیش آئے، اس درد و بلا اور محنت و عنا میں ہر لمحہ خوش و خرم تھے اور ذوق و شوق میں فراوانی تھی، لامحالہ عالمِ غیب سے ان پر ایسی نوازش ہوئی کہ اٹھارہ ہزار جہانوں میں کسی پر ایسی نوازش نہیں ہوئی تھی، ہوا یوں کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف سے سلام پہنچایئے اور کہیئے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے ہم نے مروارید سفید سے ایک پیالہ تیار کیا ہے جس میں صدیق رضی اللہ عنہ کی شفا کے لیے زہر کا تریاق اور شربت ترتیب دیا ہے۔ جب خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہنچائی، فوراً وہ پتھر پھٹ گیا اور اس میں سے وہ پیالہ نمودار ہوا، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا اور کافور سے زیادہ خوشبودار اس میں شربت تھا، صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس شربت کو پیا، اسی وقت صحت یاب ہو گئے

اس واقعہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق عجیب مت سمجھو کیونکہ ایک صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آبِ دہن، صدیق رضی اللہ عنہ کے زخم کو لگا گیا جس سے آپؓ نے شفا پائی، تم خود جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آبِ دہن، آبِ گنگ سے لاکھوں گنا بہتر و برتر ہے۔

تاج القصص ہی میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پیالہ سے شربت پیا، ان کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا گیا، انہوں نے دیکھا کہ گوشۂ غار میں شگاف پڑ گیا ہے، اور اس طرف ایک دریا ظاہر ہوا، اس دریا میں کشتی ہے اور کشتی کے اندر ایک جوان ہے، دریا کی دوسری جانب ایک باغ ہے، وہ جوان آواز دے رہا ہے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تنگ دل نہ ہوں، اگر آپ چاہیں تو اس کشتی میں آ کر بیٹھ جایئے میں آپ کو دریا سے پار لے جاؤں، اس باغ میں چلئے تاکہ خدا تعالےٰ کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، باغ و بوستان کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان۔

بہار بوستان ما سر کوئی تو بس باشد — چراغ مجلس ما پر تو روئے تو بس باشد
بزیب و زینت ارگاہی بیارائید جنت را — مرا از ہر چہ در جنت نظر سوئے تو بس باشد

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غیبوبت سے حضور میں پہنچے خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ جو واقعہ تجھے دکھائی دیا ہے، تم کہو گے یا میں بیان کروں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی بیان فرمایئے، مہتر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ دریا حوضِ کوثر تھا اور وہ کشتی محبت کی کشتی تھی اور وہ جوان رضوان تھا اور وہ باغِ جنت اور مرغزار بہشت تھا۔ اگر تم چاہتے تو وہ تمہیں اس جگہ سے جنت میں لے جاتے، جیسا کہ ادریس علیہ السلام کو لے گئے۔ اور دوسری روایت میں اس طرح وارد ہے کہ اس سوراخ کو غار میں اس لیے کھولا گیا تھا کہ اگر کفار ان کا قصد کریں تو اس دریچہ سے باہر نکل جائیں اور کشتی میں سوار ہو کر اس دریا کو عبور کریں اور اس باغ میں داخل ہو جائیں۔

ریاض المذکرین میں مذکور ہے کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ غار سے باہر نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غمگین، محزون اور مضمحل دیکھا، فرمایا یا ابابکرؓ مَا لَکَ اَرَاکَ مُتَغَیِّرَ اللَّوْنِ، کیا بات ہے مجھے تیرے چہرہ کا رنگ متغیر دکھائی دیتا ہے۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر میں نہیں سویا، اس خوف سے کہ آپ کی ذاتِ پاک کو کوئی گزند نہ پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اَعْطَاکَ اللّٰہُ یَا اَبَابَکْرٍ اَلرِّضْوَانَ الْاَکْبَرَ یعنی خدا تعالٰی نے تجھے اپنی خوشنودی عطا کی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضوان اکبر کیا چیز ہے۔ قَالَ اللّٰہُ یَتَجَلّٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ عَامَّۃً وَیَتَجَلّٰی لَکَ خَاصَّۃً، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تمام مومنین کو خدا تعالٰی ایک تجلی دکھائے گا اور تیرے لیے ایک خاص تجلی فرمائے گا۔ وَاَرْضَاہُ وَعَنْ جَمِیْعِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ؕ

فصل دوم

غارِ ثور سے مدینہ منوّرہ تک

جمہور مورخین اور مشاہیر اہلِ سیر نے اپنی تصانیف میں اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ دونوں مہربان ساتھی تین دن رات غار کی چاردیواری میں پانچ وقت نماز اس معبود کی عبادت میں بسر کی جس نے چھ دنوں میں سات زمین، آٹھ بہشت اور نو آسمان پیدا کیے۔ ماہ ربیع الاوّل کی پنجشنبہ کی رات یا اس مہینہ کی پانچویں تاریخ دوشنبہ کی رات کو عامر بن فہیرہ اور عبداللہ ارقط آئے اور مقررہ اونٹ لائے، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جدعا ناقہ پر سوار ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور عبداللہ اور عامر دوسرے اونٹ پر بیٹھے، اور ساحل کا راستہ اختیار کیا، اور رات کی تاریکی میں روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ جب سورج نکلا وہ کسی حد تک دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو چکے تھے۔ چونکہ دشمن کے خوف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوراہ اختیار کیا تھا۔ جب سیدھے راستہ پر آئے، کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ یاد آیا، اور وطن کی محبت اور اپنے آباؤ اجداد کے مولد کو یاد کیا۔ آپ کے دلِ مبارک میں اس کی یاد غالب آئی، فی الفور جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے شہر اور جائے پیدائش کا اشتیاق ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ان اللہ تعالیٰ یقول، اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ۔ یہ فتح مکہ کی خوشخبری سنائی گئی تھی جس سے آپ کا قلب اطہر خوش ہوگیا اور وہ فکر جاتا رہا۔

آپ اس صحرا میں ایک پتھر کے سایہ میں آئے اور وہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے لیے جگہ درست کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں گرد و نواح میں سیر کرنے لگے۔ اتفاقاً ایک چرواہے

کو بکریاں چراتے ہوئے دیکھا، کوشش اور تلاش کے بعد بکریوں کے مالک کو پہچان لیا اور مقررہ قانون کے مطابق کرا و حسب حکم، اس چرواہے سے کچھ دودھ طلب کیا، چرواہے نے اس اجڑ میں سے ایک بکری پکڑلی اور اس کا دودھ دوھ کر دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ پانی ملا کر اسے ٹھنڈا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جب آپ خواب سے بیدار ہوئے اس دودھ کو پینے کے بعد وہاں سے کوچ کیا، راستہ میں چند واقعات رونما ہوئے جن کو ترتیب وار انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔

ام معبد کا گھر

دوسرے روز مرحلہ قدید میں ام معبد عاتکہ بنت خزاعیہ کے گھر گزر ہوا اور وہاں قیام کیا، وہ بڑھیا سخاوت اور مہمان نوازی میں مشہور تھی، بوڑھی ہو چکی تھی، بڑی عقلمند اور ذہین تھی، اکثر اوقات اپنے خیمہ کے دروازہ میں بیٹھ جاتی اور آنے جانے والوں کی خاطر تواضع کرتی۔ اس سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے عسرت اور تنگی میں مبتلا تھی، جب مہمان وہاں پہنچے تو قیمتاً اس سے گوشت اور کھجوریں طلب کیں۔ ام معبد نے کہا کاش میرے گھر میں گوشت اور کھجوریں ہوتیں تو میں یقیناً تمہاری مہمانداری کرتی، خریدنے کی ضرورت نہیں تھی، اس نے معذرت کی اور خشک سالی اور سامان کی کمی کی شکایت کی اور کہا کہ اس سال ہمارا وقت بہت خراب گزر رہا ہے کیونکہ بادلوں کے اونٹوں کی قطار بارش کے قطرات کو ہم سے دور رکھے ہوئے ہے اور قہر و غضب کے باد صرصر نے اس علاقے کے باشندوں کی کھیتی اور نسل میں کوئی بھلائی نہیں چھوڑی۔ لامحالہ مہمانان عزیز کی آمد پر ہمارے چہرے شرمندگی سے گرد آلود ہیں اور ہماری آرزوں کے رخسار کا رنگ قحط سالی کی بیماری سے اتر چکا ہے، اچانک خواجۂ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی نظر مکان کے پیچھے پڑی، وہاں آپ نے ایک بکری چشم محبوباں کی طرح بیمار یا جسم محباں کی طرح زار و نزار خیمہ کی چوب سے بندھی ہوئی پائی، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، یہ کیسی بکری ہے جو دکھائی دیتی ہے۔ ممکن ہے اس کے پستانوں سے دودھ مل جائے۔ ام معبد نے کہا یہ ایک ایسی بکری ہے جو کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے گلہ کے ساتھ نہیں جاسکی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کچھ دودھ دیتی ہے،

ام معبد نے کہا کہ وہ اس قدر کمزور ہے کہ دودھ نہیں دے سکتی، آپ نے فرمایا کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ میں اس کا دودھ دوہ لوں، اس نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان اس میں کیا امر مانع ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کو اپنے پاس منگوایا اور خدا تعالیٰ کا نام لیا اور برکت کی دعا فرمائی، اور دستِ مبارک بکری کے پستانوں پر پھیرے، فی الفور اس کے پستان دودھ سے جاری ہو گئے۔ اور اس نے اپنے پاؤں کھول دیے۔ پستانوں کے بادلوں سے بارش کے دودھ کی مانند ذلے سے اشارہ پر اس کے پستانوں سے دودھ کی بارش شروع ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ سے برتن مانگا اور بکری کو دوہا، پہلے ام معبد کو دیا تا کہ وہ پی لے، پھر اپنے ساتھیوں کو دیا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے، پھر خود پیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ دوہا اور گھر میں جو سب سے بڑا برتن تھا دودھ سے بھر کر گھر والوں کو دے دیا اور ایک روایت میں ہے کہ جو دودھ انہوں نے پیا اس کی قیمت ادا کی، پھر وہاں سے خیر و عافیت سے روانہ ہوئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد ام معبد کا خاوند، ابو معبد اکثم بن ابی الجون صحرا سے گھر پہنچا، دودھ سے بھرا ہوا برتن گھر میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا، ام معبد نے جواب دیا کہ ایک بلند ہمت نے ہمارے گھر کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا، اس کے ہاتھ کی برکت سے یہ سب فراخی اور آسائش میسر ہوئی، ابو معبد نے کہا کہ اس صاحب کمال کے حسن و جمال میں سے کچھ بیان کر سکتی ہو؟ ام معبد نے نہایت فصاحت و بلاغت اور عمدگی سے کچھ شکل و صورت کی تعریف اور قدرے اعلیٰ سیرت و اخلاق کے متعلق بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں۔ اگر مجھے ان کی خدمت میں پہنچنے کا موقع مل جاتا تو اپنے ساتھ رہنے کی درخواست کرتا۔ مجھے امید ہے کہ میں ان کی صحبت سے مشرف ہوں گا۔

اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سید رسل صلی اللہ علیہ وسلم انگشتہائے مبارک کی مسلسل حمایت اور آپ کے دست مبارک کی برکت سے اس کے بعد اٹھارہ سال تک وہ بکری زندہ رہی اور صبح و شام دودھ دیتی رہی، حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عام الرمادہ میں اس کی زندگی ختم ہوئی۔

ام معبد اور ابو معبد کا ایمان لانا

ایک مدت کے بعد ابو معبد مدینہ میں آیا اور خلعت اسلام زیب تن کیا، اور ساقی روح رواں یعنی سیدِ انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے ایمان کا پیالہ پیا، اور ایک روایت میں وارد ہے کہ ام معبد اپنے خاوند کے ساتھ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور وہ بھی دولتِ ایمان سے مشرف ہوئی، والحمد للہ علیٰ ذالک۔ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے باہر نکلے اس روز سے ام معبد کے گھر پہنچنے کے روز تک ہاتف کو آواز بلند یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنتے رہے ؎

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ　　رفیقین حلا خیمتی ام معبدا

هما نزلا بالبر وارتحلا　　فقد فاز من امسی رفیق محمدا

سلوا عنکم من شاتها وانائها　　فانکم ان تسألوا الشاۃ تشهدا

کچھ اور اشعار بھی ان کے ساتھ تھے۔

نقل ہے کہ جب حسان بن ثابت نے ہاتف کی زبان سے یہ اشعار سنے، اسی وزن اور قافیہ میں فی البدیہہ شعر کہے جن میں سے بعض اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

لقد خاب قوم زال عنهم نبیهم　　وقدس من یسری الیه ویغتدی

نبی یری ما لا یری الناس حوله　　ویتلوا کتاب اللہ فی کل مشهدا

لیهن ابا بکر سعادۃ جدہ　　بصحبته من یسعد اللہ یسعدا

سراقہ کا تعاقب

صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن مالک مدلجی سے جو سراقہ بن مالک جعشم کا بھتیجا تھا، روایت ہے کہ اسے اس کے باپ نے بتایا، وہ سراقہ سے روایت کرتا ہے، کہ قریش کی طرف سے ہمارے پاس قاصد آئے اور انہوں نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور اس کے ساتھی کو قتل کرے یا قید کرے ہر ایک کے بدلے پوری دیت سو اونٹ اسے دیں گے اور اس کے تمام

اخراجات کی کفالت کریں گے۔ ہر طرف انہوں نے قاصد روانہ کیے ہیں اور ہر جگہ یہ خبر پھیلا دی ہے، سراقہ کہتا ہے کہ میں ایک روز قریش کے درمیان یعنی بنی مدلج میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے ایک جماعت کو دیکھا جو دور ساحل کے راستہ چلے جا رہے ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، سراقہ یہ بات سن کر خوش ہوا، اسے معلوم ہو گیا کہ یہ آپ ہی ہیں مگر قائل کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے کہا کہ یہ فلاں فلاں شخص تھے جو میرے سامنے سے گزرے، میں نے ان کے حالات معلوم کیے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی نہیں تھے اس گفتگو سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اسے شک میں ڈال دے اور پھر اپنے کام کی تدبیر کرے، پھر مجلس عام سے اپنی مجلس خاص میں گیا اور لونڈی سے کہا کہ اس کے گھوڑے کو فلاں ٹیلہ کے پیچھے تیار رکھے، پھر پوشیدہ طور پر نیزہ پکڑا اور ان کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ اپنے گھوڑے کے پاس پہنچا اور بلا توقف گھوڑے پر سوار ہو کر اسے سرپٹ چھوڑ دیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غدیر سے آگے بڑھ چکے تھے اور خدا کے بھروسے اور اطمینان سے مدینہ کا راستہ طے کر رہے تھے۔

خواجہ عالم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت فرماتے جا رہے تھے، اچانک سراقہ دور سے آتا ہوا دکھائی دیا، جو بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا، یہاں تک کہ جب نزدیک پہنچا اس کا گھوڑا سر کے بل گرا اور وہ زمین پر گر پڑا، وہ پھر اٹھا اور سو اونٹوں کے لالچ نے اسے اس بات پر ابھارا کہ وہ پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے چل پڑا۔ کہتے ہیں کہ کنانہ سے تیر قمار نکال چکا تھا اور اس کے مقصد کے خلاف فال نکلی تھی مگر اس کے باوجود وہ نہ رکا اور اس کا لالچ فال پر غالب آیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقب میں گھوڑا سرپٹ دوڑا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر نزدیک پہنچ گیا کہ کلام پاک کی تلاوت کی آواز اسے سنائی دینے لگی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پکڑے جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی، اور رونے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ روتے کیوں ہو؟ عرض کیا

یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، میں اپنی ذات کے لیے نہیں روتا، میں آپ کی ذات گرامی اور گشدگی پر روتا ہوں، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دشمن کا غم مت کیجئے کیونکہ دوست ہمارے ساتھ ہے۔ اِنَّ اللہَ مَعَنَا ۔ اسی وقت نیاز کی کمان سے دُعا کا تیر پھینکا، اور ان کلمات کو اپنی زبان معجز بیان سے ادا فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاہُ بِمَا شِئْتَ ۔ اے اللہ اس دشمن کے شر کو جس طرح تو چاہتا ہے دُور فرما۔ حقیقت یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سراقہ کے درمیان ایک نیزہ یا دو نیزہ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ فی الفور سراقہ کے گھوڑے چاروں دست و پا زانوؤں تک طویلہ کی میخ کی مانند زمین میں گڑ گئے، سراقہ چلاّ اٹھا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جانتا ہوں کہ یہ قید بلا آپ کی دُعا کا اثر ہے۔ اب دُعا فرمایئے کہ میرا گھوڑا آزاد ہو جائے، مجھے آپ سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں واپس چلا جاؤں گا۔ اور جو شخص پیچھے آرہا ہوگا اسے بھی واپس لے جاؤں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ صَادِقًا فَاَطْلِقْ فَرَسَہٗ ۔ فی الفور گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر نکل آئے، پھر سراقہ نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے نور بصیرت سے دیکھتا ہوں کہ تیری شمع نبوت کی شعاعیں تمام دُنیا کو منور کریں گی۔ مجھے عہد نامہ عطا فرمایئے کہ جب آپ کی عزت و جلال کا جھنڈا ثریا کو چھونے لگے تو میں اس کے وسیلہ سے آپ کی بارگاہ جلال میں راہ پاسکوں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اے عامر! کیا تیرے پاس قلم دوات ہے؟ عرض کیا ہاں، عامر بن فہیرہ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھا اور اسے دے دیا، اور ایک روایت میں ہے کہ سراقہ کے پاس جو زاد راہ اور سامان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہ فرمایا، اور ایک روایت میں ہے کہ سراقہ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور عرض کیا کہ اس نشانی کو لے لیجئے راستہ میں میرے بہت سے مواشی اور ہیں جس چیز کی ضرورت ہو اس نشانی کے ذریعے لے کر استعمال فرمائیں تو مجھ پر احسان عظیم ہوگا۔ خواجۂ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں، میں تجھ سے یہی توقع رکھتا

ہوں کہ میرے معاملہ کو پوشیدہ رکھے گا۔ سراقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو قبول کیا اور امان نامہ کو اپنی جیب میں ڈال کر واپس ہوا۔ فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے لوٹے تو مقام جعرانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نامہ امان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج نیکی اور وفا کا دن ہے۔ اسی جگہ دولت اسلام سے بھی بہرہ مند ہوا رضی اللہ عنہ۔

جب سراقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوٹا بہت سے متلاشی اس راستہ پر اس کے پیچھے آرہے تھے، سراقہ جس کے پاس پہنچتا اسے کہتا کہ میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب میں اس راستہ میں آیا تھا، مجھے ان کا کوئی نشان نہیں ملا، لوگوں کو واپس لے جا رہا، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان وسکون سے منزلِ مقصود پر پہنچ گئے اور راستہ میں کسی تکلیف سے دوچار نہ ہوئے۔

جب ابوجہل کو سراقہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے کا علم ہوا تو اس نے اسے ملامت کی اور اس کی سرزنش پر مشتمل نظم ونثر میں پیغام اس کی طرف بھیجا، ان ناپاک و نجس اشعار میں سے یہ دو شعر تھے ؎

بنی مدلج انی اخاف سفیھکم　　سراقة یستوفی بنصر محمد

علیکم به ان لا یفرق جمعکم　　فیصبح شتی بعد عز وسودد

سراقہ نے جب ابوجہل کے اشعار پڑھے، اسے یہ اشعار لکھ کر بھیجے ؎

ایا بالحکم باللات ان کنت شاھداً　　لامر جوادی ان تسیخ قوائمه

عجبت ولم تشکک بان محمد　　نبی به برھان فمن ذا یکاتمه

علیک بکف الناس عنه فاننی　　اری امرہ یوما ستبدو معالمه

یعنی اے ابوالحکم! مجھے لات کی قسم اگر تو میرے گھوڑے کا اس وقت حال دیکھتا جب کہ اس کے دست و پا زمین میں مضبوطی سے اس طرح دھنسے ہوتے تھے کہ حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا،

تو تو حیران رہ جاتا اور یقیناً تو کہہ اٹھتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، ان چند روشن دلائل سے جن کا چھپانا ممکن نہیں، تجھے چاہیئے کہ اس کے ساتھ رشتہ مودت و معاونت استوار کرے، اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائے، کیونکہ میں کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ اس کے ایوانِ رسالت کی بلندی آسمانوں سے ہمسری کرے گی۔

باش تا صبح دولتش بدمد   کیں ہنوز از نتائج سحر است

بریدہ غلامی رسول میں

بریدہ بن الخصیب نے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکے سے نکل گئے ہیں اور قریش نے ان میں سے ہر ایک کے قتل یا قید کرنے پر سو اونٹ دینے کا اعلان کیا ہے۔ طمع میں آ کر اس نے بھی اپنے قبیلہ کے ستر سوار ساتھ لیے اور ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، بجاگم بجاگ چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جا لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ تفاول فرماتے مگر تطیر نہیں فرماتے تھے۔ جب بریدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا، میں بریدہ بن الخصیب ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے ابوبکر! ہمارا کام خراب ہوا۔ پھر پوچھا، تم کون سے قبیلہ سے ہو اس نے کہا قبیلۂ اسلم سے ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلمنا، پھر پوچھا کون سی قوم سے ہو، اس نے کہا بنی سہم سے، فرمایا خرج سہمک، تیرا تیر نکل گیا۔ بریدہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں گفتار سنی، حیران رہ گیا، اس نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں محمد بن عبداللہ، خدا تعالیٰ کا سچا رسول ہوں، بریدہ نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ اور خلوص دل سے مسلمان ہو گیا، اور وہ ستر سوار بھی جو اس کے ساتھ تھے مشرف باسلام ہو گئے۔ وہ رات بریدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری۔ علی الصبح عرض کیا، جھنڈے کے بغیر مدینہ میں نہ جائیے، پھر اس نے اپنی پگڑی کھولی اور نیزہ کے اوپر باندھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے روانہ ہوا، طبل اور بگل اس کے ہمراہ تھا، عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے غریب خانہ میں قیام فرمایئے اور اس سے اس کی مراد وہ گھر تھا، جو اس نے مدینہ میں کرایہ پر لے رکھا تھا، چاہتا تھا کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے گھر میں ٹھہریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اونٹ مامور ہے جس جگہ بیٹھ جائے گا اسی جگہ قیام کروں گا۔ اور کتاب مستقصی میں ابو العلاء ہمدانی سے نقل کیا ہے کہ باب بلدان میں بریدہ بن الخضیب کی حدیث کے سوا کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کو نہیں پہنچتی۔ بریدہ بن الخضیب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تو خراسان کے ایک شہر میں جائے گا جسے میرے بھائی ذو القرنین نے تعمیر کیا ہے، جس کا نام مرو ہے، جن پر اہل مشرق کا نور چمکتا ہے۔ قیامت تک تو ان کے ساتھ رہے گا۔ ابو العلاء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اہل غزوات کے ساتھ مرو میں آئے اور اسی جگہ عالم آخرت کو سدھارے، انہیں تنور گراں کے محلہ میں حکم بن عمرو غفاری کے جوار میں جو اس شہر کا امیر اور قاضی تھا، سپرد خاک کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ وعن جمیع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ارباب سیر نے لکھا ہے کہ ان دنوں زبیر بن العوام، مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ شام کے ایک قافلے کے ہمراہ مکہ کو جا رہے تھے، راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ زبیر بن العوام سابقین اہل اسلام میں سے تھے، امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گہری دوستی تھی، جب راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے سفید لباس پہنایا اور امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک دوسری چادر رومی اور ایک دوسرے کو الوداع کہا، زبیر مکہ چلے گئے وہاں کے ضروری کام نمٹائے پھر مدینہ کو ہجرت کی اور بعض روایات میں ہے کہ زبیر کی بجائے طلحہ بن عبد اللہ تھے۔ واللہ اعلم،

آفتابِ رسالت کا مدینہ منورہ میں نزولِ اجلال

اصحابِ سِیَر اور ماہرینِ فنِ حدیث و روایت رحمہم اللہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق باشندگانِ طیبہ نے سُنا کہ مکہ سے مدینہ روانہ ہو گئے ہیں وہاں کے تمام مسلمان قبلۂ جمال اور کعبۂ اقبال کے استقبال کے لیے حرہ کی طرف باہر جاتے اور حضرت جلال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرتے، جب ہوا شدید گرم ہو جاتی گھروں کو لوٹتے۔ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نزولِ اجلال فرمایا، حسبِ سابق مدینہ کے لوگ مراسم خدمت بجالا کر اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ اتفاقاً مدینہ کا ایک یہودی تعلعہ کی چھت پر کسی کام کے لیے آیا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سید کائنات اور سندِ مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم خیر و برکات اور فوز و نجات کی معیت میں دور سے چلے آرہے ہیں، اور آپ کے چاند سے رخساروں کی شعاع خورشید تاباں کی مانند اس بیاباں میں چمک رہی ہے اور آپ کا سرو قد سفید ملبوس میں جنت جاوید کی فضا میں طوبیٰ کی مانند خراماں خراماں چلا آرہا ہے تو یہودی ضبط نہ کرسکا، بے اختیار پکار اٹھا، یامعشر العرب ھذا احدکم الذی تنتظرونہ، یہ رہا وہ بخت و اقبال جس کے تم منتظر تھے، اپنے اقبال و اجلال کا سایہ اس سرزمین کے خوش قسمت باشندوں کے سروں پر ڈالتے ہوئے اور اس ہدایت کے قابل میدان میں مہربانی و عنایت کے جھنڈے کو سر بلند کئے ہوئے ہے۔ یہ مبارک اثر خبر آناً فاناً تمام شہر میں پھیل گئی۔ تمام لوگوں، مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں نے خود کو بہترین لباس و اسلحہ سے آراستہ کیا، فرحت و انبساط کے گھوڑوں پر سوار میدانِ جمعیت میں پہنچے، چنانچہ حرہ کے اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی، اور شرائطِ آداب بجا لائے۔ کہتے ہیں کہ وہ سرور و راحت اور عیش و آرام جو اس روز مدینہ اور اہلِ مدینہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے حاصل ہوا تھا، ایسا ہرگز کبھی میسر نہیں ہوا تھا بعض لوگوں نے تو دف بجا کر ان اشعار کو پڑھا۔

طلع البدر علینا من ثنیة الوداع
وجب الشکر علینا ما دعٰی للہ داع

جب عمرو بن عوف نجاری کے قبیلہ کی طرف متوجہ ہوئے بنی نجار کی عورتوں اور لڑکیوں نے یہ اشعار گائے۔

نحن جوار من بنی نجار یا حبذا محمد من جار

حضور کی آمد پر حبشی اپنی نیزہ بازی کے کرتب دکھلاتے تھے، مدینہ نے اس سے پہلے کبھی بھی ایسی روشنی اور خوبصورتی کو نہیں دیکھا تھا اس روز لوگ تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے کہتے تھے، جاء! رسول اللہ جاء! قصہ مختصر یہ کہ اس روز ہر چھوٹے بڑے پر اس قدر فرحت وانبساط اور خوشی اور شادمانی کا غلبہ تھا جسے قلم لکھنے سے قاصر اور زبان بیان سے عاجز آگئی۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حالات کو اس طرح مشاہدہ فرمایا، خوش ہو کر فرمایا، خدا گواہ ہے کہ میں تمہیں دل دوست رکھتا ہوں، تم میں سے عام لوگوں کو میں گروہ خواص میں سمجھتا ہوں۔ آئمہ دین کہتے ہیں کہ یہ روز، روز دوشنبہ تھا اور ربیع الاوّل کا مہینہ تھا، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مہینہ کی کون سی تاریخ تھی، بعض اوّل، بعض دوم اور بعض کہتے ہیں کہ بارہ تاریخ تھی لیکن متاخرین کا اختیار کردہ مسلک یہ ہے کہ روز دوشنبہ بارہ ربیع الاوّل تھی، اور فارسیوں کی مہینوں میں سے چوتھی ماہ تیر، اور رومیوں کے سن کے حساب سے ایلول مہینہ کی بارہ تاریخ، سکندر رومی کی تاریخ سے سات سو تینتیس اور بعثت سے چودہواں سال تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ کے لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات ہم بنی نجار میں رہیں گے، کیونکہ یہ لوگ عبدالمطلب کی والدہ کے بھائی ہیں: کیونکہ ہاشم بن عبدمناف نے اس قبیلہ کی سلمی نامی عورت سے شادی کی تھی، عبدالمطلب اسی سے متولد ہوئے تھے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ متوجہ ہوئے اور عزم وارادہ کی باگ بنی عمرو بن عوف کے قبیلہ کی طرف پھیر دی۔ اور کلثوم بن الہدم جو عرب اور اہل اسلام میں سے ایک رئیس تھا، کے گھر نزول اجلال فرمایا اور ایک روایت کے مطابق سعید بن خثیمہ کے چونکہ اہل وعیال نہیں تھے کے ہاں قیام فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کے محلہ شیخ قبیلہ بنی الحارث میں قیام پذیر ہوئے، ایک روایت کے مطابق صعب بن یساف اور ایک قول کے مطابق خارجہ بن زید کے ہاں ٹھہرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبا میں تشریف لے جانے کے بعد باقی انصار بھی آپ کی قیام گاہ قبا میں جمع ہونے لگے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسند پر خاموش تشریف فرما تھے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی خیر خیریت معلوم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ایک جماعت جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی اس مجلس میں خادم مخدوم میں تمیز نہ کر سکے۔ چنانچہ تحفہ و سلام دعا امیر المومنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں پہنچاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ یہاں تک کہ سورج کی شعاعیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ اقبال پر پڑنے لگیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر آفتاب رسالت کے لیے سایہ کا انتظام کیا، اس سبب سے حاضرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ اس کے بعد وہاں کے تمام باشندے مسلسل اور متواتر سید السادات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور انواع و اقسام کی تعریف و نعت کہتے رہے۔ ان میں سے حسان بن ثابت نے اپنے بہترین قصیدہ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں آپ کو چند اشعار سنائے۔

یہ دو اشعار اس قصیدہ سے ہیں۔

منت من اللہ یوم حلت فینا   وجہک اذہب ظلم اللیالی
فکنت کرامۃ نزلت علینا   بایمن طائر بجس حالی

منت خدا یرا کہ بما آمدی و برد   نور ہدایت تو ظلام ضلال را
بودی کرامتے و گرفتیم از رخت   بر خویشتن نجستہ و فرخندہ فال را

باب دوم

ہجرت کے پہلے سال کے واقعات

مدینہ طیبہ میں پہلی مسجد علمائے سیر و تاریخ رحمہم اللہ نے لکھا ہے، کہ راجح قول کے مطابق حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات چار دن رات قبیلہ بنی بکر بن عوف کے پاس ٹھہرے، وہاں محلہ قبا میں مسجد کی بنیاد رکھی،

حق سبحانہ وتعالیٰ کی گواہی کے مطابق جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ، اور پہلی مسجد جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نماز ادا کی مسجد قبا تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کا عزم فرمایا اس روز سے تیسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کو ہجرت کی تیاری کی۔ ان کا مکہ میں ٹھہرنے کا مقصد یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سپرد وہ امانتیں کی تھیں جو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھی ہوئی تھیں، تاکہ وہ ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ جب انہوں نے یہ کام صحیح طور پر پورا کر دیا، پیدل مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی قبا ہی میں تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ پہنچے، کہتے ہیں کہ رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت چھپے رہتے، یہاں تک کہ سترھویں یا اٹھارھویں ماہ ربیع الاول ولی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ سفر کے رنج و ملال برداشت کرتے ہوئے آبلہ پا پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست حق پرست کو ان زخموں پر پھیرا اور شفا کی دُعا فرمائی فی الفور صحت مند ہو گئے، پھر زندگی بھر کوئی زخم اور تکلیف اس مشکل کشا، سر دفتر اولیا کے پاؤں کو نہیں پہنچی، رضی اللہ عنہ

حضور نے پہلا خطبہ جمعہ دیا

بیان کیا گیا ہے کہ اس بنیاد کو مکمل کرنے بعد جمعہ کا روز تھا کہ نفس مدینہ میں نزول کی نیت سے قبیلہ بنی عمرو سے روانہ ہوئے اور بنی سالم بن عوف کے ہاں گئے اور بطن بتولی میں نماز جمعہ ادا کی اور وہ جماعت جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی ان کی تعداد ایک سو تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا، یہ سب سے پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا، اس جگہ ایک مسجد تعمیر کی گئی جو ابھی تک موجود ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری کے محلہ میں قیام

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ چھوٹے بڑے اکثر اہل مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے امڈ آئے، مدینہ کے رہنے والے دل وجان سے چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی باگ اپنے

قبضۂ قدرت میں لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں ٹھہرا کر انہیں منور و محترم کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی سے ہاتھ اٹھالو کیونکہ یہ مامور ہے جہاں اسے حکم ہوا ہے اسی جگہ پر ٹھہرے گی۔ نقل ہے کہ جب اونٹنی اس میدان میں آئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بالمقابل ہے تو اونٹنی بیٹھ گئی۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا دیا اور باگ ڈھیلی چھوڑ دی۔ تھوڑی دور جا کر واپس اسی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتر آئے اور فرمایا کہ انشاء اللہ ہماری یہی منزل ہے۔ چونکہ ابو ایوب انصاریؓ کا گھر وہاں سے نزدیک تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان وہ اپنے گھر لے گئے۔ اسی اثنا میں بعض انصار نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کا سامان تو ابو ایوب انصاری لے گئے ہیں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے چلیں تو بندہ پروری سے بعید نہیں ہوگا۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المرء مع رحلہ، مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اونٹنی ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا اے محمدؐ اس جگہ پر اتریئے۔ کیونکہ ابو ایوبؓ نے حق تعالے کے لیے تواضع کی۔ جس وقت آپ مدینہ میں داخل ہوئے لوگوں نے اپنے گھروں کو آراستہ کیا تاکہ آپ وہاں قیام فرمائیں۔ ابو ایوبؓ نے کہا میں کمزور، فقیر اور غریب جولاہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میرے گھر میں قیام فرمانا باعث عار تو نہ ہوگا؟ آپ میرے گھر میں کیسے ٹھہریں گے؟ چونکہ اس نے انکساری و تواضع اختیار کی اور خود کو اس قابل نہ سمجھا، آپ اسی کے ہاں ٹھہریئے۔ جس طرح جودی پہاڑ کے تواضع کرنے کی وجہ سے کشتی نوح علیہ السلام اس پر آکر ٹھہری۔ اور کوہ سینا پر اس کے تواضع کرنے کی وجہ سے تجلی وارد ہوئی۔

ابو ایوبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریبی قرابت رکھتے ہیں اور وہ خط جو تبع نے شامول یہودی کے سپرد کیا تھا کہ یہ خط اس کے بیٹوں کے ذریعے نسلاً بعد نسل رسول آخرزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، وہ ابو ایوب کے پاس تھا کیونکہ یہ شامول کے اکیسویں فرزند تھے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ان امور کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو ایوبؓ کے گھر ٹھہرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات ماہ تک اس مکان کی نچلی منزل میں رہائش پذیر

رہے اور ابو ایوبؓ اپنے اہل و عیال سمیت بالائی منزل میں رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو ایوبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں اور میرے اہل و عیال رات بھر سو نہیں سکے۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیوں؟ انہوں نے عرض کیا، اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ بالائی منزل میں کوئی شخص حرکت کرے یا چھت پر چلے اور خاک یا غبار نیچے آئے، یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ بالاخانہ میں تشریف رکھیں تاکہ ہم نچلے حصہ میں ٹھہریں اور اس فکر و تردد سے نجات پائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو ایوب! مجھے نچلے حصہ میں رہنے میں سہولت ہے اور مناسب بھی ہے کیونکہ میرے پاس لوگ آتے جاتے رہتے ہیں اور اوپر آنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ ابو ایوبؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ درست ہے لیکن یہ ادب کے خلاف ہے کہ آپ نچلے حصہ میں ہوں اور ہم بالاخانہ میں۔ القصہ اس نے بہت اصرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ ایک ماہ بالاخانہ میں قیام فرمایا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور حکم لائے کہ اب اپنے لیے گھر اور مسجد تعمیر کیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ماہ مدینہ منورہ میں قیام کے بعد مسجد اور اپنے حجرہ کی تعمیر شروع فرمائی۔

تعمیر مسجد نبویؐ

وہ جگہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی رافع بن عمر کے دو یتیم بیٹوں سہلؔ اور سہیلؔ کی تھی، وہ دونوں اسعد بن زرارہ کے زیر کفالت تھے، اس جگہ کھجوریں فروخت کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے وہاں مسلمان نماز پڑھتے تھے اور اسعد بن زرارہ ان کی امامت کرتے تھے، آقائے دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سہلؔ اور سہیلؔ کی ملکیت ہے۔ اسعد اور اس کے دونوں ساتھیوں سہلؔ اور سہیلؔ نے دل و جان سے سیدِ انس و جاں کے سپرد کر دی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا بلکہ دس مثقال سونے کے عوض اسے خریدا اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا انہوں نے وہ قیمت ان کے سپرد کر دی۔ اس جگہ کے نزدیک ہی کفار کی قبریں تھیں، کھجور کے درخت بھی تھے اور غیر آباد جگہ بھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبروں کو برابر کر دیا گیا اور

کھجوروں کے درختوں کو اکھاڑ دیا اور ناہموار جگہ کو برابر کر دیا گیا، جب زمین ہموار ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مسجد کی بنیاد رکھی گئی، مسجد کی تعمیر کے دوران مہاجر اور انصار صحابہ سنگ وخشت لاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ اینٹیں اٹھانے میں صحابہ کرام کے ساتھ موافقت کرتے تھے، دوستوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمارت میں اہتمام کو دیکھ کر بنفس نفیس اینٹیں اٹھاتے ہیں تو تمام بڑی گرم جوشی اور زور وشور سے امداد واعانت میں مصروف ہو گئے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اینٹیں اٹھاتے وقت یہ رجز پڑھتے۔

لا يستوى من يعمر المساجد يداب منها قائما وقاعدا

ومن يرا من التراب حامدا

عمار یاسرؓ نے یہ رجز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یاد کر لیا تھا اور پڑھتے تھے۔ ایک صحابی فارغ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سمجھا یہ مجھ پر تعریض کر رہا ہے۔ اسے کہا، چپ رہو ورنہ میں اس لاٹھی سے جو میرے ہاتھ میں ہے تجھے ماروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمار یاسر میری آنکھیں ہیں، کوئی شخص اسے نہیں مار سکتا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ اس دن تمام صحابہ کرام ایک ایک اینٹ اٹھا کر لے جاتے تھے اور عمار یاسر دو دو اینٹیں اٹھا رہا تھا، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اٹھاتا تھا۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر اور منہ سے مٹی جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار اور عمار کہتے اعوذ بالله من الفتن

حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں جو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوئی شہید ہوئے۔ القصہ جب عمارت چھت پر پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کھجور کی شاخیں چھت پر ڈال دیں اور کھجور کے تنوں کے ستون بنائے گئے۔ ان میں سے بعض محراب میں استعمال کیے گئے اور بیت المقدس کی طرف قبلہ مقرر ہوا۔ مسجد میں تین دروازے رکھے گئے۔ ایک وہ جسے باب الرحمۃ کہتے ہیں اور دوسرا وہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے۔ اور تیسرا مسجد کے پیچھے جہاں سے عوام مسجد

میں آتے۔ ان دنوں مسجد کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی تھی جس جگہ نماز کا وقت ہو جاتا، اسی جگہ نماز با جماعت ادا کرتے۔ یہ مسجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی حالت پر تھی، چونکہ لوگ بہت زیادہ ہو گئے تھے، خلیفہ نے اسے کشادہ کیا، لیکن عمارت مسجد میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ مسجد کو کئی مرتبہ کشادہ کیا گیا۔ اس کے بعد امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمارت مسجد میں تبدیلی کر کے اسے وسعت دی، اس کی دیواروں کو پتھر اور چونے سے منقش کیا۔ اس کے ستونوں کو بھی منقوش پتھروں سے ترتیب دیا گیا اور اس کے چھت کو ساج کی لکڑی سے بنایا گیا، پھر ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے اور زیادہ وسیع کیا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کے مکانات کو جو مسجد سے متصل تھے مسجد میں داخل کر لیا گیا۔ اس کے بعد مہدی عباسی نے اسے تعمیر کیا، اس کے بعد مامون رشید نے اس کی تجدید کی اور اسے وسیع کیا اور اسے پورا استحکام بخشا، اب تک خلیفہ مامون رشید کی تیار کردہ مسجد موجود ہے۔

مدینہ میں مزید مسلمانوں کی آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارث اور ابو رافع کو یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص غلام تھے۔ انہیں دو اونٹ اور پانچ سو درہم خرچہ دے کر مقرر فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما اور ام المومنین حضرت سودہ بنت ربیعہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں اور ام ایمن جو زید کی بیوی تھی اور اس کے لڑکے اسامہؓ کو مدینہ لائے۔ عبداللہ پسر امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ اریقط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے والدِ محترم کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کا حال سن رکھا تھا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر عبدالرحمٰن، عائشہ اور اپنی والدہ ام رومان کو جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں کو ساتھ لیا۔ طلحہ بن عبداللہ نے بھی ان کے ساتھ موافقت کی چنانچہ اہلبیت کی رفاقت میں یہ تمام حضرات مدینہ آ گئے اور اس طرح یہ ٹہنیاں اپنے اصل کے ساتھ مل گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اپنی رہائش کے لیے مسجد کی دیوار کے متصل حجرہ تعمیر کیا۔ اس کی تکمیل کے بعد ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر سے اہل و عیال کے ساتھ اپنے حجرہ مبارکہ میں منتقل ہو گئے۔

ظہر و عصر اور عشاء میں چار رکعت فرض کا حکم

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے کے ایک ماہ یا زیادہ مدت کے بعد تین نمازوں ظہر، عصر اور عشاء میں دو رکعت کا اضافہ فرمایا جسے فرض کر دیا۔ ان تین نمازوں میں سے ہر ایک دو رکعت کی بجائے چار رکعت ہو گئی اور صبح و شام کی نمازیں اپنی حالت پر رہیں۔

عبداللہ بن سلام دامنِ اسلام میں

عبداللہ خود کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ میں بھی لوگوں کی موافقت میں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میری نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر پڑی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے لوگوں کا سا نہیں ہے۔ میں نے غور سے آپ کی باتیں سنیں، فرماتے تھے:۔

ایھا الناس آمنوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا جنت السلام۔

مدینہ پاک میں سرورِ کائنات کا پہلا خطاب

عبداللہ سلام نے جب اس خطبے کے مندرجہ بالا الفاظ سنے تو گھر آیا۔ دوسری مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال پوچھے اور دل میں کہا یہ تین سوالات ہیں جنہیں پیغمبر کے سوا کوئی نہیں جانتا میں اس سے زیادہ نہیں پوچھوں گا کیونکہ میں فضول سمع خراشی سے ڈرتا ہوں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کبھی بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے، دوسرا یہ کہ جنت میں جنتیوں کو سب سے پہلے کیا چیز پیش کی جائے گی، تیسرا یہ کہ قیامت کی متعینہ علامت بتائیے۔ جب عبداللہ سلام نے اپنے سوالات پورے طور پر بیان کر دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور ان کا جواب ارشاد فرمایا، فرمایا مجھے پہلے ان کا علم نہیں تھا، ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام حق تعالیٰ کی طرف سے آئے اور پیغام لائے، عبداللہ سلام نے کہا ذالک عدو الیہود جبرائیل علیہ السلام تو یہودیوں کے دشمن ہیں۔ آپ نے اس غلط فہمی کا قلع قمع کرنے کے لیے یہ آیت پڑھی۔ قل من

كان عدوا لجبريل فانه نزله على قلبك ــــ عدو للكافرين تک پڑھی، پھر اس کے سوالات کے جوابات دیئے۔ فرمایا، والدین میں سے ایک کے ساتھ مشابہت، نطفۂ منی کے اثر کی وجہ سے ہے۔ جس کا نطفۂ منی زیادہ ہوتا ہے اس کے ساتھ مولود کی مشابہت ہوتی ہے۔ پہلا طعام جو اہل بہشت کو دیا جائے گا اس مچھلی کا جگر ہے جس پر زمین قائم ہے۔ لوگوں کے حشر کی ابتداء یوں ہوگی کہ مشرق کی طرف سے آگ نمودار ہوگی، چرواہے کی مانند جو بھیڑ بکریوں کو ہانکتا ہے لوگوں کو میدان حشر میں ہانک کر لے جائے گی۔

عبداللہ بن سلام نے جب اپنے سوالات کے جوابات سُنے پکار اٹھا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانك رسول الله اور سچے دل سے مسلمان ہوگیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہودی اور میری قوم باوجودیکہ میرے علم و دانش اور سیادت و ریاست کو تسلیم کرتے ہیں مجھ پر بہتان باندھیں گے اگر انہیں علم ہوگیا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں تو مجھ پر بہت زیادہ بہتان تراشی کریں گے۔ میری درخواست ہے کہ میرا اسلام ظاہر ہونے سے پہلے آپ انہیں بلائیں اور میرے متعلق دریافت فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سلام کو ایک کونے میں چھپا دیا اور یہود کو طلب کیا، انہیں خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں تم جانتے ہو کہ میں سچا رسول ہوں، اس کے باوجود تم ایمان نہیں لاتے۔ انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ آپ رسول برحق ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عبداللہ بن سلام تم میں کیسا آدمی ہے۔ انہوں نے کہا وہ ہمارا پیشوا، ہم میں سے سب سے زیادہ دانشمند اور ہمارے پیشوا کا لڑکا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہو جائے اور خدا تعالیٰ اسے اس دین سے محفوظ رکھے تو تم کیا کہو گے؟ انہوں نے کہا حاشا کہ وہ مسلمان ہو جائے اور خدا تعالیٰ اسے اس دین سے محفوظ رکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا اور انہوں نے یہی جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن سلام باہر آؤ۔ ابن سلام کلمہ پڑھتا ہوا مکان سے باہر نکلا اور کہا اے یہود خدا سے ڈرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ تم یقیناً جانتے ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں، کہنے لگے تم جھوٹ کہتے ہو اور ایک روایت میں ہے انہوں نے کہا ھو اشرنا واجھلنا وابن اجھلنا عبداللہ بن سلام نے کہا مجھے اسی بات کا ڈر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مجلس

سے نکال دیا۔

حضور کی دُعا سے مدینہ کی آب و ہوا خوشگوار ہوگئی

روایت ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے اس جگہ کی ہوا میں عفونت تھی انہیں موافق نہ آئی۔ اکثر مہاجرین بیمار ہو گئے۔ ان میں سے صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کا غلام بلال بھی تھا بخار نے ان کو پریشان کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بخار کی شدت میں یہ رجز پڑھتے ۔

کل امرء مصبح فی اھلہ والموت ادنی من شراک نعلہ

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب بخار سے آرام پاتے عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف اور ان کے ناخلف ساتھیوں پر لعنت کرتے، کیونکہ ان لوگوں کی وجہ سے وہ مکہ کی عمدہ ہوا سے محروم ہوتے تھے اور مدینہ کی متعفن ہوا میں گرفتار ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خستہ حالوں پر رحم فرماتے ہوئے یہ دعا فرمائی اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکہ او اشد اللھم بارک لنا فی صاعھا ومدھا وصححھا لنا وانقل حماھا الی الجحفۃ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دُعا کی برکت سے حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے غریب بیماروں کو تندرستی عنایت فرمائی اور مدینہ کی ہوا سازگار اور صحیح ہوگئی، وہاں کی عفونت اور وبا جحفۃ کی طرف منتقل ہوگئی۔

مواخات کا دور

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، کہتے ہیں کہ پینتالیس افرادِ انصار مدینہ سے اور ایک روایت کے مطابق ہر گروہ سے پچاس مرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور تقرر سے مہاجرینؓ انصار میں سے ایک دوسرے کے ساتھ عقدِ مواخاۃ باندھا، ان میں سے سیرت کی کتابوں میں جو دیکھا گیا یہ ہے کہ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھائی چارے کا عقد خارجہ بن زید انصاری اور عمر فاروق اور حسان بن مالک انصاری کے ساتھ، ذی النورین، اوس بن ثابت کے ساتھ، ابو عبیدہ جراح، سعد بن معاذ کے ساتھ، زبیر بن العوام، سلمہ بن سلامہ انصاری کے ساتھ، طلحہ بن عبداللہ، کعب بن مالک انصاری کے ساتھ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ربیع انصاری

کے ساتھ، سلمان فارسی، ابوالدرداء کے ساتھ، مصعب بن عمیر، ابوایوب انصاری کے ساتھ، ابوحذیفہ بن عتبہ، عبادہ بن بشیر انصاری کے ساتھ، عمار بن یاسر، ثابت بن قیس خزرجی کے ساتھ، اور عبداللہ جحش کا عاصم بن ثابت انصاری کے ساتھ عقد مواخاۃ باندھا گیا، رضی اللہ عنہم اجمعین، اسی طرح پنتالیس افراد مہاجرین نے پنتالیس انصار سے عقد مواخاۃ باندھا۔ کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے متعلق تحریر لکھی گئی اور ایک دوسرے سے وراثت حاصل کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس عقد کے ذریعہ ایک دوسرے سے میراث حاصل کرتے تھے، یہاں تک کہ غزوہ بدر کے بعد آیت والوالارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ نازل ہوئی اور عقد مواخاۃ کے ذریعہ وراثت حاصل کرنا منسوخ ہو گیا۔ شیخ ابن حجر نے شرح بخاری میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ابن عبدالبر اور حاتم ابوعبداللہ نیشاپوری سے نقل ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس باب میں ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کے درمیان اور طلحہ اور زبیر اور عثمان اور عبدالرحمٰن کے درمیان عقد مواخاۃ باندھا، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دوستوں کے درمیان عقد مواخات باندھا، لیکن میرا کوئی بھائی متعین نہیں فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا اخوك، میں تیرا بھائی ہوں، اور ایک روایت میں ہے کہ انت اخی فی الدنیا والآخرۃ، تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے القصہ یہ جن کا ذکر ہوا تمام مہاجرین ہیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ معلوم ہوا کہ عقد مواخاۃ دو مرتبہ ہوا۔ واللہ اعلم۔

حضور غیب دان عالم ہیں

یہی پہلا سال تھا کہ ایک جنگل کے درندے بھیڑیئے نے گفتگو کی۔ ہوا یوں کہ ایک بھیڑیئے نے ایک چرواہے سے بکری چھین لی، چرواہے نے چالاکی سے بکری اس سے واپس لے لی۔ بھیڑیا ایک ٹیلہ پر آیا، اور اپنی دم اپنے درمیان سے نکال کر چوتڑوں کے بل بیٹھ کر فصیح زبان میں گویا ہوا، اور راعی سے کہا کہ وہ رزق جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا تھا تو نے مجھ سے لے لیا۔ چرواہا کہنے لگا، خدا کی قسم ایسا عجیب واقعہ میں نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا کہ بھیڑیئے گفتگو کریں۔ بھیڑیئے نے کہا اس سے

بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ایک شخص اس نخلستان میں دو پہاڑوں کے درمیان گزشتہ اور آئندہ واقعات کی تمہیں خبر دیتا ہے اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور یہ کفار اس کی مخالفت کرتے ہیں اور دشمنی کے جنجو کو اعتقاد کی کمر سے نہیں اتارتے۔ اسی روز وہ چرواہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہوگیا۔ اور بھیڑیے سے باتیں کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلد ہی آخری زمانہ میں ایسا ہوگا کہ ایک شخص اپنے گھر سے باہر نکلے گا۔ ابھی وہ گھر واپس نہیں آئے گا کہ اس کا چابک اور نعلین اس کے اہل وعیال کے حالات اس سے بیان کریں گے۔

یہودیوں کے ساتھ صلح نامہ

اسی پہلے سال بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی قینقاع کے یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اے محمدؐ آپ مخلوقات کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں۔ میں وہ موعود پیغمبر ہوں جس کی تعریف وتوصیف تم نے توریت میں دیکھی اور پڑھی ہوئی ہے۔ میں وہی پیغمبر ہوں جس کی خبر تمہارے علماء نے تمہیں دی ہے کہ مکہ میں پیدا ہوگا اور میری ہجرت گاہ یہ جگہ ہوگی۔ اور سب پیغمبروں سے آخری اور سب سے زیادہ بزرگ پیغمبر میں ہوں گا، علیہ وعلیہم السلام۔ اور میری دوسری صفات ایک ایک کرکے انہوں نے بیان کی ہیں۔ یہود نے کہا جو کچھ آپ نے کہا ہم نے سنا، لیکن ہم کسی دوسرے کام کے لیے آئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان صلح کے قواعد مستحکم ہو جائیں۔ جس کا مضمون یہ ہو کہ ہم سے کوئی نفع وضرر آپ کو نہ پہنچے لیکن ہم سے احسان کی اُمید نہ کیجیے اور ہمارے ضرر سے بھی مطمئن رہیے۔ ہم کسی طرح بھی آپ کی دشمنی میں مدد نہیں کریں گے اور کسی حیثیت سے بھی آپ کے دشمنوں سے متعرض نہیں ہوں گے۔ اس وقت تک جب تک آپؐ اور آپ کی قوم کے درمیان کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا بشرطیکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ومتبعین کے ساتھ عداوت نہ کریں اور نہ ہی ان کے دشمنوں کی امداد کریں۔ آپؐ کے اصحاب کے ساتھ کسی بھی طرح تعرض نہ کریں، اور یہ بھی قرار پایا کہ اگر اس عہد کی خلاف ورزی کریں اور اس کو توڑ دیں تو ان کا خون ضائع۔ مال حلال اور ان کی اولاد وازواج کا غلام بنانا

مباح ہوگا۔ ہر قبیلہ کے لیے ایک صلح نامہ مرتب کیا گیا اور خدا تعالیٰ کو اس پر گواہ مقرر کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ بنی النضیر کی طرف سے صلح نامہ کی بات چیت حیی بن اخطب نے کی، اور یہ ظالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو اچھی طرح جانتا تھا اور ان کی صداقت پر یقین رکھتا تھا اس کے باوجود زبان انکار کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم میں لوٹا اس کے بھائی بندوں اور رشتہ داروں نے اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے، اس نے کہا یہ وہی محمد ہے جس کی تعریف و توصیف توراۃ میں ہے اور ہمارے بزرگوں نے جن کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے لیکن ہم ہمیشہ اس کے ساتھ دشمنی کریں گے۔ کیونکہ ان کی نبوت سے پیغمبری اسحاق کے خاندان سے اولاد اسماعیل علیہما السلام کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور یہ ہمارے مسلک کے خلاف ہے۔

تعیین اذان

مسلمانوں کو جمعہ اور جماعت کی اقامت کے لیے کسی ایسی نشانی کی ضرورت تھی جس سے نماز کے اوقات معلوم ہو جائیں اور وہ اس وقت مسجد میں جمع ہو جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے تھے۔ کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ ناقوس کی آواز سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ بعض نے کہا بگل بجا دیا کریں، چونکہ یہ یہودیوں کا شیوہ تھا اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آیا، اور چونکہ عیسائی اس میں شریک تھے آپ نے قبول نہ فرمایا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم آگ جلا دیا کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مجوس کی عادت ہے۔ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم ایک آدمی کو کیوں نہ متعین کر دیں جو نماز کے وقت پکار کر کہہ دیا کرے کہ نماز کا وقت ہے، جلدی آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو بلند آواز تھے نماز کے وقت ندا کرتے تھے، حکم دیا کہ وہ الصلوۃ جامعۃ کہا کریں۔ اس کے بعد عبداللہ زید انصاری نے ایک خواب دیکھا کہ ایک مرد کے ہاتھ میں ناقوس ہے، عبداللہ اس ناقوس کو خریدنا چاہتے ہیں۔ وہ آدمی ان سے پوچھتا ہے کہ تم اسے کیا کرو گے، آپ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو نماز کے وقت آگاہ کر دوں، اس شخص نے کہا میں تجھے اس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں، اس نے اذان کے تمام کلمات عبداللہ انصاری کو بتائے اور ایک روایت میں ہے کہ مسجد کی چھت پر چڑھ کر جس طرح آج کل مسنون ہے، اس طریق پر اذان کہی۔ جب عبداللہ بیدار ہوئے، تمام کلمات انہیں یاد تھے۔ علی الصبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر اس خواب کی کیفیت بیان کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خواب سچا اور حق ہے، نماز کے لیے اور کسی چیز سے پکارنا مناسب نہیں، پھر بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس طریقہ سے اذان دیا کرے، اور کہتے ہیں کہ اس خواب کے مطابق جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دی اور مروی ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اذان دی، امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سنا، انہوں نے بھی یہ خواب دیکھا تھا گھر سے باہر جا گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا عمر قد سبقك بذالك الوحی، تمہارے آنے سے پہلے جبرائیل علیہ السلام نے آکر ان کلمات کو سکھا دیا، کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سات افراد نے یہ خواب دیکھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی معراج کی رات، فرشتہ حجاب سے جس کی توصیف معراج کے باب میں گزر چکی ہے یہ کلمات سنے تھے کہ اس طریق پر نماز کے لیے اذان کہہ رہا تھا، جب صحابہ کرام کے خواب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ اس کے موافق ہو گیا تو یہ مستحکم ہی رہے گا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کہا گیا آپ سو رہے ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکار اٹھے الصلوۃ خیر من النوم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمہ پسند آیا فرمایا اجعلہ فی اذانك، صبح کی اذان میں یہ کلمہ سنت قرار پایا۔

ولید بن مغیرہ کی موت

ولید بن مغیرہ پنجوقتہ نمازوں پر استہزا کرنے والوں میں سے ایک تھا، چنانچہ ہر ایک کا ذکر گزر چکا ہے، اسی سال جہنم رسید ہوا۔ یہ سرداران قریش اور رؤسائے عرب میں سے تھا، اسے اعدل قریش کہتے تھے یعنی تمام قریش کے مساوی۔ کہتے ہیں کہ اس لفظ کا اس پر اطلاق اس وجہ سے تھا کہ خانہ کعبہ کو ایک مرتبہ تمام قریش مل کر غلاف چڑھاتے تھے اور ایک مرتبہ یہ تنہا پہناتا تھا۔ جان کنی کے وقت یہ بہت جزع فزع کرتا تھا ابوجہل نے پوچھا، چچا جان! اس قدر گریہ وزاری کس لیے، کہنے لگا، خدا کی قسم میں موت کے خوف سے گریہ وزاری نہیں کرتا، بلکہ مجھے ڈر ہے کہ ابن کبشہ کا دین مکہ میں غالب اور عام ہو جائے گا۔ ابو سفیان اسے تسلی دیتے کہ میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کی ملت یہاں غالب نہیں ہو گی۔

یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اعانت وامداد سے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کعبہ بلکہ چہار دانگ عالم میں گاڑ دیئے گئے اور ابوسفیان اپنی ضمانت کو نہ نبھا سکا۔ اسی سال عمرو کے باپ عاص بن وائل سہمی نے جو شدید ترین کفار میں سے تھا۔ راہ دوزخ اختیار کیا اور ولید کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور کے نکاح میں

مشہور روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ماہ شوال ۱ھ میں ہوئی چہار شنبہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ انصار کے مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت وہاں اکٹھی ہوگئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس دن نو سال تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان دنوں ہم محلہ سنح میں بنی الحارث میں رہتے تھے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ میری والدہ نے آکر میرے بالوں میں کنگھی کی، منہ دھویا اور مجھے کھینچتے ہوئے اس مکان کے دروازہ تک لے گئی جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ چونکہ میں نے والدہ کے ہاتھ میں بے چینی کا اظہار کیا تھا میرا سانس پھول گیا۔ تھوڑی دیر توقف کے بعد مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اس تخت پر جو ہمارے گھر تھا بادشاہ کی مانند تشریف فرما دیکھا۔ مجھے لے جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بٹھا دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کی بیوی ہے۔ حق تعالیٰ آپ کے لیے اس پر اور اس کے لیے آپ پر برکت نازل فرمائے۔ ہمارے پاس دعوت ولیمہ کے لیے کچھ نہیں تھا اور نہ ہی اونٹ یا بھیڑ بکری ذبح کی۔ ہماری عروسی کا طعام، دودھ کا ایک پیالہ تھا جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے بھیجا گیا تھا۔ عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جو موجود تھیں اس دودھ میں سے ہم نے پیا، پھر حاضرین نے مبارک دی اور باہر چلے گئے اور مبارک وقت میں قران السعدین ہوا یعنی ام المومنین رضی اللہ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زفاف ہوا۔ اس خاص حجرہ میں جو مسجد کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا قیام کیا یہاں تک کہ اسی جگہ آپ کا وصال ہوا۔

فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا

نکاح سے پہلے خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ نے انسانی شکل میں ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر خواب میں دو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ خواب تقدیر ربانی کے موافق ہوگا تو صورتِ لطیفہ پیدا ہوگی جو وقت کے مناسب ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے یہ ہے کہ ان کے سوا کوئی کنواری لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہیں آئی، دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری ازواج مطہرات سے ان کو زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ان کے بستر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی نازل ہوتی، دوسری ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا۔ سورہ نور میں سترہ آیات ان کی برأت میں نازل ہوئیں چنانچہ اس کی تفصیل انشاء اللہ ہجرت کے پانچویں سال کے واقعات میں آئے گی۔ ان کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ کے گھر میں اور آپ ہی کی گود میں قبض ہوئی، اس کی تفصیل بھی مجلس وفات کا حصہ ہے اور یہ کہ علم میں اس مقام و مرتبہ تک پہنچی ہوئی تھیں کہ اکابر صحابہ مشکل مسائل کے حل کی خاطر ان کی طرف رجوع فرماتے، اور اسمائے رواۃ میں اسے اصحاب الوف میں شمار کیا گیا ہے، کیونکہ ان کی روایات دو ہزار بارہ تک پہنچتی ہیں۔ ان میں سے ایک سو چھہتر متفق علیہ ہیں، چون افراد بخاری اور اڑسٹھ افراد مسلم میں ہیں، چنانچہ وہ احادیث صحیحین میں ہیں۔

سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی اور وفات کے وقت اڑسٹھ سالہ تھیں، پانچ، سات یا آٹھ تاریخ کو مدینہ میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، جنت البقیع میں مدفون ہوئیں رضی اللہ عنہا۔

روزہ یوم عاشورہ

ہجرت کے اسی سال یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کے لیے فرمایا گیا۔ روزہ رکھنے کا سبب یہ تھا کہ اس روز یہودی روزہ رکھتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرنے کا زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس روز فرعون کے ظلم سے نجات پائی اور قبطی دریائے نیل میں غرق ہوگئے تھے۔ اس نعمت کے شکرانہ میں موسیٰ علیہ السلام زندگی بھر اس روز روزہ رکھتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو فرمایا کہ وہ اعلان کر

دے کر تمام مسلمان یوم عاشورہ کو روزہ رکھا کریں۔ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہو گئے وہ اہتمام اور مبالغہ جو عاشورہ کے روزہ کے متعلق ہوتا تھا کم ہو گیا۔

حضرت سلمان فارسی مجلس رسول میں

اسی سال براء ابن معرور اور اسعد بن زرارہ جو انصار کے نقیب تھے اور کلثوم بن الہدم، انصار مدینہ میں سے، اور عثمان بن مظعون مہاجرین میں سے عالم بقا کو کوچ کیا۔ اسی سال سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

سلمان فارسی کی آستانہ رسالت پر حاضری

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں اصفہان کی ایک بستی جسے جی کہا جاتا ہے کا دہقان زادہ تھا، میرا باپ مالدار تھا اور آتش پرست تھا، جس کا نام نورخشاں تھا، مجھے انتہائی محبت کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتا تھا دن رات گھر میں آگ جلاتے اور اس کی پرستش کرتے تھے، میرے باپ کی زرعی زمین تھی، جہاں وہ روزانہ کھیتی باڑی کے لیے جاتا، ایک روز کسی ضروری کام میں مصروفیت کی وجہ سے وہاں نہ جا سکا، اپنی جگہ مجھے وہاں بھیجا اور تاکید کی کہ میں وہاں سے جلد لوٹ آؤں۔ میں گھر سے نکلا اور باپ کے کام پر روانہ ہو گیا، راستہ میں میں عیسائیوں کے ایک گرجے میں پہنچا، گرجے سے راہبوں کی آواز آ رہی تھی، جب میں وہاں آیا تو ایک جماعت کو دیکھا جو انجیل پڑھ رہے تھے اور کچھ نماز میں مشغول تھے۔ ان لوگوں کے اطوار مجھے پسند آئے۔ باغ اور کھیتی باڑی کے کام کو چھوڑ دیا اور اسی جگہ جا ٹھہرا، میں نے عیسائیوں سے پوچھا یہ کیسا دین ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کا دین ہے۔ مجھے اس دین کی طرف پوری رغبت ہو گئی اور عیسائیت کی محبت میرے دل میں غالب آ گئی اور آتش پرستی کی محبت جاتی رہی، وہ دن صبح سے شام تک میں نے ان لوگوں کے ساتھ گزارا، انہیں اپنی حالت بتائی، اس دین کے متعلق جو محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی ان پر ظاہر کی، میں نے کہا کہ مشکل یہ ہے کہ میں اس سرزمین میں اس دین سے پورے طور پر استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس کی کیا تدبیر ہے۔ انہوں نے کہا اس سعادت کی صبح افق شام سے طلوع ہو گی۔ اگر کوئی قافلہ اس طرف گیا تو ہم تجھے اس کی اطلاع دیں گے اور تمہیں اپنی مراد تک

پہنچا نہیں گے۔ اس کے بعد جب میں گھر پہنچا، میں نے دیکھا کہ میرا باپ بہت غمگین ہے اور تیز رفتار لوگوں کو میری طلب میں اطراف وجوانب دوڑا رکھا ہے، تاکہ میری کوئی خبر لائیں، انہیں میرا کوئی سراغ نہیں ملا تھا، اور وہ بے نیل مرام واپس آگئے تھے، جب میرے باپ نے مجھے دیکھا، اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ اب تک کہاں تھا؟ اور میری وصیت پر اس نے کیوں عمل نہیں کیا، میں نے کلیسا اور عیسائیوں کے ساتھ بات چیت اسے بتائی اور اس دین کی طرف اپنی رغبت کو بیان کیا اس بات سے وہ بہت پریشان ہوا اور اپنے دین کی خوبیوں اور ان کے دین کی برائیوں کے متعلق کچھ باتیں میرے ساتھ کیں، اس نے محسوس کیا کہ میرے دل میں اس دین کی محبت اس حد تک متمکن ہو چکی ہے کہ ان باتوں سے اس آگ کو بجھانا ممکن نہیں، اور یہ آتش محبت اس طرح بھڑک رہی ہے جیسا کہ اسے پھونکوں سے بھڑکایا جا رہا ہو، جب میرے باپ نے میری محبت اس دین کے ساتھ اس حد تک مشاہدہ کی، اس خوف سے کہ میں راہ فرار نہ اختیار کر جاؤں، میرے پاؤں کو باندھ دیا اور مجھے قید کر دیا، میں نے پوشیدہ طور پر کسی شخص کو نصاریٰ کے پاس بھیجا کہ جب قافلہ شام کی طرف جائے مجھے اطلاع دیجئے۔ اتفاقاً ان ہی دنوں میں ایک قافلہ شام سے آیا ہوا تھا اور وہ واپس جا رہا تھا۔ عیسائیوں نے مجھے اس کی اطلاع دی، میں نے جس طرح بھی ہو سکا خود کو قید سے چھڑایا اور قافلہ کے ساتھ جا ملا اور ان کی معیت میں شام پہنچ گیا۔ میں نے ایک فاضل ترین شخص سے پوچھا، اس نے مجھے ایک اسقف کا پتہ بتایا جو وہاں کنیسہ میں رہتا تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر اپنا حال بیان کیا اور دین نصاریٰ کے ساتھ رغبت اور عیسیٰ علیہ السلام کی ملت کے ساتھ محبت اس کے سامنے بیان کی۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ مجھے اپنی خدمت میں رکھے اور شریعت عیسوی کی تعلیم دے۔ اس نے میری درخواست کو قبول کر لیا اور مجھے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ یہ وہ شخص تھا جو لوگوں کو خیرات کرنے کی ترغیب دلاتا لیکن متمول اور ارباب ثروت اسے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لئے جو کچھ دیتے، اس میں سے ایک دمڑی بھی غریبوں اور مستحقین کو نہیں دیتا تھا، تمام دولت خود رکھ لیتا، یہاں تک کہ درہم و دینار کے سات مٹکے بھر لیے تھے، اسی وجہ سے اس کے خلاف میرے دل میں نفرت پیدا ہو گئی۔ اسقف فوت ہو گیا، لوگوں نے اس کی تجہیز و تکفین کرنا چاہی۔ میں نے ان کے سامنے اس کی معاشی حالت بیان

کی۔ انہوں نے پوچھا کہ تجھے یہ کیسے معلوم ہوا۔ میں عیسائیوں کو اس کے خزانے پر لے گیا، اور وہ سونے کے سات مٹکے انہیں دکھائے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ ہم اس شخص کو دفن نہیں کریں گے۔ اسقف کو انہوں نے پھانسی پر چڑھایا اور سنگسار کیا۔ ایک شخص کو اس کی مسند پر بٹھایا جو کہ بہت عابد و زاہد، نیک اور عبادت گزار تھا۔ اس کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ کچھ عرصہ میں اس کی خدمت میں رہا۔ اس فانی دنیا سے رحلت کے وقت میں نے اسے کہا، اتنا عرصہ میں آپ کی خدمت میں رہا، اب آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں، کہنے لگا، ایک شخص کے سوا جو موصل میں رہتا ہے۔ کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو راہِ مستقیم پر قائم دُنیا سے دور اور آخرت کی طرف مائل ہو۔ مجھے اس نے اس کا نام و نشان بتایا پھر وہ فوت ہو گیا۔ جب ہم اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو میں موصل کو روانہ ہو گیا۔ وہاں میں نے اس زاہد کو تلاش کر لیا۔ اس سے میں نے کہا کہ فلاں زاہد نے مجھے آپ کے سپرد کیا ہے۔ اس نیک بخت نے میری درخواست کو بسر و چشم قبول کیا اور مجھے اپنی مصاحبت سے سرفراز کیا، وہ بھی بہت ہی نیک و پارسا شخص تھا۔ کچھ عرصہ اس کی خدمت میں گزارا، اس نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا، آخری وقت میں میں نے اس سے عرض کیا کہ مجھے اس شخص کے سپرد کیجیے جس کی پرہیزگاری مسلّم اور زیور ورع و تقویٰ سے آراستہ ہو تاکہ میں اس کی خدمت پر کمربستہ رہوں۔ زاہد موصلی نے کہا، قسم بخدا! مجھے فلاں شخص کے سوا جو نصیبین میں رہتا ہے، کوئی شخص ایسا معلوم نہیں جو اس طرح زندگی گزارتا ہو۔ اس کے کفن دفن کے بعد میں نصیبین کی طرف چل دیا، اور اس مردِ صالح کو تلاش کر لیا، اس سے بھی میں نے اپنی مجلس میں رکھنے کی درخواست کی، اس نے بھی مجھے اپنی ملازمت میں رکھنا قبول کر لیا۔ جب اسے بھی موت کے بے رحم ہاتھوں نے آدبوچا، حسبِ دستور سابق شیخ نصیبین سے بھی وہی درخواست کی، مجھے اس نے ولایت روم کے ایک شہر عموریہ میں ایک اسقف کا پتہ بتایا۔ ضروری امور کی انجام دہی کے بعد میں عموریہ پہنچا اور اس ملک کے اسقف کی خدمت میں صورتِ واقعہ پیش کی۔ اس نے بھی مجھے اپنی مجلس میں رکھنا قبول کر لیا، ایک مدت تک اس کی صحبت میں رہا۔ نزع کے وقت میں نے اس سے پوچھا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں، اس نے کہا مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کی زندگی میری مرضی کے مطابق گزرتی ہو۔ لیکن پیغمبر آخر الزماں کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔ وہ ملت ابراہیم کے احیاء

کی خاطر مبعوث ہوں گے۔ عرب کے ملک میں پیدا ہوں گے اور اپنے وطن سے نخلستان کی طرف ہجرت کریں گے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ ان کی علامات میں سے یہ ہے کہ صدقہ نہیں کھائیں گے لیکن ہدیہ قبول فرمالیں گے۔ ایک اور نشانی یہ ہے کہ ان کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عموریہ میں میں ایک کام کرتا تھا جس سے میں نے چند گائیں اور بکریاں حاصل کرلی تھیں، اسقف کی وفات کے بعد میں نے بنی کلب کے ایک قافلہ سے ملاقات کی، ان سے درخواست کی کہ وہ میری گائیں اور بکریاں لے لیں اور مجھے سرزمین عرب میں پہنچا دیں۔ انہوں نے میری درخواست قبول کرلی۔ میں اس قافلہ کے ساتھ چل دیا۔ جب ہم وادی ام القریٰ میں پہنچے تو انہوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور مجھے عثمان اشہلی یہودی کے پاس فروخت کردیا۔ وہاں کھجوروں کا باغ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ پیغمبر موعود کی ہجرت گاہ یہی جگہ ہوگی، لیکن میں مطمئن نہیں تھا۔ میں خدمت میں مصروف رہتا۔ اسی اثنا میں اس کا چچیرا بھائی مدینہ سے آیا اور مجھے خرید کر مدینہ میں لے گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو خدا کی قسم مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں نے اس ملک کو پہلے دیکھا ہوا ہے۔ انہیں دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اتفاقاً ایک روز میں ایک درخت پر کام کر رہا تھا، میرا مالک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، اس کے چچیرے بھائی نے آکر کہا خدا اوس و خزرج کو ہلاک کرے۔ قبا میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ جب میں نے یہ سنا تو قریب تھا کہ فرط مسرت سے درخت سے نیچے گر پڑتا۔ میں درخت سے اترا۔ میں نے پوچھا تم نے کیا کہا ہے۔

سخنے گفتی و بردی دل و ہوشش از سلماں   چہ شود بار دگر گوئی و جاں ہم ببری

میرے مالک نے غضبناک ہوکر میرے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اور کہا تجھے ان فضول کاموں سے کیا سروکار؟ تو اپنا کام کر۔

القصہ جب رات ہوئی اور اس نے صومعہ نشینان زاویہ خاک پر تاریکی کے پردے ڈال دیئے۔ میں نے کچھ کھجوریں حاصل کیں اور قبا میں گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

میں حاضر ہو کر آپ سے ملاقات کی۔ میں نے عرض کیا، آپ اصلاح کی خاطر تشریف لے جا رہے ہیں اور ضرورت مند غرباء کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ ہے۔ یہ کھجوریں بطور صدقہ لایا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستوں کو فرمایا، کہ تم کھاؤ، لیکن خود کچھ بھی تناول نہ فرمایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، اسقف کی بتلائی ہوئی نشانیوں میں سے ایک ہے، پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہمایوں سے اپنے گھر واپس آ گیا، جب دوسری رات نے تاریکی کا پردہ دن کی سفیدی پر ڈال دیا، میں نے کچھ کھجوریں حاصل کیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے جو میں نے آپ کے لیے ترتیب دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر تناول فرمایا۔ میں نے دل میں کہا، یہ نشانی بھی درست نکلی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیس افراد تھے اور ایک روایت میں ہے کہ پچیس افراد تھے اور جو کھجوریں میں لے کر گیا تھا انہیں میں نے گنا ہوا تھا وہ پچیس تھیں، جب وہ تناول فرما چکے تو میں نے چپکے سے ان کی گٹھلیاں جمع کیں، انہیں شمار کیا تو وہ ہزار تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات مکرر، سہ کرر ہوئی اس مجلس میں امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی قمیض اتار کر میرے سر کو بوسہ دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر وہ لباس انہوں نے مجھے پہنا دیا۔ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ قبرستان جنت البقیع میں ایک صحابی کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کے سامنے آیا اور سلام کیا پھر آپ کی پشت مبارک کی طرف آیا تاکہ مہر نبوت کو دیکھوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فراست سے معلوم کر لیا کہ میں کیا چاہتا ہوں، فی الحال آپ نے چادر مبارک اٹھا دی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے دو شمعے تھے دونوں کو دست مبارک سے اٹھا دیا، جب میری نگاہ مہر نبوت پر پڑی، میں نے بڑھ کر اسے بوسہ دیا اور رو پڑا اور کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوٹ جاؤ، میں لوٹ گیا اور آپ کے چہرہ انور کے سامنے آیا اور اپنی سرگذشت بیان کی آپ نے حیرت و تعجب کا اظہار فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ کی خواہش ہوئی کہ اصحاب رضی اللہ عنہم بھی

میرے حالات کو سنیں، میں اپنے حالات بیان کرتا رہا اور صحابہ کرام سنتے رہے۔ ارباب سیر اور مورخین نے بیان کیا ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ کی گردن میں چونکہ غلامی کی رسی تھی، خداوند حقیقی کی عبودیت کے باوجود اپنے مجازی آقا کی خدمت میں بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے آباؤ اجداد سے دور رہے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سلمان! اپنے آپ کو اس آقا سے آزاد کرواؤ، میں نے اپنے مالک سے درخواست کی کہ مجھے مکاتب کر دے، بڑے اصرار کے بعد وہ اس بات پر راضی ہوا کہ میں اس کے لیے تین سو کھجوروں کے پودے لگا کر اس وقت تک ان کی پرورش کروں جب کہ وہ بار آور ہو جائیں یا چالیس اوقیہ سونا ادا کروں، تو اس کی قید سے آزاد ہو جاؤں گا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت حال کا علم ہوا، اپنے صحابہ سے آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میری مدد کرنے میں مصروف ہو گئے، انہوں نے تین سو پودے مجھے دیئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مکمل ہو جائیں مجھے اطلاع دو، میں نے بتایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پودوں کو اپنے دست مبارک سے لگایا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کوئی بھی خطا نہ گیا، ایک کے سوا جسے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا، تمام پودے پھل لے آئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پودوں کے گرد پھرے تمام کو کھجوروں سے لدا ہوا دیکھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پودے کو دیکھا اور فرمایا ما بال هذا النخلة، اس درخت کو کیا ہوا، اس پر پھل نہیں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اسے میں نے لگایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امت کا عمل پیغمبر کے عمل کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پودے کو اکھاڑ دیا اور اس کی جگہ دوسرا پودا لگایا، اسی وقت اس پر کھجوروں کے خوشے لٹکنے لگے اور اصلها ثابت وفرعها في السماء کا راز شاخ و برگ سے ظاہر ہو گیا۔

الغرض اس نخلستان کو اپنے آقا کے سپرد کیا، چالیس اوقیہ سونا باقی رہ گیا تھا، میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے میں کہاں سے ادا کروں گا، اسی اثنا میں بیضۂ مرغ کے برابر زر سرخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال غنیمت سے لایا گیا، آپ نے پوچھا کہ مکاتب فارسی کے کام کا کیا بنا، مجھے اپنے پاس طلب فرمایا اور فرمایا یہ لو اور جو مال تم نے

ادا کرنا ہے اس میں سے ادا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے چالیس اوقیہ سونے کی ضرورت ہے اور یہ مقدار اس کام کے لیے کافی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے انڈے کو پکڑا اور معجز نشان زبان مبارک کو اس پر پھیرا اور اس پر برکت کی دعا کر کے فرمایا، اسے لو جو کچھ تم پر واجب ہے خدا تعالیٰ اسی سے اسے ادا کر دے گا۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جب میں نے سونے کے انڈے کو تولا تو وہ پورے چالیس اوقیہ تھا کم نہ زیادہ۔ میں نے اپنے آقا کو دیا اور غلامی کی قید سے آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد غزوہ خندق اور باقی غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا اور خلوص نیت سے آنحضرت صلی اللہ کی خدمت کرتا رہا، یہاں تک کہ ولو کان بالمدائن معلقاً بالبر بالبالہٗ رجل من ھولاء واشارۃ الی السلمان کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں ان کو بڑا مقام و مرتبہ حاصل ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عرب و عجم میں جو لڑائیاں ہوئیں اکثر و بیشتر ان میں شریک رہے۔ جب لشکر اسلام نے یزدجرد کو شکست دے دی اور اسے سلطنت سے نکال باہر کیا اور مدائن کو قبضہ تصرف میں لائے تو مدائن اور گرد و نواح کی حکومت سلمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی گئی۔ شاہ عجم کی حکومت انہیں حاصل ہوتی۔ بقیہ زندگی اسی جگہ حکومت کرتے رہے آخر کار ۳۳ھ میں مدائن ہی میں جنت الفردوس کو سدھارے اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا سے مشرف ہوئے۔

سیرت کی کتابوں میں سلمان فارسی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات اور غلامی کی قید سے رہائی کے متعلق دوسری روایات بھی آئی ہیں۔ اس کتاب میں ان سے تعرض چونکہ طوالت کا باعث تھا، اس سے ہم نے زبان قلم کو روک لیا، ان سے واقفیت بہم پہنچانا مبسوط کتب کے سپرد کر دیا۔

سلمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں غلام کی حیثیت سے سترہ لوگوں تک پہنچا۔ ان کی عمر کے متعلق علماء میں اختلاف ہے بعض علماء نے چار سو سال لکھی ہے۔

کہتے ہیں ایک دفعہ انصار و مہاجرین میں سلمان رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی۔ ہر گروہ اسے اپنی طرف منسوب کرتا، کہتا کہ یہ ہم میں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا، السلمان منا اھل البیت، سلمان تو میرے اہل بیت میں سے ہیں۔

باب سوم

دوسرے سال کے واقعات

رمضان کے روزے فرض ہوئے

اس سال کے ماہ شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض اور صدقہ فطر واجب ہوا اور عید کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحرا میں تشریف لے گئے اور نماز با جماعت ادا کی۔

تحویل قبلہ

علمائے حدیث اور ماہرین فن سیرت رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو سولہ یا سترہ مرتبہ یہودیوں کی تالیف قلوب کی خاطر بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزرا۔ اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں یہودیوں کی یہ بات پہنچی کہ "عجیب بات ہے کہ محمد ہماری ملت میں ہمارا مخالف اور قبلہ میں موافق ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ کیونکہ ان کی یہ بات ان کے عناد اور فساد پر اصرار پر دلالت کرتی تھی۔ لامحالہ بیت المقدس سے قبلہ کو تبدیل کروانے کی کوشش کرنے لگے۔ آپ کو امید تھی کہ اس سلسلہ میں وحی نازل ہو گی۔ اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی سلمہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے کہ دوسری رکعت میں جبرائیل علیہ السلام نے آیت کریمہ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اتار دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں ہی اپنا رخ کعبہ کی طرف موڑ لیا۔ مقتدیوں نے بھی موافقت کی اور نماز کو اسی طرح پورا کیا۔ وہ مسجد ذوالقبلتین سے ملقب ہوئی۔ جب تحویل قبلہ اپنوں اور بیگانوں نے سنی ہر شخص اپنے اعتقاد کے مطابق باتیں کرنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کی وجہ سے ہمارے قبلہ کو چھوڑ دیا ہے۔ بعض

دوسرے یہودی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وطن کی یاد آگئی، مشرکین کہتے کہ محمد اپنی دین و ملت میں حیران و متحیر ہے نہیں جانتا کہ کیا کہے اور کیا کرے، متبعین کہتے اپنے قبلہ سے روگردانی کا کیا سبب تھا؟ یہاں تک کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے پہلے گروہ کے متعلق آیت نازل فرمائی سیقول السفہاء من الناس ما ولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا قل للہ المشرق والمغرب یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اور کہتے ہیں کہ حی بن اخطب یہودی اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے کہتے کہ جو نمازیں تم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کیں درست تھیں یا گمراہی کے قبیل سے تھیں؟ اگر ہدایت تھی تو تم ہدایت سے پھر گئے اور اگر گمراہی تھی تو تم گمراہی کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے ہاں تقرب کے متلاشی ہوتے۔ مسلمانوں نے انہیں جواب دیا کہ ہدایت خدا تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں ہے، اور گمراہی اس کے حکم کی مخالفت میں ہے، یہودیوں کی ایک اور جماعت نے کہا ان لوگوں کے متعلق تم کیا کہتے ہو جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے جیسے اسعد بن زرارہ، مرار ابن معرور اور کلثوم بن الہدم، ان کے رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ان دوستوں اور رشتہ داروں کی نماز کے متعلق استفسار کیا جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آیت بھیجی ماکان اللہ لیضیع یعنی صلوتکم الی بیت المقدس۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لائے اور مسجد کی دیواروں میں تبدیلی کی، موجودہ دیوار کی بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھی اور اس کے قبلہ کو کعبہ کی طرف درست کیا، شنبہ کے روز اکثر مسجد قبا میں تشریف لاتے اور نماز ادا فرماتے، فرمایا کرتے جو شخص کامل وضو کرے اور مسجد قبا میں آکر نماز ادا کرے اسے عمرہ کا ثواب حاصل ہوگا۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت کے دوسرے سال ماہ رجب یا صفر میں ان دو پاک ہستیوں کے درمیان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح عمل میں آیا اور اسی ماہ زفاف بھی ہوا۔ اہل سیر نے اپنی کتابوں میں اس واقعہ کے متعلق مختلف روایات بیان کی ہیں جن میں سے بعض مجمل ہیں اور بعض مفصل، مؤلف کتاب نے

شیخ ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی کی کتاب صفوۃ الصفارہ سے اخذ کی ہے، کیونکہ یہ سب روایات سے زیادہ جامع تھی، لامحالہ اسے ہی اختیار کیا گیا ہے۔

ام سلمہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب عہد طفولیت سے سن بلوغت کو پہنچیں تو اکابرین قریش نکاح کا پیغام دینے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی طرف کوئی توجہ نہیں فرماتے تھے، ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا اظہار فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اختیار قبضۂ قدرت میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں وحی کا انتظار کر رہا ہوں۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، انہوں نے بھی یہی جواب سنا ایک روز امیر المومنین ابوبکر، عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اکابرین قریش نے حضرت بتول کے لیے نکاح کا پیغام دیا لیکن قبول نہیں ہوا، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی تک پیغام نہیں دیا اور اس امر کا اظہار بھی نہیں کیا۔ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا گمان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکاوٹ صرف مال کی کمی ہے، یعنی فقیر ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ خدا اور اس کا رسول اس کے نکاح پر رضامند ہیں، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سعید اور عمر رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کیا تم میرے ساتھ موافقت کرتے ہو کہ ہم علی رضی اللہ عنہ سے ملیں اور اسے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام دینے کی ترغیب دیں، اگر تنگدستی اور فقر کی وجہ سے عذرت کرے تو اس کی امداد کریں، سعید نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ ہمیشہ آپ کو امور خیر کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اے ابوبکرؓ چلیے، ہم تینوں آپ کے ساتھ ہیں تینوں بزرگوار، مہاجرین وانصار کے سردار، حضرت سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے حیدر کرار کی تلاش میں نکلے۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو ایک انصاری کے نخلستان میں لے گئے تھے اور پانی پلا رہے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان تینوں بزرگوں کو دیکھا ان کے استقبال کو آگے بڑھے اور خیر خیریت دریافت کی۔ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن! نیکی کی کوئی ایسی خصلت نہیں جس میں آپ سبقت نہ لے جاتے ہوں اور

آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا مقام و مرتبہ ہے کہ کوئی شخص اس میں شریک و دخیل نہیں۔ اکابرین و اشراف قریش نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام دیا لیکن شرف قبولیت حاصل نہ کر سکے اور میرا گمان ہے کہ اسے آپ کے لیے روک رکھا ہے، آپ پیغام کیوں نہیں دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو رو پڑے۔ فرمایا! اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس آگ کو نہ جلائیے جسے میں نے بڑے تکلف سے تسکین دی ہے۔ آپ مجھے اس رغبت کی یاد دلاتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی شخص کو ایسی رغبت نہیں ہے جیسی مجھے ہے لیکن میرے لیے تنگدستی مانع ہے۔ میں یہ بات کہہ بھی نہیں سکتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالحسن ایسا مت کہیے۔ خدا اور رسول کے نزدیک دنیا کی کوئی وقعت نہیں، تنگدستی اور قلت مال کسی حیثیت سے بھی اس گفتگو کے لیے رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ کو کھولا اور اس کی مہار کو پکڑ کر گھر لے گئے اور باندھ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے گئے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہؓ کے گھر تشریف لائے ہوئے تھے، جب شاہ مرداں نے دروازہ کھٹکھٹایا، ام سلمہؓ نے پوچھا کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ام سلمہؓ اٹھو اور دروازہ کھول دو۔ فهذا رجل يحب الله ورسوله ويحبانه، یہ وہ مرد ہے جسے خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کون شخص ہے جس کے متعلق آپ گواہی دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے چچا کا بیٹا اور میرا بھائی علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اچھل پڑی اور ایسی بھاگی کہ قریب تھا کہ منہ کے بل گر پڑوں۔ میں نے دروازہ کھول دیا، خدا کی قسم وہ اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوئے جب تک میں اپنے حرم خانہ میں نہ چلی گئی، پھر وہ آئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام یا ابا الحسن ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور انہیں اپنے پاس بٹھا لیا۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سر جھکائے زمین کو دیکھے جا رہے تھے جس طرح کہ کوئی شخص ضرورت مند ہو مگر شرم کی وجہ سے اپنی حاجت بیان نہ کر سکتا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علیؓ! میرا خیال ہے کہ تم کسی چیز کے آرزو مند ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کرتے ہو۔

جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہہ دو اور شرم مت کرو، تمہاری خواہش پوری ہوگی۔ حضرت امیرؑ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپؐ کو علم ہے کہ بچپن سے ہی آپ نے مجھے اپنے والد ابو طالب اور ان کی بیوی بنت اسد سے اپنی ملازمت کے لیے مخصوص فرمایا مجھے ظاہری و باطنی تربیت سے سعادت بخشی اور یہ احسان و شفقت جو اپنے متعلق میں نے آپؐ سے مشاہدہ کی اپنے والدین سے اس کا عشر عشیر بھی ملاحظہ نہیں کیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنجناب کی برکت سے مجھے اپنے آباؤ اجداد کے باطل پن سے نجات دی اور دین قویم اور صراط مستقیم تک پہنچایا۔ میری عمر و زندگانی کا ذخیرہ اور عیش و کامرانی کا سرمایہ آپ ہی ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب جبکہ خدمت و سعادت کی دولت کی امداد سے میری عزت و تمکین کے بازو قوی ہو گئے ہیں اور دو عالم کی نوز و فلاح اور خیر و بھلائی مجھے حاصل ہے۔ میرے دل میں یہ تمنا منقش ہو گئی ہے کہ میرا کوئی گھر بار نہیں اور نہ ہی کوئی بیوی ہے جو محرم راز اور مونس جان غمگسار ہو اور عرصہ سے میری خواہش تھی کہ فاطمہؓ کے لیے پیغام دوں لیکن گستاخی کے خیال سے ہچکچا رہا تھا، یا رسول اللہ! کیا ایسا ممکن ہے۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں۔ میں دور سے دیکھ رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبین دمک اٹھی، مسکرا کر فرمایا، اے علی! گھریلو ضروریات کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے جسے تم وسیلہ بناؤ۔ حضرت امیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ، میرے دوست احباب میں سے کوئی شخص میرے حالات سے اس قدر واقف نہیں جیسا کہ آپ واقف ہیں اور آپ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ میرے پاس ایک تلوار، زرہ اور ایک اونٹ ہے، آپ جیسا حکم فرمائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تلوار کی تمہیں ضرورت ہے ہر وقت جہاد کے لیے مستعد رہتے ہو، اور اونٹ تمہاری سواری اور راستہ طے کرنے کا ذریعہ ہے، وہ بھی ضروری ہے۔ میں تیری طرف سے زرہ پر اکتفا کرتا ہوں اور اے ابوالحسن تجھے بھی بشارت ہو کہ یقیناً حق تعالیٰ نے تیرا اور فاطمہ کا عقد آسمان میں باندھ دیا ہے تیرے آنے سے پہلے خدا تعالیٰ نے میرے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس کے بہت سے چہرے اور بال و پر تھے سلام کہا اور کہا ابشر بجمع وطہارت النسل، میں نے اس سے سوال کیا، اے ملک اس بشارت اور طہارت نسل سے کیا مراد ہے۔ اس نے کہا میں سطائیل فرشتہ ہوں، قوائم عرش میں سے ایک پر موکل ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے آپ تک خوشخبری پہنچانے کی اجازت فرمائی اور

یہ جبرائیل علیہ السلام میرے عقب میں آ رہے ہیں، واقعہ کی تفصیل وہ بیان کریں گے، سطائیل یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے، انہوں نے سلام کیا اور جنت کے ریشم سے سفید ریشم کا ایک ٹکڑا اپنے ساتھ لائے جس پر نور سے دو سطریں لکھی ہوئی تھیں، میں نے پوچھا، اے بھائی جبرائیل علیہ السلام یہ خط ہے، اس مکتوب کا مضمون کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، اے محمدؐ! حق تعالیٰ نے آپ کو مخلوقات سے منتخب فرمایا اور آپ کے لیے ایک بھائی اور ساتھی چنا، فاطمہ کو اسے دیدے اور اسے اپنی دامادی کا شرف بخشئے، میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے جس کے جسم پر میری اخوت کی خلعت چست و درست بیٹھی ہے۔ فرمایا آپ کا دینی بھائی اور نسب کے اعتبار سے آپ کے چچا کا بیٹا، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں، جس کا نکاح حق تعالیٰ نے آسمان پر اس طرح باندھا کہ تمام بہشتوں کو حکم دیا کہ وہ آراستہ و پیراستہ ہو جائیں اور حوروں کو وحی بھیجی کہ وہ زیورات سے مزین ہو جائیں، شجرۂ طوبیٰ کو حکم ہوا کہ وہ پتوں کی بجائے خلعت فاخرہ پہنے، پھر حکم فرمایا کہ آسمانوں کے فرشتے جو تھے آسمان میں بیت المعمور کے نزدیک جمع ہو جائیں اور وہ منبر جو منبر کرامت سے موسوم ہے اور آدم علیہ السلام نے اس پر خطبہ پڑھا ہے، وہ نور سے ترتیب دیا ہوا منبر ہے بیت المعمور کے سامنے رکھا، پھر حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو جس کا نام احیاء ہے وحی بھیجی، اس نے منبر پر آ کر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، فرشتوں میں فصاحت و بلاغت، لطائف نطق اور حسن صورت میں کوئی بھی اس کے برابر نہیں، اس کی خوش گفتاری اور حسن صوت سے آسمان جھومنے لگے، پھر حق سبحانہ و تعالیٰ نے مجھ جبرائیل کی طرف وحی بھیجی کہ اے جبرائیل میں نے اپنی کنیز فاطمہ بنت محمدؐ کا عقد اپنے بندے علی ابن ابی طالب سے باندھ دیا ہے تو بھی ملائکہ کے درمیان اس انعقاد کو مستحکم کر، میں نے بھی خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کی تائید میں ان کا نکاح باندھا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنایا اور تمام صورت واقعہ کو اس ریشم کے ٹکڑے پر لکھ کر فرشتوں کی گواہی سے اسے مضبوط کیا اور آپ کی خدمت میں لایا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کی خدمت میں اسے پیش کروں، پھر مشک سے اس پر مہر لگا کر جنت کے خازن رضوان کے سپرد کر دوں، جب یہ عقد مبارک منعقد ہو گیا، حق تبارک و تعالیٰ نے درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ اپنے زیورات اور لباسہائے فاخرہ کو نچھاور کرے اور فرشتے، حوریں، غلمان و ولدان ان کو لوٹ لے جائیں اور ایک دوسرے کو ہدایا اور تحائف دیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو ایک جھنڈا بنا کر علیؓ کو مرحمت فرمایا اور مدینہ میں زید بن حارث کو بطور خلیفہ متعین فرمایا اور خود اپنے اصحاب کے ساتھ نکل پڑے۔ حتیٰ کہ بدر کے نواح میں وادیٔ صفوران تک جا پہنچے۔ اس وجہ سے اسے غزوہ بدر اولیٰ کہتے ہیں۔ جب اس موضع میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کرز وہاں سے گزر چکا ہے لہذا وہاں سے مراجعت فرمائے مدینہ روانہ ہوئے۔

گیارہواں واقعہ:۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی عبداللہ جحشؓ اسدی (۱۰۰) آدمیوں اور ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مثل سعد بن ابی وقاص، عکاشہ بن حصین اسدی، عتبہ بن غزوان، ابو حذیفہ عتبہ بن ربیعہ، سہل بن بیضا، عامر بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ اور خالد بن بکر کی ہمراہی میں چل پڑے۔ ان کے پاس ہر دو آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا اور اسی سریہ میں عبداللہ جحشؓ امیر المومنین کے لقب سے موسوم ہوا۔ حضور نے ان کو ایک کاغذ لکھ کر دیا اور ایک جھنڈا عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اس مکتوب کو نہ پڑھا جائے اور نہ اسے دیکھا جائے جب تک کہ دو روز نہ گزر جائیں۔ جب دو روز گزر جائیں تو رقعہ کو کھول اور اپنے دوستوں کو پڑھا اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اس پر عمل کر۔ عبداللہ نے دو روز کے بعد کھولا تو دیکھا کہ اس میں یہ عبارت درج تھی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد! تو چلتا جا خدائے تعالیٰ کے نام اور برکت سے اور جب تو اپنے دوستوں کے ساتھ نخلہ کے وسط میں اتر پڑے تو اس جگہ تو قریش کے قافلہ کا منتظر رہ، شاید کہ اس قافلہ سے تجھے کچھ حاصل ہو جائے۔ تجھے چاہیے کہ کسی شخص کو زبردستی اپنے ساتھ نہ لے جائے، جو جانا چاہے جائے اور جو نہ جانا چاہے لوٹ جائے" جب عبداللہ اس رقعہ کے مضمون سے آگاہ ہوا تو اس نے اس رقعہ کا مضمون اپنے ساتھیوں کو سنایا کہ میں بطن نخلہ جا رہا ہوں اور تم میں سے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا جو شہادت کا خواستگار ہو وہ آئے اور جو لوٹ جانا چاہے وہ لوٹ جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم خدا اور رسول کے مطیع فرمان ہیں تو ہمیں جہاں لے جانا چاہے لے جا ہم تیری مخالفت نہیں کرتے۔ اس راستہ میں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان نے اس اونٹ کو (جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے) گم کر دیا اور عبداللہ بن جحش کی اجازت

علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ڈھال مقرر ہوا ہے۔ میں اس پر راضی ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیجئے اور اس پر گواہ رہیئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اس طرح نکاح فرمایا ہے، آپ نے فرمایا ہاں۔ بعدازاں اطراف وجوانب سے بارك الله فی جمع شملهما، کی آواز آئی، خدا تعالیٰ تمہارے درمیان اتفاق اور برکت پیدا فرمائے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے اور نکاح کا اعلان فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اپنی یہ ڈھال لے جاکر فروخت کردو اور اس کی قیمت لے آؤ۔ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کردی، اور ایک روایت میں ہے کہ چار سو اسی درہم میں فروخت کی۔ وہ بہت عمدہ ڈھال تھی، تلوار اس پر بالکل اثر انداز نہیں ہوتی تھی، جب ڈھال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی اور قیمت وصول کرلی تو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا ابا الحسن! آپ اس ڈھال کے زیادہ مستحق ہیں میں یہ ڈھال آپ ہی کو ہبہ کرتا ہوں، شاہ مرداں چونکہ خود بھی سخی تھے جب انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کو دیکھا، شکریہ ادا کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹے، ڈھال بھی اور درہم بھی دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کے متعلق فرمایا، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ بیان کردیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ ان دراہم میں سے مٹھی بھر درہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ضروریات خانہ داری خریدنے کے لیے دیئے۔ اور سلمان اور بلال رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ کردیا تاکہ اگر زیادہ بوجھ بن جائے تو اٹھا لائیں۔

صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم باہر نکلے، میں نے گنا تو تین سو ساٹھ درہم تھے۔ ان تمام سے میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے سامان خریدا، ایک مصری گدیلا جو پشم سے بھرا ہوا تھا، ایک چمڑے کا گدیلا جس میں کھجور کے پتے تھے، عبا، خیبری، چند مٹی کے برتن اور ریشم کا ایک پردہ تھا، یہ تمام سامان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا آپ کی آنکھیں نم آلود ہوگئیں اور یہ دعا فرمائی اللهم بارك على القوم انا لهم الخزف، اے اللہ اس قوم پر برکت نازل فرما جس کے بہترین برتن مٹی کے ہیں۔

ابن جوزیؒ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی دراہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیے تاکہ بعض دوسری ضروری اشیاء کے خریدنے پر خرچ کرے اور ایک روایت کے مطابق خوشبو کے لیے دیئے۔ حضرت امیرؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ایک مہینہ گزر گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اس کا تذکرہ نہیں ہوا، میں شرم کی وجہ سے ایسی بات نہیں کر سکتا تھا، لیکن اگر تنہائی میں ملاقات کا موقع ملتا تو فرماتے، نعم الزوجة زوجتك ابشر انها سيدة نساء العالمين، تیری بیوی بہترین بیوی ہے تجھے خوشخبری ہو کہ یہ دنیا کی عورتوں کی سردار ہے، جب ایک مہینہ گزر گیا، عقیل جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اس عقد ازدواج کے ذریعہ ہم مرفہ الحال اور خوشحال ہو گئے ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ جلد یہ کوکب اقبال برج وصال میں مقرون ہو تاکہ تمہارے وصال سے ہماری آنکھیں روشن ہوں۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا بھی یہی مقصد ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ عقیل نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر لے گئے۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی ام ایمن سے ملے، اس سے اس سلسلہ میں بات کی۔ اس نے کہا، آپ کی اتنی بات ہی کافی ہے زیادہ تردد کی ضرورت نہیں، اس مہم کو میں ازواج مطہرات کے اتفاق و تعاون سے میں پورا کروں گی۔ اس مہم میں عورتوں کی باتیں مردوں کے دل میں زیادہ وقیع اور وزنی ہوتی ہیں۔ ام ایمن نے یہ باتیں ام سلمہؓ سے کیں اور پھر دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ بات کی۔ وہ تمام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ چاند کے گرد کواکب و سیارہ کی مانند جمع ہو گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسرت آمیز باتیں شروع کر دیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ، ان کی امور خانہ داری میں مہارت اور مہمات مکہ و جزیرہ کو سرانجام دینے کو یاد کیا۔ کہنے لگیں اگر وہ زندہ ہوتیں تو فاطمہؓ کے متعلق ہمیں کوئی پریشانی نہ ہوتی اور ہماری آنکھیں روشن ہوتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا، خدیجہؓ جیسا کوئی بھی نہیں اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب نے تکذیب کی۔ اپنے تمام مال کو مجھ پر خرچ کر دیا، خدا تعالیٰ کے دین کو قبول کیا یہاں تک کہ اس کی زندگی میں ہی میں نے اسے جنت کی بشارت دی جسے چاندی اور زمرد سے تیار کیا گیا ہے۔ پھر ام سلمہؓ نے گفتگو کا آغاز کیا، اور عرض کیا یا رسول اللہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو اوصاف کمال اہل بیت کے ارشاد فرمائے ہیں خدا تعالیٰ انہیں اللہ اسے جنت میں جمع فرمائے۔ اب آپ کا یہ چچیرا بھائی اور آپ کے چچا کا بیٹا، چاہتا ہے کہ اس کی اہلیہ جلیلہ کو اس کے پاس بھیجیں اور گوہر نبوت و ولایت کو رشتہ اتصال میں منسلک فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علیؓ نے خود مجھ سے یہ بات نہیں کی، ام سلمہ نے عرض کیا، علیؓ شرمیلا شخص ہے اس لیے اس نے اظہار نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ام ایمن، جاؤ اور علیؓ کو آواز دو، ام ایمن حضرت علیؓ کی طلب میں باہر آئی، امیر برسر راہ منتظر تھے، پوچھا اے ام ایمن، کیا بات ہے؟ اس نے کہا، آیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلا رہے ہیں۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور شرم سے سر جھکا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ اپنی بیوی کی رخصتی چاہتے ہو، عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش و خرم مجلس سے باہر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فراش و اوانی کی تزئین و تحسین کر دی اور اس کے بعد وہ دس درہم جو ام سلمہؓ کو دیئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے تاکہ ان سے کھجوریں، روغن اور پنیر خرید لیں۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان میں سے پانچ درہم کا روغن خریدا، چار درہم کی کھجوریں اور ایک درہم کا پنیر خرید کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آستین سے دست مبارک نکالا اور چمڑے کا دستر خوان طلب کیا، تمام چیزوں کو ملا کر حیس ترتیب دیا، حیس ایک طعام ہے جو تین چیزوں سے بنتا ہے۔ پھر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علیؓ، باہر جاؤ جو بھی تجھے ملے اسے ساتھ لے آؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے دیکھا کہ بہت سے دوست جمع ہیں تمام کو بلا لائے، پھر اندر داخل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی زیادہ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دس دس آدمی آئیں اور کھانا کھائیں، اسی طرح کیا، جب حساب کیا تو سات سو مردوں اور عورتوں نے اس طعام سے کھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے سب سیر ہو گئے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ ختم ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، اور ان کے گھر لے گئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا

کا سر اپنے سینہ مبارک پر رکھا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور فرمایا یا علیؓ نعم زوجتك، تیری بیوی بہترین بیوی ہے۔ اور حضرت امیرؓ کو بھی فاطمہؓ کے سپرد کیا اور فرمایا تیرا خاوند علیؓ بہترین خاوند ہے۔ پھر ان کو ان کے گھر بھیج دیا، ان کے دروازہ کے دونوں پٹ دست مبارک میں پکڑ کر خیر و برکت کی دعا فرمائی اور انہیں خدا تعالیٰ کے سپرد کیا اور لوٹ آئے، اسماء بنت عمیس کو وہاں دیکھا کہ ملازمت کے لیے ٹھہری ہوئی ہے، پوچھا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑکیوں کو زفاف کی وقت ضرورت ہوتی ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمات پوری کرنے کے لیے میں یہاں ٹھہری ہوئی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسماء خدا تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی ضروریات پوری فرمائے۔

نقل ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مرتبہ ہمارے گھر تشریف لائے اور ایک روایت میں ہے کہ زفاف کا چوتھا دن تھا، میرے اور فاطمہؓ کے پاس تکیہ تھا اور عبا اوڑھے ہوئے تھے، جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی ہم نے چادر پھینک دینا چاہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دلائی کہ اسی طرح اپنی حالت پر رہو، تشریف لا کر ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پائے مبارک ہم دونوں کے درمیان کر دیئے۔ چنانچہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں پاؤں اپنے سینے پر رکھا اور بائیں پاؤں کو فاطمہؓ نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف ہوئے اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

پھر فرمایا اے علیؓ! اٹھو اور کچھ پانی لے آؤ، میں پانی لے آیا۔ آپ نے اس پر چند قرآنی آیات پڑھیں پھر فرمایا اسے پی لو اور تھوڑا سا باقی رہنے دو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب الارشاد عمل کیا، جو پانی میں نے بچایا وہ میرے سر اور چہرے پر چھڑکا اور فرمایا اذهب عنك الرجس یا اباالحسن وطهرك تطهيرا، پھر فرمایا اے علیؓ، فاطمہؓ کے لیے تازہ پانی لاؤ۔ حسب سابق ان کے ساتھ بھی یہ عمل کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باہر بھیج دیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حالات دریافت کیے اور اس کے خاوند کے متعلق پوچھا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفات کمال سے موصوف ہے، لیکن بعض قریشی

عورتیں ملامت کرتی ہیں کہ تیرا خاوند تو فقیر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے میری پیاری بیٹی، تیرا باپ فقیر نہیں ہے اور نہ تیرا خاوند فقیر ہے۔ روئے زمین کے سونے چاندی کے تمام خزانے میرے سامنے پیش کیے گئے لیکن میں نے انہیں قبول نہ کیا اور جو کچھ خدا تعالیٰ کے پاس اجر و ثواب ہے اسے قبول کیا۔ اے میری پیاری بیٹی اگر تو وہ کچھ جانتی جس کا مجھے علم ہے تو تمام دنیا تیری نظر میں ذلیل و خوار ہو جاتی۔ خدا کی قسم، سچ کہتا ہوں کہ تیرا شوہر بلحاظ اسلام تمام صحابیوں میں اول ہے۔ بحیثیت علم ان سب میں اعلیٰ ہے اور بلحاظ حلم ان سب سے ارفع ہے۔ اللہ نے اہلِ بیت میں سے دو شخصوں کو پسند فرمایا، ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے شوہر کو۔ ہرگز تو اس کی نافرمانی نہ کر بلکہ فرمانبرداری بجالا۔ ازاں بعد آپ نے امیر المومنین حضرت علیؓ کو طلب فرمایا، اور انہیں بھی حضرت فاطمہؓ کے پاسِ خاطر کی رعایت ملحوظ رکھنے کی نصیحت فرمائی اور نرمی اور ملاطفت کے سلوک کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ فاطمہؓ میری لختِ جگر ہے، اس کو خوش رکھنا مجھے خوش رکھنے کے مترادف ہے اور پھر ان کو خدا کے سپرد کیا، اس کے بعد حضور صلعم اٹھنے ہی لگے تھے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج میرے ذمے ہیں اور باہر کے کام حضرت علیؓ کے ذمے، کوئی کنیز میری خدمت کے لیے عطا فرمائی جائے (کہ آپ اس پر قدرت رکھتے ہیں) تاکہ گھر کے اہم کاموں میں میری معاون ثابت ہو۔ حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے خادم عطا کروں یا خادم سے بہتر کوئی شے؟ حضرت فاطمہؓ نے دریافت کیا خادم سے بہتر کیا چیز ہو سکتی ہے؟ فرمایا ہر روز ۳۳ دفعہ سبحان اللہ پڑھا کرو، ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر اس کے بعد ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ یہ سب سو کلمات ہو جائیں گے اس کے بدلے میں قیامت کے روز ہزار نیکیاں اپنے نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی پاؤ گی اور اپنے حساب کے پلے کو بھاری محسوس کرو گی۔ اس کے بعد آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے خدائے پاک کی کہ اس کے بعد رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی نے تا دمِ مرگ میرے کسی حکم سے سرتابی کی اور نہ مجھے ناراضگی کا موقع دیا اور میں نے بھی کبھی ان کو آزردہ خاطر نہ کیا۔ یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو واقعہ بیان کیا گیا وہ ابن جوزیؒ کی کتاب صفوۃ الصفا دہ سے ماخوذ ہے۔ اس واقعہ کو دوسری سیرت کی کتابوں

میں مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت نفس الامر کا علم خدا ہی کو ہے۔ کہتے ہیں کہ شب زفاف کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ نے ایک بکری بھیجی اور انصار میں سے کسی نے چند سیر چاول پیش کیے۔ حضرت فاطمہؓ کی شادی کا بس یہ کھانا تھا۔ اس کے اوصاف حمیدہ کا ذکر اس سے کہیں زیادہ ہے جو اس مختصر عبارت میں ذکر ہوا۔ حضرت بتولؓ کے چند بچے حضرت علیؓ سے اللہ نے عطا فرمائے۔ حسنؓ، حسینؓ، زینبؓ، ام کلثومؓ، رقیہؓ اور محسنؓ۔ اس کے بعد یہ بیمار ہو گئیں اور اسی مرض میں دُنیا سے رخصت ہوئیں۔ حضور صلعم کے کم و بیش چھ ماہ بعد آپ نے مدینہ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر مبارک کا صحیح طور پر علم نہیں کہ کہاں واقع ہے۔ البتہ تذکیر کی کتابوں میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جب فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کی زرہ کی قیمت کا پتہ چلا کہ چار سو درہم کی ہے تو حضور صلعم نے فرمایا کہ تمام لوگوں کی لڑکیوں کے مہر درہم و دینار میں ہوا کرتے ہیں اور آپ کی لڑکی کا مہر بھی درہم و دینار میں ہو تو ان میں اور مجھ میں کیا فرق ہوا۔ آپ خدا تعالیٰ سے درخواست فرمایئے کہ میرا مہر آپؐ کی امت کی شفاعت قرار پائے۔ روایت ہے کہ حضور صلعم نے اسی طرح حضورِ رب میں درخواست کی اور وہ درخواست فوراً قبول ہوئی۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا لائے جس پر یہ مضمون لکھا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے تیرے والد بزرگوار کی امت کی شفاعت کو تیرا مہر مقرر فرمایا۔ کہتے ہیں کہ فاطمہؓ نے اس رقعہ کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھا۔ آخر عمر میں جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ یہ رقعہ مجھ سے جدا نہ کیا جائے اور میرے ساتھ ہی قبر میں دفن کیا جائے کہ جب قیامت کے روز مجھے اٹھایا جائے تو میں اس رقعہ کو حجت بنا کر اپنے باپ کی گنہگار امت کی شفاعت کروں گی

چوتھا واقعہ ـــــــــ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم جہاد آیا

جب اصحاب باوفا کی سعادت اور مہاجرین اور انصار کی بھائی چارگی متحقق ہو گئی اور حضرت سید ابرار صلعم کی بنا۔ اہل محبت کے اتفاق سے مستحکم ہو گئی اور کافروں کے ظلم کی تیرگی حد سے بڑھ گئی تو جہاد کا حکم دیا گیا اور لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ، کا حکم منسوخ ہوا اور اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر کا حکم اور

قاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنہ کا فرمان واجب العمل نافذ ہوا ہے

واللہ یعصمک من الناس کے زرہ پوش نے "انا النبی السیف" کی بنیاد رکھی اور اسی سال سے وفود اور عساکر بھیجنے شروع کیے گئے۔

ارباب سیرت کی اصطلاح میں جس جنگ میں حضور صلعم خود بنفس نفیس تشریف فرما ہوئے اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس میں آپ شامل نہیں ہوئے اس کو بعثت اور سریہ کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزووں کی تعداد بعض کے نزدیک انیس[1] اور بعض کے قول کے مطابق چوبیس[2] اور بعض روایتوں کے مطابق ستائیس[3] ہے۔ روایتوں کی گہرائی میں نہ جائیے اور بعض دو تین غزوات کو ایک غزوہ شمار کرنے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا مثلاً طائف، حنین، احزاب اور بنو قریظہ کے نو غزوات ہوئے اور اس پر اہل سیر کا اتفاق ہے اور کفار بدر و احد، احزاب، بنی قریظہ، بنی مصطلق، خیبر و فتح مکہ، حنین اور طائف کی جنگ کے لیے کم و بیش چھپن سریے بھیجے گئے۔ غزوات کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں اختلاف ہے۔ لیکن ہم نے اس کتاب میں درج سرایا کا رد کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلا سریہ امیر حمزہؓ کی سرکردگی میں روانہ ہوا، جو تیس مہاجروں پر مشتمل تھا۔ یہ قریش کے اس قافلہ کے لیے بھیجا گیا جو شام سے لوٹتے ہوئے مکہ کا رخ کر رہے تھے۔ ان کے لیے ایک سفید جھنڈا مقرر کیا گیا اور ابو مرثد غنوی اس لشکر کا جھنڈا اٹھانے ہوئے تھے اور ارباب سیرت کی روایت کے مطابق سب سے پہلا جو جھنڈا بنا حضرت حمزہؓ کا جھنڈا تھا اور مسلمان سیف البحر کی جانب جو سرزمین جہینہ میں واقع ہے ساحل دریا کے قریب کفار کے سر پر جا پہنچے۔ وہ تین سو آدمی تھے۔ ابوجہل اپنے اہل ہمیت اسمیں موجود تھا جب دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی فریقین نے جنگ کا ارادہ کیا لیکن مجدی بن عمرو جہنی نے جو دونوں گروہوں میں ذہین اور فہمیدہ شخص تھا درمیان میں پڑ گیا۔ اس نے آتش جنگ کو بھڑکنے نہ دیا اور مصالحت کی راہ نکالی۔ ابوجہل اپنی جماعت کے ساتھ مکہ چلا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے گروہ کے ساتھ مدینہ واپس آگئے اور حضور صلعم کو مجدی بن عمرو جہنی کی صلح آفرینی کی کوششوں کی خبر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار پسندیدگی فرمایا اور مجدی کے پاس ہدیہ بھیجا۔

چھٹا واقعہ آنحضرت صلعم کے چچا زاد بھائی عبیدہ بن الحارث کے زیر اثر لشکر بھیجنے کا تھا کہ جسے شیخ المہاجرین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ساٹھ مہاجروں کے ساتھ اور ایک روایت کے مطابق اسی آدمیوں پر مشتمل تھا قریش کی ایک جماعت کا راستہ روکنے کے لیے بھیجا جو مکہ سے ایک مہم کی خاطر نکلے تھے۔ ان کے لیے سفید جھنڈا ترتیب دیا گیا اور مسطح بن اثاثہ علمبردار مقرر ہوئے تھے اور بعض دوسرے اہل سیرت کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جو جھنڈا اہل اسلام میں مرتب ہوا وہ یہی جھنڈا تھا۔ مسلمان کئی منزلیں مار کر اور کافی مرحلوں کے طے کر لینے کے بعد مشرکوں تک پہنچے تھے۔ یہ دو سو آدمی تھے۔ ایک روایت کے مطابق مخالفین اور دشمنوں کی قیادت ابوسفیان اور ایک روایت کے مطابق عکرمہ بن ابوجہل اور ایک روایت کے مطابق مکرز بن حفص بن الاحنف کے سپرد تھی۔ جب دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے کی جانب تیر پھینکے۔ لشکر اسلام میں سب سے پہلے جس شخص نے کافروں پر تیر چلایا وہ سعد بن ابی وقاص تھے۔ بتوں کے پرستار غلط فہمی کی بنا پر مسلمانوں کی ایک دوسری جماعت سے اپنے یار دوستوں کی اعانت کے امیدوار تھے اور کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کے پاس اس روز بیس تیر تھے۔ اس نے اپنے تمام تیر چلائے ان میں سے ایک بھی خطا نہیں ہوا وہ یقیناً یا تو کسی شخص کے لگا یا گھوڑے خچر کو اس نے نشانہ بنایا۔ سعد کہتے ہیں کہ جب مشرکوں نے راہ فرار اختیار کی تو عبیدہؓ بن الحارث سے میں نے کہا کہ مشرکوں کا تعاقب کرنا چاہیئے کیونکہ وہ ڈر گئے ہیں۔ عبیدہؓ نے واپس ہونا مناسب سمجھا چنانچہ مدینہ لوٹ گئے۔ مسلمانوں میں سے مقداد بن الاسود اور عتبہ بن غزوان تجارت کے بہانہ سے مشرکوں کی معیت میں مکہ سے چلے۔ جب دونوں فریق باہم صف آرا ہوئے تو وہ مسلمانوں سے جا ملے۔

ساتواں واقعہ:۔ ہجرت کے اسی دوسرے سال حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے زاہدوں کے سرتاج سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا اور اہل مکہ اور بنی ضمیر کے قبیلے سے مقابلہ کے لیے مہاجروں کی ایک جماعت کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے اور مقام ودان تک آئے لیکن وہاں اہل مکہ میں سے کسی کو نہ پایا اور قبیلہ کے پیشوا ضمیر مخشی بن عمرو الضمیری کے ساتھ انہوں نے مصالحت کر لی اور پندرہ روز کے بعد اپنے وطن مالوف کو لوٹے۔ یہ پہلا غزوہ تھا جو اسلام میں واقع ہوا اور بعض روایات کے تحت غزوۂ ابواء کو ان دوسروں سے مقدم

گردانا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ہجرت کے سال دوم کے شروع یا سال اول کے آخر میں واقع ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

آٹھواں واقعہ:۔ اسی ہجرت کے دوسرے سال سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مدینہ میں خلیفہ مقرر ہوئے اور ایک سفید جھنڈا تیار کر کے سعد بن ابی وقاص کو دیا اور دو سو مہاجرین کے ساتھ ایک دوسرے قافلے کے قصد سے چل کھڑے ہوئے جس میں امیہ بن خلف جمحی بھی تھا۔ تقریباً ایک سو قریش کے سوا اس کے ساتھ تھے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ ان کے ہمراہ تھے۔ بواط تک گئے مگر دشمنوں تک پہنچے بغیر واپس آگئے۔

نواں واقعہ:۔ اسی سال غزوہ ذوالعشیرہ واقع ہوا، اور اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ حضورؐ کی سمع مبارک تک یہ بات پہنچی کہ ابوسفیان قریش کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ تجارت کی غرض سے شام جا رہا ہے۔ اس وقت حضرت حمزہؓ کو آپ نے ایک جھنڈا دیا اور سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو مدینہ میں خلیفہ بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ سو آدمیوں کے ہمراہ اور بقول بعض دو سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے چلے اور اس قافلے کے قصد سے ذوالعشیرہ پہنچے اور چند روز وہاں توقف فرمایا اور جب اس بات کی تحقیق ہوگئی کہ قافلہ گزر چکا ہے تو بنی مدلج اور ان کے حلفاء کے ساتھ کہ جو عشیرہ کی نواح پر پڑاؤ ڈالے پڑے تھے صلح اور معاہدے کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔

کنیت امیرالمومنین علیؓ

روایت ہے کہ اسی سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ابوتراب کی کنیت عطا فرمائی۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں غزوہ عشیرہ میں ایک کھجور کے پاس محو خواب تھا، اس ریگستانی سرزمین میں میرا جسم گرد آلود ہو گیا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے سرہانے تشریف لائے اور مجھے جگایا اور مجھ سے فرمایا کہ اے ابوتراب اٹھ کھڑا ہو اور اس کے بعد کہا کہ اے علی میں تجھے بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون ہے۔ فرمایا دو شخص، ایک وہ شخص جس نے صالح پیغمبر کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں، دوسرے وہ جو تیرے چہرہ اور داڑھی کے بالوں کو تیرے خون میں ڈبو دے۔ آپ یہ کہتے جاتے تھے اور اپنا دست مبارک ان کے سر اور چہرہ پر پھیرتے جاتے تھے۔

دسواں واقعہ:۔ اسی سال کرز بن جابر فہری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ ہنکا لے گیا

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو ایک جھنڈا بنا کر علیؓ کو مرحمت فرمایا اور مدینہ میں زید بن حارث کو بطور خلیفہ متعین فرمایا اور خود اپنے اصحاب کے ساتھ نکل پڑے۔ حتیٰ کہ بدر کے نواح میں وادی صفوران تک جا پہنچے۔ اس وجہ سے اسے غزوہ بدر اولیٰ کہتے ہیں۔ جب اس موضع میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کرز وہاں سے گزر چکا ہے لہٰذا وہاں سے مراجعت فرمائے مدینہ روانہ ہوئے۔

گیارہواں واقعہ:۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی عبداللہ جحش اسدی (۸۰) آدمیوں اور ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مثل سعد بن ابی وقاص، عکاشہ بن حصین اسدی، عتبہ بن غزوان، ابو حذیفہ عتبہ بن ربیعہ، سہیل بن بیضا، عامر بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ اور خالد بن بکر کی ہمراہی میں چل پڑے۔ ان کے پاس ہر دو آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا اور اسی سریہ میں عبداللہ جحش امیر المومنین کے لقب سے موسوم ہوا۔ حضور نے ان کو ایک کاغذ لکھ کر دیا اور ایک جھنڈا عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اس مکتوب کو نہ پڑھا جائے اور نہ اسے دیکھا جائے جب تک کہ دو روز نہ گزر جائیں۔ جب دو روز گزر جائیں تو رقعہ کو کھول اور اپنے دوستوں کو پڑھا اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اس پر عمل کر۔ عبداللہ نے دو روز کے بعد کھولا تو دیکھا کہ اس میں یہ عبارت درج تھی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امابعد! تو چلتا جا خدائے تعالیٰ کے نام اور برکت سے اور جب تو اپنے دوستوں کے ساتھ نخلہ کے وسط میں اُتر پڑے تو اس جگہ تو قریش کے قافلہ کا منتظر رہ۔ شاید کہ اس قافلہ سے تجھے کچھ حاصل ہو جائے۔ تجھے چاہیے کہ کسی شخص کو زبردستی اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ جو جانا چاہے جائے اور جو نہ جانا چاہے لوٹ جائے"۔ جب عبداللہ اس رقعہ کے مضمون سے آگاہ ہوا تو اس نے اس رقعہ کا مضمون اپنے ساتھیوں کو سنایا کہ میں بطن نخلہ جا رہا ہوں اور تم میں سے میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ جو شہادت کا خواستگار ہو وہ آئے اور جو لوٹ جانا چاہے وہ لوٹ جائے۔ سب نے کہا کہ ہم خدا اور رسول کے مطیع فرمان ہیں تو ہمیں جہاں لے جانا چاہے لے جا۔ ہم تیری مخالفت نہیں کرتے۔ اس راستہ میں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان نے اس اونٹ کو (جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے) گم کر دیا اور عبداللہ بن جحش کی اجازت

سے اونٹ کو تلاش کرنے کے لیے نکلے اور باقی اصحاب طے مسافت کر کے بطن نخلہ میں جا پہنچے۔ اس اثنا میں قریش کا قافلہ جس میں عمرو بن الحضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ مخزومی اور اسکا بھائی نوفل بن عبداللہ تھے، طائف کی سواریوں پر بطن نخلہ پہنچے اور اہل اسلام سے ملاقی ہوئے مشرک وہم میں پڑا چاہتے تھے کہ وہاں سے بسرعت کوچ کر جائیں۔ ادھر عبداللہ نے کہہ رکھا تھا کہ جب قافلہ تم تک پہنچے تو تم میں سے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنا سر منڈوا لے تاکہ یہ لوگ خیال کریں ہم عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے ہیں اور یہ جان کر بے فکر ہو جائیں۔ عامر بن ربیعہ نے عکاشہ کا سر مونڈھ دیا۔ عکاشہ نے اپنا مونڈھا ہوا سر مشرکوں کو دکھایا۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ عمرہ کرنے والے ہیں لہٰذا اس طرف سے مطمئن ہو کر اپنے اونٹوں کو جنگل میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور اطمینان سے کھانے پکانے میں مشغول ہو گئے تھے اور اس دن اگرچہ رجب کی پہلی تھی مسلمانوں کو شک ہو گیا کہ جمادی الآخر کے مہینہ کی آخری تاریخ ہے یا رجب کی پہلی تاریخ، اور اس قافلہ سے تعرض کرنے میں بھی متردد ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ آخر کار اس گمراہ قافلہ کے تہ تیغ کرنے سے اتفاق کر کے اچانک کافروں پر حملہ کر دیا اور اہل اسلام میں سے واقد بن عبداللہ کا ایک تیر عمرو بن الحضرمی کو لگا اور اس نے اسے جہنم رسید کر دیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان قید ہوئے اور نوفل بھاگ گیا اور کافروں کا تمام مال و متاع مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا کافر جو مجاہدوں کے ہاتھوں مارا گیا وہ عمرو تھا اور سب سے پہلے قیدی حکم بن کیسان اور عثمان تھے۔ جب عبداللہ جحش بطن نخلہ سے مظفر و منصور لوٹا اور مدینہ کے قریب پہنچا تو اپنے اموال کا پانچواں حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الگ کر دیا اور باقی دوستوں میں تقسیم کر دیا۔ باوجود اس کے کہ اس وقت تک خمس کے فرض ہونے کے سلسلے میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق مال اور اسیروں کو بحفاظت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لے آیا۔ جب قریش مشرک صورت حال سے آگاہ ہوئے تو کہنے لگے محمدؐ کا کام بمشکل ہی چل سکے گا کیونکہ انہوں نے ماہ حرام کو حلال بنا لیا اور خونریزی اور جنگ کا حکم فرمایا۔ یوں کافروں نے مکہ کے مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لیے طعنہ زنی شروع کر دی اور یہودیوں نے اس واقعہ سے اسلام کے لیے فال بد لیا کہا گیا کہ واقد نے عمرو کو قتل کیا تو حقیقتاً یہ آگ جلانا ہے پس قریش اور محمدؐ کے درمیان آتش جنگ

بھڑک اُٹھے گی۔

جب حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ تم سے میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ماہِ حرام میں لڑائی کرو۔ چنانچہ آپؐ نے مالِ غنیمت اور اسیروں کی تقسیم کو موقوف کر دیا اور مسلمانوں کو سرزنش کی اور اس جماعت کو نہایت پشیمانی اور سخت پریشانی کا سامنا ہوا۔ ان کا خیال ہوا کہ عیاذ باللہ اللہ کی پکڑ اور عذاب میں نہ مبتلا ہو جائیں، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ یعنی مشرکین مکہ کا فتنہ اور ان کا اہلِ ایمان کو عذاب دینا تاکہ وہ ایمان چھوڑ دیں، ابن الحضرمی کے قتل سے بہت بڑھ کر ہے۔ پس اس آیت کے نزول سے عبداللہ بن جحش اور اس کے دوستوں نے غم سے نجات پائی اور خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس قبول فرمایا۔ بقیہ کی تقسیم جو عبداللہ نے کی تھی اسی طرح برقرار رکھی گئی اور ایک روایت یہ ہے کہ کہتے ہیں وہ مال اسی طرح موقوف رہا یہاں تک کہ بدر کے غنائم تقسیم ہوئے۔ اہل مکہ نے ان دو قیدیوں حکم اور عثمان بن عبداللہ کے لیے فدیہ کو مدینہ بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے دو صحابی سعد بن وقاص اور عتبہ بن غزوان اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں نکلے ہیں اگر وہ سلامتی کے ساتھ مدینہ لوٹ آئیں تو ہم تمہارے قیدیوں کو واپس کر دیں گے ورنہ ہم ان کے معاوضہ میں ان کو قتل کر دیں گے۔ اس کے بعد جب یہ دونوں صحیح سالم مدینہ آ پہنچے تو رسول صلعم نے حکم بن کیسان کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ مسلمان ہو گیا اور بیر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوا لیکن عثمان بن عبداللہ اسی طرح کفر کی حالت میں مکہ لوٹ گیا اور وہاں حالتِ کفر میں اس کی موت واقع ہوئی۔

بارہواں واقعہ:۔ یہ واقعہ بدرِ کبریٰ کے غزوے سے تعلق رکھتا ہے کہ جو ہجرت کے دوسرے سال واقع ہوا۔ چونکہ یہ واقعہ واقعاتِ کلیہ سے متعلق ہے لہٰذا اربابِ سیر نے اس واقعہ پر تفصیل سے بات چیت کی ہے پس لامحالہ ایک باب غزوۂ بدرِ کبریٰ پر ترتیب دیا گیا جو کئی فصلوں اور واقعات پر مشتمل ہے۔

☆ ☆ ☆

باب چہارم

واقعاتِ بدر

جنگِ بدر کے ابتدائی حالات

فصل اوّل

بدر ایک ایسی جگہ کا نام ہے کہ جہاں ایک شخص بدر نامی نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گڑھا کھود کر اپنی رہائش اختیار کر لی تھی۔ اس غزوہ کا حال یوں ہے کہ جب حق سبحانہٗ تعالیٰ نے چاہا کہ اعلائے کلمۃ الحق ہو اور کفر و ظلمت کا خاتمہ فرمائے تو اس وقت مشرکین مکہ کی ایک جماعت کافی مال و متاع کے ساتھ ملک شام کو روانہ ہوئی۔ مشرکین اور گمراہوں کا امیرِ کاروان ابوسفیان تھا اور عمرو بن العاص بھی ان کے ہمراہ تھا۔ کاروان کے شام کی طرف روانہ ہونے کی خبر حضرت رسالت پناہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ ذوالعشیرہ کے قافلہ کے قصد فرما ہوئے تھے اتفاق سے وہ قافلہ وہاں سے گزر چکا تھا اور آپ لوٹ آئے جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا۔ اس اثنا میں حضور کے خاطر مبارک میں یہ خیال آیا کہ ان ذلیل کافروں کی آتش جرأت کا فرو کرنا شمشیر براں کو جنبش میں لائے بغیر ممکن نہیں اور اس مقصد کا حصول لشکر و حشم کے بغیر صورت پذیر نہیں ہو سکتا۔ بس ضرورتاً ظالموں کے مال سے تعرض کیا جا سکتا ہے جو مجاہدوں کے لیے حلال اور جائز ہے۔ لہذا فتح و نصرت کا دروازہ ان کی فتوحات کی چابیوں سے کھولا جانا چاہیے۔ بنا بریں طلحہ بن عبداللہؓ اور سعد بن زیدؓ کو اس تیرہ باطن قافلہ کی ملک شام میں مصروفیات کی تحقیق و تفحص کے لیے مقرر فرمایا تاکہ وہ دوبارہ اس گروہ کی طرف توجہ کی جائے اور فتح حاصل ہو۔ حضرات طلحہ و سعید نے اس جماعت کا تعاقب کیا اور منزلیں طے کرتے ہوئے ورکشد جہینی نامی شخص کی اراضی کے پڑوس میں اتر پڑے۔ کشد شرائط ضیافت بجا لایا اور مہمانوں کو چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ وہ قافلہ آ پہنچا اور کشد سے ملاقات کی اور اس کا حال احوال دریافت کیا اور اس سے پوچھنے لگے کہ اس مرتبہ پر تم نے کسی جاسوس کو نہیں دیکھا کشد نے ان دو دوستوں کا حال ان سے چھپائے اور ان کو ان کی نظروں سے بہت اوجھل کر دیا چونکہ یہ قافلہ اہل اسلام کی طرف سے بہت خوفزدہ تھا۔ لہذا جلدی سے اس مرحلہ

سے کوچ کر گیا اور ان کے کوچ کرنے کے موقع پر طلحہ و سعید نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر قافلہ کے مال و منال اور سامان و اسباب کا مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد کشد ان کے ہمراہ ذوالمروہ تک آیا اور انہیں ایک خطرناک مقام سے گزار دیا۔ پس طلحہ و سعید دن رات جاگم بھاگ اٹھے چلے جا رہے تھے تاکہ ان کی خبر رسول حضرت ذوالجلال کو پہنچائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو آنسرورِ صلعم بدر کو تشریف لے جا چکے تھے جب دونوں دوستوں نے مرکز نبوت کو وجود حضرت رسالت صلعم سے خالی پایا تو فوراً نورِ یقین کا مشاہدہ کرنے والے مجاہدین کے تعاقب میں چل پڑے۔ لیکن اہل کفر و ضلالت کو ملیامیٹ کرنے کے بعد رسول صلعم غزوۂ بدر سے لوٹتے ہوئے منزل روحائی میں آ پہنچے تھے کہ یہ لوگ لشکر اسلام سے آ ملے اور اس اختصار کی تفصیل یہ ہے کہ طلحہ و سعیدؓ کے آنے سے پہلے آفتاب آسمان رسالت کے روشن ضمیر میں یہ بات گزری کہ قضیہ اغتنم الغرض فان فی فوتھا الغصص کے مطابق تمام معاملہ کی ماہیت ادنیٰ تامل سے سمجھ میں آسکتی ہے تو اس کے لیے توقف کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ یہ سوچ کر آپ بہت تیزی سے مہاجر خرفا اور انصار کی جماعت کے ساتھ ابوسفیان کی گوشمالی اور ان کے قافلہ کی سرکوبی کے لیے رمضان شریف کی چھٹی، بارہویں یا تیسری تاریخ کو مدینہ سے چل پڑے۔ عمر بن مکتوم کو مدینہ میں خلیفہ مقرر فرمایا اور طلحہ و سعیدؓ کی روانگی کے دس شبانہ روز بعد تین سو پانچ آدمیوں کے ساتھ کہ جن میں ۸۰ مہاجر اور باقی انصار تھے آپ نے کوچ فرمایا تھا اور آٹھ وہ آدمی کہ جو کسی عذر کی بنا پر پیچھے رہ گئے اور آنحضرت نے بدر و احد کی غنیمت میں سے ان کا حصہ نکالا اور اہل سیر نے ان آٹھ آدمیوں کو اہل بدر میں داخل کیا ہے تین آدمی مہاجرین میں سے تھے اور انصار میں سے پانچ، اس طرح ان کی مجموعی تعداد ۳۱۳ تھی۔ یہ تعداد لشکر طالوت کی طرح جو جالوت سے جنگ کے لیے نکلا تھا جنگ بدر میں کسی عذر کی وجہ سے شامل نہ ہونے والوں میں حضرت عثمان بن عفان اپنی بیوی کی علالت کی وجہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھی آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق اور طلحہ و سعید مخبری کے لیے شام گئے ہوئے تھے۔ انصار میں ایک شخص ابوالبابہ غلام تھا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرمایا تھا اور جسے بجائے ام مکتوم مسند خلافت پر بٹھایا گیا۔ دوسرے عاصم بن عدی العجلان جسے اہل و عیال کی خدمت کے لیے مقرر فرمایا گیا تھا۔ تیسرے حاطب بن حاطب کہ انہیں روحا کی منزل سے ایک اہم کام کے سلسلہ میں بنی عمرو عوف کے پاس بھیجا گیا۔

چوتھے اور پانچویں حارث بن الصمہ و خوات بن جبیر کہ دونوں اونٹ سے گر پڑے تھے اور انکی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں، راستہ سے انہیں لوٹا دیا گیا۔ چھٹے، ساتویں، آٹھویں جیسا کہ بیان کیا گیا عثمانؓ، طلحہ و سعید ہیں۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں انصار نے آنحضرت صلعم کی معیت کا شرف پہلی بار حاصل کیا تھا اور پہلے غزوات اور سرایا میں ان کی عدم شمولیت یوں ہوئی کہ حضور ان کو جہاد کا حکم فرماتے تھے، اس لیے آپ کا خیال ہوا کہ یہ اس معاملے میں ہماری مدد نہیں کریں گے مگر جب دشمن دین مدینہ کی طرف رخ کرنے لگے اور صاحبان قدر و منزلت کی یک جہتی و یگانگت متحقق ہو گئی تو اس وقت آپ نے ان کو بھی حکم شمولیت دیا۔ لشکر اسلام میں ۱۸۰ اونٹ اور صرف دو گھوڑے تھے ان میں سے اونٹ مقداد کے اور گھوڑے مرثد بن مرثد کے تھے۔ مزید براں چھ زرہیں، سات تلواریں اور دو یا تین آدمیوں کے حصہ میں ایک اونٹ آتا تھا جس پر یکے بعد دیگرے منزل بمنزل سوار ہوتے پھر دوسرے پیادہ چلتے جب پیادوں کی باری آتی تو سوار پیدل چلتے۔ حضرت رسالت صلعم کے ساتھ امیر المومنین علیؓ ہوتے اور ابتدا میں ہمیشہ ابو لبابہ امیر المومنین علیؓ کے شریک ہوا کرتے تھے اور آخر میں زید بن حارثہ اور یوں ہوا کہ جب ابو لبابہ کو حضرت رسالت پناہؐ نے بغرض خلافت مدینہ منورہ بھیج دیا تو زید بن حارثہ ان کی بجائے شریک مقرر ہوئے اور ایسے ہمیشہ آنحضرت کے ساتھ تین آدمی شریک ہوا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلعم کو پیدل چلنے کی باری ہوتی تو امیر المومنین علیؓ اور ابو لبابہ کہا کرتے۔ کہ یا رسول اللہ صلعم ہم آپ کی طرف سے پیدل چلتے ہیں آپ سواری سے نہ اتریں۔ آنحضرت صلعم ان کے جواب میں فرماتے ما انتما اقوی منی وما انا باغنی من الاجر منکما اور کہا جاتا کہ اس خیال سے کہ اس عزیمت سے محض مال غنیمت مقصود ہے نہ کہ جہاد و قتال۔ اکثر صحابہ کرام اس سفر سے پیچھے رہ گئے اور مدینہ میں ٹھہرے رہے۔ اس بنا پر بدر کی جنگ میں کسی پیچھے رہ جانے والے کو کسی پر تبر یا لاکت نہیں پڑی۔ جب ابو عتبہ کے کنوئیں سے جو مدینہ سے ایک میل کی راہ پر واقع ہے داخل شہر ہوئے اور الفریکر خیمے گاڑے گئے تو غرض اس سے یہ تھی کہ اس گروہ کو جو جنگ کی صلاحیت نہیں رکھتا لوٹ جانے کی اجازت دی جائے اور اس کے بعد اس جماعت کو جس میں مثل عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت و بشر بن عازب تھے جن کی نشو و نما کی ابھی ابتدا ہو رہی تھی۔ ان کی صغر سنی کے باعث واپس کر دیا گیا اور دو جو جناب کی رکاب ہمایوں کے ہمراہ تھے صحیح روایت کے مطابق تین سو پانچ

آدمی تھے اور وہ ۲ آٹھ آدمی ملا کر جن کا پہلے ذکر کیا گیا کل ۳۱۳ نفر کار بدر تھے اور ایک دوسری روایت میں تین سو پندرہ اور تین سو سترہ کا بھی ذکر ہے واللہ اعلم۔ اس کے بعد عمر بن حرام انصاری نے کہا، یارسول اللہ صلعم جب آپ کا نزول اجلال اس منزل میں ہوا ہم بے انتہا خوش ہوئے اور ہمیں فتح و نصرت کا یقین ہو گیا کہ یہ ضرور ہمارے قدم چومے گی، کیونکہ جب ہم جاہلیت کے زمانہ میں یہودیوں سے جنگ کرنے کے لیے جا رہے تھے تو اسی منزل میں ہمارا قیام ہوا تھا جب سپاہ کو ہمارے سامنے پیش کیا گیا تو اس جماعت کو جو ابھی گہوارہ طفلی سے میدان شباب میں نہ پہنچی تھی اسے بیرون لوٹ جانے کی ہدایت کی گئی۔ اس کے بعد بہادری کی تلوار کھینچ کر علم جنگی بلند کئے ہم دشمن پر حملہ آور ہوئے اور اس قوم کو ہم نے اپنے حسب دلخواہ مکمل طور پر لپسپا کر دیا اور ان کا سارا مال منال غنیمت کے طور پر ہمیں ملا اور ہم مظفر و منصور ہوئے، اب بھی ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی جیسے ہی قریش سے مڈ بھیڑ ہوئی، ان کے پاؤں اللہ کی تائید سے اکھڑ جائیں گے اور مسرور و کامران مدینہ کو آپ معاودت فرمائیں گے۔ جب حضرت رسالت پناہ نے اس مقام سے اپنی فوج پر نگاہ ڈالی اور اپنے لشکر کی قلت اور ان کے تشکوہ اور کثرت تعداد کو ملاحظہ فرمایا تو دعا کی یارب انھم حفاۃ حملھم رجیاغ فاستبعھم وعراۃ فاکبھم وعالت فاعینھم من فضلک۔ پس آنحضرت صلعم کی دعا کی برکت سے کوئی شخص پیچھے نہ ہٹا خواہ اس کے پاس ایک اونٹ یا دو اونٹ ہی کیوں نہ ہو اور بہت سارے مال غنیمت مثل کپڑے کھانا وغیرہ پر قبضہ کر لیا جیسا کہ آگے بیان ہوگا انشاء اللہ۔

دوسری فصل

میدان بدر کے راستہ کے واقعات

اصحاب سیر اور ارباب خبر نے یوں بیان کیا ہے کہ لشکر ظفر پیکر نے جب اپنے مقام سے کوچ کیا تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو جس میں ایک عدی ابی الرضا جہنی اور دوسرے بسیس بن عمرو جہنی کو قافلے کے حالات معلوم کرنے کے لیے پہلے ہی روانہ کر دیا۔ ان لوگوں نے بدر کی

جانب رخ کیا جب موضع بدر پہنچے تو ایک کنیز سے سنا کر سید البشر کی آمد کی خبر ایک دوسری کنیز نے پہنچائی ہے۔ ان کے لوٹنے کے بعد ابو سفیان اس موضع میں پہنچا اور اس جگہ کے ایک فرد مجدی بن عمرو سے پوچھا کہ جاسوسوں کے بارے میں تجھے کوئی خبر ہے اس نے کہا کہ مجھے کچھ علم نہیں۔ پھر اس لونڈی سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے دو شتر سوار دیکھے ہیں جو فلاں موضع میں پہنچے اور دو لحظہ توقف کر کے واپس ہو گئے۔ ابو سفیان وہاں گیا اور بسبس اور عدی کی اونٹنیوں کی مینگنیاں توڑ کر دیکھیں تو کھجور کے ریزے نکلے تو کہا کہ واللہ انہوں نے مدینہ کا چارہ کھایا ہے اور گمان غالب ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس ہوں گے۔ ابو سفیان کے دل میں بڑے خدشات نے غلبہ پایا اور سیدھے راستے سے ہٹ کر بدر کو اپنے بائیں طرف چھوڑ کر دریا کے کنارے کنارے مکہ کو روانہ ہوا۔

عاتکہ کا خواب

ایک رات عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ایک ہولناک خواب دیکھا جب دن چڑھا تو اپنے بھائی عباس کو بتایا کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قریش ایک بھاری مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ وہ خواب میں تجھ سے بیان کروں گی بشرطیکہ تو اس کو کسی سے ظاہر نہ کرے۔ جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو عاتکہ نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار آیا اور ایک پتھریلی زمین کی بلندی میں کھڑا ہو گیا اور تین مرتبہ باآواز بلند کہا کہ اے قریش تم اپنے قتل گاہ میں پہنچ جاؤ۔ دوڑو جلدی کرو اس کے بعد وہ مسجد حرام میں آیا لوگ اس کے پیچھے چلے آرہے تھے۔ اس کے بعد وہ ابو قبیس کے پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور پہلے کی طرح سب کو عجلت سے جمع ہونے کے لیے کہا۔ اس کے بعد ایک پہاڑ سے ایک بھاری پتھر کی سل نیچے لڑھکا دی۔ جب وہ سل نیچے گری تو مکہ میں کوئی گھر باقی نہ رہا جو بچ گیا ہو، سوائے بنی ہاشم کے صرف وہ پتھر کی سل وہاں پڑی رہی۔ عباس نے عاتکہ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور صورت واقعہ کا ذکر اپنے دوست ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے کر دیا اور اس خواب کے چھپانے کے بارے میں بڑا اصرار کیا۔ ولید نے اس راز کے افشا میں قطعاً تامل نہ کیا اور بے کم و کاست اپنے باپ کو جا سنا۔

پدر کہ جان عزیزش بلب رسیدہ چہ گفت | یکے نصیحت من گوش کن تو جان پدر
بدوست گرچہ عزیز است راز دل مکشائے | کہ دوست نیز بگوید بدوستان دگر

یہ بات اسی روز ابوجہل کی سماعت سے آشنا ہوئی دوسرے دن جب عباس خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا۔ ابوجہل نے محفل قریش میں جہاں عاتکہ کا خواب موضوع بحث بنا ہوا تھا عباس سے کہا کہ یا ابا الفضل یہ خاتون کب سے مرتبہ نبوت پر فائز ہوئی ہے؟ عباس نے کہا مجھے اس واقعہ کا علم نہیں۔ ابوجہل نے پھر کینہ پن شروع کر دیا کہ تم اپنے مردوں کی نبوت پر قانع نہیں ہو کہ تمہاری عورتیں بھی دعوئ پیغمبری کرنے لگیں۔ میں تین روز تک توقف کروں گا۔ اگر عاتکہ کے خواب کا کوئی اثر ظاہر ہوا تو فبہا ورنہ قبائل عرب کے درمیان قبیلہ بنی ہاشم ہے لہذا اس کے اطراف و اکناف کے علاقہ میں پرچے لکھ بھیجوں گا تاکہ ہر ایک تمہارے جھوٹ سے واقف ہو جائے۔ عباس نے کہا تو ہم سے زیادہ جھوٹ اور ملامت کا سزاوار ہے۔ عباس نے کہا کہ جب میں گھر پہنچا تو عبدالمطلب کے گھر کی تمام عورتیں موجود تھیں۔ انہوں نے مجھ پر زبان ملامت کھولی کہ اس خبیث اور فاسق ابوجہل نے تمہارے مردوں پر زبان طعن کھولی اب خواتین پر طنز کرنے لگا ہے اور کوئی بھی شخص اس کی مدافعت کرنے کے لیے میدان میں نہیں آتا۔ سب نے مل کر کہا اے عباس تیری غیرت کہاں گئی جب تو نے اس لعین سے یہ بات سنی تو اس کی سرزنش کے لیے تیرا دست غیرت آستین انتقام سے کبھی باہر نہ آیا۔ عباس نے کہا اگر اس کے بعد کوئی بات میں اس سے سنوں تو اس کے درپے ہو جاؤں گا۔ حاصل کلام یہ کہ میں رات بھر اس لعین کی خباثت سے مکدر رہا اور علی الصبح غصہ میں گھر سے باہر نکلا اور مسجد حرام جانے کا ارادہ کیا۔ جب میں نے ابوجہل کو دیکھا تو اسکی طرف چل پڑا وہ مجھے دیکھتے ہی مسجد سے دوڑ پڑا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا غالباً اس نے میرے اندر غصہ مشاہدہ کر لیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

ابوسفیان کا مخبر

ابھی ابوسفیان کا قافلہ شام ہی میں تھا کہ شام کی حدود میں وہاں کے مشرکوں میں سے ایک شخص نے ابوسفیان اور اہل قافلہ سے کہا کہ تمہارے یہاں آنے کے بعد محمدؐ اپنے دوستوں کے ساتھ تمہارے قافلہ کے تعاقب میں مدینہ سے چل کر بدر تک پہنچ گئے تھے مگر جب تم کو نہ پایا تو وہاں سے لوٹ گئے ہیں۔ اب تمہاری واپسی کے انتظار میں ہیں اور دن گن رہے ہیں۔ تم کو چاہیے کہ تم بہت محتاط رہو اور لاپروائی نہ کرو۔ اس بات سے مخالفوں کے دل میں زبردست خوف بیٹھ گیا اور ضمضم غفاری کو بیس مثقال سونا اجرت

کے طور پر دیا تاکہ وہ تیزی سے مکہ جائے اور قریش کو یہ خبر پہنچائے۔ ضمضم بسرعت مکہ پہنچا اور اپنے کپڑوں کو ادھر ادھر سے پھاڑ لیا اور اپنے اونٹ کی ناک کاٹ دی اور پالان رسم معروف کے خلاف شتر کی پیٹھ پر رکھا اور اس حلیہ سے نمدی میں کھڑا ہو گیا اور چیخنے لگا کہ اے گروہ قریش محمدؐ نے تمہارے قافلہ کے لوٹنے کا ارادہ کر لیا ہے اگر تم نے امداد میں ذرا بھی تاخیر کی تو اسکا احتمال ہے کہ تم قافلے کو نہ پاؤ گے۔

ضمضم کا خواب

ضمضم نے کہا کہ قافلہ سے جدا ہونے کے بعد میں نے مکہ میں یہ خواب دیکھا کہ میں ایک اونٹ پر سوار ہوں اور ایک ایسی وادی میں جو خون سے بھری ہوئی ہے چلا جا رہا ہوں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے تعبیر دی کہ قریش کو کسی عظیم مصیبت کا سامنا ہے۔ عبد المطلب کا نواسہ ضمضم کے آنے سے بہت خوش و خرم ہوا کیونکہ یہ عاتکہ بنت عبد المطلب کے خواب کے صادق ہونے پر شاہد عادل کی حیثیت رکھتا تھا۔

مختصر یہ کہ قریش گھروں سے نکلنے کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ سہیل بن عمرو اور ربیعہ بن الاسود لوگوں کو گھروں سے نکلنے کی ترغیب اور تحریک کر رہے تھے اور یہ طے ہوا کہ کچھ لوگ تو قافلہ کی امداد و تعاون کی طرف متوجہ ہوں اور مالدار غریبوں کو ہتھیار اور ساز و سامان فراہم کریں۔ امام واقدی کہتے ہیں کہ تمام قریش اس معاملہ میں متفق تھے مگر ابولہب کو ان سے اتفاق نہ تھا۔ اس سے کہا گیا کہ تو قوم کے سرداروں میں سے ہے اگر تو ہمارا ساتھ نہ دے گا تو دوسرے بھی گریز کریں گے۔ اب مصلحت یہ ہے کہ اس سفر میں تو ہمارے ہمراہ چل یا کسی شخص کو اپنے معاوضہ میں بھیج۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس نے قسم کھائی کہ نہ وہ خود جائے گا اور نہ کسی شخص کو اپنے عوض بھیجے گا۔ ایک اور روایت ہے کہ عاص بن ہشام بن مغیرہ اس کے چار ہزار کا مقروض تھا، وہ اس نے چھوڑ دیا اور اپنے بجائے بدلہ میں کسی شخص کو بھیجدیا اپنی قوم سے متفق ہونے اور مکہ سے خروج میں خواب عاتکہ کے سوا کوئی امر مانع نہیں تھا۔

اُمیّہ کے قتل کی پیش گوئی

نقل کرتے ہیں کہ جنگ بدر سے پہلے سعد بن معاذؓ ہجرت کے بعد عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ آئے تھے اور اُمیّہ بن خلف کے مہمان ہوئے۔ جب ابوجہل کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اُمیّہ سے کہا کہ یہ

شخص جس نے محمدؐ کی اطاعت کر لی ہے اور اس کی حفاظت میں ہم سے کنارہ کشی اختیار کی ہے اور اس کے ساتھ مل کر ہم سے جنگ و جدال کا عہد کر رکھا ہے تو اسے کچھ نہیں کہتا اور کیا تو اس کو اجازت دے دیگا کہ ہمارے پنجہ سے بچ کر صحیح سلامت چلا جائے۔ سعدؓ ابوجہل کے جواب میں چیخ اٹھے کہ تم جو بھی چاہے کرو تمہارے قافلوں کی گزرگاہ مدینہ ہے۔ امیہ نے سعدؓ سے کہا کہ یہ ابوالحکم ہے ہمارا سردار اس کے ساتھ سختی سے کلام مت کر۔ سعدؓ نے امیہ کی طرف رخ کر کے کہا کہ تو یہ بات کر رہا ہے خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ یقیناً امیہ بن خلف کو میرے صحابہ قتل کریں گے۔ امیہ نے سعدؓ سے پوچھا کہ تو نے یہ بات براہ راست محمدؐ سے سنی ہے۔ سعد نے کہا بیشک، سو یہ بات امیہ کے دل میں بیٹھ گئی۔ جب قریش حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کا ساز و سامان کر رہے تھے اور بدر کی طرف جانے کا ارادہ کر رہے تھے، امیہ نے طے کیا کہ ان سے گریز کرے اور ہلاکت سے بچ جائے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں بوڑھا اور بوجھل جسم کا مالک ہوں، مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو دونوں امیہ کے پاس آئے۔ عقبہ ایک انگیٹھی جس میں آگ تھی اور خوشبو اپنے دامن میں چھپائے ساتھ لے گیا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر تو گھر سے نہیں نکلتا تو اپنے آپ کو اس خوشبو سے بہلا، مطلب یہ کہ پھر تو عورتوں کی طرح خانہ نشین رہ۔ اس نے کہا کہ "قبحک اللہ و قبیح ما جئت بہ" اور ابوجہل نے بھی ایک سرمہ دانی اس کو پکڑا دی اور اس طرح کی باتیں کرنے لگا۔ ان باتوں سے امیہ کی رگ حمیت جوش میں آئی اور ان کے ساتھ چلنے کا ارادہ کر لیا۔ کہتے ہیں کہ جب ضمضم کا خواب مشہور و معلوم ہو گیا، اہل رائے کی ایک جماعت مثل حارث بن عامر، عتبہ و شیبہ، امیہ بن خلف، حکیم بن حزام، ابوالبختری اور عاص بن امیہ مکہ سے خروج اور قوم کے ساتھ ہم آہنگی کرنا پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان سے گریز کرتے تھے۔ ابوجہل، عقبہ، نضر بن الحارث اس جماعت کو بزدلی اور نامردی سے منسوب کرتے تھے اور ان پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ حتی کہ ان لوگوں نے بامر مجبوری قوم کا ساتھ دیا اور چل پڑے۔

مشرکین نے فال بد کو دیکھ لیا

واقدی کہتا تھا کہ قریش بت ہبل کے پاس جمع ہو گئے اور تیروں سے فال لینے لگے۔ اس میں نکلا

کر یہ نابود کر دیے جائیں گے۔ ابوجہل نے کہا کہ ہم اس فال پر عمل نہیں کرتے اور اپنے قافلہ کی اعانت سے باز نہیں آئیں گے۔ نیز واقدی کہتا ہے کہ زمعۃ بن الاسود نے بھی قریش کے خروج کے سلسلہ میں بمقام مکہ فال لیا، اس کو بھی وہی تیر ناہی نکلا، اس نے دوبارہ فال لیا، اس مرتبہ بھی تیر ناہی نکلا۔ اس نے تیر توڑ کر پھینک دیا اور کہنے لگا کہ واللہ آج سے زیادہ غلط تیر میں نے نہیں دیکھا۔ اسی وقت سہیل بن عمر اس کے پاس آ پہنچا۔ اس نے پوچھا اے زمعہ کیا وجہ ہے میں تجھے غضبناک دیکھتا ہوں۔ زمعہ نے ساری صورت حال اس کے سامنے رکھ دی۔ سہیل نے کہا کہ اس خیال سے باز رہ، عمرو بن وہب نے بھی مجھے اسی طرح کی ایک حکایت بیان کی تھی، میں نے اس کا اعتبار نہیں کیا تھا۔

عداس کی تنبیہ

قریش کے بدر کی طرف توجہ کرنے کے موقع پر عتبہ اور شیبہ اپنی اپنی زرہیں گھر سے نکال لائے اور صلاح کرنے لگے اور عداس نے جو ان کا غلام تھا طائف کے ایک باغ میں حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکا تھا، ان کا حال دیکھ رہا تھا کہنے لگے، اے عداس اس روز طائف کے باغ میں ہم نے جس شخص کے لیے تیرے ہاتھ انگور کا تحفہ بھیجا تھا تو اس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا۔ اس نے سوال کیا کہ کیا قصہ ہوا۔ کہنے لگے آج ہم اس سے جنگ کرنے جا رہے ہیں۔ عداس رونے لگا اور کہا واللہ محمد خدا کے رسول ہیں اور تمہارے لیے یہ مناسب نہیں کہ تم ان کے ساتھ جنگ کرو۔ ان لوگوں نے اس بات کی طرف دھیان نہ دیا اور اپنی قوم کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔

نواں واقعہ

اس کے ناقل حکیم بن حزام ہیں، کہ جب ضمضم غفاری مکہ میں آیا اور اس نے قافلہ کی اعانت سے دشمن میں بے چینی کا اظہار کیا اور شور مچایا تو قریش خروج پر پکے ہو گئے مجھے بھی مجبوراً ان سے متفق ہونا پڑا۔ کوئی سفر اس قدر مذموم نظر نہیں آیا کہ اس میں جانے کے لیے میں نے فال لی ہو، جو کچھ میرا خیال تھا فال اس کے خلاف نکلا۔ جب طے مسافت کے بعد ہم مر الظہران پہنچے، ابن حنظلہ یعنی ابوجہل نے ایک اونٹ ذبح کیا، لیکن اونٹ کے جبڑے سے نیم بریدہ حالت میں چھلانگ لگا کر نکل کھڑا ہوا اور لشکر کا کوئی خیمہ ایسا نہیں تھا کہ اس کے خون سے آلودہ نہ ہوا ہو۔ یہ دیکھ کر میں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا چونکہ میں جانتا تھا کہ ابوجہل مانع ہو گا تو اس ارادہ سے درگزرا اور اپنے ساتھیوں

کے ساتھ چل پڑا۔ حتیٰ کہ ہم بیضا کے صحرا تک پہنچے۔ وہاں عداس کو بیٹھا ہوا دیکھا اور اہل لشکر اس کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ اس اثنا میں عتبہ اور شیبہ بھی وہاں سے گزرے۔ عداس اپنے مالکوں کو دیکھ کر اچھل پڑا اور ان کی رکاب تھام کر کہنے لگا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان تجھ کو قسم ہے خدا کی کہ محمدؐ رسول خدا ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کو ذبح کرنے کے لیے لے جایا جا رہا ہے۔ یہ کہتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ میں نے یہ بات سن کر بار دیگر لوٹنے کا ارادہ کیا لیکن توفیق نہ ہوئی اور سعادت نے میرا ساتھ نہ دیا۔ اس اثنا میں عاص بن منیہ بن حجاج عداس کے پاس پہنچا اور اس نے اس سے پوچھا کہ تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس لیے روتا ہوں کہ یہ دونوں میرے سردار اور وادیٔ مکہ کی بزرگ ترین شخصیتیں ہیں۔ رسولِ خدا سے جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ اپنی قتل گاہ میں خود چل کر جا رہے ہیں۔ عاص نے اس سے پوچھا کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ اس بات سے عداس کے جسم پر کپکپی پڑ گئی۔ دوبارہ رو پڑا اور کہنے لگا خدا کی قسم محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور تمام خلائق کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔

دسواں واقعہ

نقل ہے کہ قریش جنگ بدر میں شریک ہونے پر متفق ہونے کے بعد اس دشمنی کے سبب کہ ان کے اور بنی کنانہ کے درمیان تھی اس بات سے خائف تھے کہ ہمارے پیچھے آکر ہمارے اہل و عیال کو نقصان نہ پہنچائیں اور عتبہ دوسروں سے زیادہ ہراساں تھا۔ شیطان سراقہ بن مالک بن خثعم کی شکل میں کہ قبیلہ کنانہ کے اشراف میں سے تھا آکر یقین دہانی کی کہ تم اہل عرب میں مجھ سے زیادہ ہیبت زدہ اور مرعوب ہو۔ سو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری پناہ تم کو حاصل ہوگی اور بنی کنانہ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ اس بات سے عتبہ نہیں جانے قریش کے دل سرور اور خوش ہو گئے اور بسرعت وہاں سے روانہ ہو گئے۔

گیارھواں واقعہ

بیان کرتے ہیں نو سو پچاس جنگجو ایک سو گھوڑے اور ستر اونٹ گانے بجانے والی عورتیں مع آلاتِ ساز کافروں کے ہمراہ تھے اور گھڑ سوار، پیادے اور زرہ پوش لوگ الگ تھے اور جب کسی نہر یا دریا کے کنارے پہنچتے تو اتر پڑتے اور خوش الحان کنیزیں دف بجاتیں اور مردگانِ ننگ اہل اسلام کی ہجو میں زبان چلاتے اور اس روز سرداران قریش کی طرف سے کھانا ہوتا۔ بعض اہل سیر کہ بدر کے کھانا کھلانے والے آدمی

تھے، بعض تیرہ بتاتے ہیں۔ ان میں راویوں کا اتفاق ہے کہ عباس بن عبدالمطلب، زمعہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف، حکم بن حزام، نضر بن الحارث، ابوجہل بن ہشام، منبیہ حجاج کے بیٹے کھانا کھلانے کے انتظام پر مامور تھے۔

بارہواں واقعہ

منقول ہے کہ اس سفر میں ایک روز عتبہ اور شیبہ باہم عاتکہ کے خواب کا تذکرہ کر رہے تھے اور اسی وحشت کے بارے میں جوان کے دل پر طاری تھی گفتگو کر رہے تھے، ابوجہل بھی وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ دونوں بھائیوں نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ ابوجہل نے کہا مجھے تعجب ہے بنی عبدالمطلب پر کہ انہوں نے اپنے مردوں کو جو ہم پر نبی بنا کر مسلط کر دیا ہے کیا وہ اس بات پر بس نہیں کرتے کہ ان کی عورتیں یہ کہیں کہ اللہ نے ہم کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ خدا کی قسم جب ہم مکہ جائیں گے تو ان کو اس اس طرح ذلیل و خوار کریں گے اور ایذا دیں گے۔ عتبہ نے کہا قریبی عزیزداری اور رشتہ درمیان میں ہے۔ اس کے بعد ان بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو مکہ لوٹ چلو۔ ابوجہل نے کہا کہ اپنی قوم کے ساتھ اتفاق کا دم بھر کر مخالفت پر اتر آئے ہو اور ہماری رسوائی کے درپے ہو، تمہارا کیا خیال ہے کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی ہم سے مقابلہ کی طاقت رکھتے ہیں، حاشا و کلا ڈیڑھ سو شمشیر زن میرے ہمراہ ہیں۔ اگر کسی منزل پر میں اتر پڑوں تو وہ بھی اتر پڑیں، اگر کسی مرحلے کوچ کر جاؤں تو وہ بھی کوچ کر جائیں اگر تم لوٹنا چاہو تو لوٹ جاؤ۔ عتبہ اور شیبہ نے کہا بخدا تو ہلاک ہو گیا اور اپنی قوم کو بھی معرض ہلاکت میں ڈال دیا۔ بعدازاں عتبہ نے شیبہ سے کہا کہ ابوجہل بڑا بدبخت ہے اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ قرابت قریبہ ہے جو اسے حاصل نہیں اور حال یہ ہے کہ میرا لڑکا حذیفہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ اس کی بات پر عمل کرتے ہوئے ہم لوٹ چلیں، شیبہ نے بھائی سے کہا کہ اگر اس وقت ہم لوٹ چلیں تو ہمیں ملامت کی جائے گی اور ہمیں شرمسار ہونا پڑے گا۔ یہ کہہ کر جبراً و قہراً قتل گاہ میں جا پہنچے۔

کہا جاتا ہے کہ جب مشرک جحفہ میں پہنچے جہیم بن صلت بن عبدالمطلب بن عبدمناف نے خواب میں دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار کے ساتھ اونٹ تھا وہ لشکر قریش کی طرف آنے لگا، جب ان کے پاس آ پہنچا تو کہا کہ عتبہ اور شیبہ، زمعہ بن الاسود، ابی بن خلف ابوالبختری، ابوالحکم بن ہشام اور

نوفل بن خویلد اور دوسری جماعت کے نام لیے کہ ان کے بارے میں فیصلۂ مشیت صادر ہو چکا ہے سہیل بن عمرو قید ہو جائے گا اور حارث اپنے بھائی سے نکل بھاگے گا۔ اس کے بعد اپنے اونٹ کے گلے پر چھری چلا کر اسے قریش کے لشکر گاہ کی طرف دوڑا دیا۔ مخالفوں کے خیموں میں سے کوئی خیمہ ایسا نہیں رہا کہ خون کے چھینٹے اس تک نہ پہنچے ہوں۔ یہ خواب شدہ شدہ ابو جہل تک پہنچا تو کہا، لے لو یہ عبد مناف کے خاندان میں ایک اور پیغمبر پیدا ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ میں ہم زرہ مقتولاں میں ہوں گے۔ قریش جہیم سے کہنے لگے کہ تیرے خواب میں شیطان آیا تھا جو کچھ تو نے خواب میں دیکھا ہے کل بروز جنگ اس کے خلاف (اُلٹ) مشاہدہ کرے گا۔ کیونکہ کل ہم محمدؐ اور ان کے اصحاب کو قتل اور قید کریں گے۔ عتبہ نے صورت حال شیبہ سے کہہ سنائی اور کہا کہ یہ خواب عاتکہ کے خواب اور عداس کے قول سے ملتا جلتا ہے۔ اور عداس سے ہم نے کبھی جھوٹی بات نہیں سنی۔ ہم اس لشکر سے علیحدہ ہو جائیں اور محمدؐ سے جنگ کرنے سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں تو عرب میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ ہمارے بغیر بھی اس مہم کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں تو پھر ہم ان تمام لوگوں میں سعید ہوں گے۔ شیبہ کو یہ بات پسند آئی اور لوٹ چلنے میں اپنے بھائی عتبہ کا ہم نوا ہو گیا۔ اسی اثنا میں ابو جہل ان سے آملا اور پوچھنے لگا کہ کیا سوچ رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ واپس ہو جائیں تو خواب عاتکہ اور جہیم بن صلت اور عداس کی بات کی جانب مطلق دھیان نہیں دیتا۔ ابو جہل نے ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی اور اس قدر ان کو ورغلایا کہ وہ دونوں سگے بھائی راہ راست سے ہٹ گئے اور انہوں نے دوبارہ صحرائے گمراہی میں قدم رکھا اور حضور صلعم سے جنگ میں قریش سے متفق ہو کر بدر روانہ ہو گئے۔

واقدی کہتا ہے کہ جب ابو سفیان نے اپنے قافلہ کو محل خطر سے نکال لیا تو قیس بن امرا القیس کو قریش کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ قوم کے خروج کا مطلب یہ تھا کہ ان کے مال پر کوئی مصیبت اور آفت نہ آئے۔ اب کہ قافلہ کو خدا نے نجات دی ہے تو ہمیں واپس لوٹ جانا چاہیے اور اہل مدینہ اور محمدؐ سے تعرض نہیں کرنا چاہیے کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ قیس کئی منزلیں طے کر کے بد قسمت قریش کے پاس پہنچا اور ابو سفیان کا پیغام پہنچایا

تو ابوجہل نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم جب تک ہم بدر نہیں جائیں گے، تین دن رات وہاں قیام نہ کریں گے، وہاں کھانے نہ کھائیں گے، شرابیں نہ اڑائیں گے اور مغنیوں کا گانا نہ سن لیں گے، ہم واپس نہیں لوٹیں گے جب تک ہم یہ کام نہیں کریں گے ہماری شہرت دیگر قبائل میں نہیں پھیلے گی اور ہمارا رعب و داب ان کے دل میں نہیں بیٹھے گا اور پھر کسی شخص کی مجال نہیں ہو گی کہ ہمارے درپے ہو اور یہ بدر کا وہ موسم تھا کہ عرب اس میں ہر سال ایک بار وہاں جمع ہوتے میلہ لگتا دکانیں کھلتیں اور خرید و فروخت میں مشغول ہوتے۔ جب قیس نے ابوجہل کی یہ بات سنی تو فوراً واپس ہو گیا اور ابوسفیان کو اس کی خبر دی۔ ابوسفیان نے کہا کہ ابوجہل نے قوم کے سردار کی حیثیت سے اس قدر آگے بڑھ کر واپسی کو مذموم جانا ہے مگر قسم ہے خدا کی اگر محمدؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ان سے ملاقی ہو گئے تو ان کو قتل کر دیں گے۔ اس عقیدہ کے باوجود قافلہ کو مکہ پہنچا کر فی الفور واپس لوٹا اور لشکر قریش کے ساتھ جا ملا اور معرکہ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور بھاگتے ہوتے کہنے لگا کہ میں نے اس سے زیادہ ناپسندیدہ بات کوئی نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم ابوجہل ایک نہایت بدبخت شخص ہے۔ جب اخنس بن شریق کو جو بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ قافلہ کی صحیح سلامت پہنچنے کی اطلاع ملی تو کہا خدائے تعالیٰ نے تمہارے قافلہ کو نجات دی اور تمہارے اموال کو محفوظ و مامون رکھا، نوفل کو جو تمہارا آقا تھا خلاصی بخشی تو اب محمدؐ سے جنگ کرنے سے باز آؤ کہ وہ تمہارا بھتیجا ہے اگر وہ واقعی پیغمبر ہے تو تم اسعد ترین لوگوں میں سے ہو گے اور اگر وہ پیغمبر نہیں ہے تو دوسرے گروہوں سے اس کی لڑائی ہو گی۔ لہٰذا لوٹ جاؤ اور اس آدمی کی بات پر کہ ابوجہل سے عبارت ہے عمل مت کرو کہ یہ اپنی قوم کی ہلاکت میں کوشاں ہے اور ان کو ملیا میٹ کر دینے میں عجلت کر رہا ہے۔ بنو زہرہ نے اس کی نصیحت سمع رضا سے سن کر پوچھا کہ اب بھلا ہم کس بہانہ سے واپس جائیں۔ اخنس نے کہا جب رات ہو جائے میں اپنے آپ کو اونٹ سے گرا دوں گا۔ تم چیخنا چلانا شروع کر دو کہ اس کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ ہر چند تمہیں قریش چلنے کی ترغیب دیں تم کہو کہ ہم اس سے جدا نہیں ہو سکتے جب تک اس کی زندگی اور موت کا ہم کو یقین نہ آ جائے۔ بنو زہرہ اس بہانہ سے فائدہ اٹھا کر مکہ لوٹ گئے۔ جب حضرت مقدس نبویؐ مقام روحا پر پہنچے تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ عرب کی وادیوں میں سے ایک مقدس وادی ہے، لہٰذا وہاں توقف فرمایا۔

اور عشار کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد وتر کے سجدہ سے سر اٹھایا تو کفار پر لعنت بھیجی اور تمام مشرکوں میں سے ابو جہل، زمعہ و سہیل اور قریش کی دوسری جماعت کے لیے بددعا فرمائی اور اس قوم کی لعنت سے فارغ ہو کر ان مسلمانوں کے لیے (جو مکہ میں قید تھے) نجات کی دعا کی۔ ان میں سلمہ بن ہشام عیاش بن ابی ربیعہ وغیرہ تھے۔

نقل ہے کہ یثرب کے بہادروں اور شجاعوں میں سے ایک شخص خبیب بن یساف نام کا تھا اور دوسرا قیس بن محرث باوجودیکہ دونوں مشرک تھے لشکر اسلام کے ساتھ مدینہ سے چل پڑے اور عقیق میں مسلمانوں سے آملے۔ راستہ میں حضرت رسالت صلعم نے خبیب سے کہا جو ہر یہ کا منہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھا، اس کو خود کے نیچے سے دیکھ کر آپ نے پہچانا اور سعد بن معاذ کی طرف کہ پیلوئے آنسرورؐ میں چلا جا رہا تھا متوجہ استفسار کیا کہ یہ خبیب یساف نہیں؟ سعد نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ اس کے بعد خبیب سامنے آیا اور آنحضرتؐ نے اس سے اور قیس ابن محرث سے پوچھا کہ کیا خبر تمہیں لے آئی۔ کہا کہ آپ ہمارے ہمسائے کے جانجے ہیں، اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اپنی قوم سے حصول مال غنیمت کے لیے آئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "لا یدا نق مختار جلاً لیس علی دینا" خبیب نے کہا کہ میری جرأت و جسارت کا حال قوم کو معلوم ہے اور میں آپ کے ہمرکاب رہ کر دشمنوں سے مال غنیمت کے لیے جنگ کروں گا۔ حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا پہلے اسلام لے آ۔ اس کے بعد جنگ کر۔ جب روحا پہنچے تو جلدی سے خدمت میں پہنچا اور کہا کہ یا رسول اللہ کہ آپ کے اور ساری دنیا کے پروردگار پر میں ایمان لاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ پیغمبر اور اللہ جل وعلا کے فرستادہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبیب کے ایمان لانے سے خوش ہوئے اور قیس بحالت کفر لوٹ گیا اور اہل اسلام کے مدینہ میں لوٹنے کے بعد وہ بھی ایمان لے آیا اور غزوۂ احد میں شہید ہوا۔ جب آنحضرت صلعم وادی صفرا میں پہنچے تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ قریش اپنے قافلہ کی حمایت میں حرم سے نکل کر ہماری طرف رخ کر رہے ہیں۔ پس "وشاورهم فی الامر" کے مصداق خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ قریش مکہ سے نکل آئے ہیں اور ممکن ہے کہ ہماری ان کی لڑائی کی نوبت آئے پس تمہاری کیا رائے ہے۔ صحابہ میں سے صدیق اکبرؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور نیک مشورہ دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد عمر فاروقؓ اٹھے اور حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا، پھر کہا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم وہ قریش کے معززین کی جماعت ہے۔ جب سے وہ معززین کی صف میں داخل ہوئے ہیں انہیں ذلت کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہے اور وہ شروع سے کافر رہے ہیں اور ایمان نہیں لائے اور اب بھی وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، لہٰذا ان سے لڑنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ حضرت صلعم نے شیخین کے بارے میں دعائے خیر فرمائی۔ ان دو جلیل القدر صحابہ کے بعد مقداد بن اسعد کندی اُٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ خداوند بزرگ و برتر کے حکم پر عمل کر رہے ہیں تو ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ "فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون" بلکہ ہم کہیں گے اذھب انت وربک انا معکما مقاتلون۔ اور قسم ہے اس خدا کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمیں ملک حبشہ بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ چل پڑیں گے۔ یوں مقداد بھی حضرت رسالتؐ کی دعا سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اے اشیروا علی (کے گروہ)! اس سے آپؐ کی مراد یہ تھی کہ انصار سے مشورہ کریں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اس بنا پر کہ ان لوگوں نے عقبہ ثانیہ کی بیعت کے موقع پر کہا تھا کہ جب آپ ہمارے علاقہ میں تشریف لائیں گے تو ہم آپ کی حفاظت اور حمایت کریں گے۔ اس وقت آپؐ کے خاطر مبارک میں یہ خیال گزرا کہ یہ مدینہ کے باہر شاید ہماری امداد نہ کریں۔ جب حضرت نے یہ بات کہی تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض پرداز ہوئے کہ میں انصار کی طرف سے جواب دے رہا ہوں کہ جناب کے اس ارشاد کے مخاطب ہم ہی ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا، ہاں میرے مخاطب تم ہی ہو۔ اس پر سعد نے کہا کہ ہم آپ پر ایمان لا کر آپ کی تصدیق کر چکے اور گواہی دے چکے ہیں کہ جو کچھ آپ لائے ہیں حق اور سچ ہے اور آپ سے ہم نے عہد و پیمان باندھ رکھا ہے۔ اور اب تک ہم اس پر قائم ہیں۔ آپ ہمیں جہاں لے جانا چاہیں لے جائیں۔ یا رسول اللہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مخلوق کی جانب بھیجا ہے اگر آپ دریا میں بھی چھلانگ لگانے کا حکم دیں گے تو ہم دریا میں چھلانگ لگا دیں گے اور ہم میں سے کوئی شخص پیچھے نہیں رہے گا۔ جس کے ساتھ آپ تعلق رکھنا چاہیں تعلق رکھیں اور جس کے ساتھ منقطع کرنا چاہیں منقطع فرمائیں اور جس قدر بھی آپ چاہیں ہمارے اموال میں سے تصرف فرمائیں ہمارے لیے خوشی کا باعث ہوگا۔

اور جو چاہیں چھوڑ دیں اور اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ہماری جان ہے۔ ہمیں کوئی ناگوار نہیں ہوگا کہ ہم دشمن تک پہنچیں اور اس سے جنگ کا موقع آئے۔ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے کوئی ایسی بات آپ کو دکھائے کہ جس سے آپ کی چشمان مبارک روشن ہوں پس آپ چل پڑیں۔ حضور صلعم نے سعد کی بات کو انتہائی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور شادمان و مسرور ہوئے اور اپنی منزل مقصود کی سمت روانہ ہو گئے اور فرمایا چلو خدا کی عنایت و برکت کی تم کو بشارت ہو کہ خدائے تعالیٰ خاص ان دو جماعتوں ابوسفیان اور قوم قریش کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا میں ان کے بچھڑنے کی جگہ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب بدر کے قریب نزول اجلال فرمایا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر قتادہ بن نعمان اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کے ساتھ سیر کر رہے تھے کہ مخالفوں کے بارے میں معلومات حاصل فرمائیں کہ اثنار راہ میں ایک بوڑھا آدمی ملا، اسے سفیان الضمرہ کہا جاتا تھا۔ اس بوڑھے سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ اس نے پوچھا کہ تم بتاؤ تم کون لوگ ہو۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ جب تو اپنے بارے میں ہمیں نہ بتائے گا تو ہم بھی تجھے کچھ نہیں بتائیں گے۔ سفیان نے کہا کہ آپ کا کیا مقصد ہے بتائیں۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے قریش کی کوئی خبر ہے، اس نے بتایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ لوگ فلاں روز مکہ سے چل پڑے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کو آج فلاں مقام پر ہونا چاہیئے۔ پھر اس نے اس منزل کا نام لیا کہ فی الواقع قریش نے اس روز وہاں قیام کیا تھا۔ بعد ازاں آنسرور صلعم نے کہا کہ محمدؐ اور ان کے صحابہ کا بھی تجھے کچھ پتہ ہے اس نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ فلاں دن مدینہ سے نکل چکے ہیں اگر یہ امر واقع ہے تو آج ان کو فلاں موضع میں ہونا چاہیئے۔ پھر اس نے جہاں مسلمان پڑے ہوئے تھے اس جگہ کا نام لیا۔ اس کے بعد سفیان نے کہا کہ آپ اب اپنا اتہ پتہ بتائیں کہ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ آنسرور صلعم نے جواب دیا نحن من ما چونکہ اس زمانے میں عراق کے لوگ اپنے علاقہ کو کثرت آب کی وجہ سے اہل ماء کا نام دیتے تھے اس لیے سفیان نے گمان کیا کہ یہ عراقی ہیں لیکن آنسرور صلعم کا مقصود نطفہ سے تھا اس کے بعد آنحضرتؐ اپنی منزل کو لوٹے۔

نقل ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سترھویں رمضان کے دن علی بن ابی طالبؓ، زبیر بن العوامؓ، اور سعد بن وقاصؓ کو دوسرے صحابہ کے ساتھ بھیجا تاکہ قریش کے بارے میں تحقیق کر کے آئیں؛ فرمایا

کہ اس کنوئیں سے جو فلاں موضع میں واقع ہے امید ہے کوئی خبر مل سکے گی۔ علیؓ اور ان کے رفقاء دوڑے دوڑے ان کے بہشتیوں اور پانی لے جانے والے اونٹوں تک پہنچے۔ ان میں سے اکثر لوگ بھاگ گئے۔ دو غلام کہ ایک کا نام اسلم تھا جو بنی الحجاج کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، دوسرا عریض کہ بنی العاص سعید سے وابستہ تھا ان کے ہاتھ لگے، چنانچہ یہ ان غلاموں کو گرفتار کر کے حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ اس وقت حضورؐ نماز میں مشغول تھے۔ صحابہ نے اسیروں سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا ہم قریش کے سقہ ہیں۔ چونکہ یہ بات صحابہ کے مطلب کی نہ تھی اور ان کو صحیح نہ معلوم ہوئی بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ابوسفیان سے وابستہ ہیں۔ پس انہوں نے غلاموں کو سزا دینا اور ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا کہ تم ابوسفیان کے غلام ہو اور جھوٹ موٹ قریش سے وابستگی ظاہر کر رہے ہو اور غلام اس واسطے کہ جوتے کھانے کی ان میں طاقت نہیں تھی اور انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ مسلمانوں کا مدعا کیا ہے؟ سو اپنی غلامی اور ابوسفیان کی آقائی کا ویسے ہی اقرار کر لیا تاکہ جوتیاں کھانے سے بچ جائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کی جانب رُخ کر کے فرمایا کہ پہلے انہوں نے سچ کہا تھا تو تم نے ان کی گوشمالی کی، جب انہوں نے جھوٹ کہا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریض سے پوچھا کہ قریش کہاں ہیں؟ کہا اس ریت کے ٹیلے کے پیچھے جو آپ کی نظر کے سامنے ہے اور وہ کثیب عقنقل کے نام سے مشہور ہے۔ پھر آپؐ نے ان سے قریش کی تعداد پوچھی تو اس نے بتایا کہ بہت ہیں۔ آپؐ نے سوال کیا کہ ان کی تعداد کتنی ہے تو اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ آپؐ نے پوچھا کہ ہر روز کتنے اونٹ ذبح کیے جاتے ہیں۔ اس نے کہا کسی دن دس اور کسی دن نو۔ آپؐ نے فرمایا ہزار سے کم ہیں اور نو سو سے زیادہ۔

دوبارہ آپؐ نے سوال کیا کہ شرفا اور سرداروں میں سے کون کون ساتھ ہیں۔ جواب دیا گیا، عتبہ، شیبہ حارث بن عامر، ابو حکم بن حزام، طلعہ بن عدی، نضر بن الحارث، زمعۃ بن الاسود، ابی الحکم بن ہشام یعنی ابوجہل، اُمیّہ بن خلف، حجاج اور سہیل بن عدود کے بیٹے۔ حضورؐ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو تمہارے سامنے ڈال دیا ہے۔ پھر پوچھا کہ کوئی شخص ان میں سے واپس بھی چلا گیا ہے۔ کہا گیا ہاں ابن شریق یعنی اخنس یا بنی زہرہ واپس ہو چکے ہیں۔ ارشاد ہوا "ارشدھم ما کان" یعنی اپنی قوم کو راہ راست دکھا گیا لیکن خود

راہ راست پر نہیں۔ پھر سوال کیا گیا ان کے سوا کوئی اور بھی واپس گیا ہے؟ کہا گیا بنو عدی بن کعب بھی واپس چلے گئے۔ بعد ازاں حضرت صلعم نے اپنے خواص سے خطاب فرمایا کہ "اشیروا علی فی المنزل" خباب المنذر نے کہا کہ اگر اس منزل میں وحی کے مطابق ہمارا قیام ہے تو ہم ایک قدم نہ آگے بڑھا سکتے ہیں اور نہ ایک قدم پیچھے ہٹا سکتے ہیں۔ اگر یہ آپ کی ذاتی رائے کی بنا پر ہے (اور وہ بدر کے پہلے کنوئیں کے پاس تھے) تو یہ منزل مناسب نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اس بارے میں کوئی وحی نہیں آئی، یہ میری ذاتی رائے تھی۔ انہوں نے کہا کہ پھر یہاں سے ہمیں کوچ کر جانا چاہیئے اور آخری کنوئیں پر قیام کرنا چاہیئے کہ مجھے اس کنوئیں کے پانی کی مٹھاس اور بہتات کا پتہ ہے۔ جب ہم وہاں پہنچیں تو ایک حوض بنالیں اور کنوئیں کو پاٹ دیں تاکہ ہمارے لیے پانی ہو دشمنوں کے لیے نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی اثنا میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور وحی لائے کہ خباب کی رائے مناسب ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ وہاں سے کوچ کیا جائے اور خباب کی رائے کے مطابق عمل کیا جائے۔ نقل ہے کہ غلاموں کے ساتھ جو لوگ آئے تھے وہ لوگ ان کے گرفتار ہوتے ہی قریش کے پاس بھاگ گئے۔ ان بھاگے ہوؤں میں سے ایک شخص جس کا نام عجز تھا سب سے پہلے لشکر قریش میں پہنچا اور شور مچانا شروع کردیا۔ کہ اے ابو کبشہ کے بیٹے اور اس کے ساتھیوں نے تمہارے غلاموں کو گرفتار کرلیا ہے اس بات کے سنتے ہی قریش میں بڑی بے چینی اور کھلبلی مچ گئی۔ چنانچہ حکم بن حزام کہتا ہے کہ ایک جماعت کے ساتھ ہم خیمہ میں بیٹھے کباب بنا رہے تھے۔ اس واقعہ کی دہشت کی وجہ سے ہم کھانا نہ کھا سکے۔ میں خیمہ سے باہر نکلا تاکہ دوستوں سے ملاقات کر کے دل بدحواس کو تسلی دوں تو ناگاہ رستے سے عتبہ ربیعہ آنکلا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اے ابا خالد میں نے اس سے زیادہ عجیب بات نہیں دیکھی۔ ہمارا قافلہ صحیح سالم بچ نکلا لہذا ہمیں اپنے گھروں کی طرف رُخ کرنا چاہیئے تھا کہ ان کے ساتھ تیغ کشی۔ میں نے کہا لا ادعی لمن لا یطاع یہ جھگڑا ابن حنظلہ یعنی ابوجہل کی شامت سے کھڑا ہوا ہے۔ اس کے بعد عتبہ نے کہا کہ اے ابا خالد کیا تجھے خدشہ نہیں کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب کہیں ہم پر شب خون نہ ماریں۔ میں نے کہا مت ڈرا اور تو اس سے محفوظ ہے۔ پھر عتبہ نے کہا کہ آخر کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ میں نے کہا ہم کو صبح تک پہرہ دار کے طور پر مقرر

کیا جائے گا۔ عقبہ نے کہا اس سے بہتر تدبیر نہیں ہو سکتی۔ ابوجہل نے کسی طرح یہ بات سن لی ۔ سو اس نے کہا کہ محمدؐ اور اس کے اصحاب کے ساتھ لڑائی عقبہ کو ناگوار ہے۔ اس کے بعد اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا تعجب ہے کیا تمہارا خیال ہے کہ محمدؐ اور ان کے دوست تم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اور تمہاری جماعت سے تعرض کر سکتے ہیں اور تم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ میری قوم کے اطراف سے گزرنے کی بھی ہمت نہیں کر سکتے۔ بنابریں کسی شخص کی حفاظت اور پہرہ داری کی ضرورت نہیں۔ نقل ہے کہ اسی رات لشکر اہل اسلام بدر کے قریب جا پہنچا اور ایک ایسے ریگستان میں اترا جہاں گھٹنوں گھٹنوں ریت میں دھنس جاتے تھے۔ پیاس نے ان پر غلبہ کیا۔ بعض کو غسل کی اور بعض کو وضو کی حاجت تھی اور پانی نہ تھا۔ چونکہ اسلامی لشکر اور پانی کے درمیان خاصا فاصلہ تھا پس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ باوجود اس کے کہ تم پیغمبر کے ساتھی ہو اور فتح و نصرت کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اور تم حدث اصغر و حدث اکبر میں مبتلا ہو اور نماز سے محروم۔ اس بنا پر تمام اہل اسلام رنجیدہ خاطر سے تھے کہ اچانک ابر رحمت سے بارش شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے غسل اور وضو کیا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ ریت دب گئی اور زمین سخت اور سپاٹ ہو گئی چنانچہ اس پر سے گزرنا آسان ہو گیا اور کافروں کی منزل گاہ کیچڑ سے بھر گئی اور آیت کریمہ

اہل اسلام کے حالات کے بیان میں نازل ہوئی۔ نقل ہے کہ اسی رات جب غلاموں کو گرفتار کیا گیا عمار یاسر و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو تجسس کے طور پر مشرکوں کے لشکر کی جانب بھیجا گیا وہ کفار کے لشکر کے اردگرد گھوم پھر کر واپس آئے اور حضرت نبوت پناہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے کفار کو نہایت خائف اور ہراساں پایا ہے۔ جب کبھی ان کے گھوڑے ہنہنانے لگتے یہ اپنا منہ پیٹتے جب تک کہ وہ خاموش نہیں ہو جاتے۔ جب صبح ہوئی حجاج کا بیٹا جو پیروں کے نشان پہچاننے میں مہارت رکھتا تھا، ان دو بزرگوں کے پیروں کے نشانات کو دیکھ کر کہا واللہ یہ ابن سمیہ یعنی عمار بن یاسر کے اور یہ دوسرے ابن مسعود کے نشان پا ہیں اور محمدؐ یثرب اور قریش کے نادانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے چلے ہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا ۔۔

لا یترک الجموع لنا اوتیا   لابدان نموت او نمیتا

اس کے بعد اُس نے اپنی قوم سے خطاب کیا کہ اے گروہِ قریش! جب تم محمدؐ اور اصحاب محمدؐ سے ملاقات کرو تو اہل یثرب کو تلواروں پر رکھ لو اور ان کے جوانوں کو قتل کر دو، ہم ان کے بڈھوں کو ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہنا کر مکہ لے جائیں گے تاکہ لوگ ان کا حال دیکھ کر عبرت پکڑیں اور کوئی دوسرا اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو ترک کرنے کی جرأت نہ کرے۔ چونکہ حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے آخری کنوئیں پر کہ جہاں جنگ واقع ہوئی تھی نزول فرمایا تھا اور اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اس جنگل میں گھوم پھر کر (انگشت مبارک سے زمین پر نشان لگا کر ان مشرکوں میں سے ہر ایک کی قتل کی جگہ کہ جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے) اپنے ساتھیوں کو دکھائی چنانچہ اس میں کوئی فرق نہ نکلا۔ جس جس کا نام لیا گیا جس جس مقام کا تعین کیا گیا تھا اسی اسی جگہ وہ قتل ہوا۔

بیان کرتے ہیں کہ دونوں گروہوں کے آمنے سامنے اور صف آرا ہونے سے پہلے سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے لیے ایک عرشہ (اُونچی جگہ) بناتے ہیں اور آپ کی سواری آپ کے پاس تیار کھڑی ہوگی اور ہم لڑائی میں مشغول ہوں گے۔ اگر ہم دشمن پر غالب آئیں تو فبہا ورنہ پناہ بخدا اگر اس کے خلاف ہوا تو آپ سواری مبارک پر تشریف رکھیں، اور اپنے دوستوں کی اس جماعت میں اپنے آپ کو پہنچائیں جو مدینہ میں باقی رہ گئی ہے۔ وہ جماعت وفاداری میں ہم سے کم نہیں۔ اگر ان کو پتہ چل جائے کہ مہم لڑائی اور مقابلہ ہی سے انجام پذیر ہوگی تو رکاب ہمایوں سے ہرگز پیچھے نہیں رہیں گے۔ جس طرح سے کہ آج تک وہ خدمت اور معاونت کی شرائط بجا لا رہے ہیں۔ حضرت رسالت صلعم نے سعدؓ کی رائے کو مستحسن قرار دیتے ہوئے انکے حق میں دعائے خیر کی۔ اصحاب رضی اللہ عنہم آپ کے لیے ایک اُونچی جگہ بنانے میں مشغول ہو گئے اسی اثناء میں مخالفین دین ظاہر ہونے لگے۔ سب سے آگے زمعہ بن اسود گھوڑے پر جولانیاں کرتا ہوا آیا اس کا بیٹا اس کے پیچھے پیچھے۔ امام واقدیؒ کہتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ جب حضرت صلعم کی نگاہ اس پر پڑی تو کہا اے لائق پرستش خداوند بزرگ و برتر تحقیق کہ تو نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی اور مجھے جہاد کا حکم عطا فرمایا اور دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا اور قرابنا

اپنا وعدہ خلاف نہیں فرماتا اور پھر فرمایا کہ بار الٰہی یہ دیکھ قریش اپنے خیال میں تجھ سے جنگ کے لیے آئے ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔ الٰہی میں اس نصرت کا منتظر ہوں کہ جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ جب آنحضرت صلعم نے عتبہ ربیع کو دیکھا تو فرمایا (جو کہ ایک سرخ بالوں والے اونٹ پر سوار چلا آ رہا تھا) کہ اس قوم میں اگر کوئی نیک ہے تو یہ صاحب شتر سرخ ہیں اگر قوم اس کی اطاعت کرے تو ہدایت پائے۔ یہ بات بظاہر آپ نے اس لیے فرمائی کہ یہ ابتداء خروج مکہ سے انتہا تک قریش کو جنگ سے منع کرتا رہا تھا اور کسی طرح بھی اس جنگ کے لیے راضی نہیں تھا۔ جس قدر وہ زیادہ مبالغہ کرتا تھا اسی قدر ملعون ابوجہل اس کی مخالفت میں اہتمام کرتا تھا۔ محمد بن جبیر بن مطعم نے روایت کی ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر بن خطابؓ کو قریش کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ مصلحت اس میں ہے کہ سلامتی سے لوٹ جاؤ اور جو جنگ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا باعث ہو میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے اس بات سے کہ میں تم سے لڑوں۔ جب حکم بن حزام نے پیغام حضرت رسالت مآبؐ سنا تو کہا کہ محمدؐ نے انصاف کی بات کہی ہے اسے قبول کرو اور اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ ابوجہل نے اس نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ بخدا ہم نہیں لوٹیں گے اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو قدرت انتظام اور قوت دی ہے تو ہم اپنا کینہ اس قوم سے نکالیں گے تاکہ اس کے بعد کوئی شخص کسی قافلے سے معترض نہ ہو اس طرح اس لعین نے اس مہم کو صلح پذیر نہ ہونے دیا۔

نقل ہے کہ مشرکوں کی ایک جماعت نے مسلمانوں کے حوض سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا جو حباب بن المنذر کی رائے سے قائم کیا گیا تھا تاکہ وہاں سے پانی پیا جا سکے۔ اور اکثر اہل اسلام نے انہیں منع کرنا چاہا مگر حضرت رسالت پناہ صلعم نے فرمایا کہ ان کو منع نہ کرو، انہیں پانی لے جانے دو۔ راوی کہتا ہے کہ جس جس نے وہاں سے پانی پیا اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا یا قید ہوا۔ حکیم ابن حزام اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فرار ہو گیا اور معرض ہلاکت سے جان سلامت لے گیا اور شب ہجرت میں جب کہ خواجہ عالمؐ گھر سے نکلے سورۃ یٰسین پڑھتے ہوئے مشرکوں کے سر پر خاک پھینکی اور جس جس کے سر پر اس کا غبار پڑا وہ غزوۂ بدر میں مارا گیا

مگر ابن خزام اس سے بھی محفوظ رہا پس ہزیمت اور روز بدر سے نجات کے بعد جب کبھی وہ قسم کھاتا تو کہتا کہ اس خدا کی قسم جس نے مجھے بدر کے روز نجات دی۔ نقل ہے کہ اسود بن عبدالاسد مخزومی نے مشرکوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں مسلمانوں کے حوض سے پانی نہیں پیوں گا بلکہ اس کو تباہ کر دوں گا۔ جب اسود لشکر کفار سے نکلا اور اس نے حوض کی طرف رُخ کیا، سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ اہل اسلام سے چلے اور تلوار اس کی پنڈلی پر ماری چنانچہ وہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ پھر بھی سینہ اور پہلو کے بل حوض کی جانب چلنے لگا تاکہ اپنی قسم کو سچ کر دکھائے۔ حضرت حمزہؓ نے اس کا تعاقب کر کے اس ذلیل لعین کو جہنم رسید کر دیا۔ جب قریش نے اپنی منزل پر قیام کیا تو عمر بن وہب جمحی کو لشکر اسلام کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیا۔ اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کی لشکر گاہ کے گرد چکر لگایا اور اصحاب اسلام کا بغور مشاہدہ کیا اور اپنی قوم میں آ کر کہنے لگا کہ مسلمانوں کے لشکر میں تین سو سے کچھ ہی زیادہ آدمی ہوں گے لیکن مجھے دوبارہ جانے کا موقع دو۔ میں مکرر تحقیق کر کے یقینی طور پر بتا سکوں گا۔ ممکن ہے کہ دوسری جماعت گھات میں لگی ہو۔ اس جنگل کے اطراف و اکناف کا طواف کر کے کمین گاہوں کا اچھا خاصا معائنہ کیا مگر کسی کو نہ پایا۔ پھر اپنے لشکر میں گیا اور اپنی قوم سے خطاب کیا کہ گھات میں کوئی نہیں مگر اے قریشیو!

قد رایت البلایا تحمل المنایا ۔۔۔ نواضح یثرب تحمل السم الناقع

یارانِ محمدؐ کے اونٹوں کو میں نے دیکھا کہ ان کی گردنوں میں اس طرح کی پگڑی پڑی ہوئی ہے (جیسے کوئی بہادر نامدار پگڑی پہنتا ہے جو موت کو سچ سمجھے) اور اہل مدینہ کو میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے ساز و سامان میں زہر مہلک چھپا رکھا ہے۔ غرض میں نے ایسی قوم دیکھی کہ ان کی تلواروں کے سایہ کے سوا کہیں جائے پناہ نہ ہو گویا وہ گونگے ہیں کہ ان کی زبان نہیں۔ ان کی جماعت مجھ کو ان اژدھوں کی طرح نظر آئی جن کی زبانیں نکلی پڑی ہوں۔ خدا کی قسم مجھے اس بات کا شک ہے کہ ان میں سے ایک ایک آدمی جب مقتل میں آئے گا تو تم میں سے ایک ایک کو ختم کر دے گا۔ جب قریش کے یہ سارے آدمی قتل ہو جائیں گے تو تمہارے بچے کھچے لوگوں کی کیا زندگی ہوگی۔ جب حکم بن خزام نے یہ بات عمرو بن وہب سے سنی تو عتبہ کے پاس گیا اور

اور کہا یا ابا الولید تو بزرگ ہے اور قریش کے لیے قابل اطاعت، تو وہ کام کر سکتا ہے کہ جس کے سبب سے جب تک دُنیا رہے گی تیرا ذکر خیر باقی رہے گا۔ عتبہ نے پوچھا وہ آخر ایسا کیا کام ہے حکم نے کہا کہ میری درخواست ہے کہ اپنے حلیف عمرو بن الحضرمی کے خون بہا کی (جو قافلۂ قریش میں سے ضائع ہو چکا ہے) بطن نخلہ میں ہمیں ضمانت مل گئی ہے پس اس لشکر کو تم لوٹ جانے دو ہماری قوم کا اس کے سوا محمدؐ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ عتبہ نے حکم کی درخواست قبول کر لی اور ایک اونٹ پر سوار ہو کر لشکر کے درمیانی حصہ میں پہنچا اور کہا کہ اے اہل قوم میری بات غور سے سنو! کہ اس شخص اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ مت کرو کیونکہ محمدؐ کے ساتھ ایسی جماعت ہے جن کی تمہارے ساتھ قریبی رشتہ داری ہے جب تم ان کو قتل کر دو گے تو اس جماعت کی اولاد، بھائیوں غرض تمام عزیزوں میں اور ہمارے درمیان ایک ایسا بغض اور دشمنی پڑ جائے گی جو کبھی زائل نہیں ہوگی اور میرا خیال ہے کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب کا تم سے قتل بھی نہ ہوگا جب تک کہ تم میں سے اتنے ہی آدمی قتل نہیں ہو جائیں گے اور علاوہ اس کے ہم بھی ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں اور مزید براں بہت ممکن ہے کہ ہم پر کوئی ایسی آفت پڑے جس کا تدارک مشکل ہو جائے۔

؎ خدا ئے کہ بالا و پست آفرید
زبردست ہر زبردست آفرید

اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارا مقصود اپنے مقتول کا انتقام اور وہ تھوڑا سا مال جو بطن نخلہ میں چھن گیا ہے اس کا بدلہ لینا ہے۔ ابن حضرمی کے خون بہا اور اس مال کا جو ضائع ہوا میں ذمہ لیتا ہوں اگر محمدؐ نے جھوٹ کہا ہو بہتر یہ نظر آتا ہے کہ تم اس سے تعرض نہ کرو اور اس کا معاملہ تم دوسرے والے کے لئے اٹھا رکھو۔ اگر وہ فرشتہ ہے تو تمہیں اس سے فائدہ ہوگا کہ اپنے بھتیجے کی ملک سے متمتع ہو سکو گے اگر پیغمبر ہے تب بھی تم کو اس کے ساتھ لڑنے جھگڑنے سے گریز کرنا چاہیئے کیونکہ کیونکہ وہ لامحالہ لوگوں میں زیادہ سعید ہوگا، لہٰذا میری نصیحت قبول کرو اور میری رائے کو کمزور مت سمجھو۔ ابو جہل نے یہ بات سنی تو اسے حسد ہوا کہ اگر لوگوں نے اس کی بات سن لی اور مان لی تو سرداری اسے حاصل ہو جائے گی اور میری زیادہ اہمیت نہ رہے گی چنانچہ از راہ خباثت کہنے لگا کہ عتبہ یہ بات یوں کہہ رہا ہے کہ اس کا لڑکا ابو حذیفہ محمدؐ کی معیت میں ہے۔ ابو حذیفہ کو اپنے بیٹے کا قتل گراں معلوم ہو رہا ہے۔ پھر عتبہ کی طرف رُخ کر کے اسے بزدلی کا طعنہ دینے لگا

اور کہا کہ اب کیا تم ہماری رسوائی چاہتے ہو اور قوم کو لوٹ جانے کا مشورہ دیتے ہو، خدا کی قسم ہم نہیں ٹلیں گے جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان دوٹوک فیصلہ نہ کر دے۔ عتبہ ابوجہل کی بات سن کر غضبناک ہو گیا اور اس پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے بزدل کون ہے اور بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ڈرپوک اور فسادی کون ہے اور بعض کتب سیر میں لکھا ہے کہ جب حکم بن حزام نے عتبہ سے التماس کی کہ عمرو بن الحضرمی کا خون بہا ادا کرنا تو قبول کر لے اور لشکر کو لوٹا لے۔ عتبہ نے اس کی عرض سن کر کہا کہ اے یار تو حنظلہ کے پاس جا اور میری طرف سے یہ کہہ اور اسے اس معاملہ میں اپنا ہم خیال بنا۔ حکم کہتا ہے کہ میں عتبہ کے کہنے کے مطابق ابوجہل کے پاس گیا کہ عتبہ کہتا ہے کہ مصلحت اسی میں ہے کہ ہم لشکر واپس لے چلیں اور اپنے چچا زاد بھائی سے نہ لڑیں۔ ابوجہل نے کہا کہ عتبہ کو تیرے سوا کوئی قاصد ہی نہیں ملا۔ میں یہ بات سنتے ہی فوراً وہاں سے چل پڑا اور عتبہ کے پاس دوڑا دوڑا گیا۔ اسے میں نے دیکھا کہ وہ ایما بن رخصہ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور اپنے اونٹوں میں سے دو اونٹ مشرکوں کو بھیج رہا تھا کہ وہ اسے کاٹ کر کھائیں۔ میرے پیچھے ہی ابوجہل پہنچا شرارت کا اثر اس کے نامبارک چہرے سے ظاہر تھا کہنے لگا "انتفخ سحرک" کہ تیرے پھیپھڑے میں ہوا بھر گئی ہے۔ یہ کلمہ اہل عرب اس وقت کہتے ہیں جب وہ کسی کو بزدل کہنا چاہتے ہوں۔ عتبہ نے کہا اے اپنے آپ کو زرد کرنے والے مجھے ملامت کرتا ہے (عتبہ کی بات کا اکثر اہل سیر کے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ ابوجہل کے مقام خاص پر برص تھا جسے وہ زعفران سے رنگ دیا کرتا تھا) اس بات سے ابوجہل کو نہایت غصہ آیا، اپنی تلوار کھینچ کر گھوڑے سے اتر آیا ایما بن رخصہ نے کہا یہ فال بد ہے۔ اس کے بعد وہاں سے آ کر ابوجہل نے کسی شخص کو عامر بن الحضرمی کے پاس بھیجا کہ بھوک کی شدت سے عتبہ کا دماغ خراب ہو گیا ہے اسے ستو کھلانا چاہیے۔ قریش نے بھی یہی کہا ابوجہل مشرکوں کی طرف داری سے بہت مسرور اور خوش ہوا اور میں نے وہاں سے واپس ہو کر عتبہ سے درخواست کی کہ وہ قوم کو سمجھا جائے۔ عتبہ غصہ میں بھرا ہوا لشکر گاہ میں آیا اور ہر چند مشرکوں کو جنگ سے روکنے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

نقل کرتے ہیں کہ اہل اسلام کے لشکر میں تین جھنڈے تھے ایک تو مہاجروں میں سے ایک شخص کے پاس اور دو انصار کے پاس۔ حضرت رسالت پناہؐ نے مہاجروں کا جھنڈا مصعب بن عمیر

کر دیا اور خزرج کا جھنڈا حباب المنذر کو اور اوس کا علم سعد بن معاذ کو مرحمت فرمایا۔ اور کہا کہ مہاجروں کا شعار بنی عبدالرحمٰن کے ساتھ، اوس کا بنی عبداللہ اور خزرج کا شعار بنی عبداللہ کے ہمراہ ہوگا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا مجموعی طور پر شعار امت کا منصور و مظفر ہوتا ہے اور یہاں شعار مراد وہ علامت ہے کہ جنگ کے روز موافق مخالفوں میں تمیز کر کے ایک دوسرے کو پہچانیں اور ہمارے کلمہ منصور امت سے مراد یہ ہے کہ اے وعدہ دیئے ہوئے مجاہد! نصرت الٰہی سے دشمن کو قتل کر اور مشرکوں کے بھی تین جھنڈے تھے، ایک طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں، دوسرا ابی عزیز بن عمرو کے اور تیسرا ثالث بن النضر کے ہاتھ میں تھا اور یہ تینوں کا سلسلہ نسب عبداللہ بن قصی تک پہنچتا ہے۔ جب طرفین نے جنگ کا قصد کیا حضرت مقدس نبوی نے ایک لکڑی ہاتھ میں لے کر صف بندی فرمارہے تھے اور اس اثناء میں آپ کی نظر سواد بن   پر پڑی کہ جو صف سے چند قدم آگے بڑھا ہوا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی سواد کے برہنہ سینہ پر مار کر کہا "استوی یا سواد یا سواد" سواد نے کہا یا رسول اللہ آپ کی لکڑی کی ضرب سے مجھے بڑی تکلیف پہنچی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق اور راستی کے ساتھ بھیجا ہے آپ نے مجھے جو چوٹ لگائی ہے اس کا بدلہ دیں۔ آنحضرت صلعم نے اپنے سینہ مبارک کو عریاں فرمایا اور کہا اے سواد اپنا بدلہ لے لے۔ سواد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر روئے نیاز رکھ کر اسے بوسہ دینے کی سعادت سے سرفراز ہوا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا تو نے کیوں کیا۔ اس نے کہا کہ میں اس جنگ میں قتل ہونے محفوظ نہیں۔ میں نے چاہا کہ اپنی زندگی کے آخری وقت آپ کے بدن مبارک سے مساس کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی اس کے بعد اصحاب سے کہا کہ تم میں سے کوئی میری اجازت کے بغیر تلوار چلانا اور نہ کفار پر حملہ کرنا جب وہ تمہارے قریب آئیں تو تم ان پر تیر برسانا اور تیر چلانے میں اس قدر کچھار کھیں کہ تمہارا تیر انتہا تک نہ پہنچے، اس خدا کی قسم کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ جو بھی ان سے جنگ کرے گا اسے بہشت دائمی ملے گی۔ اگرچہ وہ طالب ثواب اور رضائے الٰہی کا طالب ہوتا ہے اور اس کے دامن میں پناہ حاصل کرتا ہے، اور اس وقت عمیر بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرما کھانے میں مشغول تھے۔ کھجور کا باقی ماندہ حصہ ہاتھ ہی میں تھا کہ تلوار لیے مخالفان دین سے جنگ

شروع کر دی تھی کہ شہادت حاصل کر کے باغات جنت کی طرف تشریف لے گئے۔ کہتے ہیں کہ جب فریقین کی مڈ بھیڑ ہوئی تو ابو جہل نے کہا کہ اے خداوندا ہم میں سے بھی جو قطع رحمی کرے اور ایسا کلام ہمارے درمیان کھڑا کرے کہ جس کا کسی کو پتہ نہیں تو تو اسے ہلاک کر اور فی الحقیقت وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔

فصل سوم

آغاز جنگِ بدر

تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے مشرکوں میں سے جس شخص نے میدان میں قدم رکھا اور جنگ کرنے کے لیے آگے آیا عتبہ بن ربیعہ تھا وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کے ہمراہ آگے بڑھا۔ واقعہ یہ تھا کہ عتبہ نے ابو جہل کی سرزنش کی بنا پر کہ اس نے اسے غداری اور بزدلی سے منسوب کیا تھا، متاثر ہو کر جنگ و قتال کے لیے سب سے پہلے قدم اٹھایا۔ زرہ پہنی پھر ہر طرف دیکھتا تھا کہ کہیں سے ایسی کوئی خود ہاتھ آ جائے کہ اس کے سر پر پوری اترے مگر ایسی کوئی خود نہیں ملی کیونکہ اس کا سر بہت بڑا تھا اس وجہ سے پگڑی پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ اپنے بھائی اور بیٹے کے ساتھ جنگ کے لیے مستعد ہو کر نکلا۔ اسے حکم بن خزام نے نصیحت کی مگر مفید ثابت نہ ہوئی۔ اسی اثنا میں عتبہ کی نظر ابو جہل پر پڑی جو ایک گھوڑی پر سوار مشرکین جنگ کی ایک صف میں کھڑا تھا نہایت جوش سے اس نے تلوار سونتی اور ابو جہل کی گھوڑی کو ایڑی لگائی اور کہا کہ آج سواری کا دن نہیں کیونکہ قوم کے اکثر اکابر پیادہ ہیں۔ ابو جہل گھوڑی سے اتر پڑا۔

اس کے بعد عتبہ، شیبہ اور ولید میدان میں آئے اور نعرہ لگایا کہ ہے کوئی لڑنے والا! لشکرِ اسلام میں سے تین انصار نوجوان یعنی حارث کے بیٹے میدان میں نکلے اور ایک روایت کے مطابق معاذ کی بجائے عبداللہ بن رواحہ تھے۔ کفار نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم انصاری ہیں۔ انہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں، ہم اپنے چچا زادوں کو میدان میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے صدا لگائی کہ اے محمدؐ ہمارے اہل خاندان کو

بھیجیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ، علی اور عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم کو اشارہ فرمایا کہ میدان میں نکلیں۔ جب وہ میدان میں آئے تو کفار نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو، انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ پس عبیدہ جو ان میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھے اور ان کی عمر اسی سال سے متجاوز ہو چکی تھی عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت حمزہ شیبہ کی طرف اور علی ولید کی جانب، حضرت علی نے ولید پلید کو پہلے ہی وار میں جہنم رسید کر دیا۔ حضرت حمزہ نے شیبہ کو زخم کاری لگایا مگر عبیدہ نے عتبہ سے زخم کھایا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت حمزہ عتبہ کی جانب، حضرت علی شیبہ سے اور ولید سے عبیدہ نے مقابلہ کیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی نے دشمنوں کو قتل کر دیا عبیدہ اپنے مقابل سے بری طرح زخمی ہوئے۔ چنانچہ ان کے پاؤں کی ہڈی کا گودا نکل کر میدان میں جا پڑا۔ علی اور حمزہ عبیدہ کی مدد کو آئے اور ان کے دشمن کو قتل کر دیا۔ عبیدہ کو اٹھا کر حضور صلعم کے پاس لایا گیا۔ عبیدہ بولے یا رسول اللہ صلعم میں شہید ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو شہید ہی نہیں بلکہ سعادت مندوں میں سرفہرست ہے۔ چنانچہ جنگ بدر سے لوٹتے ہوئے وادی صفرا یا وادی روحا میں راہی فردوس ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

ھٰذٰنِ خصمانِ اختصموا فی ربھم" ان چھ آدمیوں کے حق میں نازل ہوئی۔

جونہی جنگ کی آگ بھڑکی اور سرکار دو عالم نے کفار کی کثرت کو ملاحظہ فرمایا اور دوستوں کی تعداد کی کمی اور دشمنوں کی فراوانی کا مشاہدہ فرمایا تو دعا کی، قبلہ گاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس طرح ہاتھ اٹھائے کہ سپیدی بغل ظاہر ہو گئی اور آپ کے کندھے سے چادر گر گئی۔ فرمایا اللھم ما وعدتنی اس کلمہ کی تکرار فرماتے جاتے اللھم ان تھلک ھٰذہ العصابۃ اھل الاسلام لا فی الارض ابداً۔ کہتے ہیں کہ دعا میں آپ نے اس قدر زور دیا کہ صدیق اکبر نے آپ سے کہا کہ آپ کی زاری حد سے گزر چکی اور آپ کی چادر جو کندھے سے گر چکی تھی اسے آپ کے مقدس کندھے پر ڈال دیا اور آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور کہا یا رسول اللہ صلعم بے شبہ آپ کے ساتھ جو وعدہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا ہے وہ پورا ہو گا۔

فصل چہارم

اہل اسلام کی امداد کیلئے ملائکہ علیہم السلام کا نزول

ارباب سیر و تاریخ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت صلعم نے حضرت خداوند بزرگ کے دربار میں دعاو نیاز مندی فرمائی تو حضور پر ہلکی سی غنودگی کا غلبہ ہوا اور نکمہ کے خلوت خانہ میں آنکھیں جھپکائی ہی تھیں کہ بیدار ہو کر فرمایا کہ اے ابو بکرؓ! تم کو مبارک ہو کہ دین اسلام کی نصرت کے لیے تائید آسمانی ہو چکی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام ایک ہزار زرہ پوشوں کی جماعت لیے روائے پاکدامنی اوڑھے مخصوص عمامے باندھے اس کے دونوں کنارے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑے سدھائے ہوئے ابلق گھوڑوں پر سوار زمین پر آئے اور مومنوں کے لشکر کے قلب میں صف آرا ہو گئے اور میکائیل نصرت پناہ خوش پوش دوسرے ہزار سواروں کے ساتھ لشکر کے داہنے اور اسرافیل فرشتوں کے افواج کے گھڑ سوار اور آسمانی مخلوق کے سپہ سالاروں کے ہمراہ ظفر مند فوج اسلام کے بائیں جانب اترے اور کافروں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان جنگجوؤں کے استقبال کے لیے اپنی جگہ سے اٹھے اور میدان میں تشریف لائے اور آیت   کی تلاوت فرمائی اور اپنے دینی بھائیوں کو فتح مندی کا مژدہ سنایا اور ایک مٹھی سنگریزے اٹھا کر قریش کے ذلیلوں کی طرف پھینکی اور اس فضا میں آیت "شاهت الوجوه" کا جھنڈا کافروں کی شکست کے لیے بلند کیا اور مسلمانوں کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مجاہدو! دوڑو۔ پس مسلمانوں نے ملائکہ اور احکم الحاکمین کی امداد و تائید سے یکبارگی حملہ کیا اور ان نیکوکاروں نے ان شریروں کو ہلاک کر دیا۔

"وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى" کی حقانیت کا ظہور ہوا۔ حکم بن خرام کہتا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی سنگریزے ہماری طرف پھینکی تو ہم نے ایک آواز سنی جو آسمان سے آرہی تھی، کنکریوں کی آواز کی طرح جو طشت میں گرتے وقت پیدا ہوتی ہے اور ہم اس آواز کو سن کر دوڑ پڑے۔ نوفل نے بھی معاویہ سے اسی طرح روایت کی کہ اس روز ہم نے اپنے عقب میں کنکریوں کے کھنکنے کی آواز سنی جیسے کسی طبق سے گر رہی ہوں۔ نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ

یعنی مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں لڑائی کے دوران تین مرتبہ اس چبوترہ پر خبر گیری کے لیے گیا، جس پر حضور تشریف فرما تھے، ہر مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا حی یا قیوم بو حمتک استغیث" پڑھتے ہوئے سجدے میں پڑا پایا، یہاں تک کہ اس کے بعد ہم نے فتح کے آثار کا مشاہدہ کیا۔

شاہ مرداں کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ بدری جنگ کے روز ایک سخت ہوا چلی کہ اس طرح کی ہوا چلتی ہوئی ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی اس کے بعد اسی طرح تیزی سے دوسری بار اور پھر اس کے بعد اسقدر سختی کے ساتھ ہوا چلی اس طرح تین مرتبہ جو ہوا پے در پے چلی تو اول جبرائیل علیہ السلام ایکہزار مقرب فرشتوں کے ساتھ اور دوسری دفعہ میکائیل اور تیسری مرتبہ اسرافیل علیہ السلام آئے جیسا کہ بیان کیا گیا۔

اس دن شیطان مردوق بن مالک بن جشم کی شکل میں متشکل ہو گیا تھا وہ قریش سے کہتا تھا کہ تم پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا۔ جب اس ملعون نے ملائکہ کو جو عساکر نصرت شعار کی امداد کے لیے چلے آ رہے تھے دیکھا تو کافروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں کیونکہ میں جو دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے۔ حارث بن ہشام اس تصور سے کہ وہ سراقہ ہے اس سے جھگڑ پڑا شیطان نے اس کے سینہ پہ ہاتھ مارا اور اسے گرا دیا اور خود دریا کی طرف بھاگ گیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ابلیس اس لیے نہیں ڈرتا کہ وہ مارا جائے گا کیونکہ اس نے خدا سے مہلت حاصل کی ہوئی ہے بلکہ وہ اس لیے ڈرتا ہے کہ کہیں جبرائیل اسے گرفتار نہ کر لیں اور لوگوں کو بتائیں کہ اس کی پیروی نہ کرو۔ بیان کرتے ہیں کہ جب مشرک مکہ آئے تو کہنے لگے ہماری فوج کو سراقہ کی وجہ سے شکست ہوئی کیونکہ جب وہ بھاگ کھڑا ہوا تو سب کے سب شکستہ دل ہو کر بھاگ اٹھے جب یہ خبر سراقہ کو پہنچی تو اس نے قسم کھائی کہ مجھے تمہارے جنگ بدر سے بھاگ جانے کا علم اس وقت تک نہیں ہوا جب تک میں نے تمہاری شکست کی خبر نہیں سنی۔ انہوں نے نشانیاں بتلائیں اور وہ انکار کرتا رہا حتیٰ کہ جس وقت یہ لوگ مسلمان ہوئے تو پتہ چلا کہ وہ شیطان تھا۔

اسی اثنار میں ابوجہل لعین نے اپنی قوم سے کہا کہ اے گروہ قریش! سراقہ کے قول نے تم کو جنگ سے باز نہ رکھا بلکہ اس کا تو رسول صلعم اور ان کے صحابہ کے ساتھ معاہدہ ہے۔ جب سراقہ اس جہان سے کوچ کر جائے گا تو اسے پتہ چلے گا کہ میں اس کی قوم کا کروں گا۔ عتبہ، شیبہ، ولید کے قتل سے تم کو خائف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ مغرور اور خود رائے تھے اور جنگ میں جلد بازی کرتے تھے اور

فضول طریقہ سے لڑ رہے تھے۔ خدا کی قسم ہم یہاں سے واپس نہیں ہوں گے جب تک کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب کو قتل نہ کر دیں۔ بشرطیکہ تم میں سے کوئی محمدؐ اور اصحاب محمدؐ میں سے کسی کو قتل نہ کرے بلکہ ان کو زندہ گرفتار کر لو پھر دیکھنا ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اور ان پر کیا آفت ڈھاتے ہیں کہ دنیا ان کا حال دیکھ کر عبرت پکڑے گی اور پھر کسی کو اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک کرنے کی جرات نہ ہوگی اور ان کے بزرگوں نے جن کی پرستش کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اس سے روگرداں نہ ہونگے۔

نقل ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا کہ بدر کے دن میں نے لوگوں کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار ہیں لوگوں کو جو قتل اور قید کرنے میں مصروف ہیں۔ ابو اسید بیان کرتے ہیں کہ بنی غفار کے ایک شخص سے ہم نے سنا کہ کہتا تھا کہ میں اور میرا چچا زاد بھائی جنگ بدر کے دن ایک پہاڑ پر چڑھے تاکہ دیکھیں کہ طرفین میں کون کامیاب و کامران ہوتا ہے اور حال یہ کہ ہم دونوں مشرک تھے۔ اسی اثناء میں ہم نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ہمارے قریب سے گزرا اور اس بادل کے ٹکڑے کے اندر سے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور لوہے کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور ہماری سماعت سے یہ بات ٹکرائی کہ ایک کہنے والا کہتا تھا" اقدم یاخیروم" یعنی آگے بڑھ اے خیروم (خیروم جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے) میں نے اس گھوڑے کی طرف ٹکٹکی باندھی کہ دیکھیں کہاں جاتا ہے ہم نے دیکھا وہ بادل کا ٹکڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف رواں ہے۔ ایک لحظہ کے بعد وہ لوٹا اور جو کچھ پہلے سنا تھا وہی آوازیں پھر سنائی دیں۔

بیان کرتے ہیں کہ ملائکہ کے سیاہ کی اس دن خاص طور پر پگڑیاں سرخ، سبز اور زرد رنگ کی تھیں اور چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے جن کے ماتھے نشان زدہ تھے اور مشرک ملائکہ کے گھوڑوں کی ہنہناہٹ سن رہے تھے مگر انہیں گھوڑے نظر نہیں آ رہے تھے جب کوئی مسلمان کسی کافر کو قتل کرنے کے لیے جاتا اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا اس کے سر کو کٹا ہوا پاتا۔ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ ایک انصاری ایک کافر کے تعاقب میں جا رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک کوڑے کے چلنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی آواز کہ کہتا تھا" اقدم یاخیروم" جب اس نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ وہ کافر جو اس کے آگے آگے دوڑا جا رہا تھا وہ گر پڑا تھا اور اس کا

منہ پھٹ چکا تھا اور اس کی ناک ٹوٹ چکی تھی۔ وہ انصاری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور جو حالت دیکھی تھی وہ بیان کی۔ فرمایا کہ وہ آسمان سوم کے ملائکہ میں سے تھا۔ ثابت ابن جلبش سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے قسم کھائی کہ بخدا مجھے بدر کے دن کسی انسان نے اسیر نہیں کیا پوچھا گیا پھر تجھے کس نے گرفتار کیا، کہا کہ جب قریش نے راہ فرار اختیار کی تو میں بھی ان کیساتھ بھاگا، ناگاہ ایک شخص میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھے باندھ لیا۔ وہ شخص لمبے چوڑے قد والا گورا چٹا ایک ابلق گھوڑے پر فضا میں سوار تھا۔ اس اثنا میں عبدالرحمٰن ابن عوف میرے پاس پہنچے اور مجھے بندھا ہوا پایا، ہر چند آواز لگائی کہ یہ کس کا قیدی ہے مگر کسی صحابی کی اس نے کوئی آواز نہ سنی۔ اس کے بعد مجھے رسول اللہ صلعم کے پاس لے گئے۔ آنسرور صلعم نے فرمایا کہ اسے معزز فرشتہ نے گرفتار کیا ہے، پھر کہا اے ابن عوف اپنے قیدی کو لے جا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مشرکوں کے سر میں حضور صلعم کی خدمت میں لے گیا اور بتایا کہ دو کو تو میں نے قتل کیا ہے تیسرے کو قتل ایک ایسے شخص نے کیا کہ جو سفید کپڑوں میں ملبوس اور دراز قامت تھا۔ اس نے اس کا سر بھی اٹھا لیا اور ان دونوں سروں کے ساتھ ملا کر آپ کو دکھانے کے لیے لایا ہوں فرمایا "ذاک فلان من الملائکۃ" نقل ہے کہ بعض اصحاب کہتے تھے کہ ہم کسی شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے اور قبل اس کے کہ ہم تلوار کا وار کریں اس کا سر تن سے جدا ہو جایا کرتا تھا۔ نقل ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ ملائکہ جنگ بدر میں ایک ایسی شکل میں متشکل تھے کہ مومن ان کو پہچان لیتے تھے۔ وہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھاتے اور ان کو بہادر بننے کی ہدایت کرتے۔ حق تعالےٰ نے اس سلسلہ میں فرمایا" واذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین آمنوا" پروردگار نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، مومنوں کی ہمت بندھاؤ اور ان کو دلیر بناؤ۔ غرض یہ کہ نزول ملائکہ اور ان کے جنگ کرنے اور انسانی شکلوں میں آنے کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ فرشتے آسمان سے اترے اور انہوں نے کفار سے جنگ کی اور مومنوں کی نظر میں خوبصورت شکل میں جلوہ گر ہوئے اور بعض ایسی صورتوں میں تھے کہ مومنوں نے انہیں پہچان لیا جیسا کہ بیان کیا گیا" رجعنا الی الجدال و واقعاتہ"

مقابلہ بدر کے دوسرے واقعات

نقل کرتے ہیں کہ جب اہل شرک اور اہل توحید باہم ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی عاصم بن ابی عوف نے جو ایک درندہ صفت آدمی تھا نعرہ لگایا کہ اے گروہ قریش! اس شخص سے ہاتھ مت روکو جو قطع رحمی کرنے والا ہے اور جماعتوں میں تفرقہ ڈالنے والا ہے۔ اگر وہ نجات نہ پائے تو میں نجات نہیں پاؤں گا یعنی میں انہیں قتل کر دوں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا اور اس ملعون کی مراد رسول اللہ صلعم سے تھی۔ عاصم ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ابودجانہ انصاری نے تلوار کے ایک ہی وار سے جہنم رسید کر دیا اور چاہتے تھے کہ اس کے اسلحہ پر قبضہ کر لیں کہ معبد بن وہب آگے بڑھا اور ابودجانہ پر ایک ضرب لگائی وہ زانو کے بل گر پڑے پھر اٹھے اور پے در پے کئی وار معبد پر کئے مگر کوئی کارگر ثابت نہ ہوا۔ معبد نے ابودجانہ کے مقابلہ سے راہ فرار اختیار کی اور ایک طرف کا رخ کیا۔ ابودجانہ نے معبد کا تعاقب کیا اور اپنے آپ کو اس پر جا ڈالا۔ وہاں انہوں نے اسے ذبح کر دیا۔

واقعۂ قتل نوفل بن خویلد

نقل ہے کہ زبیر نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم کو پتہ چلا کہ نوفل بن خویلد بھی قریش کے لشکر میں ہے تو آپ نے دعا فرمائی کہ "اللھم اکفنی" خویلد نعرہ لگا رہا تھا کہ اے معشر قریش! آج کا دن رفعت اور بلندی کا دن ہے۔ جب دیکھا کہ قوم ہزیمت اٹھا کر بھاگی جا رہی ہے تو چلا اٹھا کہ اے آل انصار! ہمارے قتل سے تمہیں کیا فائدہ۔ کیا تمہیں اونٹ نہیں چاہئیں (یا تمہیں اونٹوں کی ضرورت نہیں)، یعنی ہمیں قید کر لو اور فدیہ لو۔ آخر کار جابر بن امیہ انصاری نے اس کو گھیر کر آگے رکھ لیا اور اپنی منزل کی طرف لے چلے۔ اچانک حیدر کرار رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آ گئے۔ جب نوفل نے دیکھا کہ علی کرم اللہ وجہہ اس کی طرف متوجہ ہیں۔ اجبار سے کہا کہ اے انصاری بھائی! لات و عزیٰ کی قسم میں ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں جو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ مجھے بتاؤ یہ کون ہے۔ اجبار نے کہا، علی ابن ابی طالب ہیں۔ نوفل نے کہا واللہ اپنی قوم کو تہ تیغ کرنے میں اس سے زیادہ تیز آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ علی المرتضیٰ نے اس کے پاس پہنچ کر تلوار اس کے سر پر ماری جو ترازو ہو گئی، پھر امیر نے اس کے سر سے تلوار کھینچ کر اس کی پنڈلی پر چلائی چنانچہ پنڈلی کٹ گئی اور تیسری ضرب

میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ جب مجلس شریف نبوی میں پہنچے تو رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ نوفل کا کسی کو پتہ ہے۔ علی نے کہا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر اور کہا ، الحمد للہ میری دعا قبول ہوئی۔ کہتے ہیں کہ مخالفوں کے لشکر سے ستر آدمی مارے گئے اور ستر آدمی قید ہوئے اور ان میں سے چھتیس آدمیوں کو تنہا علی المرتضیٰ نے قتل کیا رضی اللہ عنہ چوبیس آدمیوں کے قتل میں تو کسی کو اختلاف نہیں ، ان میں زمعہ بن الاسود ، حارث بن زمعہ ، عمرو بن عاص بن کعب اور عثمان و مالک کر طلحہ کے بیٹے تھے۔

اُمیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کا قتل

مقتولوں میں سے ایک مشہور شخصیت اُمیہ بن خلف کی تھی ، عبد الرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں میرے اور امیہ کے درمیان رشتہ دوستی استوار تھا ، اس وقت مجھے عبد عمرو کہا جاتا تھا جب میں مشرف بہ اسلام ہوا تو حضور صلعم نے میرا نام عبد الرحمٰن رکھا ، ایک روز امیہ نے مجھ سے کہا تیرے باپ نے تیرا جو نام رکھا تھا تو نے وہ نام بدل دیا۔ اب میں تجھے عبد الرحمٰن نہیں کہوں گا کیونکہ یمامہ میں مسیلمہ کو رحمان کہتے ہیں ، لہٰذا میں تجھے دوسرے نام سے پکاروں گا۔ میں نے کہا یا ابا علی تو مجھے جس نام سے چاہے پکار ، اس نے کہا آج سے میں تجھے عبد اللہ کے نام سے پکاروں گا ، چنانچہ میں نے اسے قبول کر لیا۔ وہ مجھے اثنائے گفتگو اور مخاطبت میں عبد اللہ کے نام سے پکارتا ، قدرتی طور پر بدر کے دن جب مشرک بھاگ اٹھے تو مجھے جنگ دو زرہ غنیمت میں ملے میں انہیں اٹھائے لیے جا رہا تھا کہ امیہ بن خلف کی نظر مجھ پر پڑی ، اس کا بیٹا علی بھی اس کے ساتھ ، جب امیہ نے مجھے دیکھا تو آواز دی یا عبد عمرو ! میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب اس نے مجھے عبد اللہ کے نام سے پکارا میں نے جواب دیا۔ اس نے کہا مجھے قتل مت کرنا تاکہ ان زرہوں سے زیادہ میں تجھے فائدہ پہنچاؤں۔ میں نے زرہیں پھینک دیں اور باپ اور بیٹے کو پکڑ کرلے چلا ، ناگاہ حضرت بلال رضؓ کی نظر ہم پر پڑی ، چونکہ امیہ نے مکہ میں حضرت بلال رضؓ کو بہت دکھ پہنچایا تھا تاکہ وہ دین اسلام سے منحرف ہو جائے چنانچہ حضرت بلال رضؓ اسے دیکھتے ہی چیخ اٹھے اے انصار اللہ ، اور اے انصار رسول اللہ یہ دیکھو سالار و سردار مشرکان امیہ بن خلف ! اگر وہ رہائی پالے تو میرا بچنا ممکن نہیں ، جب اہل اسلام

نے حضرت بلالؓ کی آواز سنی تو اُمیّہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے ہر چند کہا کہ یہ دونوں اسیر ہیں مگر کسی نے میری بات پر دھیان نہ دیا۔ آخر کار اُمیّہ کو پشت کے بل گرا لیا گیا میں نے اپنے آپ کو اس کے اُوپر ڈال دیا مگر خباب بن المنذر نے تلوار سے اس کی ناک کاٹ لی جب امیّہ نے اپنی ناک کٹی ہوئی دیکھی تو کہا اے عبداللہ مجھے چھوڑ دے لامحالہ میں نے اسے چھوڑ دیا، اور اُس کی حمایت سے ہاتھ اٹھالیا، اسی اثناء میں خبیب بن لیساف نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا اور خباب بن المنذر نے علی بن امیّہ کے پاؤں پر وار کر کے اسے بدن سے جُدا کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے بتایا کہ اس وقت علی اس طرح چیخا کہ اتنی سخت اور ہیبت ناک آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کے بعد عمار یاسر نے اس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق نقل ہے کہ وہ کبھی کبھی کہا کرتے کہ خدائے تعالیٰ بلالؓ پر رحم کرے کہ انہوں نے میری زرہوں کو ضائع کر دیا اور میرے قیدیوں کو قتل کروا دیا۔ دوسرا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام مغیرہ سے جنگ کی اور ان کو پچھاڑ دیا۔

آنحضرت صلعم کے دو معجزے

۱۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بدر کے روز میری تلوار ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت حال سے واقف ہو کر ایک لکڑی مجھے دی وہ لکڑی میرے ہاتھ میں ایک سفید اور لمبی تلوار کی صورت اختیار کر گئی اور اس سے میں دشمنوں سے جنگ کرتا رہا، حتیٰ کہ انہوں نے راہِ فرار اختیار کی۔

۲۔ بنی الاشہد کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ سلمہ بن اسلم کی تلوار جنگ بدر میں ٹوٹ گئی۔ ان کے پاس اس کے سوا کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی وہ آپ نے انہیں مرحمت فرمائی، وہ ایک تیغ براں ہو گئی۔ یہاں تک کہ جنگ خیبر کے دن آپ کے ہاتھ سے کہیں گر گئی اور کھو گئی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں شہادت پائی۔

بدر کے بعض قیدی

کہتے ہیں کہ جو ستر آدمی بدر کی جنگ میں مارے گئے ان میں سے تقریباً تیس آدمی مشاہیر قریش میں سے تھے دوسرے ان کے سرداروں میں سے جو بہ بخت تقدیر میں اسیر اور دستگیر ہوئے۔ قیدی رؤسا میں سے عباس ابن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب، ابوالعاص بن الربیع، ابوعزیز بن عمرو ولید بن الولید بن المغیرہ، وہب بن عمر، وہب بن جمحی، سہیل بن عمرو، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن الحارث۔ عقبہ و نضر قید ہونے کے بعد قتل کئے گئے۔ جیسا کہ آگے انشاء اللہ ان کا ذکر آئے گا مسلمانوں میں سے ۱۴ آدمی شہید ہوئے مہاجروں میں سے چھ اور انصار میں سے آٹھ۔

ابوجہل لعین کا قتل اور اس کے قاتل

عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ بدر کے میدان میں دو انصاری نوجوانوں کے درمیان صف جنگ میں تھا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ کاش میں دو پہلوانوں کے درمیان ہوتا جو آزمودہ کار بہادروں میں سے ہوتے۔ ناگاہ ان نوجوانوں میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا، چچا جان! آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں، اس سے تمہارا کیا مطلب؟ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ اس نے حضور کو بے انتہا دکھ اور ایذا پہنچائی ہے۔ لہٰذا میں نے عہد کیا ہے کہ جب اس سے ملاقات کروں تو اس سے بھڑ جاؤں، حتیٰ کہ ہم دونوں میں سے ایک قتل ہو جائے اس دوسرے جوان نے بھی یہی بات کہی۔ میں ان دو نوجوانوں کی بات سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے دل میں ایک طرح کی طاقت محسوس کی، ایک لحظہ کے بعد ہی ابوجہل اونٹ پر سوار ظاہر ہوا جو لشکر کے درمیان جولانیاں دکھا رہا تھا۔ میں نے اسے ان لڑکوں کو دکھایا۔ دونوں باز کی طرح اس پر جھپٹے اور ابوجہل پر ٹوٹ پڑے۔ اول اپنی شمشیر آبدار اور آتشبار سے اس ذلیل یہودی کے پاؤں قلم کر کے اس کو زمین پر گرا دیا اور وہ دو سعادت مند نوجوان معاذ اور معوذ تھے۔ ان کو کبھی باپ کی جانب منسوب کر کے ابنا رحارث کہا جاتا ہے اور کبھی ماں کی طرف منسوب کر کے پسران عفیرا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ معاذ پسر عفیرا سے پوچھا گیا کہ ابوجہل جنگ بدر میں کس طرح مارا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے ابوجہل کو ایک زخم لگایا کہ اس کی پنڈلی جدا ہو گئی۔ عکرمہ اس کا لڑکا میرے پیچھے آیا اور ایک تلوار کا وار کر کے میرے ہاتھ کو تن سے جدا کر دیا۔ چنانچہ وہ

میرے پہلو سے لٹکنے لگا اور ابھی میں لڑ رہا تھا مگر اس ہاتھ سے میں بڑا تنگ تھا چنانچہ اس کٹے ہوئے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر جسم سے اکھیڑ دیا کہتے ہیں معوذ برادر معاذ نے اس زخم کے بعد دوسرا وار ابوجہل پر کیا اور اسے تقریباً سرحد عدم تک پہنچا دیا اور سواری سے نیچے گرا دیا اور پھر دونوں حضور صلعم کے پاس پہنچے اور انہوں نے اس ملعون کے قتل کا واقعہ عرض کیا۔ حضرت صلعم نے ان سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے اسے قتل کیا۔ دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے کیا ہے۔ حضرت صلعم نے فرمایا تم دونوں اپنی اپنی تلواریں لاؤ جب وہ اپنی تلواریں لائے تو حضور صلعم نے ان کو بغور ملاحظہ فرمایا کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے لیکن اس کا مال معاذ کو عطا فرمایا۔ معوذ نے آنحضرت صلعم کے پاس سے لوٹ کر دوبارہ جنگ میں مشغول ہو گئے حتی کہ شہادت کی سعادت سے مشرف ہوئے اور معاذ نے بھی اسی طرح زخم کھائے اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ حضرت رسالت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عفیرا کے لڑکوں پر رحم کرے کہ انہوں نے کافروں کے سرکردہ پیشوا اور اس امت کے فرعون کے قتل میں شریک ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دوسرا کون شخص ان کے ساتھ قتل ابوجہل میں شریک تھا، آپ نے فرمایا فرشتے ان کے ساتھ تھے، مستقصی میں ابوجہل کے قتل کی نسبت معاذ بن عمرو بن جموح سے کی گئی ہے اور واقدی سے نقل کیا جاتا ہے کہ ابوجہل کی تلوار آج تک معاذ بن عمرو کے ہاتھ ہے۔ نقل ہے کہ جنگ بدر میں مشرکین کی ہزیمت کے بعد حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو ابوجہل کی خبر لائے کہ اس کا کیا انجام ہوا، ابن مسعودؓ فوراً اس معاملہ کی کھوج میں نکلے اور کشتوں کے پشتے میں ابوجہل کو دیکھا خوار زار اور زخمی اس کی ابھی سانس باقی تھی چونکہ ابن مسعودؓ نے اس سے بہت اذیتیں اٹھائی تھیں لہذا آئے اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور اس کی داڑھی پکڑ کر کہا کہ تو ہی ہے اس حال میں کہ ذلیل و زار اور سوگوار ہے۔ دشمن خدا ابوجہل نے کہا کہ میں اس سے زیادہ کیا کہوں کہ ایک جوان مرد کو اسی کی قوم نے مار ڈالا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اے ابوجہل تیرا قاتل میں ہوں تو اس نے مجھے جواب دیا کہ نہیں تجھ سے پہلے غلاموں نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ کیا اچھا ہوتا کہ مجھے کوئی غیر دہقانی قتل کرتا اور اس کلام میں انصار کے

ساتھ تعریض تھی کیونکہ وہ دہقانی کہلاتے تھے۔ جب ابن مسعودؓ اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے تو اس ملعون نے کہا کہ اے شکاری تو بلند و بالا جگہ پر پہنچ گیا ہے اب بتا کہ فتح و نصرت کس کو سزاوار ہے ابن مسعودؓ نے کہا خدا اور اس کے رسول کو سزاوار ہے۔ اس کے بعد ابن مسعودؓ نے کہا اے دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے کیونکہ اس نے غرق ہوتے وقت ہی کم از کم اپنے ناپسندیدہ کردار کا اعتراف کرتے ہوئے انصاف سے کام لیا تھا تیرا ابھی وہی حال ہے پھر بھی تو اس حالت میں گمراہی اور ضلالت پر اصرار کرتا ہے۔ ابوجہل نے کہا تم اپنے آقا سے کہہ دو یعنی محمدؐ سے کہ میں اس دُنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اور میرے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں۔ عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار نکالی تاکہ اس کا سر تن سے جُدا کر دوں مگر تلوار کُند ہو چکی تھی۔ جس پر اثر نہیں کرتی تھی لہٰذا اسی کی تلوار میں نے اس کے میان میں سے نکالی اور اس کا سر تن سے جُدا کیا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب اس کا سر تن سے جُدا کیا جا رہا تھا تو اس ملعون نے وصیت کی کہ میری گردن کا ایک مہرہ میرے سر کی طرف کر دینا تاکہ دشمنوں کی نظر میں میرا سر بڑا معلوم ہو۔ نقل ہے کہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ جب اس ملعون کے سر کو میں نے تن سے جُدا کیا تو مجھ میں یہ طاقت نہیں تھی کہ میں اسے اٹھانے رکھتا۔ لہٰذا اسے زمین پر گھسیٹ دیا اور کہا یا رسول اللہ صلعم یہ ہے ابوجہل کا سر! رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ وہی ہے میں نے کہا بخدا وہی ہے۔ اس کے بعد حضور انورؐ اس کے سر کے پاس جا کھڑے ہوئے اور خوب غور سے دیکھ کر فرمایا "الحمد للہ الذی بطیلاک" اور فرمایا یہ شخص اس امت کا فرعون ہے۔ خداوند جل وعلا کا شکر ہے کہ ایک دشمنِ دین کو ہلاک فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ سجدۂ شکر بجا لائے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نمازِ شکرانہ ادا کی۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ میں بنی ہاشم وغیرہ کی ایک جماعت کو جانتا ہوں جنہیں مکہ سے زبردستی لایا گیا ہے۔ تم میں سے جو بھی بنی ہاشم خصوصاً عباس بن عبدالمطلب کے پاس پہنچے، چاہیئے کہ وہ اسے قتل نہ کرے اور اسی طرح ابوالبختری جس نے قریش کے عہد نامہ کو جو بنی ہاشم کی عداوت میں لکھا تھا کو باطل کرنے کی بے حد کوشش کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو کبھی بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی بلکہ مشرکین

کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے تھے اور کہتے ہیں کہ ابو حذیفہ بن عتبہ نے حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سن کر کہا کہ ہم اپنے باپوں، بھائیوں اور چچاؤں کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں، خدا کی قسم اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اس کے منہ پر تلوار ماروں گا۔ جب حذیفہ کی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع ہمایونی میں پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے ابا حفص رض! کیا تو نے نہیں سنا کہ ابو حذیفہ کیا کہتا ہے، رسول خدا کے چہرہ پر تلوار مارتا ہے۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت فرمایئے کیونکہ وہ منافق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ منافق نہیں ہے، لیکن اپنے بھائی، باپ اور چچا کے غم سے یہ بات کہتا ہے۔ اے عمر رض! تو اسے مت قتل کر، خدا تعالیٰ اسے شہادت عنایت فرمائے گا اور وہ شہادت اس بات کا کفارہ ہو جائے گی اور اسے جنت میں لے جائے گی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ابو حذیفہ رض کو پہنچی یہ خبر سن کر اپنی بات سے بہت پشیمان ہوا، اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کانپ اٹھا، پھر غزوات میں جاتے اور کفار کے ساتھ بڑی بڑی جنگیں لڑتے اس امید پر کہ اسے شہادت نصیب ہو، آخر کار مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوا رضی اللہ عنہ۔

بیان کیا گیا ہے کہ ابو الیسیر کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ نے عباس رض کو قید کیا، وہ ایک کوتاہ قد شخص تھا اور عباس رض بلند و بالا اور عظیم الجثہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الیسیر رض سے پوچھا، تو نے عباس رض کو کیسے گرفتار کیا۔ اس نے کہا اس معاملہ میں میری ایک ایسے شخص نے امداد کی جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس عجیب و غریب ہیئت اور اور خوفناک شکل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو تو نے دیکھا ایک کریم فرشتہ تھا جس نے تیری امداد کی۔

واقدی رح کہتا ہے کہ ابو داؤد مازنی رض نے کہا کہ میں نے جنگ بدر میں ابو البختری سے کہا اے ابو البختری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تمہارے قتل سے منع فرمایا ہے۔ میں بھی آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تیرے قتل سے دستبردار ہوتا ہوں تو بھی خود ہی اپنے ہاتھ باندھ دے تاکہ سالم رہے۔ ابو البختری نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے میرے قتل سے منع فرمایا ہے تو میں نے بھی انکی مصلحت کی رعایت کی ہے لیکن مکہ کی عورتیں جانتی ہیں کہ میں اپنا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں نہیں دیتا جب تک کہ وہ باندھ نہ لے اور مجھے معلوم ہے کہ تو مجھے نہیں چھوڑے گا، تیرا جو جی چاہے کر۔ یہ کہا اور نیزہ اس کی طرف پھینکا، اور قتل گاہ میں آکر اسی زخم سے ہلاک ہوگیا۔

حضرت عباس مسلمانوں کی قید میں

کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے قیدیوں کو مضبوط باندھا ہوا تھا اور رسیوں سے اچھی طرح کسا ہوا تھا، عباسؓ اس تکلیف کی وجہ سے جو رسیوں کے باندھنے سے اسے پہنچی تھی رات روتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عباسؓ کے نالہ وزاری سے نیند نہیں آرہی تھی۔ ایک صحابیؓ نے اس حقیقت کو محسوس کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تمام قیدیوں کے ساتھ نرمی کا وہی معاملہ کیا جو عباسؓ سے کیا۔ ہم حضرت عباسؓ کے ایمان کا واقعہ بعد میں نقل کریں گے۔

چوبیس سردارانِ قریش کو بدر کے ایک کنوئیں میں پھینکا گیا تھا، ابن خلف کے کٹے اعضاً کی وجہ سے کہ اسے اس کنوئیں تک کھینچنا مشکل تھا، چنانچہ اسے اسی جگہ گڑھا کھود کر لڑھکا دیا، اور لاش پر مٹی اور پتھر ڈال دیئے گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم وارد ہوا کہ اہل کفر و فساد کی لاشوں کو اس مقررہ کنوئیں میں ڈالیں تو عتبہ کو بھی اس کے ساتھیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خاک وخاشاک میں کھینچتے گئے۔ اس وقت ابو حذیفہؓ نے جب اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھا اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور اس کے اثرات اس کے بشرہ میں ظاہر ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو فرمایا، اے ابو حذیفہ تیرے دل میں اس واقعہ سے جو تیرے باپ کے ساتھ پیش آیا شک پیدا ہوگیا ہے۔ ابو حذیفہؓ نے جواب دیا، یا رسول اللہ صلعم خدا کی قسم، اسلام کے متعلق میرے دل میں کوئی شک پیدا نہیں ہوا لیکن میرے باپ کے اخلاق اچھے تھے۔ اور پسندیدہ صفات کا مالک تھا۔ مجھے ہمیشہ امید تھی کہ ان صفات کی برکت سے دولت اسلام سے سرفراز ہوگا۔ اب میں اپنے مقصد کے خلاف دیکھتا ہوں، اس وجہ سے پریشان ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سُن کر

ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جس جگہ فتح و نصرت حاصل ہوتی وہاں تین روز قیام فرماتے۔ اسی بناء پر تیسرے روز میدان بدر سے مراجعت کے ارادہ سے سوار ہوئے۔ اس کنوئیں پر جہاں گمراہوں کے لاشے پڑے ہوئے تھے تشریف لائے اور کھڑے ہوئے ایک ایک کا نام لے کر انہیں پکارا کہ اے عتبہ بن ربیعہ، یا شیبہ بن الربیع اور یا فلاں و فلاں وجدتم ما وعد ربکم حقا یعنی خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا تم نے اسے سچا پالیا، میں نے یقیناً پروردگار کے وعدہ کو حق پایا۔ تم جھٹلاتے تھے اور دوسرے تصدیق کرتے تھے۔ تم نے مجھے شہر سے باہر نکالا، دوسروں نے مجھے پناہ دی، تم نے میرے ساتھ جنگ کی دوسروں نے میری مدد و اعانت کی۔

نقل ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بے روح جسموں کے ساتھ باتیں کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے یہ سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا، جو بات میں کہتا ہوں، تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ اور اس باب میں ارباب حدیث کے درمیان بہت قیل و قال ہے کہ مردہ بات کیسے سنتا ہے، یا تو علم کے معنی میں ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں ایسا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھنے والوں کے جواب میں اس طرح فرمایا لقد علموا ان ما وعد ربھم حقا، یا تاویل کرتے ہیں جیسا کہ قتادہؓ نے فرمایا، اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے اس وقت مشرکین کو زندہ کر دیا، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو انہوں نے سنا۔ ان کی حسرت و ندامت بڑھ گئی۔ در اصل ان تاویلات کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ روح کے قالب کے ساتھ تعلق کی وجہ سے مفارقت کے بعد ادراکات باقی ہیں۔ قبر کے سوال پر ایمان بھی اسی اعتقاد پر مبنی ہے اگرچہ بعض آلات زیادہ قوی کی طرف منتقل ہو جانے کی وجہ سے بیکار ہو گئے ہوتے ہیں۔

واقدی کہتا ہے کہ حارثہ بن ربیع جس کی والدہ ربیع کے نام سے موسوم تھی اور اس کا باپ سراقہ بنی نجار سے تھا، بدر میں آیا تھا اور جنگ کا نظارہ کرتا تھا، وہ ابھی بچہ تھا اور حوض

سے منہ کے ساتھ پانی پیتا تھا، اتفاقاً ایک تیر جو کسی دوسرے کی طرف پھینکا گیا تھا، اس کے سینہ پر لگا، چنانچہ اس سے خون بہ نکلا اور شہید ہو گیا، اس کی شہادت کی خبر اس کی ماں کے پاس پہنچی جو مدینہ میں تھی، اس کی ماں نے کہا، خدا کی قسم میں اپنے بیٹے پر گریہ نہیں کروں گی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آجاتے، ان سے پوچھوں گی اگر میرا بیٹا جنت میں ہوا تو اس کے لیے نہیں روؤں گی اور اگر دوزخ میں ہوا تو آنسوؤں کی بجائے آنکھوں سے خون بہاؤں گی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مراجعت فرمائی، ربیعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حارثہ کے ساتھ میری محبت کا علم ہے اور میری محبت کے سبب کو بھی جانتے ہیں، میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ وہ جنت میں ہے تاکہ میں اس مصیبت میں صبر کروں، وگرنہ خدا جانتا ہے کہ میں اپنے جگر گوشہ کے لیے کیا کروں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام حارثہ! وہ ایک جنت میں نہیں ہے بلکہ کئی جنتوں میں ہے اور اس کا ٹھکانہ فردوس اعلیٰ میں ہے۔ ربیعہ نے کہا لا محالہ میں اپنے فرزند کے لیے نہیں روؤں گی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن منگوایا، اپنے دست مبارک اس میں ڈالے اور کچھ پانی سے کلی کی، حارثہ کی والدہ اور بہن کو دیا کہ وہ اس میں سے پئیں اور اپنے سر اور اعضاء پر ڈالیں، مدینہ میں ان سے زیادہ روشن چشم اور دراز عمر کوئی شخص نہیں تھا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر جمیل عطا فرما دیا۔

مال غنیمت کی تقسیم اور قیدیوں سے سلوک

علمائے رواۃ اور فضلائے ثقات رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں اس طرح بیان کیا ہے اور عبادۃ بن الصامت سے روایت بیان کی ہے کہ بدر کے روز مسلمانوں کی تین جماعتیں تھیں، ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگہبانی میں مشغول تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عریش کے گرد و خدمت کے لیے کمربستہ تھے، اور ایک گروہ دشمنان دین اور مخالفین کے ساتھ جنگ و جدال میں مصروف تھا اور انہوں نے فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے ہوتے تھے اور ایک گروہ قیدیوں کو پکڑنے، کفار کے اموال حاصل کرنے میں مصروف تھا۔ فتح و نصرت کے بعد ان گروہوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ مال غنیمت

ان میں تقسیم ہو۔ جنگ کرنے والوں کا خیال تھا کہ مال غنیمت کا حصول جنگ کے بغیر ممکن نہیں لامحالہ اموال غنائم کا مصرف وہی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کو زیادہ غنیمت سمجھ کر اپنے آپ کو اموالِ غنیمت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔ اور وہ گروہ جو غنائم کو جمع کرتے اور ان پر متصرف تھے، اسے مطلق اپنی ملک سمجھتے اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی دخل نہیں مانتے تھے، جب قوم میں اختلاف پیدا ہوا۔ آیۃ کریمہ یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول آخر آیت تک نازل ہوئی۔ اس کے بعد یہ آیت واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسہ وللرسول اتری، یہاں تک کہ جس نے جو غنیمت حاصل کی تھی واپس دے دی تمام مال کو جمع کیا، سپہ سالاروں اور جنگجوؤں کا خیال تھا کہ تقسیم میں ان کو ترجیح دی جائے گی، بلکہ تمام غنائم ان ہی کے لیے مخصوص ہوں گے۔ جب اموال برابری کی بنیاد پر تمام صحابہ میں تقسیم ہوئے۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلعم اتعطی فارس القوم مثل ما تعطی الضعفاء، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ثکلتک امک وھل تنصرون الا بضعفائکم یعنی تمہاری فتح و نصرت تمہارے ضعفاء کی برکت سے ہے اور سعد وقاص رضی اللہ عنہ ہی نے کہا جنگ بدر کے روز میں نے اپنے چچازاد بھائی عمرو بن سعید بن وقاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا۔ اس تلوار کا نام کتیفہ تھا۔ میں اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور تلوار کا قصہ بیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تلوار کو بھی اموال غنائم میں جمع کر دے، اب مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سن کر رنج ہوا جس کی شدت کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کیونکہ میرا بھائی قتل ہوا اور اس کا مال ہاتھ سے جاتا رہا۔ ابھی میں تھوڑی دور گیا تھا کہ سورۃ انفال نازل ہوئی۔ مجھے آپ نے فرمایا جاؤ اور اپنی تلوار اٹھا لو۔ چنانچہ آپ نے وادی صفرا میں ایک ٹیلے پر نزول فرمایا اور غنائم کو اہل بدر میں تقسیم کیا اور وہ آٹھ افراد جو کسی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے تین اعیان مہاجرین سے تھے جیسے عثمانؓ، طلحہؓ اور سعد بن زیدؓ اور پانچ دوسرے انصار تھے مثل ابولبابہ، عاصم بن عدی، حارث بن حاطب، خوات بن جبیر اور حارث بن الصمہ تھے جن کا کچھ ذکر ہو چکا، اس تقسیم میں انہیں داخل فرمایا۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اگرچہ پیچھے رہ گیا تھا لیکن چونکہ

وہ ساتھ آنے میں رغبت رکھتے تھے اور نکلتے وقت انہیں سانپ نے ڈس لیا تھا اور اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں آسکے تھے، ان کا حصہ بھی الگ کردیا اور ایک روایت میں ہے کہ سعد بن مالک کے حصہ کو اس کے ورثا کو دے دیا، اور ایک روایت یہ ہے کہ سعید خروج کے اسباب مہیا کرتے وقت بیمار ہو کر فوت ہو گئے تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ شہداء بدر کے وارثوں کو غازیوں میں داخل کر کے مال غنیمت سے حصہ دیا۔ پھر ابو جہل کے اونٹ اور منبہ بن الحجاج کی تلوار جو ذوالفقار کے نام سے موسوم تھی اپنے لیے مخصوص فرمائی، اس کے بعد ذوالفقار حیدر کرار کو بخشش دی، پھر قیدیوں کی جماعت کو باندھ کر ایک جماعت کو ان کی نگرانی پر متعین فرمادیا۔

قیدیوں کے متعلق شیخین کا اختلاف

نقل ہے کہ اس جماعت نے ایک شخص کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ ہم اور آپ ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں، ہم میں سے سب سے زیادہ دُور تمہارا قریبی رشتہ دار ہے، اپنے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں کہ وہ ہم پر احسان کریں اور قید سے آزاد کردیں یا فدیہ لے کر ہمارے خون سے درگزر فرمائیں۔ حضرت صدیقؓ نے موافق جواب دے کر انہیں اُمید دلائی اور ان کا ایلچی خوش دل ہو کر واپس گیا، پھر وہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی شدت اور ان کی دین میں صلابت سے ڈرے۔ ایک دوسرا قاصد ان کے پاس بھیجا، پیغام وہی تھا جو صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں سخت اور درشت باتیں کیں اور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اتفاقاً مجلس ہمایونی میں صدیق رضی اللہ عنہ ان کی باتیں کر رہے تھے اور ان کی قرابت کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو رہا تھا اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنے کے متعلق عرض کر رہے تھے کہ ان کے فدیہ سے مسلمانوں کی تقویت ہوگی اور ان کے ایمان لانے کی قوی اُمید بتاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنینؓ کے جواب میں کچھ خاموش رہے۔ جب صدیق رضی اللہ عنہ مجلس سے باہر تشریف لے گئے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلعم! یہ جماعت خدا اور رسول کی دشمن

ہے، آپ کو انہوں نے وطن سے نکال دیا، آپ سے جنگ و قتال کیا، ان تمام کی گردن ماریئے کیونکہ کفر و ضلالت کے یہ لوگ سرغنہ ہیں اور یقیناً خدا تعالیٰ نے اس جماعت کے فدیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔ میرے فلاں رشتہ دار کو مجھے دیجئے، عقیل کو علی اور عباس کو حمزہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیجئے تاکہ ہم اپنے عزیزوں کو قتل کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کفار کی دوستی ہمارے دل میں نہیں رہی اور اہل کفر کا دبدبہ و شوکت ٹوٹ جائے، اسلام کا جھنڈا بلند ہو اور دین و توحید عزیز و غالب ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاروق رضی اللہ عنہ کی بات سن کر بھی خاموش رہے پھر فرمایا، امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر مجلس میں تشریف لا کر وہی باتیں جو پہلے کہی تھیں ان کا اعادہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبیلے اور قوم کی بیخ کنی کی کوشش نہ کریں اور احسان و نیکی کی بنیادوں کو گرانے کے درپے نہ ہوں، حق تعالیٰ اگر قوم کو ہدایت بخش دے تو اس سے بہتر ہے کہ گمراہی میں انہیں ہلاک کر دیا جائے۔ جب صدیق رضی اللہ عنہ مجلس سے باہر تشریف لے گئے، حضرت عمرؓ نے پھر اپنی باتوں کو شروع کرتے ہوئے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بات مانیے اور مشرکین کی گردن اڑا دیجئے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کیجئے، اس مرتبہ بھی آپ نے شیخین میں سے کسی کو کوئی جواب نہ دیا، جب تیسری مرتبہ ہر دو حضرات نے قیدیوں کی بخشش اور قتل کرنے کے متعلق درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ میں تشریف لائے پھر باہر آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ملائکہ میں ابوبکرؓ کی مثال میکائیل کی سی ہے کہ ہمیشہ وہ گنہگاروں پر رحیم و شفیق ہیں اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سے بندوں کے لیے عفو و رحمت کا سوال کر کے ان کی طرف آتے ہیں اور انبیاء میں ان کی مثال ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے کہ اپنی قوم پر نرم دل تھے۔ چنانچہ قوم نے ان کے لیے آگ جلائی اور انہیں آگ میں ڈال دیا انہوں نے ان دو باتوں کے علاوہ کچھ نہیں کہا ایک یہ کہ افلکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون اور دوسری یہ کہ فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ فرمایا ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم ؕ اور عمر رضی اللہ عنہ کی مثال ملائکہ

میں جبرائیل علیہ السلام کی سی ہے کہ اترتے ہیں اور دشمنوں پر خدا تعالیٰ کی طرف سے عذاب اور ناراضگی لاتے ہیں اور انبیاء میں نوح علیہ السلام کی طرح ہے اپنی قوم پر سخت تر تھے لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا اور ان کی مثال موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ فرمایا ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یومنوا۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دوستو! تم مفلس ہو، تمہارا کوئی قیدی فرار نہیں ہونا چاہیئے جب تک کہ وہ فدیہ ادا کر دے یا اس کی گردن مار دو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا الا سہیل بن بیضاء، کیونکہ میں نے مکہ میں اسے دیکھا ہے کہ وہ اظہار اسلام کرتا تھا۔ جب ابن مسعودؓ نے یہ کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے زیادہ دشوار گھڑی مجھ پر کوئی نہیں گزری کیونکہ اس بات میں نے میں اجازت سے پہلے جلدی کی۔ اس بات سے میں اسقدر گھبرایا کہ آسمان کی طرف دیکھتا تھا اور میرا خیال تھا کہ آسمان سے مجھ پر پتھر برسیں گے، تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا الا سہیل بن بیضاء۔ اس بات سے میں بہت خوش ہوا، زندگی بھر مجھے ایسی خوشی نصیب نہیں ہوئی تھی، پھر فرمایا خدا تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو پتھر کی مانند سخت کر دیتا ہے اور بعض لوگوں کے دلوں کو مکھن کی طرح نرم بنا دیتا ہے۔ حاصل کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ چنانچہ آپ کے اس قول کہ دلوں کو نرم اور سخت بنایا ہے سے مفہوم معلوم ہوتا ہے، قیدیوں کا قضیہ فدیہ کے ساتھ مقرر ہو گیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحابہ قیدیوں کے متعلق احسان سے دریغ نہ کریں، بعض کو جن کے پاس مال اور کوئی استعداد نہیں تھی آزاد کر دیا۔ ان میں سے ایک ابو عزہ شاعر تھا جس نے قلت بضاعت اور عدم استطاعت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور کہا میری پانچ لڑکیاں ہیں اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو میں کبھی بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے نہیں آؤں گا، اور کسی شخص کو ان کے ساتھ لڑنے کے لیے نہیں ابھاروں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان فرمایا اور وطن لوٹنے کی اجازت فرمادی۔ ابو عزہ کا پورا قصہ غزوہ احد میں انشاء اللہ مذکور ہو گا۔ بعض کفار کو جو لکھنا جانتے تھے اس بات کے لیے مقرر کیا کہ ہر ایک انصار کے دس بچوں کو لکھنا سکھائیں جب

خط لکھنا سیکھ جائیں وہ آزاد ہوں گے اور ہر ایک کا فدیہ اس کی وجاہت اور استعداد کے مطابق مقرر کیا، ان میں سے کسی شخص کا فدیہ چار ہزار درہم سے زیادہ اور ایک ہزار سے کم نہیں تھا جب عباسؓ کے فدیہ کو مقرر کرتے تھے اس نے کہا میں مسلمان ہوں اور میری قوم مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اسلام کو خدا تعالیٰ جانتا ہے بظاہر تم نے ہمارے ساتھ جنگ کی، تمہیں خاص اپنے لیے الگ فدیہ دینا پڑے گا اور اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کے لیے اور اپنے حلیف عقبہ بن مجدم ہر ایک کے لیے الگ الگ فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ عباسؓ نے کہا میرے پاس مال نہیں ہے، یہ سب میں کہاں سے دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس سونے سے جو مکہ سے خروج کے وقت اپنی بیوی ام الفضل کے سپرد کیا تھا اور اسے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس قدر اس میں سے خرچ کرنا اور اس قدر فرزندوں میں سے ہر ایک کو دینا۔ عباسؓ نے کہا آپ کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خدا تعالیٰ نے خبر دی۔ عباسؓ نے کہا سچ ہے کیونکہ اس وقت جب میں نے سونا ام فضل کے سپرد کیا تھا اور یہ وصیت کی تھی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اس راز پر مطلع نہیں تھا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ۔ عباسؓ ان سرداران قوم میں شامل تھا جنہوں نے لشکر کو کھانا کھلانا اپنے ذمہ لیا تھا اس کی نوبت آنے سے پہلے کفار کو شکست ہو گئی۔ اس خوراک کے حصہ کو مسلمانوں نے مال غنیمت میں شامل کر لیا۔ عباسؓ نے درخواست کی کہ اس میں سے بیس اوقیہ اس کے اور اس کے متبعین کے فدیہ میں شمار کر لیا جائے لیکن یہ درخواست قبول نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مال جسے کفار کی مدد سے لایا تھا فدیہ میں محسوب نہیں ہوگا۔ بیہقی دلائل النبوۃ میں کہتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے سو اوقیہ فدیہ دیا کیونکہ اس کا مال تمام قریش سے زیادہ تھا۔ جب مسلمانوں نے فدیہ لینے میں جلدی کی جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یہ آیت لائے۔ ما کان للنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ واللہ عزیز حکیم۔ یعنی کسی پیغمبر کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ اس کے کافر قیدی ہوں وہ ان سے فدیہ لے جب تک کہ بہت زیادہ قتل نہ کرلے اور کفار کے قتل میں مبالغہ کرے تاکہ کفار ذلیل و مجروح اور ان کی تعداد کم ہو جائے اور مسلمانوں کی عزت اور

اہل توحید کا غلبہ ظاہر ہو جائے اور تم نے اس میں دنیاوی مال فدیہ کی رغبت کی اور خدا تعالیٰ تمہارے لیے آخرت کا ثواب اور دین اسلام کا اعزاز چاہتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے دوستوں کو دشمنوں پر غالب کرنے والا ہے اور ہر شخص کے متعلق وہ جانتا ہے کہ کیا چیز کس کے لائق ہے امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا، میں نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے اور روتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم آپ کے رونے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا سبب یہ ہے کہ ہم فدیہ لینے پر راضی ہوتے اور ایک درخت کی طرف اشارہ کیا جو وہاں نزدیک تھا فرمایا اس درخت سے بھی عذاب میرے نزدیک تھا چنانچہ دوسری آیت اس امر کی خبر دیتی ہے۔ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم، اگر حق تعالیٰ کی طرف لوح محفوظ میں حکم سبقت نہ لے گیا تو یقیناً تمہیں قیدیوں سے فدیہ لینے پر عذاب پہنچتا۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عذاب آتا تو عمر رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذؓ کے سوا کوئی نجات نہ پاتا۔ کیونکہ ان دو میں سے ہر شخص کفار کے قتل پر یقین رکھتا تھا اور اس یقین کا اقراری تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ مصیبت جو غزوۂ احد میں مسلمانوں کو پہنچی، کفار سے فدیہ لینے کی طرف ان کی رغبت اس کا سبب تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے لوٹ کر اثیل میں پہنچے، قیدیوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب آپ کی نگاہ نضر بن الحارث پر پڑی تو اسے اس طرح دیکھا کہ نضر نے اپنے ساتھی سے کہا، خدا کی قسم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے یوں معلوم ہوا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ کیونکہ میں نے ان کی دو آنکھوں میں اپنی موت دیکھی ہے۔ اس کے رفیق نے کہا، اس کا سبب تجھ پر خوف کا غلبہ ہے۔ پھر نضر نے مصعب بن عمیر سے کہا، آپ کو مجھ سے قریبی رشتہ داری ہے۔ میرے متعلق اپنے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کریں کہ میرے ساتھ وہی معاملہ کریں جو دوسروں کے ساتھ کریں، اگر ان کو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کریں اور اگر ان کو آزاد کریں تو مجھے بھی آزاد کر دیں۔ مصعبؓ نے جواب دیا کہ تجھے دوسروں کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں، کیونکہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو بہت ایذا دی ہے اور تیری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ دکھ پہنچا ہے اور تو نے قرآن میں بہت طعن کیے ہیں۔

نضر نے کہا، خدا کی قسم اگر قریش تجھے قید کر لیتے اور میں زندہ ہوتا تو کسی شخص کو تجھے قتل نہ کرنے دیتا، مصعبؓ نے کہا تو سچ کہتا ہے لیکن میں تیری طرح نہیں ہوں۔ کیونکہ اسلام نے سابقہ تمام عقد و پیمان کو توڑ دیا ہے۔

نقل ہے کہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نضر بن حارث کو قتل کر دیں، مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم یہ میرا قیدی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، خداوندا، مقدادؓ کو اپنے فضل سے بے نیاز کر دے۔ اے علی اٹھو اور اس کی گردن مار دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم پر عمل کیا۔ کہتے ہیں کہ جب نضر کے قتل کی خبر اس کی بہن کے پاس پہنچی اس نے اس سلسلہ میں چند اشعار کہے، وہ اشعار ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہمارے میں پڑھتے تھے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوئی اور فرمایا لو کنت سمعت شعرھا قبل ان اقتل لما قتلته۔

عقبہ بن ابی معیط کا قتل

وہ لعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں کوشش کرتا تھا، اونٹ کی اوجھری اسی لعین نے نماز کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان رکھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ہلاکت کی دعا فرمائی تھی۔ لامحالہ جنگ بدر میں گھوڑے نے اسے گرا دیا اور عبداللہ سلمہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ عرق الظبیہ میں عاصم بن ثابت بن ابی الافلح سے اس کی گردن مارنے کو فرمایا۔ عقبہ نے کہا اے گروہ قریش کیا وجہ ہے کہ ان قیدیوں میں صرف میں قتل کیا جاتا ہوں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عداوت کی وجہ سے جو تو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ رکھتا ہے۔ عقبہ نے کہا مجھ پر احسان کرتے ہوئے میرے ساتھ وہ سلوک کریں جو قوم کے ساتھ کریں، اگر ان کو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کریں اور اگر احسان کرتے ہوئے ان کو بخش دیں تو مجھ پر بھی احسان کریں اور اگر ان کا فیصلہ فدیہ لینے پر مقرر ہو، میں بھی اس سے کما حقہ عہدہ برآ ہو سکوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے قتل کرتے ہیں میرے چھوٹوں کا کون کفیل ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو برا انسان تھا اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے عقبہ سے کہا، خدا کی قسم میں نے تجھ جیسا کافر کوئی نہیں دیکھا۔ خدا تعالیٰ اس کے

رسول اور اس کی کتاب کی قسم کہ یہ سب تکلیف تجھے پہنچے گی۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے تجھ کو قتل تک پہنچایا اور میری آنکھوں کو تیرے قتل سے ٹھنڈا کیا۔

نقل ہے کہ عمرو بن ابوسفیان امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے گرفتار ہوئے۔ عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آیا اور ایک مدت قید رہا۔ قریش نے ابوسفیان سے کہا کہ اپنے بیٹے کا فدیہ مدینہ میں بھیج دو تاکہ وہ آزاد ہو جائے۔ اس نے کہا میرا ایک بیٹا حنظلہ قتل ہو گیا۔ اگر میں فدیہ دوں تو خون ضائع ہو جائے گا اور مال بھی، اور اپنے بیٹے کو اسی طرح قید میں رہنے دیا۔ یہاں تک کہ بنی عمرو بن عوف کا ایک بوڑھا سعید نعمان مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ باوجودیکہ کفار نے عہد کیا ہوا تھا کہ عمرہ کرنے والوں سے ہرگز معترض نہیں ہوں گے ابوسفیان نے اس بڑھے کو پکڑ کر قید کر دیا کہ جب تک میرے بیٹے کو رہا نہیں کریں گے میں سعید کو قید سے نہیں نکالوں گا۔ سعید نے وہاں سے اپنے قبیلہ کے پاس اطلاع بھیجی، یہاں تک کہ بنی عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ابوسفیان کو ان کے سپرد کر دیا وہ اسے مکہ میں لے گئے اور سعید بن نعمان کو آزاد کرایا۔

حکم بن خرام کا قصہ

یہ قصہ یوں ہوا کہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگ کر نکلا اور عبداللہ بن العوام اور عبدالرحمٰن بن العوام، جو کہ اونٹ پر سوار تھے، کے پاس پہنچا اور بھاگ نکلے، اسی طرح چلے جاتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے اپنے بھائی سے کہا، تم اتر جاؤ اور ابوخالد کو سوار کر لیں۔ عبداللہ لنگڑا تھا اس لئے کہا، میں کیسے اتروں میرے لنگڑے پن کے عذر کو تم جانتے ہو، عبدالرحمٰن نے کہا اس مرد کو سوار کرنا ہمارے لیے مفید ہے۔ اگر ہم نہیں ہوں گے تو یہ ہمارے بچوں کی ضروریات کا خیال رکھے گا اور اگر ہوں گے تو ہمارے لیے خیر خواہی کرے گا۔ پھر دونوں بھائیوں نے اس کی عزت و احترام کرتے ہوئے سواری سے اترے اور اسے اونٹ پر سوار کر لیا۔ نوبت بنوبت سوار ہوتے ہوئے مکہ میں پہنچے۔ نقل ہے کہ فتح مکہ کے روز حکم بن خرام مسلمان ہو گیا اور خدا اور اس کے رسول کی محبت میں ثابت قدمی دکھائی کہتے ہیں کہ عرفات میں سو غلاموں کو آزاد کیا، ہر ایک کی گردن میں ایک طوق تھا، ہر طوق پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ "یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر آزاد ہے"۔ کہتے ہیں کہ

زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام میں حج کے موسم میں ایک سو گائے، ایک سو اونٹ اور ایک سو بکریوں کی قربانی کرتا، ساٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوا مسلمان ہونے کے بعد اس نے ساٹھ سال عمر پائی۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے پوچھا، کیا مجھے ان نیکیوں کا کوئی صلہ ملیگا جو میں نے زمانہ جہالت میں کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلمت علی ما سلف لک من خیر۔ یعنی زمانۂ جاہلیت میں جو نیکی تم نے کی تھی جب تم مسلمان ہو گئے تو وہ نیکیوں میں شمار ہوں گی۔

فتح کی خبر کا مدینہ میں پہنچنا

مورخین نے یوں روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح یاب ہونے کی خبر صحرا کی تنگ وادی سے باہر نکلی تو زید بن حارثہ اور عبداللہ رواحہ رضی اللہ عنہما کو بشارت کے لیے مدینہ بھیجا اور ایک روایت میں ہے کہ اثیل کے مقام سے بھیجا تاکہ فتح و ظفر کی خوشخبری ساکنانِ مدینہ کو پہنچا دیں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی پر سوار کیا تاکہ اس خوش خبری کو پہنچا کر اس سرزمین کے باشندوں کو جواہرات سرور اور انبساط سے آراستہ کریں اور اپنی موجودگی کے احساس کے پھولوں سے لاد دیں، یہ دونوں خوش خبری دینے والے سفیر حسب الارشاد تیزی سے اڑتے جاتے تھے، جب وہ عقیق میں پہنچے عبداللہؓ، زیدؓ سے جدا ہو کر بنی عمرو بن عوف، حطمہ و اہل اور اہلِ قبا کی طرف گیا اور بلندی پر چڑھ کر پکارا، اے گروہ انصار! تمہیں سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی سلامتی اور مشرکین مثل ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور ان جیسے اور سرداران و آئمہ کفار کے قتل اور سہیل بن عمرو کی بہت سے دشمنوں کے ساتھ گرفتاری کی بشارت ہو۔ عاصم بن عدی نے اس پکارنے والے سے یہ بشارت سنی تو پوچھا، اے ابن رواحہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ کل انشاء اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح و نصرت کی حامل سواریاں پہنچ رہی ہیں، اسیروں کو مقید کر کے ہمراہ لاتے ہیں کہتے ہیں کہ عبداللہ رواحہ انصار کے ایک ایک گھر کے دروازہ جو مدینہ میں بلندی کی طرف واقع تھے جاتا اور خوشخبری پہنچاتا تھا۔ مدینہ کے بچے اسکے ساتھ ساتھ چلتے تھے اور خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ ابوجہل لعین کے قتل پر فرحت و انبساط سے وحشی ہوتے تھے۔ اتفاقاً اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ خاتون رضی اللہ عنہا

زوجہ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ فوت ہوئی تھیں اور لوگ ان کو دفن کرنے کے لیے باہر آئے ہوئے تھے۔ ابھی ان کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ زیدؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار مدینہ کی جنازگاہ میں پہنچ گیا۔ اسی طرح اپنی سواری پر سوار پکارا ٹھا کہ عقبہ، شیبہ، نبہ، منبہ حجاج کے دونوں بیٹے اور ابو جہل لعین اور فلاں فلاں قتل ہوئے اور ایک دوسری جماعت فلاں و فلاں اسیری کی ذلت و خواری میں گرفتار ہوئے۔ بعض منافقین نے زیدؓ کو اس خبر میں سچا نہ سمجھا چنانچہ ان میں سے ایک نے اسامہ بن زیدؓ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دوست قتل ہو گئے ہیں اور تیرا باپ یہ خبر مجبوری سے کہتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہے اسامہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے تنہائی میں پوچھا اور اس خبر کی اس سے تصدیق کی۔ اس نے قسم کھائی کہ میں اس خبر میں سچا ہوں۔ میں بڑے رعب سے اس منافق کے پاس گیا اور اسے کہا کہ تو ہی ہے جو اس قسم کی بکو اس لوگوں کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتا ہے۔ کل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و سالم تشریف لائیں گے تو یہ تمام صورت ان سے عرض کروں گا۔ تاکہ وہ تیرے ناپاک وجود سے دنیا کو پاک کرنے کا حکم فرمائیں۔ اس نے کہا اے ابا محمد! میں نے بھی یہ باتیں لوگوں سے سنی ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے منافق نے ابولبابہ بن المنذرؓ جسے مدینہ میں آپؐ نے خلیفہ مقرر کیا تھا، سے کہا "تمہارے ساتھی اس طرح منتشر ہوئے ہیں کہ قیامت تک جمع نہ ہوں گے۔ بہت سے لوگ قتل ہو گئے اور محمدؐ بھی قتل ہو گئے اور زید بن حارثہؓ ان کی اونٹنی پر سوار ہو کر بھاگ آیا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ منہ سے کیا کہتا ہے۔ ابولبابہؓ نے کہا یکذب اللہ قولک، اور یہود کو بھی یقین تھا زید میدان جنگ سے بھاگ کر آیا ہے۔ دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام شقران کے ساتھ جس کے سپرد انہیں کیا تھا قیدیوں کو پہلے بھیج دیا۔ اس روز چالیس قیدی تھے جو مدینہ میں پہنچے، گرفتاری کے وقت ستر تھے۔ قیدیوں کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی برکات ذات نے فرشتہ خصلت ساتھیوں کے ساتھ مظفر و منصور اور سالم و غانم ع

فلک در رکاب و ملک در عناں۔ عزت و کرامت کی جگہ مراجعت فرمائی۔

دوسرا واقعہ

قبیلہ اوس اور خزرج کے بعض لوگ جو کسی عذر کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے آپ کے موکب ہمایوں کے استقبال کے لیے

روحا میں پہنچے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور معقول عذر پیش کئے۔ ان میں سے ایک اسید بن الحضیر تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ صلعم اس خدا تعالے کے لیے شکر وسپاس ہے جس نے آپ کو فتح وکامرانی عنایت فرمائی اور آپ کی آنکھوں کو دشمن کے انتقام سے روشن کیا، خدا کی قسم میرا خیال تھا کہ جنگ کی نوبت نہیں آئے گی ورنہ میں کسی حالت میں بھی پیچھے نہ رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی اور اس کے عذر کو قبول فرمایا۔ ان میں سے ایک عبداللہ انیس بن تھا جسے موضع جویاں میں دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس نے اپنا عذر اس طرح پیش کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میں خروج کے وقت بیمار تھا، کل تک مجھے بخار تھا، رات سے بخار اُترا ہے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عذر بھی قبول فرمایا، دُعائے خیر دی کہ خدا تعالے تجھے اجر دے۔

نقل ہے کہ جب شقران، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام قیدیوں کو مدینہ میں لایا موافقین جو فتح کی خبر سن کر متعجب ہوئے تھے اور منافقین جو اس صورت حال کو محال سمجھتے تھے انہیں خبر کے سچا ہونے کی دلیل نظر آئی۔ محدثین رحمہم اللہ نے اہل بدر کے فضائل میں روایات بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ صحیح احادیث میں یہ بات ثابت ہے کہ ایک روز جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے اہل بدر کے فضائل کے متعلق استفسار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انہیں تمام مسلمانوں میں بزرگ سمجھتے ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھی جو فرشتے جنگ بدر میں حاضر ہوئے ہیں تمام فرشتوں سے انہیں افضل سمجھتے ہیں اہل بدر کے فضائل میں سے ایک یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ قد اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا شئتم فقد غفرت لکم وفی روایۃ فقد وجبت لکم الجنۃ"۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ غزوہ بدر کی شان میں کہا، طوبیٰ لجیش امرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ومبارزھم اسد اللہ وجھادھم طاعۃ اللہ ومددھم ملائکۃ اللہ وثوابھم رضوان اللہ۔ روز افزوں نصرت اور اس مبارک خبر کے سننے سے روم کے نصاریٰ اور اس ملک کے حکام جنہیں پیغمبر آخر الزمان کی بعثت کا علم تھا اس واقعہ سے بہت ہراساں ہوئے اور مخالفین کے دلوں پر پورے طور پر

خوف وخشیت طاری ہوگئی۔ اس کے بعد دین کے جھنڈے روز بروز بلند ہوتے رہے،
والحمد للہ رب العالمین۔

جس روز اسلامی لشکر جنگ بدر میں قریش پر غالب آیا، اسی روز رومی فارسیوں پر غالب آگئے جب یہ خبر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی، ان کی خوشی و مسرت بڑھ گئی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابی ابن خلف کے ضامن سے چند اونٹ جو اس کے پاس گروی تھے لیے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کر دینے کا حکم فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن الربیع کا قصہ

محمد اسحاق رحمہ اللہ کہتا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھانجا ابوالعاص بن الربیع عبدالعزیٰ بن عبدالشمس مکہ کا ایک تاجر تھا جو مال کی کثرت اور دیانت میں مشہور تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دختر زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کو دی جو اس کا بھانجا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے مشرف ہوئے تو حضرت خدیجہؓ اور ان کی تمام بیٹیاں رضی اللہ عنہن دولت ایمان کے ساتھ حاضر ہوئیں لیکن ابوالعاص اپنے آباؤ اجداد کے مذہب سے منحرف نہ ہوا، عتبہ بن ابی لہب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے پہلے دوسرا داماد تھا، مشرکین کے کہنے سے اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو طلاق دے دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے بدترین صورت سے دوزخ میں جا پہنچا۔ ابوالعاص جنگ بدر میں کفار کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوگیا۔ جس وقت اہل مکہ قریش کے قیدیوں کے لیے فدیہ نقدی اموال مدینہ بھیجتے تھے، زینبؓ نے بھی ابوالعاص کے فدیہ کے لیے نقدی بھیجی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس ہار پر پڑی تو آپ نے اسے پہچان لیا، اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی اور صحابہؓ سے فرمایا اگر تم مصلحت دیکھو تو زینبؓ کا مال جو فدیہ کے لیے بھیجا ہے اور اس کا قیدی واپس بھیج دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خوش دلی کے ساتھ ابوالعاص کو اموال کے ساتھ مکہ کی طرف بھیج دیا، اس شرط پر کہ جب وہ مکہ پہنچے زینبؓ کو مدینہ بھیجدے ابوالعاص نے زینبؓ سے شائستگی برتتے ہوئے اس کے لیے ایک ہودج تیار کیا اور اپنے بھائی

کنانہ بن الربیع کو مقرر کیا کہ وہ اسے مکہ سے باہر لے جائے۔ کنانہ نے چاشت کے وقت تیر کمان اٹھائی اور اونٹ کی مہار پکڑ کر علانیہ مکہ سے باہر آیا۔ مشرکین کی رگ عصبیت پھڑکی، انہوں نے ایک جماعت کو ان کے پیچھے بھیجا، سب سے آگے ہبار بن الاسود اور نافع بن عبدالشمس الفہری تھا ذی طوی میں ان کے پاس پہنچے، ہبار نے نیزہ سے زینبؓ کو اس قدر ڈرایا کہ واپسی کے بعد ان کا حمل ساقط ہو گیا، اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح قرار دیا کہ حل و حرم میں یہ جہاں کہیں بھی تمہیں ملے قتل کر دو۔ ہبار کی کیفیت احوال اور اس کا انجام غزوہ فتح مکہ میں انشاء اللہ مذکور ہو گا۔ القصہ جب مشرکین نے زینبؓ کو واپس کرنا چاہا تو کنانہ بن الربیع بیٹھ گیا، تیر سامنے رکھ لیے اور کہا، خدا کی قسم جو بھی زینبؓ سے متعرض ہو گا میں تیر اس میں سے گزار دوں گا۔ ابو سفیان اس کے پاس گیا اور کہا تھوڑی دیر تیر پھینکنے بند کرو تاکہ میں تجھ سے بات کر سکوں۔ کنانہ نے اس کی بات مان لی، ابو سفیان نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں جو مصیبت پہنچی ہے تو خود جانتا ہے، اب تو اس کی بیٹی کو علانیہ مکہ سے لے جا رہا ہے اگر ہم اس کا راستہ روکتے ہیں تو تو ہمارے ساتھ مقابلہ اور جنگ کرتا ہے اور اگر تعرض نہیں کرتے تو لوگ اسے ہماری کمزوری پر محمول کرتے ہیں، ہمارا مقصد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا روکنا نہیں ہے کہ ہم اسے باپ سے جدا کر دیں، مصلحت اس میں ہے کہ اس وقت تم گھر کو لوٹ جاؤ، جب رات ہو جائے اور لوگوں کا اژدحام کم ہو جائے تو تجھے اختیار ہے۔ کنانہ نے یہ بات تسلیم کر لی اور زینبؓ کو مکہ واپس لے گیا اور اسی رات اسے مکہ سے باہر لا کر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ زیدؓ نے زینبؓ کو مدینہ پہنچا دیا، لیکن ابو العاص کا مکمل قصہ یوں ہے کہ وہ مکہ سے شام کے قصد سے گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سریہ نے اس کا رواں کا مال لے لیا، ابو العاص چونکہ واپس نہیں جا سکتا تھا، اس نے مدینہ کا قصد کر لیا، زینبؓ سے درخواست کی، زینبؓ نے اس کی التماس کو قبول کرتے ہوئے اسے اپنی حمایت میں لے لیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ والوں کے پاس پیغام بھیجا کہ جو مال تم نے ابو العاص سے لیا ہے وہ خدا کا مال ہے اور تم اسے لینے اور تصرف کرنے کے دوسروں سے زیادہ حق دار ہو لیکن چونکہ ابو العاص کی نسبت تم ہمارے ساتھ جانتے ہو اور اس کی سابقہ

خدمات کا بھی تمہیں علم ہے، اگر تم اس کے مال کو واپس کر دو تو یہ بہت پسندیدہ اور عمدہ بات ہوگی اور اگر واپس نہ کرو تو تمہیں اختیار ہے۔ اصحاب سریہ نے بڑی رغبت اور خوشی سے اس کا مال بھیج دیا، ابوالعاص اپنا مال لے کر پھر مکہ کی طرف لوٹ گیا۔ پھر قریش سے کہا، اے گروہِ قریش! کسی شخص کا مجھ پر کوئی حق باقی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ اپنا عہد پورا کرنے والے اور حقوق کو ادا کرنے والے ہیں۔ پھر ابوالعاص رضؓ نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آفریدگار عالم کے بغیر کوئی خدا نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، جب دولت اسلام سے سرفراز ہو گیا تو مدینہ میں آ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کو پھر اسے دے دیا۔

چھٹی فصل

بدر کے مصیبت زدوں کی خبر کا مکہ معظمہ میں پہنچنا

مورخین نے بیان کیا ہے کہ مشرکین جب میدان بدر کی طرف چلے گئے، قریشی جوان جو پیچھے رہ گئے تھے، ہر رات ذی طوی میں جمع ہوتے اور رات کا اکثر و بیشتر حصہ اشعار پڑھنے اور افسانہ گوئی میں صرف کرتے، ایک رات انہوں نے چند اشعار سنے جو قریش کی مصیبت اور بربادی پر دلالت کرتے تھے۔ قائل انہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ان اشعار کا پہلا شعر یہ تھا۔

ان اشعار کا ترجمہ مقصد اقصی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

گداختہ شود از ذی خیال و نیست شود — تباکسے کہ بود درو شیر و در خیبر
مصیبتے کہ بجال تو میرسید گذاشت — مخدرات عرب را برہنہ سینہ و سر
زہے ہلاکت آں کس کہ شد عدوئے نبی — کہ از طریق ہدایت نیافت ہیچ خبر

نقل ہے کہ جب یہ اشعار جن کا ترجمہ بیان کیا گیا ہے، ان جوانوں نے سنے تو خوف و دہشت ان پر طاری ہوئی، انہوں نے ہر چند اشعار کے قائل کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ جب وہ حجرے گذر

گئے تو انہوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جسے بہت سے افسانے یاد تھے، اس کے سامنے انہوں نے صورت حال پیش کی، اس نے کہا حنفیوں سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ وہ حنیف کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں کہ یہ جوان جنہوں نے اس سے یہ اشعار سنے تمام دفعۃً خوف اور ڈر سے بیمار پڑ گئے، جب اس واقعہ کو دو یا تین راتیں گزر گئیں حیسمان بن عبداللہ خزاعی مکہ میں پہنچا، اس نے مشرکین اور اس کے پسماندوں کی مصیبت کی خبر دی، اس نے کہا عتبہ، شیبہ، نبیہ، منبہ پسران ربیعہ اور حجاج کے بیٹے، ابوالبختری، زمعۃ بن الاسود اور فلاں اور فلاں ایک ایک کا نام لیا کہ یہ سب قتل ہو گئے۔ صفوان بن اُمیّہ حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا، جب اس نے یہ بات سنی، کہا! خدا کی قسم! حیسمان غلط کہتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے اور حاضر کو غائب سے تمیز نہیں کرتا، میرے متعلق اس سے پوچھو، کیا کہتا ہے؟ انہوں نے پوچھا صفوان اُمیّہ نے کیا کیا اور اس کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا صفوان یہ نہیں ہے جو تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے، البتہ اس کا باپ اور بھائی قتل ہو گئے اور سہیل بن عمرو اور نضر بن الحارث گرفتار ہو گئے اور انہیں رسی سے باندھا ہوا تھا۔ حاضرین اس خبر سے بہت پریشان ہوئے، اچانک ابولہب آ گیا جب اس نے یہ خبر سنی حیران رہ گیا۔ اسی حال میں تھے کہ ابوسفیان الحارث عبدالمطلب میدان جنگ سے بھاگ کر پہنچا ابولہب نے اس سے پوچھا، اے میرے بھتیجے! سچی خبر بیان کر، واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا اے چچا! جب ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا تو ہم بے حس و حرکت رہ گئے ہم دیکھتے تھے کہ وہ ہم سے ہتھیار لے رہے ہیں اور ہمارے ہاتھ کندھوں پر باندھے ہیں، زمین و آسمان کے درمیان سفید پوش مردوں کو ہم دیکھتے تھے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور کوئی شخص ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا، ابورافع عباس کا غلام تھا، اس نے کہا ابوسفیان جب یہ واقعہ بیان کر رہا تھا، میں حجرہ میں بیٹھا ہوا تیر تراش رہا تھا اور ام الفضل، میرے آقا کی بیوی میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی، جب ابوسفیان کی بات ابلق سواروں کے ذکر پر ختم ہوئی تو میں نے کہا خدا کی قسم وہ فرشتے تھے۔ ابولہب جو غصے بھرا بیٹھا تھا میرے منہ پر مکا مارا اور مجھے زمین پر گرا دیا اور لاتوں سے مجھے مارنے لگا۔ میں کمزوری اور طاقت کی کمی کی وجہ سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ام الفضل یہ حال دیکھ کر اٹھی اور ابولہب کے سر پر ایک لاٹھی مار کر اس کا سر پھوڑ دیا اور کہا تو عباس کی عدم موجودگی میں اس کے غلام کے ساتھ ایسا

سلوک کرتا ہے۔ ابولہب ذلیل وخوار ہو کر اپنے گھر گیا۔ سات روز کے بعد اپنی دوسری قوم کے ساتھ واصل جہنم ہوگیا۔ چونکہ عرب عدسہ بیماری سے اسی طرح اجتناب کرتے ہیں جیسے طاعون سے، وہ اس میں مبتلا ہوگیا، اس کی اولاد اور رشتہ داروں میں سے کوئی بھی اس کے نزدیک نہیں جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ متعفن اور بدبودار ہوگیا۔ قریش کے ایک شخص نے انہیں ملامت کی تو ایک قلی کو اجرت پر بلایا جس نے اٹھا کر اسے ایک گڑھے میں پھینک دیا اور اس کے اوپر مٹی اور پتھر ڈال دیئے یہاں تک کہ وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگیا اور ایک روایت ہے کہ چونکہ اس سے بہت بری بدبو آتی تھی اور کوئی شخص اس گھر کے نزدیک نہیں جاسکتا تھا جہاں وہ رہتا تھا، لامحالہ اس کی اولاد نے اس کے مکان کو بند کردیا اور انہیں بدبو سے نجات ملی۔

نقل ہے کہ قریش کی ایک جماعت جو بچ گئی تھی جنگ سے خستہ و بدحال مکہ میں واپس آئی، ابوسفیان نے لوگوں میں کھڑا ہو کر (باوجودیکہ اس کا لڑکا حنظلہ قتل ہوا تھا اور ایک لڑکا عمرو قید ہوگیا تھا) کہا، اے قریش گریہ وزاری نہ کرو اور اس مصیبت میں آہ وزاری اور بیقراری نہ دکھاؤ اور کسی رونے والی کو رونے کے لیے مت کہو، شاعروں کو مرثیہ کہنے سے بھی منع کرو کیونکہ اس سے تمہارا غم کم ہو جائے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق تمہاری دشمنی وعداوت جاتی رہے گی۔ جب وہ تمہارے غم واندوہ کو سنیں گے تو یقیناً خوش وخرم ہوں گے اور دشمنوں کی شکست اس مصیبت سے بہت بڑی ہوتی ہے۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ عورت کے پاس نہیں جائے گا اور جسم کو آراستہ نہیں کرے گا جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ نہیں کرے گا۔ اس کی بیوی ہندہ نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی ایسا ہی کرے گی۔ کیونکہ اس کا باپ اور بیٹا دونوں قتل ہوگئے تھے۔

ابوسفیان کے قول کے مطابق قریش ایک ماہ تک اپنے مقتولین پر نہ روئے یہاں تک کہ کعب بن اشرف یہودی قریش کے مقتولین پر بے صبر ہو کر اٹھا اور مکہ کی طرف کوچ کیا اور ابی وداعہ کے پاس ٹھہرا اور مسلمانوں کی ہجو اور مشرکین کے مرثیہ پر چند اشعار لکھ کر قریش کے پاس بھیجے۔ جب انہوں نے اپنی مجلس میں انہیں پڑھا، ان کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا اور بدر کے مقتولین پر گریہ وزاری شروع کردی ایک ماہ تک کوئی گھر ایسا نہیں تھا جہاں گریہ وزاری نہ ہو۔ ان کی عورتوں نے پردہ اتار پھینکا، منہ اور بال نوچنے لگیں، انہیں عاتکہ اور جہیم بن الصلت کے خواب کی صداقت معلوم ہوگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کہ جب ابن اشرف کے ابی وداعہ کے پاس قیام اور اشعار بھیجنے کی کیفیت کا علم ہوا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کے متعلق ہجو کے اشعار لکھنے کے لیے فرمایا، چند اشعار لکھ کر بھیجے۔

نقل ہے کہ جب عاتکہ نے اپنی خواب کی تاویل میدان جنگ سے قریش کی ایک شکست خوردہ جماعت جو مکہ میں آئی تھی کی صورت میں مشاہدہ کی، یہ دو شعر لکھ کر ان کے سامنے پڑھے ؎

الم تکن الرویا بحق ویاتکم بتاویلہا فل من القوم ھارب

وقلتم ولم اکذب کذبت وانما یکذبنی بالصدق من ھو کاذب

ترجمہ: حق بود آنچہ دیدم وگر نیست یاورت بر صدق من دلیل ہمیں قوم ہار بست

رویائے من دروغ نبود ای قریش لیک تصدیق صدق آں ز کند ہر کہ کاذب است

عمیر بن وہب جمحی کا اسلام قبول کرنا

محمد بن اسحاق اور واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قصہ یوں ہوا، کہ عمیر بن وہب زمانہ جاہلیت میں قریش کے شیاطین میں سے ایک شیطان تھا، بھاگنے میں نمایاں شان رکھتا تھا چنانچہ جنگ بدر میں بھاگ کر اس نے اپنی جان بچائی۔ اس کا لڑکا بنجہ تقدیر میں اسیر ہو گیا، مشرکین کی اس مصیبت سے تھوڑی مدت بعد ایک روز عمیر اور صفوان حجر میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اور مقتولین بدر کا تذکرہ کر رہے تھے۔ صفوان امیہ نے کہا خدا کی قسم ان کے بعد زندگی کا مزہ جاتا رہا، عمیر نے کہا! خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ اگر مجھ پر قرض، دیون اور اہل وعیال کی معیشت کا بوجھ نہ ہوتا تو اپنے لڑکے کی وجہ سے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جاتا اور اسے قتل کر دیتا اور میرا خیال ہے کہ ایسا موقع آسانی سے مل سکتا ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوچہ و بازار میں بسا اوقات تنہا پھرتے ہیں اور فرصت کا خیال رکھنے اور اسے قتل کرنے کا جلد ہی موقع مل جاتا ہے۔ صفوان نے کہا، تم جانتے ہو کہ میں متعلقین کی دیکھ بھال اور ماتحتوں کی نگرانی اور ان کے معاش کے معاملات میں مکہ میں کوئی ثانی نہیں رکھتا، تمہارے اہل وعیال کی ہر ضرورت کا میں کفیل ہوں، اور تمہارے تمام قرضے اپنے ذمے لیتا ہوں۔ عمیر نے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا، اور صفوان نے اس کے مدینہ پہنچنے کے اسباب تیار کیے۔ ایک اونٹ اسے دیا تا کہ وہ اس پر سوار ہو جائے۔ اس کے اہل و عیال کے اخراجات کا وہ ذمہ دار بنا، اور اس کے قرضوں کا ضامن بن گیا۔ عمیر نے صفوان سے کہا،

جب تک اس مہم کا فیصلہ نہ ہو جائے اس راز کو ظاہر نہ کریں۔ پھر اس نے اپنی تلوار تیز کر کے اسے زہر آلود کیا اور اسباب سفر کی تیاری میں مصروف ہو کر سفر پر روانہ ہو گیا۔ جب منازل و مراحل طے کرتا ہوا مدینہ میں پہنچا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے دروازہ پر اونٹ سے اترا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے کا قصد کیا۔ اتفاقاً فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت وہاں بیٹھی ہوئی تھی، بدر اور نصرت و عنایت الٰہی کی گفتگو ہو رہی تھی جس سے وہ اس روز محظوظ ہو چکے تھے۔ اچانک امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی نظر عمیر پر پڑی جو شمشیر حمائل کئے ہوئے تھا۔ اس کی پیشانی سے مکر و فریب کے آثار مشاہدہ کر کے ان کے دل اطہر میں خوف پیدا ہوا، مسلمانوں کی جماعت جو موجود تھی انہیں فرمایا کہ اسے پکڑ لیں۔ اس کے فریب کے آثار، مشرکین کو مسلمانوں کے برخلاف جنگ پر اکسانے، مسلمانوں کی قلت اور کفار کی خبریں اس کے متعلق دوستوں کو سنائیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اشارہ پر اسے گرفتار کر لیا۔ فاروق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمیر اور اس کے مسلح ہو کر پہنچنے کا قصہ بیان کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر کی طرف اشارہ کیا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک ہاتھ سے اس کی کمر اور دوسرے ہاتھ سے اس کی تلوار کو پکڑا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے حاضرین سے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد رہو اور اس کمینے کے تعرض سے غافل نہ رہو، کیونکہ میں اس سے بے خوف نہیں ہوں۔ جب اسے پکڑ کر مسجد میں لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاروق رضی اللہ عنہ اسے چھوڑ دو۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر عمیر کو پیش کیا۔ عمیر نے جاہلیت کے مطابق سلام کیا انعم صباحا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حق تعالےٰ نے ہم پر تمہارا اسلام ناپسند کیا ہے اور بہشتیوں کا سلام ہمیں عنایت فرمایا ہے اور وہ اسلام ہے۔ پھر عمیر سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ عمیر نے کہا میں اپنے قیدی کے لیے آیا ہوں تاکہ مہربانی فرما کر آپ اسے مجھے عنایت فرما دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تلوار کیسی ہے۔ اس نے کہا حق تعالےٰ اس تلوار کو رسوا کرے کہ وہ کوئی کام نہیں کر سکی چلتے وقت غلطی سے میری گردن میں رہ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ اے عمیر سچ بتا تیرے آنے کا

کیا سبب ہے ۔عمیر نے اسی بات کو دہرایا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اے عمیر صفوان سے حجر میں تو نے کیا شرط کی تھی ۔ اس بات سے اس پر خوف طاری ہو گیا ۔ اس نے عرض کیا آپ فرمایئے ، اس کے ساتھ کیا شرط تھی ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو نے اس سے میرے قتل کرنے کا وعدہ کیا ہے اس شرط پر کہ وہ تیرے قرض ادا کر دے اور تیرے اہل و عیال کے اخراجات کی کفالت کرے اور تمام صورت حال جو مجلس میں وقوع پذیر ہوئی تھی ایک ایک کر کے اول سے آخر تک بیان کی ۔ پھر فرمایا اس کام کا خیال مت کر کیونکہ حق تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہے ۔ عمیر یہ بات سن کر شرمندہ ہوا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور اپنی گفتار میں صادق ہیں ، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور اس کے بغیر کوئی خدا نہیں ، جو کچھ آپ ہمیں خدا کی باتیں بتاتے تھے ہم اپنی نادانی سے ان کو جھٹلاتے تھے ۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ سب باتیں درست تھیں کیونکہ اس قضیہ میں میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی نہیں تھا اور دوسرا کوئی شخص اس سے واقف نہیں تھا ، اور آپ کو خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی شخص نے اس راز سے مطلع نہیں کیا ، میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے صراطِ مستقیم کی تعلیم دی ۔ جب عمیرؓ دولتِ اسلام سے سرفراز ہوا ، مسلمان اس کے اسلام لانے پر خوش ہوئے ، فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے میں نے عمیر کو دیکھا تو مجھے خنزیر سے زیادہ برا دکھائی دیا اور اب مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے ۔ جب اسلام کی بنیادیں عمیرؓ کے دل میں مستحکم ہو گئیں ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کو قرآن کی تعلیم دو اور اس کے قیدی کو آزاد کر دو ۔ عمیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے میں نورِ الٰہی کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا اب مجھے خدا نے توفیق عنایت فرمائی ہے تو مجھے اجازت فرمائیے تاکہ میں مکہ جا کر قریش کو اسلام کی دعوت دوں ، ممکن ہے خدا تعالیٰ انہیں گمراہی کی لغزشوں سے اسلام کی ہدایت دے ۔ عمیرؓ اجازت لے کر اپنے بیٹے وہب بن عمیر کے ساتھ مکہ کو لوٹا ۔ جب عمیر مدینہ میں تھا صفوان قریش سے کہتا جلد ہی تمہارے پاس ایک اچھی خبر آئے گی ، اس کی لذت سے بدر کی مصیبت تمہارے دلوں سے محو ہو جائے گی ۔ مدینہ سے جو شخص بھی مکہ کو آتا اس سے پوچھتا کیا یثرب میں کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے ۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک مسافر سے عمیر کی خبر اس نے پوچھی ، اس شخص نے کہا عمیر مسلمان ہو گیا ، صفوان اور تمام مشرکین عمیرؓ کو برا بھلا کہنے لگے ۔ صفوان نے قسم کھائی

کہ عمیرؓ کے متعلق اب کوئی احسان نہیں کرے گا اور اس سے کوئی بات نہیں کرے گا اور اس کے عیال و اطفال کو کوئی نفع نہیں پہنچائے گا۔ جب عمیر مکہ میں پہنچا بہت سے بت پرست اس سے اتفاق کر کے مسلمان ہو گئے۔

عصماء یہودیہ بنت مروان یہودی

وہ ایک بے حیا یہودی مشہور عورت تھی، زبان آور جو ہمیشہ مسلمانوں کی برائی بیان کرتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجو کے ذریعہ زبان درازی کرتی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر میں تشریف لے گئے تھے، چند ہذیانی باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ترکیب دی تھیں۔ عمیر بن عدی نابینا جو کہ قدماء اہل اسلام میں سے تھا، خلوص نیت، صفائی طبع، اللہ جل و اعلا کی محبت میں عقیدت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی میں مدینہ میں پوری شہرت رکھتا تھا۔ وہ ہذیان جو ملت حنیف غراء میں اس فاحشہ عورت نے کہی تھی اس نے نذر مانی کہ اگر خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کو مدینہ منورہ میں صحیح و سلامت پہنچایا تو وہ اس ملعونہ کو قتل کر دے گا۔ عمیرؓ آنکھوں کی بصارت نہ ہونے کی وجہ سے اس سفر میں آپ کے ساتھ جانے سے معذور رہ گیا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معرکہ بدر سے مظفر و منصور واپس اپنے مستقر پر تشریف لے آئے، عمیرؓ اسی رات ایک راہبر کے ساتھ عصماء یہودیہ کے گھر کو روانہ ہو گیا، جب اس نے حس لمس سے معلوم کیا کہ بچہ اس کے پستان سے دودھ پیتا ہے، اس نے اس بچہ کو اس سے جدا کر دیا اور تلوار کا سرا اس کے سینہ پر رکھ کر پوری قوت سے دبایا۔ چنانچہ تلوار اس کی پشت سے باہر نکل گئی اور اسی رات واپس آ گیا اور صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، عمیرؓ کی طرف دیکھا اور نور نبوت سے صورت واقعہ کو معلوم کر کے فرمایا، اے عمیرؓ! بنت مروان کو تو نے قتل کیا ہے؟ عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عمیرؓ نے اس خوف سے کہ معلوم نہیں اس نے یہ کام درست کیا ہے یا نہیں، پوچھا اس قتل سے کوئی چیز مجھ پر واجب ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ینتطح فیھا عنزان یعنی یہ قتل کسی حرج کو مستلزم نہیں، اس واقعہ میں دو بھیڑوں نے ایک دوسری کو سینگ نہیں مارے۔ یہ پہلی مثل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی گئی۔ عمیرؓ نے کہا

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجمع کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد تھا فرمایا اذا اجبتم ان تنظروا الی رجل نصر اللہ و رسولہ بالغیب فانظروا الی عمیر بن عدی، یعنی تم پسند کرتے ہو کہ ایسے آدمی کو دیکھو جس نے خدا اور رسول کی غائبانہ مدد و نصرت کی تو وہ عمیر بن عدی کو دیکھے۔ اس وقت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اس نابینا کو دیکھو کہ اس نے کس قدر خدا کی اطاعت میں اہم کوشش اور کامیاب جدوجہد کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقل اعمی ولکنہ بصیر، اے عمر رضی اللہ عنہ یہ نابینا نہیں بلکہ بصیر ہے۔ مثنوی:

آدمی دیدست و باقی پوست است ... دید او آنست کہ دید دوست است

چونکہ دید دوست نبود کور بہ ... گر سلیمان ست از وے مور بہ

آن بصیر اینکہ حق را دیدہ اند ... لا حرم بے دیدہ و با دیدہ اند

غزوۂ قینقاع

ہوا یوں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو بنی قینقاع سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان سے کوئی تعرض نہیں کریں گے بشرطیکہ وہ بھی مسلمانوں سے اپنا دست تعرض روکے رکھیں اور اگر کوئی دشمن مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو یہ مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ یہ معاہدہ اس شرط کے ساتھ ہمیشہ رہا، یہاں تک کہ غزوۂ بدر سے مراجعت کے بعد جب بنی قینقاع نے دیکھا کہ فتح و نصرت مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور دولت محمدی اور ملت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت اور بلندی روز بروز ترقی میں ہے، یہودیوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور حسد اور کینے سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جماعت سے مقابلہ و جنگ کی ہے جن کو فن جنگ میں کوئی مہارت نہیں تھی، اگر ہمارے ساتھ جنگ کریں گے تو معلوم ہو گا کہ جنگ کیسے کی جاتی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد کو توڑ دیا۔

کہتے ہیں کہ ان کے نقض عہد کا سبب یہ ہوا تھا کہ بنی قینقاع کے بازار میں مسلمانوں کی ایک عورت کسی کام کے لیے سنار کی دوکان پر بیٹھی ہوئی تھی، یہودی نے اس کے پیچھے سے اس کا کرتہ پھاڑ دیا۔ اس زمانہ میں ازار باندھنے کا دستور نہیں تھا۔ جب وہ عورت اٹھی تو اس کی شرمگاہ برہنہ ہو گئی۔ اس نے شرمندہ ہو کر مسلمانوں سے مدد طلب کی۔ مسلمان وہاں کھڑے تھے،

اس کے چلنے پر اس عورت سے واقف ہو گئے۔ ان کے سردار کو بلایا، انہیں ڈرایا اور اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا اے محمدؐ! تم گمان کرتے ہو کہ ہم بھی تمہاری قوم کی طرح فنون حرب سے ناواقف ہیں اور لڑائی کرنا نہیں جانتے۔ جب تم ہمارے ساتھ جنگ کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم دوسروں کی طرح نہیں ہیں، یہ کہہ کر منتشر ہو گئے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت لائے۔ واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سوا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تیار کر کے مدینہ میں ابو لبابہؓ کو خلیفہ بنایا، ایک جھنڈا تیار کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور گمراہوں کو اکھاڑ دینے کا قصد کر کے مدینہ سے باہر نکلے۔ یہودی اپنے قلعوں میں گھس گئے اور ان کے دل میں رعب پیدا ہو گیا۔ پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد تنگ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کی کہ قلعوں سے اتر کر یہاں سے چلے جاتے ہیں اور تمام اموال چھوڑ دیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا نزول میرے حکم سے نہیں ہوگا۔ آخر کار حکم و تقدیر الٰہی پر راضی ہوتے ہوئے قلعوں سے اتر آئے، وہ سات سو آدمی تھے۔ منذر بن قدامہ اسلمی کو حکم ہوا کہ وہ اس جماعت کے ہاتھ پشت پر باندھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا کہ انہیں قتل کر دیں۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن ابی سلول منافق ان کے پاس سے گزرا، اس نے ان کے ہاتھ کھولنا چاہے کیونکہ وہ ان کے معاہد تھے۔ منذرؓ نے بڑی سختی سے روکا۔ ابی سلول منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، میرے دوستوں اور جن کے ساتھ میرا معاہدہ ہے آپ احسان کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، دوسری مرتبہ مبالغہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اس منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے حلفاء اور دوستوں کے متعلق احسان کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہو کر فرمایا: ویحلک ارسلنی۔ حاصل کلام عبداللہ نے کہا قسم بخدا میں نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپ ان کے حق میں احسان نہیں کرتے، خلاصہ یہ کہ تین سو زرہ پوش مرد اور چار سو مرد بغیر زرہ کے کہ جنہوں نے میری ہر شخص سے حفاظت کی ہے، میں انہیں کیسے قتل ہونے دوں، جب اس لعین کا مبالغہ حد سے بڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلوھم لعنھم اللہ و لعنہ معھم۔ لیکن حکم فرمایا انہیں ان کے وطن سے نکال دیں اور عبداللہ بن الصامت

کہ انہیں جلاوطن کرنے پر متعین فرمایا اور حکم دیا کہ تین دن سے زیادہ وہ یہاں نہ رہیں۔ جب جلاوطنی کی خبر اس قوم کو پہنچی بڑے غمگین ہوئے۔ کیونکہ اپنے وطن و ملک سے باہر نکلنے کو وہ ناپسند کرتے تھے ابن ابی سلول نے ان کے روساء کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہا۔ عویم بن ساعدہ ضمری دروازہ پر تھا، اس نے روکا ابن ابی سلول نے ارادہ کیا کہ عویم کو راستے سے ہٹا دے۔ عویم بن ساعدہؓ نے اسے پیچھے پھینک دیا، چنانچہ اس لعین کا منہ دیوار کے ساتھ ٹکرایا اور وہ خون آلود ہو گیا۔ یہودیوں نے کہا اے ابوالحباب! ہم ایسے مقام میں نہیں ٹھہر سکتے جہاں آپ کی اس طرح تذلیل ہو اور ہم اسے دور نہ کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ سے ناامید لوٹے، پھر عبادہ بن الصامتؓ سے مہلت طلب کی، تین روز تک انہیں مہلت دے دی۔ تین دن کے بعد انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا۔ عبادہؓ ان کے ساتھ ذباب تک جو شام کے راستہ میں ایک پہاڑ ہے گئے، وہاں سے وہ اذرعات جو شام کی زمین ہے چلے گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ اس جگہ سے تھوڑے ہی زمانہ میں عدم کے راستے جہنم میں پہنچ گئے۔ جب بنی قینقاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنے گھروں اور زمینوں سے باہر نکل گئے۔ ان کا اسلحہ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم میں سے تین کمانیں، دو زرہیں، چھ تلواریں اور تین نیزے اختیار فرمائے اور تین کمانیں، ایک کو کتوم، دوسری کو دھار اور تیسری کو بیضا کہتے تھے۔ دو زرہیں، ایک کو صفدیہ اور دوسری کو فضہ قم کہتے تھے۔ تین تلواریں، ایک علقی، دوسری منار اور تیسری حیف کے نام سے موسوم تھی۔ دو اور زرہیں بھی اختیار فرمائیں۔ ایک زرہ محمد بن مسلمہ اور دوسری سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو بخشی۔ سعدؓ کی زرہ کا نام سجل تھا، باقی کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ قینقاع سے لوٹے، دولت مند صحابہ کے ساتھ نماز عید ادا کر کے قربانی دی۔

غزوۂ سویق

مشہور روایت کے مطابق دوسری ہجری میں وقوع پذیر ہوا اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جب ابوسفیان غزوہ بدر سے راہ فرار اختیار کر کے مکہ پہنچا، اس نے نذر مانی کہ وہ سر پر تیل نہیں ڈالے گا اور نہ ہی عورتوں سے مباشرت کرے گا جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابہ کرامؓ سے انتقام نہ لے لے۔ کچھ عرصہ کے بعد چالیس سواروں اور ایک روایت کے مطابق دو سو سواروں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا اور مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر

بنی النضیر میں پہنچا، ایک رات حیی بن اخطب کے گھر گیا تاکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات دریافت کرے۔ حیی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی، اور اس کے لیے دروازہ نہ کھولا، اس سے مایوس ہوکر وہ سلام بن مشکم کے گھر آیا، سلام نے اس کا استقبال کیا اور اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کی باقاعدہ مہمانداری کی، ابوسفیان صبح کے وقت سلام کے گھر سے باہر آیا اور مدینہ سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر عریض کے قریب آیا، ایک انصاری جسے معبد بن عمرو کہتے تھے اور جو اپنے مزدور کے ساتھ کھیتی باڑی کر رہے تھے، دونوں کو اس نے قتل کر دیا، وہاں چند کھجور کے درختوں کو جلا دیا اس خیال سے کہ اپنے عہد کی ذمہ داری پوری کر سکے، پھر راہ فرار اختیار کی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اس بری حرکت سے واقف ہوئے، ابولبابہؓ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور دو سو مہاجرین وانصار کے ساتھ ابوسفیان کے تعاقب میں نکلے، مشرکین کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب کی خبر ہوئی، راستہ میں بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستوؤں کے تھیلے پھینکتے گئے جو ان کی خوراک تھے، مسلمان انہیں مال غنیمت کے طور پر اٹھاتے رہے اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق مشہور ہوا۔

پانچواں باب

غزوہ قرقرۃ الکدر

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں یہ خبر پہنچی کہ بنی سلیم اور غطفان کی ایک جماعت اس جگہ جمع ہوئی ہے۔ لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کے دو سو افراد کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب مقررہ جگہ پر پہنچے کوئی شخص وہاں دکھائی نہ دیا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو احتیاطاً وادی کے اونچے حصہ کی طرف بھیجا اور خود وادی میں چلتے رہے۔ اچانک آپ کی نظر چند شتربانوں پر پڑی جو اونٹوں کو چرا رہے تھے، ان کے ساتھ ایک یسار نامی غلام تھا، اس سے پوچھا کہ بنی سلیم اور غطفان کہاں ہیں؟ یسار نے:

کہا پانی کے پاس ٹھکانا بنا رہے تھے اب معلوم نہیں وہ کون سی جگہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اونٹوں کو شتربانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہانک لائے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے آپ نے دیکھا کہ یسار ان کے ساتھ موافقت کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غلام اچھا معلوم ہوا، پھر فرمایا اونٹوں کی تقسیم کر لو، بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے بعض اونٹ کی نگرانی نہیں کر سکتے۔ اگر ان اونٹوں کو مدینہ میں تقسیم کریں تو سہولت رہے گی، پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ غلام یسار نماز کی وجہ سے آپ کو پسند ہے اور یقیناً آپ نے اطمینان کر لیا ہے کہ وہ مومن ہے، ہم خوشی سے اسے آپ کے سپرد کرتے ہیں چونکہ خوش دلی سے انہوں نے کہا تھا اس لیے قبول کر لیا اور اسے آزاد کر دیا اور جب قرار کی جگہ پر پہنچے جو مدینہ سے ایک فرلانگ ہے اونٹوں کو خمس نکالنے کے بعد تقسیم کیا اور ہر مرد کو دو دو اونٹ ملے، بعض زیادہ بھی کہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ پانچ سو اونٹوں سے خمس جدا کیا، اور چار سو اونٹ دو سو افراد پر تقسیم کئے، ہر ایک کو دو اونٹ ملے۔

غزوہ انمار اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچائی گئی کہ بنی ثعلبہ اور محارب کی ایک جماعت ذی امر میں جو نجد میں ایک مقام ہے جمع ہوئی ہے، ان کا ارادہ ہے کہ مدینہ کے نواح سے کوئی چیز لے اڑیں، اس امر کا باعث ایک شریر آدمی غورث نامی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تیار کرنے کا حکم فرمایا، امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور چار سو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ باہر نکلے، راستہ میں ایک جبار نامی آدمی ملا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دشمن کی خبر پوچھی، اس نے کہا وہ آپ سے جنگ نہیں کریں گے، بلکہ جب وہ آپ کی خبر سنیں گے تو پہاڑوں میں قلعہ بند ہو جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبار کو اسلام کی دعوت دی، وہ مسلمان ہو گیا، اسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ساتھی بنا دیا۔ اس سفر میں جنگ و قتال کی نوبت نہیں آئی لیکن دشمنوں کو پہاڑوں پر پناہ گزین ہوتے ہوئے دیکھتے رہے۔ اس روز بارش نے صحابہؓ کے کپڑوں کو تر کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص اتار کر درخت پر ڈالی ہوئی تھی تا کہ خشک ہو جائے اور اس درخت کے نیچے آرام فرمایا۔ بدوؤں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا دیکھا تو غورث کو جو ان میں سب سے

زیادہ بہادر اور جری تھا کہا، یہ رہے محمدؐ تنہا درخت کے نیچے تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ اگر ان پر ہاتھ اٹھا سکو تو وقت ہے۔ غورث تلوار کھینچے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے آکھڑا ہوا اور کہا "من یمنعک الیوم منی" آج کون آپ کو مجھ سے چھڑا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ"۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسی وقت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے اس کے سینہ پر مارا، جس سے اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلوار اٹھا کر اس کے سر پر جا پہنچے اور فرمایا "من یمنعک منی"، اس شخص نے کہا مجھے آپ سے کوئی شخص خدا تعالیٰ کے سوا نہیں بچا سکتا، اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ، اور قسم کھائی کہ پھر کبھی دشمنوں کو جمع نہیں کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلوار اسے واپس دے دی، غورث نے کہا واللہ لانت خیر منی، اسے اس کے ساتھیوں نے کہا تجھے کیا ہو گیا کہ تلوار کھینچ کر اس کے سر پر گیا اور کام کئے بغیر لوٹ آیا، اس نے کہا میں نے ایک بلند و بالا سفید پوشش آدمی کو دیکھا، اس نے میرے سینہ پر اس طرح مارا کہ میں پشت کے بل گر پڑا اور تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ فرشتہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور اس کے حبیب ہیں، میں ان پر ایمان لے آیا ہوں اور تمہیں بھی کہتا ہوں کہ ان پر ایمان لے آؤ۔ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکف ایدیھم عنکم اسی سلسلہ میں نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ روز وہاں سفر میں گزار کر واپس مدینہ میں آئے۔

سریہ فردہ

اس واقعہ کی کیفیت یوں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ قریش کا قافلہ عراق کے راستے سے شام جاتا ہے۔ جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کے خوف سے مکہ کا قافلہ حجاز کے راستہ شام نہیں جاتا تھا اور اطلاع ملی کہ ان کے پاس کافی مال بیشمار چاندی اور مال تجارت ہے۔ صفوان بن امیہ، حویطب بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن ربیعہ اس قافلہ میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو ایک سو سواروں کے ساتھ ان کی طرف بھیجا وہ پہلا سریہ تھا جس کا زیدؓ امیر ہوا۔ زیدؓ نے ان پر حملہ کر دیا، ان کے سردار بھاگ گئے۔ اسلامی فوج مشرکین کے قافلہ کو آگے لگا کر مدینہ لے آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس جدا کیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بیس ہزار

درہم ہوئے اور باقی کو اہل سریہ پر تقسیم کر دیا اور زید رضؓ کے متعلق فرمایا خیوا مرادا سوا یاذبہ بن حارثہ اعدلھم فی الرعیۃ واقسمھم بالسویہ۔

کعب بن اشرف کا قتل

واقدیؒ کہتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر میں مخالفین پر غالب آئے، مدینہ کے تمام منافقین اور یہود خوار و ذلیل اور نگونسار ہو گئے، کہتے تھے کہ اس کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف رُخ کریں گے دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ کعب اشرف جو علمائے یہود میں سے تھا اس واقعہ سے بہت تنگ دل ہوا، اپنی موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے مشرکین کی تعزیت کیلئے مکہ گیا اور ان کی مجالس میں ان کے قتل کا مرثیہ پڑھا، اور چند بے معنی جملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق موزوں کئے ہوئے تھے جو اس نے مرثیہ کے دوران پڑھے، چنانچہ انہیں عنقریب احاطہ تحریر میں لایا جائے گا جب وہ مکہ سے مدینہ واپس آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مکہ میں جانے اور اشعار پڑھنے کی خبر ہوئی فرمایا اللھم اکفنی ابن الاشرف بما شئت فی اعلانہ الشرف قولہ الاشعار۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو ہماری طرف سے ابن اشرف کے شر کی کفایت کرے، کیونکہ وہ خدا اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانے والا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں، فرمایا: ہاں۔ محمد بن مسلمہ گھر آیا، تین دن رات تک اسی فکر و اندیشہ سے کہ میں نے ایک بات کہی ہے اسے پورا کر سکوں گا یا نہیں کھایا نہ کچھ پیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا، تجھ سے جو ہو سکتا ہے اپنی کوشش کرو، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممکن ہے مجھے آپ کے دوستوں کے متعلق نازیبا الفاظ کہنے پڑیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کام میں سعد بن معاذ سے مشورہ کر لو حسب الارشاد جب سعدؓ سے مشورہ کیا، سعدؓ نے کہا، اس کے پاس جانا چاہیے اور اپنے فقر اور احتیاج کو بیان کرنا اور بطور قرض اس سے طعام طلب کرنا چاہیے۔ اسے کسی بہانے سے قلعہ سے باہر لانا چاہیے اور اپنی مہم کو پورا کریں۔ چنانچہ محمد مسلمہ نے ابو نائلہ سلکان بن سلام کو جو کعب کا رضاعی بھائی تھا عباد بن بشر، حارث بن اوس بن معاذ اور ابو العیس بن جبیر کو اپنے ساتھ متفق کیا، ایک دوسری

روایت یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ بھی کعب کا رضاعی بھائی تھا۔ ابو نائلہ کو انہوں نے پہلے کعب کے گھر بھیجا۔ کعب عزت سے پیش آیا اور آنے کا سبب پوچھا۔ ابو نائلہ نے کہا وہ تمام مصائب جو ہم پر نازل ہوئے ان میں سے ایک یہ شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کی وجہ سے عرب ہمارے ساتھ جنگ وجدال پر اتر آئے ہیں۔ ہمارے اہل وعیال ضائع ہو گئے ہیں اور وہ ہر وقت ہم سے صدقہ میں مال طلب کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ ہمیں خود اتنا بھی نہیں ملتا کہ اپنا پیٹ بھر سکیں۔ اب لوگوں کی اس کی طرف آمد و رفت بند ہو گئی ہے اور اس کی وجہ سے ہم بڑی تکلیف میں ہیں۔ کعب نے کہا میں پہلے ہی تجھے یہ بات کہتا تھا تو نے میری بات نہ سنی، میں اپنے باپ کا بیٹا ہوں، ابھی تو تو نے کچھ بھی نہیں دیکھا، قسم بخدا تم اس سے بھی زیادہ رنجیدہ اور پشیمان ہو گے۔ اس کے بعد ابو نائلہ نے کہا، میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں جو میری اس رائے سے متفق ہیں۔ ہمیں ضرورت پڑ گئی ہے، ہم کچھ کھانا اور کھجوریں قرض لینے کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ جو چیز آپ چاہیں گے ہم رہن رکھ دیں گے۔ کعب نے اپنی کھجوروں کی تعریف کرتے ہوئے کہا، اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ ابو نائلہ نے جواب دیا، اے کعب! عورتوں کو گروی رکھنا مناسب نہیں خصوصاً آپ کے پاس جو کہ عرب میں سب سے زیادہ نیک ہے۔ کعب نے کہا تو اپنے بیٹوں کو گروی رکھ دو۔ ابو نائلہ نے کہا، آج کے بعد انہیں لوگ ملامت کریں گے اور یہ ہمارے لیے عیب اور شرم کی بات ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے اسلحہ کو گروی رکھ دیں، جب رات ہو جائے تو ہم آپ کے پاس لے آئیں۔ کعب نے قبول کرتے ہوئے کہا، جب تمہاری مرضی ہو لے آؤ۔ ابو نائلہ کعب کے گھر سے باہر آیا اور دوستوں کو اس سے آگاہ کیا، تمام مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور صورت حال بیان کی۔ ماہ صفر کی چودھویں رات کو محمد بن مسلمہ چار افراد کے ساتھ جن کے اسماء بیان ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر چل پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیع غرقد تک ان کے ساتھ تشریف لائے جب اس جگہ پہنچے زبان معجز بیان سے فرمایا انطلقوا بسم اللہ اللھم اعنھم۔ پھر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور پانچوں ساتھی قلعہ کے دروازہ پر پہنچے اور التماس کی کہ وہ قلعہ سے نیچے اتریں، جب کعب نے ان کی آواز سنی، ان کے پاس آنے کے لیے چلا اس کی بیوی نے جسے ان ہی دنوں میں نکاح میں لایا تھا، کہا اے کعب کہاں جاتے ہو۔ اس نے

کہا میرے بھائی محمد بن مسلمہ ابو نائلہ آئے ہیں ان سے ملنے جا رہا ہوں، اس عورت نے کہا، جس مرد کی میں نے آواز سنی ہے میرا خیال ہے کہ اس سے خون ٹپکتا ہے، کعب نے کہا میرے بھائی ہی ہیں کوئی دوسرا نہیں، عورت نے اس کا دامن پکڑ لیا اور ان کی ملاقات سے اسے منع کیا اور کہا قسم بخدا! مجھے اس آواز میں خون کی سرخی دکھائی دیتی ہے۔ کعب نے کہا مجھے چھوڑ دے کیونکہ میرا بھائی ابو نائلہ ہے۔ اگر میں خواب میں ہوں تو میری ایذا کی وجہ سے مجھے بیدار نہیں کرتا۔ عورت نے کہا خدا کی قسم! مجھے اس آواز سے شر کی بو آتی ہے۔ کعب نے کہا ان الکریم لو دعی الی طعن لاجاب۔ پھر عورت کے ہاتھ سے اس نے دامن کھینچا اور دامن گھسیٹتا ہوا باہر چلا گیا، اس سے ایسی خوشبو پھوٹ رہی تھی جس سے دماغ تر و تازہ ہو جاتا تھا، کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے اور جو باتیں ابو نائلہ نے اسے کہیں تھیں انہیں دوہرایا، پھر محمد بن مسلمہ نے اس سے کہا، کیا اچھا چاند ہے اگر کچھ دیر پسند کریں تو سیر کی جا سکتی ہے۔ شعب عجوز تک چلیں اور باقی رات گفتگو اور مشاہدہ میں گزاریں، کعب نے ان کے ساتھ اتفاق کیا، سیر کے دوران ابو نائلہ نے اسے کہا، مجھے تجھ سے عجیب خوشبو آتی ہے، اس نے کہا عرب کی سب سے زیادہ حسین و جمیل عورت میرے نکاح میں ہے، ابو نائلہ نے اس سے بال سونگھنے کی اجازت طلب کی اور ایک روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہ نے یہ خواہش کی، اجازت ملنے پر اس نے بالوں کو ہاتھ میں پکڑا اور سونگھا، تعریف کی اور دوسرے کو سونگھایا، جب کچھ دیر گزر گئی ابو نائلہ نے دوبارہ درخواست کی اس دفعہ جب اجازت ملی اس کے سر کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا، دشمن خدا کو مارو، مسلمانوں نے حملہ کیا لیکن کسی تلوار بھی کارگر نہ پڑی، آخر کار محمد بن مسلمہ نے خنجر نکالا اس کی ناف پر مارا اور سینہ تک چیر دیا۔ کعب نے اس وقت ہیبت ناک آواز نکالی، چنانچہ قلعہ والوں نے تند و تیز آواز کو سن کر آگ روشن کر دی مسلمانوں نے اس کتے کا سر جدا کیا اور مدینہ کی طرف چل دیے، اس کے متبعین اور دوست احباب مسلمانوں کے پیچھے بھاگے، وہ راستہ سے بھٹک جانے کی وجہ سے ان تک نہ پہنچ سکے۔ کہتے ہیں کہ تلوار چلاتے وقت دوستوں کے ہاتھ سے حارث بن اوس کو ناکافی زخم لگا تھا، اس سے اتنا خون بہہ گیا جس سے وہ چل نہیں سکتا تھا، ساتھی اسے اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلے جب بقیع غرقد میں پہنچے، اونچی آواز سے تکبیر کہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن کر سمجھ لیا

کہ انہوں نے ابن الاشرف کو قتل کر دیا ہے جب صحابہ رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افلحت الوجوہ، صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب میں عرض کیا، وجہك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پس اس لعین کے سر کو خاکِ ندامت پر پھینک دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر اپنا لعاب دہن اوس کے زخم پر لگایا، خدا تعالیٰ کے حکم سے اسی وقت تندرست ہو گیا۔

ابو رافع حجازی تاجر کا قتل

اس واقعہ کی شرح یہ ہے کہ کعب کے قاتل چونکہ اوس کے قبیلہ سے تھے، خدا تعالیٰ کی توفیق سے انہوں نے بہت اہم کام کیا تھا اور پسندیدہ خدمت کی تھی۔ قبیلہ خزرج کے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال چٹکیاں لینے لگا کہ وہ بھی ایک ایسے دشمن دین کو جو کعب کی طرح ہو قتل کریں۔ استخارہ اور مشورہ کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ ابو رافع جو کہ کنانہ بن ابی الحقیق صفیہ کا خاوند ہے کو قتل کرنے کی کوشش کریں، کنانہ کا تذکرہ جنگ خیبر میں انشاء اللہ بیان ہوگا۔ یہ ابو رافع مشرکین کی مالی امداد کرتا تھا جس سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کرتے تھے، قبیلہ خزرج سے دو شخص عبداللہ انیس اور ابو قتادہ اور دو شخص دوسرے صحابہؓ سے اس امر میں متفق ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، اجازت ملنے کے بعد خیبر کی طرف روانہ ہو گئے۔ شام کے وقت جب ابو رافع اور اس کے متبعین کے چوپائے چراگاہ سے واپس قلعہ میں داخل ہو رہے تھے، وہاں پہنچے۔ عبداللہ انیسؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا، تم یہاں رہو، میں جاتا ہوں۔ چاپلوسی سے قلعہ میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ دوستوں نے قبول کر لیا، وہ قلعہ سے باہر ٹھہرے، عبداللہ قلعہ کے دروازہ کے قریب قضائے حاجت کے بہانے سے بیٹھ گیا، قلعہ کے لوگ اس وقت صحرا کی مہمات سے فارغ ہو کر حسب دستور قلعہ میں داخل ہوتے تھے، چوکیدار نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ عبداللہ بھی قلعہ کے لوگوں میں سے ہے، اسے کہا، داخل ہونے میں جلدی کرو، بے وقت ہوا جاتا ہے، میں دروازہ بند کر رہا ہوں۔ عبداللہ قلعہ میں داخل ہو گیا اور دربان نے دروازہ بند کر دیا۔ عبداللہ تاڑ میں تھا کہ چوکیدار چابی کہاں رکھتا ہے، دربان نے دستور کے مطابق چابی کو ایک میخ پر لٹکا دیا۔ جب دربان سو گیا، عبداللہ نے میخ سے چابی اتاری اور دروازہ کو کھول دیا، ممکن ہے بھاگنے کی ضرورت پڑ جائے تاکہ آسانی سے باہر نکل سکے۔ پھر عبداللہ نے معلوم

گیا کہ ابو رافع بالاخانہ میں ابھی جاگ رہا تھا اور ایک قصہ خواں اس کے پاس بیٹھا قصہ پڑھ رہا تھا، عبداللہؓ نے قصہ ختم ہونے تک توقف کیا، جب ابو رافع سو گیا، اس وقت وہ بالاخانے کے دروازوں کو کھولتا اور اندر سے بند کرتا ہوا چلا، یہاں تک کہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں ابو رافع سویا ہوا تھا، چونکہ اس کے اہل و عیال اس کے ساتھ سوئے ہوئے تھے، تاریکی میں اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ابو رافع کہاں سویا ہوا ہے، وہ پکارا، اے ابو رافع! ابو رافع نے بیدار ہو کر کہا، کون ہے، عبداللہؓ نے آواز کی طرف تلوار ماری، انتہائی دہشت کی وجہ سے جس نے اس پر غلبہ پایا ہوا تھا تلوار کی ضرب کارگر نہ پڑی، ابن انیس اسے محسوس کر کے مکان سے باہر نکل آیا، تھوڑی دیر بعد پھر کمرے میں داخل ہوا، اپنی آواز تبدیل کر کے کہا، اے ابو رافع یہ کیسی آواز تھی؟ ابو رافع نے کہا کسی شخص نے اس مکان میں مجھ پر تلوار ماری ہے۔ عبداللہؓ نے اس مرتبہ پھر تلوار ماری چونکہ ابھی اس کا کام تمام نہیں ہوا تھا، اس نے اپنی تلوار کے کونے کو اس کے پیٹ پر رکھ دیا اور اس قدر دبایا کہ اس کی پشت سے نکل گئی۔ اترتے وقت عبداللہ سیڑھی سے گر پڑا، جس سے اس کا پاؤں ٹوٹ گیا، ٹوٹے ہوئے پاؤں کو پگڑی سے باندھ کر کودتا ہوا قلعے سے باہر نکل آیا اور دوستوں سے مل گیا، قلعے کے باہر انہوں نے اس قدر توقف کیا کہ قلعے سے نوحہ گر باہر نکلا، اس نے کہا ابو رافع قتل کر دیا گیا، اس وقت عبداللہ فی الفور اٹھے اور چل دیئے۔ جب مدینہ کے یہودی جو اطراف مدینہ میں تھے اس حال سے مطلع ہوئے ان کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا، حیران ہوتے تھے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسے لوگ ہیں کہ مضبوط قلعوں میں جن کے دروازے بند ہوتے ہیں لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں۔

اسی سال حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا نکاح ثانی ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حیا و عرفان کے بحر محیط عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا، وہ ذی النورین کے لقب سے ملقب ہوئے۔

ہجرت کے اس تیسرے سال میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشوائے اصحاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو امہات المومنین میں داخل فرمایا، پہلے وہ خنیس بن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں، ہجرت کے دوسرے سال خنیس نے انہیں طلاق دے دی، لشکر اسلام کی جنگ بدر سے واپسی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما

سے اس کے نکاح کی پیش کش کی لیکن کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہ دیا، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رنج پہنچا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حفصہؓ کے نکاح کی عثمان رضی اللہ عنہ سے درخواست کی اس نے شافی جواب نہیں دیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرؓ! حق سبحانہ وتعالیٰ تیری بیٹی کو عثمانؓ سے بہتر خاوند عطا فرمائے گا اور عثمانؓ کے لیے حفصہؓ سے بہتر اور شریف عورت مقرر ہو چکی ہے۔ ماہ شعبان ۳ھ میں سید رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہؓ کو طلب کیا اور انہیں حضرت نبوت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب سلسلۂ نکاح مستحکم ہو گیا ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور تذکرہ صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا بات تھی کہ میں نے اپنی بیٹی تمہارے سامنے پیش کی آپ نے ہاں یا نہ میں کوئی جواب نہ دیا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے سنا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یاد فرمایا ہے۔ اس وجہ سے میں نے خاموشی اختیار کی۔ میں نے کہا وہ خوشخبری آپ نے مجھے کیوں نہ سنائی، انہوں نے جواب دیا، آقا کا راز فاش کرنا آداب بندگی کے خلاف ہے۔

نقل ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں تند خوئی میں مشہور تھیں اور بعض اوقات اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک رنجیدہ ہو جاتا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا، اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں طلاق دیدی۔ جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حقیقت معلوم ہوئی، سر پر خاک ڈالی، فریاد کی کہ اس کے بعد میری کیا عزت رہ جائے گی کہ میری لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے خارج ہو گئی۔ حق تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی مرضی کے مطابق جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرنے کی ہدایت کی۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے طلاق سے رجوع فرمالیں کیونکہ وہ نمازی اور روزہ دار ہے اور بہشت میں آپ کی بیویوں کے ساتھ داخل ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ربانی کے موافق رجوع فرمالیا، یہ بہت بڑی فضیلت تھی جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوئی۔ کتب معتبرہ میں آپؓ کی مرویات کی تعداد ساٹھ تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے چار متفق علیہ ہیں، دوسری چھ احادیث افراد مسلم سے

ہیں، سنہ ۴۵ھ میں وفات پائی، مروان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جو ان دنوں حاکم مدینہ تھا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

اسی سال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لائے، پہلے یہ طفیل بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں، طلاق کی وجہ سے ان میں تفریق ہو گئی، اس کے بعد اس کے بھائی عبیدۃ الحارث نے ان سے نکاح کیا۔ وہ جنگ بدر میں درجہ شہادت کو پہنچے، جن کا ذکر واقعہ بدر میں گزرا۔ جب ان کی عدت گزر گئی تو ماہ رمضان سنہ ۳ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے نکاح میں لائے۔ بارہ اوقیہ بیس درہم چاندی مہر مقرر ہوا۔ آٹھ ماہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں پھر عالم بقا کو کوچ کیا اور بقیع میں مدفون ہوئیں، ان کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہیں درویشوں کو بہت زیادہ کھانا کھلانے کی وجہ سے ام المساکین کہا جاتا تھا اور میمونہ کی والدہ کی ہمشیرہ تھیں رضی اللہ عنہا۔

اسی سنہ ۳ھ نصف ماہ رمضان میں سبط رسول حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ میں پیدا ہوئے۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، حسن کو گود میں لیا اور اس کے کانوں میں اذان کہی، ساتویں روز سر کو مونڈا اور اس کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی اور عقیقہ دیا اور حسن کے اسم سے مسمی ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت ان کی عمر سات سال کی ہو چکی تھی۔ آپ کی مرویات تیرہ احادیث ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، القاب تقی، زکی، سید، سبط اور ولی مقرر ہوئے۔ آپ کے بہت فضائل ہیں، کہتے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹوں کو کوئی عطیہ عنایت فرمائیں۔ فرمایا میری ہیبت اور بزرگی حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی اور میری سخاوت و شجاعت کے حق دار حسین رضی اللہ عنہ ہوئے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو آخری عمر تک تین مرتبہ زہر دیا گیا، تیسری مرتبہ زہر کارگر ہوا، چالیس روز بیماری میں گزارے، ماہ صفر کی اٹھائیسویں سنہ ۴۹ھ میں جنت الفردوس کو کوچ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک سنتالیس سال اور چند ماہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے تجہیز و تکفین کی

اور بقیع میں اپنی جدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد کے نزدیک مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد آٹھ بیٹے اور ایک روایت کے مطابق نو بیٹے اور آٹھ بیٹیاں آپ سے یادگار ہیں اور آپ کی اولاد اطراف واکناف عالم میں موجود ہے۔ آپ کے فضائل اور صفات اس مختصر بلکہ طویل دفاتر میں بھی نہیں سما سکتیں۔

اس سال کے دہشت ناک واقعات میں سے ایک واقعہ غزوۂ اُحد ہے، چونکہ یہ واقعہ امور کلیہ پر مشتمل تھا اس لیے اس کے لیے علیحدہ باب مرتب کیا گیا، واللہ الموافق۔

چھٹا باب

غزوۂ اُحد

فصل اول، مقدمات غزوہ

ارباب سیر و تاریخ نے بیان کیا ہے کہ جب بدر کے بچے کھچے لوگ مدینہ میں آئے، تجارت کے ایک ہزار اونٹوں کا بوجھ، ان کے مالکوں کے غائب ہونے کی وجہ سے دار الندوہ میں ابوسفیان کے سپرد کیا تھا کا حساب کیا، اس کے راس المال کو پھر تجارت میں لگا دیا، اس کے نفع سے انہیں پچاس ہزار مثقال سونا حاصل ہوا بسرداران قریش مثل اسود بن مطلب بن اسد، حویطب بن عبدالعزیٰ، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ نے کہا کہ یہ اموال اہل مکہ کے ہیں اور وہ مصیبت جو جنگ بدر میں انہیں پہنچی وہ سب پر عیاں ہے۔ اب تجارت سے جو نفع حاصل ہوا ہے وہ چاہتے ہیں کہ لشکر کی تیاری میں صرف کریں اور ایسی زبردست فوج جو دشمن کو ہلاک کر سکے ترتیب دے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے جائیں۔ اب آپ کی رائے اس سلسلہ میں کیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا، کیا تم سب کی یہی خواہش ہے، انہوں نے کہا ہاں، اس نے کہا میں سب سے پہلے اس بات کے لیے راضی ہوں کیونکہ اشراف قبیلہ اور میرا بیٹا حنظلہ اس لڑائی میں مارا گیا ہے۔ اب ہم بھی کوشش کر کے ان سے اپنا بدلہ لیں گے۔ پھر قریش نے چار اشخاص جو بڑے لسان اور فصیح البیان تھے مقرر کئے کہ وہ قبائل عرب میں جا کر مدد اور اعانت طلب کر کے فوج جمع کریں، ان چار افراد میں سے ایک عمرو بن العاص تھا، دوسرا ہبیرہ بن ابی وہب تیسرا عبداللہ بن

ربیعہ اور چوتھا ابوعزہ شاعر جمحی تھا ابو عزہ اس بات کو قبول نہیں کرتا تھا کیونکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر رکھا تھا جبکہ اسے اسیرانِ بدر سے آزاد کیا، اسے اس شرط پر آزاد کیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے کسی شخص کو نہیں ابھارے گا۔ القصہ صفوان بن امیہ اور جبیر بن مطعم نے اسے بڑے اصرار سے راضی کیا اور ان تین آدمیوں کے ساتھ اسے لشکر جمع کرنے کے لیے بھیجا۔ ان چاروں اشخاص نے اطراف میں جا کر بہت سا لشکر جمع کر لیا، جب قریش نے جنگ کرنے کے لیے اتفاق کر لیا، صفوان نے کہا، اپنی عورتوں کو اپنے ساتھ لے چلو تاکہ وہ بدر کے مقتولین پر نوحہ کریں کیونکہ ابھی ان کے زخم تازہ ہیں، عکرمہ اور عمرو بن العاص نے ان باتوں کو پسند کیا اور اس کام پر مصر ہوئے، لیکن نوفل بن معاویہ دیلی نے اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا اگر ہمیں شکست ہو گئی تو عورتوں کا لے جانا شرمندگی اور ندامت کا باعث ہوگا۔ ابوسفیان بھی اس کی باتوں کی طرف مائل تھا لیکن اس کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ عورتوں کے لے جانے میں مبالغہ کر رہی تھی، لاجالہ اس کے خاوند ابوسفیان نے اپنی دونوں بیویوں ایک ہندہ مذکورہ اور دوسری امیمہ بنت سعد بن ابی وہب کے لیے ہودج تیار کیا اور صفوان، عمرو، عکرمہ، طلحہ بن ابی طلحہ، حارث بن ہشام اور مشرکین کی ایک اور جماعت نے اپنی عورتوں کے لیے ہودج تیار کئے اور انہیں باہر لے جانے کے لیے تیار ہوئے! ابوعامر راہب جو فاسق کے نام سے مشہور تھا اپنے پچاس متبعین کے ساتھ مخالفین کا ساتھ دینے پر کمربستہ ہوا۔ جب انہوں نے اپنی بدبخت سپاہ کا حساب کیا تو تین ہزار مرد جن میں سے سات سو زرہ پوش تھے، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور گیارہ ہودج شمار کئے گئے۔ اس نامبارک سفر سے اشراف قریش میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا اور بادیۂ خلاف و شقاق کو اتفاق کے قدموں سے طے کیا اور گانے والی لڑکیوں کو اپنے ساتھ مقرر کیا تاکہ ہر منزل پر گاتی ہوئی بدر کے مقتولین کا تذکرہ کریں اور دشمنی و عداوت کی بنیاد کو مستحکم کر کے جنگ پر برانگیختہ کریں۔

نقل ہے کہ عباس بن عبدالمطلب اس زمانہ میں مکہ میں قیام پذیر تھے، ایک شخص کو اُجرت پر مقرر کر کے مدینہ بھیجا، اسے کہا کہ تین دن میں مدینہ پہنچو اسے سربمہر لفافہ دیا جو مشرکین کے ارادے، ان کی تعداد اور لشکر کی کیفیت کے مضمون پر مشتمل تھا تاکہ وہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں پہنچائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھول کر ابی بن کعبؓ کو پڑھنے کے لیے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضمون پر آگاہ ہونے کے بعد ابی بن کعبؓ کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا آشنا و بیگانہ سے اسے مخفی رکھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقداد بن ربیعؓ کے گھر تشریف لے گئے اور خلوت میں اسے یہ راز بتایا اور راز کو چھپائے رکھنے کی تاکید فرما کر واپس تشریف لے آئے۔ اس کی بیوی نے کونہ میں بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اس کے خاوند سے کہا تھا سُن لیا۔ جب آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم سعد کے گھر سے تشریف لے گئے، سعد کی بیوی نے اپنے خاوند سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا۔ سعدؓ نے کہا میرے لیے اس کا بتانا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے اسے مخفی رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ عورت نے کہا، میں تمام باتیں سن چکی ہوں۔ اس نے کہا بیان کر، اس کی عورت نے وہ تمام باتیں بتا دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں اور یوں فرمایا۔ اسی وقت سعد اپنی عورت کے گلے میں کپڑا ڈالے بھگاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا، غریب عورت تباہ ہو گئی۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے اس راز کے مخفی رکھنے کی تاکید فرمائی تھی، لیکن میری بیوی گوشہ میں تھی تمام باتوں کو اس نے سن لیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے سعد اسے چھوڑ دو، تقدیر یہی تھی کہ یہ راز ظاہر ہو جائے۔ پس کل سے جاو ذلا تین شاع کے مطابق یہ خبر مدینہ میں مشہور ہو گئی یہود اور منافقین غفاری آدمی کے مدینہ میں آنے سے باخبر ہو گئے۔ آپس میں کہتے تھے کہ یہ مرد ایسی خبر لایا ہے جو کبھی بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے خوشی و شادمانی کا سبب نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد مشرکین جب مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے وہاں تین دن قیام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسؓ اور مونسؓ کو جاسوسی کے لیے بھیجا، وہ خبر لائے کہ مشرکین نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو سبز چراگاہ میں چھوڑ رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی سبز پتہ وہاں باقی نہ رہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خباب ابن المنذر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ ان کے لشکر کی صحیح تعداد معلوم کرے حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے لشکر کے گرد چکر لگا کر اس کی کیفیت، تعداد، سواریاں، زرہوں، ہودجوں اور لڑکیوں کی تعداد ایک ایک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی۔ اس کی باتوں کو جو کچھ عباسؓ نے تحریر کیا تھا کے موافق پایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل

اللھم بارک بک امولہ وبک القبولہ ، امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب مشرکین ابوا میں پہنچے انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی قبر یہاں ہے۔ قبر کو کھود کر تمام ہڈیاں باہر نکال لو، اگر بالفرض ہماری عورتیں اس کے ہاتھ قید ہو جائیں، ہم کہیں گے کہ آپ کی والدہ کی بوسیدہ ہڈیاں ہمارے پاس ہیں، لامحالہ اس کے بدلے وہ ہماری عورتوں کو ہمیں واپس دے دیں گے اور اگر ہماری عورتیں ان کے ہاتھ نہ آئیں تو بہت سا مال دے کر ہم سے واپس لیں گے۔ جب انہوں نے ابوسفیان سے مشورہ کیا اس نے اس رائے کو ناپسند کرتے ہوئے کہا قبیلہ بنو بکر اور خزاعہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں جب انہیں اس بات کی خبر ہو گی ہمارے تمام مردوں کو قبروں سے نکال لیں گے۔ اس کے بعد جمعہ کی رات کو جس کا دن شنبہ تھا دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ اکابر صحابہ مثل سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم اور بہادروں کی ایک اور جماعت نے رات بھر مسلح ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے پہرہ دیا۔ مدینہ کے بعض مسلمانوں نے بھی اس رات پہرہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات خواب میں دیکھا کہ آپ نے مستحکم زرہ پہن رکھی ہے اور تلوار میں چند دندانے پڑ گئے ہیں، ایک گائے کو ذبح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک فوج کو قتل کیا گیا ہے۔ دوسرے روز اس خواب کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تعبیر پوچھی فرمایا، زرہ مدینہ کا قلعہ ہے اور تلوار پر دندانے پڑ جانے، میری ذات کو مصیبت پہنچے گی، گائے کا ذبح ہونا، صحابہ کا قتل ہے اور فوج کا قتل، میرے صحابہ میں سے ایک بڑے صحابی کا قتل ہے۔ جو وقوع پذیر ہوگا اور درج الدرر کی روایت اسی طرح ہے کہ ذوالفقار ٹوٹ گئی، اس کی تعبیر اہل بیت میں سے کسی کا قتل بتائی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہش تھی کہ مدینہ سے باہر نہ جائیں، لیکن نوجوانوں کی ایک جماعت جو غزوہ بدر کی حاضری سے محروم رہ گئی باہر نکلنے کی بشدت خواہش مند تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا۔ مہاجرین وانصار میں سے اکثر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ بھلائی اسی میں ہے کہ ہم مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ عبداللہ ابن سلول منافق نے کہا مدینہ کو آج تک کوئی فتح نہیں کر سکا اس سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی جو دشمن ہم پر حملہ آور ہوتا اگر ہم مدینہ سے باہر نکل کر اس سے

جنگ کرتے تھے تو ہم لازماً مغلوب ہو جاتے تھے، لیکن اگر ہم صبر کر کے ثابت قدم رہتے اور مرکز کی حمایت کرتے تو ہم غالب آ جاتے۔ اب مصلحت اس میں ہے کہ ہم اپنے اہل و عیال کو قلعہ میں بھیج دیں اور خود مرکز میں جم جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی رائے سے اتفاق کیا لیکن حمزہ بن عبدالمطلب، سعد بن عبادہ، نعمان بن مالک بن ثعلبہ اور اوس و خزرج کی ایک اور جماعت نے عرض کیا اگر ہم یہاں قلعہ بند ہو جائیں تو دشمن اسے ہماری کمزوری پر محمول کرے گا۔ یہ بات ان کے لیے جرأت کا باعث ہو گی آپ کو خدا تعالیٰ نے بدر کے روز باوجودیکہ تین سو پانچ افراد سے زیادہ آپ کے ساتھ نہیں تھے فتح و نصرت عنایت فرمائی۔ الحمد للہ آج ہمارا لشکر طاقتور اور بہت رعب داب کا مالک ہے۔ ہم عرصہ سے اس دن کے منتظر ہیں۔ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا۔ میں اس وقت تک روزہ افطار نہیں کروں گا جب تک کفار سے جنگ نہ کر لوں۔ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ گائے کا ذبح ہونا جو آپ کو دکھایا گیا ہے وہ آپ کے صحابہؓ میں سے میری شہادت ہے۔ خدا کی قسم! میں جنت میں داخل ہوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کس وجہ سے؟ اس نے جواب دیا کیونکہ میں خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں۔ میدان جنگ میں مشرکین کے مقابلہ میں روگردانی نہیں کرتا۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو نے سچ کہا۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے جنگ میں شہادت پائی۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ ادا فرمائی اور فصیح خطبہ پڑھا، لوگوں کو نصیحت فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو مخالفین کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارا۔ فرمایا اگر تم ثابت قدم رہے اور صبر کیا تو تم فتح مند اور منصور ہو گے۔ پھر فرمایا لشکر کی تیاری کرو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا کر لی تو حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما نے آپ کی سعادت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر دستار باندھی اور زرہ جسم اطہر پر پہنا دی۔ لوگوں کا بہت بڑا مجمع دروازہ پر انتظار کر رہا تھا۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ان کے پاس پہنچے اور کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے باہر لے جانے میں مبالغہ اور اصرار کر رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند نہیں فرماتے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مؤید بوحی آسمانی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اختیار کی باگ آپ کے ہاتھ میں دے دو۔ تم اطاعت و فرمانبرداری کے دائرہ سے باہر نہ نکلو،

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے، زرہ پہنے ہوئے، چمڑے کا کمر بند باندھے، شمشیر حمائل کیے ہوئے نیزہ ہاتھ میں پکڑے اور کندھے پر ڈھال رکھے تھے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس نور دیدہ احباب کو دیکھا کہ اس طریقہ پر باہر تشریف لا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر نکلنے کی استدعا پر پشیمان ہوئے، اظہار شرمندگی کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں اس بات کی طاقت نہیں کہ ہم آپ کو ایسی بات کا مشورہ دیں جو آپ کو ناگوار ہو، آپ کی جیسے مرضی مبارک ہو کیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے شروع میں یہ بات تم پر واضح کی لیکن تم نے اپنی رائے پر عمل کیا اور مبالغہ اور اصرار کیا۔ اب یہ مناسب نہیں ہے کہ پیغمبر ہتھیار لگالے اور دشمنوں اور اس کے درمیان خدا تعالیٰ کے فیصلے سے پہلے اپنے ہتھیار اتار دے۔ اب میں جو کچھ کہوں، سنو، صبر کرو اور ثابت قدم رہو، فتح تمہارے قدم چومے گی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین نیزے طلب فرمائے، تین جھنڈے باندھے، مہاجرین کے جھنڈے کو علی بن ابی طالب کے سپرد فرمایا اور ایک روایت کے مطابق مصعب بن عمیر کو دیا اور عبداللہ بن مکتوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا۔ اس کے بعد میدان احد کی طرف متوجہ ہو گئے۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے ان میں سے ایک سو زرہ پوش تھے اور مجاہدین کی تعداد ایک ہزار تھی، دو گھوڑے تھے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرا ابو براء بن منار رضی اللہ عنہ کا تھا جب میدان اصطفا کے شہسوار مبارک گھوڑے پر سوار ہو گئے، سعد بن معاذ اور سعد بن جبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے زرہ پہنے چلتے تھے۔ جب شیخین کے مقام پر پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درشت آواز سنی کہ ایک جماعت چیختے ہوئے فریاد کر رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں، لوگوں نے کہا یہ عبداللہ ابی سلول کے یہودی ساتھی ہیں فرمایا لا تنتصروا من اھل الشرك الا علی اھل الشرك۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر لشکر کو ملاحظہ فرمایا، وہ صحابہؓ جو ابھی بچے تھے کی ایک جماعت کو واپسی کی اجازت فرمائی مثل عبداللہ بن عمر، زید بن ارقم، براء ابن عازب، عرابہ بن اوس، اسید بن ظہیر، ابو سعید خدری، سمرۃ بن جندب اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم۔ اسید بن ظہیر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رافع تیر انداز ہے۔ رافع نے اس وقت اپنے آپ کو اونچا کیا ہوا تھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں بلند دکھائی دے اور اسے اپنے ساتھ غزوہ میں لے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آنے کی اجازت فرما دی۔ سمرۃ بن جندب

نے جب دیکھا کہ رافع کو جنگ میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی ہے یامر بن سنان کو جو اس کی والدہ کا خاوند تھا کہا، رافع کو اجازت دے دی ہے حالانکہ میں اسے گرا لیتا ہوں۔ یامرؓ نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی کرنے کا حکم فرمایا، جب انہوں نے کشتی کی سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی غزوہ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمادی۔ رات اسی منزل میں گزاری۔ محمد بن مسلمہؓ نے پچاس دوسرے اشخاص کے ساتھ مسلمانوں کی نگہبانی کی، اس رات مشرکین کے لشکر کا نگہبان عکرمہ تھا۔

نقل ہے کہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات کون ہماری نگہبانی کرے گا۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ علیہ وسلم، میں نگہبانی کروں گا، پوچھا تم کون ہو، عرض کیا ذکوان۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ دوبارہ فرمایا رات کون ہماری حفاظت کرے گا۔ ایک شخص اٹھا اس نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نگرانی کے فرائض انجام دوں گا، فرمایا تم کون ہو، عرض کیا ابو سبع، فرمایا بیٹھ جاؤ، پھر تیسری مرتبہ پوچھا کہ آج رات ہماری پاسبانی کون کرے گا۔ ایک شخص اٹھا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پاسبانی کروں گا۔ پوچھا تم کون ہو، کہا ابن عبد قیس فرمایا بیٹھ جاؤ، تھوڑی دیر گزرنے کے بعد فرمایا، کھڑے ہو جاؤ۔ ذکوان کھڑا ہوا، فرمایا تیرے دوسرے دو ساتھی کہاں ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تینوں مرتبہ میں نے آپ کو جواب دیا۔ فرمایا فاذھب حفظہ اللہ۔ پس اس شخص نے اپنی زرہ پہنی، ڈھال کندھے پر رکھی اور تمام رات لشکر کے گرد گھومتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی پاسبانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ جب صبح ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا راہنما چاہیے راستہ کو اچھی طرح جانتا ہو۔ ابو خیثمہ حارثیؓ نے اس مہم کو قبول کیا۔ راستہ میں مجبوراً ایک منافق بنی حارثہ کے باغ کے پاس سے گزر ہوا۔ حارثہ ظاہری آنکھوں سے بھی اندھا تھا اور باطنی آنکھوں سے بھی، ربیع بن قیظی نام تھا، اندھے کو جب لشکر اسلام کے گزرنے کی خبر ہوئی، بدحواس ہو کر اٹھا اور لشکر اسلام کے سامنے خاک اڑانے لگا اور کہتا اگر تو خدا کا رسول ہوتا تو میرے باغ میں داخل نہ ہوتا۔ سعید بن زید بن اشہل کے ہاتھ میں کمان تھی اندھے کے سر پہ ماری اور اس کے سر کو پھوڑ دیا۔ جس سے خون

بیٹھنے لگا۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعه فانه اعمی القلب۔ بعض بنی حارثہ جو اسی منافق کے ہم رنگ تھے اس منافق کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور سعید سے کہا تیرا یہ طرزِ عمل اس دشمنی کا نتیجہ ہے جو بنی عبدالاشہل کو بنی حارثہ ہے جسے انہوں نے ابھی تک ترک نہیں کیا، اسید بن حضیرؓ نے کہا کلا واللہ، یہ تمہارے ساتھ دشمنی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ تمہارے نفاق کا نتیجہ ہے خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرمائیں تو تیری اور ہر اس شخص کی جو تیری رائے پر ہے گردن اڑا دوں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا، تو وہ خاموش ہو گئے۔ مسلمان طلوع فجر کے ساتھ اُحد میں پہنچے اس جگہ صبح کی نماز با جماعت ادا کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زرہ پہن رکھی تھی اس کے اُوپر دوسری زرہ پہنی اور سرِ مبارک پر خود رکھا۔

عبداللہ ابی منافق اپنے تین سو متبعین کے ساتھ اس جگہ سے واپس چلا گیا۔ عبداللہ عمرو بن خزام نے ہر چند جا کر اسے سمجھایا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ابن ابی منافق نے کہا، ہم نے دیانتداری سے مشورہ دیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بات نہ سنی اور بچوں اور جوانوں کی رائے پر عمل کیا، ہم اس وقت ان کی امداد کریں گے جب وہ ہمارے شہر میں ہوں گے۔ جب منافق دوسرے منافقین کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا خدا تمہیں ہلاک کرے، بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ خدا تعالیٰ اپنے رسول کو تمہاری مدد و اعانت سے بے نیاز کر دیگا یہ کہہ کر لوٹے اور لشکرِ اسلام سے آکر مل گئے۔ واللہ یهدی من یشاء،

فصل دوم

دونوں لشکر آمنے سامنے

علماء سیرت و حدیث جزاہم اللہ خیراً نے فرمایا ہے کہ جب کفار جرأت کر کے سیّد ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کے لیے اُحد کے مقام پر جو مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے پہنچے اور طے ہو گیا کہ شنبہ کے روز جنگ شروع کریں گے۔ لشکرِ اسلام خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو سیدھا کرنے میں مصروف ہوئے۔ جب صفیں کھڑی ہو گئیں

مدینہ پہاڑ کے برابر پشت کے واقع ہوا، جنین بائیں طرف تھا، پہاڑ میں ایک ایسا شگاف تھا جس سے یہ خطرہ تھا کہ مشرکین گھات لگا کر وہاں سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ اس جگہ متعین فرمایا تاکہ اس کی حفاظت کریں۔ انہیں وصیت فرمائی کہ کسی بھی حالت میں وہ جگہ نہ چھوڑیں، خواہ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب اور تاکید کی کہ جب تک میری طرف سے کوئی اطلاع تمہیں نہ پہنچے اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ میمنہ لشکر عکاشہ بن محصن رسدی کے سپرد کیا اور میسرہ کو ابو سلمہ بن الاسد مخزومی کے سپرد فرمایا۔ ابو عبیدہ الجراح اور سعد بن ابی وقاص کو مقدمہ لشکر میں رکھا اور مقداد بن عمرو کو ساقہ لشکر میں رکھا۔ قریش نے اپنی صفوں کو درست کیا، میمنہ خالد بن ولید کو دیا اور عکرمہ بن ابو جہل کو میسرہ میں متعین کیا۔ ابو سفیان کو قلب لشکر میں رکھا اور صفوان بن امیہ کو اور ایک روایت میں عمرو بن عاص کو پہاڑ کے شگاف کے پاس کھڑا کیا اور عبداللہ ابی ربیعہ کو تیر اندازوں کا سردار بنایا اور جھنڈے کو طلحہ بن ابی طلحہ کو جسے کبش کہتے تھے دیا، عورتوں کو صفوں کے آگے رکھا جو گانے والی گیت گاتی تھیں اور مقتولین بدر کو یاد کرتی تھیں اور رجز پڑھ پڑھ کر لوگوں کو جنگ پر ابھارتی تھیں۔ ان رجزوں میں سے ایک یہ تھا جو وہ پڑھتی تھیں۔

الرجز۔ نحن بنات طارق تمشی علی النمارق

ان تقبلوا معانق او تدبروا نفارق

فراق غیر وامق ذکر ابو واھب فاسق

دونوں طرف سے صفیں آراستہ ہو گئیں اور جنگ و قتال کا سامان تیار ہو گیا۔

اس جنگ میں بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے

واقعہ اول کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے گمراہی کے پاؤں جہالت کے میدان میں رکھے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنگ کی، ابو عامر راہب فاسق تھا جو کہ اپنے پچاس دوستوں کے ساتھ تیزی کے ساتھ مسلمانوں کی طرف بڑھا اور

اپنی مسلمان قوم کو پکار کر میں ابو عامر ہوں، انہوں نے کہا لا مرحبا بک یا فاسق، قریش کے چند لڑکے اس کے ساتھ آتے ہوئے تھے، انہوں نے چند پتھر مسلمانوں کی طرف پھینکے، اسلام کے سپہ سالاروں نے اس قدر ان پر تیر برسائے کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت بھاگ کھڑا ہوا، اس کتے کا ذکر اس سے پہلے باب بشارت میں گزر چکا ہے کہ بعثت سے پہلے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کی خوش خبری دی تھی لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس قول سے رجوع کر کے کہتا تھا ہاں اس طرح کا پیغمبر مبعوث ہوگا، لیکن آپ وہ نہیں ہیں۔

نقل ہے کہ ابو عامر ابتدا میں مکہ سے مدینہ آیا اور پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے جو آپ لائے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ملت حنیف ہے۔ ابو عامر نے کہا کہ اس میں وہ کون سی چیزیں درج کی ہیں جو اس میں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بل جئت بھا علی وجھھا، فاسق نے کہا خدا تعالیٰ آپ کو مسافری میں موت دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فعل اللہ ذالک بالکاذب، یعنی جھوٹے کے ساتھ حق تعالیٰ ایسا کرے گا۔ اور ایسا ہی ہوا کہ ابو عامر نے روم میں تنہائی اور بیکسی میں جان دوزخ کے فرشتوں کے سپرد کر دی۔

واقعہ دوم

کہتے ہیں کہ جب لڑائی کا وقت آیا، حامیانِ اسلام نے میدانِ جنگ میں مردانگی اور جرأت دکھائی اور دشمنوں کو کاٹنا شروع کیا تو گانے والی لونڈیاں سامنے سے بھاگ گئیں اور بہادرانِ اسلام میدان جنگ میں کود پڑے جو اس حقیقت کا اظہار کر رہے تھے۔ بیت،

تو کہ از دور دلت ہمچو زناں می لرزد بگہ جنگ چہ دانی کہ دل مرداں چیست

حاصل کلام یہ کہ مسلمانوں نے دفعۃً تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور کفار پر بارش کی مانند تیر برسنے لگے مسلمان تیر اندازوں کے مقابل قبیلہ ہوازن کے لوگ تھے۔ وہ پشت پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے اچانک طلحہ بن ابی طلحہ جو کفار کا علمبردار تھا، نے بہادری کا قدم میدانِ شجاعت میں رکھا اور مقابل کو طلب کیا، میدانِ جنگ کے شیر علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تند و تیز سیلاب کی مانند آگے بڑھے اور اس کے سر پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ وہ زمین پر آ رہا۔ حضرت علیؓ واپس صف میں آ گئے۔

ساتھیوں نے پوچھا آپ نے اس کا کام تمام کیوں نہ کیا۔ آپؐ نے جواب دیا، جب وہ گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی اور مجھے قسم دی، مجھے شرم آئی کہ میں پھر اس سے معترض ہوں، نیز مجھے یقین ہو گیا کہ حق تعالیٰ جلد ہی اسے ہلاک کر دے گا، اور بعض روایتوں میں یوں ہے کہ مصعب بن عمیرؓ نے اسے قتل کیا اور کہتے ہیں کہ کبش کتیبہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا اسے مراد یہی شخص تھا، لامحالہ اس کے قتل ہونے سے خوش ہو کر بلند آواز میں تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے بھی ان کی موافقت میں نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے مشرکین پر مسلسل حملے کئے اور کفار کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ طلحہ بن ابی طلحہ کے قتل ہو جانے کے بعد کفار کا علم اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے اٹھایا۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا ایک بازو کندھے سے کٹ کر گر گیا جس سے اس کا پھیپھڑا دکھائی دینے لگا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پلٹے وہ کہتے تھے انا ابن ساقی الحجیم۔ اس کے بعد ابوسعید بن ابی طلحہ نے گمراہوں کا جھنڈا اٹھایا، سعد بن ابی وقاصؓ نے اس کتے کے حنجرہ پر ایسا تیر مارا کہ کتے کی مانند اس کے منہ سے زبان باہر نکل آئی، جب ابوسعید جہنم رسید ہو گیا تو مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا، عاصم بن ثابت بن ابی افلح نے اسے تیر مار کر قریب المرگ کر دیا۔ مشرکین مسافع کو نیم مردہ اٹھا کر اس کی ماں سلافہ بنت سعد کے پاس لے گئے۔ سلافہ نے بیٹے سے پوچھا تجھے تیر کس نے مارا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں لیکن میرا قاتل کہہ رہا تھا، خذھا دانا ابن ابی افلح، سلافہ نے اس وقت نذر مانی کہ وہ عاصم کے سر کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی اور جو شخص اس کے سر کو اس کے پاس لائے گا اسے ایک سو اونٹ دے گی۔ عاصمؓ کا قصہ اور اس کی شہادت عنقریب واقعہ سریہ رجیع میں ان شاء اللہ بیان ہو گی۔ مسافع کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے بھائی حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم اٹھایا۔ وہ بھی عاصمؓ کے تیر سے جہنم رسید ہوا۔ حارث کے بعد اس کے بھائی کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم پکڑا، اسے طلحہ بن عبداللہ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ارطاس بن شرجیل نے جھنڈا اٹھایا، مرتضیٰ علیؓ نے اسے سجین میں پہنچا دیا۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے اسے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے، بعض اس کی نسبت قزمان کی طرف کرتے ہیں لیکن آخری قول درست ہے۔ قزمان کا قصہ

عجیب واقعات میں سے ہے۔

واقعہ سوم امام واقدیؒ کہتے ہیں کہ قزمان ایک منافق تھا جو مدینہ میں لشکر اسلام سے پیچھے رہ گیا تھا، دوسرے روز اس کے قبیلہ کی عورتوں نے اسے ملامت کی کہ مرد میدان جنگ میں چلے گئے ہیں اور تو عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ قزمان کی رگِ غیرت پھڑکی اور وہ مسلح ہو کر اُحد کی طرف چل دیا جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفیں درست فرما رہے تھے، اسلامی لشکر سے جاملا اور اپنے آپ کو صفِ اوّل میں پہنچا دیا اور سب سے پہلے دشمنوں کی طرف تیر پھینکنے والا وہی تھا۔ اس نے اس قدر جنگ کی کہ دشمن کے سات بہادروں کو قتل کر دیا۔ آخر کار چونکہ اسے بہت سے زخم آئے تھے قریب المرگ پہنچ گیا۔ قتادہ بن نعمانؓ اس کے پاس سے گزرا اور کہا اے ابوالغنداق! تجھے شربت شہادت خوشگوار ہو۔ قزمان نے کہا میں نے دین کے لیے جنگ وجدال نہیں کی بلکہ اس سبب سے کہ میں نہیں چاہتا کہ قریش ہمارے نخلستان سے گزریں، چونکہ وہ ان زخموں سے جو اسے لگے تھے بہت زخمی تھا، تلوار کو اپنے پیٹ پر رکھ کر خودکشی کر لی اور ایک روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یاد فرماتے، فرماتے قزمان دوزخی ہے۔

چوتھا واقعہ نقل ہے کہ جنگِ اُحد کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست میں ایک تلوار تھی، کہتے ہیں کہ اس تلوار پر ایک شعر کندہ تھا ؎

فی الجبن عار وفی الاقبال مکرمة   بالجبن لا ینجو المرء من القدر

جنگ وجدال کے دوران اور جبکہ میدان کارزار گرم تھا، فرمایا کون ہے جو مجھ سے یہ تلوار لے کر اس کا حق ادا کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے خواہش کی کہ یہ خدمت انہیں حاصل ہو مگر قبول نہ ہوئی۔ آخر کار ابودجانہؓ نے عرض کی کہ اس تلوار کا حق وہ شخص ادا کر سکتا ہے جو اس سے کافر کے سر پر ایسا وار کرے کہ اسے دوزخ میں پہنچا دے پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہ میرا کام ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے تلوار لے لی اور میدانِ جنگ میں آ کر اکڑ کر چلنے لگا، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس جگہ کے سوا یہ چال خدا تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ جس طرف رُخ کرتے کوئی شخص ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکتا۔ مشہور ہے کہ اس جنگ میں حضرت حمزہؓ، علیؓ اور ابودجانہ رضی اللہ عنہم نے وہ وہ

کارہائے نمایاں کئے جن سے بڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نقل ہے کہ ابو دجانہؓ عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس کی سردار ابو سفیان کی بیوی ہندہ تھی جو رجز پڑھ رہی تھی! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اس کے خون سے تر کرنا چاہتا تھا مگر اس نے ہاتھ روک لیا۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں نے یکدم حملہ کر دیا، مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ گانے والی عورتوں نے گیتوں کی بجائے نوحہ اور بین سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور بھاگ کھڑی ہوئیں۔ مسلمان مجاہدین کفار کا پیچھا چھوڑ کر لوٹ مار میں مصروف ہو گئے اور عورتوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

واقعہ پنجم کہتے ہیں کہ جب مشرکین منتشر ہو گئے اور اہلِ ایمان غالب آ گئے، اس وقت صاحبانِ کمال اور محافظانِ اسلام کو زخم پہنچا۔ قصہ یوں ہوا کہ خالد بن ولید اس شعب کی گھات میں تھا جس کی حفاظت کے لیے عبداللہ بن جبیرؓ پچاس تیر اندازوں کے ساتھ متعین تھے، چند مرتبہ اس گزرگاہ سے اسلامی لشکر پر حملہ آور ہونے کی اس نے کوشش کی مگر اسلام کے تیر اندازوں کے تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے خالد کامیاب نہ ہو سکا تھا، اس کے باوجود ابھی تک مایوس نہیں ہوا تھا، وہ بدستور وہاں گھات لگائے ہوئے تھا اور مسلمانوں کی غفلت اور سستی کا منتظر تھا۔ جب بت پرست شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بد انجام گروہ کے مالِ غنیمت کو جمع کرنے میں مشغول ہوئے، عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں کو مال جمع کرنے اور غنیمت حاصل کرنے کے لالچ نے ابھارا اور ضبط و قسمت دارانہ کی باگ چھوڑ کر کفار کے لشکر کی طرف چل دیئے، عبداللہ جبیرؓ نے ہر چند انہیں نصیحت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت یاد دلائی، کوئی فائدہ نہ ہوا۔ عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وصیت فرمائی تھی کہ کسی بھی حالت میں اس جگہ کو نہ چھوڑیں، میں اسی جگہ ٹھہروں گا۔ دس آدمیوں نے یا اس سے بھی کم نے نصیحت قبول کی اور اس کے ساتھ ٹھہرے، باقی چلے گئے۔ خالد بن ولید جو اسی قسم کے معاملے کے منتظر تھے، عکرمہ بن ابی جہل اور مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ عبداللہ جبیرؓ پر حملہ آور ہوئے، اسے اور اس کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور اس پہاڑ کے شگاف سے باہر نکل کر مسلمانوں کے عقب سے ان پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا، اسلامی لشکر میں عظیم اضطراب پیدا ہو گیا اور وہ درہم برہم ہو گیا۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں جو ان پر طاری ہو گئی تھی، آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے

لگے اور اپنے شعار کا بھی انہیں شعور نہ رہا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اسید بن حضیرؓ کو مسلمانوں سے دو زخم پہنچے اور مسلمانوں کی تلوار سے حذیفہؓ کے والد یمان شہید ہوگئے۔ ہر چند ان کا لڑکا فریاد کرتا تھا کہ یہ میرا باپ ہے، یمان مسلمانوں کے ہاتھ سے نہ بچ سکا اور اسے شہید کر دیا۔ انتشار نے غلبہ کر لیا، پاکباز لوگ درہم برہم ہوگئے۔ وہ کفار جنہوں نے مسلمانوں کے غلبہ و استبداد کو مشاہدہ کیا تھا اور خود کو مقہور و مغلوب دیکھا تھا، دفعۃً معاملہ برعکس ہوگیا۔ میدان جرأت میں قدم بڑھا کر مسلمانوں کو قتل کرنے لگے۔

چھٹا واقعہ

بیان کرتے ہیں اسی اثناء میں شیطان لعین نے جعال بن سراقہ کی صورت میں تین مرتبہ میدان جنگ میں پکار کر کہا الا ان محمداً قد قتل۔ کہتے ہیں کہ شیطان کی آواز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر دیتے ہوئے ندا کر رہا تھا، وہ منحوس آواز مدینہ میں پہنچی، یہاں تک کہ مدینہ کے لوگوں نے سنی، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ آواز سنی، سراسیمگی کے عالم میں گھر سے باہر نکلی، زار و قطار روتی تھی اور بے چینی کا اثر اس کے روئے مبارک پر ظاہر تھا، اور تمام ہاشمی عورتیں اپنے سروں پر ہاتھ رکھے اور گریہ و زاری سے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند انہیں بلاتے تھے یا ایھا الناس انی رسول اللہ علیکم قد وعدنی النصر فانی ابن المنفس، وہ یہ آواز سنتے تھے لیکن قدم نہیں جمتے تھے۔

ساتواں واقعہ

نقل ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم ان حالات کی سختی کی بنا پر شکست کھا گئے، ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بلاتے مگر قبول نہیں کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوتے اور آپ کے غصہ کی یہ نشانی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا تھا اور مروارید کی مانند آپ کی جبین مبارک سے نیچے بہتا، اس حالت میں آپ نے دیکھا کہ علیؓ آپ کے ساتھ کھڑے ہیں، پوچھا کہ تم نے اپنے دوستوں کا ساتھ کیوں نہیں دیا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ۔ اس وقت مخالفین کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئی، فرمایا، اے علیؓ! مجھے اس گروہ سے محفوظ رکھ۔ علی رضی اللہ عنہ نے تیغ آبدار سے دشمنوں کو مار بھگایا اور ایک کافر پہ پہلا زخم ہی ایسا کاری لگایا کہ قیامت تک دوبارہ نہیں اٹھ سکے گا۔

آٹھواں واقعہ

جب اسلامی لشکر منتشر ہو گیا، بعض بھاگ گئے، بعض قتل ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے اور میدان جنگ سے منہ نہیں موڑا اور تیر و تفنگ سے دشمنوں کو ہٹاتے رہے اور سفید پوش لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں کھڑے تھے اور آپ کی محافظت کر رہے تھے اور کفار سے جنگ کر رہے تھے۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہؓ میں سے چودہ اشخاص رہ گئے تھے، سات مہاجرین میں سے اور سات انصار میں سے، مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیق، علی مرتضےٰ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبداللہ اور ابو عبیدۃ ابن الجراح رضی اللہ عنہم۔ انصار میں سے خباب المنذر، ابودجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن صمہ، سہیل بن حنیف، اسید بن الحضیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم اور اسید کی جگہ سعد بن عبادۃ یا محمد بن سلمہ بھی کہا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان میں سے آٹھ افراد نے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موت پر بیعت کی تھی کہ جب تک زندہ ہیں روگردانی نہیں کریں گے۔ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ آٹھوں صحیح وسالم رہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ علی بن ابی طالب، طلحہ، زبیر، ابودجانہ، حارث بن صمہ، خباب بن المنذر، عاصم بن ثابت اور سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہم۔

نواں واقعہ

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب مشرکین نے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور مسلمانوں کو ظاہری شکست ہو گئی، مجھ پر اس قدر حزن و ملال طاری ہوا کہ دامن صبر و ضبط ہاتھ سے جاتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھوڑی دیر کفار کے ساتھ جنگ کی، جب میں نے پلٹ کر دیکھا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیئے، میں نے اپنے دل میں کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو میدان جنگ سے منہ پھیر لیں۔ میں نے مقتولین کے درمیان بھی دیکھا مگر نہ ملے۔ میں نے کہا ہمارے برے اعمال کی وجہ سے خدا کا غضب ہماری قوم کی طرف متوجہ ہو گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ پھر میں نے دل میں کہا اب میرے لیے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ کفار کے ساتھ جنگ کرتے کرتے جام شہادت نوش کر لوں۔ میں نے تلوار کھینچ کر مخالفین پر حملہ کر دیا۔ جب مخالفین منتشر ہو گئے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درمیان صحیح وسالم پایا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ حق تعالےٰ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و حفاظت غیبی لشکروں اور ملائکہ سے فرمائی ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا، لوگوں نے کیا کیا، میں نے عرض کیا انہوں نے میدانِ جنگ سے منہ موڑ لیا اور آپ کو تنہا چھوڑ دیا۔ میں آپ کی خدمت میں جان و دل سے حاضر ہوں جب تک جسم میں جان باقی ہے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ مخالفین کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا میں نے دشمنوں پر حملہ کر دیا، تمام شکست کھا کر بھاگ گئے۔ میں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ آیا۔ پھر ایک گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ کیا، میں ان کی طرف متوجہ ہو گیا اور ان کو بھی بھگا دیا اور ایک روایت ہے کہ جب بھی علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ساتھ جنگ کرتے، ابودجانہ اور سہیل بن حنیف ننگی تلواریں لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے رہتے رضی اللہ عنہم۔

دسواں واقعہ کہتے ہیں کہ مشرکین کے ایک گروہ نے سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ان کے شر کو مجھ سے دور کرو، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے کما حقہٗ ان کو مار بھگایا، اسی حالت میں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یہ علی کا کمال اور جوانمردی ہے جو وہ آپ کے لیے انجام دے رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہ منی وانا منہ، یقیناً وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا وانا منکما، میں تم دونوں سے ہوں۔ اسی اثنا میں میں نے سنا کہ کہنے والا کہتا تھا، لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ اور کشف الغمہ (شیعوں کی کتاب) میں اسی قسم کا واقعہ درج کیا ہے لیکن اس سے مفصل بیان کیا ہے کہ جب کفار نے ہجوم کیا اور مسلمان شکست کھا گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف علیؓ تنہا رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرمایا تو قوم کے ساتھ کیوں نہیں گیا۔ میں نے عرض کیا آپ کو میں کیسے تنہا چھوڑ دوں، خدا کی قسم میں اس جگہ سے قدم نہیں ہٹاؤں گا جب تک قتل نہ ہو جاؤں یا خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے۔ یعنی فتح و نصرت عنایت فرمائے۔ اسی گفتگو میں تھے کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا، خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا،

علی رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس جماعت میں سے ہشام بن امیہ مخزومی کو قتل کر دیا اور باقی بھاگ گئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا دوسری مرتبہ صف شکن حیدرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اس طرف توجہ کی، ان میں سے عمرو بن عبد اللہ جمحی کو جہنم رسید کیا اور باقی کفار نے حیدر کرارؓ کی تلوار کے خوف سے راہ فرار اختیار کی۔ اس کے بعد ایک دوسری جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی۔ علی مرتضےٰؓ نے اس جماعت پر حملہ کر کے بشیر بن مالک عامری کو ہلاک کر دیا اور باقی قوم بھاگ گئی پھر کسی شخص نے جرأت نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کا قصد کرے۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں حضرت علیؓ کی تلوار ٹوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت حال عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ذو الفقار عنایت فرمائی اور علی رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ساتھ اس قدر جنگ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علیؓ! کیا تم اپنی مدح فرشتہ سے جس کا نام رضوان ہے سنتے ہو آسمان میں کہتا ہے۔ لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار، علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات سے بڑی خوشی و مسرت حاصل ہوئی اور میں نے خدا تعالے کا شکرانہ ادا کیا۔

محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ چند مشرکین اُحد کے روز علی مرتضےٰؓ کے ہاتھ سے قتل ہوئے ان میں سے ایک طلحہ بن ابی طلحہ جو کبش کتیبہ سے ملقب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اسے قتل کیا تھا، دوسرا اس کا لڑکا ابو سعید اور اس کا بھائی خلدہ اور عبد اللہ بن زہیرہ، ابو الحکم بن اخنس بن شریق ثقفی، ولید بن ابی حذیفہ المغیرہ اور اس کا بھائی امیہ اور عمرو بن عبد اللہ جمحی اور بشیر بن مالک، سواب بن خولی بن عبد الدار تھے۔ سعیدؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے سنا کہ اُحد کے روز مجھے اٹھارہ زخم آئے، ان میں سے چار کے ساتھ میں زمین پر گر پڑا۔ ایک حسین و معطر شخص میرے بازو کو پکڑ کر کھڑا کر دیتا اور کہتا کافروں کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تو خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری میں ہے اور وہ دونوں تجھ سے راضی ہیں۔ جنگ سے فراغت کے بعد میں نے یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آنحضور صلی علیہ وسلم نے فرمایا، تم اسے نہیں پہچانتے، میں نے عرض کیا نہیں، لیکن وہ دحیہ کلبی جیسا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علیؓ

خدا تعالیٰ تیری آنکھوں کو روشن کرے۔ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔

گیارہواں واقعہ

بیان کرتے ہیں کہ کفار میں سے چار اشخاص نے ایک دوسرے کے ساتھ معاہدہ کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں، ایک عبداللہ بن قمیہ دوسرا عتبہ بن ابی وقاص تیسرا عبداللہ شہاب زہری اور چوتھا ابی بن خلف تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ حمید اسدی بھی ان میں سے تھا۔ ابن قمیہ ملعون نے اس قدر پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکے کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسار مبارک خون آلود ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود کے حلقے چہرہ اقدس میں گڑ گئے اور پیشانی مبارک زخمی ہو گئی جس سے خون بہہ کر داڑھی شریف کو رنگین کرنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک سے اسے صاف کرتے اور فرماتے وہ قوم کیسے نجات پائے گی جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کو حق کی دعوت دیتے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور آیت لائے لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن زخم آیا، خون کو صاف کرتے تھے اور اسے زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے اگر خون سے ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو یقیناً خدا تعالیٰ آسمان سے اہل زمین پر عذاب نازل کرے گا پھر فرمایا اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ اور کہتے ہیں کہ عتبہ بن وقاص نے ایک پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نچلے لب مبارک پر لگا اور نچلے دو دانت ٹوٹ گئے۔ قال الشیخ النامی نظامی رحمۃ اللہ فی ھذا المعنی

کی شدی آں سنگ مفرح گرائی   گر نشدی درشکن لعل سائی
کرد جدا سنگ ملامت گرش   گوہر از درسلۂ گوہر ش
یافت فراخی گہر درج تنگ   نیست عجب زادن گوہر ز سنگ
گوہر سنگے کہ زمین کان اوست   کی دیت گوہر دندان اوست
چوں گہر از سنگ بخونابہ نشست   نام کرم کرد بخود در درست

کہتے ہیں کہ اس بدبخت یعنی عتبہ بن ابی وقاص سے یہ منحوس کام وقوع پذیر ہوا۔ اس کے بھائی سعد بن ابی وقاص نے ہر چند میدان جنگ میں اسے تلاش کیا مگر وہ نہ ملا، تاکہ اس سے انتقام لے اور

الی مذکور کی بعض کتابوں میں میں نے دیکھا ہے کہ جب لب و دندان مبارک خواجۂ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہوئے ابھی خون کا قطرہ زمین پر نہیں گرا تھا کہ روح الامین پہنچ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب و دہاں کے خون کے قطرات اپنے بال و پر پر اٹھا لئے اور کہا، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جلال الٰہی کی قسم کہ اگر خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرتا تو قیامت تک زمین سے گھاس نہ اگتی، بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان یوں وارد ہوا ہے کہ لب مبارک کے خون کو چمن سرائے جنت میں پہنچاؤں تاکہ وہ حوروں کے رخساروں کی سرخی بن جائے۔

کہتے ہیں کہ جب دندانِ مبارک ہاتھ میں پکڑا جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دندان مبارک مجھے عنایت فرمایئے تاکہ ہم اس کی برکت سے قہر الٰہی اور غضب لا متناہی سے امن پائیں۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے روح القدس! میں اپنے ٹوٹے ہوئے دانتوں کو اُمت آخر الزماں کے شکستہ دلوں کے لیے محفوظ رکھتا ہوں تاکہ کل قیامت کو اگر جلالِ خداوندی خطاب فرمائے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اُمتیوں نے میرے احکام توڑے، میں کہوں گا کہ الٰہی تیرے نافرمان بندوں نے میرے دانت توڑ دیئے۔ میں جو محمدؐ ہوں نے انہیں معاف کر دیا تو جو محمدؐ کو پیدا کرنے والا ہے معاف کر دینے کا زیادہ حق دار ہے۔ "هو اهل التقویٰ واهل المغفرة"۔
قال الشیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ فی هذا المعنی

بسنگ آں را کہ با تو جنگ باشد — سگاں را از جہاں کس ننگ باشد
چو مہرت سنگ مقناطیس آمد — صورت سنگ دل ابلیس آمد
عدوی تو کہ از بت سنگ دارد — عجب نبود کہ بروئے سنگ بارد
صورت سنگ بر دل پارہ پارہ — چو سنگ آتش آمد زخشم خوارہ
چو خصمت کرد جنگ سنگ آغاز — تو نیز اے شمع دیں سنگی در انداز
بسنگ اعدار جاہت گشتہ بہتر — زسنگ آسیا سرگشتہ بہتر
کسی کافگندہ در راہ تو خرسنگ — ندارد ہیچ درماں جز سر و سنگ
اگر سنگ از شکیبائی عقیق است — سزای خصم سنگ منجنیق است
کند گر سنگ دل با تو ستیزہ — بنطق آرد بہ معجز سنگ ریزہ

اگر آں سنگدل گردد نکالے	شود چوں سنگ ریزہ پائمالے

نافع بن جبیرؒ نے کہا مہاجرین میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ جنگ اُحد کے روز مشرکین کے تیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ رہے تھے مگر حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھتے۔ اسی حالت میں شہاب زہری کہتا تھا کہ مجھے دکھاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہے اگر وہ نجات پا گیا تو مجھے نجات نہیں ملے گی۔ وہ یہ بات کہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پہلو میں کھڑے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گیا صفوان بن امیہ نے اسے کہا، جس وقت تم یہ بات کہہ رہے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پہلو میں تھے۔ شہاب کے لڑکے نے کہا خدا کی قسم میری نظر اس پر نہیں پڑی اور وہ ہماری تکلیف سے محفوظ و مامون رہا۔

بارہواں واقعہ

منقول ہے کہ ابن قمیہ نے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوار ماری اس لعین کی تلوار کی ضرب اور دو زرہوں کے بوجھ سے جو پہن رکھی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے میں جو قریب ہی تھا گر پڑے، اور لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے اس بدبخت لعین نے لوگوں میں بلند آواز میں پکار کر کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے اور شیطان نے میدانِ جنگ میں اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ ابو سفیان نے شیطان کی بات پر یقین کرتے ہوئے کہا اے قریش! تم میں سے کس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہم کا خاتمہ کیا ہے۔ ابن قمیہ نے کہا، میں نے اسے قتل کیا ہے۔ ابو سفیان نے کہا، جس طرح اہلِ عجم اپنے بہادروں کو کنگن پہناتے ہیں، ہم بھی تمہیں کنگن پہنائیں گے۔

پھر ابو سفیان اور ابو عامر ابن قمیہ کی خبر کی تحقیق کے لیے میدان جنگ میں گھومنے لگے اور مسلمانوں کے جس مقتول پر پہنچتے ابو عامر اس قتیل کا حال ابو سفیان کو بتاتا کہ یہ فلاں شخص ہے، قبیلہ اوس سے ہے یا خزرج سے۔ جب اس نے غسیل ملائکہ حنظلہ کو مقتول دیکھا اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا، ابو سفیان نے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ ابو عامر نے کہا، یہ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ میرا بیٹا حنظلہ ہے۔

تیرھواں واقعہ

واقدیؒ کہتا ہے کہ حنظلہ نے ان ہی دنوں میں جمیلہ بنت عبداللہ ابی سلول سے شادی کی تھی جس رات دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے حنظلہ اپنی بیوی

کے پاس گیا اور مباشرت کی۔ جب حنظلہ نے اسلامی لشکر کے عقب میں اُحد جانے کا ارادہ کیا، جمیلہ نے چار آدمیوں کو بلایا وہ حنظلہ کی زبانی گواہ ہوئے کہ اس نے آج اس سے جماع کیا ہے۔ جب جمیلہ سے اس حرکت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میں نے رات خواب میں دیکھا کہ آسمان میں شگاف پیدا ہوا اور حنظلہ اس شگاف میں سے آسمان میں داخل ہو گیا اور پھر واپس نہیں آیا اور آسمان پھر اسی طرح بند ہو گیا۔ میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ حنظلہ شہید ہو جائے گا۔ لامحالہ اپنی مصلحت کی بنا پر اس کی طرف سے میں نے گواہ بنایا اور خاوند کی مباشرت کو گواہوں سے موکد کیا۔ حاصل کلام یہ کہ صبح کو حنظلہ نے اپنے ہتھیار لیے اور مسلمانوں کے عقب میں روانہ ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صفیں درست فرما رہے تھے تو یہ وہاں پہنچا اور اسی روز شہادت سے سرفراز ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ فرشتے زمین و آسمان کے درمیان اسے غسل دے رہے ہیں۔
ابو اسید ساعدی کہتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر حنظلہ کے پاس گیا، اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عجیب صورتحال کو بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنظلہؓ کی بیوی جمیلہ کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور اس سے اس کا حال دریافت کیا۔ جمیلہ نے کہا کہ حنظلہؓ جہاد کی بہت خواہش رکھتا تھا باوجودیکہ اسے پانی کی ضرورت تھی وہ غسل جنابت سے پہلے میدانِ جنگ میں کود پڑا رضی اللہ عنہ و رضاہ۔

نقل ہے کہ ابن قمیہ نے ابوسفیان سے کہا، میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے۔ ابوسفیان، ابو عامر فاسق کے ساتھ ایک ایک مقتول کی جستجو کرتا تھا، ان میں انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں بھی دکھائی نہ دیئے۔ ابوسفیان سمجھ گیا کہ ابن قمیہ کی بات غلط ہے۔ سید انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پانچ لعنتی افراد پر لعنت بھیجی، ایک سال بھی نہ گزرا کہ بعض جنگ اُحد میں ہی مقتول ہوئے اور باقی اسی سال جہنم رسید ہوئے۔ عبداللہ حمید اسدی لڑائی کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے گھوڑا دوڑاتا تھا کہ اس مرد مجاہد یعنی ابودجانہؓ نے تلوار کے ایک ہی وار سے نیچے گرا دیا۔ یہاں تک کہ تحت الثریٰ تک کہیں بھی اسے ٹھکانہ نہ ملا۔ میدان جنگ سے واپسی کے بعد ابن قمیہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر سویا ہوا تھا کہ ایک سپاہی خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کے پاس پہنچا اور اس کے پیٹ میں ایسا خنجر پیوست کیا کہ پشت کی طرف نکل گیا۔ اور اس بدبخت نے

وَاذلاہ تو کہتے ہوئے اپنی جان دوزخ کے مالکوں کے سپرد کر دی۔ بعض اہل سیرت نے کہا ہے کہ اس کا وَاذلاہ کا کلمہ کہنا اس سبب سے تھا کہ میدان جنگ میں اس لعین نے پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکا تھا، وہ پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو لگا اور آپ کے دست ہمایوں سے تلوار گر پڑی، پتھر پھینکتے وقت اس نے کہا "مجھ سے لے میں ابن قمیہ ہوں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اخماک اللہ او ذللک، یعنی خدا تجھے ذلیل و خوار کرے، لیکن اس بدبخت ناخلف یعنی ابی بن خلف کا حال اور مرجع و مآل یوں ہوا کہ جنگ بدر میں وہ جنگ بدر کے قیدیوں میں تھا جب اس کا زر فدیہ قبول کر کے اسے مکہ لوٹنے کی اجازت مل گئی تاکہ مقررہ اُجرت کو ادا کرنے کی کوشش کرے اس بے شرم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرے پاس ایک گھوڑا ہے میں بہ مقدار سونا روزانہ اسے کھلاؤں گا تاکہ وہ فربہ ہو جائے اور اس پر سوار ہو کر آپ کی جنگ کے لیے آؤں گا اور آپ کو قتل کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں تجھے اس حال میں قتل کروں گا کہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہو گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ جنگ اُحد کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوستوں سے فرمایا میں ابی بن خلف سے بے خوف نہیں ہوں، ایسا نہ ہو کہ وہ بے خبر پیچھے سے آئے اگر تم اسے دیکھو کہ میرے ارادہ سے آ رہا ہے تو مجھے خبر کر دو۔ اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعب میں آنا چاہتے تھے اور جنگ ختم ہو چکی تھی، ابی بن خلف گھوڑے پر سوار ظاہر ہوا، جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بُری بھلی باتیں بکنے لگا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اجازت ہو تو اس پر حملہ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو۔ وہ لعین نزدیک پہنچ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کے ہاتھ سے حربہ لیا اور ایک روایت میں ہے کہ نیزہ لے کر ابی بن خلف کی طرف پھینکا اتفاقاً وہ اس بدبخت کی گردن پر لگا۔ اس نے اسی وقت اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور اپنی قوم کے ساتھ مل گیا۔ اور گائے کی طرح فریاد کرتا تھا، مشرکین نے کہا تجھے تو صرف خراش آئی ہے یہ جزع اور اضطراب کس وجہ سے ہے۔ ابی بن خلف نے کہا تم نہیں جانتے کہ یہ زخم کس نے لگایا ہے، میں جانتا ہوں کہ اس زخم سے زندہ نہیں رہوں گا کیونکہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میں تجھے قتل کروں گا، وہ اسی طرح فریاد کرتا اور روتا رہا یہاں تک کہ مشرکین کے مکہ میں پہنچنے سے پہلے

مرار الظہران میں اس کی خبیث رُوح جہنم رسید ہوئی اور ان پانچ میں سے باقی بھی اسی سال بدترین طریقہ سے ہلاک ہوئے۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُحد کے روز تلوار کے ستر زخم آئے تھے۔ شرح بخاری میں ابن جحش عبدالرزاق بن معمر اور معمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ تلوار کے ستر زخم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر آئے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان تمام زخموں کے باوجود ان اعداء کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا اور اس کے سایۂ حمایت میں صحیح و سالم رہے۔

چودھواں واقعہ منقول ہے کہ ابن قمیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تلوار کا وار کیا، طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھال کے طور پر آگے کر دیا۔ ان کی دو انگلیاں ایک مسبحہ اور دوسری اس کے ساتھ والی زخمی ہو گئیں اور وہ بیکار ہو گئیں اور ایک روایت میں ہے کہ طلحہ رض سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی انگلیوں کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ اس نے کہا کہ مالک بن جشمی جس کا تیر نشانہ سے خطا نہیں جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیر پھینکا۔ میں نے اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنا دیا وہ تیر میرے ہاتھ پر لگا۔

نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے میں گرے ہوئے تھے جیسا کہ گزرا بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم ابن قمیہ کی منحوس بات اور شیطان کی اسی قسم کی ندا جو کہتا تھا" الا ان محمد أقد قتل" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بابرکات سے مایوس ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم چار قسم کے ہو گئے تھے۔ کچھ تو جام شہادت نوش کر گئے تھوڑی سی جماعت بھاگ گئی، بعض گھاٹیوں میں چھپ گئے اور بعض شہر میں ٹھہر گئے امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان ہی میں سے تھے۔ بعض جنگ ختم ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ایک تقصیر تھی جو شیطان کے اغوا کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئی۔ بالمآل حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ان کے قصور کو معاف فرما دیا اور قرآن میں ان کے عذر کو بیان فرمایا،

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم۔

پندرہواں واقعہ

مروی ہے کہ انس بن النضیر، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا، غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے، غزوۂ اُحد کے روز اس کا تدارک کرنا چاہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس پہنچے، ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیے، انہوں نے کہا ہم نے سُنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں، اس نے فریاد کی کہ تم پھر کیوں زندہ ہو تلوار کھینچی اور دشمنوں کی طرف چل دیئے۔ راستہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملے، اس سے قسم کھائی کہ مجھے اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو آتی ہے اور قلب لشکر پر ٹوٹ پڑے اور زبردست جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ ان کے چہرہ پر اسی سے کچھ اوپر تیر، نیزہ اور تلوار کے زخم آئے تھے، چنانچہ مقتولین کے درمیان پہچانے نہیں جاتے تھے ان کی بہن نے اس تل کی بدولت انہیں پہچانا جو ان کی انگلی پر تھا۔

واقعہ دیگر

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے میں مقتولین کے درمیان خود کو اس طرح رکھے ہوئے تھے کہ کسی کو آپ کا علم نہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے رسول خدا اور پیغمبر مجتبیٰ کو ان کے درمیان پہچانا وہ کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر نگاہ ڈالی، دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرگسی آنکھیں خود کے نیچے آسمان پر ستارہ کی مانند چمک رہی تھیں۔ انہوں نے جان و دل سے نعرہ بلند کیا، مسلمانو! تمہیں خوشخبری ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا تاکہ دشمنوں کو پتہ نہ چل جائے۔ پس صحابہ ایک ایک کر کے جمع ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گڑھے سے باہر نکالا۔ سیرت کی کتابوں میں اس کی کیفیت یوں بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مبارک چونکہ زخمی ہو چکے تھے، آپؐ کے اعضاء پر بہت سے زخم آئے تھے علاوہ ازیں آپؐ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں اس لیے کھڑا ہونا اور اس گڑھے سے باہر نکلنا مستبعد تھا، طلحہ بن عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بازوؤں کے نیچے داخل ہوا اور انہیں اٹھا کر پاؤں پر کھڑا کیا لیکن اس گڑھے سے باہر نکلنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکل تھا، طلحہؓ بیٹھ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک اس صاحب دولت کے دوش مبارک پر رکھا، علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست حق پرست پکڑا یہاں تک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے سے باہر نکلے۔

واقدیؒ کہتا ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس روز زبردست جنگ کی اور اپنی وسعت و طاقت سے بڑھ چڑھ کر کوشش کی جب دیکھتا کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا ہے، دائیں بائیں سے کفار پر تلوار سے حملہ کرتا یہاں تک کہ وہ بھاگ جاتے۔ لا محالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا من یحب ان ینظر الی اجل یمشی فی الدنیا وهو من اهل الجنة فلینظر الی طلحة بن عبید الله۔

واقعہ دیگر

نقل ہے کہ اس روز جانباز اور مخلص سرفروش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے کمربستہ تھے اور کہتے تھے کہ آج وہ دن ہے کہ ؎

یا بمراد بر سر گردوں نہیم پائے　　　یا مردوار بر سر ہمت نہیم سر

ان میں سے زیاد بن السکن اور چودہ انصار کے جوانوں نے خود کو سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے سر برآوردہ خدمت گزاروں میں پہنچایا اور خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرتے ہوئے اس دلپذیر رجز کو پڑھتے تھے۔ رجز

وجهي بوجهك الوقي　　　نفسي بنفسك الفداء

وعليك سلام الله غير　　　مودع وهو وعدك الجنة

یعنی میرا چہرہ آپ کے چہرہ اقدس کے لیے ڈھال اور میرا جسم آپ کے جسم اطہر پر قربان ہے۔ آپ پر بے چوں جل وعلا کا سلام ہو۔ یہ بات جدائی کی آرزو اور مصیبت کی تنگی کی شکایت کے طور پر نہیں ہے۔ اگرچہ بظاہر ہمارے اجسام جدا جدا ہیں لیکن ان کی ملاقات کی وعدہ گاہ جنت کا باغ اور رضوان ہے۔ تمام کی گفتگو کا خلاصہ اسی قسم کا تھا یہاں تک کہ تمام شہید ہو گئے۔ جب زیاد کی باری آئی کفار نے تیغ آبدار کا کاری زخم لگایا اور اس کا سر جدا کرنا چاہا، مسلمانوں نے متفق ہو کر اسے کفار کے نرغہ سے نکالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ، اس کے سر کو اپنی ران مبارک پر رکھ کر اس کی پیشانی کو دیکھتے تھے، یہاں تک کہ اس نیک بخت خوش قسمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں اپنی نازنین جان کو ارحم الراحمین جل وعلا کے جوار میں بھیجا، رضی اللہ عنہ و رضاہ۔

واقعہ دیگر کہتے ہیں کہ جنگ اُحد کے روز مشرکین اسلامی لشکر کی طرف مسلسل تیر پھینک رہے تھے۔ حبان ابن العرقہ اور مالک بن زہیر سب سے بڑھ کر تیر اندازی کر رہے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کو اس سے بہت زیادہ نقصان پہنچ رہا تھا۔ لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص کو اشارہ فرمایا کہ وہ بھی ان کے مقابلہ میں آئے۔ فـسعد یا سعد ارم فداك ابی وامی ، اسی اثناء میں حبان بن العرقہ نے ایک تیر پھینکا جو ام ایمن خادمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں آ پڑا جو اس لشکر میں تھی اور زخمیوں کو پانی پلا رہی تھی، ام ایمن گر پڑی اور برہنہ ہو گئی، حبان بہت زور سے ہنسا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت برا معلوم ہوا، ایک بے پیکان تیر سعد وقاص کو دیا کہ اسے حبان کی طرف پھینکے۔ سعدؓ نے اس تیر کو کمان میں رکھ کر حبان کے سینہ میں اس طرح مارا کہ چت گرا اور اس کی شرمگاہ برہنہ ہو گئی۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرائے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک دکھائی دیئے پھر فرمایا استغفار لھا۔ سعدؓ نے ام ایمن کا قصاص لے لیا۔ اس کے بعد سعدؓ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ فرمایا اجاب اللہ دعوتك وسدد سهمك ۔ خدا تعالیٰ سعدؓ کی دعا قبول فرمائے اور اس کے تیر کو صائب کرے۔

کہتے ہیں کہ ہمیشہ اس کا تیر نشانہ پر لگتا کبھی بھی زمین پر نہ گرتا اور اس کی دعا مستجاب ہوتی۔ چنانچہ لوگ اس کی دعا سے تبرک حاصل کرتے تھے۔

نقل ہے کہ آخری عمر میں آپؓ کی دونوں جہاں بین آنکھوں سے بصارت جاتی رہی تھی ۔ لوگوں نے انہیں کہا کہ بیمار آپ کی دعائے شفا پاتے ہیں آپ اپنے لیے دعا کیوں نہیں فرماتے کہ حق تعالےٰ آپ کی بصارت لوٹا دے۔ آپ نے جواب دیا کہ قضاء اللہ احب الی من نور بصری، یعنی خدا تعالیٰ کی مرضی اور پسند مجھے اپنی بصارت سے زیادہ محبوب ہے رضی اللہ عنہ۔

واقعہ دیگر نقل ہے کہ ابو طلحہؓ جنگ اُحد کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے تھے اور اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنا رکھا تھا فن تیر اندازی میں پوری مہارت رکھتے تھے، اپنے تیروں کو ترکش سے باہر نکال دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ کل پچاس تیر تھے ان کی عادت تھی کہ جب تیر دشمن کی طرف پھینکتے نعرہ لگاتے اور کہتے یا رسول اللہ نفسی دون

نفسك جعلني الله فداك، یا رسول اللہ میرا جسم و جان آپ پر قربان ہو، وہ اپنا ایک ایک تیر پھینکتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے کھڑے تھے اور دیکھتے تھے کہ اس کا تیر کہاں گرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے تمام تیر ختم ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تر و تازہ لکڑی زمین سے اٹھاتے اور فرماتے ارم یا ابا طلحہ، جب لکڑی کمان میں آتی بہت عمدہ تیر بن جاتی۔ دشمن کی طرف پھینکتا تھا۔ اس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو طلحہ چالیس مردوں سے میدان جنگ میں اچھا ہے اور روایت میں ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد وہاں سے گزرتا جس کے ترکش میں تیر ہوتے تو آپ فرماتے انثرها لابي طلحه۔

مصعب بن عمیرؓ کا واقعہ

محمد اسماعیلؒ نے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ جب مسلمانوں نے جنگ احد میں شکست کھائی، مصعب بن عمیرؓ جس کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا ثابت قدمی اختیار کیے رہا۔ اسی اثنا میں ابن قمیہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور تلوار کی ضرب سے اس کا دایاں بازو کاٹ دیا۔ مصعبؓ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ کر کہا وما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبله الرسل، ابن قمیہ علیه اللعنة والخذلان نے ایک اور ضرب سے اس صاحب دولت کے بائیں ہاتھ کو بھی کاٹ دیا۔ مصعبؓ نے پھر وہی کلمہ زبان سے ادا کیا اور دونوں بازوؤں کو سینہ کے ساتھ ملا لیا اور جھنڈے کو سر بلند رکھا۔ ابن قمیہ نے اس کے نیزہ مارا جس سے وہ گر پڑا۔ کہتے ہیں کہ ابھی یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی کہ حق تعالیٰ نے اس کی زبان پر اسے جاری کر دیا۔ جب جھنڈا زمین پر گرا ابو الروم نے اس جھنڈا کو اٹھا لیا اور ایک روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے مصعبؓ کی صورت میں فرشتہ بھیجا اس نے مسلمانوں کے جھنڈے کو دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا۔ آخری روز جب جنگ سے فارغ ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعبؓ سے فرمایا تقدم یا مصعبؓ، اس فرشتے نے کہا میں مصعب نہیں ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ وہ فرشتہ تھا جسے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی علمبرداری کے لیے بھیجا، پھر ابو الروم نے اس جھنڈے کو اٹھا لیا اور مدینہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلتا رہا۔

عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک زخمی ہو گیا اور زرہ کے حلقے چہرہ مبارک میں گڑ گئے، میں تیزی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دوسری طرف سے تیزی سے چلا آرہا ہے گویا کہ اڑا چلا آرہا ہے، جب نزدیک آیا تو میں نے دیکھا کہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھا۔ اس نے مجھے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے اجازت دیجئے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک سے یہ زرہ کے حلقے نکالوں۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک حلقہ پر اپنے دانت رکھ کر پوری قوت سے اسے باہر کھینچا کہ ان کے دانت باہر نکل آئے۔ اسی وجہ سے اسے بن سنان کہتے تھے۔ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب زرہ کے حلقے کھینچے سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر انوار سے خون بہ نکلا میرے والد مالک بن سنان اس خون کو پیتے اور زخم پر منہ رکھ کر چوستے تھے۔ لوگ میرے والد سے کہتے، اے مالک تم خون پیتے ہو۔ اس نے کہا ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون شربت کی طرح پیتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احب ان ینظر الی من خالط دمہ ودمی فلینظر بمالک بن سنان ومن مس دمہ تصبہ النار۔ وہ بہادر محافظ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روز حفاظت کی اور سپہ سالاری، کارگزاری اور تیر اندازی میں درجہ کمال کو پہنچے سعد وقاص اور ابو طلحہ انصاری کے بعد عاصم بن ثابت، ثابت بن مظعون، مقداد بن عمرو، زید بن حارثہ حارث بن ابی ، عقبہ بن عزوان، خماش بن صمہ، قطب بن عامر، بشر بن معرور، ابو نائلہ، سلطان بن سلام اور قتادہ بن النعمان تھے۔ کہتے ہیں کہ جنگ کے دوران ایک تیر قتادہ النعمان کی آنکھ پر لگا جس سے ڈھیلا حلقے سے نکل کر اس کے رخسار پر آگرا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری حسین وجمیل بیوی ہے۔ مجھے اس سے بڑی محبت ہے، اور وہ بھی میرے ساتھ محبت کرتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ حسینہ میری آنکھ کو اس طرح دیکھ کر برا سمجھے گی خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رحم فرماتے ہوئے اپنے معجزاثر دست مبارک سے باہر نکلی ہوئی آنکھ کو اس کے حلقہ میں رکھا اور دست مبارک اس پر پھیرا۔ وہ اسی وقت اپنی اصل حالت پر آگئی بلکہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر دکھائی دیتی تھی چنانچہ قتادہ سے منقول ہے کہ ضعیفی اور بڑھاپے کے زمانہ

میں وہ کہتا تھا کہ پیشانی میں وہ آنکھ اس آنکھ سے زیادہ قوی ہے، رضی اللہ عنہ

سعد بن ابی وقاصؓ کا واقعہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا

نقل ہے کہ مالک بن زہیر جشمی اور حبان بن العرقہ دشمن کے تیراندازوں میں سے اسلامی لشکر کو بہت نقصان پہنچا رہے تھے ان نابکاروں کے تیروں سے کئی مسلمان شہید ہو گئے اور بہت سے مجروح ہوئے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ اس نے پتھر کے پیچھے سے سر نکالا، سعد وقاصؓ نے اسے دیکھا، ایک تیر اس کی آنکھ پر ایسا مارا کہ پیچھے سے نکل گیا۔ اس ناپاک مالک نے اپنی جان جہنم کے مالک کے سپرد کر دی، مسلمان اس فسادی کے ضرر سے محفوظ ہو گئے۔

واقعہ دیگر

منقول ہے جس وقت خواجہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواہش کی کہ اُحد کی گھاٹی میں آئیں، عثمان بن عبداللہ بن مخزومی ابلق گھوڑے پر سوار مسلح و مکمل آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھاگتا ہوا آیا اور چلایا لا نجوت ان نجوت، اس کا گھوڑا ابو عامر فاسق کے اس گڑھے میں گر پڑا جو اس نے مسلمانوں کے لیے کھودا تھا اور عثمان بن عبداللہ زین کی پشت سے زمین پر گر پڑا۔ حارث بن صمہ نے اس کا رخ کیا، کچھ دیر وہ آپس میں نبرد آزما رہے، آخر کار حارثؓ نے اس کی پنڈلی پر تلوار ماری جس سے وہ گر پڑا، حارث بن صمہ نے اسے بکری کی مانند ذبح کر کے اس کی زرہ، خود اور تلوار جو کہ بہت خوبصورت اور مرغوب تھیں لے لیں۔ کہتے ہیں کہ اس سامان کے لیے اس جنگ میں مسلمانوں کو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب عثمان بن عبداللہ کے قتل ہونے کی خبر ملی فرمایا الحمد للہ الذی احانہ۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اسے ذلیل و خوار کیا۔

عبید بن حاجز عامری کا واقعہ

بھوکے کتے کی مانند اسلامی لشکر میں داخل ہوا اور حارث بن صمہؓ کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ حارثؓ کے کندھے پر اس نے تلوار ماری اس کے دوست اسے میدان جنگ سے اٹھا کر ایک گوشہ میں لے گئے، ابو دجانہؓ نے عبیدہ کو زمین پر پٹک کر بکری کی مانند ذبح کر دیا، اس کا قتل مسلمانوں کی خوشی و شادمانی کا سبب ہوا۔

واقعہ دیگر واقدی کہتا ہے کہ عمرو بن ثابت کو اسلام میں شک تھا، اس کی مسلمان قوم ہر چند اسے ثبات و استقامت کی نصیحت کرتی مگر کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا، اتفاقاً اسی روز جس دن مقربان بارگاہ الٰہی میدان اُحد کی طرف رواں تھے، مفتح الابواب نے غفلت کا قفل عمرو کے دروازہ کا کھول دیا اور نور معرفت سے اس کے سینہ کو منور کر دیا اور یقین سے اس کی زبان سے کلمہ توحید جاری کر دیا، اپنے ہتھیاروں کو لے کر میدان جنگ کی طرف چل دیا، اس قدر جنگ و قتال کیا کہ زخمی ہو کر گر پڑا نزع کے وقت اس سے پوچھا گیا کہ اس غزوہ میں تمہارے آنے کا کیا سبب ہوا، اس نے جواب دیا کہ اسلام کے بغیر کوئی اور چیز نہیں تھی، جب میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اپنی تلوار لے کر حاضر ہو گیا، یہاں تک کہ باری تعالیٰ نے مجھے شہادت کا رتبہ عنایت فرمایا یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی گئی فرمایا انہ لمن اھل الجنۃ۔

واقعہ دیگر نقل ہے کہ مخریق یہودی بنی اسرائیل کے احبار میں سے تھا، بہت مالدار تھا، سابقہ کتابوں میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پڑھی ہوئی تھیں اور علماء سے سنی ہوئی تھیں، جانتا تھا کہ موعود پیغمبر اسلام یہی ہیں لیکن دین یہود کے ساتھ الفت اور عادت ہو چکی تھی، یہاں تک کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، اس نے سنا، اتفاقاً مخریق کے دل میں اسلام کی خواہش پختہ ہو گئی، اس نے یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا، تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً خدا کے رسول ہیں اور اس کی مدد و اعانت تم پر واجب ہے۔ اس وقت جبکہ مشرکین ان کے قتل کے ارادہ سے آئے ہیں تاکہ ان کو اور ان کے صحابہؓ کو قتل کر دیں تم ان کی مدد کیوں نہیں کرتے تاکہ تمہیں دنیا و آخرت کا شرف حاصل ہو۔ انہوں نے کہا آج شنبہ کا دن ہے جنگ کرنا اور عبادت کے علاوہ کسی دوسرے کام میں مصروف ہو جانا جائز نہیں ہے مخریق نے کہا اب شنبہ کی رعایت منسوخ ہو گئی ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ناسخ شریعت لے کر آئے ہیں، اُٹھا اور تلوار لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گیا اور وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا تمام مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق ہو گا۔ کامل اعتقاد اور خلوص نیت سے جنگ کی طرف متوجہ ہوا، تلوار کے جوہر دکھاتا ہوا مرتبہ شہادت کو پہنچا۔ اس کی وصیت کے مطابق اس کے اموال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصرف کیا اور مسلمانوں کو صدقات دیئے اور

مخیریق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ مخیریق یہودیوں میں سب سے بہتر ہے۔

واقعہ دیگر

منقول ہے کہ عمرو بن الجموع رضی اللہ عنہ لنگڑے تھے ان کے چار بیٹے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے اور جنگوں میں داد شجاعت دیتے تھے، اسے غزوۂ اُحد میں شریک ہونے کی خواہش ہوئی تو قوم اسے منع کرتی اور کہتی تھی تو لنگڑا آدمی ہے، تیرے چار بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہیں تیرا عذر ظاہر ہے ولاعلی الاعرج حرج۔ عمرو نے کہا یہ اچھی خبر ہے کہ میرے بیٹے جنت میں جائیں اور میں تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ اس کی منکوحہ ہندہ بنت عبداللہ بن عمرو بن حرام نے کہا مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھاگ کر واپس آیا ہے جب عمرو نے یہ بات سنی اپنے ہتھیار سنبھالے اور دُعا کی کہ اللھم لا تردنی الی اھلی، باہر نکلا اور اپنے دوستوں کی ایک جماعت سے ملا، انہوں نے اسے واپس چلے جانے کی ہدایت کی، اس نے قبول نہ کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قوم کے منع کرنے کے متعلق عرض کیا۔ اس کے بعد کہا کہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں چہل قدمی کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد عذرک ولا جھاد علیک، عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی درخواست کو دہرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمادی۔ اس کے فرزند اسے منع کرنے سے باز آگئے۔ ابوطلحہ کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن الجموح کو دیکھا کہ میدان جنگ میں خراماں خراماں چلے جاتے تھے اور کہتے تھے خدا کی قسم میں بہشت کا مشتاق ہوں۔ اس کے بیٹے بھی اس کے پیچھے بھاگتے تھے اور دونوں جنگ کر رہے تھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ واقدیؒ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اُحد میں لشکرگاہ کی طرف جارہی تھیں انہیں حالات کی کیفیت بتائی گئی، ابھی پردہ کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی راستہ میں عمرو بن الجموح کی بیوی ہندہ انہیں ملی جو اپنے خاوند، بھائی اور بیٹے کو مدینہ لا رہی تھی، صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح وسالم ہیں اس کے مقابلہ میں ہر مصیبت آسان وسہل ہے۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں اس نے کہا میرا خاوند عمرو، بھائی عبداللہ اور بیٹا خلاد ہیں جنہیں دفن کرنے کے لیے مدینہ لے جا رہی ہوں، اس جگہ ہندہ کا اونٹ بیٹھ گیا۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا بوجھ کی گرانی کی وجہ سے تیرا

اونٹ رفتار سے عاجز آگیا ہے۔ ہندہ نے ڈانٹ کر اونٹ کو اٹھایا اور مدینہ کی طرف متوجہ ہوئی اونٹ پھر بیٹھ گیا، دوسری مرتبہ جب اٹھایا تو اُحد کی طرف رُخ کر کے تیز چلنے لگا۔ ہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور صورت واقعہ عرض کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الجمل مامور پھر ہندہ سے پوچھا کہ عمرو نے کوئی بات کہی تھی۔ اس نے جواب دیا، اُحد کی طرف رخ کرتے وقت قبلہ رو ہو کر دعا فرمائی تھی کہ اللھم لا تردنی الی اھلی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسی وجہ سے اس کا اونٹ نہیں گیا پھر فرمایا اے ہندہ تیرا خاوند عمرو رضی اللہ عنہ بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ اور بیٹا خلاد رضی اللہ عنہ جنت میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، ہندہ نے درخواست کی کہ خدا تعالیٰ مجھے بھی ان کا رفیق بنائے۔

شہادت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

مروی ہے کہ وحشی سے لوگوں نے پوچھا کہ ہمیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق بتاؤ کہ کس طرح ہوئی۔

وحشی نے کہا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ نے میرے آقا جبیر بن مطعم کے چچا طعیمۃ بن عدی بن عبدالجبار کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا تھا۔ میں جب جنگ اُحد کے لیے باہر جا رہا تھا جبیر نے کہا اے وحشی اگر تو حمزہ رضی اللہ عنہ کو میرے چچا کے عوض قتل کر دے تو میرے مال سے آزاد ہو گا۔ کہتے ہیں کہ ہندہ دختر عقبہ، زوجہ ابوسفیان جب بھی وحشی کو ملتی اسے جرأت دلاتے ہوئے کہتی، مردانہ ہو! دل بھی ہاتھ میں آئے اور تجھے آزادی بھی حاصل ہو گی میں بھی تیری تربیت کروں گی، کیونکہ میرے باپ عتبہ کو حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں قتل کیا ہے۔ آنفاقاً میدان جنگ میں میں نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو مست شیر کی طرح چلتے ہوئے دیکھا جو کفار کے لشکر کی صفوں کو درہم برہم کر رہے ہیں۔ منقول ہے کہ اس روز دونوں ہاتھوں میں ایک ایک تلوار سے جنگ کر رہے تھے اور کہتے تھے "میں شیر خدا ہوں" اور دشمنوں کو جہنم رسید کر رہے تھے۔ سباع بن عبدالعزیٰ خزاعی کفار کی صف سے باہر آیا ہوا تھا اور مقابل طلب کر رہا تھا، حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا راستہ روکا اور کہا

اسی وقت حمزہ رضی اللہ عنہ نے سباع کو قتل کر دیا اور اسے کتوں اور درندوں کا لقمہ بنا دیا۔ وحشی کہتا ہے کہ میں ایک پتھر کے پیچھے گھات میں بیٹھا ہوا تھا، اور حربہ کو اچھی طرح پھینکتا تھا، حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف پھینکا، ان کے عانہ پر لگا اور دوسری طرف نکل گیا۔ میں نے دیکھا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے، میں بھاگ کھڑا ہوا وہ راستہ میں گر پڑے۔ ان کے دوست ان کے پاس گئے اور کہا،

یا ابا عمارہ، ان کا کوئی جواب نہ دیا، مجھے معلوم ہو گیا کہ ختم ہو گئے ہیں۔ میں نے اس وقت صبر کیا جب تک کہ لوگ ان کے پاس سے جاتے رہے۔ میں نے جا کر اپنے سر پہ کر اٹھا لیا، ان کے پیٹ کو چیرا، جگر کو باہر نکالا اور ہندہ کو لا کر دیا اور کہا یہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر ہے، تیرے باپ کا قاتل۔ اس نے مجھ سے لے لیا اسے دانتوں سے چبایا اور پھر سے پھینک دیا، اپنے کپڑے، زیور اور عمدہ لباس مجھے دیئے اور وعدہ کیا کہ جب میں مکہ میں جاؤں گی دس سرخ دینار تجھے انعام دوں گی۔ پھر اس نے پوچھا اس کے گرنے کی جگہ کون سی ہے۔ میں اسے وہاں لے گیا، ناک، کان اور آلۂ تناسل کو کاٹا اور اپنے ساتھ لے گئی۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر چبانے کی وجہ سے ہندہ کو آکلۃ الاکباد کہتے تھے۔

واقعہ دیگر

منقول ہے کہ وہب بن قابوس مزنی اور اس کا بھتیجا حارث بن عقبہ بن قابوس غنیل سے مدینہ آئے، انہوں نے دیکھا کہ مرکز اسلام، خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہے۔ دریافت کرنے پر انہیں معلوم ہوا تو حصول سعادت اخروی کی خاطر میدان کی طرف متوجہ ہوئے، جب اسلامی لشکر میں پہنچے، مسلمان غالب آئے ہوئے تھے اور مال غنیمت لوٹنے میں مشغول تھے، وہ بھی لشکر اسلام کے ساتھ شامل ہو گئے اور انہوں نے بھی لوٹ مار میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جب خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل اسلامی فوج کے عقب میں حملہ آور ہوئے۔ وہب اور حارث نے لشکر کفار کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے داد شجاعت دی، اسی اثنا میں شریروں کا ایک گروہ سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لهذه الفرقة، اس گروہ کو کون ہٹائے گا، وہبؓ نے عرض کیا انا یا رسولُ اللہ، اس شجاعت کے شیر نے بت پرستوں کو تیروں کی زد میں لے کر مار بھگایا، اس کے بعد مخالفین کا ایک اور گروہ ظاہر ہوا، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا من لهذه الكتيبة، وہب نے پھر وہی جواب دے کر انہیں تلوار سے کاٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ راہ فرار اختیار کئے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا۔ پھر ایک اور جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا من يقوم لهؤلاء وہبؓ مزنی نے کہا انا یا رسول اللہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قم وابشر بالجنة، اس نیک بخت کو جب یہ خوشخبری ملی کفار کے لشکر سے باہر نکل کر پھر پلٹا، کفار نے اسے گھیرے میں لے لیا نیزہ و تلوار کے زخموں سے انہوں نے اسے گرا لیا اور ناک کان کاٹ کر مثلہ کر دیا۔ اس میدان شجاعت کے شیر کے شہید ہو جانے کے بعد

اس کا بھتیجا جو شہسوار میدان جنگ اور سپہ سالار اور قتال تھا، جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان مقابلہ میں نکلا، وہ بھی خونریز معرکہ کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ میری موت مزنی رضی اللہ عنہ کی موت کی طرح ہو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ وہ بہادری اور جرأت جو میں نے وہب قابوس مزنی میں غزوہ اُحد میں دیکھی ہے کسی بھی جنگ میں کسی اور میں نہیں دیکھی اور وہ واقعات جو مزنی کے متعلق تھے ایک ایک کر کے سعد کو بیان کئے اور اس کی تعریف کرتے تھے۔ انہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود تکلیف اور زخموں کے، اٹھے اور اسے قبر میں رکھا اور وہ چادر سرخ جس کا جھنڈا بنایا ہوا تھا اس سے اسے ڈھانپ دیا۔ سعد کہتا ہے کہ میں نے آرزو کی کاش میری موت بھی اسی طرح ہوتی۔

واقعہ دیگر خبروں کے معطر دفتر میں سیرت کے اوراق تحریر کرنے والوں نے یوں لکھا ہے کہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا ایک بہادر شیر دل عورت تھی، غزوہ اُحد میں اپنے خاوند عزیہ رضی اللہ عنہ اور اپنے دونوں لڑکوں عمارہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ کے ساتھ اسلامی فوج کے مجاہدین کے ساتھ مل کر بت پرستوں کے قلع قمع میں پوری کوشش کرتی تھی۔ نسیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ جنگِ احد میں میرے پاس ایک مشک تھی کہ جس سے میں مسلمانوں کو پانی پلاتی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ کفر و ظلام کی سپاہ کے ہاتھ مسلمانوں کی جان و مال پر دراز ہو رہے ہیں تو میں پانی پلانے سے رک گئی اور کفار کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئی۔ اس سلسلہ میں میں نے اس قدر کوشش کی کہ مجھے تیرہ زخم آئے۔ ان میں سے ایک ایسا زخم تھا جس کا میں سال بھر علاج کرتی رہی۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ وہ زخم کس نے لگایا تھا، اس نے کہا ابن قمیہ لعین نے۔ میں نے بھی اسے تلوار ماری اس نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی وہ ضرب کارگر نہ ہوئی۔ زخم لگتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے عمارہ کو آواز دی کہ اپنی والدہ کی مدد کو پہنچو، اور اپنی والدہ کے زخم کو بند کرو۔ نسیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں اور میرے بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنگ کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم شکست کھا کر سامنے سے بھاگ رہے تھے۔ میرے پاس ڈھال نہیں تھی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر پڑی جس کے پاس ڈھال تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ڈھال والے اپنی ڈھال اس شخص کو دے جو جنگ کر رہا ہے۔ اس نے ڈھال اپنے ہاتھ سے گرا دی، میں ڈھال اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

گرد پھرنے لگی اور مشرکین کے حملوں کو روکتی تھی یہاں تک کہ مشرکین میں سے ایک سوار نے مجھ پر تلوار ماری لیکن وہ کارگر نہ ہوئی، میں نے اس کے گھوڑے کو تلوار ماری، وہ گر پڑا اور گھوڑے سے جدا ہوگیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جنگ دیکھ رہے تھے۔ میرے لڑکے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ اے ابو عمارہ اپنی والدہ کے پاس جلد پہنچو، عبداللہؓ فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے آیا اور اس مشرک کو ہم نے قتل کر دیا۔ عبداللہ بن نسیبہؓ کہتا ہے کہ اس روز ایک مشرک نے مجھے ایسا زخم لگایا کہ اس سے خون نہیں رکتا تھا۔ میری والدہ نے زخم کو بند کر دیا اور مجھے کہا اٹھو اور جنگ میں مصروف ہو جاؤ، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب میری والدہؓ نے مجھے جنگ پر ابھارا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ام عمارہؓ میں طاقت ہے وہ کس میں ہے۔ اسی اثنا میں وہ شخص جس نے میرے سر کو زخمی کیا تھا ہمارے پاس سے گزرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ام عمارہؓ یہ وہ شخص ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے۔ نسیبہؓ کہتی ہے کہ میں نے اس کافر کی پنڈلی پر تلوار ماری جس سے وہ گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مسکرائے کہ سامنے کے دانت مبارک ظاہر ہوگئے، فرمایا کہ تم نے اپنا بدلہ لے لیا۔ ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ جب وہ مشرک ہلاک ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھے دشمن پر فتح بخشی اور دشمن کے ہلاک کرنے سے تیری آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ نسیبہؓ کہتی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمایئے کہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ قیامت کو آپ کے ساتھ اٹھوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اس کے اور اس کے بیٹوں اور خاوند کے لیے دعا فرمائی اللّٰھم اجعلھم رفقائی فی الجنۃ، میری والدہ نے کہا اس کے بعد دنیا میں جو مصیبت بھی مجھے پہنچے مجھے اس کا کوئی خوف نہیں۔ کہتے ہیں کہ نسیبہؓ جنگ یمامہ میں بھی حاضر تھی۔ چنانچہ اسی سے منقول ہے کہ اس نے کہا جنگ یمامہ کے روز دشمنوں کے ساتھ جنگ وقتال کی نیت سے میدان میں آئی۔ میرا بیٹا بھی میرے ساتھ تھا۔ جب مسیلمہ کذاب نے لشکر اسلام سے شکست کھا کر حدیقۃ الموت میں پناہ لی کیونکہ اس سے پہلے اسے حدیقۃ الرحمٰن کہا جاتا تھا، مسلمانوں نے اس کے تعاقب میں جا کر سخت جنگ، ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اسی لڑائی میں شہید ہوئے آخر کار اسلام کے جھنڈے بلند ہوئے اور مسلمانوں نے خالد بن ولید کی قیادت میں خود کو

حدیقۃ الموت میں خود کو پہنچایا۔ نسیبہؓ کہتی ہے کہ میں بھی حدیقۃ الموت میں آنے والے سعادتمندوں میں شامل تھی۔ میں مسیلمہ کو تلاش کر رہی تھی اچانک ایک بدبخت کافر مجھ پر تلوار مار کر آگے بڑھ گیا اور میرا ایک ہاتھ کاٹ کر پھینک دیا۔ خدا کی قسم میں ابھی واپس نہیں پلٹی تھی ایک لحظہ بعد میں نے اس لعین کو مقتول دیکھا اور اپنے بیٹے عبداللہؓ کو اس کے سر پر کھڑے دیکھا کہ اس کتے کے خون سے اپنی تلوار صاف کر رہا ہے۔ اس وقت میں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اپنے زخم کے علاج میں مشغول ہوئی۔

منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک قیمتی لباس آپ کی مجلس میں پیش کیا گیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر آپ اسے اپنے بیٹے عبداللہ کی نوبیاہتہ بیوی کے پاس بھیجیں تو مناسب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں اس لباس کو اس عورت کے پاس بھیجوں گا جو سب عورتوں سے اس کی زیادہ حق دار ہوگی۔ آپ نے اس لباس کو ام عمارہؓ کے پاس بھیجا اور اہل مجلس سے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرمایا کہ غزوۂ احد میں جس طرف بھی میں نے رخ کیا، میں نے دیکھا کہ ام عمارہؓ میری ڈھال بنی ہوئی تھی رضی اللہ عنہا۔

فصل سوم

حضورؐ پر کفار کی یلغار

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو علم ہوا کہ سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں تمام چاند کے گرد ستاروں کی مانند جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعب احد کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں سے آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا۔ اس کمزوری کی وجہ سے جو زخموں کی وجہ سے ذات بابرکات پر طاری تھا کامیاب نہ ہو سکے۔ ان نامردوں نے جب مردوں کے میدان کو نامدار مجاہدین سے خالی پایا میدان جنگ میں ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے، رجز پڑھتے اور اظہار خوشی و شادمانی کرتے تھے، دوست، دشمنوں کی شماتت سے پریشان خاطر تھے، دشمن ہنستے اور دوست روتے تھے، لیکن خدا کی قسم سے

به از خنده آں اشک مقروں بصبر | کہ از خندہ برق بہ اشک ابر
ازاں خندہ شد عالمی سوختہ | وزیں گریہ شد عالم افروختہ

نقل ہے کہ مشرکین کی عورتیں مثل ہندہ وغیرہ مسلمانوں کے مقتولین میں آئیں حنظلہ بن ابی عامر راہب کے سوا جسے غسیل الملائکہ کہتے تھے، دوسرے مقتولین کا انہوں نے مثلہ کیا، ان کے پیٹ پھاڑ کر جگر نکالے، شہیدوں کے کٹے ہوئے ناک، کان کے گلے کے ہار اور دست بند بنائے، اور اپنے ہاتھوں اور گردنوں میں ڈالے۔

ابوسفیان نے دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اُحد پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھائی کا ارادہ کر رکھا ہو۔ ابوسفیان نے دشمنوں کی ایک جماعت کے ساتھ ارادہ کیا کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف سے ان سے اونچائی پر چلا جائے اور انہیں شعب میں نہ آنے دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اللھم لیس لھم ان یعلونا، خدا وندا! انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہم سے اونچے ہو جائیں۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے ان کے دل میں خوف پیدا کر دیا جس سے وہ اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے اور ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا راستہ روک لیا، اس گروہ سے لڑے اور انہیں آگے نہ بڑھنے دیا مجبوراً انہیں واپس جانا پڑا۔ اس کے بعد ابوسفیان کی خواہش ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم کرے کہ زندہ ہیں یا نہیں، کوہ اُحد کے نزدیک آکر زور سے پکارا، کیا تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے جواب نہ دو۔ اس نے پھر پوچھا، ابن قحافہ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم میں ہیں؟ اس مرتبہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے صحابہؓ نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا، اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر اس نے کہا، جن لوگوں کا میں نے نام لے کر پکارا ہے شاید وہ قتل ہو گئے ہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس بات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیقرار ہو گئے، فرمایا اے دشمن خدا! تو نے جھوٹ کہا کیونکہ جن کی زندگی تجھے ناپسند ہے تمام زندہ ہیں۔ پھر ابوسفیان نے اپنے بُت کی تعریف کرتے ہوئے کہا اعل ھبل، صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر جواب دیا اللہ اعلیٰ واجل،

ابوسفیان نے کہا العزی لنا ولا عزی لکم، صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب دیا اللہ مولانا ولا مولی لکم، ابوسفیان نے کہا یوم بیوم والحرب سجال یعنی آج کا دن بدر کے دن کے برابر ہے اور لڑائی نوبت کے ساتھ ہوتی ہے کبھی تمہاری فتح اور کبھی ہماری، پھر اس نے کہا تمہارے مقتولین کا مثلہ کیا گیا ہے، یہ بات میرے حکم سے نہیں ہوئی لیکن یہ بات مجھے بری معلوم نہیں ہوئی۔ تمہارے ساتھ ہماری ملاقات کا وعدہ آئندہ سال میدان بدر میں ہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب دیا کہ ایسا ہی ہوگا پھر کفار ہول کے لشکر کو وہ منحوس اپنی سرکردگی میں مکہ لے گیا۔ ان کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں تشویش پیدا ہوئی کہ ایسا نہ ہو کہ یہ مدینہ کا قصد کریں اور وہاں غارت گری کریں۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالریحانین یعنی حضرت علی بن ابی طالب کو کہا کہ مخالفین کے پیچھے جائے اور ٹھیک ٹھیک خبر لائے۔ تحقیق کرے کہ اگر وہ اونٹوں پر بیٹھے ہوئے ہوں اور گھوڑوں کو ساتھ رکھا ہوا ہو تو ان کا ارادہ مکہ جانے کا ہے اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹوں کو قطار میں لگا رکھا ہے تو ان کا مدینہ چلنے کا ارادہ ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ مدینہ کی طرف گئے تو میں ان کے پیچھے جاؤں گا اور انہیں ان کے کرتوت کی سزا دوں گا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمان کے مطابق عمل کیا اور خبر لائے کہ مشرکین مکہ چلے گئے ہیں۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بڑی تیزی سے میدان جنگ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ جب جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پدر بزرگوار کو مجروح اور زخمی دیکھا، رونے لگیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی لے آئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو دھوتی تھیں۔ روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہر چند کوشش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں سے خون بہنا بند ہو جائے مگر خون بند نہیں ہوتا تھا۔ آخر کار ایک ٹاٹ کا ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر ڈالی تو خون بند ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ کو لوٹ آئے تو مسلمانوں نے اپنے مقتولین کی تلاش کی۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا، کون ہے، جو سعید بن الربیع کی خبر لائے کہ وہ زندہ ہے یا شہید ہو گیا ہے؟ ایک انصاری ان کے حالات کی تحقیق و تفتیش میں مصروف ہوا، سعیدؓ اسے لاشوں کے درمیان مل گیا جس میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے سلام پہنچا کر کہا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے حالات کے متعلق پوچھا ہے کہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔ سعید نے جواب دیا کہ میں گروہ مردگان میں شامل ہوں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیجئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہنا کہ اگر تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں کوتاہی کی تو سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ کے ہاں تمہاری کوئی معذرت قبول نہیں ہوگی۔ یہ کہا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ پھر وہ مرد وہاں سے واپس آگیا اور تمام صورت حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک تک پہنچائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللھم ارض عن سعید بن الربیع۔ بیان کرتے ہیں کہ اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ حمزہؓ کا کیا حال ہے؟ مجھے وہ دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے حالات معلوم کرنے لگے۔ اچانک حضرت حمزہؓ کے پاس پہنچے انہیں اس میں دیکھا تو رونے لگے اور فوراً آپلٹے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت واقع سے مطلع کیا۔ خواجۂ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے سرہانے جا کھڑے ہوئے، ان کے ناک کان کٹے ہوئے دیکھے، بہت غمگین و رنجیدہ ہوئے، فرمایا! ما وقفت موقفا قط غیظ لی من ھذا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ اگر میں قریش پر غالب آیا تو ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے یہ آیت لائے۔ وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اصبروا، اور اس خیال کو چھوڑ دیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ اس کے بدلے ستر مرتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار فرمائی۔

نقل ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ صفیہؓ دور سے آتی ہوئی دکھائی دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو فرمایا، جاؤ اپنی والدہ کو واپس بھیج دو تاکہ وہ اپنے بھائی کو اس حال میں نہ دیکھے، ممکن ہے برداشت نہ کر سکے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

آئے اور پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں۔ اس نے کہا بیٹا! میں نے سنا ہے کہ میرے حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے اور اس کے ناک کان کاٹ دیئے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ اسے یہ محنت و مصیبت خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیش آئی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے صبر عنایت فرمائے گا۔

جب زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کی باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرما دی۔ اس نے آکر اپنے بھائی کو دیکھا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اس کے لیے استغفار کی۔ لیکن خود کو رونے سے باز نہ رکھ سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے صفیہؓ اور فاطمہؓ سے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کہ جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو ساتوں آسمانوں میں اسد اللہ و اسد رسولہ لکھ دیا ہے۔

شہدائے اُحد کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھائی۔ پھر جس شخص کا جنازہ آتا، حمزہؓ کے ساتھ رکھ دیتے اور نماز جنازہ پڑھتے، یہاں تک کہ حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر بار نماز پڑھی، اور آئمہ حنفاء کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا نہیں کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اختیار کی ہے اور احناف رحمہم اللہ نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن اس میں اتفاق ہے کہ شہدا کو غسل نہیں دیا۔ انہیں ان ہی خون آلود کپڑوں کے ساتھ اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دفن کر دیا اور اگر کوئی اپنے مقتول کو دوسری جگہ لے گیا تھا تو وہ اسے پھر وہاں لے آیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد عبداللہ کو مدینہ میں لے گیا تھا اسے حکم دیا چنانچہ وہ لے واپس لے آیا اور وہ لوگ جو دُنیا میں ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے، ان کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

ان میں سے حمزہؓ کو عبداللہ جحشؓ جو ان کے بھانجے تھے کے ساتھ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام کو عمرو بن الجموح کے ساتھ، خارجہ بن زید کو سعید بن الربیع کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا۔ نعمان بن مالک کو عبیدہ بن الحسحاس اور محمد بن زیاد کے ساتھ ان تینوں کو ایک قبر میں دفن کیا۔ رضی اللہ عنہم فرمایا پہلے قرآن مجید پڑھ کر قبر میں اتاریں، دن کے آخری حصہ میں مدینہ لوٹے، جب قبیلہ کے پاس

سے گزرتے تھے ان کے مرد اور عورتیں آپ کا استقبال کرتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی پر شکر ادا کرتی تھیں۔ باوجودیکہ ان کے اکثر رشتہ داروں کو مصیبت پہنچی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے آپ کے سوا ہر مصیبت ہمارے لیے آسان ہے۔ جب آپ قبیلہ بنی اشہیل کے پاس پہنچے۔ کبیشہؓ بنت رافع معاویہ جو سعد بن معاذ کی والدہ تھیں باہر نکلیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑی چلی جاتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار کھڑے تھے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آ رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرحبا ۔ پس وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئیں اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم نے آپ کو صحیح و سالم پا لیا ہر مصیبت کا گھونٹ پیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے عمرو بن معاذ کی تعزیت کی اور فرمایا، اے ام سعد! تجھے بشارت ہو اور اپنے گھر والوں کو خوشخبری دے کہ ان کے مقتولین کے گھر والوں کی شفاعت مقرر ہو گئی۔ کبیشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کا انجام اور خوشحالی معلوم ہو گئی، میں خوش ہوں۔ اس بشارت کے بعد یہ تہنیت اور مبارکبادی کا موقع ہے تعزیت اور ماتم پرسی کا مقام نہیں۔ پھر عرض کیا ان کے پس ماندگان کے لیے دعا فرمایئے؛ فرمایا اللھم اذھب حزن قلوبھم واجبر مصیبتھم۔ اہل تذکیر کی بعض کتابوں میں ہے جب مصیبت زدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے باہر نکلے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہؓ بھی راستہ پر آئی ہوئی تھی اور کچھ دودھ اور کھجوریں اپنے والد کے لیے لائی تھی۔ شاید میرا باپ بھوکا پیاسا سفر سے لوٹے تو وہ دودھ اور کھجوریں کھا پی لے گا۔ اسے علم نہیں تھا کہ وہ جام شہادت نوش فرما چکا ہے۔ اس نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر جوق در جوق پہنچ رہا ہے اس نے ہر چند تلاش کیا مگر اسے اپنا باپ نہ ملا۔ اسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے، ان سے پوچھا میرا باپ کہاں ہے؟ مجھے وہ لشکر میں دکھائی نہیں دیتا، صدیق رضی اللہ عنہ تڑپ اٹھے آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے کہا، یہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے، اس نے اپنے باپ کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی لوگوں

میں نہ دیکھا۔ اس نے بڑھ کر آقائے دو جہاں کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ! میرا باپ کون ہے ؟ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرا باپ میں ہوں گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی اس بات سے خون کی بو آتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، تمام صحابہؓ بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کی شہادت کی کیفیت بیان کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اگر اسے بیان کروں تو تو اسے سننے کی تاب نہ لاسکے گی۔ اس ضعیفہ کی آہ وزاری بڑھ گئی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی، آسمان کی طرف دیکھا تو حمزہ رضی اللہ عنہ کو مجسم کھڑے ہوئے دیکھا، وہ کہہ رہا تھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میری فاطمہؓ کو اچھی طرح رکھیں اور مجھ غریب کی یتیم بیٹی سے غافل نہ ہوں۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اسے اپنی فرزندی میں لے لیا ہے۔ جب خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، عالم غیب سے یہ ندا آپ نے سنی: "جس طرح آپ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو قبول کیا ہے، ہماری شفقت و مہربانی نے آپ کی گنہگار امت کو قبول کیا اور آپ کو اس فرمان کا دستور دیا۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ بیان کرتے ہیں کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ منشور پڑھا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کی آدھی امت بخش دیں تو خوش ہو جائیں گے ؟ فرمایا اگر میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں رہ گیا تو مجھے اس ذات کی عزت و جلال کی قسم راضی نہیں ہوں گا۔

نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے دروازہ پر پہنچے، مہاجرین و انصار کے کبار صحابہؓ جو آپ کے ساتھ تھے ان میں سے زخمیوں کو ان کے گھروں میں بھیج دیا تاکہ وہ اپنے زخموں کا علاج کریں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نزول فرمایا، انصار کے بیشتر گھروں سے رونے کی آواز سنی مگر حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے کوئی آواز نہ آئی فرمایا، لکن حمزۃ لا بواکی لہ، حمزہؓ پر کوئی رونے والا نہیں ہے ؟ سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور باقی انصار نے یہ بات سنی تو اپنی عورتوں سے کہا کہ وہ پہلے حمزہؓ کے گھر جائیں، اس پر رو کر پھر اپنے گھر جائیں اور اپنے عزیزوں پر روئیں۔ انصار کی عورتیں مغرب اور عشاء کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے گھر گئیں اور آدھی رات تک اس پر روئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر آئے، پوچھا کہ کیسی آواز ہے ؟

جب آپ کو حقیقتِ حال کا علم ہوا فرمایا رضی اللہ عنکم و عن اولاد اولادکم ، روایت ہے
کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک بہادر جماعت آپ کے دروازہ پر پہرہ دیتی رہی
ایسا نہ ہو کہ قریش لوٹ آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اُحد سے لوٹتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش دوبارہ
ہم پر فتح حاصل نہیں کر سکیں گے اور مجھے خدا تعالیٰ کی مدد و اعانت سے فتح مکہ حاصل ہوگی والحمد للہ،
یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جنگ احد میں ستر صحابہؓ شہید ہوئے چار مہاجرین سے اور چھیاسٹھ انصار
میں سے تھے اور تقریباً تیس آدمی کفار میں سے قتل ہوئے۔

نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ
مصیبت ہم پر کہاں سے آ پڑی، حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں آیت نازل فرمائی اولما اصابتکم
مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ھذا قل ھو من عند انفسکم،
یعنی تمہیں مصیبت کیسے پہنچی، یعنی روزِ اُحد قتل و جرح یقیناً تم نے اس سے دگنی مصیبت دشمنوں کو
پہنچائی اور وہ اس طرح تھی کہ جنگ بدر کے روز مسلمانوں نے کفار کے ستر آدمی قتل کئے تھے اور ستر قید
کر لیے تھے، ان کے پوچھنے کے بعد کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مصیبت ہمیں کہاں سے پہنچی، انہیں
کہہ دیجئے کہ تمہارے نفسوں کی طرف سے تھی، پھر تمہاری دلداری کرتے ہوئے فرمایا وما اصابکم
یوم التقی الجمعان فباذن اللہ ، یعنی تمہیں جو کچھ زخم، شکست اور قتل کے مصائب پہنچے
خدا تعالیٰ کی قضا سے تھا جب مؤمن بندہ جانتا ہے کہ جو کچھ بندے کو پہنچتا ہے خدا تعالیٰ کی قضا سے ہے
اسے اس ذریعہ سے تسلی حاصل ہوتی ہے اور اس کی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث میں ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقدیر پر ایمان، غم و اندوہ کو زائل کر دیتا ہے۔

فصل چہارم

فضائل شُہدائے اُحد

مہاجرین و انصار صحابہ کی ایک جماعت، غزوۂ اُحد میں اپنے بعض اقارب کے شہید ہونے کی

وجہ سے شکستہ خاطر تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ماتم رسیدگان کی تسلی اور شہدار کی رفعت شان، ان کے انجام اور رہائش کے متعلق فرمایا کہ جب ان کی ارواح نے قفس عنصری سے پرواز کی حق تعالیٰ نے ان پاک ارواح کو سبز پرندوں کے قالب میں داخل کیا، وہ پرندے روزانہ بہشت کی نہروں کے کناروں پر آتے اور ان سے پانی پیتے ہیں اور بہشتی میوے کھاتے ہیں اور بہشت میں ہر جگہ اڑتے پھرتے ہیں، جب جنت کی سیر سے فارغ ہوتے ہیں، عرش میں آویختہ سونے کی قندیلوں پر لوٹ آتے ہیں، جب وہ ان انعامات سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور اس مرتبہ وسعادت سے مشرف ہوتے ہیں حق تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں کہ خدایا! ہمارا پیغام ہمارے بھائیوں تک پہنچا دے، تاکہ ہمارے حالات صحیح طور پر جان لیں، ہمارا آرام و راحت، لذیذ طعام، عمدہ شربت اور بہترین لباس کا انہیں یقینی علم ہو جائے، دنیاوی زندگی کو غنیمت سمجھیں اور غزوہ وجہاد میں بہترین کوششیں صرف کریں، اور خود کو اس سعادت کے حاصل کرنے اور شہادت کے درجات حاصل کرنے سے محروم نہ رکھیں، حق تعالیٰ نے فرمایا، میں جو تمہارا خدا ہوں تمہارے پیغام کو ان تک پہنچاؤں گا اور یہ آیت بھیجی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اٰتھم اللہ من فضلہ، اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ایک اور روایت ہے، فرمایا کہ میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا، کیا بات ہے کچھ غمگین دکھائی دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ شہید ہو گیا ہے، اس کی طرف سے مجھ پر قرض واجب ہے۔ اس کی بیٹیاں بھی ہیں، ان کی دیکھ بھال اور نگرانی مجھے ہمیشہ پریشان رکھتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ شہدار احد میں سے حق سبحانہ وتعالیٰ نے تیرے باپ کے سوا ہر شخص سے پردہ کے پیچھے سے بات کی اور فرمایا سالنی اعطلک، اے میرے بندے! مانگ میں تجھے دوں گا، تیرے باپ نے کہا، خداوندا! مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیجئے تاکہ میں دوسری مرتبہ تیری راہ میں شہید ہوں، حق تعالےٰ نے اسے فرمایا میں نے یوں فیصلہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ جس کی روح قبض کروں اسے دوبارہ دنیا میں نہ بھیجوں، تیرے باپ نے عرض کیا، خداوندا! دنیا میں میرے دوستوں کو میرا حال کون پہنچائے گا؟ حق تعالےٰ نے فرمایا، میں پہنچاؤں گا، ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ

امواتا بل احیاء عند ربھم۔ اور ابی فروہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کی زیارت کر کے فرمایا۔ اے خدا تو پرستش کے لائق ہے۔ تیرا بندہ اور رسول اس بات کا گواہ ہے کہ یہ جماعت تیری خوشنودی کی طلب میں شہید ہوئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا جو شخص ان کی زیارت کرے گا اور صلوٰۃ وسلام پیش کرے گا، قیامت تک اس کا جواب دیں گے۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء اُحد کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ فاطمہ خزاعیہ رض فرماتی ہیں کہ میں ایک روز صحرائے اُحد میں گھوم رہی تھی میں نے کہا السلام علیکم یا عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے آواز سنی، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فصل پنجم

غزوۂ حمراءُ الاسد

ارباب سیرت وتاریخ نے یوں روایت کی ہے کہ جب مشرکین مکہ کو لوٹ گئے، اپنے واپس چلے آنے پر پشیمان ہوئے اور کہا ہم نے تکلیف اٹھائی، لشکر جمع کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے بڑے بڑے ساتھیوں کو قتل کیا، کام ختم کیے بغیر ہم واپس جا رہے ہیں۔ ہمارا یہ کام تقاضائے عقل کے خلاف تھا، ہمیں چاہیئے تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے کے بعد واپس آتے۔ القصہ آپس میں مشورہ کے بعد طے کیا کہ پھر مدینہ کی طرف جائیں۔ اس مرتبہ انہوں نے مسلمانوں کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر دینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس بات پر پورے طور پر ابھارنے والا عکرمہ بن ابوجہل تھا جو مدینہ کی طرف لوٹنے پر بہت مبالغہ اور اصرار کر رہا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس سے پہلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی قوت حاصل کریں ہمیں ان کی مہم کو جلد ختم کر دینا چاہیئے۔ صفوان بن امیہ نے کہا یہ اچھی رائے ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اس مصیبت کی وجہ سے جو انہیں پہنچی ہے اور وہ اب تمہاری طرف سے

غیض وغضب میں اور تم سے بدلے لینے کی تاک میں ہیں۔ قبیلہ اوس وخزرج جو جنگ سے پیچھے رہ گئے ہیں کے ساتھ نکل کھڑے ہوں اور تمام تمہارے ساتھ جنگ ومقابلہ پر کمر بستہ ہوجائیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ جنگ وقتال میں سر دھڑ کی بازی لگادیں گے، ہو سکتا ہے کہ مغلوبیت کے بعد وہ غالب آجائیں اور معاملہ برعکس ہوجائے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لوٹنے کے عزم کی خبر سنی تو دشمنوں پر رعب اور خوف طاری کرنے کا ارادہ فرمایا تاکہ انہیں معلوم ہوجائے کہ مسلمانوں میں ان کے مقابلہ اور جنگ کی طاقت ہے۔ یک شنبہ کے روز جو غزوہ اُحد سے دوسرا دن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ وہ منادی کردے کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے جلد نکلو، اور غزوہ اُحد کے شرکاء کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہمارے ساتھ باہر نہ نکلے۔ اوس وخزرج کے اکابرین نے جب فرمان الٰہی سنا، جان ودل سے فرمانبرداری کے لیے کمر بستہ ہوگئے، اگرچہ انہیں کئی زخم آئے تھے مگر اپنے زخموں پر پٹیاں باندھ کر سلطان انس وجان کے حکم میں کسی اعتبار سے سستی کو روا نہ رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار پہن کر سرِراہ قیام فرمایا یہاں تک کہ مسلمانوں کا تمام لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گیا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حامیان اسلام اور فرمانبرداران فرمان سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ پیغام بھیجا، الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح للذین احسنوا، جابر بن عبداللہ جو اپنے والد کے بچوں کی نگرانی کے عذر کی وجہ غزوہ اُحد میں شریک نہیں ہوسکا تھا، نے عرض کیا، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس غزوہ میں شرکت کی اجازت فرمادیں تاکہ میں آپ کے ساتھ رہوں، آپ نے اسے اجازت فرمادی، دوسرے کسی شخص کو اجازت نہ فرمائی۔ ابن ام کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور جھنڈا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ایک روایت میں امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور مدینہ سے باہر نکلے اور حمرۃ الاسد کے مقام پر پہنچے اور وہاں رات گزاری، پانچسو جگہوں پر آگ جلائی۔ معبد بن ابی معبد خزاعی جو ابھی تک دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا تھا کیونکہ قبیلہ بنی خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہد تھا اور دور جاہلیت اور اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کے سایہ میں رہتے تھے، ان دنوں مکہ جا رہا تھا، حمرۃ الاسد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر آپ کے ساتھیوں

کی تعزیت کر کے اپنے مقصد کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابوسفیان اور دوسرے مشرکین سے ملا۔ ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ معبد نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑے لشکر اور جم غفیر کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں حمرۃ الاسد میں چھوڑا ہے۔ کفار نے کہا، یہ کیسی خبر ہے جو تو بتا رہا ہے؟ معبد نے کہا خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں، اور میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے کہ اس منزل سے کوچ کریں ان کے گھوڑوں کی پیشانیاں تم دیکھ لو گے۔ صفوان نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے جس چیز کا خوف تھا وہ ظاہر ہو گئی۔ اب میرے نزدیک بہتر یہی صورت یہی ہے کہ ہم اس جگہ سے کوچ کر جائیں، ایسا نہ ہو کہ غالب ہونے کے بعد مغلوب ہو جائیں۔ مخالفین کے دل میں اس طرح بہت خوف بیٹھ گیا اور جس قدر جلد ممکن ہو سکا مکہ کی طرف کوچ کر گئے۔ معبد نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان نے راستہ میں ایک جماعت کو مدینہ جاتے ہوئے دیکھا، ان سے درخواست کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچا دیں کہ ابوسفیان کہتا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ جنگ اور تمہارے استیصال کی خاطر پھر تمہاری طرف متوجہ ہوں گے۔ اس قوم نے حمرۃ الاسد میں ابوسفیان کا پیغام مسلمانوں کو پہنچا دیا۔ مسلمانوں نے پیغام کو سن کر کہا، حسبنا اللہ ونعم الوکیل، چنانچہ آیہ کریمہ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل، اس حال کی موید اور اس گفتگو کی موکد ہے۔ منقول ہے کہ حمرۃ الاسد میں مسلمانوں نے دو مخالفین کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، ان میں سے ایک ابوعزہ شاعر تھا جو اسیران بدر میں سے تھا، اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر آزاد فرمایا تھا کہ وہ دوبارہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں آئے گا۔ عہد شکنی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ اگرچہ اس نے بہت تضرع وزاری کی کہ دوبارہ مجھ پر احسان کریں۔ اور آزاد کر دیں، آپ نے قبول نہ فرمایا اور گوہر افشاں زبان سے نکلا، لایلدغ المومن من جحر واحد مرتین، یعنی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ ابوعزہ کے جواب میں فرمایا تم مکہ میں جاؤ گے اور حجر میں بیٹھ کر داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دو مرتبہ دھوکا دیا۔ پھر عاصم بن ثابت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس کی گردن اڑا دی۔ دوسرا معاویہ بن مغیرہ تھا

ذی النورینؓ نے اس کی سفارش کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دے دی بشرطیکہ تین دن سے زیادہ مدینہ میں قیام نہ کرے۔ تین روز کے بعد جس شخص کو بھی یہ مدینہ میں مل جائے وہ اسے قتل کر دے۔ تقدیر خداوندی سے معاویہ بن مغیرہ تین روز گزر گئے اور وہ مدینہ میں ہی رہا، چوتھے روز جان کے خوف سے وہ ایک گوشے میں چھپ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارہ بن حارثؓ کو بھیجا، اس نے معاویہ بن مغیرہ کو اس گوشہ سے نکالا اور قتل کر دیا۔

ساتواں باب

چوتھے سال ہجری کے واقعات

آب رجیع کا قصہ

رجیع قبیلہ ہذیل کا ایک کنواں ہے جس کے نزدیک مسلمانوں کو مصیبت پہنچی، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مشرکین کے میدان اُحد سے واپسی کے بعد، ابوسفیان بن خالد ہذیلی، عضل اور قارہ کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ گیا اور انہیں مبارکباد دی، ابوسفیان نے مکہ میں سنا کہ سلافہ بنت سعد بن طلحہ بن ابی طلحہ جس کا خاوند اور دو لڑکے جنگِ اُحد میں قتل ہو گئے تھے، نے نذر مانی ہوئی تھی کہ جو شخص اس کے دونوں لڑکوں کے قاتل عاصم بن ثابت کا سر لا کر اسے دے گا، ایک سو منتخب اونٹ اسے دے گی۔ سفیان بن خالد کو لالچ نے ابھارا، اس نے سازش تیار کی، اس نے اپنی قوم کے سات بڑے آدمیوں کو مدینہ بھیجا، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار اسلام کیا اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ کی ایک بڑی جماعت مسلمان ہو گئی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ اپنے دوستوں کی ایک جماعت انہیں قرآن اور شریعت کی تعلیم دینے کے لیے بھیجیں تاکہ ہم اسلامی تعلیم سے مستفیض ہو سکیں۔ کہتے ہیں کہ یہ مخالفین عاصم بن ثابت بن ابی افلح کے باپ کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے، عاصم سے محبت و مروت کی پینگیں بڑھاتے اور صبح و شام اپنے قبیلہ میں جانے کی ترغیب دیتے۔ چند روز گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو ان سات آدمیوں کے ساتھ نامزد فرما دیا تاکہ وہ قبیلہ عضل اور قارہ میں جائیں

اور ان دونوں قبیلوں کو قرآن و شریعت کی تعلیم دیں۔ ارباب سیرت نے ان میں سے سات آدمیوں کے نام تحریر کئے ہیں، باقی تین چونکہ سرداران قبیلہ میں سے نہیں تھے اس لیے ان کے نام لکھنے کا اہتمام نہیں کیا، ان سات صحابہؓ کے نام یہ ہیں، عاصم بن ثابت، مرثد بن ابی مرثد، خبیب بن عدی، زید بن ابی الاثنہ، عبداللہ بن طارق، خالد بن ابوالبکرہ اور معتب بن عبید رضی اللہ عنہم اور صحیح ترین قول کے مطابق عاصم بن ثابتؓ کو ان کا امیر بنایا، مسلمان ہتھیار اٹھا کر چل دیئے، دن کے وقت چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے، یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گئے جسے دور ہ کہتے ہیں۔ ان سات منافقین میں سے جو ان کے ساتھ چل رہے تھے ایک شخص جدا ہو گیا۔ اپنے قبیلہ میں جا کر سفیان بن خالد کو عاصمؓ اور اس کے ساتھیوں کے آنے کی اطلاع دی، وہ دوزخی کتا بائیس دوسرے مسلح لعنتیوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے قصد سے چل پڑا۔ صبح کا وقت تھا کہ عاصم اپنے ساتھیوں کے ساتھ رجیع کے مقام پر اترے اور ان کھجوروں میں سے کچھ تناول کیں جو مدینہ سے زادِ راہ کے طور پر ساتھ لائے تھے اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ابوالیمان کی بیوی جو وہاں بکریاں چرا رہی تھی، رجیع کنوئیں کے پاس گئی اس نے دیکھا کہ کھجوروں کی گٹھلیاں وہاں پڑی ہوئی ہیں۔ اس نے کہا، خدا کی قسم! یہ مدینہ کی کھجوریں ہیں کیونکہ مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں چھوٹی اور باریک ہیں اس نشانی سے اس نے پہچان لیا اور شور مچا دیا کہ اے تلاش کرنے والو! تمہارے مطلوب نے اس جگہ رات گزاری ہے۔ کفار نے چاہ رجیع سے نشان پا کر مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ وہ بدبخت جو مسلمانوں کی خبر دے کر سفیان بن خالد کے پاس گیا تھا، کفار کے آگے آگے آ رہا تھا۔ جب مسلمانوں نے یہ حال دیکھا تو خالد بن ابی البکرہؓ نے عاصمؓ سے کہا آپ کے مہمانوں نے ہمیں فریب دیا۔ عاصمؓ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے دوستوں کو کفار کے ساتھ جنگ پر ابھارا، کفار نے جب دیکھا کہ مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہیں تو نصیحت کرنا شروع کر دی کہ خود کو ہلاک نہ کرو۔ عاصمؓ نے شہادت کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا ہمیں قتل ہونے کا کوئی خوف نہیں کیونکہ ہم اپنے دین میں ثابت قدم ہیں۔

ما غائیتیم کشتہ شدن افتخار ماست   شمشیر عشق تیز زسنگ مزار ماست

سفیان بن خالد نے ابی البکرہ سے کہا اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی ضائع کرنے کی کوشش مت کرو، ہم تمہیں امان دیتے ہیں۔ عاصمؓ نے کہا، میں نے خدا سے نذر مانی ہے کہ کسی مشرک کی امان قبول نہیں کروں گا، اور کسی مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دوں گے۔ یہ کہہ کر تیر پھینکنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ

تیر ختم ہو گئے پھر نیزے سے جنگ کی، ان کا نیزہ ٹوٹ گیا تو تلوار میان سے کھینچ لی اور قبلہ رُخ ہو کر دعا کی کہ خداوندا! میں نے پہلے روز سے تیرے دین کو قبول کیا ہے اور حمایت کی ہے تو میری زندگی کے آخری روز میرے جسم کو مشرکین سے محفوظ و مامون رکھ کیونکہ سلافہ، ابی طلحہ کی بیوی نے نذر مانی ہوئی ہے کہ میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پئے گی جب عاصم شہید ہو گئے، بدبختوں نے آپ کا سر کاٹنا چاہا تا کہ سلافہ سے اس کے بدلے اونٹوں کی سواریاں لے کر اپنی اُمیدیں پوری کریں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے بھڑوں کے لشکر کو بھیج دیا۔ وہ عاصمؓ کے جسم کی حفاظت کے لیے صف بستہ ہو گئیں۔ جو شخص بھی عاصم کی طرف بڑھتا اسے کاٹتی تھیں اور اسے اپنے زہر کے زخموں سے بھگا دیتی تھیں۔ کوئی شخص عاصم کے نزدیک نہیں جا سکتا تھا۔ کہنے لگے اسے رات تک چھوڑ دو، جب رات ہوئی حق تعالیٰ نے سیلاب بھیج دیا۔ اس نیک بخت کے جسم کو ان کے درمیان سے اٹھا لے گیا، مشرکین خائب و نامراد لوٹے۔

منقول ہے کہ ان دس افراد میں سے چھ کفار کے مقابلہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت خبیبؓ بن عدی، عبداللہ بن طارق اور زید بن الاثنہ مشرکین کی امان میں آگئے، ان کی بات تسلیم کرتے ہوئے پہاڑ سے نیچے اتر آئے، مخالفین نے عہد کو توڑ کر کمان کی رسی سے ان کے ہاتھ باندھ دیئے۔ عبداللہ طارق نے جب ان کے فریب کو دیکھا کسی حیلہ سے اپنے ہاتھ کھول لیے اور تلوار کھینچ کر دشمنوں پر حملہ کر دیا، آخر کار کفار کی سنگساری سے جام شہادت نوش فرمایا، اس کے دو ساتھی خبیبؓ اور مرثدؓ کو کفار مکہ لے گئے اور فروخت کر دیا، قریش نے انہیں قید کر دیا یہاں تک کہ ماہ حرم گزر گئے۔ کفار نے تنعیم کے مقام میں دو پھانسیاں کھڑی کیں اور خبیبؓ اور مرثدؓ کو ان کے پاس لائے۔ حضرت خبیبؓ نے کفار سے درخواست کی کہ مجھے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت دیں۔ انہوں نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت خبیبؓ کی سنت چلی آتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم کہتے کہ میں موت کے ڈر سے نماز پڑھ رہا ہوں تو میں نماز لمبی پڑھتا، پھر چند اشعار پڑھے ان میں سے دو اشعار یہ ہیں۔

ولست ابالی حین اقتل مسلما ۔۔۔ علی ای وجہ شق کان للہ مصرعی

وذالک فی ذات الالہ وان یشأ ۔۔۔ تبارک علی اوصال شلو ممزع

پھر اس قوم پر نفرین کی اور فرمایا، اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تغادر منھم احدا۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، اس مجلس کے

حاضرین میں سے اکثر و بیشتر بڑی مصیبت میں مبتلا ہوئے، پھر انہیں سولی کے تختہ پر لائے اور اس طرح کھڑا کیا کہ ان کا رُخ مدینہ کی طرف ہو اور کعبہ سے پھرا ہوا ہو۔ فرمایا مجھے اس سے کیا نقصان ؟ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، فاینما تولوا فثم وجہ اللہ، انہوں نے کہا، اسلام کو ترک کر دو تا کہ ہلاکت سے نجات پاؤ، انہوں نے فرمایا، خدا کی قسم ! اگر تمام روئے زمین کو بھی مجھے دے دیں تو بھی اپنے دین سے نہیں پھروں گا۔ انہوں نے کہا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تو صحیح و سالم اپنے گھر چلا جائے اور تیری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ انہوں نے کہا، خدا کی قسم ! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان کے بدلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں کانٹا بھی چبھے۔ حاصل کلام کئی مرتبہ خوف دلا کر دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے یہاں تک کہ ان کے قتل کا فیصلہ کیا پھر فرمایا، خداوندا ! یہاں دشمنوں کے بغیر مجھے کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا، کوئی دوست نہیں جو میرا پیغام تیرے حبیب تک پہنچائے۔ خدایا ! میرا سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے۔ زید بن اسلم رضؓ کہتے ہیں کہ میں اور صحابہ کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ اچانک آپ پر وحی کی علامات ظاہر ہوئیں، پھر فرمایا علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ خبیبؓ کو قریش نے قتل کر دیا اور یہ جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور اس کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے گراہوں کی گمراہی سے دین سے روگرداں نہ ہوئے جنگ بدر کے مشرک مقتولین کے پس ماندگان جن کے آبا کو انہوں نے قتل کیا تھا کو آواز دی، وہ تمام نیزے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آگئے۔ کہتے ہیں کہ وہ چالیس افراد تھے جو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسم میں نیزے مارتے تھے، وہ بے چین و بیقرار ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کا رُخ قبلہ کی طرف ہو گیا، فرمایا الحمد للہ الذی جعل وجھی نحو القبلۃ ورضا لنفسہ ولنبیہ وللمومنین، اس کے بعد ایک مشرک نے آپ کے سینہ میں نیزہ مارا، انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور کلمہ پڑھتے ہوئے جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور اس کی بے پایاں رحمت کے سایہ میں چلے گئے رضی اللہ عنہ۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے انہیں اسی طرح پھانسی کے تختہ پر رہنے دیا تا کہ ان کے قتل کی خبر عرب میں مشہور ہو جائے۔ جب صورت حال کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، تم میں سے کون خبیبؓ کو پھانسی

کے تختہ سے اتارے گا تاکہ بہشت اس کے لیے مخصوص ہو جائے۔ حضرت زبیر بن العوام اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہما نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ دن کے وقت پوشیدہ رہتے اور رات کو سفر طے کرتے۔ یہاں تک کہ رات کو تنعیم میں پہنچے، چالیس آدمیوں کو پھانسی کے گرد سوتے ہوئے پایا، انہوں نے حضرت خبیبؓ کو آہستگی سے پھانسی سے اتارا، چالیس روز کے بعد انہیں دیکھا تو وہ اسی طرح تازہ تھے گویا کہ ابھی ابھی شہید ہوئے ہیں اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے جس سے خون ٹپکتا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے انہیں اپنے گھوڑے پر لاد لیا اور دونوں ساتھی وہاں سے لوٹ آئے۔ جب صبح ہوئی تو قریش کو علم ہوا، ستر سوار ان دو دوستوں کے پیچھے بھاگے، زبیرؓ نے خبیبؓ کو زین سے زمین پر رکھ دیا، زمین فی الفور انہیں نگل گئی۔ اس عجیب امر کے ظہور کے بعد انکا لقب بلیع الارض ہو گیا۔ جب کفار نزدیک پہنچے، زبیرؓ نے سر سے پگڑی اتاری اور کہا اے قریش کس چیز نے تمہیں مجھ پر دلیر بنایا ہے۔ میں زبیر بن العوام ہوں، میری ماں صفیہ بنت عبدالمطلب ہے اور یہ مقداد بن الاسود ہے۔ ہم دو شیر ہیں، جو اپنے جنگل کی طرف جا رہے ہیں اور رکاوٹوں کو راستے سے دور کرتے ہیں اگر تیر اندازی کرنا چاہتے ہو تو آؤ ایک دوسرے پر تیر پھینکیں، اگر میدان جنگ کے طالب ہو تو آؤ دو دو ہاتھ ہو جائیں اور اگر چاہتے ہو کہ ہم مدینہ کو واپس چلے جائیں تو لوٹ جاتے ہیں کفار مکہ کی طرف چلے گئے اور زبیرؓ اور مقدادؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام موجود تھے، جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یا رسول اللہ! ہم آپ کے دو صحابہؓ پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔

سفیان بن خالد کا قتل

منقول ہے کہ سفیان بن خالد باوجودیکہ کئی صحابہؓ کو شہید کیا اور بعض کو فروخت کیا تھا جیسا کہ تحریر ہو چکا ہے اس بے حیائی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے اس نے لشکر تیار کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ و قتال کرنے کا ارادہ کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا، آپ نے عبداللہ انیس کو اس شریر کے شر کو دور کرنے کے لیے مقرر فرمایا۔ چونکہ عبداللہؓ سفیان بن خالد کو نہیں پہچانتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے اس کا حال بتائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

زبان معجز بیاں سے اس کی شکل و ہیئت کو بیان فرمایا اور فرمایا کہ جب تو اسے دیکھے گا اس سے ڈرے گا اور شیطان اس سے ملاقات کے وقت تیرے دل میں آئے گا۔ عبد اللہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ جس طرح چاہے اس سے بات کرے۔ آپؐ نے اسے اجازت فرمادی وہ اپنی تلوار اٹھا کر چل دیا۔ جب منزلیں طے کرتے ہوئے بطن عرفہ میں پہنچا، اس نے ایک شخص کو ایک جماعت کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا، عبد اللہ انیسؓ کے دل میں اس شخص سے رعب پیدا ہوا، اسی طرح جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ اس نے سفیان کو پہچان لیا اور کہا، صدق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب سفیان کی نظر عبد اللہ پر پڑی، اس نے حال پوچھا، اس نے جواب دیا میں قبیلہ خزاعہ کا ایک مرد ہوں، میں نے سنا ہے کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے فوج جمع کر رہے ہیں، میں آپ کے ہمرکاب رہنا چاہتا ہوں، سفیان نے کہا، ہاں! اسی طرح ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔ عبد اللہ انیسؓ سفیان کے ساتھ چلتے ہوئے شعر پڑھتا رہا اور چند باتیں اس سے خوشامد کے طور پر کہیں، یہاں تک کہ وہ قسمت کا مارا مطمئن ہو کر اپنے خیمہ میں چلا گیا اور آرام کرنے لگا۔ جب رات ہو گئی اور اس کے دوست احباب متفرق ہو گئے اور ہر شخص کسی گوشہ میں جا کر سو گیا، عبد اللہ اس کے خیمہ میں داخل ہوا، تلوار سے اس بدبخت کا سر جسم سے جدا کیا اور اسے لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا، راستہ میں ایک غار میں چھپ گیا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے عنکبوت کو حکم دیا اس نے اس غار کے دروازہ پر جالا تن دیا۔ جب سفیان کی قوم کو صورت حال کا علم ہوا، عبد اللہ کے پیچھے بھاگے، ہر چند انہیں تلاش کیا مگر وہ انہیں نہ مل سکا لا محالہ نا امید و حیران واپس ہوتے۔ عبد اللہؓ غار سے نکل کر اپنی منزل کو چل دیئے، دن کے وقت چھپا رہتا اور رات کو سفر کرتا، یہاں تک کہ مدینہ میں پہنچ گیا۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم اسے مسجد میں ملے، دشمن کے نامبارک سر کو دوست کے پاؤں میں ڈال دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ انیس رضی اللہ عنہ کو ایک عصا عنایت کیا اور فرمایا اسے جنت میں اپنا عصا بناؤ۔ کہتے ہیں کہ وہ عصا اس کے پاس وفات کے وقت تک رہا۔ وفات کے وقت اس کی وصیت کے مطابق اس عصا کو کفن میں لپیٹ کر قبر میں دفن کر دیا۔ بعض ارباب سیرت نے ان باتوں کو آخر سال سوم میں بیان کیا ہے

سریہ ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی

ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو ایک سو پچاس صحابہ کے ساتھ جن میں عبیدہ بن الجراح، سعد بن ابی وقاص اور اسید بن الحضیر بھی شامل تھے بنی اسد کی سرزمین کی طرف بھیجا۔ اس سریہ کے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ اسد کے بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنے متبعین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے ابھار رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مدینہ پر چڑھائی کر دیں اور گرد و نواح میں لوٹ مار کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ کو وصیت فرمائی کہ اس سے پہلے کہ انہیں اطلاع ہو اور وہ لشکر لے کر ہم پر حملہ آور ہوں، تم وہاں پہنچ جاؤ اور انہیں تباہ کر دو۔ ابو سلمہ، ابن زبیر طائی کو اپنا راہنما بنا کر عام راستے سے ہٹ کر چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ بنی اسد کے ایک کنوئیں پر پہنچا اس جگہ جس قدر غلہ اور مویشی تھے ان پر قبضہ کر لیا جو لوگ وہاں موجود تھے ان میں سے بعض کو گرفتار کر لیا اور بعض اپنی قوم کے ساتھ بھاگ کر جا ملے۔ وہاں جا کر انہوں نے اپنی قوم کو مسلمانوں کی کثرت تعداد سے آگاہ کیا۔ قیس بن حارث، طلحہ اور خویلد کو مسلمانوں کے مقابلے سے منع کیا۔ وہ لوگ خوفزدہ ہو کر اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ ابو سلمہ اپنی قوم کے ساتھ ان کے گھروں میں آیا اور غنائم سے اپنی فتح و نصرت کو مضبوط کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسد، ابو سلمہ کے مقابل آ کر جنگ کیلئے صف بستہ ہو گئے۔ سعد بن ابی وقاص نے ایک وار میں ایک مشرک کو جہنم رسید کر دیا۔ پھر لشکر کو پکارا کہ کھڑے کیوں ہو؟ ابو سلمان اور دوسرے مسلمانوں نے یکدم حملہ کر کے کفار کو شکست دے دی۔ مخالفین کا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ صحیح و سالم مال اور غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔

سریہ بیر معونہ

صورت واقعہ یوں ہوئی کہ ابو براء بن عامر بن مالک بن جعفر جسے ملاعب الاسنہ کہتے تھے، قبیلہ نجد سے مدینہ میں آیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شرف یاب ہوا۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی مگر اس نے دعوت اسلام قبول نہ کی۔ اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا دین، دین شریف اور ملت حنیف ہے۔ اگر آپ میرے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نجد اور بنی عامر کے لیے بھیج دیں تو وہ ممکن ہے وہ آپ کے دین کو قبول کریں اور آپ کی دعوت قبول کرتے ہوئے آپ کے احکامات کی اتباع کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نجدیوں سے مطمئن نہیں ہوں،

عامر نے کہا آپ فکر نہ کیجئے آپ کی قوم میری پناہ میں ہوگی، میں کسی شخص کو ان سے معترض نہیں ہونے دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ستر اشخاص کو تیار کیا۔ یہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے لیے لکڑی اور پانی وغیرہ کا انتظام کرتے تھے اور ایک روایت کے مطابق خشک لکڑی بیچتے اور اسے اصحاب صفہ پر خرچ کرتے تھے۔ رات کو نماز ادا کرنے، اطاعت اور قرآن سمجھنے میں مشغول رہتے تھے۔ وہ قراء صحابہ کی جماعت تھی ان میں سے اکثر انصار اور بعض مہاجر تھے اور ان کو بھیجا۔ ارباب سیر نے ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا ہے۔ منذر بن ساعدی، خرام و سلمہ پسران ملحان، حارث بن الصمہ، عامر بن فہیرہ، حکم بن کیسان، سہیل بن عامر، طفیل بن سعد انس بن معاویہ، رافع بن نافع ہذیلی، عروۃ بن الصلت، عطیہ بن عبد عمرو، مالک بن ثابت، عمرو بن امیہ ضمیری اور کعب بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمرو کو اس سریہ کا امیر بنایا۔ نجد اور بنی عامر کے رؤسا کو ایک خط لکھ کر انہیں دے کر نجد کی طرف بھیجا جب مسلمان منزلیں طے کرتے بیر معونہ پر پہنچے وہاں قیام کیا اور اونٹوں کو چراگاہ میں چرانے کے لیے عمرو بن امیہ ضمیری رض اور حارث بن الصمہ رض کو دیا اور مکتوب خرام بن ملحان کے سپرد کیا تاکہ وہ اسے عامر بن طفیل بن مالک بن عامر بن مالک کے بھتیجے کے پاس لے جائے۔ وہ دو دوسرے اشخاص کے ساتھ روانہ ہوا، جب اس قوم کے نزدیک پہنچے، اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا تم یہاں رہو میں جاتا ہوں، اگر انہوں نے مجھے امان دے دی تو تم آجانا اور اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو تم اپنے آدمیوں کے ساتھ مل جانا۔ جب خرام نے عامر بن الطفیل سے بات کی تو اس نے اسے نیزہ سے شہید کر دیا۔ پھر عامر نے قبیلہ بنی عامر سے مدد طلب کی اور بہت بڑی جماعت اکٹھی کر کے بیر معونہ کی طرف چل دیا۔

جب مسلمانوں نے اپنے آپ کو مصیبت میں گھرے ہوئے دیکھا، حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں زاری کی اور کہا، خداوندا! ہمیں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو ہمارا سلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دے، تو ہمارے سلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے جبرائیل علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے ان مظلومین کے سلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا۔

حاصل کلام یہ کہ مسلمانوں نے کفار کے ساتھ جنگ کی اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ صرف عمرو بن امیہ ضمیر اور حارث بن الصمہ رضی اللہ عنہم جو اونٹوں کو چراگاہ میں لے گئے تھے بچ گئے۔

جب انہیں ساتھیوں کے حالات کی اطلاع ہوئی، عمروؓ نے کہا بہتر یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اور اس واقعہ سے آگاہ کریں۔ حارثؓ نے انکار کر دیا اور کفار کی طرف متوجہ ہوا ان کے ساتھ جنگ کی دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ آخر کار مشرکین نے اسے گرفتار کر لیا۔ حارث باوجودیکہ کفار نے اسے قتل کرنے کا خیال ترک کر دیا تھا، پھر جنگ شروع کر دی۔ اور دو دوسرے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ آخر کار شہید ہو گیا۔ عامر بن الطفیل نے عمروؓ کو قید سے رہا کر دیا اور مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ ابو براء کو جب اپنے بھتیجے کے دھوکے کا علم ہوا جو اس نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا اس پر اس قدر حزن و غم طاری ہوا کہ وہ بیمار ہو گیا اور اسی بیماری میں فوت ہو گیا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، چالیس روز صبح کی نماز میں رعل، ذکوان، عصیہ اور وہ لوگ جنہوں نے عامر بن الطفیل کی امداد کی تھی لعنت بھیجی اور فرمایا اللھم اکفنی عامرا۔ اس خبیث کو زن سلولیہ کے گھر میں اونٹ کے طاعون کی مانند طاعون پیدا ہو گیا۔ انتہائی اضطراب سے کہتا تھا غدۃ کغدۃ البعیر و موت فی بیت سلولیۃ، سلولیہ نے اپنا گھوڑا منگوایا، وہ اس پر سوار ہوا اور اسی حالت میں اس کی خبیث روح قفس عنصری سے دوزخ کو پرواز کر گئی علیہ اللعنۃ والخذلان۔

نقل ہے کہ جب عمرو بن امیہ ضمری ان کی قید سے چھوٹ کر مدینہ کی طرف چلا، راستہ میں بنی عامر کے دو مشرکوں سے ملاقات ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں تھے، عمرو کو ان کے امان کی خبر نہیں تھی چنانچہ اس نے ان دو کافروں کو بیر معونہ کے ظلم کے بدلے سوتے ہوؤں کو قتل کر دیا جب قطع مسافت کے بعد مدینہ پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں آیا اور صورت حال اور ان آدمیوں کے قتل کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمروؓ کو خطاب سے خوب فرمایا اور اس بات کی کوشش کرنے لگے کہ ان دو آدمیوں کا خون بہا ان کے ورثاء کو پہنچائیں۔

غزوہ بنی النضیر

چونکہ عمرو بن امیہ نے غلطی سے ان دو عامریوں کو قتل کر دیا تھا لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خون بہا کو ادا کرنے کا اہتمام کرنے کے لیے قبیلہ بنی النضیر سے کہا کہ ہم ان کا خون بہا ادا کریں گے چونکہ وہ بنی عامر کے معاہد تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عہد و پیمان رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت مثل ابوبکر صدیق، عمر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، سعد، معاذ، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ

اس قبیلہ میں تشریف لے گئے تاکہ بنی النضیر ان دو مقتولین کی دیت ادا کرنے میں مدد دیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قبیلہ میں آئے اور بنی النضیر سے مقصد و مدعا بیان فرمایا تو انہوں نے کہا اے ابوالقاسم جو آپ کی خواہش ہے اس کے مطابق ہم کریں گے لیکن آپ تھوڑی دیر توقف فرمایئے تاکہ ہم آپ کی ضیافت کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایک مکان کی دیوار کے ساتھ پشت لگائے ہوئے تھے اور آپ کے تمام ساتھی اس مجمع میں بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں حیی بن اخطب یہودی نے کہا، اے گروہ یہود، تمہیں اس سے بہتر موقع کبھی حاصل نہیں ہو گا۔ تمہارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس سے بہتر صورت نہیں ہے کہ کوئی شخص مکان کی چھت سے ان کے سر پر پتھر مارے تاکہ ہم ان کی تکلیف سے نجات پائیں۔ ابن مقعونہ نختھاس نے کہا یہ کام میں کروں گا۔ سلام بن مشکم نے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے سے منع کیا۔ اور کہا اسی وقت جبرائیل علیہ السلام انہیں آسمان سے آکر تمہارے ارادہ سے آگاہ کر دے گا اور یہ نقض عہد کا سبب ہو گا اور اس کی وجہ سے بڑی خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ بنی النضیر کے یہودیوں نے نہ سنا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے فریب سے آگاہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہ کو بتائے بغیر اس آدمی کی طرح جو رفع حاجت کے لیے جاتا ہے مجلس سے اٹھ کر مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تعرض سے مطمئن تھے۔ جب یہودیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غائب ہونے کی خبر ہوئی، کنانہ جو ایک یہودی تھا، نے کہا، اے یہودیو! کیا تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری مجلس سے کیوں اٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا، خدا کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ کیوں اٹھے اور آپ بھی نہیں جانتے۔ اس نے کہا، مجھے توریت کی قسم، میں جانتا ہوں، قسم بخدا، خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے فریب سے آگاہ کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو فریب اور دھوکہ مت دو کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول اور خاتم انبیاء ہیں۔ تمہارا خیال تھا کہ خاتم انبیاء، والرحل ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے یہ نعمت جسے چاہا دے دی اور جس پر چاہا سعادت کا دروازہ کھول دیا۔ ہم نے توریت میں خاتم انبیاء کی جو صفات پڑھی ہیں وہ تمام آپ کی ذات میں موجود ہیں اور آپ کی ذات بابرکات بغیر کسی کمی و زیادتی کے ان کے ساتھ متصف ہے۔ مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ وہ تمہاری جلاوطنی کا حکم صادر فرمائیں گے۔ تمہارے بچے ضائع، گھر خالی اور مال و اسباب تلف ہوں گے اب مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تم دو کاموں میں سے ایک کرو، انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا،

زیادہ بہتر اور درست یہ ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ کہ تمہاری اولاد اور مال محفوظ رہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہم تورایت نہیں چھوڑ سکتے، اور موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اس نے کہا دوسری یہ بات ہے کہ جب وہ کہیں کہ ملک چھوڑ کر باہر چلے جاؤ تو قبول کر لو تا کہ ان کا حکم قبول کرنے کی وجہ سے تمہارے خون حلال اور مال برباد نہ ہو۔ یہودیوں نے کہا ہم جلاوطنی اختیار کرتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو بنی النضیر میں چھوڑ کر مدینہ میں تشریف لے آئے وہ کافی انتظار کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس آنے سے مایوس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ کو واپس آ گئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حالات دریافت کئے، آپ نے فرمایا یہودیوں کا ارادہ دھوکا کرنے کا تھا، خدا تعالیٰ نے مجھے اس سے آگاہ کر دیا۔ پھر محمد مسلمہ رضی کو بنی النضیر کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ میرے ملک سے باہر چلے جاؤ، کیونکہ میرے ساتھ تم نے دھوکا کیا ہے، تمہیں دس روز کی مہلت ہے۔ دس روز کے بعد جو شخص اس جگہ ملے گا، میں اسے قتل کر دینے کا حکم دوں گا۔ یہودی جلاوطنی قبول کر کے تیاری میں مشغول ہوئے، صحرا سے اونٹوں کو لے آئے اور دوسرے اونٹ کرایہ پہ لے لیے تا کہ باہر چلے جائیں۔ اچانک عبد اللہ ابی سلول منافق کا قاصد ان کے پاس پہنچا کہ تم اپنا وطن مت چھوڑو اور اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو جاؤ اور اطمینان اور فارغ البالی سے رہو، کیونکہ میں دو ہزار تجربہ کار اور بہادر فوج کے ساتھ تمہاری امداد کے لیے آ رہا ہوں۔ بنی قریظہ کے یہودی اور ان کے حلفاء جو بنی غطفان میں بھی ممد و معاون ہوں گے۔ اس وجہ سے حیی بن اخطب نے خوش اور مغرور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیجا، اور پیغام دیا کہ ہم اپنے گھر چھوڑ کر باہر نہیں جائیں گے، آپ ہمارے متعلق جو کر سکتے ہیں کیجیے، جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی بلند آواز سے تکبیر کہی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی موافقت کی۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے غزوہ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ابن ام کلثوم کو خلیفہ بنایا اور حضرت علی رضی ابن ابی طالب کو جھنڈا عنایت فرمایا اور مدینہ سے باہر آ گئے۔ دوسری نماز بنی النضیر کے میدان میں ادا فرمائی۔ جب یہودیوں نے لشکر اسلام کو دیکھا تو مرغی کی مانند قلعوں میں گھس گئے۔ قلعوں کے دروازوں کو بند کر کے تیر اور پتھر پھینکنے لگے عشاء تک انہوں نے جنگ کی، جب مسلمانوں نے عشاء کی نماز ادا کر لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے سردار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ روایات کے اختلاف کے مطابق تھے، صبح تک یہودیوں کا محاصرہ کئے رکھا اور تکبیر کہتے رہے۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ، خطمہ کے میدان میں تھا، ایک تیرانداز جو غزوراء سے موسوم تھا، اس نے ایک تیر پھینکا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں گرا۔ لامحالہ خیمہ کو اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ جب رات ہوئی لشکرگاہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے، اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ نے فرمایا، تمہاری کسی مہم کے لیے باہر گیا ہوگا۔ اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے اور غزوراء کے سر کو زمین پر پھینک دیا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ اس ملعون کا سر ہے جس نے آپ کے خیمہ کی طرف تیر پھینکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حالات کی کیفیت پوچھی، علی المرتضیٰؓ نے عرض کیا میں نے اسے بہادر خیال کرتے ہوئے سوچا ممکن ہے اس کی جرأت اسے رات کو قلعہ سے باہر آنے پر اُبھارے اور جس کسی کو غافل دیکھے اٹھا لے جائے۔ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا، اچانک میں نے دیکھا کہ ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے۔ نو دوسرے آدمیوں کے ساتھ چلا آتا ہے۔ میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے سر کو جسم سے جُدا کر دیا۔ اس کے ساتھی اس قدر نزدیک ہیں کہ اگر آپ میرے ساتھ کچھ لوگ بھیجیں تو ہم ان پر فتح مند ہوں گے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابودجانہؓ، سہیل بن حنیف اور سات دوسرے بہادر علیؓ کے ساتھ کر دیئے۔ علی کرار رضی اللہ عنہ دس بہادر مہاجر و انصار مردوں کے ساتھ غزوراء کے ساتھیوں کے پیچھے بھاگے، اس جماعت کو قلعہ کے باہر جا لیا اور تمام کو قتل کر دیا۔ ان کے سروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی خطمہ کے سروں کے ساتھ اس یہودی بدبخت کے سر کو لٹکا دیں، محاصرہ کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولیلیٰ مازنی اور عبداللہ سلام کو فرمایا کہ یہودیوں کی امیدگاہوں یعنی درختوں کو کاٹ دیں۔ ابولیلیٰ کھجور کے بہترین درختوں کو جو عجوہ کے نام سے موسوم تھے گراتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ یہودیوں پر بہت دشوار ہوگا، اور عبداللہ سلامؓ ان میں سے مردہ کھجوروں کو کاٹتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ عنقریب یہودیوں کی ملکیت کی ہر چیز مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے گی، اس لیے اچھے درختوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس کے متعلق آیہ کریمہ ما قطعتم من لینة او ترکتموھا قائمة

علی اصولها فباذن اللہ ولیخزی الفاسقین۔ نازل ہوئی۔ چونکہ ابن سلول منافق اپنا وعدہ پورا کرنے میں سچا نہیں تھا، کسی بھی طریقہ سے یہودیوں کی امداد نہ کر سکا، انہیں کسی اور جگہ سے بھی مدد اور معاونت کی توقع نہیں تھی، لامحالہ اپنے کئے ہوئے پر پشیمان ہوتے۔ حق تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف اور دہشت پیدا فرما دی اور ان پر اس قدر مایوسی طاری ہوئی کہ انہوں نے کسی شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ ہمیں چھوڑ دیجئے تاکہ ہم ملک چھوڑ کر باہر چلے جائیں اور مسافری اور تنگی کی زندگی بسر کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تمہاری درخواست اس شرط پر قبول کی جاتی ہے اگر تم اپنا تمام اسلحہ چھوڑ دو اور اتنا مال و اسباب جو تمہارے چوپائے اٹھا سکیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ لامحالہ اس پر وہ راضی ہو گئے۔ چھ سو اونٹ لاد کر بعض شام کی طرف اور بعض خیبر اور کچھ دوسرے اطراف میں چلے گئے اور ان کے تمام مال و جائداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی یہ تمام آپ کے قبضہ میں آگئی اور آپ کی ملکیت قرار پائی۔ چنانچہ اس پر خمس بھی مقرر نہ ہوا اور کہتے ہیں کہ بنی النضیر کا اسلحہ پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس کو جو چاہتے عطا فرماتے۔ ان کے اموال و اسباب میں سے کچھ مسلمانوں کو بخشا اور ان کی زمینوں اور اموال سے ایک سال کا نان و نفقہ اپنے لیے مقرر فرمایا تھا۔ جو کچھ بچ گیا مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ ہوتا رہا۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے کے وقت سے غزوہ بنی النضیر تک مہاجرین انصار کے گھروں میں ٹھہرے ہوئے تھے اور وہ ان کے ساتھ برادرانہ طریقہ سے رہتے تھے۔ جب بنی النضیر کے اموال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئے تو انصار سے خطاب کرتے ہوئے انہیں دعائیں دیں اور ان کی تعریف فرمائی اور مہاجرین کے ساتھ ان کی شفقت و احسان کے طرز عمل اور ان کی امداد و اعانت کا شکریہ ادا کیا، پھر فرمایا، اے گروہ انصار! تم چاہتے ہو کہ بنی النضیر کے اموال کو جسے حق تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے۔ تمہارے درمیان تقسیم کر دوں اور ان کے علیحدہ گھر متعین کر دوں، تاکہ ہر شخص اپنے اخراجات کا خود کفیل ہو، سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال کو آپ فقراء و مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے کیونکہ انہوں نے دین کے ساتھ محبت کی وجہ سے اپنی زمین، جائداد، مال و اسباب اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر مسافری اختیار کی ہے اور

اور انہیں خیر باد کہا ہے۔ یہ سب دستور سابق ہمارے گھروں میں رہیں گے کیونکہ ہمارے ہاں تمام خیر و برکت انہیں کے قدموں سے ہے۔ جب سعدین نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، آپ کو ان کی یہ بات اچھی معلوم ہوئی، خوش ہوئے اور ان کے لیے یہ دُعا فرمائی، اللھم ارحم الانصار وابناھا الانصار وابناء ابنائھا، پھر بنی النضیر کے اموال کو مہاجرین میں تقسیم فرمایا اور مصلحت کے طور پر ابو سلمہ بن عبداللہ مخزومی کے خاص ساتھیوں کے لیے مزروعہ زمین متعین کی۔ انصار میں سے سہیل بن حنیف اور ابو دجانہ کے لیے ان کی احتیاج کی وجہ سے ان کے لیے حصہ جدا کیا اور بنی النضیر کے اسلحہ میں سے ابن ابی الحقیق کی تلوار جو عمدگی میں مشہور تھی، سعد بن معاذ کو عطا فرمائی واللہ علیم الرشاد۔

ولادت حسنین بن علی رضی اللہ عنہما

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا فرما لیتے تو اپنا رخ انور اپنے اصحاب کی طرف کرتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے انوار سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں سے غم و اندوہ کی تاریکیاں دور ہو جاتیں، ایک روز صبح کی نماز ادا فرما کر غیبی اشارے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مخصوص فرمایا اور اپنے ساتھ مسجد سے باہر لائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم حالات سے واقف نہیں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں آئے۔ اندر آنے سے پہلے علیؓ سے فرمایا کہ وہ حجرہ کے دروازہ پر ٹھہرے اور آنے والوں کو داخل ہونے سے پہلے روکے، کیونکہ حسینؓ پیدا ہوئے ہیں اور ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مبارک باد کے لیے آ رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اندر آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پہنچے تھے، دروازہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھڑے دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھا، حضرت علیؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں ہیں اور مجھے آنے والوں کو روکنے کے لیے دروازہ پر کھڑا کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ علیؓ نے کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کام میں مصروف ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا، فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے، فرشتے اس کی زیارت کو آتے اور مبارک دیتے ہیں، اب تک چار ہزار چار سو بیس فرشتے آ چکے ہیں اور دوسرے آ رہے ہیں۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس

علی ؓ کی ان پر اطلاع پر متعجب ہوئے۔ تھوڑی دیر ٹھہرے تو امیرالمومنین عمرؓ عثمانؓ اور دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم آ گئے اور انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو حجرہ میں لائے۔ امیرالمومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علی المرتضیٰ ؓ سے جو کچھ سنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تجھے اس حقیقت کی کس نے اطلاع دی اور ملائکہ کی تعداد کا تجھے کیسے علم ہوا، انہوں نے عرض کیا میں ملائکہ کے آنے سے واقف ہو گیا اور فرشتوں کی جو جماعت بھی آتی اپنی زبان میں اپنی تعداد بتاتی، میں ان کی تعداد ایک دوسرے سے اخذ کرتا یہاں تک کہ ان کی یہ تعداد ہو گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زادک اللہ عقلاً۔

واقعات سال چہارم

وفات عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ

ان واقعات میں سے ایک تو عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے کی وفات تھی، دوسرے ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی جو ام سلمہ کے خاوند تھے، فوت ہوئے۔ فاطمہ بنت اسد، امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کی والدہ بھی اسی سال فوت ہوئیں۔ پھر اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ جو ابوسلمہ ؓ متوفی کی بیوہ تھیں سے نکاح کیا اور اُمہات المومنین میں شامل کیا۔

غزوہ بدر صغرا

ابوسفیان نے جنگ اُحد سے لوٹتے وقت مسلمانوں سے یہ کہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان آئندہ سال اسی موسم میں بدر میں ایک اور جنگ ہو گی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے جواب دیا تھا کہ ہمیں منظور ہے۔ دوسرے سال ابوسفیان نے جنگ کے معاملات کی تیاری اور جنگ و قتال کے اسباب مہیا کرنے میں مشغول ہو کر قریش کو جنگ کے لیے ابھارا لیکن اس کا دل زبان کا ساتھ نہیں دیتا تھا، اور اس کا تکلف سے اظہار کرتا تھا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ابوسفیان کی طرف سے وعدہ خلافی ہوئی۔ پھر نعیم بن مسعود اشجعی نے جو کہ مدینہ سے مکہ آیا تھا، قریش کو لشکرِ اسلام کی منادی، شان و شوکت اور سامان جنگ کی تیاری کے حالات بتائے۔ ابوسفیان نے اس سے

ملاقات کر کے اسے کہا کہ غزوۂ احد میں ہمارا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قسم کا وعدہ تھا، لیکن اس سال سخت قحط ہے، اس لیے ہم پسند نہیں کرتے کہ ان کی طرف لشکر کشی کریں۔ اگر تم مدینہ جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے ڈراؤ اور خوفزدہ کر کے باہر نکلنے سے روک دو تاکہ وعدہ خلافی ان کی طرف سے متحقق ہو تو میں ضامن ہوں کہ قریش تمہیں چند تین سالہ اونٹ انعام دیں گے۔ سہیل بن عمرو نے کہا میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ وصول ہوں گے۔ نعیم مدینہ گیا اور مسلمانوں کو کفار کے لشکر کی تیاری اور اس کی شان و شوکت کی خبر دی اور ان سے جنگ و قتال کرنے سے ڈرایا اور کہا مصلحت اسی میں ہے کہ مدینہ سے ہرگز باہر نہ نکلا جائے اور عافیت کے پاؤں قیام کے دامن میں رکھے رہیں۔ مسلمانوں نے اسے سچا سمجھ کر خروج کو ناپسند کیا اور شہر میں ٹھہرے رہنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ کوئی شخص بھی اس غزوہ کو اختیار نہیں کرے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان بدر میں جانے پر اصرار کیا اور معقول اور پسندیدہ باتیں کیں۔ سابقہ تجربہ کی روشنی میں درست رائے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرور و شادماں ہو کر فرمایا، خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، میں جنگ کے لیے جاؤں گا خواہ احد کے ساتھی میرے ساتھ موافقت نہ کریں۔ اس بات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل سے خوف و خشیت جاتا رہا اور ان کے دلوں میں قوت و شوکت پیدا ہوئی، جنگ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رواحہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا، نصرت شعار جھنڈا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دے کر ڈیڑھ ہزار بہادروں کے ساتھ ابوسفیان کے ذلیل شیطان صفت لشکر کے مقابلہ کے لیے مدینہ سے نکلے۔ اسلامی فوج میں اس دفعہ دس گھوڑوں سے زیادہ گھوڑے نہیں تھے، لیکن تجارت کا سامان صحابہ کے پاس بہت تھا۔ ماہ ذی قعدہ کی یکم کو میدان بدر میں اترے۔ سامان کو پوری قیمت پر فروخت کیا چنانچہ ہر دینار پر ایک دینار نفع ہوا۔ آٹھ روز کے بعد اطمینان و خوشی اور سکون خاطر سے مدینہ کی طرف لوٹے۔ اس سفر میں مسلمانوں کا مقابلہ کفار سے نہیں ہوا اور آیۂ کریمہ فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسھم سوء واتبعوا رضوان اللہ واللہ ذو فضل عظیم۔ بعض کے قول کے مطابق اسی

سلسلہ میں نازل ہوئی۔ کہتے ہیں ابوسفیان دو ہزار مردوں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا، مرالظہران تک پہنچ کر واپس ہو گیا، بہانہ یہ کیا کہ صحرا خشک ہے، چارہ اور گھاس نہیں ہے، اس لیے اونٹ دودھ نہیں دیتے۔ لشکر تنگی میں گزارہ کرتا ہے۔ جب مسلمانوں کی شوکت و دبدبہ اور قوت و طاقت کفار سے بیان کی گئی، صفوان نے ابوسفیان سے کہا تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کا وعدہ کیا لیکن اپنے وعدہ کو پورا نہیں کر سکا، یہاں تک کہ وہ ہم پر دلیر ہو گئے، پھر وہ جنگ خندق کا سامان تیار کرنے میں مشغول ہوئے چنانچہ عنقریب انشاء اللہ اس کا بیان آئے گا چونکہ ستوؤں کے بغیر مکہ والوں کی اس سفر میں کوئی اور خوراک نہیں تھی، اسی سے غذا حاصل کرتے، اسی لیے اسے جیش السویق کہتے ہیں۔

ایک اور واقعہ

کہتے ہیں کہ اسی سال ایک یہودی مرد نے ایک یہودی عورت سے زنا کیا، توراۃ کے حکم کے مطابق جو شریعت محمدیؐ کے موافق تھا دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا گیا، مگر بعض یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دینا چاہا۔ انہوں نے کہا کہ توراۃ میں زانی مرد اور زانیہ عورت کی اس طرح تشہیر کا حکم ہے کہ ان کے منہ سیاہ کر کے اونٹ پر الٹے منہ سوار کریں اور شہر میں پھرائیں، عبداللہ سلامؓ نے بڑے اہتمام سے اس قوم کو جھٹلایا اور توراۃ سے اسی طرح حکم نکلا جس طرح قرآن میں ہے اور تمام پر یہودیوں کی بات کا بطلان اور کذب ظاہر ہو گیا۔

طعمہ بن ابیرق اوسی کی چوری

طعمہ بن ابیرق اوسی نے قتادہ بن النعمان انصاریؓ کے گھر سے زرہ چرائی اور ایک یہودی جس کا نام انید بن السمین تھا کے گھر میں اس کے سپرد کی، قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ نے کسی نہ کسی طریقہ سے اس زرہ مذکور انید کے گھر سے برآمد کر لیا تھا۔ انید مسکین کو محاسبہ اور باز پرس کے لیے بلایا گیا، اس نے کہا، اسے میرے گھر میں طعمہ بن ابیرق بطور امانت سپرد کر گیا ہے۔ باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں چوری کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گواہی دی جس سے اس خیانت سے طعمہ کی ذمہ داری جاتی رہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو سزا دینے کا ارادہ فرمایا لیکن اسی حالت میں آیت کریمہ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم

بین الناس بما اراك الله ولا تكن للخائنین، نازل ہوئی۔ لامحالہ آنحضرت اللہ علیہ وسلم رک گئے اور طعمہ کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا، طعمہ بھاگ کر مکہ چلا گیا، وہاں اس نے ایک چوری کی اور چوری ہی میں اپنی جان کو برباد کیا اور ایک روایت میں ہے کہ وہاں سے بھی بھاگ گیا اور کشتی میں سوار ہوا، وہاں کشتی والوں کی روپوں کی تھیلی چرائی، انہوں نے اسے پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔

حرمت خمر

اس سال اکثر بزرگوں کے قول کے مطابق آیت تحریم خمر نازل ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے یہ آیت کہ ومن ثمرات النخیل تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا، اتری۔ اس زمانہ میں مسلمان ابھی اسے پیتے تھے بلکہ اسے مباح قرار دیتے تھے۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جو کثرت عقل اور وفور دانش سے آراستہ و پیراستہ تھی ان مفاسد کی وجہ سے جو وہ اس سے محسوس کرتے تھے، ہمیشہ اس خواہش میں رہتے تھے کہ شراب کے متعلق کوئی قطعی حکم نازل ہو اور حق تعالیٰ سے یہ سوال کرتے تھے، خدا تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما جب آیت نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھ کر فرمایا کہ یہ تحریم خمر کا مقدمہ ہے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی۔ اللھم بین لنا بیانا شافیا فی الخمر، صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس آیت کے اترنے پر شراب کو بالکل چھوڑ دیا اور کہا کہ وہ چیز جس میں گناہ بڑا ہو اس کا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے اور دوسرا گروہ ومنافع للناس کو دیکھتے ہوئے کبھی کبھار استعمال کر لیتے تھے، یہاں تک کہ ایک روز عبداللہ بن عوف نے اپنے بعض دوستوں کی ضیافت کی ہوئی تھی وہاں شراب لا کر انہوں نے پی، اور نشے کی حالت میں تھے کہ رات کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے، نماز میں ان کے امام نے سورہ قل یا ایھا الکافرون پڑھی۔ چند مقامات پر جہاں لا کا کلمہ تھا چھوڑ دیا۔ حق تعالیٰ نے آیت بھیجی یا ایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون، اس کا ارتکاب کرنے والے گروہ نے جب اسے نماز و عبادت کے منافی دیکھا، اس سے ہاتھ کھینچ لیا لیکن دوسری جماعت کو اس کے پینے کا اتفاق ہوا، لیکن نماز کے وقت اس سے احتراز کرتے اور ہوش میں رہنے کی کوشش کرتے، یہاں تک کہ عتبان بن مالک انصاری نے صحابہ رضی اللہ عنہم

کی ایک جماعت کی ضیافت کی اور اونٹ ذبح کر کے بریاں کیا ہوا تھا۔ جب کھانا کھا چکے وہ شراب لے آیا، انہوں نے اسے پیا، حالت نشہ میں ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے اور ایسے اشعار جو ان کے مناسب حال تھے پڑھتے۔ سعد بن ابی وقاص نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں انصار کی ہجو اور اپنی قوم کی مدح تھی۔ ایک انصاری جس کے ہاتھ میں اونٹ کی ہڈی تھی سعد کے پاس کھڑا تھا، سعد کے سر پہ ماری اور اس کا سر پھوڑ دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر انصاری کی شکایت کی۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو جب واقعہ کی کیفیت معلوم ہوئی پھر دعا کرتے ہوئے کہا اللھم بین لنا بیانا شافیا فی الخمر، حق تعالیٰ نے آیت بھیجی، یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون، انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون، امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ جب یہ آیت سنی تو کہا انتھا یارب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بازار میں اعلان کر دیا گیا کہ الاوان الخمر قد حرمت، جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً شراب حرام ہو گئی۔ اعلان کے وقت جو شخص شراب پی رہا تھا اپنا ہاتھ روک لیا بعض نے اپنے آلودہ ہاتھ اور منہ کو دھو دیا، جس گھر میں بھی شراب تھی تمام کو بہا دیا چنانچہ شراب بازاروں میں پانی کی طرح بہنے لگی۔ بزرگان دین نے اس آیت کریمہ میں دس دلیلیں بیان کی ہیں اور شراب کی حرمت کو ثابت کیا ہے چنانچہ امام الائمہ مفتی الثقلین نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ شرح اربعین میں انہیں بیان کیا ہے۔ پہلی دلیل یہ کہ خمر کو جوئے کے ساتھ بیان کیا ہے انما الخمر والمیسر، جو حرام ہے اس کا ساتھی بھی حرام ہے۔ دوسری دلیل بت پرستی جو حرام ہے اس کے ساتھ بیان کی ہے والانصاب والازلام اور یہ بدترین محرمات ہے۔ اسے بھی چاہیے کہ حرام ہو۔ تیسری دلیل۔ اسے رجس فرمایا اور رجس نجس اور پلید ہے اور جو چیز نجس ہو حرام ہے۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ فرمایا من عمل الشیطان اور جو شیطان کا کام ہے حرام ہوتا ہے۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ اجتناب کا حکم دیا ہے اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے اور جس سے اجتناب ضروری ہو حرام ہوتا ہے۔ چھٹی دلیل،

فلاح کو اس سے اجتناب کے ساتھ مربوط کیا لعلکم تفلحون، اور یہ حرمت کی دلیل ہے۔ ساتویں دلیل بغض و عداوت کا یہ سبب ہے۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر اور جو چیز مسلمانوں کیلئے دشمنی کا سبب ہو حرام ہوتی ہے۔ آٹھویں دلیل۔ اللہ کی یاد سے روکنے والی ہے، و یصدکم عن ذکر اللہ اور یہ بھی حرمت کی دلیل ہے۔ نویں دلیل نماز سے محرومی کا سبب ہے وعن الصلوٰۃ اور یہ بھی حرمت کی دلیل ہے۔ دسویں دلیل یہ ہے کہ فرمایا فھل انتم منتھون، یعنی انتھوا اور یہ اجتناب کا حکم ہے اور وجوب کا امر ہے اور جس کا چھوڑنا فرض ہو، حرام ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

اٹھواں باب

غزوہ ذات الرقاع

بعض ارباب سیر کہتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع اسی سال وقوع پذیر ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ ایک شخص چند بھیڑیں فروخت کرنے کے لیے مدینہ میں لایا تھا، اس نے مسلمانوں کو بتایا کہ قبیلہ بنی رغار اور ثعلبہ نے لشکر جمع کیا ہے اور وہ تمہارا قصد رکھتے ہیں۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو پہنچی، ذی النورین رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا گیا اور چار سو آدمیوں اور ایک روایت میں سات سو آدمی اس ماہ کی دس تاریخ شنبہ کی رات مدینہ سے نکلے، قطع مسافت کرتے ہوئے ان کے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ وہ جگہ ذات الرقاع سے ملقب تھی، کیونکہ وہ مختلف رنگوں کے مرقع کپڑے کی مانند ایک پہاڑ کے قریب واقع تھی۔ اس جگہ عورتوں کے بغیر کوئی مرد انہیں نہ ملا، کیونکہ مرد پہاڑوں اور ٹیلوں میں قلعہ بند تھے۔ اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ مشرکین اپنی کمین گاہوں میں چھپے ہوئے ہوں فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے ان پر حملہ کریں، مسلمانوں نے کفار کے اموال کو نہ لوٹا، اس جگہ نماز خوف ادا کی یہ سب سے پہلی نماز خوف تھی جو ادا کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے غائب رہنے کی مدت پندرہ راتیں تھی پھر مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ ربیع الاول تک مدینہ سے کوئی لشکر باہر نہیں گیا۔

غزوہ دومۃ الجندل ایک پہاڑ ہے جہاں سے کوفہ دس منزلیں اور دمشق بھی دس منازل پر ہے اور کہتے ہیں کہ دومۃ الجندل قلعہ ہے جس کی بنیاد پتھر پر رکھی ہے اور اس جگہ کی پیداوار کھجور اور جَو ہیں۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ اس جگہ ایک جماعت جمع ہو گئی ہے اور مسافروں کو بہت تکلیف پہنچاتے ہیں اور اکید ابن مالک نصرانی اس جگہ کا حاکم ہے اور وہ قیصر کے زیر فرمان ہے، اور بہت سی فوج جمع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ و قتال کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ربیع الاوّل روز دوشنبہ کو ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں خلیفہ بنایا۔ ایک رہبر مقرر کر کے قطع مسافت کرتے ہوئے سرکشوں کے قلع قمع کے لیے روانہ ہوئے، رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت راستہ سے ایک طرف ہو جاتے اور قیام کرتے تھے، جب ایک روزہ سفر رہ گیا، رہبر نے عرض کیا کہ مخالفین کے مواشی نزدیک ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مواشی پکڑنے اور سامان ضبط کرنے کا حکم دیا۔ مواشی چرانے والوں اور اموال کے محافظوں نے ادھر ادھر بھاگ کر قلعہ دومۃ الجندل کے باشندوں کو خبر پہنچائی، وہاں کے لوگ منتشر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا۔ ان لوگوں نے سے کوئی شخص سامنے نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز وہاں قیام فرمایا اور اطراف میں چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ کیے۔ محمد بن مسلمہ رض نے مخالفین کے ایک شخص کو گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قوم کے متعلق خبر پوچھی، اس نے کہا جب انہوں نے مسلمانوں کے اس طرف متوجہ ہونے کی خبر سنی گھروں کو چھوڑ کر تیزی سے بھاگے، وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا۔ وہاں سے آپ صحیح و سالم اور مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ اس سفر کی مدت ایک ماہ سے زیادہ تھی۔

غزوہ مریسیع اسے غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں اور مریسیع ایک کنوئیں کا نام ہے جہاں بنی المصطلق ٹھہرتے تھے۔ وہ بنی خزاعہ کا مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی ہے۔ قدید سے ساحل تک اور مصطلق، خذیمہ بن سعد بن عمرو بن عمیر بن ربیعہ بن حارثہ کا

لقب ہے جو بنی خزاعہ سے ہے اور بنی خزاعہ کے ایک بطن کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ اس قوم کے پیشوار حارث بن ابی ضرار نے بعض عرب قبائل سے استدعا کی کہ وہ اس کے ساتھ اتفاق کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ و قتال کا شورہ کریں۔ اس ارادے سے بدبختوں کی جماعت جمع ہو کر جنگ کی تیاری میں مشغول ہو کر جنگ کی خاطر مدینہ کی طرف بڑھنے لگے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ بن الحصیبؓ کو مخالفین کی طرف بھیجا تاکہ خبر کی تحقیق کریں۔ بریدہؓ ان کے پاس گئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیے۔ اس نے تقاضئے وقت کے مطابق کہا میں نے سنا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ میں قاصد ہوں اور اس غرض کے لیے آیا ہوں تاکہ معلوم کروں کہ آیا یہ بات واقع کے مطابق ہے۔ اگر ایسا ہو تو میں تمہاری مدد کروں، بنی المصطلق اس کے ساتھ عزت و احترام کے شرائط بجا لاتے۔ انہوں نے کہا ہاں یہ ہمارا پختہ ارادہ ہے۔ بریدہ نے کہا مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں جا کر اپنے آدمیوں کو تیار کر کے واپس آؤں اور اپنے ساتھ لاؤں جو دشمن کو ہلاک کریں۔ اس بہانہ سے ان سے نکل آیا اور جو کچھ معلوم کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا سامان تیار کر کے مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقدمۃ الجیش پر، زید بن حارثہؓ میمنہ پر، عکاشہ بن محصن میسرہ پر ہوں گے۔ لشکر میں تیس گھوڑے مہاجرین کے اور بیس انصار کے تھے۔ اس سفر میں منافقین نے غنیمت کے لالچ میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ دشمن کے ایک جاسوس کو پکڑ کر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے جو کہ مقدمۃ الجیش پر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دھمکانے پر جاسوس نے اعتراف کیا کہ مجھے بنی المصطلق کے سردار نے اسلامی فوج کی جاسوسی کے لیے بھیجا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس جاسوس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور صورتِ واقعہ عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک کے سامنے کلمہ توحید پیش کیا، اس بدبخت نے انکار کر دیا چنانچہ اسے تلوار کی ایک ضرب سے جہنم رسید کر دیا گیا۔ جب مخالفین کو جاسوس کے قتل ہونے کی خبر پہنچی ان پر خوف و دہشت طاری ہو گئی۔ بہت سے لوگ جو اطراف و اکناف سے آ کر حارث بن ضرار کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ مختلف راستوں سے فرار ہو گئے اور ہر ایک بھاگ کر اپنی قیامگاہ

اور شہر میں چلا گیا اور حارث کے ساتھ بنی المصطلق کے سوا کوئی قبیلہ نہ رہا۔ سلطانِ تختِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم منازل ومراحل طے کرنے کے بعد بنی المصطلق کے کنوئیں پر اترے۔ اس سفر میں اُمہات المومنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما ساتھ تھیں۔ ادھر کفار بھی لشکر کی ترتیب میں مشغول ہوئے اور تاریکی اور کفر کا جھنڈا صفوان نامی ایک شخص کے سپرد کر کے میدان جنگ وقتال میں نکلے جب صفیں درست ہوگئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مشرکین کو دین توحید کی دعوت دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی طرف رُخ کر کے بلند آواز سے کہا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کہو تاکہ تمہاری جانیں اور اموال محفوظ رہیں، انہوں نے قبول نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر مسلمانوں نے یکدم حملہ کر دیا۔ اس حملہ کے وقت قتادہؓ نے اس شخص کو قتل کر دیا جس کے پاس مشرکین کا جھنڈا تھا۔ حق تعالیٰ نے ملائکہ کے ساتھ مسلمانوں کی امداد فرمائی اور ان کے دل میں خوف ودہشت پیدا کر دی، یہاں تک کہ کفار کو شکست ہوگئی۔ ان میں سے دس آدمی قتل اور باقی قید ہوگئے۔ مسلمانوں میں سے ایک شہید ہوا۔

نقل ہے آتش جنگ فرو ہونے کے بعد بنی المصطلق کا ایک شخص زیورِ اسلام سے مشرف ہوا، اس نے کہا، اس لڑائی میں ابلق گھوڑوں پر سفید پوش مردوں کو اسلامی فوج میں ہم مشاہدہ کرتے تھے جنہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ کہتی ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھروں کے قریب پہنچے، میرے باپ نے کہا اس دفعہ عجیب فوج نے ہمارا رُخ کیا ہے جب میں مسلمان ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عقد نکاح سے سرفراز کیا تو اسلامی فوج کی پہلی سی شوکت وعظمت مجھے نظر آئی۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ خوف ودہشت تھی جسے حق تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں ڈال دیا۔ جب خدا تعالیٰ کی مدد واعانت سے مسلمانوں کو فتح ہوگئی اور کفار مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے تو جویریہ بنت حارث بن ضرار کو ثابت بن قیس بن شماس نے گرفتار کیا تھا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں اور مال غنیمت کو تقسیم کر کے گھر تشریف فرما ہوئے تو جویریہ بھی داخل ہوئیں۔ جب میری نظر اس پر پڑی میرے دل میں آتش غیرت شعلہ زن ہوئی کیونکہ وہ بہت عمدہ اور حسین وجمیل تھی۔ میں نے کہا ایسا نہ ہو کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی منظور نظر ہو جائے اور آپؐ کا دل اس کی طرف راغب ہو اور اسے ازواج مطہرات

میں شامل کر لیں، آخر یہی ہوا۔ کیفیت واقعہ یوں تھی کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے مشرف ہوئی، اس کی سب سے پہلی بات یہ تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہو کر آئی ہوں، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ، پھر کہا میں حارث بن ضرار قبیلہ کے سردار اور پیشوا کی بیٹی ہوں، اب لشکر اسلام کی قیدی ہوں اور ثابت بن قیس نے مجھے گرفتار کیا ہے۔ اب مجھے اس چیز کے ساتھ مکاتب کیا ہے جسے میں ادا نہیں کر سکتی۔ اب آنجناب سے درخواست ہے کہ مجھے ایسا حکم فرمائیں جسے میں ادا کر سکوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ایسا ہی کروں گا۔ اور اس سے بہتر بھی تجھ سے عہد کروں گا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری مکاتبت کا مال بھی دوں گا اور تجھے اپنے حبالۂ نکاح میں بھی لاؤں گا۔

چہ دولتی بہ ازیں کز گزشت سوز فراق نسیم وصل تو یابد دل بجاں مشتاق

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور جویریہ کو اس سے طلب کر کے مکاتبت کی رقم اس کو دی، آزادی کے بعد اسے اپنے نکاح میں لائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب صورت حالات کا علم ہوا، انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے اقرباء اور رشتہ دار ہماری اسیری اور غلامی کی ذلت میں مبتلا ہوں۔ لامحالہ انہوں نے تمام بنی المصطلق کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ قیدی سو سے زیادہ تھے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے اب تک یہ علم نہیں تھا کہ کسی قوم کی خیر و برکت اس طرح عام جیسا کہ جویریہؓ کی خیر و برکت اپنی قوم کے لیے ہوئی۔ کہتے ہیں کہ گرفتاری سے پہلے اس کا نام بَرّہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جویریہ تجویز فرمایا۔

اس غزوہ کے دوسرے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ بنی مصطلق سے فراغت کے بعد سنان بن جہنی کا اپنے معاہد قبیلہ خزرج اور جہجاہ کے درمیان جنہوں نے اپنے ڈول کو ان کے کنوئیں میں ڈال دیا تھا، جھگڑا ہو گیا، اور یہ اس طرح ہوا کہ ڈول آپس میں مل گئے، ان میں سے ایک باہر نکلا جہجاہ کہتے تھے کہ یہ ہمارا ڈول ہے اور سنان کہتا کہ میرا ہے لیکن دراصل ڈول سنان کا تھا الغرض جھگڑے یہاں تک نوبت پہنچی، چنانچہ جہجاہ نے سنان کے منہ پر گھونسا مارا جس سے خون بہنے لگا۔

سنان نے فریاد کی اور گروہ انصار کو بلایا۔ جہجاہ نے ایک نعرہ بلند کیا اور مہاجرین کو بلا لیا۔ دونوں فریق تلواریں کھینچ کر فساد کے لیے کود پڑے، قریب تھا کہ آتش فتنہ و فساد بھڑک اٹھے۔ چونکہ جہجاہ نے بلاوجہ جہنی کے منہ پر گھونسا مارا تھا اور اس کے منہ کو خون آلود کر دیا تھا۔ مہاجرین کی ایک جماعت نے بڑی دلجوئی، منت سماجت اور خوشش گفتاری سے سنان کو درخواست کی کہ وہ اپنے بھائی کو معاف کر دے اور اپنے حق کو چھوڑ دے۔ سنان نے دوستوں کی خاطر جہجاہ سے درگزر کیا اور اسے معاف کر دیا اس کے بعد یہ صورت حال عبداللہ ابی سلول منافق نے سنی تو غضبناک ہوا اور اپنے ساتھی منافقین کی جماعت کو جو اس کی مجلس میں موجود تھے کہا، مہاجرین کو جو قوت و طاقت حاصل ہوتی ہے وہ ہماری وجہ سے ہے خدا کی قسم ہماری اور ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کُک، گلگ کے ساتھ اور کہا میں مدینہ میں جا کر جو سب سے زیادہ عزیز ہے، اسے سب سے زیادہ ذلیل کروں گا۔ چنانچہ قرآن نے یہ بات بیان فرمائی ہے ـــ

یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل ، اس بدبخت کی لفظ اعز سے مراد، اس بدطینت منحوس کی اپنی ناپاک ذات تھی، اور لفظ اذل سے ذات مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد تھی، پھر اس نے اپنی قوم کے اکابرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ کام ہے جو ہم نے خود کیا ہے۔ انہیں اپنے شہر میں تم نے جگہ دی، اپنے اموال میں انہیں شریک کیا، لامحالہ وہ تمہارے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں، اگر تم ان کی اس طرح مدد و اعانت نہ کرتے تو آج وہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے۔ زید ابن ارقم انصاری اس مجلس میں موجود تھے جس میں وہ ملعون اس قسم کی باتیں کر رہا تھا باوجود کم عمری کے آپ نے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اس لعین سے جو کچھ سنا تھا بغیر کسی زیادتی کے بیان کر دیا۔ اس وقت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم مثل صدیق اکبر، فاروق اعظم، ذی النورین، سعد، وقاص، محمد بن مسلمہ اور عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں موجود تھے۔ زید کو غرض سے متہم کیا۔ زید نے فریاد کی کہ جو کچھ میں نے عبداللہ سے سنا ہے بے شائبہ غرض، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسا تو نہیں کہ تجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔ زید نے پھر اپنی بات کو قسم سے پختہ کیا اور اصرار کیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرؓ! اگر میں اس کے قتل کو جائز قرار دوں تو مدینہ کے بہت

سے سردار کانپ اٹھیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اگر آپ مہاجرین کو نہیں فرماتے تو محمد بن مسلمہؓ، عبادہ بن بشر یا سعد بن معاذ سے فرمایئے کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ بلکہ تم لوگوں سے کہو کہ وہ کوچ کریں۔ سخت گرمی کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا، شدید گرمی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے اور کوچ کا ارادہ فرمایا۔ لوگوں کو کچھ علم نہیں تھا کہ باوجود اس قدر شدید گرمی کے کوچ کا کیا سبب ہے۔ دراصل مقصد یہ تھا کہ لوگ ان باتوں میں مصروف نہ ہوں۔ کہتے ہیں کہ اس وقت اسید حضیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہے کہ اس وقت آپ نے کوچ فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہیں وہ بات نہیں پہنچی جو تمہارے ساتھی نے کہی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ساتھی اور اس نے کیا کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ابی نے کہا ہے کہ جب میں مدینہ میں جاؤں گا تو عزیز ترین شخص کو ذلیل ترین کر کے نکال دوں گا۔ اس عرض کیا اگر آپ چاہیں تو اسے وہاں سے نکال دیں، کیوں کہ آپ کا عزیز ہونا مسلّم ہے اور ذلیل ترین وہ شخص ہے بعزت خدا، اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے۔ پھر اسیدؓ نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ نرمی اور مدارات کا سلوک کیجئے کیونکہ آپ کی ذات ہمایونی کی تشریف آوری سے پہلے یثرب کے لوگوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ مدینہ کی ریاست و حکومت کا اہم کام اس کے سپرد کر دیں، اور اس کے لیے جواہرات اور موتیوں سے آراستہ تاج تیار کیا تھا، مدینہ میں ہر قیمتی موتی اس میں ٹانکا گیا، اس کی تکمیل ایک قیمتی موتی سے ہوئی جو یوشع یہودی کا تھا، جب اس نے لوگوں کو اس موتی کا محتاج پایا تو موتی کی قیمت کو موجودہ وقت کے نرخ سے زیادہ مقرر کیا اور اس کی قیمت میں کسی صورت بھی کمی نہ کی اور وہ تاج ایک سنار کی دکان پر تھا کہ حق تعالیٰ نے طیب و طاہر مدینہ کے تاج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موکب ہمایونی کے غبار کے پھولوں سے آراستہ کر دیا اور اس ملک کو آپ کے وجود باجود ملازمین روز افزوں سے مزین و مشرف فرمایا۔ وہ ملک و حکومت کے سلب ہو جانے سے اسی قسم کی اُمید رکھتا ہے، پس لامحالہ بے صبری سے اس قسم کی لایعنی باتیں زبان سے نکالتا ہے۔

نقل ہے کہ مجلس ہمایونی میں بعض انصار حاضرین جنہوں نے زید بن ارقم کی زبان سے یہ باتیں سنیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں عظیم تغیر مشاہدہ کیا تھا ابن ابی کے پاس گئے اور اسے کہا کہ تیری طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں چند باتیں پہنچائی گئی ہیں، اگر اس قسم کی باتیں تجھ سے سرزد ہوئی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر معذرت کر اور توبہ و استغفار کا دامن پکڑ، تاکہ حق تعالیٰ سے تیرے لیے مغفرت طلب کریں اور انکار بالکل نہ کرنا تاکہ تیرے متعلق آیت نازل نہ ہو جو تیری تکذیب کرے اور اگر وہ بات خلاف واقعہ ہے تو اپنی بات کو قسم سے پختہ کر کے اپنے آپ کو اس تہمت سے بری کر، بہرصورت ابن ابی منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں آیا اور بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ وہ بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک تک پہنچائی گئی ہے خلاف واقع ہے اور وہ کلمہ قطعاً میری زبان سے نہیں نکلا، اور زید بن ارقم اپنی بات میں جھوٹا ہے۔ بعض حاضرین مجلس نے یقین کر لیا کہ زید کی بات غرض پر مبنی تھی، اور بعض کا خیال تھا کہ کم عمری کی وجہ سے اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ لوگ جو عبداللہ کو عزت و وقار کی نظر سے دیکھتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمہیداً کچھ بیان کر کے کہنے کہ یا رسول اللہ صلعم ایک بچے کی بات ہمارے بزرگ شیخ کے متعلق تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کی قسم اور خیرخواہ دوستوں کے کہنے سننے سے منافق کی بات کو باور کرتے ہوئے زید بن ارقم کے معاملہ کو سہو و نسیان پر محمول فرمایا۔ لوگوں نے اس کے حق میں زبان طعن دراز کی، یہاں تک کہ اس کے چچا نے اسے کہا، اے زید! یہ کوئی کام نہیں جو تو نے کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری بات کی تکذیب کی اور عبداللہ کی تصدیق فرمائی، لوگ تجھے دشمن سمجھتے ہیں۔ زید بن ارقم اس واقعہ سے اتنے غمگین ہوئے کہ اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایک روایت میں ہے کہ زید اونٹ پر سوار رنج و ملال میں اسے بھگائے لیے جاتا تھا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری میری طرف دوڑائی اور میرا کان پکڑ کر مروڑا اور مسکراتے ہوئے میرے چہرہ پر نظر ڈال کر فرمایا، اے زید! تجھے خوشخبری ہو کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے تیری تصدیق اور منافقین کی تکذیب فرمائی اور سورہ المنافقون کے شروع سے اس آیت یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل تک پڑھی۔

جب زید کی سچائی ثابت ہو گئی، عبادہ بن الصامت اور اوس، عبداللہ کے پاس سے گزرے اور اسے سلام تک نہ کیا وہ ان سے ناراض ہوا، انہوں نے اسے جھوٹی قسم کھانے اور کذب کے ظہور پر ملامت کی۔ پھر اوس رضؓ نے کہا، ہم آج کے بعد تجھ سے ملاقات نہیں کریں گے جب تک تُو توبہ اور رجوع نہیں کرتا۔ عبادہ رضؓ نے کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لیے مغفرت طلب کریں۔ اس سیاہ باطن، کوردل نے گردن اکڑائی اور اپنا منحوس منہ عبادہ رضؓ سے پھیر لیا اور اس سے روگردانی کی۔ عبادہ رضؓ نے کہا، قسم بخدا! تیرے گردن پھیرنے کے متعلق بھی قرآن نازل ہو گا جسے منبر اور مناروں میں پڑھیں گے۔ حق تعالے نے آیت کریم واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رؤسھم ورایتھم یصدون وھم مستکبرون، اس سلسلہ میں نازل فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن ابی سلول کا ایک لڑکا تھا جو راہ راست پر قائم اور طریقہ محبت میں مستقیم تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت الفت سے سرشار اور باپ کے منافقانہ طریق سے کوسوں دُور تھا۔ جب اس نے سنا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ محمد بن مسلمہ، عبادہ یا کسی دوسرے انصاری کو فرمائیں تاکہ وہ اس منافق کو قتل کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ میرے باپ کو قتل کرنا چاہیں تو مجھے اس کام پر مامور فرمائیے، خدا کی قسم آپ کے مجلس سے اٹھنے سے پہلے اس کے سر کو آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا خدا کی قسم خزرج کے لوگ جانتے ہیں کہ میں اپنے باپ کی نسبت سب سے زیادہ خدمت گار ہوں۔ بڑی مدت سے وہ میرے بغیر کسی دوسرے کے ہاتھ سے کھانا نہیں کھاتا۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میرے بغیر کسی دوسرے نے اسے قتل کیا اور اس کے بعد میں نے اسے دیکھا تو میری نفسانی خواہش مجھے اس بات پر اُبھارے گی کہ میں اس سے بدلہ لوں اور اس سبب سے میں دوزخ کا ایندھن بن جاؤں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرے باپ کے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی شخص کو اسے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب تک وہ ہمارے درمیان ہے ہم اس کے ساتھ احسان و نیکی کریں گے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ کے بیٹے نے موت کے ہاتھ کو باپ سے کوتاہ دیکھا چند اشعار کہے جن کا یہ ترجمہ ہے۔

آفاق پر عجائب و عجیب تر
ترلیست کاں شنیدہ ام از گفتہ عمرہ
کو گفت یارسول کہ بنمائے تا یکے
زابن ابی بہ پیش تو آرد بریدہ سر
من یارسول گفتم اگر کشتنی بود!
فرمائے تا سرش ببرم ہر چہ زود تر
ساعد مرا مساعد جان نیز پس نخست
دل در ثبات سخت تر از آہن و حجر

کہتے ہیں کہ جب ابن ابی مدینہ کے نزدیک پہنچا اور شہر میں داخل ہونا چاہا، اس کے لڑکے نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر روک لیا۔ اور کہا خدا کی قسم میں تجھے اس وقت تک شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ فرمائیں کیونکہ تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ عزیز وہ ہیں اور سب سے زیادہ ذلیل اہلِ عالم میں تو ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرے قتل کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں ان کے پاس سے گزرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بیٹا، باپ کے ساتھ الجھا ہوا ہے اور باپ فریاد کر رہا ہے کہ لانا اذل من الصبیان لانا اذل من النساء۔ اور وہ اسی طرح اسے پکڑے ہوئے ہے اور نہیں چھوڑتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، عبداللہ ابی کا لڑکا اپنے باپ کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیتا، جب تک آپ اجازت نہ فرمائیں اور وہ اپنی اذلیت کا اقرار کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لڑکے سے فرمایا، اسے چھوڑ دے اور اس کے ساتھ نرمی اور نیکی کا برتاؤ کر۔

ایک منافق کی موت

غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت بڑی سخت ہوا چلنی شروع ہوئی چنانچہ بعض لوگوں نے گمان کیا کہ ممکن ہے کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوا اور اس کو لوٹنے میں مشغول ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مت ڈرو کیونکہ امن و امان کی جگہ ہے اور اس کا کوئی گوشہ فرشتوں سے خالی نہیں جو اس محافظت میں مشغول ہیں لیکن آج ایک بہت بڑا منافق فوت ہو گیا ہے۔ اور وہ زید بن مرفلیجہ عبداللہ ابی کا دوست تھا، اس کے فوت ہو جانے سے عبداللہ ابی کو بہت قلق اور رنج ہوا، کیونکہ اس سے اسے بہت محبت تھی۔

واقعہ افک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر کے لیے نکلتے اپنی ازواج مطہرات کے نام قرعہ ڈالتے جس کا نام نکلتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس غزوہ میں قرعہ میرے نام نکلا تھا، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے سرفراز ہوئی تھی چونکہ ان دنوں پردہ کی آیت اتری تھی، میرے لیے ایک پالکی ترتیب دی تھی، مجھے اس پالکی میں اونٹ پر سوار کر دیتے تھے، اور اتار لیتے تھے۔ جب جنگ ختم ہو گئی، ہم واپس آ رہے تھے منازل و مراحل طے کرتے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچ گئے تھے، صبح کے وقت کوچ کا اعلان کر دیا، میں رفع حاجت کے لیے لشکر گاہ سے باہر گئی تھی جب واپس ٹھکانے پر آ کر اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا تو مجھے اپنا گردن بند دکھائی نہ دیا، اسی جگہ جہاں رفع حاجت کے لیے گئی تھی وہاں پھر گئی۔ میں نے بہت تلاش کیا یہاں تک کہ وہ مجھے مل گیا۔ جس وقت میں اس کی تلاش میں گئی ہوئی تھی وہ لوگ جو میری پالکی اونٹ پر رکھنے پر متعین تھے، اس خیال سے کہ میں پالکی میں موجود ہوں پالکی اونٹ پر رکھ دی کیونکہ میں بہت کم کھانا کھاتی تھی اور کم عمر بھی تھی میرا جسم اتنا بڑا نہیں تھا جس سے میرا بوجھ محسوس ہوتا۔ چنانچہ جب میں قضائے حاجت کی جگہ سے لوٹی، کسی شخص کو وہاں نہ دیکھا، میں اسی جگہ اس امید سے ٹھہر گئی کہ جب وہ میرے گم ہونے سے واقف ہوں گے تو میری تلاش میں واپس آئیں گے۔ تھوڑی دیر بیٹھی تھی نیند نے مجھ پر غلبہ کیا، میں اپنا سر چادر میں لپیٹ کر سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمی ذکرانی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ساقہ لشکر میں متعین تھا تاکہ اگر کوئی پیچھے رہ گیا ہو یا کوئی چیز پیچھے بھول گیا ہو، وہ مالک تک پہنچا دے۔ علی الصبح وہ اسی منزل میں پہنچا، اس نے دیکھا کہ کوئی شخص سویا ہوا ہے۔ اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، میں اس کی آواز سے بیدار ہو گئی۔ صفوان نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور خود دور کھڑا ہو گیا اور کہا سوار ہو جائیے۔ میں اونٹ پر بیٹھ گئی۔ صفوان اونٹ کی مہار پکڑے چلتا رہا اور کوئی بات نہ کی۔ دن گرم ہو گیا جب ہم لشکر گاہ میں پہنچے اس وقت لوگ اترے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ہم منافقین کے پاس سے گزرے، جو کچھ ان کے دل میں آیا ہمارے متعلق انہوں نے کہا۔ اس بات کا سرغنہ ابن ابی سلول منافق تھا اور مسلمانوں میں ثابت اور مسطح وغیرہ بھی منافقین کے ساتھ اس گفت و شنید میں شامل ہو گئے۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچی تو بیمار ہوگئی۔ کیونکہ یہ بات لوگوں میں عام ہوگئی تھی اور میں اس سے غافل تھی لیکن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کو اس بیماری میں اپنے متعلق بدلا ہوا محسوس کرتی تھی اور پہلے جیسے میرے حالات دریافت کرتے تھے، اس مرتبہ اس طرح نہیں کرتے تھے۔ مجھے اس کے سبب کا علم نہیں تھا، یہاں تک کہ ایک رات مسطح کی ماں کے ساتھ رفع حاجت کے لیے جاتی تھی، اس کا پاؤں چادر میں الجھا وہ گر پڑی۔ اس نے اپنے بیٹے کو برا بھلا کہا، میں نے کہا تم ایسے شخص کو گالیاں دیتی ہو جو غزوہ بدر میں حاضر تھا، دوسری مرتبہ پھر گری۔ پھر اس نے اسی طرح کہا اور میں نے بھی اسی طرح اسے کہا، یہاں تک کہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، آخر کار اس نے کہا، اے عائشہ شاید تو نے نہیں سنا کہ اس نے کیا کیا۔ میں نے پوچھا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ اس کی ماں نے مجھے افک کی باتوں سے آگاہ کیا۔ اسی وقت میری کمزوری اضمحلال عود کر آئی۔ مجھے اسی وقت بخار ہوگیا اور جس کام کے لیے گئی تھی اسے فراموش کر دیا اور اسی طرح لوٹ آئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انتہائی غم سے میں نے خیال کیا کہ میرے سر میں درد پیدا ہوگیا ہے یہاں تک کہ میں گر پڑی اور بیہوش ہوگئی۔ جب مجھے ہوش آیا گھر لوٹ آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، میں نے کہا مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جاؤں، میرا مقصد یہ تھا کہ میں اہل افک کے احوال دریافت کروں۔ جب مجھے اجازت مل گئی میں اپنے باپ کے گھر گئی۔ میں نے والدہ سے پوچھا یہ کیا قصہ ہے جو لوگ میرے متعلق کہتے ہیں میری والدہ نے کہا غم نہ کر اور آرام سے رہو قسم بخدا! کوئی بلند مرتبہ عورت نہیں جو اپنے خاوند کو محبوب ہو اور اس مرد کی اور عورتیں ہوں مگر اس کے متعلق اس قسم کی باتیں لوگوں نے کہی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ کیا بات ہے جو لوگوں کی زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی ہے۔ میرے باپ نے یہ بات سنی اور میں اس حال سے غافل ہوں، مجھ پر گریہ طاری ہوا، میرے والد دوسرے کمرے میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ جب اس نے میرے رونے آواز سنی تو اس نے احوال دریافت کیے۔ میری ماں نے کہا اس نے اب سنا ہے جو لوگوں میں مشہور ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی کچھ دیر روئے۔ پھر مجھے تسکین دیتے ہوئے کہا، جزع فزع نہ کر اور صبر کر دیکھیں خدا تعالیٰ کیا حکم کرتا ہے۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رات بھر نہ تو سو سکی اور نہ ہی میرے آنسو بند ہوئے۔ پھر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت اسامہ اور

زید رضی اللہ عنہم کو بلایا، اور ان سے میرے احوال دریافت فرمائے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ ماضیق اللہ علیک والنساء سواہا کثیرۃ ۔ یعنی حق تعالٰے نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی، عورتیں اس کے بعد بہت ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی بریدہ سے سوال کیا کیونکہ وہ راست گو تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اس سے استفسار فرمایا۔ اس نے عرض کیا، مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو راستی کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ عائشہ میں سوائے اس بات کے وہ کبھی سو جاتی ہے اور خمیر کیا ہوا آٹا بکری کھا جاتی ہے کوئی عیب نہیں ہے۔ میں نے ان کے ساتھ اپنے تمام زمانہ مصاحبت میں اس کے سوا کوئی ناپسندیدہ بات مشاہدہ نہیں کی، اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ میں عائشہ کو عیب سے پاک دیکھتی ہوں جیسا کہ سنار طلائی احمر میں کوئی عیب نہیں پاتا، خدا کی قسم، عائشہ خالص سونے سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اگر وہ بات جس کے متعلق لوگ باتیں کرتے ہیں وقوع پذیر ہوتی تو خدا تعالیٰ آپ کو اس سے آگاہ فرماتا۔

اسی زمانہ میں ایک روز سید انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں غمگین بیٹھے ہوئے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اے عمرؓ تم اس واقعہ کے متعلق کیا کہتے ہو، عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یقین ہے کہ منافقین جھوٹ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کس دلیل سے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اس دلیل سے کہ خدا تعالیٰ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ کے جسدِ اطہر پر مکھی بیٹھے کیونکہ مکھی بعض اوقات پلیدی پر بیٹھ جاتی ہے اور اس کے پاؤں اس سے آلودہ ہو جاتے ہیں، وہ اس شخص سے جو زیادہ پلیدی سے آلودہ ہو، سے آپ کو محفوظ نہیں رکھے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی بات کو مستحسن سمجھا، اور اسے قبول کیا۔ اس کے بعد ذی النورینؓ داخل ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی یہی بات کی، عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، مجھے یقین ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کس دلیل کی بنا پر تم ایسا کہتے ہو؟ ذی النورین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اس دلیل کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ آپ کا سایہ زمین پر پڑنے کا روادار نہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ زمین ناپاک ہو یا کوئی شخص اپنا قدم آپ کے سایہ پر رکھ دے، جب خدا تعالیٰ آپ کے سایہ کی اس طرح حفاظت کرتا ہے تو وہ کیسے آپ کے حرم محترم کو ناشائستہ فعل

سے محفوظ نہیں رکھے گا؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ بیگانہ آپ کی حرم کے دامنِ عصمت کو خیانت کے داغ سے آلودہ کرے۔ حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی باتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور زیادہ قلبی سکون ملا۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی یہی بات کی۔ علی مرتضیٰؓ نے عرض کیا، یہ بات منافقین کے جملہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ ہے، افترا اور بہتان ہے۔ میری بات کے سچا ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ہم ایک روز آپ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے، دورانِ نماز آپ نے نعلین مبارک پاؤں سے اتار دیں، ہم نے بھی اس معاملہ میں آپؐ کے ساتھ موافقت کی، جب آپ نماز سے فارغ ہوتے ہم نے اس کے متعلق آپ سے سوال کیا، آپ نے فرمایا میں نے اس لیے جوتے اتار دیئے کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ آپ کے نعلین نجاست سے آلودہ ہیں لیکن تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کی اتباع میں اتارے۔ جب خدا تعالیٰ آپ کی طرف اس بات کے لیے وحی بھیجتا ہے کہ ناپاک جوتوں کو پاؤں سے اتار دو، اگر یہ امر وقوع پذیر ہوتا آپ کو اس کی اطلاع دیتا۔ اطمینان رکھئے خدا تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت ظاہر فرما دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں سے خوش ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس وقت میں اپنے باپ کے گھر میں رو رہی تھی۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے میرے سامنے تشریف فرما ہوئے۔ جب سے افک کی بات عام ہوئی تھی میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور وحی اترے بھی ایک ماہ کا عرصہ ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے بعد زبانِ مبارک سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور کلمۂ شہادتین بھی ادا فرمایا اور پھر فرمایا اے عائشہؓ تیرے متعلق مجھے اس طرح کی باتیں پہنچائی گئی ہیں، اگر تو ان سے پاک ہے تو خدا تعالیٰ عنقریب تیری اظہارِ برأت کر دے گا اور اگر ایسا گناہ صادر ہوا ہے تو توبہ و استغفار کر اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور اس کی طرف جھکتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے، اور بخش دیتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ختم ہوئی تو میرے آنسو بھی رک گئے۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں کچھ کہیں، میرے باپ نے کہا خدا کی قسم

مجھے کچھ نہیں سوجھتا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں کیا کہوں۔ انہوں نے کہا زمانۂ جاہلیت میں بھی جب کہ ہم بت پرست تھے اور عبادت کا طریقہ نہیں جانتے تھے کوئی شخص ہمارے خاندان کے متعلق ایسی بات نہیں کرسکتا تھا، اب جبکہ ہمارا گھر نورِ اسلام سے منور ہے اور ہمارے دل توحید و عرفان کے چراغ سے روشنی حاصل کئے ہوئے ہیں لوگ ہمارے متعلق یہ باتیں کرتے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ پھر میں نے والدہ سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں۔ والدہ نے کہا میں بھی حیران ہوں کیا کہوں۔ پھر میں خود جواب دینے کے درپے ہوئی، میں نے کہا خدا کی قسم جو بات آپ کے سمع مبارک تک پہنچائی گئی ہے، اور آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور آپ نے اس کی تصدیق کی ہے، اگر میں کہوں کہ میں اس سے بری ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بےگناہ ہوں تو آپ اسے یقیناً تسلیم نہیں کریں گے اور اگر میں ناکردہ جرم کا اعتراف کروں تو تصدیق کرو گے قسم بخدا میں اپنے اور آپ کے متعلق یعقوب علیہ السلام کے قول کے سوا کوئی مثال نہیں پاتی جو فرماتے ہیں فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ اور انتہائی حیرت واندوہ سے یعقوب علیہ السلام کے قول کے یوسف علیہ السلام کا قول کہا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے، میں نے کہا خدا کی قسم چونکہ میں بےگناہ تھی اور جانتی تھی کہ حق تعالیٰ میرے دامن کو پاک کردیں گے لیکن میرا یہ گمان نہیں تھا کہ میری شان میں قرآن نازل ہوگا جسے قیامت تک مجالس اور محرابوں میں پڑھیں گے کیونکہ میں حضرت کبریا جل وعلا کی جلالت کو جانتی تھی اور اپنی بیچارگی وضعف اور حقارتِ حال پر نظر ڈالتی تھی، میں اپنے آپ کو اس سے بہت فروتر سمجھتی تھی کہ حق تعالیٰ میرے متعلق بات کریں۔ لیکن اس بات کی امیدوار تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں جو میرے دامن کی طہارت پر دلالت کرے، خدا کی قسم ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے نہیں اٹھے تھے اور کوئی شخص گھر سے باہر نہیں گیا تھا کہ وحی کے آثار آپ کے بشرۂ مبارک پر ظاہر ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترتی جو شخص بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتا اس حقیقت کو سمجھتا۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوئی میری والدہ نے چمڑے کا تکیہ آپ کے سر کے نیچے رکھ دیا اور یمنی چادر اوڑھا دی۔ جب وحی کی کیفیت جاتی رہی چادر کو آپ نے اپنے چہرہ سے دور کیا، پسینہ آپ کی پیشانی سے مروارید کے

دانوں کی طرح ٹپکتا تھا، مسکراتے ہوئے جو پہلی بات آپ نے فرمائی یہ تھی کہ اے عائشہ رضؓ تجھے خوشخبری ہو
کہ حق تعالیٰ نے تجھے بری قرار دیا ہے اور تیری پاکیزگی کی گواہی دی ہے۔ میری والدہ نے کہا، اُٹھ
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا، شکر گزاری اور سپاسداری کے مراسم ادا کر، میں نے کہا
خدا کی قسم میں اللہ کے سوا کسی کا اپنے اوپر احسان نہیں رکھتی اور اس کے بغیر کسی کی حمد و ثنا نہیں کہتی
جس نے میری برأت کے لیے آیت اتاری پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعوذ باللہ
السمیع العلیم من الشیطان الرجیم۔ ان الذین جآ‌ؤ بالافک عصبۃ منکم لاتحسبوہ
شرالکم بل ھو خیر لکم ، دس آیات کے آخر تک اور دسویں آیت یہ تھی: الخبیثات
للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات
اولٰئک مبرؤن مما یقولون لھم مغفرۃ و رزق کریم ۵ سورۂ نور سے
پڑھیں، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں، میرے باپ
اٹھے اور میرا سر چوما اور کہتے ہیں کہ ان آیات کے اترنے سے ایک رات پہلے ام ایوب انصاری نے
اس سے کہا کیا آپ نے سنا ہے کہ لوگ عائشہؓ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم یہ جھوٹ ہے
اس نے کہا کیا تو کسی بھی صورت میں میرے متعلق اس معاملہ کا گمان کر سکتی ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم
نہیں، اس نے کہا خدا کی قسم عائشہ تجھ سے بہتر ہے۔ وہ کس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ
امر جائز رکھے گی، پھر کہا ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم، یہ کلام
خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوا، اس کے مطابق بارگاہِ احدیت سے آیت اتری ولولا اذ سمعتم
قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم، آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا، خطبہ پڑھا، اس
کے بعد منزلہ آیات حاضرین کو سنائیں۔ آیات کی برکت شک و شبہ کا غبار دلوں کے آئینہ سے صاف ہو
گیا، والحمد للہ رب العالمین۔ منقول ہے کہ مسطح بن اثاثہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے
قرابت دار کے پاس دنیاوی سامان سے کچھ بھی نہیں تھا، عزیز ہونے اور فقر کی وجہ سے صدیق
رضی اللہ عنہ اس کی ضروریات کو پورا فرماتے تھے۔ منافقین کے ساتھ اس قضیہ میں اسکے موافقت
کرنے کے بعد جیسا کہ گزرا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آیت برأت نازل ہونے کے

بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! اس کے بعد میں مسطح کو کوئی چیز نہیں دوں گا اور نیکی و احسان کا کوئی دروازہ اس کے لیے نہیں کھولوں گا۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم ﴿﴾ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے بخشے۔ پس حسب سابق مسطح کی ضروریات بھیجنے لگے اور فرماتے تھے کہ میں اس سے یہ ہرگز بند نہیں کروں گا۔ منقول ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت متحقق ہو گئی، تہمت لگانے والوں کو طلب فرمایا، ہر ایک کو اسی کوڑے مارے اور وہ چار افراد تھے، عبد اللہ ابی سلول منافق، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ۔ زینب مذکورہ کی بہن، زینب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور امہات المومنین میں سے تھیں رضی اللہ عنہن۔

تیمم کا حکم نازل ہوا

بزرگان فن سیرت کہتے ہیں کہ اسی سفر غزوہ بنی المصطلق میں دوسری مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی گردن بند غائب ہو گیا۔ اس وقت وہ مدینہ کے قریب صلصل مقام میں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ سے اس منزل میں توقف فرمایا تاکہ گم شدہ کو تلاش کریں۔ وہاں پانی نہیں تھا اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں تھا، قریب تھا کہ نماز فوت ہو جائے، مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر شکایت کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گردن بند گم ہو جانے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ میں جہاں پانی نہیں ہے توقف فرمایا اور قریب ہے کہ نماز فوت ہو جائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیقہ کو سست کہنا شروع کر دیا اور اسے درشت باتیں کہیں اور اپنا ہاتھ نیزہ کی طرح ان کے پہلو میں مارا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حرکت نہیں کر سکتی تھیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو پانی نہیں تھا جس سے وضو کریں اور نماز ادا کریں۔ حق تعالیٰ نے لطف و کرم سے آیت تیمم نازل فرمائی، یہاں تک کہ اسلامی لشکر نے تیمم کر کے صبح کی نماز ادا کی۔ اسید بن الحضیر نے کہا ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر، یعنی اے آل ابو بکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ یعنی اس قسم کی برکات تمہاری طرف سے مومنین کو پہنچی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں نے اونٹ اٹھایا، اونٹ کے نیچے سے میرا گردن بند نکلا۔

غزوۂ خندق یا غزوہ احزاب

مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی النضیر کو حوالی مدینہ سے نکال باہر کیا، وہ اطراف اکناف میں منتشر ہو گئے، ان میں حیی بن اخطب، سلام بن اشکم، ابی الحقیق، کنانہ بن الربیع، ابن ابی الحقیق اور اس کے متبعین خیبر کے نواح میں قیام پذیر ہو گئے۔ دن رات اسی فکر میں تھے کہ مسلمانوں سے کس طرح بدلہ لیں۔ آخر کار بیس افراد ان کے رؤسا میں سے ابوعامر فاسق کے ساتھ مکہ میں گئے تاکہ مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال کے لیے پھر ورغلائیں، ابوسفیان نے ان سے آنے کا سبب دریافت کیا انہوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلع قمع میں تمہارے ساتھ عہد کریں اور قواعد و پیمان کو قسم کے ساتھ پختہ کریں۔ ابوسفیان نے کہا مرحبا بکم و اھلا، ہمارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی عداوت میں ہماری مدد کرے۔ یہود نے ابوسفیان سے درخواست کی کہ قریش سے پچاس آدمی منتخب کریں وہ سب مل کر خانہ کعبہ کے پردوں کے درمیان گئے، چنانچہ ان کے سینے دیوار کعبہ کے ساتھ متصل ہو گئے، ایک دوسرے کے ساتھ انہوں نے عہد باندھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں متفق رہیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ سے، جب تک زندہ رہیں گے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ ابوسفیان نے قریش کے اشارہ سے یہود بنی النضیر سے کہا، ہم کعبہ کی تعمیر میں کوشش کرتے ہیں اور حجاج کے لیے عمدہ عمدہ اونٹ ذبح کرتے ہیں اور حاجیوں کو کھانا پانی دیتے ہیں اور صلۂ رحمی کرتے ہیں اور بت پرستی جو ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ ہے کرتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نیا دین لایا ہے اور جدید رسم پیدا کی ہے۔ تم جو اہل کتاب ہو بتاؤ کہ ان دو ملتوں میں کس کو ترجیح حاصل ہے۔ یہودیوں نے انتہائی حسد اور اپنی بدبختی سے بت پرستی اور مشرکین قریش کے شیوہ کو ملت حنیف اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دی اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے نہ شرمائے۔ لامحالہ حق تعالیٰ نے ان کے متعلق آیت بھیجی،

الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین آمنوا سبیلا اولٰئک الذین لعنھم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا اور وکفیٰ بجھنم سعیرا تک، اس کے بعد قریش نے اپنے مدعا کے مطابق گواہ لیکر اسباب حرب اور

جنگ وقتال کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہوئے، بنی النضیر کے یہود بت پرستوں کے ساتھ متفق ہو گئے اور اتحاد کرنے کا وقت مقرر کر لیا۔ جب سرکش یہودیوں نے قریش کے طرز عمل سے خود کو مطمئن کر لیا قبیلہ بنی غطفان میں آئے اور خیبر کے ایک سال کے ثمرہ کے وعدہ پر انہیں اپنے ساتھ متفق کیا، اسی طرح دوسرے قبائل کے پاس گئے اور یہی عمل کیا، ابوسفیان نے کفار کا لشکر بڑی تیزی سے جمع کیا، چار ہزار مرد اکٹھے کئے، ایک ہزار پانچسو اونٹوں، تین سو گھوڑوں کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا، جو دارالندوہ میں طے کیا تھا عثمان بن طلحہ کو دیا اور مکہ سے باہر نکلے۔ اور مر الظہران میں قبیلۂ اسلم، اشجع، بنو مرہ، فزارہ اور غطفان ہر ایک جماعت کثیرہ اور جم غفیر کے ساتھ قریش کے ساتھ مل گئے، چنانچہ دس ہزار مرد اکٹھے ہو گئے اور مدینہ کا رُخ کیا۔ یہ غزوہ اجتماع قبائل کی وجہ سے غزوۂ احزاب کے نام سے موسوم ہوا۔ جب مخبروں نے اس نوعیت کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعیان مہاجرین اور اشراف انصار کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا، تاکہ دشمنوں کے دفعیہ کے لیے جس کسی کے دل میں جو خیال آئے پیش کرے اور جس رائے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمائیں اس کے مطابق عمل کریں۔

عبداللہ ابی کو شہر سے باہر نکلنے میں کوئی مصلحت دکھائی نہ دی، اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے درست خیال کیا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بلاد عجم میں جب بہت بڑا لشکر کسی شہر کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور وہاں کے باشندوں کو ان کے ساتھ جنگ کی طاقت نہیں ہوتی شہر کے گرد خندق کھود لیتے ہیں۔ سلمان فارسیؓ کی یہ بات مستحسن اور مقبول ہوئی پس خندق کے اسباب مہیا کرنے میں مصروف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرت الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے عبداللہ ام کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا، مہاجرین کا علم زید بن حارثہ کو دیا، انصار کا جھنڈا اسعد بن عبادہ کو دے کر تین ہزار فوج کے ساتھ باہر نکل کر کوہ سلع کے دامن میں جو شہر کے قریب تھا چھاؤنی بنائی۔ مدینہ کے بعض اطراف جو عمارات سے مضبوط اور پیراستہ تھے اور بعض جگہوں میں راستے تھے جہاں عمارت اور خندق کھودنے کی ضرورت تھی، لا محالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقابل فرد کش ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے صحابہؓ خندق کھودنے میں مصروف ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دس آدمیوں کو چالیس گز جگہ تقسیم فرما دی اور ایک روایت کے مطابق ہر شخص کو دس گز پہنچی۔ چونکہ مسلمانوں اور بنی قریظہ میں صلح تھی، کسی، کدال، تیشہ اور

کلنذ عاریتاً ان سے لیتے تھے، پوری کوشش اور جد و جہد سے مسلمان خندق کھودنے میں معروف ہوئے بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی دلداری اور تقویت کے لیے بنفس نفیس خندق کھودنے اور مٹی اٹھانے میں شریک ہوتے۔ کہتے ہیں کہ ان دنوں حضرت سلمان فارسیؓ دس آدمیوں کے برابر کام کرتے، یہاں تک کہ روایت کی ہے کہ ہر روز پانچ خندق کھودتے جس کی گہرائی پانچ گز تھی، چونکہ مہاجرین اور انصار کا حصہ ہر ایک کا الگ مقرر ہوا تھا، فریقین میں سے ہر شخص سلمانؓ کو اپنی طرف کھینچتا تھا، اس کے لیے جھگڑا ہوا، ہر شخص کہتا کہ السلمان منا ونحن اقرب، یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا السلمان رجل منا اہل البیت، قیامت تک یہ بات ان کے لیے فخر کا باعث بن گئی۔

قیس بن صعصعہ نے سلمان کو نظر بد لگائی اور وہ گر پڑے اور وہ بے ہوش ہو گئے جب اس کی بیماری کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا، قیس سلمان کے لیے وضو کرے اور وضو کے پانی کو ایک برتن میں جمع کرے، سلمانؓ کو اس پانی سے دھوئیں اور برتن کو سلمانؓ کے پس پشت اوندھا رکھیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کیا، اسی وقت تکلیف سے نجات مل گئی۔

ان دنوں سخت سردی، قحط اور مہنگائی کی وجہ سے مسلمانوں کو خندق کھودنے میں انتہائی مشقت اٹھانا پڑی، چھ روز میں خندق کی مہم مکمل ہوئی، مسلمانوں نے اپنے اہل و عیال اور اموال مدینے کے قلعوں میں محفوظ کر دیا، براء ابن عازب اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ خندق کھودنے کے دوران ایک بہت بڑا اور سخت پتھر ظاہر ہوا جس پر کوئی بیل و کدال کام نہیں کرتا تھا اور اسے توڑنے سے عاجز آ گئے۔ لامحالہ صورت واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خود آ رہا ہوں۔ اس وقت آپ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا اور تین روز سے کچھ نہیں کھایا تھا اور دہان مبارک میں طعام کا ایک ریزہ بھی نہیں گیا تھا۔ پتھر کے اوپر قدم رنجہ فرمایا، سلمانؓ کے ہاتھ سے کدال لی اور اس پتھر کو توڑ دیا اور سامنے سے اٹھا دیا۔ عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ میں، سلمانؓ، حذیفہؓ، نعمانؓ اور چھ دوسرے افراد چالیس گز خندق کھود رہے تھے، چند مددگاروں کے ساتھ ہم بڑی رغبت کے

ساتھ فرمان کے مطابق عمل کر رہے تھے اچانک خندق میں ایک پتھر ظاہر ہوا تمام آلات اسے اکھاڑنے میں ناکام رہے اور ٹوٹ گئے۔ ہم نے سلمانؓ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال سے آگاہ کرو، سلمانؓ نے کیفیت واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خندق میں داخل ہوئے۔ سلمانؓ نے آپ کے ساتھ موافقت کی، ہم نو افراد کنارے پر کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال سلمانؓ کے ہاتھ سے لیا اور اس پتھر پر اس طرح مار کر پہلی مرتبہ وہ پھٹا اور اس سے بجلی چمکی جس نے تمام مدینہ اس طرح روشن کر دیا جیسا کہ گھر میں چراغ روشن کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تمام صحابہؓ نے آپ کے ساتھ موافقت کی۔ دوسری مرتبہ اس پر ضرب لگائی تو پہلے کی طرح اس سے بجلی چمکی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تکبیر کہی، تمام مسلمانوں نے آپ کے ساتھ موافقت کی، تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ سلمانؓ نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ صلعم یہ کیا تھا جو ہم نے دیکھا، ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم نے وہ کچھ دیکھا جو سلمانؓ نے دیکھا۔ ہم نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پہلی ضرب جو میں نے لگائی بجلی چمکی اس کی روشنی میں میں نے کسریٰ کی مملکت سے حیرہ کے محلات کو بڑے بڑے مکانات کی شکل میں دیکھا اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ آپ کی اُمت اس طرف غالب ہوگی اور دوسری بجلی کی روشنی میں روم کے سرخ محلات کو دیکھا اور مجھے بتایا گیا کہ آپ کی اُمت ان ممالک پر قبضہ کرے گی اور تیسری روشنی میں صنعا کے محلات کو دیکھا اور مجھے بتایا گیا کہ آپ کی اُمت ان شہروں پر قابض ہوگی۔

سلمانؓ کو خطاب کرتے ہوئے کسریٰ کے محل کی خصوصیات وصفات جو مدائن میں واقع ہے ایک ایک کر کے سلمان پر ظاہر فرمائیں، سلمانؓ عرض کرتے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو راستی کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا محل کے حالات کمال میں جو کچھ آپ نے فرمایا واقع کے مطابق ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت وہاں پہنچے گی اور میرے بعد مسلمان ان ممالک کو فتح کریں گے۔ سلمانؓ اس سے خوش و شادمان ہو کر خدا تعالیٰ کی حمد بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا وعدہ حق تعالیٰ پورا فرمائیں گے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسی طرح جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا

تھا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ القصہ جب ابوسفیانؓ نے معلوم کیا کہ بنی قریظہ کے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے کہ وہ ان کے دشمنوں کی مدد و اعانت نہیں کریں گے اس شرط کے ساتھ کہ مسلمان ان سے تعرض نہ کریں۔ لامحالہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے وقت ابوسفیان نے حیی بن اخطب سے درخواست کی کہ تم جا کر اس قسم کا مکر و فریب کرو کہ ان کے پیشواؤں میں سے کعب بن اسد نقض عہد کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کے ساتھ موافقت کرے۔ حیی بن اخطب ابوسفیان کی باتوں اور شیطان کے ورغلانے سے گمراہی کے میدان میں قدم رکھا اور کعب بن اسد کے قلعہ کے دروازہ پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، کعب کو جب معلوم ہوا کہ حیی بن اخطب ہے تو اس نے اس کے آنے کو ناپسند کیا۔ اور کہا کہ وہ شخص جو جھوٹا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھے عہد توڑنے کے لیے کہتا ہے۔ دربان سے اس نے کہا کہ قلعہ کے دروازہ کو مضبوطی سے بند رکھو، حیی بن اخطب نے جب دیکھا کہ آرزوؤں کا دروازہ اس کے لیے بند ہے اس نے پکار کر کہا اے کعب میرے لیے دروازہ کھولو، میں حیی بن اخطب ہوں، اس نے اس کے جواب میں کہا اے حیی تو منحوس آدمی ہے، تیری شامت کی وجہ سے بنی النضیر پریشان اور آزردہ ہوئے ہیں، اب تو نے ہمارے قلعہ کا رُخ کیا ہے، واپس چلے جاؤ اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی دعوت مت دو۔ کیونکہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر رکھا ہے اور ہمارے پیمان کی بنیادوں کو قسم سے پختہ کیا ہے۔ اس عرصہ میں ہم نے صدق و صفا اور محبت و اُلفت کے علاوہ اس سے کوئی اور چیز مشاہدہ نہیں کی۔ حیی نے کہا تم دروازہ کھولو تاکہ میں تمہارے ساتھ بات کروں شاید تو مجھ سے اپنا کھانا بچا کر رکھنا چاہتا ہے اور ضیافت سے پرہیز کرتا ہے، چونکہ تم میری ضیافت نہیں کرنا چاہتے، اس لیے دروازہ بھی نہیں کھولتے، چونکہ بخل اور خست سے زیادہ مکروہ عرب میں کوئی چیز نہیں تھی۔ کعب نے اس خوف سے کہ کنجوسی کی طرف منسوب ہوگا، اس کے کہنے پر دروازہ کھول دیا۔ حیی داخل ہوا اور کعب سے کہا میں تیرے لیے دائمی عزت اور لازوال سعادت لایا ہوں۔ عرب کے رؤساء اور قریش کے سردار بہت بڑے مجمع کے ساتھ مجمع الامال میں اُترے ہوئے ہیں۔ غطفان اور ان کے علاوہ اشراف اور لشکروں کے سردار تقریباً دس ہزار اشخاص آئے ہوئے ہیں اور عہد کیا ہے کہ جب تک محمد اور اس کے ساتھیوں کا استیصال نہیں کریں گے واپس نہیں جائیں گے۔ کعب نے کہا خدا کی قسم تو ذلت و خواری کے ساتھ آیا ہے اور ایسا بادل لایا ہے جس سے پانی خشک ہو چکا ہے اور چمک اور کڑک کے

سوا اس میں کچھ نہیں ہے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے دو کیونکہ اس سے میں نے جود و کرم اور احسان و امتنان ہی مشاہدہ کیا ہے۔ القصہ ابتداء میں یہ باتیں سید انس و جاں علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی شکر گزاری میں کہیں لیکن آخر کار حیی منحوس کے افسانہ و فسوں سے سیدھے راستہ سے منحرف ہو گیا اور دشمنوں اور فسادیوں کے راستہ پر چل نکلا۔ اس نے کہا اے حیی! میں اس سے ڈرتا ہوں کہ قریش محمد کا کام تمام کئے بغیر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں اور تو بھی اپنے گھر چلا جائے اور ہم اپنے کئے کی سزا بھگتیں، محمد اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہو جائیں۔ حیی نے توراۃ کی قسم کھائی کہ اگر قریش اور غطفان محمد کی مہم کو مکمل کئے بغیر اور بے نیل مرام لوٹے تو میں تیرے قلعہ میں تیرے ساتھ رہوں گا اور جو کچھ تو کرے گا تیرا ساتھ دوں گا اور جو مصیبت تجھے پہنچے گی وہی مجھے بھی پہنچے گی۔ اس شیطانی لشکر کے سپہ سالار نے بنی قریظہ کے سردار کے ساتھ اس قدر تلبیس اور وسوسہ پیش کیا کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد توڑنے پر پختہ کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نامہ کو پھاڑ دیا۔ اس نامبارک منحوس کا دل بنی قریظہ سے مطمئن ہو کر لوٹا اور قریش کو صورت واقعہ سے آگاہ کیا۔

نقل ہے کہ کعب نے کسی شخص کو بھیج کر اپنی قوم کے رؤساء مثل زبیر بن باطا، نبیش بن قیس اور عقبہ بن زید کو بلایا اور صورت واقعہ اور فیصلے سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے اسے بہت ملامت کی اور اسے حیی کی شامت اور اس کے ساتھ معاہدہ کے برے انجام سے ڈرایا، چنانچہ کعب اس نادانستہ کام پر پشیمان ہوا۔ دریغ سود ندارد چو رفت کار از دست! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی قریظہ کے عہد کو توڑ دینے کی خبر پہنچی تو آپ کو بہت گراں معلوم ہوئی۔ اس خبر کی تحقیق کے لیے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے بنی قریظہ میں سے ہو کر آیا۔ اس نے عرض کیا، کہ جنگ کا سامان تیار کرنے میں میں نے انہیں مشغول دیکھا۔ اپنے قلعوں اور مکانات کی مرمت کر رہے ہیں، اپنے مویشیوں کو جمع کر رہے ہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ توڑنے میں قریش اور مخالفین کے ساتھ طے کر لیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سعد بن عبادہ، عبداللہ بن رواحہ، حوات بن جبیر اور معاذ رضی اللہ عنہم بنی قریظہ کی طرف گئے، انہیں نصیحتیں کیں، ڈرایا اور اس کے برے انجام سے انہیں آگاہ کیا، ممکن ہے وہ اس فاسد خیال سے باز آ جائیں۔ چاروں ساتھی جب اس عاقبت نااندیش قوم میں آئے اس مرد یہود کو ارباب سعادت کے ساتھ دشمنی و عداوت کے مقام میں بہت سخت پایا۔ انہوں نے ہر چند کعب ابن اسد سے

وعظ و نصیحت کے طور پر شفقت و مہربانی سے باتیں کیں لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سعد بن عبادہؓ نے کعب کے ساتھ سختی کی اور سخت اور عداوت آمیز باتیں کیں، سعد بن معاذ نے سعد بن عبادہ کو ٹھنڈا کیا اور مدینہ کو لوٹے۔ ان حالات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ جب مسلمانوں میں ان کے نقض عہد کی خبر منتشر ہوئی ان پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ اس دوران میں مشرکین کے گھوڑوں کی پیشانیاں ظاہر ہوئیں۔ مالک بن عوف اور عقبہ بن حصین، بنی اسد، غطفان اور فزارہ کے ساتھ وادی کے اوپر سے جو مدینہ سے مشرق کی طرف واقع ہے داخل ہوئے، قریش اور بنی کنانہ وادی کے آخر سے ظاہر ہوئے۔ مخالفین کی تیزی، رعب اور کثرت و شوکت سے کمزور مسلمانوں کے دل سہم گئے اور ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے، اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔

معتب بن قشیر ایک منافق تھا ایام محاصرہ میں اس نے کہا، محمد ہمیں وعدہ دلاتا ہے کہ کسریٰ کے خزانے اور قیصر کی دولت تمہارے حصہ میں آئے گی حالانکہ اب ہماری یہ حالت ہے کہ رفع حاجت کے لیے باہر نہیں جا سکتے۔ جو وعدہ بھی خدا اور رسول نے ہمارے ساتھ کیا دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کے متعلق آیت بھیجی واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔ بنی قریظہ نے قریش سے مدد طلب کی تاکہ مدینہ پر شبخون ماریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ نے دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا تاکہ مدینہ کے قلعوں اور مکانات کی حفاظت کریں۔ منافقین کا ایک گروہ مثل اوس بن قیظی اور اس کے متبعین نے اسلامی فوج کو ڈرایا کہ اپنے گھروں اور مکانات کی طرف لوٹ جاؤ، اس بہانہ کے ساتھ کہ ہمارے گھر خالی ہیں ایسا نہ ہو کہ مخالفین وہاں پہنچ کر لوٹ مار کریں۔ اس سلسلہ میں حق تعالیٰ نے آیت بھیجی، واذ قالت طائفة منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق منھم النبی یقولون ان بیوتنا عورة وما ھی بعورة ان یریدون الا فرارا۔ نقل ہے کہ جب مشرکین خندق کے کنارے پہنچے تو چونکہ یہ دستور عربوں میں نہیں تھا حیران رہ گئے پھر مسلمانوں کے محاصرہ میں مشغول ہوئے۔ بعض اوقات جانبین سے تیر اندازی ہوتی۔ کفار باری باری جنگ

کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کا قصد کرتے تھے لیکن خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ بہادر مجاہد موقع ہی نہیں دیتے تھے کہ وہاں سے دشمنوں کا گزر ہو سکے۔ خندق کا ایک مقام فرصت نہ ملنے کی وجہ سے دوسری جگہوں کی طرح جلدی تیار نہیں ہو سکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خدشہ سے کہ دشمن فرصت پا کر اس جگہ سے خندق عبور نہ کر آئیں اکثر راتوں کو بنفس نفیس اس کی نگرانی فرماتے تھے۔ ان دنوں ہوا سخت سرد تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے تکلیف ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تاکہ وہ آپ کے جسم اطہر کو گرم کر دیں، پھر اس جگہ کی حفاظت اور نگرانی کے لیے تشریف لے آتے۔ کہتے ہیں کہ کسی غزوہ میں بھی آپ اس قدر محنت، و مشقت نہیں اٹھانا پڑی جس قدر کہ اس غزوہ میں اٹھائی۔ کیونکہ کئی اقسام کی محنت و مشقت، گرانی کی مصیبت، بھوک، تنگدستی، سرد ہوا، قتل و غارت کا ڈر اور دشمنوں کی کثرت جیسے ہزاروں اسباب تھے۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے آرام کی خاطر خیال فرمایا کہ مدینہ کی کھجوروں کا تیسرا حصہ غطفان اور فرازہ کو دیں تاکہ وہ واپس چلے جائیں اور مشرکین کے لشکر میں انتشار پیدا ہو جائے۔ عقبہ بن حصین اور حارث بن عوف یہ دونوں اپنے اپنے قبیلے کے سردار تھے اس مصالحت سے راضی ہو گئے۔ اس قضیہ کی تکمیل کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی النورینؓ کو فرمایا، انہوں نے اس سلسلہ میں وثیقہ تحریر کر دیا۔ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت ثبت کرنے سے پہلے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ فرمایا تھا۔ سعدین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر مصالحت وحی کے ذریعہ سے ہے تو سمعنا و اطعنا اور اگر اپنی رائے مبارک سے ہے تو بھی سرتابی کی گنجائش نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس باب میں وحی تو نازل نہیں ہوئی لیکن جب میں نے دیکھا کہ عرب متحد ہو کر تمہاری طرف تیر پھینکتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ ان میں سے ایک گروہ کو راضی کرنے کی کوشش کروں اور مخالفین میں انتشار پیدا کروں تاکہ ان کی کثرت و شوکت ٹوٹ جائے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ماضی میں ہم اور وہ دونوں بتوں کی عبادت میں شریک تھے اور خدا تعالیٰ جل وعلا کے راستہ پر نہیں تھے، اس جماعت کو ہمارے نخلستان سے ایک کھجور بھی مہمانداری کے سوا حاصل کرنے کی توقع نہیں ہوتی تھی، اب جبکہ ہم دولت اسلام سے فائز ہیں، اور آپ کی متابعت کی عزت سے سرفراز ہیں ہم اس کمینگی کو کیسے قبول کر لیں اور اس حق ناشناس

جماعت کو اپنے اُوپر مسلط کر لیں جو اس معاملہ کو اپنا وظیفہ اور حق سمجھ کر جس وقت بھی طمع و لالچ کی قوت متحرکت میں آئے اس کو دستور بنا کر ہمارے اموال میں شریک ہو جائے، ہم اس ذلت کو قبول نہیں کر سکتے اور خدا کی قسم ہمارے اور ان کے درمیان تلوار کے سوا کوئی چیز نہیں ہوگی، یہاں تک کہ حق تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ عہد نامہ اٹھا کر پھاڑ دیا۔ قبیلہ غطفان اور فزارہ کے پیشوا مجلس ہمایوں سے مایوس و نامراد لوٹے۔ واقدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں عقبہ اور حارث مصالحت کے قواعد کو مستحکم کرنے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے، اسید بن حضیرؓ مسلح اور لوہے میں غرق مجلس میں آئے اس وقت عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پاؤں دراز کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ عہد نامہ میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اسیدؓ اس کی بے ادبی سے بہت غضبناک ہوئے اور اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا، اے لومڑی کی آنکھ والے تجھے یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پاؤں لمبے کرے تو لالچی ہوتے ہوئے کیسے مجلس میں ٹانگیں پھیلاتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا لحاظ نہ ہوتا تو میں تیرے دونوں پاؤں کو نیزے سے چیر کر ایک کر دیتا۔ جب اسید نے یہ باتیں کیں عقبہ ناامید ہو کر مجلس سے اٹھا اور کہا، مدینہ کی بعض کھجوروں کو ترک کرنا جنگ کی مصیبت سے بہتر تھا کیونکہ تم مقابلہ کی طاقت اور قوم کے ساتھ جنگ پر صبر کرنے کی قوت نہیں رکھتے۔ اسید نے کہا، ہمیں تلوار سے ڈراتا ہے، بہت جلد تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں اور تم میں کون زیادہ جزع کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ادب کی رعایت کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مارتا، پھر ہیبت ناک آواز سے پکارا اے قوم غطفان لوٹ جاؤ، تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار کے سوا کچھ نہیں۔ کہتے ہیں کہ کھیتی اور انصار کی ثابت قدمی دیکھ کر مدینہ کی کھجوروں پر للچانے والوں کے دلوں میں تزلزل پیدا ہوا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ہم مدینہ پر کسی قسم کی دست اندازی نہیں کر سکتے جس سے وہ بے دل ہو گئے۔

آغازِ جنگ

فن سیرت و تاریخ کے ماہرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب مخالفین کے لشکر اہل ایمان و اسلام کے موافقین کے قصد سے مدینۃ الاسلام کے میدان میں مجتمع ہو گئے، مسلمانوں کا انہوں نے محاصرہ کر لیا۔ لشکر میں سے کوہ پیکر سپہ سالار اور دلیرانِ لشکر مثل عمرو عبدود جو وفور شجاعت، کمال جرأت، آلات حرب کو تیزی سے استعمال کرنے اور جنگ و قتال کے ہتھیاروں کی تکمیل میں قبائل عرب میں بڑی شہرت

رکھتا تھا چنانچہ عرب کے جنگجو اسے ہزار مرد کے برابر خیال کرتے تھے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ جس میں عمرو عبدود بھی تھا تجارت کے طور پر بہت زیادہ مال کے ساتھ شام کے ارادہ سے جا رہے تھے کہ اچانک تقریباً ہزار آدمی ڈاکوؤں نے ہمارا راستہ روک لیا کارواں والے مال بلکہ جان سے بھی ناامید ہو گئے اور اسی اثنا میں عمرو عبدود نے نیام سے تلوار کھینچ لی اور ببر شیر اور ہاتھی کی طرح مخالفین پر حملہ آور ہوا وہ جماعت اس کے طرف کرتے ہی شکست کھا گئی اور بھاگ کھڑی ہوئی اور قافلہ صحیح وسلامت گذر گیا۔ عمرو عبدود کو بدر کے روز ایک بڑا زخم آیا اور جنگ سے بھاگ گیا۔ جنگ اُحد میں کسی مانع کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکا۔ اس جنگ میں احزاب کے ساتھ شریک ہو کر چاہتا تھا کہ گذشتہ کی تلافی کرے اور اپنی بہادری وشجاعت کی آواز قبائل عرب میں پھیلائے ۔ لامحالہ جنگ کے روز ایک سو سرداروں کے ساتھ جن میں عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ بن وہب، نوفل بن عبداللہ اور ضرار بن خطاب بن مرداس جیسے جنگجو تھے، خندق کے کنارے آیا اور تنگ جگہ تلاش کر کے گھوڑے کو چابک مارا اور ایک چھلانگ سے خندق پار کر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ خالد بن ولید، ابوسفیان بن حرب اور تمام قریش، کنانہ، غطفان اور فزارہ نے خندق کے کنارے صفیں باندھیں۔ عمرو عبدود جب خندق کو عبور کر گیا، میدان شجاعت وبہادری میں قدم رکھتے ہوئے مقابل کو طلب کیا۔ لشکر اسلام جو اس کی پہلوانی اور شجاعت کو جانتے تھے، اس کی مردانگی معلوم تھی، ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ گویا جسم میں خون نہیں ہے۔ سر جھکائے اپنی جگہ پر دم بخود رہ گئے اور کوئی شخص اس کے مقابل نہیں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دوست اس کے شر کو ہم سے دور کرے۔ سلطان تخت ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا، انا ایا رسول ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا، عمرو عبدود نے پھر لڑائی کے لیے طلب کیا، علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، اجازت نہ ملی تیسری مرتبہ عمرو نے کہا تم میں کوئی مرد نہیں ہے جو میدان میں مردوں کے مقابل میں آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر اجازت طلب کی تاکہ اس سرکش کے ساتھ دو دو ہاتھ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا یا علی ادن، جب علیؓ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار جو ذوالفقار کے نام سے مشہور تھی انہیں دی، خاص زرہ پہنائی اور اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھا اور ایک روایت میں ہے کہ دستار ان کے سر پر لپیٹی، اس کے بعد دست مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، اور کہا

الٰہی! عبیدہؓ کو تو نے روزِ بدر مجھ سے لے لیا، حمزہؓ کو جنگِ اُحد میں تو نے مجھ سے جدا کر دیا، یہ علیؓ میرا بھائی، اور بھتیجا ہے۔ پھر فرمایا فلا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ روانہ ہوئے۔ اس جنگ میں عمرو سوار تھا کہ حضرت علیؓ نے اس کا راستہ روکا، اور کہا اے عمرو! تو نے کہا ہے کہ مجھے جو شخص دو باتوں کی دعوت دیتا ہے میں ان میں سے ایک کو قبول کر لیتا ہوں۔ عمرو نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ امیر نے کہا میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور ان کا فرمانبردار بن جا، اور وہ پروردگار جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ عمرو نے کہا، مجھ سے یہ توقع نہ رکھ کیونکہ یہ بات مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دوسری بات اختیار کرلے جس کا اختیار کرنا تیرے لیے بہتر ہے۔ عمرو نے کہا وہ کیا ہے۔ علیؓ نے کہا مسلمانوں سے جنگ بند کر دے اور اپنے ملک کو چلا جا، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام درست ہوگیا اور اس نے رونق حاصل کر لی اور وہ اپنے دشمنوں پر مظفر و منصور ہوا تو تو نے ان کی امداد و اعانت کی ہوگی اور اگر اس کے برعکس ہوا تو بغیر جھگڑے اور دشمنی کے تیرا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ عمرو نے کہا، قریش کی عورتیں باتیں نہ کریں گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی نذر پر قدرت حاصل کروں اور اسے پورا کئے بغیر وطن لوٹ جاؤں۔ اس کی نذر یہ تھی کہ بدر کے روز جب وہ زخم کھا کر بھاگا تھا نذر مانی تھی کہ جب تک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام نہیں لے گا اپنے جسم پر تیل نہیں ملے گا۔ القصہ جب عمرو نے ان دونوں سوالات کا انکار کر دیا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب ہمارا اور تمہارا مقابلہ طے ہوگیا۔ عمرو ہنسا اور کہا یہ وہ خصلت ہے جس کے متعلق میرا خیال ہے کہ کوئی بہادر اس قسم کا سوال مجھ سے نہیں کر سکتا۔ تم لوٹ جاؤ تم ابھی نوعمر ہو تمہارا ابھی وقت نہیں کہ مردانِ کارزار کے مقابلہ میں نکلو، حالانکہ میرے اور تمہارے والد کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا، میں نہیں چاہتا کہ تمہارا خون بہاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر تو پسند نہیں کرتا کہ تو میرا خون بہائے، میں تو تمہارا خون بہانا پسند کرتا ہوں۔ عمرو اس بات سے بہت برافروختہ ہوا۔ اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اپنے گھوڑے کو باندھ کر اپنی تلوار کو میان سے کھینچا اور بڑے غصے سے علیؓ پر حملہ کیا، حضرت علیؓ نے اپنی ڈھال سامنے کر دی، تلوار نے ڈھال کو اس طرح کاٹ دیا کہ اس کا اثر سر پر پہنچا۔ پھر حیدر کرارؓ نے ذوالفقار کے ایک ہی وار سے اس ملعون کو سر کے بوجھ سے ہلکا کر

دیا، اسی وقت تکبیر کہی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی تکبیر کی آواز سنی، آپ کو معلوم ہو گیا کہ عمرو ملعون قتل ہو گیا۔ منقول ہے کہ عمرو کے قتل کے بعد ضرار بن الخطاب اور ہبیرہ بن ابی وہب نے علیؓ پر حملہ کیا، حضرت علیؓ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ضرار کی نظر جونہی حضرت علیؓ پر پڑی تو بھاگ نکلا جب اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تیزی سے بھاگ نکلنے کا کیا سبب تھا۔ اس نے کہا اس وقت میں نے موت کی شکل کو دیکھا لیکن ہبیرہ نے تھوڑی دیر جنگ کی آخر کار ذوالفقار کا اسے زخم آیا، اس نے اپنی زرہ پھینک دی۔ نوفل بن عبداللہ مخزومی میدان جنگ سے بھاگا اور زین سے خندق میں زمین پر گر پڑا مسلمانوں نے اس پر پتھر برسائے، اس نے فریاد کی کہ اس سے اچھی طرح بھی قتل کیا جا سکتا ہے حضرت علیؓ نے اس پر احسان کرتے اور ترس کھاتے ہوئے خندق میں اتر کر تلوار کے ایک ہی وار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ عکرمہ، ہبیرہ، مرداس مجاری اور ضرار بن الخطاب میدان جنگ سے بھاگ گئے کہتے ہیں کہ زبیرؓ نے عکرمہ اور ہبیرہ پر حملہ کیا دونوں اس سے بھاگ گئے۔ ہبیرہ کی زرہ اور عکرمہ کا نیزہ گر پڑا، ان دونوں کو زبیر نے اٹھا لیا۔ بھگوڑے جب اپنی قوم میں پہنچے عبدود اور نوفل کے قتل ہو جانے کا انہیں بتایا۔ ابوسفیان قریش اور قبیلہ غطفان کے ساتھ بھاگ نکلا اور عقیق تک کسی جگہ نہ رکا۔

جب حضرت علیؓ نے عمرو کو قتل کر دیا، اس کے لباس، زرہ، اور اسلحہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اس کی بہن اس کی لاش کے پاس آکر بیٹھ گئی، اسے اسی طرح لباس میں دیکھا، اس کے کپڑے اور ہتھیار اسی طرح تھے۔ اس نے کہا ماقتله الا كفو كريم۔ اسے کسی بلند مرتبہ شخص نے قتل کیا ہے۔ پھر پوچھا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا علیؓ ابن ابی طالب۔ اسوقت اس نے یہ دو اشعار کہے ؎

لو كان قاتل عمرو غير قاتله | لكنت ابكى عليه آخر الابد

لكن قاتله من لا يعاريه | من كان يدعى قديما بيضة البلد

القصہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہلاکت خیز آگ سے اس خس و خاشاک کے وجود کو جلا دیا، اور اس کی بساط حیات کو لپیٹ دیا تو آفتاب کی مانند درخشاں چہرے کے ساتھ بلند آسمانوں پر جھنڈا بلند کئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عمرو بن عبدود کا سر آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ فصاحت و بلاغت سے یہ اشعار پڑھتا تھا جن کے یہ دو شعر تھے ؎

عبد الحجارة من سفاهة راسه — وعبدت رب العالمین بصوابه
لا تحسبن الله خاذل دینه — ونبیه یا معشر الاحزاب

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔

مبارزة علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیمة، یعنی علی کی روز خندق مبارزت قیامت تک میری امت کے اعمال سے زیادہ افضل ہے۔ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما مجلس ہمایوں میں موجود تھے، جب وہ آئے تو کھڑے ہو گئے اور علیؓ کے سر کو بوسہ دیا، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے پڑھا وکفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ عزیزاً حکیما،

قریش نے ان دونوں کی لاشوں کو خریدنے کے لیے کسی شخص کو بھیجا تاکہ پوری دیت دے کر خرید لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں ان کے ناپاک جسموں اور ان کی خبیث قیمت کی ضرورت نہیں، انہیں لے جانے دو۔ خلاصہ کلام یہ کہ الحمد للہ پہلے ہی روز مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی اور مخالفین کو مکمل شکست۔ مسلمانوں نے اس سے علیؓ کی برکت سے نیک فال لی۔ ایک اور روایت ہے کہ اسی روز یا دوسرے روز یا دوسرے روز کفار نے پھر عقیق کے مقام سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے مدینہ کی طرف رُخ کیا اور خندق کے اطراف و جوانب سے جنگ شروع کر دی۔ بنی قریظہ عہد توڑ کر صبح سے شام تک خندق کے کنارے جرأت کر کے جنگ کرتے رہے۔ ابوسفیان نے مشرکین کی ایک جماعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے برابر رکھا اور مسلمانوں کو اس طرح مشغول رکھا کہ اپنی جگہوں کو نہ جا سکے۔ اس روز اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ مہاجرینؓ انصار کی نماز ظہر، عصر اور مغرب فوت ہو گئی۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر نماز کے لیے اذان کہی، اور اقامت کہہ کر ان نمازوں کی ترتیب وار قضا کی حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر نفرین کرتے ہوئے فرمایا ملأ اللہ بیوتھم وقبورھم نارا لھم شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطی والعصر حتی جانب الشمس۔

نعیم بن مسعود کا منصوبہ

محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت جبکہ مسلمانوں پر بڑا سخت وقت تھا اور وہ کفار کی شوکت اور اژدہام کی وجہ سے عاجز آ گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے پردۂ غیب سے ایک خاص لطف ظاہر فرمایا، نعیم بن مسعود بن عامر غطفانی جو ہمیشہ شیطانی مکر وفریب میں کفار کا ساتھی تھا، خدا تعالیٰ نے اس کے دل کو پھیر دیا اور اسے اپنی معرفت کا راستہ دکھایا اور نورِ اسلام سے اس کے سینہ کو منور کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنی فرمانبرداری اور ایمان کا اظہار کیا اور ایک ہی تدبیر کے تیر سے جسے تقدیر کی کمان سے اس فسادی گروہ پر پھینکا، مشرکین اور یہود قریظہ کی جمعیت کا شیرازہ منتشر کر دیا اور ان کی آتشِ جنگ کو بجھانے کے لیے نہایت عمدہ منصوبہ تیار کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا کہ نعیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اس سے آنے کا سبب فرمایا۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! دین اسلام کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہو گئی۔ آپ کی نبوت کی تصدیق میرے دل میں متحقق ہو گئی اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ ملتِ حنیفہ میں داخل ہو جاؤں اور توفیق و یقین الٰہی کے دروازے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و اعانت سے اپنے اوپر کھولوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں حق اور سچ ہے۔ دولتِ ایمان کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا ابھی تک قریش کے ساتھ رشتہ محبت استوار ہے اور یہودی بنی قریظہ کے ساتھ بھی دوستی و محبت مستحکم ہے، ابھی تک ان دونوں میں سے کوئی بھی میرے اسلام سے واقف نہیں، میں جو کچھ چاہوں ان سے کہہ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم آپ جو بھی فرمائیں گے میں اس پر عمل کروں گا اور جو آپ کی مرضی مبارک ہوگی اس کے لیے انتہائی کوشش کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تو کفار کے لشکر میں تفرقہ ڈال سکتا ہے اور ان کی جمعیت کو انتشار میں تبدیل کر سکتا ہے؟ نعیم نے کہا، ہاں! میں ایسا کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں جو چاہوں کہوں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمائی اور فرمایا، الحرب خدعۃ اس کے بعد نعیم، یہود بنی قریظہ کے پاس گیا اور کہا کہ اپنے ساتھ میری محبت اور خلوص کو جانتے ہو، انہوں نے کہا ہاں! اس نے کہا قریش اور غطفان، محمدؐ کے ساتھ جنگ کے لیے آئے ہیں اور تم

ان کی امداد و اعانت میں کوشاں ہو، حالانکہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی نسبت نہیں، کیونکہ ان کے بلاد دُور ہیں اگر وہ محمدؐ پر غالب آجائیں گے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے، وگرنہ اپنے وطن کو لوٹ جائیں گے اور تمہارے گھر نزدیک ہیں، تمہارے اہل و عیال اور سامان یہاں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ اتفاق کرو اور محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کی دشمنی اختیار نہ کرو، اب تم اچھی طرح سوچ لو کہ اہلِ مکہ جنگ سے اکتا جائیں اور اس جگہ بیٹھنے سے تنگ آجائیں، محمدؐ کی مہم کا فیصلہ کئے بغیر لوٹ جائیں اور تمہیں محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ میں تنہا چھوڑ جائیں اور عدم استطاعت کی بناء پر ان کے نقض عہد کی وجہ سے مسلمان تم پر غلبہ حاصل کر کے تمہیں جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ یہود نے کہا تو نے مہربانی کی اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ اب اس کا کیا علاج ہے۔ نعیم نے کہا بہتر صورت یہ پیدا ہوتی ہے کہ تم پہلے غطفان کے اعیان و اشراف اپنے پاس گروی رکھو، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرو۔ کیونکہ اگر ان کا ارادہ لوٹ جانے کا ہو اور کام پورا کئے بغیر اپنے شہروں کی طرف متوجہ ہوں تو محمدؐ تمہارا قصد کرے گا۔ جب تمہارے پاس ان کے اشراف کی ایک جماعت ہوگی لامحالہ اپنے سرداروں کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے تمہاری امداد کریں گے اور ان کے نقصان کو تم سے روکیں گے۔ یہودیوں نے کہا خدا کی قسم، جو کچھ آپ نے کہا وہ محض سچ اور عین ثواب ہے اور ہم اس بات سے ہرگز تجاوز نہیں کریں گے۔ نعیم کو جب بنی قریظہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا، سرداران قریش کے لیے ایک اور منصوبہ تیار کیا۔ شفقت و نصیحت اور یکجہتی کو بیان کر کے اس نے قریش سے کہا، محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کی میرے اور ان کے درمیان دشمنی و عداوت کو تم جانتے ہو، اب مجھے بنی قریظہ کی طرف سے ایک خبر پہنچی ہے۔ میں تمہیں اس شرط پر بتاتا ہوں کہ اسے پوشیدہ رکھو گے، خصوصاً ان کے متعلق۔ انہوں نے کہا ہمیں جان و دل سے قبول ہے، بتاؤ خبر کیا ہے؟ نعیم نے کہا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بنی قریظہ عہد و پیمان کو توڑنے پر پشیمان ہیں اور انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ رؤسائے قریش اور سرداران غطفان کی ایک جماعت تمہارے کردار کے بہانہ سے لیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نقض عہد کے جرمانہ کے طور پر انہیں ان کے سپرد کر دیں تاکہ وہ ان کو قتل کر دے اور محمدؐ بھی اس پر راضی ہے۔ ان کی مصالحت اسی پر ہوتی ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نعیم نے کہا کہ میں بنی قریظہ کی مجلس میں تھا کہ ان کا قاصد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوٹا اور خبر لایا کہ وہ صلح پر

راضی ہیں۔ اگر بنی قریظہ کی طرف سے عہد ہو جائے جو اس گفتگو کی تصدیق ہو، خبردار اپنے کسی بھی چھوٹے یا بڑے آدمی کو انہیں نہ دینا، اور ان کی درخواست کو قبول نہ کرنا جب قریش نے قبول کر لیا، نعیم ان کی مجلس سے نکل کر غطفان کے پاس گیا، اور ان کو بھی ایسا ہی کہا جیسا کہ مشرکین قریش سے کہا تھا، اتفاقاً جمعہ کا روز تھا جب نعیم نے یہ شفقت انگیز اور نصیحت آمیز باتیں قریش اور غطفان سے کہی تھی، ہفتہ کی رات ابوسفیان نے کسی شخص کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا چونکہ وہ نعیم کی باتوں سے بہت زیادہ متاثر تھے، ان پر خوف اور رعب پوری طرح طاری تھا، مضمون پیغام کا یہ تھا کہ یہاں ہمارا قیام بڑا طویل ہو گیا، سخت سردی اور چارے اور غذا کی قلت کی وجہ سے ہمارے چوپائے ضائع ہو گئے، آج رات سامانِ جنگ تیار کریں تاکہ کل متفق ہو کر جنگ کریں۔ تم جانتے ہو کہ اس سے پہلے ہم میں سے ایک جماعت جنگوں میں مصروف ہو کر بہت بڑا نقصان اٹھا چکی ہے، بہرحال اب تمہیں چاہیئے کہ متحد ہو جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں تمہارا ساتھ دیں گے جب تم اپنے قبیلہ کے چند اعیان اور اشراف کو ہمارے سپرد کر دو گے تاکہ ہمیں ان کے ذریعہ اطمینان حاصل ہو کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ محاصرہ کی مدت لمبی ہو جائے اور تم طوالت سے گھبرا کر مکا فات عمل کرتے ہوئے لوٹ جاؤ اور ہمیں محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ میں چھوڑ جاؤ۔ جب تمہارے جانے کے بعد اشراف قبیلہ ہمارے پاس ہوں گے تو تمہارے لیے ہماری مدد کرنا ضروری ہو جائے گا۔ جب مشرکین نے یہود کا پیغام سنا، انہوں نے کہا خدا کی قسم نعیم بن مسعود نے سچ کہا، ہم ہرگز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ خدائی تقدیر سے نعیم غطفانی کی تدبیر سے کفار میں اختلاف پیدا ہو گیا اور مخالفین کے حالات متزلزل ہو گئے، ان کے دل پر خوف طاری ہو گیا، مدینہ کے گرد و نواح سے مایوس و محروم اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

حضورؐ کی دعا جنگِ خندق میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر احزاب پر دعا کی اس طرح کہ اللھم منزل الکتاب سریع الحساب اھزم الاحزاب اللھم اھزمھم و زلزلھم وانصرنا علیھم،

اور جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں فتح سے پہلے تین روز مسلسل احزاب پر بددعا فرمائی اور ان کی شکست کے لیے حق تعالیٰ سے درخواست کی

اور آخری دن دونوں نمازوں کے درمیان جب کہ چہار شنبہ کا دن تھا، آپ کی دعا قبول ہوئی، ہوا اول بھیجنے والے اللہ جل وعلا نے آندھی کو کفار کے لشکر میں بھیجا اور انہیں منتشر کر دیا، ہوا انتہائی سرد ہو گئی اور سخت آندھی چلنا شروع ہو گئی چنانچہ کفار کے لشکر کے خیمے اکھاڑ دیئے، آگ بجھا دی اور ان کی دیگوں کو اوندھا کر دیا، فرشتوں کو بھیجا جو ان کے خیموں کی رسیوں کو کاٹتے تھے اور مشرکین کے خیموں کے ستونوں کو اکھاڑتے تھے، دہشت اور خوف ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا۔ ان کے لیے راہ فرار اختیار کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا چنانچہ حق تعالیٰ نے قرآن میں اس حال کی خبر دی یا ایھا الذین آمنوا اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیہم ریحا وجنودا لم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیرا،

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کو رحمۃ للعالمین، بتایا اس ہوا کو قوم عاد کی آندھی سے بھی کئی مراتب سخت کر دیا۔ نقل ہے کہ حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ نے کہا جس رات احزاب حوالی مدینہ سے کوچ کرتے تھے، ہم پر اس قدر سردی کے خوف بلا و ابتلا کی صعوبت طاری تھی کہ اس کی کیفیت حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب گاہ سے اٹھے اور نماز میں مشغول ہوئے۔ جب چند رکعت نماز ادا فرمائی صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کون ہے جو جا کر قوم کی خبر ہمیں لا کر سنائے اور خدا تعالیٰ اسے جنت میں میرا ساتھی بنائے۔ حذیفہؓ نے کہا خدا کی قسم ہم میں سے کسی نے بھی بھوک اور سردی کے خوف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب نہ دیا، یہاں تک کہ آپ پھر نماز میں مشغول ہوتے، فراغت کے بعد دوبارہ فرمایا کہ کوئی ہے جو قوم کی خبر ہمارے پاس لائے، خدا تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق بنائے گا۔ اس مرتبہ بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ جب تیسری مرتبہ ندا کی کسی شخص نے جواب نہ دیا، صحابہ میں سے تین یا چار اشخاص کا نام لیا حالانکہ وہ بھی سنتے تھے اور ان کا جواب یہ تھا کہ میں خدا اور رسول کی پناہ پکڑتا ہوں اس بات سے کہ مجھے اس جگہ سے اٹھائے، اور آج رات کہیں نہ بھیجیں، پھر آپ نے میرا نام زبان مبارک سے ادا فرمایا، میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تو آج رات میری حفاظت کر سکتا ہے تاکہ قیامت کے روز تو ہمارے ساتھ ہو، میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنے پاس

اور فرمایا، اے حذیفہ! تجھے کیا چیز مانع ہوئی کہ تو نے میری بات سنی اور جواب نہیں دیا، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلعم بھوک اور سردی، میری حالت یہ تھی کہ سردی کی وجہ سے میرا ایک ایک عضو کانپ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا آگے آؤ، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہو گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ، کمر اور کندھوں کے درمیان پھیرا، اور ایک ایک روایت میں ہے کہ میرے سر اور چہرہ پر پھیرا اور میرے متعلق دعا فرمائی۔ اللهم احفظ من بين يديه ومن خلفه ومن امامه ومن شمائله ومن فوقه ومن تحته، خدا کی قسم کہ خوف اور رعب مجھ سے جاتا رہا۔ پھر مجھے اشارہ فرمایا کہ قوم میں جاؤ اور ان کے حالات سے مجھے آگاہ کرو اور کسی پر دست درازی نہ کرنا، اور تجھ سے کوئی حرکت سرزد نہ ہونا چاہیئے، یہاں تک کہ تو واپس میرے پاس پہنچ جائے۔ حذیفہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے ہتھیار پکڑے اور خندق سے گزر گیا، ایسے گرم ہو گیا کہ میں حمام میں آ گیا ہوں، جب میں مشرکین کے نزدیک پہنچا، ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا، میں نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنا کبھی یہ پہلو اور کبھی وہ پہلو آگ پر رکھتا ہے۔ حذیفہؓ نے کہا میرا ارادہ ہوا کہ میں اس کے پہلو میں تیر ماروں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر میں نے عمل کیا پھر قدرتی فوج پہنچ گئی۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے پتھر آتے اور ان کے منہ اور سر پر آ کر لگتے تھے، اور وہ ڈھال سے انہیں روکتے تھے، مشرکین کی آگ بجھ گئی، دل مردہ ہو گئے اور رنگ افسردہ و پژمردہ تھے۔ ابوسفیان نے جب اس صورت حالات کا مشاہدہ کیا تو کہا اے گروہ قریش! ہمارا یہاں قیام طول پکڑ گیا، ہمارے چارپائے ہلاک ہو گئے، بنی قریظہ نے ہماری مخالفت کی، ہمارے ہتھیار بیکار ہو گئے اور اس شدید ہوا نے ہماری کوئی چیز جگہ پر نہیں رہنے دی، میں یہ جا رہا ہوں، کہتا ہوا اپنے اونٹ کی طرف آیا، انتہائی تیزی کی وجہ سے اونٹ کا زانو بند کھولے بغیر اس پر بیٹھ گیا، عکرمہ بن ابی جہل نے اسی حالت میں فریاد کی کہ اے ابوسفیان تو قوم کا پیشوا ہے، ان کو ہلاکت میں چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے۔ ابوسفیان خجالت اور شرمندگی میں اونٹ سے اتر آیا، اونٹ کا زانو بند کھولا، اس کی نکیل پکڑی اور چل دیا، لشکر گاہ میں اعلان کر دیا کہ جلدی چلو۔ تمام قریش، غطفان، کنانہ اور فزارہ یاس و حرمان کے ساتھ وہاں سے چل دیئے، اس سرزمین میں مشرکین اور بت پرستوں سے جو مسلمانوں کی جان و مال کے قصد سے آئے تھے، کوئی باقی نہ رہا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مشرکین اونٹوں کو لادنے میں مشغول تھے، میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے لوٹا، راستہ میں میں نے سواروں کو دیکھا جن کے سروں پر سفید پگڑیاں تھیں۔ میں نے انہیں شمار کیا وہ بیس نفر تھے۔ مجھے انہوں نے کہا، اپنے صاحب کو خبر دیجیے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے دشمن کے شر سے کفایت کی۔ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نماز میں تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی امر پیش ہوتا تو نماز میں مشغول ہوتے۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ آگے آؤ۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گیا اور آپ کو کیفیت احوال سے آگاہ کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا، آپ کے دندان مبارک سے نور چمکا، میں ابھی تک گرم تھا، پھر سردی نے مجھ میں اثر کیا۔ مجھے آپ نے اپنے نزدیک بلایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک طویل و عریض کمبل تھا، اس کا ایک کونہ مجھ پر ڈالا اور اپنے پائے مبارک میرے سینہ پر رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راہنما پاؤں کے چھونے سے مجھے راحت ملی۔ چنانچہ اسی کی راحت سے میں سو گیا۔ صبح کی نماز تک سوتا رہا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیدار کیا، اور فرمایا قم یا نومان۔ اے بہت سونے والے اٹھ۔ مروی ہے کہ کفار کے لشکر کے بھاگ جانے کے بعد آپ نے فرمایا اب وہ ہمارے ساتھ جنگ کے لیے نہیں آئیں گے، ہم ان کے ساتھ جنگ کے لیے جائیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد قریش کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے باہر نکلیں۔ آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی فوج کے ساتھ مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ام القریٰ مکہ کی بلندیوں پر فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیے اور وہ گروہ مشرکین مقہور و مغلوب ہو گیا۔

والحمد للہ علیٰ کل حال۔

فصلِ سوم

غزوۂ خندق کے واقعات

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا نے فرمایا کہ جنگ احزاب میں ایک روز مخالفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے اور جنگ شروع کر دی، میں اس روز سعد کی والدہ کے ساتھ بنی حارثہ کے ایک قلعہ میں جو مدینہ کے قلعوں میں سب سے زیادہ مضبوط قلعہ ہے میں تھی اچانک میری نظر سعد پر پڑی جو وہاں سے گذر رہا تھا اور ایک بہت چھوٹی زرہ پہن رکھی تھی جو کہ اس کے ہاتھ پاؤں کو ڈھانپے ہوئے نہیں تھی۔ حالانکہ وہ عظیم الجثہ طویل قامت مرد تھا۔ میں اس کی چھوٹی زرہ سے خوف زدہ تھی کہ خدا نہ کرے اسے کوئی زخم لگ جائے۔ اس کی ماں نے کہا، اے سعد! جلد سے جلد تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملو کیونکہ اگر تو نے دیر کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور جا پڑے گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے ام سعد! کیا اچھا ہوتا اگر تیرا لڑکا پوری زرہ پہن لیتا کیونکہ مجھے اس کے بازوؤں سے ڈر ہے، اس کی والدہ نے کہا یقضی اللہ ماھو بقاض یعنی خدا تعالیٰ جو کرنے کا حکم ہوتا ہے کر دیتا ہے اور حکم الٰہی اسی طرح تھا کہ وہ مشرکین کے تیر سے شہید ہو سکتے ہیں کہ جب سعد خندق کے کنارے پہنچا حبان العرق نے کنارے سے اس پر ایک تیر پھینکتے ہوئے کہا خذھا وانا ابن العرقۃ، اور وہ تیر اس کی رگ اکحل پر لگا اور وہ دائیں ہاتھ پر ایک رگ ہوتی ہے کہ جب وہ منقطع ہو جائے تو اس سے خون نہیں رکتا یہاں تک کہ آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن العرقہ کو ان الفاظ سے نفرین کی۔ غرق اللہ تعالیٰ وجھک فی النار۔ جب سعد کو علم ہوا کہ اس کا زخم مہلک ہے، قبلہ رو ہو کر دعا کرتے ہوئے کہا الٰہی اگر قریش اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جنگ باقی ہے تو مجھے مہلت دے اور زندگی عطا فرما تاکہ میدان

جنگ میں حتی المقدار کوشش کروں اور اگر ان کے درمیان مقابلہ باقی نہیں رہا تو مجھے شربت شہادت پلا دے لیکن مجھے اتنی مہلت دے کہ بنی قریظہ کو ان کے کیے کی سزا پاتے ہوئے دیکھ لوں، سعد اور ان کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں دوستی اور معاہدہ تھا، کہتے ہیں کہ فی الفور ان کے زخم سے خون بند گیا وہ تکیہ لگائے ہوئے تھے، ان کا باقی قصہ عنقریب ان شاء اللہ العزیز مرقوم ہو گا۔

ایک جن سانپ کی صورت میں:

معجم طبرانی میں بیان کیا گیا ہے کہ آغاز جنگ میں ایک جوان جس کی شادی حال ہی میں ہوئی تھی نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر کے گھر روانہ ہوا وہ مسلح اپنے گھر جا رہا تھا راستہ میں اس نے اپنی بیوی کو غیر مردوں کے درمیان کھڑے دیکھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اپنی عورت کو نیزہ سے ہلاک کر دے، اس عورت نے کہا تھوڑی دیر اپنا ہاتھ روکے رکھو اور گھر میں جا کر دیکھو کہ کیا ہے، اور بستر پر کون ہے، جب اس نے اس کے قتل سے ہاتھ اٹھا لیا اور گھر میں داخل ہوا تو اس نے بستر پر ایک سانپ کو سوتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس سانپ کو نیزے کی نوک پر رکھ کر باہر لایا، وہ سانپ تھوڑی دیر نیزے کی نوک پر تڑپا اس کے بعد مر گیا، اسی وقت جوان نے بھی اپنی روح عزرائیل کے سپرد کر دی کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سانپ پہلے مرا یا وہ جوان، اس واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا، آپ نے فرمایا اپنے ساتھی کے لیے بخشش طلب کرو پھر فرمایا مدینہ میں جنوں کی ایک جماعت ہے جو ایمان لا چکے ہیں اگر اس قسم کی کوئی چیز تمہارے سامنے ظاہر ہو تو تین روز تک اس کے نزدیک نہ جاؤ اس کے بعد اگر ظاہر ہو تو اسے قتل کر دو۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔

ضیافت حضرت جابر رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے کے دوران اس عظیم پتھر کو جو خندق میں ظاہر ہو گیا تھا توڑنے میں مصروف تھے، کدال اٹھاتے وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر تین پتھر بندھے ہوئے دیکھے، یہ اس بات کی نشانی تھی کہ تین روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تناول نہیں فرمایا، آپ کی بھوک کے تصور سے میں پریشان ہو گیا میں اٹھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کروں اور

چپکے سے آپ کو اپنے گھر لے جاؤں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصلحت ہو تو چند آدمیوں کو ساتھ لے آؤں۔ الغرض میرے گھر میں ایک بکری کا بچہ تھا اسے میں نے ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا اس نے ایک صاع جو جو موجود تھے ان کا آٹا پیس کر گوندھ دیا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ حقیقت بیان کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کرایا ہے۔ میری درخواست ہے کہ فقیر کے غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کھانا کس قدر ہے، میں نے جو کچھ تھا عرض کر دیا، فرمایا کثیر طیب، پھر فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ دیگ کو چولہے سے نہ اتارے اور نہ ہی تنور میں روٹیاں لگائے جب تک میں نہ آجاؤں اور وہاں موجود نہ ہوں، پھر تمام اہل خندق کو آواز دی کہ جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ اس کی درخواست ہے کہ تمام آئیں، جابر نے گھر میں آکر کہا اے ضعیفہ! تجھ پر افسوس ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں اور ابھی پہنچنا چاہتے ہیں۔ عورت نے کہا، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے کہ طعام کی مقدار کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ بیوی نے کہا، اللہ ورسولہ اعلم۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر پہنچے دیگ اور آٹے کے پاس گئے اور اپنا لعاب دہن دیگ اور آٹے میں ملایا اس کے بعد حق تعالیٰ سے برکت کی دعا کر کے فرمایا کہ روٹی تنور میں لگاؤ جب پختہ ہو جاتیں باہر نکالتے اور پیالے میں توڑ کر ڈالتے اس کے ساتھ شوربا ملا کر دس دس آدمیوں کو بٹھاتے یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کر کھا لیتے پھر وہ اٹھ جاتے، اسی طرح ایک ہزار بھوکوں کا پیٹ بھر دیا۔ جب آپ تنور سے دور ہوتے تو فرماتے کہ دونوں کو ڈھانپ دو اور جب واپس تنور پر آتے تنور روٹیوں سے بھرا ہوا ہوتا اور دیگ گوشت سے بھری ہوئی ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہم نے بھی کھایا اور پڑوسیوں کے پاس بھی بھیجا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے طعام بھی ختم ہو گیا۔ اس معجزہ کو کئی طریقوں سے بیان کیا ہے۔ اور یہ روایت ایک قول کے مطابق زیادہ موزوں ہے۔ واللہ اعلم۔

کھجوروں میں برکت

بشیر ابن سعد کی بیٹی نے کہا کہ خندق کے زمانہ میں میری والدہ بنت رواحہ نے ایک مٹھی کھجوریں مجھے دیں کہ انہیں اپنے والد اور ماموں کے پاس لے جاؤں تا کہ وہ ناشتہ کر لیں۔ میں ان کی تلاش میں جاتی تھی اسی اثناء میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا اے میری بیٹی میرے پاس آؤ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی آپ نے پوچھا تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں جنہیں اپنے باپ کے پاس لے جا رہی ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے آگے بڑھا دیا میں نے وہ آپ کے ہاتھ پر رکھ دیں پھر آپ کے فرمان کے مطابق کپڑا پھیلا دیا اور کھجوروں کو اس کپڑے میں ڈال دیا اور ایک مرد کو کہا اس نے تمام اہل خندق کو کہا کہ آئیں آپ کے فرمان کے مطابق اس نے تمام لوگوں کو جمع کیا انہوں نے حسب منشا کھجوریں کھائیں اور لوٹ گئے ابھی کھجوریں اسی طرح باقی تھیں کہ اس کپڑے کے اطراف کو جنہیں کھینچا ہوا تھا گرا دیا۔

ارباب بصیرت پر پوشیدہ نہ رہے کہ اس غزوہ میں وہ واقعات عجیبہ اور معجزات بدیعہ گنتی اور شمار سے باہر ہیں جو ظہور پذیر ہوئے لیکن اس مختصر میں اس سے زیادہ بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم۔ غزوہ خندق میں مدت جنگ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ بیس روز تھی بعض نے ستائیس روز اور بعض نے چوبیس روز کہا ہے۔ اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ جب محاصرہ کو اکیس روز گذر گئے مخالفین نواح مدینہ میں منتشر ہو گئے اس غزوہ میں انصار کے چھ افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ سعد بن معاذ، انس بن اوس، عبداللہ بن سہیل، طفیل بن نعمان اور کعب بن زید رضی اللہ عنہم ان پانچ افراد کے نام سیرت کی کتابوں میں درج ہیں مشرکین میں سے تین شخص ہلاک ہوئے۔ عمرو بن عبدود، نوفل بن عبداللہ مخزومی اور عثمان بن منبہ جو عبدالدار سے تھا اس غزوہ میں اسے تیر لگا اور مکہ لوٹ گیا اور اسی تیر کے زخم سے ہلاک ہو گیا۔

غزوہ بنی قریظہ:۔ ماہرین فن سیرت و تاریخ نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ جب عنایت خداوندی کی نسیم لا تیأسوا من روح اللہ کی طرف سے چلنا شروع ہوئی اور مطلع آمال سے صبح اقبال نمودار ہوتی دکھائی دی تو قادر مطلق کی تقدیر سے مخالفین و اہل عناد ذلیل و خوار ہو کر لوٹے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف اطمینان خاطر کے ساتھ واپس آئے صحابہ کرام میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے گھر میں آرام کیا۔ اسلحہ اور آلات حرب اتار دیئے تھوڑی دیر آرام سے بیٹھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اپنے جسم اور سر سے گرد و غبار دھو رہے تھے کہ گھر سے باہر کسی شخص نے ہم پر سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم باہر گئے میں آپ کے پیچھے گھر ہی میں آئی میں نے دحیہ کلبی کو دیکھا، اس کے چہرہ پر غبار پڑا ہوا تھا اور سفید اونٹ پر سوار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر اور چہرہ سے گرد و غبار اپنی چادر سے صاف کرتے تھے وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا تھا۔ جب آپ واپس گھر میں تشریف لائے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور ابن عباس کی روایت میں ہے حضرت فاطمہ کے گھر میں تھے غسل کے بعد ظہر کی نماز ادا کر کے خوشبو طلب فرمائی تاکہ خود کو معطر و مطیب بنائیں کہ سفید چمکدار پگڑی باندھے اونٹ پر سوار نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خدا آپ کو فتح دے۔ آپ نے ہتھیار اتار دیئے حالانکہ ملائکہ نے ابھی تک اپنے ہتھیار نہیں اتارے۔ جلد اٹھیے اور ہتھیار پہنیے اور بنی قریظہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔ خدا کی قسم! میں جا کر ان کے قلعہ کو اس طرح کوٹتا اور توڑتا ہوں جیسا کہ انڈے کو پتھر پر مارتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت بلال کو طلب فرمایا اس نے مدینہ میں اعلان کر دیا کہ اے اللہ کے شاہسوارو! سوار ہو جاؤ، ہر سننے والے فرمانبردار کو دوسری نماز بنی قریظہ میں گذارنی چاہیے، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور انہیں جھنڈا عنایت فرمایا اور لشکر سے پہلے روانہ فرما دیا۔ خود آپ نے زرہ پہنی، ڈھال کندھے پر رکھی، نیزہ ہاتھ میں لیا اور اس گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام صیقا تھا اور ایک اور گھوڑا ساتھ لے لیا، عبد اللہ ام مکتوم کو مدینہ میں خلیفہ بنا کر حضرت علی کے پیچھے روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تیار ہو کر شہر سے باہر نکلے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بائیں طرف تھے۔ حضرات مہاجرین و انصار کے اعیان و اشراف ہمرکاب تھے۔ حضرت بلال کے بھائی خالد بھی نیزہ بدست ساتھ تھے۔ دشمنان اسلام کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ ان کے پاس چھتیس گھوڑے تھے، راستہ میں قبیلہ بنی النجار کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ وہ تمام مسلح صف کشیدہ انتظار میں کھڑے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم لوگوں نے کس کے حکم سے ہتھیار پہنے ہیں انہوں نے کہا دحیہ کلبی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار پہن لیے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو جبرائیل علیہ السلام تھے جو گئے ہیں تاکہ ان کے قلعہ میں زلزلہ ڈالیں، مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا جبکہ بنی قریظہ کے پاس پہنچے۔ بعض صحابہ نے وقت کی رعایت کرتے ہوئے عصر کی نماز ادا کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی نہی کو جانے میں تعجیل اور مبالغہ پر محمول کیا۔ اور دوسری جماعت نے نہی کی وجہ سے بنی قریظہ میں جا کر ادا کی اور دونوں میں سے کسی کو بھی ملامت یا عتاب نہیں ہوا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں بنی قریظہ کے قلعہ کے نزدیک پہنچا اس قوم میں سے ایک شخص نے قلعہ کے اوپر سے مجھے دیکھا اور پکارا، قد جاءکم قاتل عمرو دوسرے نے کہا قتل علی عمروا اصار علی صقرا قصمھو علی ظھرا ابرم علی امرا اھتک علی اسرا۔ میں نے کہا۔ الحمد للہ الذی ظھر الاسلام وقمع الشرک؛

جب شاہ مرداں نے قلعہ بنی قریظہ کی دیواروں کے ساتھ جھنڈا گاڑ دیا۔ یہودیوں نے قلعہ کے اوپر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم سے زبان درازی شروع کر دی، حضرت علی نے ابو قتادہ کو جھنڈے کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود سر راہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے قلعہ کے نزدیک نہ جائیے، جلد ہی خدا تعالے ان کو رسوا کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ مجھے دیکھیں گے تو وہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قلعہ کے نزدیک پہنچے فرمایا یا اخوۃ القردۃ والخنازیر۔ خدا اور اس کے رسول کے حکم سے نیچے اترو۔ ایک روایت یہ ہے کہ فرمایا اخسأوا اخساکم اللہ۔ یعنی دور ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دور کرے۔

یہودیوں نے کہا یا ابا القاسم ما کنت جھولا ولا فاحشا۔ یعنی آپ ہرگز اہل دشنام طراز نہ تھے۔ آج اس بُرے کام کا ارتکاب کیوں کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے مگر چند قدم پیچھے ہٹ گئے اور کہتے ہیں کہ اس بات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جو تازیانہ آپ کے ہاتھ میں تھا گر پڑا اور آپ کے دوش مبارک سے چادر زمین پر گر پڑی۔

اسید بن الحضیر نے یہود کو مخاطب کیا کہ اے دشمنان خدا! ہم اس قلعہ سے اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک تم بھوک سے نہیں مرجاتے۔ اب تمہاری مثال اس لومڑی کی سی ہے جو اپنے سوراخ سے سر تو باہر نہیں نکال سکتی ہے۔ یہود نے کہا اے ابن حضیر! کیا ہم تیرے دوست نہیں ہیں۔ خزرج سے نہیں ہیں۔ ہمیں تم سے یہ توقع نہیں تھی۔ اسید نے کہا کہ ہم میں اور

تم میں کوئی عہد و پیمان اور دوستی نہیں ہے۔ تم نے تمام معاہدوں کو ختم کر دیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن وقاص سے فرمایا کہ وہ یہود پر تیر پھینکتے رہیں۔ ان میں سے بھی بعض لوگ تیر پھینکتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوٹ آنے کی اجازت مل گئی۔ اپنے ٹھکانوں پر واپس آگئے اسی طرح پندرہ روز اور ایک قول کے مطابق بیس روز گذر گئے سعد بن وقاص نے کہا اس غزوہ میں ہم کھجوروں پر گذارہ کرتے تھے، سعد بن عبادہ کھجوروں کو اونٹوں پر لاد کر ہمارے پاس بھیجتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے، کھجوریں اچھا طعام ہے۔

جب محاصرہ نے طول کھینچا، حق تعالیٰ نے یہود کے دل میں خوف پیدا کر دیا، انہوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا اور نباش بن قیس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا،

قال اللہ تعالیٰ ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین

ہم بنی نضیر کی طرح جلا وطنی اختیار کرتے ہیں ہمارے خون نہ بہایئے اور چھوڑ دیجئے تاکہ ہم اپنے عیال و اطفال کے ساتھ باہر چلے جائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی نہ ہوئے، پھر انہوں نے اطلاع بھیجی کہ ہم اپنے تمام اموال اور سامان سے دست بردار ہوتے ہیں۔ آپ اجازت فرمایئے کہ ہم اپنی بیویوں کو بچوں کے ہاتھ پکڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں، یہ درخواست بھی قبول نہ ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لا الی ان تنزلوا علی حکمی۔

نباش نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ان تک پہنچایا وہ اپنے معاملہ میں حیران رہ گئے، کعب بن اسد جو ان کا مقتدی تھا نے بنی قریظہ کے روسائی کو جمع کیا اور حی بن اخطب اس عہد کی بنا پر جو اس کے ساتھ تھا اس کے قلعہ میں آیا اور اس مجلس میں حاضر ہوا، پھر کعب بن اسد نے ان کے ساتھ خطاب کیا اور کہا اے یہود! خدا کی قسم! تم تمام جانتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور ہم اب تک حسد کی وجہ سے ان پر ایمان نہیں لاتے: اب تین کاموں میں سے ایک کام کرو۔ ایک یہ کہ اس معرفت کی بنا پر جو تم پر ان کے متعلق ہے ان پر ایمان لے آؤ اور ان کی فرمانبرداری اختیار کر لو تاکہ تمہارے بیٹے عورتیں اور اموال و نفوس محفوظ رہیں۔ یہود نے کہا ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور

توریت پر دوسری کتاب کو اختیار نہیں کرتے، کعب نے کہا اگر یہ نہیں کر سکتے تو اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دو، قلعہ سے باہر نکلیں اور جنگ کریں اگر مغلوب ہو جائیں تو ہمارے بعد ہماری عورتیں اور بچے ذلت نہ دیکھیں، اگر غالب آجائیں گے تو بیوی بچے کم نہیں ہوں گے، بنی قریظہ نے کہا بے گناہوں کو قتل کرنے کا کوئی سبب نہیں، کونسا دل اس کام کے لیے تیار ہو گا۔ اپنی اولاد کے قتل کرنے اور اپنے جگر گوشوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم کیا نفع اٹھا سکتے ہیں۔ کعب نے کہا اگر تم اس امر پر راضی نہیں ہو تو آج شنبہ کی رات ہے ان کے دل ہماری طرف سے مطمئن ہیں آؤ آج رات شبخون ماریں ممکن ہے ہم کامیاب ہو جائیں۔ بنی قریظہ نے کہا شنبہ کی حرمت کو کیسے باطل کریں وہ لوگ جو ہم سے پہلے تھے انہوں نے اس امر کی رعایت نہیں کی مسخ اور فسخ میں مبتلا ہو گئے۔ جب یہودی تنگ آ گئے حیرت میں پڑ گئے ابو لبابہ بن عبد المنذر اوسی کو جو ان کا دوست اور ہم عہد تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب کیا تا کہ اپنی مہم میں اس سے مشورہ کریں۔ ابو لبابہ قلعہ میں آیا، اس کی عزت و تکریم کر کے انہوں نے اس کا استقبال کیا، عورتیں اور بچے اس کے پاس جمع ہو گئے۔ شدتِ حال اور رنج کی اس سے شکایت کی۔ ابو لبابہ کو ان پر رحم آیا، پھر بنی قریظہ کے اشراف نے ان سے مشورہ کیا کہ مصلحت کیا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اتر آئیں یا نہ؟ ابو لبابہ نے کہا ہاں اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی فیصلہ تمہارے قتل کا ہو گا۔ ابو لبابہ کہتا ہے میں اس وقت پشیمان ہوا اور استرجاع کیا یعنی انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ کعب ابن اسید نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے میں نے کہا میں نے خدا اور رسول کے ساتھ خیانت کی ہے۔ میں قلعہ سے نکل آیا، گریہ مجھ پر طاری تھا چنانچہ میری داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ملے بغیر مدینہ آ گیا اور اس مسجد میں جو ام سلمہ کے دروازہ کے سامنے ہے آ گیا اور خود کو ستون کے ساتھ باندھ دیا اور میں نے جی میں کہا کہ کوئی شخص مجھے اس ستون سے نہیں کھولے گا مگر نماز کے اوقات میں جب تک کہ میری توبہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ چند دن رات اسی طرح بندھا رہا اس کی بیٹی آتی اور اس کے منہ میں کھجوریں ڈال دیتی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے حال کا علم ہوا تو فرمایا اگر وہ پہلے ہی میرے پاس آ جاتا تو اس کیلئے استغفار کرتا، اب میں اس کو نہیں کھولوں گا تاوقتیکہ حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ کرے اور ایک

روایت میں ہے کہ پندرہ روز کے بعد ابولبابہؓ کی توبہ کی قبولیت کے متعلق وحی نازل ہوئی جب یہود بنی قریظہ عاجز و بیقرار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد مسلمؓ کو حکم دیا کہ اس نے مردوں کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دیئے اور عبداللہ سلامؓ کو ان کی عورتیں، بچوں اور اموال و اسلحہ کے ضبط کرنے پر متعین فرمایا۔ اس قلعہ میں ایک ہزار پانچ سو تلواریں، تین سو زرہیں، ایک ہزار پانچ سو ڈھالیں اور بے شمار اثاثہ اور برتن تھے اور یہودیوں کے اونٹ، چوپائے اور بھیڑ بکریاں حد و شمار سے باہر تھے۔ اسی اثناء میں قبیلہ اوس کے اعیان و اشراف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ لطف و احسان کے مظہر ہیں اور نیکی و نرمی کے منبع ہیں آپ نے بنی قینقاع کے متعلق جو ابن ابی کے حلیف تھے، مہربانی فرمائی اور سات سو افراد کو جن میں سے چار سو زرہ پوش تھے، بخش دیا اب بنی قریظہ کے متعلق جو ہمارے حلیف ہیں اور نقض عہد سے پشیمان ہیں مہربانی فرمایئے اور ان کے جرائم کو معاف فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ جب ان کا مبالغہ حد سے بڑھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میں سے ایک شخص ان کے متعلق حکم کرے انہوں نے کہا ہاں، یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا سعد بن معاذ ہے جو کچھ وہ کہے گا اس معاملہ میں اس کے مطابق ہم عمل کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو مدینہ میں سعد کو لانے کے لیے بھیجا وہ اس تکلیف کی وجہ سے جو انہیں پہنچی تھی۔ اس غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے، لامحالہ ایک جماعت نے انہیں بٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اس سے پہلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں پہنچیں۔ قبیلہ اوس کے کچھ لوگ اس سے ملے اور اسے کہا اے ابا عمرو، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بنی قریظہ پر حکم مقرر فرمایا ہے اور وہ تیرے حلیف ہیں، ہم وطن ہیں اور جنگوں میں انہوں نے تیری امداد و اعانت کی ہے؟ دوسرے تمام لوگوں سے اعراض کیا ہے، اب ان کی امید کی آنکھیں تیری طرف لگی ہوئی ہیں۔ تو نے ابن ابی کو دیکھا کہ اس نے اپنے ہم سوگندوں بنی قینقاع کی نجات کی خاطر کس قدر عمدہ کوشش کی۔ ہماری التماس یہ ہے کہ بنی قریظہ کے متعلق شفقت و احسان کا طریق اختیار کرنا اور اس قسم کا فیصلہ کرنا کہ وہ قتل کی مصیبت سے بچ جائیں، اوسیوں نے ہر چند اس قسم کی باتیں کیں لیکن سعدؓ نے ان کو

کوکوئی جواب نہ دیا آخر کار جب ان کا اصرار اور الحاح حد سے بڑھ گیا، اس نے کہا اس کا وقت نہیں ہے، راستہ میں خدا تعالیٰ نے سعد کو ملامت کرنے والوں کی ملامت سے محفوظ رکھا اس بات سے وہ ناامید ہو گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ تمام کے قتل کا حکم کرے گا۔ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مجلس بھائیوں کے قریب پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا قوموا الیٰ سیدکم اپنے سردار کے لیے اٹھو، بنی اشہل کی ایک جماعت نے جو سعد کی قوم سے تھی اسے سواری سے اتارا، جب وہ بیٹھ گئے قبیلہ اوس کا ایک گروہ جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گفتگو کی مجال تھی کہا، اے ابا عمرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے فیصلہ کی باگ آپ کے قبضۂ اختیار میں دے دی ہے، اس جماعت کے سابقہ حقوق کا خیال کرتے ہوئے اس کے متعلق شفقت و احسان کا طریقہ اختیار کریں، سعد نے اوسیوں سے کہا کہ خدا تعالیٰ کا عہد و میثاق تم پر ہے کہ جو کچھ میں حکم کروں اس پر تم راضی ہو اور میرے حکم سے تجاوز نہیں کرو گے تمام نے جواب دیا ہاں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور انتہائی تعظیم و تکریم کا لحاظ کرتے ہوئے خطاب سے اجتناب کرتے ہوئے کہا جو شخص بھی یہاں ہے تمام میرے حکم پر راضی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فیصلہ وہی ہو گا جو تو کرے گا، سعد نے کہا میں حکم کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کریں ان کی عورتوں اور بچوں کی گردن میں غلامی کا طوق ڈالیں اور ان کے اموال کو مسلمان آپس میں تقسیم کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے سعد! تو نے ان کے متعلق وہی حکم کیا جو خداوند تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے فیصلہ کیا تھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا بنی قریظہ کے مردوں کے ہاتھوں کو باندھ کر مدینہ میں لائے اور حضرت اسامہ بن زید کی سرا میں قید کر دیا۔ ان کے بچوں کو رملہ بنت حارث کے گھر میں جو بنی النجار کی ایک عورت تھی محفوظ و مضبوط کر دیا، چند مٹھیاں کھجوروں کے ان کے آگے ڈال دیئے، چونکہ ان کے ہاتھ مضبوط رسیوں سے بندھے ہوئے تھے منہ کے بل گر کر کھجوروں کو کھاتے تھے اس دن کی رات کو جو ملک عدم کو سدھارے، صبح کو تورات کے درس میں مشغول ہوئے اور ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی وصیت کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مناسب جگہ پر خندق کھودی گروہ در گروہ اسامہ کے گھر سے باہر لاتے تھے حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کھینچی ہوئی تلواروں سے ان کی گردنیں مارتے تھے اور ان کے خون

کو خندق میں بہاتے تھے، جب حی بن اخطب کو ہاتھ باندھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آپ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن! آخر کار خدا تعالیٰ نے تجھے میرے ہاتھ میں گرفتار کیا اور مجھے تم پر حاکم کیا، حی نے کہا میں اپنے آپ کو آپ کی دشمنی میں ملامت نہیں کرتا لیکن من خذل یخذل، میں اپنے نفس کی عزت چاہتا ہوں خدا تعالیٰ نے آپ کو فتح دی، کوئی خوف نہیں، اس قسم کی بہت سی مصیبتیں بنی اسرائیل پر آئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب حیدر کرار نے حی کو قتل کرنے کے لیے تلوار کھینچی حی نے کہا میری درخواست ہے کہ میرے کپڑے جسم سے نہ اتارنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات میرے نزدیک قتل کرنے سے آسان ہے پھر حی نے گردن اوپر کھینچی، امیر نے تیز تلوار سے اس کا فیصلہ کر دیا اور اسفل السافلین میں بھیج دیا۔ پھر کعب بن اسید کو گردن کے ساتھ ہاتھ باندھے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسید! تو نے ابن حباس کی نصیحت سے کیوں نفع حاصل نہیں کیا، کہ اس نے تمہیں میری متابعت کا حکم دیا تھا اور وصیت کی تھی کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو تو میرا اسلام ان کی خدمت میں پہنچانا اس نے کہا اے ابو القاسم! توراۃ کی قسم اگر یہود سرزنش اور عیب نہ کرتے کہ میں تلوار اور قتل کے خوف سے مسلمان ہوا ہوں تو یقیناً آپ کی تصدیق کرتا اور آپ کی متابعت کرتا لیکن اس اعتراض کو دور کرنے کی خاطر دین یہود پر مرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی اس کے ساتھیوں کے ساتھ پہنچا دیا، اس روز صبح سے شام تک حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما، بنی قریظہ کے قتل میں مصروف رہے جب رات ہو گئی تو مشعل کی روشنی میں ان کی زندگی کو موت کی شام میں بدل دیا، وہ چار سو افراد تھے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ چھ سو تھے، اور ایک جماعت کہتی ہے کہ نو سو تھے۔

بنی قریظہ کے یہودیوں میں ایک بوڑھا زبیر بن باطا نامی تھا جس نے جنگ بعاث میں ثابت بن شماس کے ذمہ ایک حق ثابت کیا تھا اس نے ارادہ کیا کہ اس کا اسے بدلہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور وہ احسان جو زبیر نے ثابت پر کیا تھا عرض کیا، اس نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ میں اس کا بدلہ ادا کروں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے ہمایوں ہو تو زبیر کو مجھے بخش دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زبیر کو میں نے تجھے بخشا۔ ثابت نے زبیر کو بشارت دی، زبیر نے کہا وہ بوڑھا جو عورت اور بچوں سے جدا ہو جائے زندگی سے اسے کیا فائدہ،

ثابت نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اور درخواست کی کہ زبیر کے عیال واطفال کو غلامی کی قید سے آزاد فرمائیں۔ آپ نے اس کی اس درخواست کو بھی قبول فرما کر تمام کو اس کے سپرد کر دیا۔ پھر زبیر نے کہا کہ وہ اہل وعیال جو ایک بوڑھے کی کفالت میں ہوں، جس کے پاس ایک دانہ بھی نہ ہو۔ بغیر مال کے بوڑھا بدحال ان سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ ثابت نے یہ بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دی اور استدعا کی کہ اسے کچھ مال اور عیال کا خرچہ عنایت فرمائیں۔ یہ سوال بھی قبول کر لیا گیا۔ ثابت نے زبیر کو تمام آرزوؤں کے پورا ہونے کی بشارت دی۔ زبیر نے ثابت سے پوچھا اس شخص کا کیا ہوا جس کا آئینہ جیسی کی طرح چہرہ تھا، ماہ رخسار، خورشید دیدار دوشیزگان کا نظارہ کرتا تھا یعنی کعب بن اسعد، ثابت نے جواب دیا وہ قتل ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔ بزرگ شہر کہاں ہے جو لوگوں کو جنگ پر ابھارتا تھا اور ان کو ضرورت پر طعام دیتا تھا اور غریبوں اور مسکینوں کا غم کھاتا تھا یعنی حی بن اخطب، ثابت نے کہا وہ بھی قتل ہو گیا۔ زبیر نے کہا وہ درست تدبیر کا مالک کہ جب وہ کسی جماعت کی طرف متوجہ ہوتا انہیں متفرق کر دیتا اور جس عقدہ کو کھولنا چاہتا کھول دیتا یعنی نباش بن قیس جواب دیا کہ وہ بھی عدم آباد کو روانہ ہوا۔ اسی طرح بنی قریظہ کے ایک ایک رئیس اور سردار کا حال پوچھتا رہا اور ان کے قتل کی خبر سنتا رہا۔ پھر زبیر نے کہا اے ثابت! خدا کی قسم! ساقیوں کی جدائی اور احباب سے دوری موت سے زیادہ تلخ ہے اب میں اپنی سابقہ خدمت کے حق کی بدولت میری اس تلوار سے مجھے بھی اپنے دوستوں کے پاس پہنچا دے۔ ثابت اس کی اس بات سے بہت برہم ہوا فی الفور اس کی درخواست قبول کر لی اور اسے قتل کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ ثابت نے تلوار زبیر کو دی جس سے اس نے اپنا سر جسم سے جدا کر دیا۔

جب مسلمان بنی قریظہ کے قتل سے فارغ ہوئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم کھل گیا، نزع کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سرہانے موجود تھے اس کے سر کو اپنے زانو مبارک میں رکھے ہوئے فرماتے تھے، الٰہی! سعد نے تیرے راستہ میں زحمت برداشت کی، تیرے رسول کی تصدیق کی، حقوق اسلام جو اس کے ذمہ تھے ادا کیے، اس کی روح کو بہترین طریقہ کے ساتھ جس طرح اپنے دوستوں کی ارواح کو قبض کرتا ہے، قبض کر۔ سعد نے جب آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی آواز سنی، اپنی آنکھیں کھولیں اور عرض کیا، السلام علیک یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسولِ خدا ہیں آپ نے کما حقہ رسالت کی تبلیغ کی، اور اپنے سر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو مبارک سے اٹھالیا اور معذرت کر کے منزلِ جاوداں میں بھیج دیا، تھوڑی دیر بعد خدا کی رحمت نے اپنے پاس بلالیا، استبرق کا عمامہ باندھے ہوئے جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا اے محمد! آپ کے صحابہ میں سے یہ کون تھا جو فوت ہوا جس کی روح کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔ خدا کا عرش کانپ اٹھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ابھی ابھی سعد کے پاس تھا اسے عالمِ سکرات میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر تشریف لائے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی، صحابہ نے اس کا جنازہ اٹھایا اور بقیع کی طرف روانہ ہوئے نقل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ سعد طویل القامت، عظیم الجثہ مرد تھا لیکن اس کا جنازہ بہت ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ سعد کی لاش کو ملائکہ اٹھائے ہیں اور جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے منقول ہے کہ ہم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تاکہ سعد کی جنازہ کی نماز ادا کریں، جب ہم نے نمازِ جنازہ ادا کرلی اسے سپردِ خاک کرایا اور مٹی کو اس پر درست کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل تسبیح پڑھی ہم نے بھی آپ کے ساتھ موافقت کی پھر آپ نے تکبیر کہی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تسبیح اور تکبیر میں کیا حکمت تھی؟ آپ نے فرمایا جب اس نیک بندے کو قبر میں دفن کر دیا قبر نے اس پر تنگی کی میں نے تسبیح و تکبیر کہی حتیٰ کہ اس کو نجات مل گئی۔ اے غافل انسان اور اے اللہ فراموش کر دینے والے اس حدیث میں تامل کر اور سوچ، کیا تجھے معلوم ہے کہ سعد بن معاذ کون تھا، سعد بن معاذ وہ ہے جس کے متعلق صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد کی موت سے عرشِ الٰہی ہل گیا آسمان کے دروازے کھل گئے، ستر ہزار فرشتے اس کے جنازہ میں حاضر ہوئے، جب مقربین اور صدیقین کا یہ حال ہو تو گنہگاروں اور نافرمانوں کا کیا حال ہوگا۔ ایک بزرگ نے اپنی مناجات میں کہا ہے اگر سطوت کی آگ، غیرت کا شعلہ فضائے عالمِ جبروت میں جلائے، اطاعت گذاروں کی تمام نیکیوں کو جلا دے اور اگر لطف و کرم کی ہوا چلنے لگے

تو ناتواں گنہگاروں کی جان کو خوشبو پہنچے۔

لطفِ تو اگر بندہ نوازی نکند | یا خور کرم تو کارسازی نکند
مشک غنیمت آب جعلہ دریا ہا | یک جامہ معصیت نمازی نکند

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ بنی قریظہ کی ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی کہ اچانک آواز آئی کہ فلاں کہاں ہے اور اس عورت کا نام لیا، اس عورت نے کہا میں اس جگہ ہوں، اس نے کہا نکل باہر آ۔ وہ اسی طرح ہنستی ہوئی اٹھی اور کہا مجھے قتل کرنے کے لیے بلاتے ہیں، میں نے کہا عورتوں کو قتل کرنے کا دستور نہیں تجھے یہ خصوصیت کیوں ہے۔ اس نے کہا میں بنی قریظہ میں سے ایک شخص کی بیوی تھی اور ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ پوری محبت تھی جب محاصرہ نے طول پکڑا میرے شوہر نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر قابو پالیا تو مردوں کو قتل اور عورتوں کو قید کرلیں گے، میں نے کہا افسوس کہ ہمارا وصال جلد ختم ہو جائے گا اور جدائی کی مصیبت میں تبدیل ہو جائے گا۔ مجھے تمہارے بغیر زندگی پسند نہیں ہے۔ میرے خاوند نے کہا اگر تم سچ کہتی ہو تو مسلمانوں کی ایک جماعت ہمارے قلعہ کی دیوار کے نیچے بیٹھی ہوئی ہے یہ چکی کا پتھر ان کے سر پر پھینک دے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی مارا جائے اور تجھے اس کے قصاص میں قتل کریں۔ میں نے ایسا ہی کیا، اور پتھر دیوار سے لڑھکا دیا وہ جماعت بھاگ گئی پتھر خلاد بن سوید کے لگا اور وہ مر گیا، اس وقت مجھے وہ اس کے بدلے بلاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں عرصہ گذر گیا مجھے قتل کے مقابل اس کا ہنسنا اور بشاشت کرنا نہیں بھولتا۔ مروی ہے کہ جب بنی قریظہ کے قتل کرنے سے فارغ ہوئے ان کے مال کو تقسیم کیا گھوڑے کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ ملا، چنانچہ سوار کو تین حصے دیے اور اس سے خمس جدا کر دیا، قیدیوں میں سے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے ریحانہ بنت عمرو کو مخصوص فرمایا۔ اور ملک یمین کے ذریعہ اس میں تصرف کیا آپ نے چاہا کہ اسے آزاد کریں اور اس سے نکاح کرلیں آپ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے لیے یہ طریقہ آسان ہے۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کا ایک گروہ قبا نجد میں بھیجا انہیں فروخت کر کے اس سے گھوڑے اور ہتھیار خرید لیے اور ایک روایت یہ ہے کہ بعض عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہ اور بعض عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس فروخت کر دیے۔ وھذا اخر قضیۃ

بنی قریظہ۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

ہجرت کے پانچویں سال کے بعض واقعات

غزوہ خندق سے مراجعت کے بعد ابو سفیان ایک روز قریش میں بیٹھا ہوا تھا اور کہتا تھا کہ تم میں کوئی شخص ہے جو مدینہ میں جائے اور فرصت پا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا بدلہ لے۔ وہ بازار میں تنہا جاتے ہیں اور تبلیغ میں اس قدر مشغول ہیں کہ دوست دشمن کی تمیز نہیں کرتے۔ ایک اعرابی یہ بات سن کر ابی سفیان کے گھر گیا اور خلوت میں اس سے کہا اگر تو میری مدد کرے تو میں اس مہم کو پورا کر دوں گا، کیونکہ میں راستوں سے اچھی طرح واقف ہوں خنجر بھی تیز رکھتا ہوں اور مجھے کسی کا خوف بھی نہیں، ابو سفیان نے اس اعرابی کی دلجوئی کی ایک اونٹ زاد راہ کے لیے اسے دیا اور وصیت کے پوشیدہ کرنے کی تاکید کی اعرابی کو اسی رات مکہ سے باہر نکال دیا۔ اعرابی منازل و مراحل طے کرتا تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ جا پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا جو قبیلہ بنی الاشہل میں تھے۔ اس نے اپنا اونٹ مضبوط باندھا اور پیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب میں چلا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قبیلہ کی مسجد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو نصیحت کرنے میں مصروف تھے۔ دور سے آپ کی نظر ابو سفیان کے فرستادہ پر پڑی، صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ نے فرمایا یہ شخص دھوکا دینے کا خیال رکھتا ہے لیکن ہمارے اور اس کے درمیان لطف الٰہی حائل ہے۔

اعرابی نے نزدیک آ کر پوچھا تم ہی عبد المطلب کے بیٹے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا ابن المطلب۔ اعرابی فی الفور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا گویا کہ وہ کسی مشورہ کے طور پر بات کرنا چاہتا ہے۔ اسید بن حضیر نے اسے پکڑ لیا اور کہا اے طغیان! رسول خدا سے دور ہو اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر لیا کہ اس کے کپڑوں کے نیچے خنجر ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ اس کے کپڑوں کے نیچے خنجر ہے، اور یہ عیار اور مکار آدمی ہے وہ اسید کے پاؤں میں گر پڑا اور فریاد کی کہ میرا خون معاف کر دو، اسید نے اسے مضبوط جکڑ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، سچ کہو تیرے آنے کا کیا سبب ہے۔ اگر تو سچ کہے گا تو یہ سچ

تجھے نفع دے گا۔ مگر حق تعالیٰ مجھے تمہارے خیال سے آگاہ کر دے گا۔ اعرابی نے امان طلب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دے دی اور اس نے تمام صورتِ حال عرض کر دی۔ حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اسید نے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا۔ دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو طلب کیا اور فرمایا کہ میں نے تجھے امان دے دی۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن تیرے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اعرابی نے پوچھا وہ کیا ہے؟ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی وحدانیت کی گواہی دے اور میری رسالت کا اعتراف کر لے۔ اعرابی نے کہا۔ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انك رسول الله۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہ میں کسی شخص سے نہیں ڈرا لیکن جب میں نے آپ کو دیکھا میری عقل جاتی رہی اور کمزوری نے مجھ پر غلبہ کیا آپ کو میرے مافی الضمیر سے آگاہ کیا گیا حالانکہ میرے اور ابوسفیان کے علاوہ کوئی اس راز سے آگاہ نہیں تھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کو الہام کرنے والا، حافظ اور مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اعرابی یہ باتیں کہتا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے۔ اعرابی چند روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا پھر واپسی کی اجازت ہوئی۔ اس کے بعد اس کا حال معلوم نہیں ہو سکا

اس جدید جرم کے بعد جو شیطانی لشکر کے سپہ سالار ابوسفیان سے سرزد ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری اور ابو سلمہ بن اسلم کو فرمایا کہ مکہ جاؤ اور اگر فرصت پاؤ تو ابوسفیان حرب کو قتل کر دو۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات کے مطابق مکہ معظمہ کی طرف سفر اختیار کیا حرم کے طواف کے وقت ایک کنیز ان کے حال سے واقف ہو گئی اور چلائی کہ اے اہل مکہ یہ عمرو بن امیہ ہے اس سے غافل نہ ہونا جب مکہ کے لوگ اس حال سے واقف ہو گئے، وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ ابو سلمہ بھاگ کر مدینہ لوٹ آئے۔ عمرو بن امیہ ضمری مکہ کے پہاڑوں اور غاروں میں چھپ گیا۔ عمرو کہتے ہیں کہ ان دنوں عثمان بن مالک میرے سامنے آیا میں نے اس کے سینہ میں خنجر مارا اس نے ایسا نعرہ مارا کہ مکہ والوں نے اس کی آواز سن لی لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور میری تلاش نہ کی میں ایک غار میں گھس گیا اس غار میں مجھے ایک یک چشم آدمی دکھائی دیا جو دوپہر کی گرمی کی وجہ سے اپنی بھیڑوں کو سایہ میں لایا ہوا تھا تکیہ کے وقت اس نے یہ بیت پڑھا۔

فلیس مسلما ما دمت حیا ‏‏ ولست اوبدا دین المسلمینا

اور چند سست الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی زبان سے ادا کیے میں نے کچھ دیر تو صبر کیا یہاں تک کہ وہ ملعون سو گیا پھر میں نے کمان کا گوشہ اس کی صحیح آنکھ پر رکھا اور اس قدر دبایا کہ اس کے دماغ تک پہنچ گیا اسے دبائے رکھا یہاں تک کہ وہ مر گیا جب میں غار سے باہر آیا قریش کے دو جاسوس میرے نزدیک آئے میں نے ایک کو تیر مارا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا دوسرا بھاگ گیا، میں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گیا، میرا ساتھی بھی عافیت کے ساتھ تھا، ابو سفیان کو جب حقیقت حال کا علم ہوا اس نے اپنی حفاظت کے لیے مزید انتظامات کرنا شروع کر دیئے

بلال بن حارث مزنی اسلام لائے:

بلال بن حارث مزنی قبیلہ مزنیہ کے چار سو اشخاص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ تم جہاں کہیں بھی ہو گے مہاجرین میں داخل ہو گے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنے شہروں کو مراجعت کی۔

عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

اسی سال ذوالحجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدۃ ابن الجراح کو سیف البحر کی طرف بھیجا، اس سفر میں ان کی خوراک صرف کھجوریں تھیں۔ روایت ہے کہ ابتداء میں ہر مرد اور عورت ایک کھجور پر گذارہ کرتا تھا آخر نصف کھجور پر قناعت کی ایک مدت تک اسی طرح گذارہ کرتے رہے جب ان کی حالت بہت نازک ہو گئی حق تعالیٰ نے سمندر سے ساحل پر ایک مچھلی پھینک دی جسے تین سو آدمی ایک ماہ تک کھاتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ فرمایا میں اپنے اونٹ کے ساتھ اس کی ایک پسلی کے نیچے سے گذرا۔ دشمن سے مڈبھیڑ ہوئے بغیر مدینہ کو لوٹ آئے۔ واقدی سے نقل ہے کہ جب اس سفر میں توشہ کم ہو گیا، قیس بن اسد نے عبادہ سے کہا کون ہے جو اونٹ کھجوروں کے عوض فروخت کرے اس شرط پر کہ اونٹ اب دے دے اور کھجوریں مدینہ میں جا کر لے،

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا اس جوان پر تعجب ہے کہ باپ کے مال پر ہاتھ دراز کرتا ہے حالانکہ خود اس کے پاس کوئی چیز نہیں، قیس نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں سخت باتیں کہیں اور کہا میرا باپ پیادوں کو سوار اور بھوکوں کو سیر کرتا ہے اور وہ قرض جو میں مجاہدین کے لیے لوں گا وہ کس طرح اس کی ادائیگی نہ کرے گا۔ اس کے بعد قیس نے ایک شخص سے پانچ اونٹ دو وسق خرما کے بدلے خریدے اور ضرورت کے وقت انہیں ذبح کیا جب اس سفر سے لوٹ کر مدینہ میں آئے سعد بن عبادہ اس جود و احسان کی وجہ سے جو اس کے بیٹے نے مجاہدین کے لیے کیا تھا خوش ہوا اور از رہے نوازش اپنے بیٹے کی تعریف کی اور چار نخلستان اسے بخش دیئے۔ اونٹوں کو فروخت کرنے والا جب مدینہ پہنچا سعد نے اس کی قیمت اس کے سپرد کی اس شخص کو نئے کپڑے پہنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس کی مروت سے آگاہ ہو کر فرمایا انہ من بیت جواد رضی اللہ عنہ۔

نواں باب

ہجرت کے چھٹے سال کے واقعات

ثمامہ ابن سلام میں:۔ حادیان اخبار نبوی اور راویان آثار مصطفوی نے یوں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے سال اپنے اصحاب کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجی انہوں نے اتفاقاً ثمامہ بن اثال کو پکڑ لیا اور قید کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے اس سے پوچھا عندک یا ثمامہ، اس نے جواب دیا میرے پاس بھلائی ہے۔ اے محمد! اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو صاحب خیر کو قتل کیا ہوگا اور اگر انعام کریں گے تو شکر گذار پر انعام کیا ہوگا۔ اور آپ کا مطلوب مال ہے تو وہ بھی جتا دیجئے۔ دوسرے روز پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی سوال کیا اور ثمامہ نے وہی جواب دیا تیسرے روز بھی وہی معاملہ اسی طرح سے ہوا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کھول دیں۔ ثمامہ نے مسجد سے باہر جا کر غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور بلند آواز سے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد

ان محمد رسول اللہ کہا۔ پھر کہا اے پیغمبر خدا میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی دین آپ کے دین سے اور کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ دشمن نہیں تھا۔ اب میرے نزدیک آپ کے شہر اور دین سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے یا رسول اللہ میں مکہ میں عمرہ کے لیے جاتا تھا آپ کے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا اب آپ کا کیا حکم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو بشارت دے کر مکہ بھیجا تاکہ وہ عمرہ ادا کرے جب وہ حرم میں پہنچا ایک شخص نے کہا تو صابی ہو گیا ہے اس نے کہا میں دین اسلام میں آیا ہوں اور حق کا راستہ اختیار کیا ہے۔ خدا کی قسم کہ ثمامہ تجھے گندم کا ایک دانہ نہیں بھیجے گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم نہ دیں جب اپنے ملک میں پہنچا اس نے لوگوں سے کہا اب غلہ مکہ میں نہ لے جائیں۔ قریش اس صورت سے تنگ آ گئے انہوں نے ایک خط مدینہ بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ثمامہ کو کہیں کہ وہ حسب سابق عمل کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت و رحمت سے اجازت فرما دی کہ ثمامہ کی سرزمین سے غلہ مکہ لے آئیں جس سے مکہ کی عسرت آسانی میں تبدیل ہو گئی۔

غزوہ بنی لحیان :- ماہرین فن تاریخ اور ناقلین احادیث فرماتے ہیں کہ جب عاصم بن ثابت اور خبیب بن عدی کا واقعہ ظہور پذیر ہوا، مذکورہ واقعہ کے اظہار کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرز عمل سے ملول اور رنجیدہ رہتے تھے اور فرصت کے متلاشی تھے کہ بنی لحیان سے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری کی تھی، انتقام لیں یہاں تک کہ ہجرت کے چھٹے سال، دو سو مہاجرین و انصار سواروں کے ساتھ اس جماعت کی طرف متوجہ ہوئے، منازل و مراحل طے کرنے کے بعد اس جگہ پہنچے جہاں مسلمان شہید ہوئے تھے، وہاں عاصم اور ان کے ساتھیوں کے لیے استغفار کر کے بخشش کی طلب کی۔ بنی لحیان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کی طرف آمد کی خبر ہو گئی وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر قلعہ بند ہو گئے اور اپنی جان اس ہلاکت سے بچا لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ قیام فرمایا، اور اطراف و جوانب میں سرایا بھیجے، جب آپ قبیلہ عسفان کے پاس پہنچے اور ایک روایت کے مطابق امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ کراع الغمیم بھیجا۔ یہاں تک کہ قریش کو لشکر اسلام کی اطلاع پہنچی تو ان میں بے چینی پیدا ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم مقررہ جگہ پر پہنچے لیکن انہیں وہاں کوئی مخالف دکھائی نہ دیا۔ اس جگہ سے لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

سے مل گئے۔

بریدہ نے جو اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عسفان گئے تو دائیں بائیں سے احتیاط کرتے ہوئے والدہ کی قبر کی زیارت کی، وضو فرمایا اور والدہ کی قبر کے پاس دو رکعت نماز ادا فرمائی آپ کی آنکھیں آنسوؤں میں تر ہو گئیں ہم بھی آپ کی موافقت میں رو دیئے، جب قبر سے واپس آئے صحابہ کی طرف التفات فرما کر پوچھا کہ تمہارے رونے کا کیا سبب تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا ہم نے کہا شاید امت کے متعلق ناقابل برداشت کوئی حکم وارد ہوا ہے اس وجہ سے ہم روئے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ قبر میری والدہ کی ہے۔ میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور حق تعالیٰ سے ان کی مغفرت طلب کی۔

بنی کلاب کی سرکوبی:۔ اسی سال محمد بن مسلمہ کو تین سو سواروں کے ساتھ موضع خریہ میں بنی کلاب کی ایک جماعت پر بھیجا اور وصیت فرمائی کہ اچانک ان کے پاس پہنچ جاؤ۔ محمد بن مسلمہ دن کے وقت پوشیدہ رہتے اور رات کو سفر کرتے اور اچانک ان پر حملہ آور ہوئے چند کافروں کو قتل کر دیا بعض بھاگ گئے، ان کے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو ہانک کر مدینہ میں لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکالنے کے بعد صحابہ میں تقسیم کر دیں۔ کہتے ہیں کہ ایک سو پچاس اونٹ اور تین ہزار بھیڑ بکریاں تھیں، محمد بن مسلمہ اس سفر میں انیس روز رہے۔

فدک پر حملہ:۔ اسی سال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ایک سو اشخاص کے ساتھ قبیلہ سعد بن بکر کے پاس فدک کی طرف بھیجا، سبب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک تک یہ بات پہنچی کہ وہ لشکر جمع کر رہے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ یہود خیبر کی امداد کریں تاکہ وہ مل کر مدینہ کی طرف متوجہ ہوں، وہ فوجوں کو قتل کرنے والا، لشکر کو الٹ دینے والا نصرت شعار لشکر کے ساتھ رات کو قطع مسافت کرتا اور دن کو پوشیدہ رہتا تھا یہاں تک کہ وہ موضع کمج میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک مشرک کو دیکھا اس سے مخالفین کے احوال دریافت کیے اس نے کہا میں تمہیں ان کے پاس لے جاتا ہوں بشرطیکہ میں امان میں رہوں اس کی درخواست قبول ہوئی۔ ان کی بے خبری میں مسلمانوں کو ان تک پہنچا دیا، بنی سعد نے شکست کو غنیمت جانا ان کے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ان اونٹوں میں سے حضرت علی بن ابی طالب

نے چند بہت اچھے اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب کیے، خمس کو الگ کیا اور باقی لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ اور صحیح وسلامت اس سفر سے مدینہ واپس آ گئے۔

غزوہ غابہ:-

اس سال غزوہ ذی قرد جسے غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں وقوع پذیر ہوا۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام رباح مدینہ سے باہر نکلے۔ میں ابوطلحہ انصاری کے گھوڑے پر سوار تھا۔ طلوع آفتاب کے وقت اچانک عبدالرحمٰن بن عیینہ بن حصین فزاری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شیر دار اونٹنیوں کی چراگاہ میں پہنچا، شتربان کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو لوٹ لے گیا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے گھوڑا رباح کو دیا تاکہ وہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے پھر میں ایک ٹیلے پر چڑھا اور تین مرتبہ پوری قوت سے نعرہ مارا۔ پھر تیز تلوار اور تیروں کے ترکش کے ساتھ جو میرے ہمراہ تھا۔ ان کے پیچھے بھاگا۔ جب میں ان کے نزدیک پہنچا ان کی طرف تیر پھینکتا اور ہر تیر کے ساتھ ان میں سے کسی نہ کسی کو زخمی کر دیتا۔ اس صحرا میں درخت بہت تھے جب کوئی سوار میری طرف آتا میں درخت کے پیچھے بیٹھ جاتا اور اسے تیر کے زخم سے دور رکھتا، کبھی پہاڑ پر چڑھ جاتا اور ان کی طرف پتھر پھینکتا۔ القصہ میں نے ان کو اس طرح تنگ کیا کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو چھوڑ کر میرے سامنے سے بھاگ گئے۔ میں نے اونٹوں کو مدینہ کی طرف ہانک دیا اور پھر ان کے پیچھے گیا، تیروں کے زخموں سے تمام کو عاجز اور سراسیمہ کر دیا، یہاں تک کہ وہ نیزے اور چادریں پھینکتے جاتے تھے۔ تاکہ میں ان میں مشغول ہو کر جنگ سے ہاتھ اٹھا لوں۔ میں جب ان کے پاس پہنچتا تو ان پر پتھر رکھ دیتا اور ان کے پیچھے جاتا یہاں تک کہ تیس نیزے اور تیس چادریں میں نے ان سے لیں۔ اس وقت کفار کی ایک جماعت ان کی مدد کو پہنچ گئی۔ ان میں سے چند افراد میری طرف متوجہ ہوئے اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار درختوں سے ظاہر ہوئے۔ سب سے آگے اخرم اسدی اور اس کے پیچھے ابو قتادہ فارس اور مقداد اسود کندی وغیرہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار جنہیں مقدمۃ الجیش میں متعین کیا تھا ظاہر ہوئے۔ جب مشرکین کی نظر مسلمانوں پر پڑی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اخرم ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ میں نے پہاڑ سے اتر کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ میں نے کہا جلدی نہ کرو اتنی دیر صبر کرو کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائیں۔ احزم نے کہا اے سلمہ! اگر تو اللہ جل وعلا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ جنت اور دوزخ حق ہے تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ ہو میں نے اس کی باگ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ احزم نے اپنے آپ کو عبدالرحمٰن عیینہ تک پہنچایا اور اسے نیزہ مارا لیکن وہ کارگر نہ ہوا اس کے بعد عبدالرحمٰن نے احزم کے نیزہ مارا اور اسے شہید کر دیا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اسی اثنا میں ابو قتادہ انصاری اس کے نزدیک پہنچ گیا عبدالرحمٰن نے نیزے کے ساتھ اس پر بھی حملہ کر دیا اور اسے زخمی کر دیا۔ ابو قتادہ نے نیزے کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ جب عبدالرحمٰن قتل ہو گیا ہم کفار کے تعاقب میں روانہ ہوئے مخالفین ایک گھاٹی میں داخل ہو گئے جس میں پانی کا چشمہ تھا جسے ذی قردہ کہتے تھے، مشرکین نے پہلے اس کی طرف جانے کا ارادہ کیا تا کہ اس سے پانی پئیں چونکہ ہم ان کے قریب تھے اس خیال کو چھوڑ کر تیزی سے بھاگ گئے۔ میں اکیلا اس جماعت کا شام تک تعاقب کرتا رہا۔ ان سے دو اونٹ پکڑ کر واپس آیا، جب میں قردہ میں پہنچا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ساتھ اس جگہ قیام فرما تھے، بلال رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ان اونٹوں میں سے جو غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو ملے تھے ایک اونٹ ذبح کیا ہوا تھا۔ اس کے جگر اور کوہان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھون رہے تھے۔ جبکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت فرمایئے کہ میں اپنے ساتھ ایک سو آدمی جنہیں میں خود منتخب کروں لے کر مخالفین کے پیچھے جاؤں اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ہی کرو، میں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو معزز و مکرم کیا میں ایسا ہی کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، رات کا وقت تھا آپ کے سامنے کے دندان مبارک آگ کی روشنی میں دکھائی دیئے۔ پھر آپ نے فرمایا اے اکوع کے بیٹے! اذا ملکت فاسجح اور ایک روایت ہے کہ فرمایا اس وقت قبیلہ غطفان میں ان کی ضیافت کرتے ہیں اس کے بعد ایک شخص نے ان کے قبیلہ میں آکر کہا کہ اس جماعت کو ایک غطفانی نے روک کر اونٹ ذبح کیا تھا جس وقت اونٹ کا چمڑا اتار رہے تھے غبار پھیل گیا اور وہ اس خیال سے کہ اسلامی لشکر کی گرد و غبار ہے بھاگ نکلے، سلمہ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج

کے روز بہترین سوار ابو قتادہ ہیں اور بہترین پیادہ سلمہ ہیں۔ مجھے سوار اور پیدل کا حصہ دیا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ردیف بنایا اور مدینہ کو واپس آگئے۔

سریہ عکل اور عرینہ:- اس قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ عرینہ سے ایک جماعت آئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی چونکہ مدینہ کی ہوا ان کے مزاج کے موافق نہیں تھی تمام بیمار ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذی الجدر کے نزدیک جو قبا کے پاس ہے، کوہ عید کے نزدیک بھیجا تاکہ وہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پئیں اور صحت یاب ہو جائیں وہ لوگ چند روز وہاں رہے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیتے تھے یہاں تک کہ ان کی بیماری صحت میں تبدیل ہو گئی۔ پھر دھوکا کر کے ایک دوسرے سے اتفاق کر لیا اور صبح کا وقت تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پندرہ اونٹ لے کر چل دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو پتہ چل گیا وہ ان کے پیچھے گیا اور ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے جنگ شروع کر دی اور یسار کو پکڑ لیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے پیٹ اور زبان میں کانٹے چبھو دیئے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو ابن جابر فہری کو بیس سواروں کے ساتھ ان کے پیچھے بھیجا وہ پوری تیزی کے ساتھ گیا اور اس جماعت کو پکڑ لیا اور اونٹوں پر قبضہ کر لیا۔ ان تمام کے ہاتھ پاؤں باندھ باندھ کر مدینہ میں لائے۔ ان میں سے ایک قتل ہو گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر غابہ میں تھے۔ کرز ان کو اسی طرح مقید غابہ لے گیا راستہ میں مجمع السیول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آیت کریمہ کے تقاضا کے مطابق انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔ اسی واقعہ میں نازل ہوئی تھی ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے ان کی آنکھوں میں بطور قصاص گرم سلائی پھیری گئی اور ان کو پھانسی دے دی گئی۔

بارش کیلئے نماز استسقاء:- روایت کی گئی ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال سخت قحط پڑا اور انتہائی مہنگائی ہو گئی۔ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ قحط نے ہمیں ڈرا دیئے

بند ہوگئے باران رحمت منقطع ہوگئی، ہماری کھیتی زراعت اور مویشیوں کے دودھ میں بہت کمی ہوگئی۔ ہمارے چوپائے اور مویشی ہلاکت میں پڑ گئے اور لوگوں کا آرام محنت اور فراغت، مشقت میں تبدیل ہوگئی۔ فیاض علی الاطلاق جل وعلا سے دعا فرمایئے کہ اپنے احسان اور بخشش کے بادلوں کے سحابات سے بادہ حرمان کے پیاسوں کی امید دل کے باغ کو تازہ اور سیراب کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فلاں روز شہر سے باہر نکلو اور صدقات اپنے ساتھ لے لو تاکہ صحرا میں جاکر بارش طلب کریں۔ جب مقررہ دن آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے کپڑے پہنے اور خشوع وخضوع سے لوگوں کے ساتھ مصلا کی طرف روانہ ہوئے، اذان اور تکبیر کے بغیر دو رکعت نماز ادا فرمائی، کہتے ہیں کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی، اور دوسری رکعت میں ھل اتٰک حدیث الغاشیہ، بلند آواز سے پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے، صحابہ کی طرف رُخ کیا اور تفاؤل کے طور پر اپنی پاک چادر الٹائی تاکہ عسرت وتنگی، فراخی اور کشادگی میں تبدیل ہو جائے اور اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر ایک تکبیر کہی پھر معجز بیان زبان سے بارش کی دعا فرمائی۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی ہم اسی مقام میں تھے کہ بادل کا ایک ٹکڑا آسمان میں نمودار ہوا اور آسمان پر پھیل گیا اور موتیوں کی طرح آسمان سے بارش کے قطرات مسلسل گرنے شروع ہوئے چنانچہ متواتر سات دن رات بارش ہوتی رہی، ہفتہ گذرنے کے بعد مسلمانوں نے حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے اموال ضائع ہوگئے اور مکانات گرنے لگے اور لوگوں کی آمد و رفت منقطع ہوگئی دعا فرمایئے تاکہ حق تعالیٰ جل وعلا بارش کو دوستوں سے روک لے اور آفتاب عالمتاب بادل کے پردہ سے باہر نکلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدم زاد کی برداشت نہ کرسکنے پر تعجب کرکے مسکرائے کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے پھر دعا فرمائی۔ اللھم حوالینا ولا علینا اللھم علی الاکام والضراب وبطون الاودیۃ ومنابت الشجر: جب حضور رحمت صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے فی الفور قدرت کے فراش نے سیاہی رنگ بادلوں کے سراپردہ کو سراق عالم کی دلہن کے سر سے کھینچ لیا اور خورشید جہاں تاب کی چمکدار شعاعوں کو جو کہ نوبجدی منظر اور سبز آسمان پر ارباب بصارت کی نظر میں جلوہ گاہ ناز کے تخت اعزاز پر ظاہر کر دیا۔ طیبہ کے گرد و نواح میں بارش برستی تھی اور شہر میں ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا تھا۔ روایت ہے کہ جب رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ حال مشاہدہ فرمایا تبسم فرما کر کہا خدا تعالیٰ

ابوطالب کو بدلہ دے اگر وہ زندہ ہوتے ان اشعار سے اس نے پڑھے تھے اس کی آنکھیں روشن ہوتیں کون ہے جو وہ اشعار پڑھ کر سنائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان اشعار کو سننا چاہتے ہیں اور ابوطالب کے اشعار پڑھنے شروع کر دیے۔ بعض ارباب سیرت نے ان کا یوں ترجمہ کیا ہے:۔

خدا داد باراں بما تشنگان ۔۔۔ بتعظیم پیغمبر انس و جان

ازاں یافتہ روزی ایتام ما ۔۔۔ وزاں گشتہ سیراب انعام ما

بنو ہاشم اندر پناہ وے اند ۔۔۔ بمطلب عزو جاہ وے اند

بہر رزم غالب محمد بود ۔۔۔ بنصرت بر حمان مؤید بود

نداریم ما دست از دامنش ۔۔۔ وگرگشتہ گردیم پیرامنش

حج کی فرضیت:۔ جمہور اہل سیر و اخبار کے قول کے مطابق اسی سال حج خانہ کعبہ فرض ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ نویں سال فرض ہوا اور جمہور کی دلیل آیت کریمہ واتموا الحج والعمرۃ للہ۔ کا چھٹے سال میں اترنا ہے اور کہتے ہیں کہ اس سے مراد اقامت کی تکمیل ہے، دوسرے گروہ کے پاس بھی دلائل ہیں اور یہ مقام اس قسم کے مسائل سے متعرض ہونے کا نہیں، واللہ اعلم۔ اس سال اطراف و جوانب میں سرایا بھیجے گئے جو کتب مذکورہ میں مفصل بیان ہوئے اس کتاب میں بڑے بڑے واقعات بیان ہوں گے۔

صلح حدیبیہ:۔ اس سفر کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال ذیقعدہ میں خواب میں دیکھا کہ صحابہ کے ساتھ زیارت کعبہ کے لیے تشریف لے گئے ہیں عمرہ ادا کیا اور اپنے دست مبارک میں خانہ کعبہ کی چابی پکڑی۔ بعض صحابہ نے سر منڈوائے اور بعض نے سر کے بال چنے اور عرفات میں توقف کیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے خواب بیان کیا تو وہ خوش ہوئے اور خیال کیا کہ یہ عظیم واقعہ اسی سال ظہور پذیر ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہوئے اور صحابہ سے بھی فرمایا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کجاوہ ڈال کر قصویٰ اونٹ پر سوار ہوئے، ماہ ذی القعدہ کی پہلی تاریخ دوشنبہ کے روز مدینہ سے روانہ ہوئے اور عبداللہ ابن مکتوم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ اکثر صحابہ کے پاس تلوار کے سوا

کوئی ہتھیار نہیں تھا کیونکہ وہ عمرہ کی نیت سے جا رہے تھے۔ اور بعض صحابہ مثل امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ نے اسلحے کے متعلق پورا اہتمام کیا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حکم نہیں فرمایا۔ ہدی کے اونٹوں کو جمع کیا ان کی تعداد ستر ہو گئی اور ابو جہل کا اونٹ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں تھا اور فتح بدر کے بعد وہ آپ سے مخصوص ہوا تھا۔ ان اونٹوں کی دیکھ بھال ناجیہ بن جندب اسلمی کے سپرد ہوئی جس کے ساتھ بھی ہدی کے اونٹ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے انہیں نشان زدہ کیا اور قلادہ پہنایا۔ اور ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور لبیک کہنا شروع کیا اس طریقہ پر کہ اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک۔ تمام صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی اور عبا ابن بشر کو بیس سواروں کے ساتھ لشکر کا خلیفہ بنایا اس سفر میں ایک ہزار چار سو اور ایک روایت میں ایک ہزار پانچ سو بیس اور ایک روایت میں ایک ہزار چھ سو مرد تھے، ازدواجات مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں، جب مشرکین مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کی طرف متوجہ ہونے کی خبر ہوئی، تمام نے اتفاق کر لیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے اور گرد و نواح کے قبائل اور جماعتوں سے مدد طلب کی تمام ان کی امداد طلب کی تمام ان کی امداد کے لیے تیار ہو گئے، اور ان کی فرمانبرداری کی، تمام نے متفق ہو کر انتظام کر کے بلدح میں جو مکہ کے باہر ایک مقام ہے میں چھاؤنی بنائی اور خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل کو دو سو سواروں کے ساتھ لشکر کا خلیفہ بنایا اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عسفان پہنچے بشر بن سفیان جسے آپ نے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہوا تھا واپس آیا اور کہا یا رسول اللہ قریش نے حرم کی طرف آپ کی پیش قدمی معلوم کر کے پورا انتظام کر کے مکہ کے باہر بیٹھے ہیں اور ایک دوسرے سے عہد کیا ہے کہ آپ کو مکہ سے روکیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر رنجیدہ تر ہوئے مہاجرین و انصار کے اشراف و اعیان سے مشورہ کیا پہلے خود خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مصلحت کس بات میں ہے ہم ان لوگوں کی عورتوں اور بچوں کی طرف جائیں جنہوں نے قریش کی مدد کی ہے اور انہیں لوٹ لیں تاکہ ان میں شکستگی پیدا ہو ممکن ہے اپنے گھر بار کی خاطر قریش سے جدا ہو جائیں پھر قریش کے ساتھ آسانی سے نمٹ لیں گے۔ صدیق اکبر

نے عرض کی یا رسول اللہ اس سال ہم زیارت کعبہ اور عمرہ ادا کرنے کی نیت سے نکلے ہیں، ہمارا کسی سے لڑنے کا ارادہ نہیں تھا اگر آپ کو قریش زیارت کعبہ سے روکیں تو اس وقت ہم ان سے جنگ کریں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کی رائے کو پسند فرما کر کہا خانۂ خدا کی طرف چلو لیکن خالد بن ولید غمیم میں بیٹھے رہیں، تم دائیں راستہ پر ہو جاؤ تاکہ ہم ان کی بے خبری میں ان کے سر پر پہنچ جائیں۔ کہتے ہیں کہ مسلمان دشوار گزار راستہ پر چل دیئے چنانچہ ان کا اکثر گزر گھاٹیوں اور پہاڑوں میں سے تھا اس راستہ کے اتار چڑھاؤ سے تنگ آ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان زخموں پر مرہم رکھتے ہوئے فرمایا یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جب پتھریلے ٹیلوں سے گزر گئے اور ہموار زمین پر پہنچ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نستغفر اللہ ونتوب الیہ۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم خالد بن ولید مجاہدین کی توجہ سے اس وقت واقف ہوا جب کہ ان کے گھوڑوں کے سموں کے غبار کو دیکھا اور سپاہ اسلام کے حملے سے شکست کو غنیمت جانتے ہوئے بھاگ کر قریش سے جا ملا اور حقیقت حال سے انہیں آگاہ کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پشتہ کے قریب جو حدیبیہ کے قریب ہے پہنچے تو وہ قصویٰ جس پر آپ سوار تھے بیٹھ گئی۔ صحابہ نے ہر چند اسے ڈانٹا جھڑکا مگر وہ نہ اٹھی۔ لوگوں نے کہا خلات القصویٰ، قصویٰ تھک گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصویٰ کے متعلق فرمایا کہ وہ تھک نہیں گئی۔ تھک جانا اس کی عادت نہیں ہے۔ لیکن اسے ہاتھی کو روکنے والے نے روک دیا یعنی جس نے محمود نامی ہاتھی کو کعبۃ اللہ سے روک دیا وہی قصویٰ کو روکنے والا ہے اور تم ہاتھی کا قصہ اور کعبہ کے تعرض سے اس کا رک جانا، اصحاب فیل کے قصہ میں بیان ہوا، قصویٰ کے بیٹھ جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے کہ قریش مجھ سے جو سوال بھی کریں گے جس میں حرم کی تعظیم ہو میں اسے قبول کر لوں گا، اس کے بعد ناقہ کو ڈانٹا تو وہ کھڑی ہو گئی اور راستہ سے منحرف ہو کر اس کنویں کے پاس جو حدیبیہ کی حدود میں ہے اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا پھر بیٹھ گئی، جو تھوڑا پانی اس میں تھا صحابہ کے کھینچنے سے ختم ہو گیا، لوگ پیاس سے شکایت کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا اسے کنویں کی گہرائی میں لے جائیں۔ راوی کہتا ہے کہ فی الفور پانی نے جوش مارا کہ ایک ہزار چار سو اشخاص اپنے تمام چوپایوں کے ساتھ سیراب ہو گئے چونکہ یہ

مقام بے آب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند معجزات روایت کیے گئے ہیں ایک یہ جو ابھی بیان ہوا۔

خشک کنویں میں پانی اُبل آیا۔ کہتے ہیں کہ لوگوں نے حدیبیہ میں پانی کی کمی کے متعلق بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں کے کنارے پر آکر پانی سے بھرا ہوا برتن طلب کرکے وضو کیا۔ کلی کرتے ہوئے دہانِ مبارک سے پانی اس کنویں میں ڈالا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کنویں کا پانی بہت زیادہ ہوگیا۔

انگلیوں سے پانی کی نہریں جاری ہوگئیں:۔ کہتے ہیں کہ آپ کی انگشتانِ مبارک سے پانی اسی سفر میں پھوٹ نکلا تھا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کہیں بھی پانی نہیں ہے مگر آپ کے کوزہ میں اور وہ ایک پیالہ تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس میں ڈالا جو پیالے میں تھا آپ کی انگلیوں سے پانی جوش مارنے لگا۔ جیسے چشمہ جوش مارتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس پانی کو پیا اور وضو کیا حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ تم کتنے اشخاص تھے جنہوں نے اس پانی سے پیا اور وضو کیا، اور وہ تمہیں پورا ہوگیا۔ انہوں نے کہا، خدا کی قسم اس قدر پانی پیدا ہوگیا کہ اگر ہزار بھی ہوتے تو وہ ان کو کافی ہو جاتا۔

حدیبیہ میں بارانِ رحمت:۔ اسی مقام میں پانی نہ ہونے کی شکایت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ تو اسی وقت آسمان سے بارش برسی اور تمام صحابہ سیراب ہوگئے۔ الغرض جب حدیبیہ کی زمین سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے نصرت شعار مبارک قدم مشکرے مشرف ہوئی، ہمت کے سر پر فخر و مباہات کا تاج رکھ کر آسمانوں پر فخر کرتی تھی بدیل بن ورقاء اپنے قبیلہ کی ایک جماعت کے ساتھ جو محمدی محبت کی مہر اپنے دل و جان کے نگینہ پر رکھتے تھے امداد و معاونت کی چوٹی پر ان کی حمایت کا جھنڈا بلند کیے قریش کی طرف سے آیا، زمین بوسی کے بعد آسمان سرودی کے آفتاب اور انجمن پیغمبری صلی اللہ علیہ وسلم کے بادشاہ

کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ بنی کعب بن لوی اور عامر بن لوی، عرب کے چند قبائل کے ساتھ اتفاق کر کے حدیبیہ کے کنوئیں پر اترے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ آپ کو کعبہ کی زیارت سے روکنا۔ اور اگر آپ باز نہ آئیں تو آپ سے جنگ کریں گے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم جنگ وقتال کیلئے نہیں آئے بلکہ ہمارا مقصد کعبہ کا طواف اور عمرہ ادا کرنا ہے، قریش کو جنگ کی بڑی خواہش ہے اور ان کی یہ خواہش ان کے لیے نقصان دہ ہے اگر وہ پسند کریں تو میں مدت متعین کر دوں تاکہ ہم اس میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کریں اور مجھے تمام کے ساتھ چھوڑ دیں اگر میں مغلوب ہو گیا تو ان کا مقصد حاصل ہو جائے گا اور اگر ان پر غالب آیا تو وہ بھی اگر چاہیں تو دوسروں کی طرح متابعت کریں ورنہ مصالحت کے زمانہ میں جنگ وقتال اور حرب وجدال سے فراغت ہوگی۔ قریش اگر ان باتوں سے جو میں نے کہی ہیں انکار کریں تو مجھے اس خدا کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا اور اس وقت تک لڑتا رہوں گا کہ میں قتل ہو جاؤں اور یقیناً خدا تعالےٰ اپنے دین کی امداد کرے گا اور اپنے حکم کو نافذ کرے گا، بدیل نے کہا، یا محمد آپ نے جو کچھ فرمایا میں اسی وقت قریش تک پہنچاتا ہوں یہ بات کہہ کر مجلس سے اٹھا اور مشرکین کی لشکر گاہ میں گیا، اور قریش سے ملاقات کر کے انہیں کہا میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بات سنی ہے اگر تم پسند کرو تو میں بیان کروں، حکم بن عاص اور باقی بیوقوفوں نے کہا ہمیں اس کی باتیں سننے کی ضرورت نہیں لیکن عقلا، اور اصحاب رائے نے کہا کہو اس سے تم نے کیا سنا ہے، بدیل نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہہ دیا، اس کے بعد کہا اے قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑائی میں تم اتنی جلدی نہ کرو کیونکہ وہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں اور تمہارے ساتھ جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے، دستور یہی ہے کہ تم بھی غصہ کی تلوار کو وقار کے نیام میں رکھو اور ان کے ساتھ جنگ وقتال سے اپنے ہاتھ روکے رکھو۔ کفار اس خیال سے کہ بدیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طے کر کے چاہتا ہے انہیں فریب دے۔ انہوں نے اس سے اعراض کیا، اسی اثنا میں عروہ بن مسعود ثقفی اٹھا اور کہا اے گروہ قریش! کیا میں تمہارے فرزندوں اور تم میرے باپ کی طرح نہیں ہو انہوں نے جواب دیا، ہاں، اسی طرح ہے۔ کیا تم مجھے اپنے متعلق خیانت اور عداوت سے متہم رکھتے ہو، انہوں نے کہا نہیں، پھر عروہ نے اپنی وہ امداد اور سابقہ حقوق جو ان کے متعلق ادا کیے

بیان کر کے کہا وہ معاملہ جو محمد تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں، پسندیدہ اور مستحسن ہے اسے قبول کرنا ضروری ہے۔ اگر تم مجھے اجازت دو تو میں جا کر ان سے بات کروں تاکہ معلوم ہو کہ کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا کوئی ممانعت نہیں ہے۔ عروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی باتیں جو بدیل سے کی تھیں اسے بھی کہیں۔ عروہ نے کہا اے محمد! مجھے بتائیے کہ اگر آپ نے اپنی قوم کا استیصال کر بھی دیا تو کونسا کام کیا۔ آپ سے پہلے کسی شخص نے اپنی قوم کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا جو آپ کر رہے ہیں اور اپنے اصل اور بنیاد کی ہلاکت کی کوشش کرتے ہیں اور اگر آپ ان سے مغلوب ہو گئے تو آپ خود جانتے ہیں کہ حالات کیا صورت اختیار کرتے ہیں یقیناً آپ نے چند اوباشوں کی جماعت اپنے اردگرد جمع کر لی ہے اور جب وقت پڑے گا تو آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اور خود بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ باتیں سن رہے تھے عروہ کو للکار کر کہا پھر بتوں کی تذلیل کر کے کہا اے عروہ! تو کہتا ہے کہ ہم بھاگ جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ جائیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ شخص جو حد سے بڑھ رہا ہے باتیں کر رہا ہے کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین ابوبکر صدیق ہیں۔ اس نے کہا، اے ابوبکر! مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر وہ حق جو آپ نے میرے ذمہ واجب کیا ہے اور میں ابھی تک اس کا بدلہ نہیں دے سکا۔ وہ مانع نہ ہوتا تو میں آپ کا جواب دیتا اور اس بات کی سزا آپ کی گود میں ڈالتا حضرت ابوبکر صدیق کا حق اس پر یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں عروہ پر قرض ہو گیا تھا۔ دوست احباب میں سے ہر ایک نے اس کی مدد کی اور ایک ایک دو دو گائیں اسے دیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دس گائیں لے دیں، کہتے ہیں کہ عروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور گفتگو کے وقت اپنا ہاتھ بڑھاتا جو آپ کی داڑھی مبارک تک پہنچتا تھا۔ مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سر پر خود پہنے تلوار ہاتھ میں لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کھڑے تھے جب عروہ کا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک تک پہنچتا تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مار کر کہتا، ادب کا خیال رکھو اور اپنے آپ کو حد ادب سے نہ بڑھا۔ جب مغیرہ کی تنبیہ اور منع کرنا کئی بار ہوا، عروہ نے کہا یہ بات کرنے والا کون ہے لوگوں نے کہا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ عروہ نے کہا اے غدار! میں تیرے غدر کی اصلاح اور تیرے معاملہ کو درست کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور تو مجھے اس طرح بدلہ دیتا ہے، کہتے ہیں کہ مغیرہ کا

یہ تھا کہ تیرہ آدمیوں کے ساتھ بنی مالک سے اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے ساتھ گئے، اس نے بنی مالک کو مغیرہ پر ترجیح دے کر انہیں عمدہ عطایا اور مناسب ہدایا عطا کیا وہ جماعت جب اسکندریہ سے لوٹی، راستہ میں ایک رات شراب نوشی میں مشغول ہوئے جب نشے میں دھت سو گئے مغیرہ نے انتہائی رشک اور حسد سے جو اس کے نفس پر غالب آگیا تھا ان کو قتل کر دیا اور ان کے اموال اور سامان پر خود متصرف ہو گیا اور مدینہ میں آکر مسلمان ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیرہ سے فرمایا تمہارا اسلام مقبول ہے لیکن اس مال کی ضرورت نہیں، میں اس میں سے خمس نہیں لیتا، جب مکہ میں اس واقعہ کی خبر ابوسفیان کے پاس پہنچی عروہ بن مسعود ثقفی کو سنایا، عروہ پھر بنی مالک کے پاس کہ مسعود بن عمرو تھا گیا اور گفت وشنید کی تاکہ اس معاملہ کی اصلاح کرے بڑی کوشش کے بعد اس نے مغیرہ کے مقتولین جن کی تعداد تیرہ تھی کی دیت دینا قبول کر لی حالانکہ وہ مراسۃ قصاص لینے پر تلے ہوئے تھے اور مغیرہ کی قوم اور خاندان سے جھگڑا اور جنگ کرنا چاہتے تھے عروہ کی کوشش اور لطائف وحیل سے ان کا جھگڑا ختم ہوا، عروہ کی بات اور مغیرہ کے غدر کا جو اس نے اظہار کیا وہ یہی قضیہ تھا منقول ہے کہ عروہ بن مسعود اس مجلس میں کن انکھیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھتا تھا اور ان کے حالات کو ملاحظہ کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی رعایت اور تعظیم واحترام کو دیکھ کر حیران ہوتا تھا، لامحالہ اس کے بعد اس نے مشرکین سے کہا اے گروہ قریش! میں بڑے بڑے باقتدار ملوک وسلاطین کی مجلس گیا ہوں، کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی ملازمت کی ہے لیکن ان بادشاہوں کے ملازمین میں سے کوئی بھی اپنے بادشاہ کی اتنی رعایت نہیں کرتا جتنی اصحاب محمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں جب آپ لعاب دہن پھینکتے اور وہ اس کے کسی ساتھی کے ہاتھ پر آتا وہ اسے اپنے رخسارہ پر مل لیتا اور اسے حسن وجمال کا زیور اور فخر وجاہت کا ذریعہ بناتا، جب کسی کام کا حکم دیتے ہیں جو کسی ادنیٰ کے کرنے کا ہوتا ہے بزرگ ترین شخص اسے کرنے کے لیے بھاگتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے ہیں تعظیم کی خاطر اپنی آواز پست کر لیتے اور انتہائی عزت واحترام کی وجہ سے آپ کے چہرہ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے، حاصل کلام یہ کہ عروہ نے کہا میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو اس طرح متفق دیکھا کہ وہ تلوار مارتے ہیں اور اپنے قتل ہونے سے نہیں ڈرتے اور دوست کو غیروں کے سپرد نہیں کرتے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ سر دیئے بغیر جنگ سے منہ نہیں موڑتے، با تم سے

دل کی حسرت نکال لیں۔ غرض یہ کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ میدانِ صلح میں آئے ہیں تم ان کی التماس کو قبول کر لو۔ اور اسے اپنے ضروری امور میں سے شمار کرو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تمہارا ناصح ہوں اور تمہارے ساتھ شفقت کی وجہ سے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ محمد وہ مرد ہیں جو اس گھر کی تعظیم کے لیے آئے ہیں اور شوق سے اس قدر ہدایا لائے ہیں۔ قریش نے کہا اے عروہ اس قسم کی نصیحت ہم پر اثر نہیں کرتی اور ان باتوں کو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے اس ارادہ پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم محمد اور ان کے ساتھیوں کو خانۂ کعبہ کی زیارت نہیں کرنے دیں گے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ وہ اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال آئیں اور طواف کریں۔

بنی کنانہ کے رؤسا میں سے ایک شخص جسے حلیس کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی آرزو کرتے ہوئے قریش سے اجازت طلب کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر گاہ کو روانہ ہوا جب لشکر کے قریب پہنچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مرد اس قوم سے ہے جو ہدی کی تعظیم کرتی ہے قربانی کے اونٹوں کو اٹھاؤ تاکہ وہ دیکھے، صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے اس کے استقبال کو آئے حلیس نے جب یہ حال دیکھا اسے معلوم ہو گیا کہ وہ زائر ہیں، جنگ جو نہیں ہیں اس نے اپنے آپ سے کہا سبحان اللہ! یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص ان کو طواف کعبہ سے روکے، فی الفور آنحضرت سے ملے بغیر لوٹ گیا اور قریش سے کہا میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا انہوں نے اونٹوں کو اشعار اور تقلید کیا ہوا ہے اور بیت کی زیارت کا ارادہ رکھتے ہیں مجھے اس میں کوئی مصلحت دکھائی نہیں دیتی کہ انہیں طواف کعبہ سے روکو حلیس کو بھی قریش نے امانت دار نہ سمجھا اور اس کی باتوں کو نادانی اور سادہ لوحی پر محمول کیا اور کہا اے حلیس تو بدوی آدمی ہے سلطنت کے امور سے تجھے کوئی واقفیت نہیں۔ حلیس ان کی اس بات سے غضبناک ہوا اور کہا خدا کی قسم! ہم تمہارے ساتھ موافق نہیں ہیں کہ کوئی خانہ کعبہ کی تعظیم کے لیے آئے اور بیت اللہ کی تعظیم کرے ہم اسے منع کریں اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں حلیس کی جان ہے کہ اگر تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کعبہ سے روکا میں تمام احابیشیوں کے ساتھ تم سے جدا ہو جاؤں گا، قریش نے اس سے معذرت طلب کرتے ہوئے کہا اے حلیس چھوڑ ہم تیری مرضی کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کرتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ

میں قیام فرمایا۔ سب سے پہلے جسے مکہ بھیجا تاکہ قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے اور آنے سے آگاہ کرے خراش بن امیہ کعبی خزاعی تھا اسے ثعلب نامی اونٹ دے کر مکہ بھیجا تاکہ انہیں بتائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا سبب خانہ کعبہ کی زیارت ہے جنگ و قتال نہیں قریش نے اس کے اونٹ کو باندھ لیا اور اس کے قتل پر متفق ہوئے احابش نے اسے نجات دلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ جب خراش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حالات عرض کیے تو خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ جا کر قریش کو بتا دیں کہ ہم جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم زیارت بیت اللہ اور عمرہ کے لیے آئے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ کے قلب انور پر روشن ہے کہ قریش کی عداوت میرے متعلق کس قدر ہے اور آپ میری شدت طبع کو کافروں کے متعلق جانتے ہیں اگر انہیں مجھ پر قابو پانے کا موقعہ ملا تو بلاشبہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے مکہ میں بنی عدی سے کوئی شخص نہیں جو مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجئے تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ وہ قریش کے نزدیک بہت عزیز ہیں اور ان کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار مکہ میں بہت ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ بات قبول ہوئی اور اسے پسند کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابو سفیان اور دوسرے سرداران قریش کے پاس جائیں اور ہمارے مافی الضمیر سے آگاہ کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد عمل کیا اور چل پڑے اور مقام بلدح میں مشرکین کے پاس پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچایا کہ آپ تو خانہ کعبہ کی زیارت کی خواہش رکھتے ہیں جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے کفار نے بیگانہ و آشنا اپنے اسی موقف پر مصر تھے کہ ممکن نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کی زیارت کرنے دیں۔ اس کے بعد ابان بن سعید بن العاص عثمان رضی اللہ عنہ کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے ساتھ سوار کر کے مکہ میں گئے اور ذی النورین نے سید الثقلین کے پیغام کو ابو سفیان اور دیگر اشراف کی ایک جماعت کو جو قوم کے ساتھ شہر سے باہر نہیں آئے تھے پہنچایا مگر ان کو بھی قوم کے ساتھ متفق پایا۔ قریش نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ کا دل چاہتا ہے تو اٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف کیجیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کرلیں۔ تمام مشرکین نے اس بات سے غضبناک ہو کر خود عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس جانے کی اجازت دے دی کہتے ہیں کہ

جب ذی النورین مکہ کی طرف گئے تو مسلمانوں نے خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عرض کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت ہیں جو حرم میں جاکر خانۂ کعبہ کی زیارت کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا خیال ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے اسی اثناء میں دس صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مکہ میں گئے جن کے نام یہ ہیں:۔ کرز بن جابر، عبداللہ بن امیہ، حاجب بن ابی بلتعہ، عبداللہ بن سہیل، عمرو بن عباس، عباس بن ربیعہ، ہشام بن العاص، عبداللہ بن حذیفہ، ابو الروم بن عمرو، عمرو بن وہب الجمحی، اور حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہم۔ جب ذی النورین کے جانے اور وہاں قیام کو کئی دن گذر گئے، اسلامی لشکر میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دس مہاجرین کے ساتھ قتل کر دیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ میں شیطان نے یہ ندا دی کہ اہل مکہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے۔

بیعت رضوان:۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر اسلامی لشکر میں پھیلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے ساتھ تکیہ لگا کر صحابہ سے بیعت لی اور مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کیا کہ بت پرستوں سے جنگ کریں اور صحابہ نے عہد لیا، حق تعالیٰ نے اس بیعت کی قرآن میں خبر دی۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ جب بیعت سے فارغ ہوئے تو خبر آئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا گیا۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عثمان رضی اللہ عنہ غائب ہیں اور خدا اور رسول کے کام گئے ہوئے ہیں، میں نہیں چاہتا کہ وہ اس بیعت کی فضیلت سے محروم رہیں، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں دست مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "یہ ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے ہاتھ کو فرمایا یہ ہاتھ میرا ہے اور اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت لی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بزرگی و فضیلت کا کیا کہنا کہ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ان کا ہاتھ ہے اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ جدی بن قیس منافق کے بغیر کوئی شخص بیعت سے پیچھے نہیں رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سیدخل الجنۃ کل من بایع تحت الشجرۃ الا صاحب الجمل الاحمر۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے اس صحرا میں جدی بن قیس کو اونٹ تلاش کرتے ہوئے دیکھا ہر چند میں

نے اسے کہا کہ آؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لو۔ نہ مانا اور کہا میں اپنے اونٹ کو بیعت سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ منقول ہے کہ جب قریش کو اس بیعت کا علم ہوا ان کے دل میں خوف اور رعب پیدا ہو گیا مکرز بن حفص قریش سے اجازت لے کر اسلامی لشکر میں آیا جب دُور سے ظاہر ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مکرز بن حفص ہے جو آ رہا ہے وہ سچا آدمی ہے تم اس کے ساتھ بات نہ کرنا اور خود اس سے گفتگو فرمائی، اسی اثنا میں مشرکین نے سہیل بن عمرو کو بلا کر کہا کہ تم جا کر ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جس طرح مناسب سمجھو صلح کرا دو، جب سہیل دور سے جماعت کے ساتھ ظاہر ہوا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑی فرمایا سہیل امرنا، یعنی ہمارا کام آسان ہو گیا پھر سہیل نے کہا اے محمد اسیروں کی ایک جماعت جو آپ کی قید میں ہے اس کو آزاد کر دیجئے۔ مجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ان کے پچاس قیدی تھے، حدیبیہ میں قیام کے دوران محمد بن مسلمہ جو اسلامی لشکر کی حفاظت پر متعین تھا اس وقت قریش نے ان پچاس افراد کو رات کے وقت اسلامی لشکر میں اس امید پر بھیجا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے کوئی ان کے ہاتھ آ جائے گا اتفاقاً وہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ان تمام کو باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آپ نے ان کو قید میں رکھنے کا حکم دیا، جب سہیل نے اپنے قیدی طلب کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک قریش عثمان اور ہمارے دس دوسرے آدمیوں کو نہیں بھیجتے میں انہیں نہیں بھیجوں گا۔ سہیل نے کہا آپ حق بجانب ہیں اس کے بعد حواطب بن عبد العزی اور مکرز بن حفص نے سہیل بن عمرو سے اتفاق کر کے کسی کو مکہ بھیجا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آدمیوں کو بھیج دیں، تاکہ مشرکین کے قیدی جو مسلمانوں نے گرفتار کیے تھے ان کو واپس بھیجیں، جب مشرکین کو علم ہوا کہ جب تک عثمان اور ان کے ساتھیوں کو نہیں بھیجیں گے ان کے قیدیوں کو نجات کی کوئی صورت نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان دس افراد کو جن کے نام مذکور ہوئے واپس بھیج دیا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس گروہ کو جنہیں مسلمانوں نے مقید کیا تھا آزاد کر دیا اس کے بعد حویطب بن عبد العزی، مکرز بن حفص اور سہیل بن عمرو نے معاہدہ اور مصالحت کی گفتگو شروع کی، سہیل نے گزارش کی کہ قریش آپ سے صلح کرتے ہیں بشرطیکہ آپ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ ادا فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں نرمی برتتے ہوئے قریش کے ساتھ اس طرح صلح کی کہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش میں جنگ

نہیں ہوگی ان دس سالوں میں قتال وجدال مرفوع اور آلات حرب نہیں اٹھائے جائیں گے اور ایک دوسرے کے شہروں میں آمد ورفت ہوتی رہے گی، ایک دوسرے کے اموال اور جانوں سے تعرض نہیں کریں گے اور مشرکین میں سے ہر شخص جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معاہدہ میں شامل ہوگا قریش اس سے تعرض نہیں کریں گے اور جو شخص قریش کے ساتھ معاہدہ کرلے گا مسلمان اس سے مزاحم نہیں ہوں گے۔ جب مسلمان آئندہ سال عمرہ ادا کرنے کے لیے آئیں گے تو تلواریں میان میں ہوں گی اور تین روز سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔ اور ایک دوسرے کے حلیف سے بالکل تعرض نہیں کریں گے، مشرکین میں سے جو شخص بغیر اجازت مسلمان ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے گا اور اپنے دین سے بیزار ہوکر دارالاسلام سے مل جائے گا اسے واپس بھیج دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے جو شخص عیاذاً باللہ مرتد ہوکر قریش کے ساتھ پناہ لے گا اسے وہ نہیں بھیجیں گے۔ آخری شرط سے صحابہ کو تعجب ہوا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ اس شرط کو قبول کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا جب اس جماعت میں سے کوئی شخص ہمارے پاس آئے گا اور ہم اسے واپس کردیں گے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشادگی اور راستہ پیدا کردے گا اور جو شخص ہم سے اعراض کرے گا اور مشرکین کے پاس جائے گا اس سے ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ وہ مشرکین کے ساتھ ہی رہنے کے زیادہ مناسب ہے۔

حدیبیہ کا ایک خونچکاں واقعہ: ام عمارہ سے منقول ہے کہ معاہدہ کے وقت میں اسی مجلس میں حاضر تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں مربع شکل میں بیٹھے ہوئے تھے اور عباد بن بشر اور مسلم بن اسلم خود پہنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے۔ سہیل بن عمرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو زانو بیٹھا ہوا تھا، اس کی آواز گفتگو کرتے ہوئے کبھی بلند اور کبھی پست ہو جاتی تھی جب سہیل اونچی آواز میں بات کرتا تو عباد اور مسلم اسے ڈانٹتے ہوئے کہتے مجلس عالی کا ادب ملحوظ خاطر رکھیں اور اونچی آواز میں بات نہ کریں مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صف باندھے کھڑے تھے، ام عمارہ کہتی ہیں گویا وہ مجلس اب بھی قائم ہے اور اسی طرح میری نظر میں ہے اسی دوران ابو جندل ابن سہیل بن عمرو جو اس سے پہلے مسلمان ہوگیا تھا اور اسے اس کے باپ نے قید کر رکھا تھا بھاری بند کے ساتھ کلمہ شہادت

گھسٹتا ہوا مکہ کی ڈھلوان سے مسلمانوں کی طرف لڑھکتا ہوا آیا۔ سہیل بن عمرو نے کہا اے محمد! یہ پہلی بات ہے جس پر معاہدہ ہوا ہے اس کو میرے سپرد کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ہم کتابت سے فارغ نہیں ہوئے۔ سہیل نے کہا اس صورت میں ہمارے اور آپ کے درمیان مصالحت ممکن نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ایک شخص کو میرے لیے مستثنیٰ کر دو اور اسے میرے سپرد کر دو۔ وہ نہ مانے ہر چند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں مبالغہ و اصرار کیا لیکن سہیل بن عمرو نے قبول نہ کیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سہیل! کم از کم اس کے بعد اسے تکلیف نہ دے، مکرز بن حفص ضامن ہوا کہ اس کے بعد ابوجندل کو تکلیف نہیں دے گا، جب ابوجندل کو معلوم ہوا کہ اس کا باپ اسے مکہ میں واپس لے جائے گا۔ اس نے فریاد کی اے مسلمانو! مجھے مشرکین کے سپرد کرتے ہو حالانکہ میں مومن اور مسلمان ہو کر آیا ہوں اور تمہارے پاس پناہ حاصل کی ہے، شاید آپ لوگوں نے نہیں سنا کہ انہوں نے مجھے کیا کیا دکھ دیئے ہیں، میں نے اسلام کی خاطر کفار سے گوناگوں تکالیف برداشت کی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو اور دل خوش رکھو اور ثواب کی امید رکھو اور فضل الٰہی پر بھروسہ رکھو کہ وہ تجھے اور باقی مسلمانوں کو جو مکہ میں ہیں عنقریب کشادگی اور راہ نجات عطا کرے گا اب اس جماعت کے ساتھ شرائط ہو گئی ہے، معاہدہ کی خلاف ورزی ہمارا دستور نہیں اس کام میں صبر بہتر ہے بزرگوں نے کہا ہے:۔

بصیر از بند گردد مرد رستہ کہ صبر آمد کلید بند بستہ

لکھتے ہیں کہ جب سہیل بن عمرو نے ابوجندل کو مسلمانوں سے لے کر اپنے ساتھ لے لیا تاکہ مکہ میں لے جائے عمر بن الخطاب ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ابوجندل سے کہا صبر کر یہ مشرکین کی جماعت ہے اور ان کا خون کتے کے خون کے برابر ہے اور اپنی تلوار کا قبضہ اس کے آگے کرتے تھے۔ اس خیال سے کہ ابوجندل تلوار میان سے کھینچ لے اور باپ کو قتل کر دے۔ ہر چند کنایہ اور تصریح سے اپنے باپ کو قتل کرنے پر ابھارا علاقہ پدری اسے کام کرنے سے روکتا رہا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے امید تھی کہ ابوجندل مجھ سے تلوار لے کر سہیل کو پوری تکلیف پہنچائے گا لیکن وہ باپ کے قتل کرنے میں بخیلی کرتا تھا۔ بعض سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ابوجندل کو باپ کے قتل کرنے کی ترغیب دیتے تھے ابوجندل نے انہیں کہا آپ اپنے باپ کو کیوں

قتل نہیں کرتے، جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے سے منع کیا ہے ابوجندل نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرمانبرداری کرنے کے مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہیں۔

ہم پھر سہیل کے معاہدہ کے ذکر کی طرف رجوع کرتے ہیں، سلف کے آثار کو

معاہدہ تحریر کیا گیا:۔ نقل کرنے والوں نے یوں کہا ہے کہ شرائط صلح اور تعداد کے بعد جب قلم دوات اور لکھنے کے تمام سامان مرتب ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد نامہ کی کتابت کے لیے اوس بن خولی انصاری کو طلب کیا، سہیل نے کہا کہ اس کتاب کو آپ کا چچازاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لکھے گا یا عثمان رضی اللہ عنہ، سہیل کے التماس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا لکھو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سہیل نے کہا خدا کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ کون ہے، لکھو باسمک اللھم مسلمانوں نے کہا ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بغیر کوئی دوسری چیز نہیں لکھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی لکھو باسم اللھم، حضرت علی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کیا پھر فرمایا، لکھو، ھذا ما قضیٰ علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا سہیل نے کہا ہم آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے، اگر ہم جانتے کہ آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو ملک اور اس کے گھر سے کیوں روکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی: رسول کے لفظ کو مٹا دے اور اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو۔ رسول۔ کا لفظ مٹانے کے لیے کہا، علی نے کہا خدا کی قسم: میں آپ کی وصف رسالت محو نہیں کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا اے علی: رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دے ورنہ ہم اس مصالحت سے بیزار ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحیفہ کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ پھر ہاتھ تلوار کی طرف لے گئے تاکہ مشرکین کو اس حکم سے معزول کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی: چھوڑ دو اس کو! حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ کا ادب و احترام مانع ہے کہ میں اس کلمہ کو محو کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحیفہ کو لے کر رسول اللہ کے لفظ کو محو کر دیا، بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی سے فرمایا کہ وہ لکھے۔ مسلمانوں میں سے ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن الخطاب، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، ابوعبیدہ بن الجراح، محمد بن مسلمہ اور ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہم کے اسماء اس عہد نامہ میں تحریر کیے اور کفار میں سے حویطب بن عبد العزیٰ،

عمرو بن حفص اور ایک دوسری جماعت نے اپنی شہادت اس پر ثبت کی، بنو خزاعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف ہوئے اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ توسل حاصل کیا۔ جب صلحنامہ کی تحریر سے فارغ ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے علی! تیرے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا، اس واقعہ کا کچھ حصہ یہ ہے کہ لشکر صفین میں جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ و قتال نے طول پکڑا آخر کار صلح پر فیصلہ ہوا جب عہد نامہ لکھتے تھے کاتب نے لکھا یہ کتابت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مصالحت ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا لفظ امیر المومنین کو مٹا دو اور لکھو ابن ابی طالب، اگر میں جانتا کہ علی امیر المومنین ہے تو میں اس کے ساتھ جنگ نہ کرتا اور اس کی اتباع کرتا۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہا صدق یا رسول اللہ، اس کے کاتب سے کہا جس طرح معاویہ کہتا ہے لکھو۔

معاہدہ حدیبیہ پر صحابہ کے تاثرات:- علماء فن سیرت یوں لاتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے روز صحابہ رضی اللہ عنہم بہت غمگین و محزون ہوئے ان کا مقصد یہ تھا کہ اسی سال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا نتیجہ ظاہر ہوتا اور فتح مکہ حاصل ہوتی اور مسلمان شادکام مسجد حرام میں داخل ہوتے اور زیارت کعبہ کے شرائط بجا لاتے اور کہتے ہیں کہ بعض مسلمانوں کے دل میں شبہات پیدا ہوئے جو ان کے عقیدہ کے مناسب نہیں تھے۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا، کیا آپ پیغمبر برحق نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، فرمایا کیا ہم حق پر نہیں؟ اور ہمارے دشمن باطل پر؟ آپ نے فرمایا ہاں، انہوں نے کہا تو پھر ہم یہ سب خست، حقارت، منقصت اور ذلت کیوں قبول کرتے ہیں اور اس قسم کی صلح کر کے لوٹ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہ میرا معاون و مددگار ہے اور ایک قول کے مطابق کہ فرمایا، میں خدا کا رسول ہوں وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہم سے وعدہ نہیں فرمایا کہ ہم مکہ جائیں گے، کعبہ کا طواف کریں گے فرمایا ہاں! لیکن اس سال نہیں، اے عمر! غم نہ کرو تم خانہ کعبہ میں جا کر طواف کرو گے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی طرح غمگین اور اندوہناک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے باہر آیا اور حضرت ابو بکر

کے پاس گیا اور گذشتہ باتیں ان سے کہیں، ان سے بھی وہی جواب سنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور ایک قول کے مطابق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمر وہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں وحی سے کرتے ہیں اور مصلحت اسی میں ہوتی ہے تم آپ کی رکاب سے ہاتھ نہ اٹھا اور آپ کے قول و فعل سے اعراض نہ کر۔

ابو عبیدہ جراح رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور جو کچھ آپ کہتے یا کرتے ہیں سچ اور درست ہوگا اے عمر! شیطان کے فریب سے خدا کی پناہ پکڑ اور اپنے نفس کو متہم جان، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس قدر مدت ہوئی میں اس اعتراض کی وجہ سے جو میرے دل میں پیدا ہوا استغفار کرتا اور صدقات اور نیک کاموں نماز، روزے اور غلام آزاد کرنے کے ذریعہ توسل حاصل کرتا ہوں تاکہ میری جرأت کا یہ کفارہ ہو جائیں اور ایک روایت میں ہے کہ جس وقت فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتے تھے کہ آپ نے وعدہ نہیں فرمایا کہ ایسا ہوگا اور جواب دیا کہ ہاں جیسا کہ مذکور ہوا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں بھول گیا کہ جنگ احد میں تم بھاگ گئے تھے اور میں تمہیں بلاتا تھا اور تم میں سے کسی کو میری طرف متوجہ ہونے کی مجال نہیں تھی اور تم بھول گئے کہ جنگ احزاب میں جبکہ دشمن اعلیٰ و اسفل سے حملہ آور ہوئے تھے اور جو خدا کا وعدہ تھا پورا ہوا اور ایک ایک وعدہ جو خدا تعالیٰ نے کے لطف و کرم اور اس کے وعدہ کو پورا کرنے پر مشتمل تھا دوستوں کو یاد دلایا یہاں تک کہ تمام نے انصاف کرتے ہوئے کہا خدا اور اس کا رسول جو فرمائیں درست ہے اور جہاں تک آپ کے فکر کی رسائی ہے ہمارا فہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ معرفت الٰہیہ اور اس کی حکمت و اسرار کی کما حقہ پہچان رکھتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے سال مکہ میں آئے اور سر مبارک تراشا صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ھذا الذی وعدتکم۔ اور جب فتح مکہ کے روز کلید خانہ کعبہ دست مبارک میں پکڑی حضرت عمر کو بلا کر فرمایا ھذا الذی قلت لکم۔

صلح حدیبیہ کے اثرات:۔ صلح حدیبیہ کے عرصہ میں اس قدر مسلمان ہوئے کہ آغاز بعثت سے معاہدہ تک کے مسلمانوں کے ساتھ برابر تھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی فتح صلح حدیبیہ کے برابر نہیں تھی لیکن ہماری عقل وہاں تک نہیں پہنچی تھی۔

اور یہ ایک راز تھا جو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تھا لیکن بندے تعجیل کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ جلد بازی سے منزہ اور مبرا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! حجۃ الوداع میں میں نے دیکھا کہ سہیل بن عمرو قربانی کا اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اسے نحر کیا اور سہیل بن عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سر تراش مقرر کیا یہاں تک کہ آپ کا سر تراشا۔ میں نے سہیل کو دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک لیتا تھا اور اپنے سر اور آنکھوں پر ملتا تھا اور اسے دنیا کے مقاصد اور آخرت کی نجات کا وسیلہ جانتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ ایک وہ دن تھا کہ حدیبیہ کے روز صلح نامہ کے عنوان میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پر راضی نہیں ہوتا تھا اور "محمد رسول اللہ" لکھنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اس نے کہا، اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان مصالحت کے قواعد مستحکم ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھو اور اپنے قربانی کے اونٹوں کو ذبح کرو اور سروں کو منڈوا دو، کسی شخص نے بھی ایسا نہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ان کو نحر کرنے اور سر منڈوانے کے لیے فرمایا کسی شخص نے بھی عمل نہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خشم آلود ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ ام سلمہ امہات المومنین میں ذہانت و فطانت میں ممتاز تھیں، ام سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس برہمی کے متعلق پوچھا، آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ام سلمہ! مجھے اس بات سے تعجب ہوا کہ میں نے ہر چند لوگوں کو قربانی کے اونٹ ذبح کرنے اور سر ترشوانے کے لیے کہا لیکن کسی شخص نے میرا حکم نہیں مانا باوجودیکہ میری بات سنتے تھے، مجھے دیکھتے تھے۔ ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب کو معذور سمجھیے ان کا خیال تھا کہ اس سال فتح مکہ حاصل ہو گی مطلوب کے نہ ملنے کی وجہ سے اور جو کچھ مشرکین کا مقصد تھا ہو، اگر آپ چاہتے ہیں کہ صحابہ نحر اور حلق کریں تو اٹھیے اور باہر جائیے اور کسی سے بات کیے بغیر اپنے قربانی کے اونٹ کو ذبح کر دیجئے اور سر تراش دیجئے۔ جب اس کام کا آغاز آپ کی طرف سے ہو گا تو صحابہ کے لیے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ پر عمل کیا، جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انہوں نے اپنے اونٹ ذبح کر دیئے بعض نے سر منڈوا

دیے اور بعض نے بال چھوٹے لیکن کثرت غم واندوہ سے جوان پر طاری تھا۔ قریب تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللھم اغفر للمحلقین۔ بعض نے کہا ہے، والمقصرین خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات نے تین مرتبہ اللھم اغفر للمحلقین اور دوست کہتے والمقصرین اور چوتھی مرتبہ فرمایا والمقصرین۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ محلقین کے لیے آپ نے مکرر دعا فرمائی اور مقصرین کے لیے ایک ہی مرتبہ پر اکتفا کیا۔ صحابہ کے جواب میں آپ نے اپنی معجز بیان زبان سے ارشاد فرمایا، کیونکہ انہوں نے شک نہیں کیا۔

ابوجہل کا اونٹ بھاگ کر مکہ چلا گیا اور اس کی سرائے میں آ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شتربان اس کی طلب میں گئے قوم کے بیوقوفوں کا ارادہ ہوا کہ اونٹ کو روک لیں لیکن سہیل بن عمرو نے انہیں اس حرکت سے منع کیا، اس نے کہا اگر تم چاہتے ہو تو سو اونٹ اس کے بدلے دے دو۔ اور یہ اونٹ رکھ لو، قریش نے قاصد بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم ابوجہل کے اونٹ کے بدلے سو اونٹ دیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ قربانی کا اونٹ نہ ہوتا تو تمہاری درخواست مان لیتا اور کہتے ہیں کہ قربانی کے بیس اونٹ جن میں ابوجہل کا اونٹ بھی شامل تھا، ناجیہ بن جندب کو دیئے تاکہ وہ مکہ میں لے جا کر مروہ میں ذبح کرکے ان کا گوشت فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔ اس بات میں حکمت ابوجہل کے اونٹ کو مکہ میں جاکر ذبح کیا یہ تھی کہ مشرکین شکستہ خاطر ہو جائیں۔ باقی تمام قربانی کے اونٹوں کو حدیبیہ میں قربان کرکے مستحقین میں تقسیم کر دیا، بعض کہتے ہیں کہ قربانی کے تمام اونٹوں کو حدیبیہ میں ذبح کیا گیا، جب قربانی کی مہم، سر تراشنے اور بال کم کرنے سے فارغ ہوئے حق تعالیٰ نے تیز ہوا چلائی جس نے مسلمانوں کے بالوں کو اڑا کر حرم میں لے جا کر حرم کو پراگندہ کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک بالوں کو لے کر درخت پر ڈال دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے ازدحام کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو ایک دوسرے سے لے لیا۔ حضرت ام عمارہ فرماتی ہیں کہ میں نے بڑی کوشش کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک تار حاصل کیا اور ہمیشہ اسے دھو کر جس مرض کے مریض کو پلاتی اس سے وہ شفایاب ہوتا رہا۔

انا فتحنا لک فتحا قریبا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

کوئی چیز پوچھی آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا میں نے آپ سے کہا ثقلتک امک اے عمر! تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو ناپسند کیا اسی وجہ سے آپ نے تجھے جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے اپنا اونٹ تیز چلایا یہاں تک کہ لشکر سے آگے بڑھ گیا اور میں ڈر رہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ صلح کو ناپسند کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کی وجہ سے میرے متعلق قرآن نازل ہو جائے۔ جب میں نے تھوڑا فاصلہ طے کر لیا میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو کہتا تھا اے عمر بن الخطاب! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو طلب فرماتے ہیں، اس طلب سے میرا خوف اور زیادہ بڑھ گیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تیزی سے پہنچا اور سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور خوشی و سرور کے آثار آپ کے چہرہ سے ظاہر تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ سے کوئی چیز پوچھی تھی میں نے اس کا جواب نہیں دیا تھا کیونکہ میں وحی میں مشغول تھا آج رات مجھ پر سورہ نازل ہوئی ہے جسے میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پسند کرتا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ کی قرأت شروع کی صحابہ کو مبارک دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک دی مفسرین کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے، کیونکہ یہ صلح کی فتوحات کا مقدمہ تھی کیونکہ اس صلح کے بعد وہ لوگ جو اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے، آزاد ہو گئے اور مشرکین سے مباحثہ اور مناظرہ کر کے آیات حسنات ان پر پڑھتے تھے، اس لیے گمراہی کی وادی میں بھٹکنے والوں کی ایک کثیر جماعت راہ راست پر آ گئی، چنانچہ اس میں سے کچھ پہلے مذکور ہوا۔ صلح کے زمانہ میں ہی فتح خیبر حاصل ہوئی جو فتوحات اسلام میں سب سے بڑی فتح ہے چنانچہ ان اوراق میں شرح و بسط سے بیان ہو گی، انشاء اللہ تعالیٰ، اور مفسرین کی ایک دوسری جماعت فتح مبین سے فتح مکہ مراد لیتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ابو نصیر کی مدینہ میں آمد:۔ جب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات حدیبیہ سے مراجعت فرما کر مدینہ میں پہنچے، ابو نصیر جو بنی زہرہ کا حلیف تھا مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں پہنچا۔ اور اخنس بن شریف اور ازہر بن عبد عوف نے ایک مکتوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا اور اس مکتوب کو ان کے سمجھنے کے مطابق بنی عامر کے ایک مرد کو جو خنیس نامی مدینہ میں لایا اور ابی بن کعب نے خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ

کر سنایا۔ مضمون یہ تھا کہ ہماری التماس ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس صلح کے مطابق جو حدیبیہ میں تحریر ہوئی ابو بصیر کو واپس بھیج دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر کو ان کے سپرد کر دیا۔ ابو بصیر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے مشرکین کی طرف بھیجتے ہیں۔ لامحالہ وہ مجھ پر مصائب ڈھائیں گے اور میرے دین میں فتنے پیدا کریں گے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انا اعطینا القوم عہدا ولا یصلح فی دیننا الغدر۔ ترجمہ: تو جانتا ہے کہ ہم نے قریش کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور ہمارے دین میں غدر یعنی نقض عہد نہیں ہوتا۔

از عہدہ عہد اگر برون آید مرد　　　از ہر چہ گمان بری فزون آید مرد

اور اس طرح فرمایا، فانطلقا فان اللہ سیجعل لک وللمسلمین فرجا یس جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے اور باقی مسلمانوں کے لیے جو مکہ میں ہیں جلد نجات عطا فرمائے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بھی ابو بصیر کو تسلی دی، وہ دو مشرک اسے پکڑ کر مکہ کی طرف لے گئے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے آرام کے لیے ٹھہر گئے ابو بصیر نے مسجد میں آ کر دو رکعت نماز ادا کی اور زاد راہ جو اس کے پاس تھا اٹھایا اور کھانے والی چیزیں جو اس کے ساتھ تھیں اپنے سامنے رکھیں اور ان دو ساتھیوں کو کہا کہ وہ بھی اس میں سے کچھ کھائیں انہوں نے کہا ہمیں تمہارے طعام کی ضرورت نہیں ابو بصیر نے نرمی اور مہربانی سے کہا اگر تم مجھے کھانے کی دعوت دیتے تو میں اسے قبول کرتا انہوں نے اپنا دستر خوان بچھایا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے ابو بصیر نے عامری سے کہا تمہاری تلوار مجھے بڑی عمدہ دکھائی دیتی ہے۔ اس نے نیام سے تلوار نکال کر کہا ہاں بڑی عمدہ تلوار ہے، میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہے اور کارنامے سرانجام دیئے ہیں ابو بصیر نے کہا تلوار مجھے دکھاؤ میں احتیاط کروں گا عامری نے غفلت سے تلوار دے کے ہاتھ میں پکڑا دی ابو بصیر نے ایک ہی وار میں اس کا فیصلہ کر دیا، کوثر نے بھاگ کر جان بچائی اور دوسری نماز کے وقت مدینہ میں پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دور سے دیکھا فرمایا ھذا رجل قد روای دعراز، اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا بلاشبہ اس مرد پر خوف طاری ہے جب کوثر نزدیک پہنچا اس نے کہا میرا ساتھی قتل ہو گیا اور مجھے بھی خطرہ ہے، ابو بصیر عامری کی تلوار حمائل کیے اس کے اونٹ پر بیٹھا اور اسی وقت مدینہ میں پہنچا اور مجلس ہمایوں کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی یا رسول اللہ آپ اپنے عہد سے بری الذمہ ہو گئے مجھے آپ نے واپس بھیج دیا حق تعالیٰ

نے مجھے نجات ان سے بخشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ویل امہ مسعر حرب لو کان معہ احد۔ الحاصل ابو نصیر عجب جنگ کی آگ جلانے والا ہے اگر کوئی شخص اس کی امداد و اعانت کرے۔ یہ بات ابو نصیر کے فرار پر دلالت کرتی تھی اور اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ جو لوگ مکہ میں مسلمان محصور و ممنوع ہیں اس کے ساتھ مل جائیں جب ابو نصیر اس رمز اور اشارے پر واقف ہوا بلا توقف بھاگ کھڑا ہوا اور مقام عیص جو دریا کے کنارے تھا قیام کیا راستہ میں کسی جگہ نہ رکا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس گروہ کو جو مکہ میں مجبوس تھے پیغام دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو نصیر کے متعلق کیا فرمایا، جب یہ خبر ابو جندل بن سہیل بن عمرو کو پہنچی اس نے فرار پر فرار کو ترجیح دی اور ابو نصیر سے جا ملا، مسلمان ایک ایک کر کے اس کے پاس جانے لگے یہاں تک کہ ستر افراد اور ایک روایت کے مطابق تین سو اشخاص اس کے پاس جمع ہو گئے۔ وہ جگہ قریش کے کارواں کی گذرگاہ تھی انہوں نے لوٹ مار کو غنیمت جان کر قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا، مشرکین اس حرکت سے تنگ آ گئے۔ انہوں نے ابو سفیان بن حرب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی قسم دیں اور صلہ رحمی کا واسطہ دے کر کہے کہ ابو نصیر اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ میں طلب کریں۔ ابو سفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی دلالت کرتے ہوئے کہا قریش کہتے ہیں کہ ہم اس شرط سے درگذرے اس کے بعد جو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے گا امان میں ہو گا۔ اور ہمیں اس معاملہ میں کوئی مضائقہ اور اعتراض نہیں ہو گا۔

مظہر رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین کے سوال کو قبول فرما لیا، ابو نصیر کو خط لکھ کر ارسال فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ چلے آؤ۔ ابو نصیر عالم نزاع میں تھا جب نامہ ہمایوں پہنچا اسے ہاتھ میں پکڑ کر اپنے چہرہ پر ملتا تھا اور شدت فراق سے روتا تھا یہاں تک کہ وہ رحمت الٰہی کے جوار میں پہنچ گیا، ابو جندل اور اس کے باقی ساتھیوں نے ابو نصیر کی تجہیز و تکفین کی اسے دفن کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے منزلیں طے کرنے کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آیہ کریمہ ھو الذی کف ایدیھم عنکم و ایدیکم عنھم۔ ابو نصیر کے قصہ میں نازل ہوئی۔

شاہان وقت کی طرف خطوط

ماہرین فن سیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہوئی کہ تمام سلاطین کو خطوط

لکھیں اور انہیں اسلام کی دعوت دی، کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ بادشاہوں کی عادت ہے کہ وہ خط جس پر مُہر نہ ہو اعتبار نہیں کرتے، لامحالہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر سونے کی انگشتری تیار کی گئی اور صحابہ میں سے جن کی استطاعت تھی انہوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں پہن لیں، اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے آکر خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی کہ یہ فعل مسلمانوں پر حرام ہے فی الفور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے انگشتری اتار دی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو چاندی سے انگوٹھی بنائی گئی۔ کہتے ہیں کہ انگوٹھی کا حلقہ اور نام کی جگہ چاندی کی تھی اور آپ کے حکم پر "محمد رسول اللہ" کو تین سطروں میں نقش کیا گیا سطر اول پر کلمۂ اللہ، دوسری پر رسول اور تیسری میں نام محمد تھا، علماء کا اس کے پہننے میں اختلاف ہے کہ داہنے ہاتھ کی خنصر میں تھی یا بائیں ہاتھ میں اور اختلاف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انگوٹھیاں متعدد تھیں، بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک کا نگین چاندی، دوسرے کا لوہے جس میں چاندی ملی ہوئی تھی اور ایک انگوٹھی کا نگین پتھر کا تھا جو بلاد حبشہ سے لائے گئے۔

حضور کی انگوٹھی:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وہ خاتم آپ کے پاس تھی اس کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بطور تبرک پہنچی ان کو وراثت کے طور پر پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاصل کی پھر چھ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس انگشتری سے سرفراز رہے یہاں تک کہ چاہ اریس میں گر پڑی ہر چند اس کنوئیں سے پانی نکالا گیا لیکن انگوٹھی نہ مل سکی اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ اس وقت سے لوگوں کے دل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے متنفر ہو گئے اور ان کی مخالفت ان کے دلوں میں پیدا ہوئی۔

فرمان نبوی:- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چھ بادشاہوں کی طرف خط لکھے گئے اور ہر ایک خط اپنے ایک صحابی کو دیا اور وہ اپنے مقصد کی طرف چلے گئے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا مکتوب عمرو بن امیہ ضمری کو دیا اور ہرقل حاکم روم کا مکتوب دحیہ کلبی کو فرمان روائے عجم یعنی خسرو پرویز کا مکتوب عبداللہ حذافہ سہمی کو، والی سکندریہ مقوقس کا رقعہ حاطب بن ابی بلتعہ کو، حارث بن ابی شمر غسانی جو کہ شام کا بادشاہ تھا کا مکتوب شجاع بن وہب اسدی کو اور یمامہ کے والی ہوذہ حنفی کا خط سلیط بن عمرو عامری کو دے کر ان بادشاہوں کی طرف بھیجا اور ایک دوسری روایت

کے مطابق یہ چھ مکتوب لکھے اور ساتویں مکتوب کو منذر بن ساوی بزرگ بحرین کی طرف بھیجا گیا اور یہ مکتوب علا حضرمی کو دے کر اس کے پاس بھیجا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ ہر قاصد کو جس مملکت کی طرف بھیجا گیا اس کی زبان مختلف تھی مگر صبح جب وہ بستر سے اٹھے ان ممالک کی زبان سے آگاہ ہو گئے تھے یہاں تک کہ تمام قاصد اس ملک کی زبان جانتے تھے، اور اس زبان میں بات کر سکتے تھے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ تھا لیکن نجاشی، جس کا نام صحمہ ابن ابجر تھا اس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خط لکھ کر بھیجے ایک مکتوب میں اسے دین اسلام کی دعوت اور پیغمبر آخر الزماں کی رسالت کا اعتراف اور پیغمبری کا اقرار اور عیسیٰ علیہ السلام کی عبودیت اور شریعت محمدی کو قبول کرنے کی دعوت تھی جس سے عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ کر دیا اور جعفر بن ابی طالب اور دوسرے صحابہ جو حبشہ کی طرف گئے تھے کو بھیجنے کے متعلق تحریر تھا اور دوسرے مکتوب کا مضمون یہ تھا کہ ام حبیبہ دختر ابوسفیان جو مہاجرات حبشہ میں سے ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے طلب کرے اور مدینہ میں روانہ کر دے جب پیغمبر گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو عمرو بن امیہ ضمری، نجاشی کے دربار میں لائے اور پہلے خط کو پیش کیا، صاحب دولت، تخت سلطنت و رفعت سے اتر کر تواضع و مسکنت کی زمین پر آ بیٹھا پہلے سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیں ختام مکتوب کو ادب سے بوسہ دیا اور پھر آنکھوں پر رکھا اس کے حکم پر اس مکتوب کو پڑھا گیا چونکہ وہ خدا تعالیٰ کی حمد وثنا اور عیسیٰ علیہ السلام کے کچھ حالات نجاشی کی دعوت پر مشتمل تھا اسی وقت جعفر کو طلب کیا گیا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے دولت اسلام سے سرفراز ہوا، اس سلسلہ کے انتظام کے بعد ابن امیہ نے دوسرا خط بادشاہ کے سپرد کیا جبکہ اس میں ام حبیبہ کے خطبہ کا ذکر تھا نجاشی نے اس کے خطبہ اور عقد نکاح میں پورا اہتمام کیا چونکہ ازدواج کا واقعہ ہجرت کے ساتویں سال وقوع پذیر ہوا اس لیے اس سال کے واقعات میں ذکر ہو گا۔ انشاء اللہ۔

نجاشی کا تاثر:۔ نجاشی نے ہاتھی دانت کا ڈبہ منگوایا اور وہ دونوں مکتوب اس میں محفوظ اور مضبوط کر کے رکھ دیئے جب تک یہ مکتوب اس ملک میں رہیں گے اہل حبشہ میں خیر و برکت اور سکون و اطمینان رہے گا صاحب اعلام نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ گرامی اب تک حبشہ کے بادشاہوں کے پاس چلا آتا ہے اور وہ اس کا بجد احترام کرتے ہیں۔

حضرت دحیہ کلبیؓ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم روم ہرقل کے لیے خط لکھا اسے دحیہ کلبی کو دیا اور فرمایا پہلے بصرائے شام جاؤ تاکہ بصرہ کا حاکم کوئی معتمد آدمی تمہارے ساتھ کر کے خط کو ہرقل کے پاس بھیجے، دحیہ کلبی حسب الارشاد روانہ ہوئے جب بصرے شام پہنچے حارث بن ابی شمر عیسائی نے جو اس خطہ کا حاکم تھا عدی بن حاتم طائی کو اس کا ساتھی بنا کر ہرقل کے دارالحکومت روانہ کیا اتفاقاً ہرقل اس وقت بیت المقدس کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ اس نذر کی وجہ سے جو اس نے مانی ہوئی تھی کہ جب خسرو پرویز جس نے ممالک روم کے بعض حصوں پر قبضہ کر رکھا تھا اور رومی فارسیوں پر غالب آجائیں گے وہ پیادہ اور برہنہ پا بیت المقدس جائے گا۔ اور وہاں مسجد اقصٰی میں عبادت کرے گا جب خدا تعالیٰ کے فضل سے رومی فارسیوں پر غالب آگئے جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے قیصر نے چاہا کہ وہ اپنی نذر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو اس کے فرمان کے مطابق قسطنطنیہ سے بیت المقدس تک راستہ میں فرش بچھا دیے اور ان پر گل و ریاحین بکھیر دیے گئے وہ ان پر چلتے ہوئے بیت المقدس گیا اور اپنی نذر کو پورا کیا۔ کہتے ہیں کہ ہرقل نجومی مسائل کے استخراج میں مہارت تامہ رکھتا تھا ایک رات احکام نجومیہ میں سے ایک امر اس پر ظاہر ہوا جس سے وہ سخت پریشان ہوا صبح کے وقت اسی متغیر اور متفکر شکل میں مسندِ حکومت پر بیٹھا، جب خواص نے اور ارباب اختصاص نے اس کے چہرہ پر رنج و ملال کے آثار دیکھے، بادشاہ سے اس کا سبب دریافت کیا، اس نے جواب دیا کہ رات فلک کے اوضاع میں مجھے معلوم ہوا کہ ایک زبردست بادشاہ جو ختنہ کی سنت کی رعایت کرتا ہے ظاہر ہوا ہے۔ عنقریب اس کا دستِ تصرف ہماری سلطنت پر دراز ہو گا کونسی قوم ہے جس میں ختنہ کا رواج ہے ندماء نے کہا وہ گروہ جو اس سنت کو ادا کرتا ہے یہود ہیں مصلحت یہ دکھائی دیتی ہے کہ اپنے ملک کے حکام کو آپ احکام نافذ کریں کہ جس جگہ بھی یہودی ملیں ان کو قتل کر دیں اسی دوران میں قیصر نے سنا کہ حارث بن شمر غسانی جو بصرہ کا حاکم ہے کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے اور عرب کا ایک شخص اپنے ساتھ لایا ہے اور عجیب و غریب حالات بیان کرتا ہے جو عرب میں رونما ہوئے ہیں۔ قیصر کی فرمائش پر اعرابی کو حاضر کر کے اس سے صورت کا استفسار کیا اس نے جواب دیا کہ ہم میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے ایک جماعت نے اس کی تصدیق کر کے اس کی رفاقت میں کمر ہمت باندھی ہے اور ایک گروہ نے اسے جھٹلایا اور تکذیب کی اور مخالفت میں تلواریں کھینچ لی

ہیں اور جنگ و مقاتلہ تک نوبت پہنچی، جانبین میں سے بہت سے لوگ ہلاک ہوئے اور اب تک ان میں جنگ جاری ہے۔ قیصر نے کہا اس شخص کو باہر کسی گوشہ میں لے جاکر تحقیق کرو کہ کیا یہ مختون ہے یا نہیں جب انہوں نے تحقیق کی تو انہوں نے اسے مختون پایا۔ قیصر نے کہا عرب ختنہ کرتے ہیں اس نے کہا ہاں ہرقل نے کہا نجومی دلائل سے جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ اسی جماعت کی سلطنت کا ظہور ہے۔

ہرقل کے دربار میں قاصد نبوی ؐ:- جب دحیہ کلبی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ نامی کو ہرقل کے ہاتھ میں دیا اور ہرقل کو معلوم ہوا کہ مکتوب عربی میں ہے تو اس نے ترجمان کو بلایا اس نے خط کے مضمون کو پیش کیا وہ خط دین اسلام کو قبول کرنے وساوس شیطانی اور ہواجس نفسانی سے بچنے کی دعوت پر مشتمل تھا خط کے آخر میں یہ آیت لکھی ہوئی تھی۔

یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ۔ کہتے ہیں کہ جب ہرقل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے مضمون پر واقفیت حاصل کی اپنے خواص اور ارکان سلطنت سے کہا، تلاش کرو کہ اپنے ملک میں کوئی ایسا شخص ہے جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے کی قوم میں سے ہو تاکہ میں اس سے اس کے متعلق صحیح صحیح حالات دریافت کروں۔ لوگوں نے جستجو کی انہیں ابوسفیان حرب قریش کی ایک جماعت کے ساتھ غزہ میں مل گیا، جو تجارت کی غرض سے اس ملک میں آئے ہوئے تھے، اسے ہرقل کے فرمان کے مطابق بیت المقدس میں لے گئے اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ایک قافلہ کے ساتھ ابوسفیان تجارت کیلئے شام گیا تھا اور ایک روایت کے مطابق غزہ پہنچے ہوئے تھے اور ایک نقل اس طرح ہے کہ بیت المقدس میں تھے اور ہرقل کو اس قافلے کے آنے کی خبر ہوئی اس نے کسی کو بھیج کر انہیں بلایا اور ان کے سرآوردہ لوگوں کو طلب کیا، بزرگان روم بھی وہاں حاضر تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے کہا کہ جب ہرقل کا قاصد ہمیں بلانے کے لیے آیا اور ہمیں بادشاہ کی مجلس میں حاضر کیا گیا میں نے دیکھا کہ بادشاہ عظمت و شوکت کے ساتھ تاج حکومت سر پر رکھے تخت سلطنت پر بیٹھا ہے اشراف و علمائے روم اس کے امراء و خواص اور یہود و نصاریٰ کے علماء، تمام وہاں جمع ہیں جب ہمیں اس کی مجلس میں لائے تو ہرقل نے ترجمان بلایا اور ہم سے پوچھا کہ تم میں سے اس کا سب سے زیادہ قریبی

کون ہے؟ میں نے کہا میں قرابت کے لحاظ سے اس سے زیادہ قریب ہوں اس نے پوچھا کہ تمہاری قرابت کس نوعیت کی ہے؟ میں نے کہا وہ میرا چچازاد بھائی ہیں یہ بات اس اعتبار سے کہی کہ اپنے آپ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جد کے قائم مقام رکھا کیونکہ اس کا دادا امیہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دادا ہاشم وہ دونوں آپس میں بھائی تھے چنانچہ ابوسفیان کو کہا ہرقل نے مجھے اپنے نزدیک بلایا اور میرے دونوں کو میرے پیچھے رکھا پھر ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہو کہ میں اس شخص کے متعلق ابوسفیان سے چند حالات پوچھوں گا، اگر وہ غلط بیانی سے کام لے تو تم اس کی تکذیب کرنا۔ ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم! اگر مجھے جھٹلائے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سی جھوٹی چیزیں باندھتا، اس کے بعد ہرقل نے پوچھا کہ اس شخص کا اصل و نسب تمہارے درمیان کیسا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ ہم میں نسب کی شرافت اور حسب کی بزرگی کے ساتھ مشہور ہے۔ اس نے پوچھا، اس کے آباء و اجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا، دولت مند اور قوی لوگ اس کی متابعت کرتے ہیں یا فقراء اور کمزور؟ میں نے کہا زیادہ تر کمزور اور مفلس ہیں، اس نے کہا، اس کے متبعین روز بروز بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا بڑھ رہے ہیں، اس نے کہا کوئی شخص اس کی ملت سے مرتد ہو کر پھر گیا ہے؟ میں نے کہا نہیں اس نے کہا کیا وہ غدر کرتا ہے یعنی عہد توڑتا ہے؟ میں نے کہا نہیں اب تک یہ بات اس سے مشاہدہ نہیں ہوئی لیکن اب ہمارے اور اس کے درمیان معاہدہ اور مصالحت ہوئی ہے معلوم نہیں وہ اس عہد کو پورا کرے گا یا نہیں، ابوسفیان نے کہا قیصر کے ساتھ گفت و شنید میں اسی قدر بات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقص کی ہو سکتی تھی سے زیادہ کچھ داخل نہ کر سکا۔ خدا کی قسم! قیصر نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اس کے بعد کہا کیا وہ تمہارے درمیان کبھی جھوٹ سے متہم ہوا تھا میں نے کہا نہیں اس نے کہا تمہارے درمیان مقابلہ و جنگ ہوئی؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا اس کا نتیجہ کیا نکلا، میں نے کہا کبھی وہ ہم پر غالب آئے اور کبھی ہم نے ان پر غلبہ کیا یعنی روز بدر اور جنگ احد، اس نے کہا وہ تمہیں کس چیز کا حکم کرتے ہیں، میں نے کہا خدائے لاشریک کی عبادت اور کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے آباء و اجداد کی متابعت سے دست کش ہو جاؤ اور کہتے ہیں کہ نماز، روزہ ادا کرو صدق، پاکدامنی اور صلہ رحمی اختیار کرو۔ ابوسفیان نے کہا جب بات یہاں تک پہنچی ہرقل نے ترجمان سے کہا اسے کہو کہ پہلے میں نے اس شخص کے نسب کے متعلق پوچھا تو نے کہا کہ وہ ہمارے

درمیان شرف و نسب کے ساتھ مشہور و معروف ہے۔ اسی طرح انبیاء شریف النسب ہوتے ہیں تاکہ اتباع
کرنے والوں کے دامن پر عار کا غبار نہ پڑے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کسی شخص نے تمہارے دربار میں اس سے
پہلے اس کی قوم میں سے نبوت کا دعویٰ کیا تو تُو نے کہا نہیں اگر کسی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہوتا تو یہ گمان ہوتا
کہ اس کی تقلید کرتا ہے، مَیں نے پوچھا کہ اس کے آباء و اجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے تو مَیں سمجھتا کہ
دعویٰ نبوت کو وسیلہ بنا کر اپنے باپ کی سلطنت کو طلب کرتا ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ اس کی اتباع و تقلید
اور قوی لوگ کرتے ہیں یا غریب اور کمزور، تو تُو نے کہا فقراء اور کمزور کرتے ہیں۔ یقیناً انبیاء کے پیروکار
زیادہ تر غریب اور کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ اس کے متبعین بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں
تو تُو نے کہا بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا کام اسی طرح ہوتا ہے کہ بتدریج زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ حدِ کمال کو
پہنچ جاتا ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ کوئی شخص اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے پھر گیا ہے تو تُو نے کہا نہیں
صحیح اور درست ایمان اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کی حلاوت جان میں داخل ہو جاتی ہے اور جان سے
گھل مل جاتی ہے اور اس کا جدا ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ غدر کرتا ہے؟ تو تُو نے کہا نہیں پیغمبر
عہد کو نہیں توڑتے کیونکہ ان کا مقصد اخروی سعادت کو حاصل کرنا ہے اور جو شخص دنیا کی لذات کا طالب
ہوتا ہے وہ عہد کو توڑنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ مَیں نے پوچھا کہ وہ تم میں کبھی جھوٹ سے متہم ہوا تو تُو نے کہا نہیں
اس بات سے معلوم ہوا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ باندھنے سے ہاتھ روکتا ہے وہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ نہیں
باندھے گا۔ مَیں نے پوچھا کہ تمہاری لڑائی کیسی ہوتی ہے تم نے کہا کبھی وہ ہم پر غالب آتا ہے اور کبھی ہم نے
اس پر غلبہ حاصل کیا، انبیاء اور رسولوں کا اسی طرح حال ہوتا ہے، کبھی وہ دشمن کے غلبہ میں مبتلا ہوتے
ہیں لیکن آخر کار فتح و نصرت انہیں حاصل ہوتی ہے، مَیں نے پوچھا کہ وہ تمہیں کس چیز کا حکم کرتا ہے
تم نے کہا، خدا تعالیٰ کی عبادت، اس کی وحدانیت کا اعتراف اور نماز و روزہ کا حکم کرتا ہے یہ حالات
انبیاء کی پسندیدہ عادات و صفات ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صفات تو نے بیان کیے ہیں اگر
وہ واقعہ کے مطابق ہیں تو وہ عنقریب ان ممالک پر غالب آجائیں گے اور ان کا حکم ان ممالک میں
نافذ ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ ان صفات سے موصوف پیغمبر مبعوث ہو گا لیکن میرا گمان یہ نہیں تھا کہ تمہاری
قوم سے ہو گا۔ ہاں ایک دن آئے گا کہ مجھے اس کی پابوسی کا شرف حاصل ہو گا۔ مَیں کوشش کرتا ہوں تاکہ
اس سعادت کو حاصل کر سکوں اور آپ کی خدمت سے شرف یاب ہوں اور آپ کی متابعت کا حلقہ

اپنے کانوں میں اور فرمانبرداری کی تمغہ دار کندھوں پر رکھوں اور ایک روایت ہے کہ ابوسفیان نے کہا کہ میرا ارادہ ہوا کہ میں اس وقت قیصر کے اعتقاد کو متزلزل کروں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کذب اور افتراء اس کی نظر میں ظاہر کروں میں نے کہا اگر اجازت ہو تو میں اس کی ایک محال اور انوکھی بات کہوں تاکہ اس کا جھوٹ بادشاہ پر ظاہر ہو جائے۔ ہرقل نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ میں ایک رات مکہ سے بیت المقدس گیا اور صبح سے پہلے مکہ میں واپس آگیا۔ جب میں نے یہ بات کہی بیت المقدس کا ایک خادم وہاں موجود تھا اس نے کہا ہاں میں اس رات کو جانتا ہوں اور وہ ملاقات جو اس رات ہمارے مشاہدہ میں آئیں ایک یہ تھی کہ ہماری عادت تھی کہ رات ہم بیت المقدس کے دروازے بند کر دیتے تھے اس رات ہم نے ہر چند دروازہ بند کرنے کی کوشش کی نہ کر سکے ہم نے وہاں کے تمام لوگوں کو جمع کیا لیکن ہم اسے حرکت دینے پر قادر نہ ہو سکے۔ ہم نے اسی طرح دروازہ کھلا چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو چوپایہ کے دروازہ کے نزدیک باندھنے کے آثار دکھائی دیئے۔ پھر ہرقل نے حکم دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کو لایا جائے اور مجلس میں پڑھا جائے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی ہیبت سے اس کی پیشانی سے پسینہ بہنے لگا جو کچھ اس کے دل میں تھا اس نے بیان کیا، رومیوں میں قیل و قال اور بحث و مباحثہ شروع ہو گیا، آوازیں بلند ہوئیں اور ان کی گریہ و فغاں مسلسل ہونے لگی ہمیں مجلس سے باہر لے آئے۔

ابوسفیان کہتا ہے کہ جب ہم ہرقل کے دربار سے باہر نکلے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابی کبشہ کا کام یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ ملک بنی الاصفر اس سے خوف کھاتا ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ ابی کبشہ بنی خزاعہ کا ایک شخص تھا جس نے قریش کی مخالفت کی اور بت پرستی سے روگردانی کی اور شعر یمانی یا شامی جو ایک ستارہ ہے کی پرستش کرتا تھا قریش بھی دین کی مخالفت کی وجہ سے اسی شخص کی طرف نسبت کر کے اس لفظ کا اطلاق آپ پر کرتے تھے اور ایک گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ایک شخص کا نام تھا اور عربوں کی عادت ہے کہ جب کسی شخص کا عیب اور منقصت طور پر نام لیں تو اسے اس جد کی طرف جو غیر معروف اور گمنام ہو کی طرف نسبت کرتے ہیں اس تقدیر پر کہتے ہیں کہ ابوکبشہ آپ کے اجداد پدری، مادری یا رضاعی تھا اسے قریش کے درمیان شہرت جاہ اور عزت و وقار نہیں تھا اس سبب سے بھی دشمن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی طرف منسوب کرتے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

ابوسفیان نے کہا کہ اس روز سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ غالب آئے گا اور اس کا کام پوری رونق اور ظہور

حاصل کرے گا یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام پیدا کر دیا۔

ہرقل کے تاثرات:۔ ہرقل دحیہ کلبی سے خلوت میں ملا اور اپنے ما فی الضمیر کو ظاہر کر کے کہا، خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ پیغمبر مرسل اور نبی مکرم ہے اور وہی پیغمبر منتظر ہیں جن کی صفات ہم نے آسمانی کتابوں میں پڑھی ہیں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ رومی مجھے ہلاک نہ کر دیں ورنہ میں ان کی متابعت کرتا اب مصلحت اس میں ہے آپ رومیہ میں جائیں وہاں ایک شخص ہے جو فن کہانت میں ماہر اور علم نجوم میں کامل ہے اس کا نام ضغاطر ہے اور وہ عیسائیوں کا سفندار اور پیشوا ہے، اسے یہ حال بتائیں اگر وہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کر کے اس کی نبوت کا اعتراف کرے تو تمام عیسائی اس دین کو قبول کر لیں گے اور میں بھی اپنے پوشیدہ اعتقاد کو جو آپ سے میں نے بیان کیا ہے اظہار کر سکوں گا۔ کہتے ہیں کہ ہرقل نے ضغاطر کو ایک خط لکھا اس میں تمام کیفیت کو بیان کیا اور دحیہ کلبی کے ہاتھ ضغاطر کے پاس بھیجا جب ہرقل کے مکتوب کو دحیہ کلبی نے ضغاطر کے پاس پہنچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اس کے سامنے بیان کیے، ضغاطر نے کہا خدا کی قسم وہ حق پر ہے اور ہم نے انہیں ان ہی صفات کے ساتھ اپنی کتاب میں پڑھ کر پہچانا ہے اور ان کی نبوت میں ہمیں کوئی شک وشبہ نہیں، وہ اپنے گھر میں آیا اور سیاہ کپڑے جو اس نے پہن رکھے تھے اتارے اور سفید لباس زیب تن کیا، عصا ہاتھ میں لیا اور کنیسہ میں آیا کنیسہ میں تمام اشراف جمع تھے وہ اٹھا اور کہا اے گروہ رومیاں! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ احمد عربی کی طرف سے ہمارے پاس ایک مکتوب آیا ہے اس مکتوب میں ہمیں دین حق کی دعوت دی گئی ہے، ان کی نبوت و رسالت کی حقیقت مجھ پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے اب میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور احمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ نصاریٰ نے جب یہ شہادت ضغاطر سے سنی تمام یکدم اچھل پڑے اور ضغاطر پر حملہ آور ہوئے اور اسے مار مار کر شہید کر دیا، دحیہ کلبی وہاں سے لوٹ کر ہرقل کے پاس آئے اور تمام حالات بیان کیے ہرقل نے کہا میں نے اس کا اظہار آپ سے نہیں کیا تھا، کہ مجھے عیسائیوں کا ڈر ہے، خدا کی قسم! ضغاطر قوم میں مجھ سے زیادہ بزرگ تھا اور عیسائیوں کی اس کے ساتھ بہت عقیدت تھی، جب انہوں نے اس کے ساتھ یہ کیا تو میرے ساتھ بھی وہی معاملہ کریں گے کہتے ہیں جب ضغاطر کی خبر ہرقل کو پہنچی بیت المقدس سے جہاں وہ زیارت کے لیے گیا تھا دارالسلطنت حمص میں آیا اور علمائے روم کو اپنے محل میں

بلایا اور حکم دیا کہ محل کے دروازوں کو مقفل کردیں اور خود محل کے بالاخانے میں آکر رومیوں سے خطاب کیا اور کہا اے گروہ رومیاں! تمہیں نجات وفلاح کی رغبت ہے، اور سیدھا راستہ جو منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو حاصل کرو۔ اب حصول مطالب مقاصد احمدؐ کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اگر تم سعادت ابدی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی متابعت میں جلدی کرو جب علماء اور قسیس نے ہرقل سے یہ بات سنی تمام لوگ متفرق ہوکر بھاگنے لگے چونکہ محل کے دروازے بند تھے باہر نہ نکل سکے، جب ہرقل ان کے ایمان سے مایوس ہوگیا، اس کے حکم پر انہیں پھر واپس لے آئے، انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا میں نے یہ بات تمہارے امتحان آزمائش اور دین میں صلاحیت دیکھنے کے لیے کہی تھی چونکہ میں نے تمہیں اپنے دین میں ثابت قدم پایا ہے، شاباش دی اور انہیں نوازا یہاں تک کہ وہ مطمئن ہوگئے اور تمام نے اسے سجدہ کیا اور خوشی و رضامندی کا اظہار کیا۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ہرقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور مسلمان ہوا یا نہیں، اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ اس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور اس لیے وہ دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوا اس تاریخ کے دس سال بعد غزوہ موتہ میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی اور مسلمانوں کو شہید کیا چنانچہ اپنی جگہ پر انشاء اللہ مذکور ہوگا، اور دوسرا یہ مسلک ہے کہ غزوہ تبوک میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط لکھا کہ میں مسلمان ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جھوٹ کہتا ہے بلکہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے یہ روایت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے کہ وہ دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوا واللہ اعلم۔

خسرو پرویز نے حضورؐ کے خط کو پھاڑ دیا۔

خسرو پرویز کے متعلق نقل ہے کہ جب عبداللہ خذافہ رضی اللہ عنہ پرویز کے دار السلطنت میں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پرویز تک پہنچایا جب اسے مضمون کی اطلاع ہوئی اور اس نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام مبارک اس سے پہلے تحریر فرمایا ہے اس لیے غضبناک ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور زبان سے احمقانہ باتیں کہیں اور عبداللہ خذافہ کیطرف کوئی توجہ نہ دی اور نہ ہی مکتوب کا جواب لکھا جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مزق کتابی مزق اللہ ملکہ۔ خسرو پرویز نے میرے خط کو ٹکڑے کیا ہے خدا تعالیٰ اس کے ملک کو ٹکڑے کر دے گا اور خسرو نے انتہائی شقاوت اور بدبختی سے باذان کی طرف جو ولایت یمن میں اس کا گورنر تھا پیغام بھیجا کہ ان دنوں میں سنا ہے کہ ایک شخص حجازی عرب میں نبوت کا دعوی کرتا ہے، تم اپنے معتبر دو مرد بھیجو۔

جوانے مضبوطی سے باندھ کر میرے پاس لے آئیں۔ باذان نے کسریٰ کے حکم کے مطابق اپنے خازن جس کا نام بانویہ تھا اور جو شجاعت میں بڑی شان رکھتا تھا قریش کے ہی ایک شخص جس کا نام خرخسرہ تھا وہ بھی کمالات ظاہری سے آراستہ تھا کے ساتھ عرب میں بھیجا۔ اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خسرو کے پاس لے جائیں اس سلسلہ میں ایک مکتوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور بانویہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تحقیق و تفتیش پر مقرر کیا، وہ حسب الحکم اپنے سفر پر روانہ ہو گئے، جب وہ طائف میں پہنچے، سرداران قریش کی ایک جماعت مثل ابوسفیان، صفوان بن امیہ وغیرہ وہاں تھے ان سے مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے متعلق دریافت کیا مشرکین نے کہا وہ یثرب میں رہتے ہیں۔ جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی حقیقت حال سے آگاہ ہوئے تو بہت خوش ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہم کا حسب دلخواہ فیصلہ ہو جائے گا کیونکہ کسریٰ جیسا بادشاہ اس کی دشمنی پر اتر آیا ہے۔ باذان نے فرستادہ منزلیں طے کرنے کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ بانویہ نے بات شروع کی اس نے کہا کہ شہنشاہ کسریٰ نے باذان کو جو کہ یمن کا گورنر ہے ایک خط لکھا ہے جس کا مضمون یہ کہ آپ کو اپنے خاص معتمدین کے ساتھ کسریٰ کے پاس بھیجے باذان نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو خسرو پرویز کے دارالسلطنت میں لے جائیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر آپ خوشی سے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے ہمارے ساتھ چلیں تو باذان ایک خط جو آپ کی عذر خواہی اور عفو تقصیرات پر مشتمل ہو لکھ کر دے گا تاکہ آپ کے گناہ تقصیرات معاف کر دے اور آپ نے حکم نہ مانا تو کسریٰ کی سطوت و دبدبہ آپ کو آپ کی قوم کے ساتھ ہلاک کر دے گا۔ اور شہروں کو خاک کے برابر کر دے گا اور باذان نے ایک خط آپ کی طرف بھیجا ہے، مضمون یہ کہ فرمانبرداری کرتے ہوئے روانہ ہو جاؤ، اور والی یمن کا خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیغام جس کا نہ سر تھا نہ پاؤں سنا مسکراتے ہوئے ایلچیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ایلچیوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیے اور ہمارے ساتھ چلیے تاکہ ہم شہنشاہ کے پاس پہنچیں اور اگر آپ حاضر ہونے سے قاصر رہے تو بادشاہ ایک عرب کو بھی اپنی جگہ پر نہیں رہنے دے گا، قتل کر دے گا یا جلاوطن کر دے گا۔

نقل ہے کہ بانویہ اور خرخسرہ باوجودیکہ جرأت کر کے بے ادبانہ گفتگو کی لیکن مجلس ہمایوں حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت ان پر ایسی مسلط تھی کہ ان کا جوڑ جوڑ کانپ رہا تھا اور

قریب تھا کہ ان کے جوڑ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں، اس مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے جانے کی بجائے صرف مکتوب لے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج تم اپنی قیام گاہ پر واپس چلے جاؤ، کل آؤ تاکہ مصلحت کے مطابق عمل کیا جائے۔ جب قاصد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے باہر آئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اگر ہمیں وہ اپنی مجلس میں اس سے زیادہ روکتے تو خوف تھا کہ ہم ہیبت سے ہلاک ہو جاتے، دوسرے نے کہا زندگی بھر ایسی ہیبت مجھ پر نہیں ہوئی جیسا کہ آج اس مرد کی مجلس میں طاری ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ اسے خدا کی تائید حاصل ہے اور اس کا کام خدا کا کام ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب بابویہ اور خرخسرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے سنہری دستانے ان کے ہاتھوں میں تھے ریشمی لباس پہنے ہوئے اور کمیں کمربند، داڑھیاں منڈوائے اور مونچھیں اس قدر بڑھائے ہوئے تھے کہ ان کے لب بھی چھپے ہوئے تھے۔ جب اس شکل وصورت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو آپ نے فرمایا، ویلکما من امرکما بھذا یعنی اس حالت میں تم کس قدر دوزخ کے لائق ہو، تم کو کس نے کہا کہ داڑھیاں منڈوا دو اور مونچھیں بڑھاؤ، انہوں نے کہا ہمارے پروردگار یعنی خسرو پرویز نے ہمیں حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور مونچھوں کو قطع کروں، القصہ جب باذان کے قاصد دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا اپنے صاحب باذان کے پاس یہ خبر لے جاؤ کہ میرے پروردگار نے گذشتہ رات تمہارے بادشاہ کو قتل کر دیا ہے، سات گھنٹے رات گذرنے پر اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مقرر کیا اس نے اس کے پیٹ کو چیر دیا ہے اور وہ سہ شنبہ کا دن تھا، جمادی الاولیٰ کا مہینہ ۷ھ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح باذان سے جا کر کہہ دو کہ عنقریب میرا دین کسریٰ کی مملکت میں ظاہر ہو گا اگر تو مسلمان ہو جائے تو جو ملک اس وقت تمہارے تصرف میں ہے وہ میں تمہارے ہی قبضہ میں رہنے دوں گا اور تجھے فارسیوں پر حاکم بنا دوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہمیانی سونے چاندی سے بھری ہوئی خرخسرہ کو دی جو بطور ہدیہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھی، پھر قاصد اجازت لے کر مدینہ سے باہر نکلے، قطع مسافت کے بعد یمن میں پہنچ کر جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ باذان سے بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا، اے ملک! ہم بہت سے بادشاہوں کے دربار میں گئے خدا کی قسم!

کسی مجلس میں اس طرح خوفزدہ نہیں ہوئے جیسا کہ اس مرد کی مجلس میں ہوئے ہیں، بازان نے پوچھا کہ اس کے کوئی محافظ اور نگہبان ہیں انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ تنہا گلی کوچوں میں گھومتا پھرتا ہے، بازان نے کہا خدا کی قسم جو تم اس سے نقل کرتے ہو وہ بادشاہوں کی کلام کے مشابہ نہیں ہے میرا خیال ہے کہ وہ نبی مرسل ہے اور میں اس خبر کا منتظر ہوں جو میرے لیے اس نے بھیجی ہے، اگر وہ مطابق واقع ہوئی تو اس کی نبوت میں کوئی قیل وقال نہیں ہے اور خدا کی قسم کوئی بادشاہ اس پر ایمان لانے میں مجھ سے سبقت نہیں لے جائے گا، اسی اثناء میں شیرویہ بن خسرو کا مکتوب بازان کے پاس پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے خسرو کو قتل کر دیا ہے کیونکہ وہ فارس کے اشراف واعیان کو بغیر کسی قصور کے جو قتل کا سبب ہو قتل کر دیتا تھا اور جماعت میں تفرقہ ڈالتا تھا تم میری اطاعت کرو اور لوگوں سے میری اطاعت کی بیعت لو اور اس صاحبِ دولت جس نے عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے سے بالکل تعرض نہ کرو جب تک کہ میرا حکم تمہارے پاس نہ پہنچ جائے، بازان کو جب اس قضیہ کا علم ہوا بلا تاخیر صدق واخلاص سے کلمہ شہادت پڑھا اور یمن اور فارس کے لوگ جو اس کے پاس ملک میں تھے انہوں نے بھی اس کے ساتھ موافقت کی اور دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ نقل ہے کہ خرخسرو جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر بند بخشا تھا کو ذوالمفخرہ کہتے ہیں اور مفخرہ رومیوں کی لغت میں کمر کو کہتے ہیں اب بھی اس کی اولاد کو اسی کلمہ سے یاد کرتے ہیں۔

مقوقس کے پاس حضور کا فرمان:- جب حاطب بن ابی بلتعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ گرامی کو اس دیار کے حاکم مقوقس کے پاس پہنچایا اس خط کا اس نے بہت احترام کیا اور جواب میں اچھی باتیں کہیں اور مکتوب شریف کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں رکھا اور حاطب کو خلوت میں طلب کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے متعلق استفسار کیا، حاطب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف کمال اور جاہ وجلال کی نشانیاں دیکھی اور سنی تھیں بیان کیں، مقوقس نے جو کچھ سنا اسے ان اوصاف کے مطابق اور موافق پایا جو عیسیٰ علیہ السلام نے پیغمبر آخرالزماں کے متعلق بیان کی تھیں اس نے کہا یہ وہی رسول ہے جس کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی ہے اور وہ غالب آئے گا اور ان کے ساتھی ہمارے ملک میں اتریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کا جواب بڑے عمدہ طریق سے لکھا اور چار ترکی لونڈیاں، ایک کا نام ماریہ دوسری اس کی بہن شیریں نام کی تھیں دوسری دو لونڈیوں کے نام معلوم نہیں، ایک خواجہ سرا، بیس جوڑے کپڑے،

ہزار مثقال سونا، ایک سفید اونٹ جس کا نام دلدل تھا اور ایک گدھا جس کا نام یعفور تھا بطور تحفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور ایک سو مثقال سونا، پانچ جوڑے کپڑے حاطب کو دیئے، لیکن ایمان نہ لایا جب حاطب مدینہ میں واپس آیا تحائف اور مکتوب پیش کیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبشہ نے اپنے ملک پر بخیلی کی اس کا ملک باقی نہیں رہے گا۔ کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوا اور ماریہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور سریہ رکھا اور اس سے ابراہیم پیدا ہوئے اور شیریں کو حسان بن ثابت کو بخش دیا، دلدل کو اپنی سواری کے لیے مختص کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملا جس پر وہ سواری کرتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دلدل ہلاک ہوا اور یعفور حجۃ الوداع میں فوت ہو گیا۔

غسانی کے نام فرمانِ نبوی :-

جب شجاع وہب اسدی نامۂ مبارک شام کی سرحد پر لے جا کر حارث بن شمر غسانی کے شہر میں پہنچے تو حارث اس وقت اس ملک کا والی تھا غوطہ دمشق میں گیا ہے ہرقل جو بیت المقدس میں آیا ہوا تھا، شجاع بھی غوطہ کی طرف گیا۔ وہاں چند روز رہا لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ حارث کا ایک دربان جس کے دل میں اسلام کی محبت تھی شجاع کا معاون بن گیا جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی حارث کے پاس پہنچا یا اس بدبخت نے نامہ نامی کو زمین پر پھینک دیا اور زبان سے نازیبا باتیں کیں اور جرأت کرتے ہوئے اس نے حکم دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے گھوڑوں کی نعلبندی کریں اور ایک درخواست ہرقل کے پاس بھیجی، ہرقل نے اسے کہا کہ اس خیال کو چھوڑ دو اور میرے پاس پہنچو، تاکہ مصلحت کے مطابق عمل کریں، پھر حارث نے شجاع کو طلب کیا اور اسے سو مثقال سونا دیا اور واپسی کی اجازت دی۔ اور حولیطب بن حارث نے چند کپڑے اور کچھ سونا زادِ راہ کے طور پر شجاع کو دے کر عرض کیا کہ میرا سلام پیغمبر خدا کی خدمت میں پہنچانا۔ شجاع منزلیں طے کرنے کے بعد مدینہ میں پہنچا اور صورت حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہلک ملکہ، حارث کا ملک تباہ ہوا، فتح مکہ کے روز حارث جہنم رسید ہوا اور دوزخیوں کے گروہ میں شامل ہو گیا اور اس کا ملک جبلہ بن ایہم غسانی کی طرف منتقل ہو گیا۔ سیرت کی بعض روایات میں آیا ہے کہ حارث مسلمان ہو گیا تھا

لیکن اس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے اسے ظاہر کیا تو قیصر مجھے قتل کر دے گا لیکن جہور اس پر بھی جو مذکور ہوا۔

یمامہ کی طرف مکتوب نبوی :- جب رضیط بن عمرو عامری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو یمامہ میں ہوذہ بن علی الحنفی کو پہنچایا۔

ہوذہ کو مکتوب کے مضمون سے آگاہی ہوئی تو رضیط کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آیا، عمدہ اور دلکش جگہ میں قیام کرنے کو کہا اور اس کی ضیافت اور مہمانداری کی شرائط کو پورا کیا اس کے بعد جواب میں ایک مکتوب لکھا کہ وہ دین جس کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کس قدر عمدہ ہے! لیکن میں اپنی قوم کا خطیب اور شاعر ہوں اور عربوں کے دل پر میرا خوف اور رعب طاری ہے۔ اپنے ملک کے بعض حصوں کا انتظام آپ میرے سپرد فرمائیے اور اسے میرے قبضۂ قدرت میں دے دیجئے تاکہ میں آپ کی متابعت کروں اور آپ کی صحبت کا شرف حاصل کروں۔ پھر رضیط کو قیمتی لباس پہنایا اور شاہانہ جہر بلنولی سے نواز کر روانہ کیا اس نے مدینہ میں آکر کیفیت حالات اور مکتوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوسالنی سبابۃ من الارض ما فعلت، اگر وہ مجھ سے کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر بھی زمین طلب کرے تو میں اسے نہیں دوں گا ہلاک ہو وہ اور تباہ ہو اس کا ملک، لکھتے ہیں کہ جب فتح مکہ ہو گیا، جبریل علیہ السلام نے ہوذہ کی موت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمامہ میں کذاب اور ابن سدا اس پیدا ہو گا اور نبوت کا دعوی کرے گا اور میرے بعد قتل ہو جائے گا۔ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت نہیں فرمائی تھی کہ مسیلمہ کذاب لعین نے نبوت کا دعوی کر آغاز کر دیا، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قتل ہوا چنانچہ اس کا قصہ اس کے بعد تفصیلاً مذکور ہو گا، انشاء اللہ۔

دیگر مکاتیب نبوی :- یہ وہ چھ مکتوب ہیں جن پر ارباب سیرت متفق ہیں لیکن بعض دوسرے جنہوں نے ساتویں مکتوب کو زیادہ کیا ہے وہ منذر بن ساوی کا مکتوب ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء حضرمی کو دے کر بحرین میں منذر کے پاس بھیجا تھا، لکھتے ہیں کہ جب علاء نے بحرین میں منذر سے ملاقات کی اور نامۂ مبارک اسے پہنچایا، مضمون پر واقفیت کے بعد فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا اور رعیت کے بعض لوگ بھی اس کی

موافقت کرتے ہوئے مسلمان ہو گئے بعض نے عناد اور دشمنی کا طریقہ اختیار کیا، منذر نے اپنے حالات دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی مخالفت احاطۂ تحریر میں لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علاء کے ہاتھ مکتوب بھیجا۔ وہ خط ملنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لکھو کہ مملکت تیرے سپرد ہے متفقین کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا طریق اختیار کرو اور دین و شریعت کی تعلیم دو، اور مخالفین پر جزیہ مقرر کرو مسلمانوں کو مجوس کا ذبیحہ نہیں کھانا چاہیئے اور ان کے ساتھ سلسلہ مناکحت کو بھی قائم نہ رکھیں، جزیہ وصول کرنے کا کام علاء حضرمی کے سپرد کیا، ماحصل کلام یہ کہ وہ بادشاہ جن کے نام خطوط تحریر کیے گئے نجاشی اور منذر بن ساوی نے اسلام قبول کر لیا اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور باقی صحیح قول کے مطابق مخالفت اور کفر میں رہے۔

خولہ بنت ثعلبہ اور اس کے خاوند اوس بن صامت کا ظہار :-

خولہ نے کہا میں اوس کے گھر میں تھی اور

اس سے میری متعدد اولاد تھی آخری عمر میں وہ بوڑھا ، بخیر تکلیف دہ اور بد خلق ہو گیا۔ ایک روز اس نے مجھے مباشرت کے لیے بلایا میں انکار کرتی تھی چونکہ وہ کم ظرف تھا فوراً غصہ میں آ گیا اور مجھے کہا، انت علی کظھر امی ، اور گھر سے نکل گیا غصہ فرو ہونے کے بعد وہ واپس آیا اور میرے ساتھ صلح کرنا چاہی اور محبت کرنا چاہی میں نے قسم اٹھائی کہ یہ صورت نہیں ہو سکتی جب تک میں کیفیت حال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان نہ کر دوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم فرمائیں گے میں اس کے مطابق عمل کروں گی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گذشتہ واقعہ کو بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے متعلق کوئی حکم وارد نہیں ہوا عرف عرب میں ظہار طلاق کا حکم رکھتا تھا، خولہ نے کہا میرا معاملہ بہت دشوار ہے اگر میں اپنے فرزندوں کو اس کے پاس چھوڑتی ہوں تو ضائع ہو جائیں گے اور اگر اپنے پاس رکھتی ہوں تو ان کی نگہداشت نہیں کر سکتی۔

ع مگر زغیب دری کردگار بکشاید

جب حضرت خولہ نے اپنا واقعہ بیان کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک گوشے میں جا کر اپنا سر سجدہ میں رکھ کر اپنی حاجت قاضی الحاجات سے طلب کی اور جب اس نے دعا کی اللھم انی اشکو ھا ایک وحدتی وحشتی وفراق زوجی و وحدانی ، اس نے ابھی سجدہ

سے سر نہیں اٹھایا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام پہنچ گئے اور سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات اور ظہار کا حکم اور اس کے کفارہ کا ذکر تھا اتاریں :- قد سمع اللّٰہ قول التی تجادلک فی زوجھا وتشتکی الی اللّٰہ۔ واللّٰہ یسمع تحاورکما (الآیۃ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حق تعالیٰ کے اس قدر جلد قبولیت پر تعجب کرتے ہوئے فرماتی ہیں :-

حضرت خولہؓ نے اپنا واقعہ خفیہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور اس طرح بیان کیا کہ کسی نے نہ سنا اور باتیں میں نے بھی نہ سنیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فی الفور سنیں اور اس کے لیے آیت بھیجی۔

جب ظہار کا کفارہ متعلق ہو گیا۔ بوڑھا اوسؓ فقر وفاقہ سے بے طاقت تھا، غلام آزاد کرنے پر قادر نہیں تھا، اتنا بوڑھا تھا کہ مسلسل دو ماہ کے روزے نہیں رکھ سکتا تھا، ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہوا لیکن وہ مفلس تھا کہ اس کی ادائیگی سے بھی قاصر تھا۔ اتفاقاً ایک شخص آیا اور کھجوروں کا ایک تھیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ اس قدر تھیں کہ اوسؓ کا کفارہ ان سے پورا ہوتا تھا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا ان کھجوروں کو لے جاؤ اور فقراء میں تقسیم کر دو تاکہ تمہارا کفارہ اس سے ادا ہو جائے۔ اوسؓ نے عرض کی کہ مدینہ میں مجھے اپنے سے زیادہ کوئی گھرانہ غریب دکھائی نہیں دیتا، اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں انہیں اپنے گھر والوں پر خرچ کروں تاکہ چند روز ان غریبوں کو قوت لایموت حاصل ہو۔ ایک روایت ہے کہ اسے اس کی اجازت مل گئی۔ علمائے کرام اور فقہائے عظام نے اس صورت کو صاحب واقعہ کی خصوصیت پر محمول کیا ہے اور اسے قرض پر محمول کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اونٹوں اور گھوڑوں میں مسابقت :-

اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں اور گھوڑوں کو بھگانے کی اجازت فرمائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اونٹ تھا جسے عضباء کہتے تھے اور کوئی اونٹ اس پر سبقت نہیں لے جاتا تھا۔ ایک بدوی آیا جس کے پاس ایک کمزور اونٹ تھا وہ اپنے اونٹ کو عضباء سے آگے بڑھا لے گیا یہ واقعہ مسلمانوں کو بڑا دشوار گذرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا حق علی اللّٰہ ان لا یرفع شیئاً من الدنیا الا وضعہ۔ ہاں ہر کمال کو زوال اور اثر

کو دبالیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ کا انتقال:- ام رومان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے اسی سال وفات پائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مدفن میں حاضر ہوئے ایک اور روایت ہے کہ اس کی قبر میں اترے جس وقت اسے قبر میں اتار رہے تھے فرمایا من اراد ان ینظر الی امراۃ من الحور العین فلینظر ھذہ۔

٭

دسواں باب

ساتویں سال کے واقعات

غزوہ خیبر:- ماہرین فن روایت نے یوں روایت کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے مراجعت فرمائی، مدینہ میں چند روز ٹھہرنے کے بعد، رؤساء مہاجرین و انصار اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ یہود خیبر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے سامان حرب و ضرب کی تیاری میں اور لشکر کی ترتیب میں مشغول ہوں پھر فرمایا ہمارے ساتھ وہی شخص نکلے جو صرف جہاد کی نیت رکھتا ہو یعنی جس کا مقصد دنیا کی حقیر مال اور غنیمت حاصل کرنا ہو اس غزوہ میں میرے ساتھ موافقت نہ کرے۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر کی طرف متوجہ ہونا منافقین اور مدینہ کے یہودیوں پر بہت شاق گزرا وہ جانتے تھے کہ مسلمان خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو یہود بنی قریظہ اور بنی النضیر کے ساتھ کیا، انتہائی غیظ و غضب کی بنا پر جس یہودی کا کسی مسلمان پر قرض تھا سخت تقاضا کرتا اور درشتی سے پیش آتا۔ کہتے ہیں کہ ابو شحم یہودی کے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی پر پانچ درم تھے، سایہ کی طرح ہر وقت اس کے پیچھے پڑا رہتا اور اس حقیر سی رقم کی خاطر اسے بہت پریشان کرتا۔ ایک مرتبہ عبداللہ نے اسے کہا کہ حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل خیبر کے اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے، مجھے اس قضیہ میں ان قلعوں کے فتح ہونے تک مہلت دے اور غنیمت کا کوئی حصہ میرے ہاتھ آجانے۔ ابو شحم نے کہا، یہود خیبر کے ساتھ جنگ کو دوسری جنگوں کے ساتھ قیاس نہ کرو، توراۃ کی قسم کہ خیبر میں دس ہزار

جنگجو مرد ہیں وہ تمام بہترین نشانہ باز اور تیر انداز ہیں، عبداللہ نے کہا اے اللہ کے دشمن! تو ہمیں دشمنوں سے ڈراتا ہے حالانکہ تو ہماری امان میں زندگی گذارتا ہے۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میرے اور یہودیوں کے درمیان اس قدر جھگڑا بڑھا کہ ہم دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے۔ میں نے صورت واقعہ عرض کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا، مگر لب مبارک ہلائے اور آہستہ بات کی جو میں نے سنی، یہودنے کہا یا ابا القاسم! اس شخص نے میرا قرض دینا ہے، میں اب اس سے طلب کرتا ہوں تو ٹال مٹول کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا حق اس کو دے دو، عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے دو کپڑے تھے ایک کو تین درہم سے میں نے فروخت کر دیا اور دو درہم اور ملا کر یہودی کو دے دیئے۔ پھر سلم بن اسلم نے مجھے ایک کپڑا عنایت فرمایا میں دو کپڑوں کے ساتھ غزوہ خیبر میں گیا اس سفر میں حق تعالیٰ نے مجھے بہت نعمت عطا فرمائی، خدا تعالیٰ کی مہربانی سے قیدیوں میں سے ایک عورت جو ابو شحم یہودی کی رشتہ دار تھی مجھے ملی، جب میں مدینہ میں واپس آیا اس عورت کو بھاری قیمت کے عوض اس کے پاس فروخت کیا۔

سامان جنگ تیار کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور ایک ہزار چار سو مردان کارزار کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ عکاشہ بن محصن اسدی کو مقدمۃ الجیش پر مقرر فرمایا اور میمنہ کو حضرت عمر بن الخطاب کے سپرد کیا اور میسرہ کو ایک اور سپہ سالار کے سپرد کیا کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں دو سو گھوڑے تھے، ان میں سے تین گھوڑے خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور بہت سے اونٹ تھے۔

عبداللہ ابی سلول منافق نے یہود خیبر کے پاس اطلاع پہنچائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے استیصال کا ارادہ رکھتے ہیں تم جنگ میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا بلکہ صحرا میں ان سے جنگ کرنا، کیونکہ تم کثرت تعداد کی وجہ سے ان پر فائق ہو، اہل خیبر کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کا علم ہوا، کنانہ بن ابی الحقیق کو ایک دوسرے شخص کے ساتھ اپنے حلیفوں یعنی غطفان کے پاس بھیجا اور امداد طلب کی اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے خیبر والوں کی طرف بالکل توجہ نہ دی اور ایک روایت یہ ہے کہ چار ہزار جنگجو مرد اس قبیلہ سے باہر نکلے، پہلی منزل میں انہوں نے آسمان سے آواز سنی کہ جو کچھ تم پیچھے چھوڑ کر آئے ہو وہ غارت ہو گیا۔ اس لیے وہ پھر واپس چلے گئے اور بعض سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ

غطفان اپنے عقب میں حرکت محسوس کرتے تھے اور ان کا گمان تھا کہ مسلمانوں نے ان کے گھروں پر حملہ کر دیا ہے اس لیے خوفزدہ ہو گئے اور واپس چلے گئے۔ اس صورت کو ارباب سیرت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے شمار کیا ہے کہتے ہیں کہ اس وقت سلام بن مشکم ان کے حاکم کو ایک بیماری تھی یہود کے سرداروں نے اس کے مکان پر جا کر اس سے مشورہ کیا کہ جنگ کے لیے باہر نکلنا مناسب ہے یا قلعہ بند ہونا زیادہ موزوں ہوگا۔ سلام نے کہا عبداللہ ابی سلول کی رائے ہے اور میری رائے بھی یہی ہے کہ باہر نکلو اور اپنے آپ کو محاصرہ کی تنگنائے میں بند نہ کرو لیکن چونکہ تقدیر الٰہی ان کی بربادی کی توجہ متوجہ تھی سلام کی رائے کے برعکس قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے، قلعوں کی تعمیر کی کوشش کی اور ان سے باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکے سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں خیبر کی طرف متوجہ ہوئے ایک رات راستہ میں اپنے دوستوں کے التماس پر عامر بن سنان بن الاکوع ایک رجز پڑھتا تھا اور اونٹوں کو اس حدی سے ہانکتا تھا کہ صحابہ پر اس کے عمدہ نغمہ سے رقت طاری تھی اور اونٹ بھی خوشی سے رقصاں ڈولاں تھے۔ سوار اور سواریاں بڑی تیزی سے راستہ طے کر رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ حدی پڑھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا، عامر بن سنان، آپ نے فرمایا" رحمہ اللہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے متعلق یہ دعا فرماتے وہ بلاشبہ درجۂ شہادت کو پہنچتا۔ جب یہ کلمہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کہا، عامر کے لیے شہادت واجب ہوگئی پھر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے عامر کے لیے درازی عمر کی دعا کیوں نہیں فرمائی تاکہ دوست اس کی آواز سے نفع اندوز ہوتے۔ عامر کی شہادت کا قصہ اسی غزوہ میں اپنی جگہ پر ان شاء اللہ مذکور ہوگا۔

ایک اور روایت ہے کہ عامر جب حدی پڑھنے سے خاموش ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رواحہ کو اشارہ فرمایا تو اس نے یہ کام شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق بھی فرمایا اللھم ارحم، اس کی شہادت کا تذکرہ غزوہ موتہ میں ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ جب اسلامی فوج صہبا کے مقام پر پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد راستہ بتانے والوں کو بلایا اور انہیں فرمایا کہ ہمیں ایسے راستے سے لے چلو جو غطفان اور خیبر کے درمیان ہو تاکہ ہم انہیں یہود خیبر کی امداد سے روک سکیں۔ صلاح مشورے سے کہ حسیل راہبری میں صاحب بصیرت تھا، مرحب کے راستہ پر چلا۔

عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کے ساتھ لشکر کے آگے طلیعہ کے طور پر بھیجا۔ عباد نے

جا کر یہودیوں کے ایک جاسوس کو پکڑا اور خیبر والوں کے حالات دریافت کیے اس نے جواب دیا کہ اہل خیبر نے کنانہ بن الحقیق، ہوذہ بن قیس اور ایلی کو اپنے حلفاء یعنی غطفان کے پاس بھیجا تاکہ وہ اہل خیبر کی امداد کو آئیں عیینہ بن بدر بہادر مردوں کی ایک جماعت کے ساتھ خیبر کے قلعہ میں آیا ہے اب دو ہزار جنگجو جن کے نزدیک رزم اور بزم ایک ہی حیثیت رکھتی ہے منتظر ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ و مقابلہ کریں۔ عباد نے کہا بظاہر تم مخالفین کے جاسوس ہو، جب اسے چند تازیانے مارے اور کہا کہ تجھے کوئی چیز سچ کہے بغیر نجات نہیں دے سکتی۔ اعرابی نے کہا مجھے امان دو تاکہ سچ کہوں۔ جب اسے امان دے دی تو اس نے کہا کہ قوم تمہارے آنے سے خوفزدہ ہے اور بنی قریظہ اور بنی النضیر کے واقعہ سے ان کے دل میں ایسا رعب طاری ہوا ہے کہ کسی وقت وہ جدا نہیں ہوتا۔ مدینہ کے منافقین نے ان کے پاس خبر پہنچائی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف متوجہ ہے لیکن تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں اور جہاں تک ہو سکے جنگ کرو کیونکہ تمہاری تعداد ان سے کئی گنا زیادہ ہے، تمہارے پاس آلات حرب بھی زیادہ ہیں، جب عبداللہ ابی سلول اور اس کے متبعین کے قاصد نے ان کا پیغام پہنچایا کنانہ بن ابی الحقیق نے مجھے بھیجا تاکہ تمہارے لشکر کی کیفیت اور تعداد تحقیق کر کے صحیح خبر پہنچاؤں۔ عباد جاسوس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا تو اس نے کما حقہ حالات بیان کیے۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے جاسوس کے قتل پر اصرار کیا۔ عباد نے کہا میں نے اسے امان دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوس کو عباد کے سپرد کر دیا، وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور قتل سے بچ گیا۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی خرضہ کے راستے خیبر کے قلعوں کے درمیان آئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک اس بستی پر پڑی تو آپ نے یہ دعا پڑھی: اللھم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الریاح وما ذرین، اسالک خیر القریۃ وخیر ما فیہا، ونعوذ بک من شرھا ومن شر ما فیہا۔ اور کہتے ہیں کہ صحابہ کو بھی فرمایا انہوں نے بھی یہ دعا پڑھنے میں آپ کی موافقت کی۔ اسی طرح شہروں اور قصبوں کے دیکھنے کے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے۔ اس کے بعد صحابہ سے خطاب فرمایا کہ ادخلوا علی برکۃ اللہ اور ایک روایت میں ہے قدموا بسم اللہ یہاں تک کہ جب اس منزل میں جو منزلہ کے ساتھ موسوم تھی نزول فرمایا۔ نماز ادا کرنے کے لیے ایک جگہ مقرر فرما دی۔

جب اہل خیبر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر کی طرف متوجہ ہونے کی خبر ملی پوری احتیاط کر کے وہ رات کو مکمل سوار قلعہ کے باہر بھیجتے اور وہ کما حقہ حالات کی تفتیش و تحقیق کرتے تھے، اتفاقاً جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے نواح میں پہنچے خدا تعالیٰ نے نیند کو ان پر مسلط کر دیا، چنانچہ صبح تک کسی ایک شخص نے بھی حرکت نہ کی، صبح اٹھنے والے مرغوں نے بھی صبح اذان نہیں دی۔ چار پائے بھی حرکت نہیں کر سکے طلوع آفتاب کے وقت یہودی نیند سے بیدار ہوئے، اپنی کھیتی باڑی کے لیے اپنے بیل وغیرہ لے کر باہر نکلے، انہوں نے یکلخت لشکر اسلام کو دور سے دیکھا فی الفور لوٹے اور کہا واللہ محمد والخمیس، یعنی محمد فوج کے ساتھ ہے جو قسم پر تقسیم ہے۔ مقدمہ، دو بازو، قلب اور ساقہ، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورت حال ملاحظہ فرمائی تو فرمایا خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین، جب یہودی قلعوں میں بند ہو گئے سلام بن مشکم کو اسلامی لشکر کی خبر پہنچی، اس نے قوم سے کہا اگرچہ تم نے ابتدا میں میری بات پر عمل نہیں کیا اب جنگ و قتال میں جہاں تک ہو سکے کوشش کرو اور پوری کوشش کرو کیونکہ جنگ میں قتل ہونا قید ہو کر ہلاک ہونے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ یہود نے جنگ کا پختہ ارادہ کر کے اہل و عیال کو قلعہ میں محفوظ کر دیا اور خوراک و طعام جو ذخیرہ کیا ہوا تھا تمام نعمتوں کے ساتھ مضبوط و مستحکم قلعہ میں محفوظ کر دیا اور بہادران کارزار قلعہ نطاۃ میں جمع ہو گئے، سلام بن مشکم باوجودیکہ بہت ضعیف تھا اس لشکر میں آیا لیکن اس قلعہ کے فتح ہونے سے پہلے اس پر دوزخ کا دروازہ کھل گیا اور وہ جہنم رسید ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کے ساتھ جنگ پر ابھارا اور اخروی ثواب کے حصول اور بلند درجات حاصل کرنے کی خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا، اگر صبر کرو گے فتح پاؤ گے اسلامی لشکر نے جنگ شروع کر دی اور تیر اندازی شروع کر دی، وہ واقعات جو اس جنگ میں ظہور پذیر ہوئے ان میں سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ محمد بن سلمہ جو محمد بن مسلمہ کا بھائی ہے اس روز بہت جنگ کی سختی، جنگ، گرمی اور ہتھیاروں کے بوجھ سے تھک کر چور ہو گیا قلعہ ناعم کے سایہ میں اس خیال سے کہ اہل قتال میں سے یہاں کوئی نہیں، سو گیا، کنانہ بن ابی الحقیق یا مرحب یہودی علی اختلاف الروایتیں نے اس کی طرف ایک... پتھر لڑھکا دیا وہ پتھر اس کے خود پر گرا، خود اس کے سر میں دھنس گیا اس کی پیشانی کا چمڑہ اس کے چہرے پر آ گیا، مسلمان اسے اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی کے چمڑے کو اپنی جگہ پر کیا اور اس کا سر کپڑے

سے مضبوط باندھ دیا وہ اسی دوران اسی زخم سے شہید ہو گیا۔ دوسرا واقعہ: خباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جگہ جو آپ کے لیے مقرر کی گئی ہے چند وجوہ سے مناسب نہیں، ایک یہ کہ اہل قلعہ کے تیر یہاں پہنچتے ہیں دوسرے یہ کہ ہمارے اور کھجوروں کے درمیان جگہ ہے اس وجہ سے متعفن ہو جاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ مخالفین کے شب خون سے اس جگہ ہم امن میں نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع رجیع کو مقرر کرکے غروب آفتاب کے بعد اس منزل میں قیام فرمایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام گاہ کے ضبط و ربط پر مقرر ہوئے۔ روزانہ مسلمان قلعہ کی دیواروں کے قریب جاتے اور جنگ کرتے تھے، تیسرا واقعہ:۔ کہتے ہیں کہ خباب بن منذر نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع ہمایوں تک یہ بات پہنچائی کہ کھجور ملن کے درخت یہودیوں کے نزدیک فرزندوں سے زیادہ محبوب ہیں پہلے حکم فرمایئے کہ ان درختوں کو کاٹ دیں اور ان درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں تاکہ یہود کی حسرت زیادہ ہو صحابہ رضی اللہ عنہم سید مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے میں مصروف ہوئے یہاں تک چار سو خرما کے درخت اکھاڑ دیئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا خدا تعالیٰ نے وعدہ نہیں فرمایا کہ خیبر فتح ہو گا اور وعدہ کو پورا کرنا اس کی صفت ذاتی ہے۔ پس اس تقدیر پر خرما کے درختوں کو کاٹنے سے کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درختوں کو کاٹنے سے ہاتھ اٹھا لیں، جو چار سو درخت کاٹ دیئے گئے تھے انہی پر اکتفا کی۔ چوتھا واقعہ: کہتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کی نگہبانی کر رہے تھے، آپ نے ایک یہودی کو پکڑا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لانے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا، یہودی نے کہا مجھے اپنے پیغمبر کے پاس لے چلو مجھے آپ سے کوئی بات کرنی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، یہودی نے کہا یا اباالقاسم! اگر آپ مجھے امان دیں تو میں صحیح بات آپ سے عرض کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دے دی، یہودی نے کہا میں قلعہ نطاۃ سے آ رہا ہوں، اہل خیبر کی یہ خبر ہے کہ مسلمانوں کی سختی اور بہادران اہل اسلام کے دبدبے سے وہ سخت خائف ہیں خصوصاً آج کی جنگ سے، ان کا ارادہ ہے کہ آج رات قلعہ شق میں منتقل ہو جائیں، سامان جنگ اور قیمتی ذخائر کو ایک جگہ چھپا دیا ہے میں اس جگہ کو جانتا ہوں، جب کل وہ

قلعہ فتح ہو جائے وہ جگہ میں صحابہ کو دکھا دوں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ، یہودی نے کہا میرے اہل وعیال اس قلعہ میں ہیں انہیں مجھے بخش دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے انہیں تجھے بخشا، دوسرے روز قلعہ نطاۃ فتح ہو گیا، قلعہ شق بھی فتح ہو گیا اور وہ یہودی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ پانچواں واقعہ: منقول ہے کہ ایک روز مسلمان ایک سخت قلعہ کی جنگ کے محاصرہ میں مشغول تھے، مرحب یہودی قلعہ سے باہر آیا اور میدان مبارزت میں جولانی کرتا تھا اور عامر بن الاکوع جسے حدی پڑھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے استغفار کی تھی مرحب کے مقابلہ میں آیا اس یہودی نے عامر کو تلوار ماری اس نے سر پر ڈھال آگے کر دی اس کی تلوار سر میں لگی، عامر نے مرحب کو تلوار ماری لیکن وہ خطا گئی اور عامر کے اپنے زانو پر آ کر لگی اور اپنی تلوار کے زخم سے وہ مجروح ہو گیا اور اسی زخم سے وہ فوت ہو گیا، جب خیبر سے لوٹے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن الاکوع کو جو عامر کا چچا زاد بھائی تھا ملول اور غمگین دیکھا اس سے اس کا سبب دریافت کیا اور ایک قول یہ ہے کہ سلمہ بن الاکوع رونے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دوست کہتے ہیں کہ عامر کے عمل بیکار گئے کیونکہ وہ اپنی تلوار کے زخم سے قتل ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہوں نے غلط کہا اور خطا کی یقیناً اس کے لیے دو اجر ہیں۔ آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا مجاہد مجاہد چھٹا واقعہ یہ ہے کہ قلعہ خیبر کے محاصرہ کے دنوں میں قلت طعام کی وجہ سے مسلمان بڑی سختی اور زحمت میں تھے، ایک روز قلعہ صعب سے بیس بھیڑیں باہر نکلیں اور انہیں وہاں نزدیک ہی چراتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسا شخص چاہئے جو ان بھیڑوں میں سے کوئی چیز لائے تاکہ آج وہ ہماری خوراک بنے، ابوالیسر کعب بن عمرو انصاری نے آگے بڑھ کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس خدمت کو بجا لاؤں گا اس کے بعد دامن کو گرہ دے کر ہرن کی مانند بھاگنا شروع کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی سرعت رفتار کا مشاہدہ کیا فرمایا اللھم متعنا بہ، ابوالیسر آخر میں پہنچا اور دو بھیڑوں کو بغل میں دبا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر ان دونوں بھیڑوں کو ذبح کیا، گوشت کو پکایا اور لشکر میں ہر شخص اس سے محظوظ ہوا۔ اور ابوالیسر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پرور دعا کی بدولت لمبی عمر پائی اور اس سے خاص وعام کو بہت نفع ہوتا تھا، رضی اللہ عنہ۔ ساتواں واقعہ: نقل ہے کہ صعب کے قلعہ کے محاصرہ کے دوران بھوک کی شدت

کی وجہ سے سخت دشواری ہوئی یہاں تک کہ قریب المرگ پہنچ گئے خوراک کی قلت کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سبحانہ سے دعا مانگی کہ وہ قلعہ جس میں زیادہ طعام ہو مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو، پھر خباب المنذر کے ہاتھ میں جھنڈا دیا اسلامی لشکر نے یکدم حملہ کیا اور وہ گروہ جس نے بھوک کی شکایت کی تھی صعب قلعہ کے دروازہ پر پہنچا اور جنگ میں مصروف ہوگئے یہاں تک کہ قلعہ فتح ہوگیا، ساز و سامان اور بے شمار کھانے اس قلعہ سے حاصل ہوئے، بہت زیادہ شراب کو بہایا۔ آٹھواں واقعہ:۔ عبداللہ ضماد جو کہ مسلمان تھا مگر کبھی کبھار شراب پی لیتا تھا اس روز اہل خیبر کی شراب سے اس نے چند گھونٹ شراب پی اس مجرم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین مبارک سے اسے تنبیہ فرمائی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا، خدایا اس پر لعنت کر کتنی بار اسے اس ناپسندیدہ کام سے منع کیا ہے مگر وہ باز نہیں آتا اور کسی کی تنبیہ کو خاطر میں نہیں لاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! ایسا مت کہو وہ خدا اور اس کے رسول کو دل سے دوست رکھتا ہے۔ نواں واقعہ:۔ کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مسلمان قلعہ قموص کے محاصرہ میں مشغول تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں درد تھا، اس وجہ سے بنفس نفیس میدان جنگ میں موجود نہیں رہ سکتے تھے لیکن روزانہ مہاجرین و انصار میں سے کسی ایک سردار کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر جنگ کے لیے بھیجتے تھے چونکہ قلعہ قموص دوسرے قلعوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا وہ جلد فتح نہیں ہو رہا تھا نقل ہے کہ ایک روز امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنگ کے درپے ہوئے اور جھنڈا اٹھا کر حامیان اسلام کے ساتھ کی دیواروں کے پاس پہنچنے کوشش کی اور انتہائی جد و جہد کے باوجود چہرۂ فتح مراد کے آئینہ میں ظاہر نہ ہوا، دوسرے روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم لے کر بہادروں کی جماعت کے ساتھ کفار کے ساتھ لڑے اور دونوں گروہوں میں عظیم جنگ ہوئی لیکن اس رات بھی بے نیل مرام لوٹے۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ساتھ جنگ کی اور بڑی کوشش اور جد و جہد کے باوجود حسب سابق مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ نقل ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ کو قلعہ کی دیواروں کے پاس لے گئے ہرچند وہ بے انتہا کوشش کرتے لیکن فتح حاصل نہ ہوئی، رات کے وقت جب شام نے آبنوسی فام حجرے پر سیاہ شامیانہ کھینچا، خواجۂ

کائنات علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات نے یوں فرمایا کہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا کرار غیر فرار یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ یفتح علی یدہ، اور کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس غزوہ کے شروع سے آشوب چشم کی وجہ سے اس میں حاضر نہیں تھے اور مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت ان کے ضمیر پر گراں گزری اور اس نور دیدہ کی جدائی کی تکلیف آنکھوں کی تکلیف سے بدرجہا بڑھ گئی تکلیف کے باوجود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے متوجہ ہوئے، سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ زبان مبارک سے ادا فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جوش وخروش پیدا ہوا کہ دیکھیں کل ہم سے جھنڈا کسے ملتا ہے، بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربت کا گمان تھا کہ صاحب علم وہ ہوگا اور قریش کی ایک جماعت ایک دوسرے سے کہتی کہ طے شدہ بات ہے کہ اس مرد سے مراد علی بن ابی طالب نہیں ہیں کیونکہ وہ آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے مدینہ میں ہیں اور وہ اپنے قدموں کی جگہ کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ خبر حیدر رضی اللہ عنہ کے کان میں پہنچی فرمایا اللّٰھم لا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت، خداوندا! کوئی شخص وہ چیز کسی کو نہیں دے سکتا جسے تو روک لے اور کوئی روک نہیں سکتا اس چیز کو جسے تو عطا کرے، علی الصبح جبکہ سنہری بال صبح کے مرغ نے نور سے منور پروں کو ظہور کی شان وشوکت کے ساتھ اس لاجوردی محل پر پھیلائے۔ جنگ کی فیروزمندی کے سعادت مندوں نے جو میدان کارزار میں چیتے کی کمر میں پنجہ ڈالتے تھے اور جنگ کے سمندر میں مگرمچھ کے منہ میں قدم رکھتے تھے، لی مع اللہ کے سلطان اور شہنشاہ دین پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جمع ہوئے اور ان سپہ سالاران لشکر میں سے ہر ایک اولئک جزاء اللہ کو یہ گمان تھا شاید اس سعادت عظمیٰ اور موہبت کبریٰ سے وہ سرفراز ہو، سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھا اور پھر اٹھا اس امید پر کہ میں علمبردار بنوں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس دن کے سوا میں نے کبھی امارت کو پسند نہیں کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر آئے تو فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ لوگوں نے ہر طرف سے کہا کہ ان کی آنکھیں اس طرح دکھتی ہیں کہ اپنے پاؤں کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے لاؤ، علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر لائے آنحضرت

نے آپ کے سر کو اپنی ران پر رکھ کر اپنی لعاب دہن اس کی آنکھوں پر لگایا فی الفور آشوب چشم جاتا رہا اور آپ کی نرگسی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ اچھی ہو گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ان کے لیے دعا فرمائی اللھم اذھب عنہ الحر والقر، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے میں سردی اور گرمی سے کبھی بھی متاذی نہیں ہوا۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ موسم گرما میں آپ روئی سے بھرا ہوا لباس پہنتے تھے اور اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور سخت سردیوں میں تنگ لباس پہنتے تھے اور اس سے انہیں کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا اور کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر آپ کی آنکھوں کو تکلیف نہیں ہوئی، القصہ امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آشوب چشم سے آزاد ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا آپ کو دیا، زرہ بھی پہنائی اور ذوالفقار آپ کے کمر میں باندھی اور فرمایا جاؤ اور جب تک اللہ تعالیٰ فتح نہ دے دے کسی طرف ملتفت نہ ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے جب کچھ فاصلہ طے کر لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماذا اقاتل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتلھم حتی یشھدوا الا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ فاذا فعلوا ذالک منعوا منا دماءھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم اٹھا لیا اور راستے میں آ گئے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے ساتھ جنگ کروں اگر وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یا علی، جنگ میں جلدی نہ کر، تو سیدھا چلا جا یہاں تک کہ ان کے میدان میں جا اترے پھر انہیں اطلاع دے، خدا کی قسم اگر تیرے طفیل ان میں سے خدا تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو تیرے لیے یہ بات بہتر ہے خدا تعالیٰ کے راستہ میں سرخ رنگ اونٹوں کی قربانی سے بہتر ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ کے دین کی تائید میں چل پڑے اور قلعہ قموص کے نواح میں پہنچے، اپنے جھنڈے کو ایک پتھر کے ٹیلے پر گاڑ دیا جو قلعہ کے دروازے کے پاس تھا، اس وقت یہودیوں کے ایک عالم نے جو قلعہ کے اوپر تھا پوچھا، اے علمبردار! تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ حیدر کرار نے جواب دیا کہ میں علی بن ابی طالب ہوں، یہودی نے اپنی قوم سے خطاب کر کے کہا: غلبتھم وما انزل علی موسیٰ موسیٰ علیہ السلام کی توراۃ کی قسم ہم مغلوب ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شخص اپنی قوم کو ساتھ لیکر جنگ کے لیے آیا حارث یہودی مرحب کا بھائی تھا، جنگ شروع کی اور دو مسلمانوں کو شہید کر دیا اس

وقت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے یہودی کو جہنم رسید کر دیا، مرحب کو جب اپنے بھائی کے قتل ہو جانے کا علم ہوا، بہادرانِ خیبر کے ایک گروہ کے ساتھ مسلح ہو کر پورے غیض و غضب سے انتقام لینے کی خاطر باہر نکلا، کہتے ہیں کہ وہ قوی جنگجو تھا اس روز اس نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں اور دو تلواریں حمائل کیے ہوئے سر پر دو عمامے باندھ کر ان کے اوپر خود رکھے میدان میں آکر یہ رجز پڑھا ۔

قد علمت خیبر انی مرحب — شاکی السلاح بطل مجرب

اضرب احیانا وحینا اضرب — اذا الحروب اقبلت تلہب

ان الحمیٰ للحمیٰ لا یقرب

جب وہ رجز پڑھتا ہوا میدانِ جنگ میں آیا اس نے اس قدر جرأت و بہادری کا اظہار کیا کہ مسلمانوں میں سے کسی کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی لامحالہ شاہِ مرداں شیرِ یزداں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کی طرف چلے آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے ۔

انا الذی سمتنی امی حیدر — کلیث غابات کریہ المنظرہ

عبل الذراعین غلیظ القصرہ — اوفیہم بالصاع کیل السندرہ

کہتے ہیں کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شیر اسے قتل کر رہا ہے جب حضرت علی نے پہلا مصرع جو آپ کو شیر کا نام رکھنے پر مبنی تھا پڑھا اسے اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی لیکن قضائے الٰہی کو تبدیل نہیں کر سکا، میدان میں آکر پہل کرتے ہوئے اس نے حضرت علی کو تلوار کا وار کرنا چاہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی اس کے سر پر ذوالفقار کا وار کر دیا جو ڈھال، خود اور دونوں عماموں سے گزرتے ہوئے اس کے دانتوں تک پہنچ گئی اور ایک روایت ہے کہ گھوڑے کی زین تک دو ٹکڑے کر دیا، پس مسلمان حضرت علی کی مدد سے میدانِ جنگ میں آئے اور یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور یہودیوں کے سات سردار اور بہادر حضرت علی کی تلوار سے قتل ہوئے، باقی یہودی شکست کھا کر اپنے قبائل کی طرف بھاگ نکلے، کہتے ہیں کہ شاہِ مرداں ان کے پیچھے روانہ ہوئے، اسی اثناء ایک مخالف نے حضرت علی کے ہاتھ پر اس طرح ضرب لگائی کہ آپ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی اور ایک دوسرے یہودی نے جو سردار تھا ڈھال اٹھا کر بھاگ گیا حضرت علی اس واقعہ سے بہت غضبناک ہوئے اور قلعہ قموص کے دروازہ پر پہنچے اور خندق سے

کود کر فولاد توڑ ہاتھ کے ساتھ دروازہ کے حلقہ کو پکڑ کر قلعہ کے دروازہ کو اکھاڑ کر اسے ڈھال بنا لیا۔
امام باقرؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت علیؓ نے خیبر کے دروازہ کو پکڑ کر ہلایا اور اکھاڑا تو وہ تمام قلعہ اس طرح ہلنے لگا کہ حی بن اخطب کی بیٹی تخت کے اوپر سے گر پڑی اور اس کا منہ زخمی ہو گیا۔ جنگ سے فراغت کے بعد اس دروازہ کو اسی ہاتھ دور اپشت کے پیچھے پھینک دیا۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے سات طاقتور آدمیوں نے متفق ہو کر ہر چند کوشش کی کہ اسے اٹھا دیں نہ اٹھا سکے۔ چالیس آدمی اٹھے تاکہ اسے مل کر اٹھائیں تو وہ بھی نہ اٹھا سکے۔ قال الشاعر علی لو علی باب المدینہ تجیبر و ثمانین اشرا فیالکم بسلم۔ اور بعض روایات میں وارد ہے کہ اس کا وزن آٹھ سو من تھا۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ خیبر کے دروازہ کو میں نے روحانی طاقت سے اکھاڑا جسمانی طاقت سے نہیں اکھاڑا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب وہ چالیس آدمی اس دروازہ کو اٹھانے سے عاجز آ گئے تو حضرت علیؓ کو تعجب ہوا اور اس قوت و طاقت پر انہوں نے ناز کیا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا یا محمدؐ علیؓ کو اس دروازہ کو دوبارہ اٹھانے کیلئے فرمائیں حضرت علیؓ دروازہ کو اٹھانے کے لیے گئے ہر چند کوشش کی لیکن اسے جنبش تک نہ دے سکے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا حق تعالیٰ فرماتے ہیں تاکہ علیؓ کو معلوم ہو جائے کہ وہ نہیں تھا بلکہ ہم تھے۔ لامحالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے روحانی قوت سے اکھاڑا تھا جسمانی قوت سے نہیں۔ القصہ جب قلعہ قموص کے باشندوں اور خیبر کے تمام قلعوں کے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس قسم کا عجیب کام مشاہدہ کیا۔ انہوں نے تمام قلعوں سے الامان الامان کی فریاد کی۔ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اہل خیبر کو امان دے دی اس شرط پر کہ ہر مرد ایک اونٹ کا بوجھ طعام لاد کر لے جائیں اور ان شہروں سے باہر نکل جائیں۔ نقدی، اسلحہ اور تمام سامان مسلمانوں کے پاس چھوڑ جائیں اور کوئی چیز پوشیدہ اور مخفی نہ رکھیں اور اگر کوئی ایسا سامان ظاہر ہو جائے جو انہوں نے بتایا نہ ہو جب وہ ایمان سے خالی ہوتا ہے اسے بھی نابود کر دیا جائے گا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع ہمایوں میں خیبر کی خبر پہنچی، بہت خوش و مسرور ہوئے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کفار کی مہم سے فارغ ہو کر سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے متوجہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے لیے خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے، علیؓ سے معانقہ کیا، دونوں آنکھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا ...

طلعت تبارک العشکور وضعک المذکور فقد رضی اللہ عنک ورضیت ...

یعنی تمہاری سعی مشکور اور کردار مذکور کی خبر مجھے پہنچی، خدا تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اور میں تجھ سے راضی ہوں۔ منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تو حضرت علیؓ پر رقت طاری ہو گئی، پوچھا یہ گریہ شادی ہے یا گریہ اندوہ، عرض کیا، یہ خوشی کی گریہ ہے، میں کیوں خوش نہ ہوں اور شادمانی نہ کروں کہ خدا اور اس کا رسول مجھ سے راضی ہیں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سے راضی، خدا عزوجل جبرائیل، میکائیل اور تمام فرشتے تم سے راضی ہیں، کہتے ہیں کہ قلعہ قموص میں جس کا والی کنانہ بن ابی الحقیق تھا ایک سو ڈھال چار سو تلواریں، ہزار نیزے اور پانچ سو کمانیں تھیں جو طلیں اور بے شمار مال و اسباب جمع کیا استعہ کے علاوہ احوال سے خمس نکالا۔ کہتے ہیں کہ جب قلعہ نطاۃ مفتوح ہوا کنانہ نے ایک اونٹ کے چمڑے میں جو سونے، زیور اور جواہرات سے بھرا ہوا تھا اور باپ سے اسے وراثت میں ملا تھا مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے جو اس کے دل پر طاری تھا اسے ویرانے میں دفن کر دیا چونکہ مکہ میں لوگوں کی شادیوں اور جشن کے موقعوں پر بطور زین بھیجتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قلعہ میں آئے کنانہ کو بلا کر اس سے اس خزانہ کے متعلق دریافت فرمایا اس کے متعلقین نے جواب دیا یا ابا القاسم! سامان جنگ کی تیاری اور ضروریات میں خرچ ہو گیا اور اس سے کچھ بھی باقی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے بعد اس کے خلاف ظاہر ہوا تو تمہارا خون مباح ہو گا اور تمہیں امان نہیں ہو گی، انہوں نے کہا ہاں، ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ اس قضیہ پر گواہ ہوئے اور یہود کی ایک جماعت کو بھی گواہ بنایا، خیبر کے لوگوں میں سے ایک شخص نے کنانہ سے کہا، محمد جو کچھ تجھ سے طلب کرتے ہیں اگر تمہارے پاس ہے اور تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے تو محمد کو بتا دو ورنہ خدا کی قسم! حق تبارک و تعالیٰ انہیں اس پر مطلع کر دے گا اور تو ذلیل ہو گا اور بھی نصیحت آمیز درشت باتیں کنانہ سے کہیں لیکن کنانہ نے اس کی نصیحت کی طرف کوئی التفات نہ کی حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ فرمایا کہ وہ خزانہ کہاں ہے، کنانہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا کہ آسمانی خبر آئی، بنا برین تم جھوٹے نکلے اور دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بن ابی الحقیق کے لڑکے ثعلبہ سے پوچھا کہ تجھے اس خزانہ کی کوئی خبر ہے اس نے کہا مجھے اس قدر معلوم ہے کہ کنانہ فلاں خرابہ کے گرد گھومتا پھرتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ خزانہ اس خرابہ میں ہو، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو مسلمانوں کی ایک جماعت دے کر بھیجا انہوں نے تلاش کر کے اس خزانہ کو نکال لیا، چونکہ اس عہد

کی وجہ سے جوان کی طرف سے ظہور پذیر ہوا محمود کا خون بہا ہو گیا۔ اس فریب اور دھوکے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کر دیا اس نے اپنے بھائی محمود کے بدلے اسے قتل کر دیا لیکن باقی یہود اور ان کی عورتوں کے خون معاف کر دیئے اور ان کے اموال سے درگزر کی۔ اہل خیبر سے مسلمانوں کو بے شمار مال و اسباب اور چوپائے حاصل ہوئے قیدیوں میں کنانہ کی بیوی صفیہ بھی تھی جو دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عوض متعدد چیزیں دے کر اس سے صفیہ کو لے لیا اور اسے آزاد کر کے صفیہ کی آزادی کو مہر قرار دے کر اپنے نکاح میں لائے اور امہات المومنین میں شامل فرمایا

نقل ہے کہ فتح خیبر سے پہلے صفیہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند ان کی گود میں گرا۔ صفیہ نے اس خواب کو اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا۔ کنانہ نے کہا کہ شاید تو یہ خواہش رکھتی ہے کہ تو اس بادشاہ کی بیوی بنے جو حجاز کی سرزمین میں آیا ہے ایک سخت تھپڑ اس کے چہرہ پر مارا چنانچہ اس کی آنکھوں کے گرد نیل پڑ گیا۔ شب زفاف میں بھی اس تھپڑ کا نشان ابھی باقی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سبب پوچھا تو صفیہ نے واقعہ بیان کیا۔

دسواں واقعہ۔ غنائم خیبر کا جمع کرنا اور ان کی تقسیم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فروہ بن عمرو بیاضی کو حکم فرمایا کہ غنائم خیبر کو قلعہ نطاۃ میں جمع کرے۔ اس نے حسب الارشاد اسباب و اموال، اسلحہ اور بے شمار حیوانات اس قلعہ میں جمع کر دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی ندا کرتا تھا کہ "اودوا الخیط والمخیط فان الغلول عار و شنار و نار یوم القیامۃ" یعنی سوئی اور دھاگہ کی مقدار بھی جس شخص نے خیبر کے غنائم میں سے لی ہو تو پوشیدہ و مخفی نہ رکھے اور امیر غنیمت کے پاس پہنچا دے یقیناً غنیمت میں خیانت قیامت میں شرم و عیب اور آتش دوزخ کا سبب ہو گی۔ کہتے ہیں کہ ایک سیاہ غلام تھا کرکرہ نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا سامان اس کے پاس ہوتا تھا وہ فوت ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخ کی آگ میں ہے اس کے حالات کی تفتیش کی تو اس کے سامان میں سے غنائم خیبر میں سے ایک پشمینہ نکلا جس پر اس نے تقسیم سے پہلے تصرف کیا تھا۔ القصہ جب تمام غنائم جمع ہو گئے زید بن ثابت کو فرمایا اس نے اہل لشکر کو گن لیا ایک ہزار چار سو مرد تھے۔ خمس نکالنے کے بعد ان غنائم کو ان لوگوں پر تقسیم کیا۔ مرد کو ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصے دیئے وہ عورتیں جو لشکر کی خدمت کے لیے نکلیں اور مریضوں اور زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی تھیں انہیں کچھ دے دیا مگر حصہ مقرر نہیں دیا اور وہ لوگ جو خیبر کی جنگ میں موجود نہیں تھے غنائم خیبر میں سے کچھ نہیں دیا صرف مہاجرین حبشہ کو دیا۔

گیارہواں واقعہ

یہودیوں کا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زہر دینا۔

صحیح احادیث میں وارد ہے کہ جب خیبر کے قلعے فتح ہو گئے، زینب بنت حارث یہودی جو مرحب کی خواہر زادی تھی، جب اسے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دستی اور شانہ کے گوشت کو پسند کرتے ہیں اس نے بکری ذبح کی اور اس کی دستی اور دونوں کندھوں میں زہر ملایا اور بھون کر شام کے وقت ہدیہ کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا آؤ اسے کھاؤ۔ کھانا کھاتے ہوئے بکری کا گوشت ہدیہ آیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دستی کے گوشت سے ایک لقمہ اٹھا کر منہ میں رکھا جب اسے چبایا تو اشارہ سے صحابہ سے خطاب فرمایا کہ اس طعام سے کھانے سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ یہ گوشت مجھے کہتا ہے کہ میں زہر آلود ہوں۔ بشر بن البراء نے اس میں سے ایک لقمہ اٹھا کر کھا لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چباتے وقت کراہت اور نفرت محسوس کی تو منہ سے اگل دیا کہ اسے منہ سے نکالا ہوتا، اور یا پھینک دیا ہوتا، پھر بشر نے سوچا ایسا نہ ہو کہ آپ کو کھانے سے انقباض پیدا ہو۔ آخر کار چہرہ اس کا لخت لخت سبز و سیاہ ہو گیا اور اسی بیماری سے کہ فوت ہو گیا اور ایک روایت ہے کہ اسی وقت فوت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر زینب اور دوسرے یہود کو حاضر کیا گیا۔ اور ان سے فرمایا میں تم سے سوال کرتا ہوں کیا سچ کہو گے، انہوں نے کہا ہاں۔ ان سے پوچھا تمہارا باپ کون ہے۔ انہوں نے کہا فلاں ہے۔ آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، پھر فرمایا میں تم سے ایک اور بات پوچھوں گا سچ بتاؤ گے، انہوں نے کہا ہاں اگر ہمارا جواب جھوٹا ہوا تو آپ کو یقیناً معلوم ہو جائے گا، جیسا کہ پہلے معلوم ہو گیا یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بکری کے گوشت میں تم نے زہر ملایا تھا؟ زینب نے کہا ہاں میں نے یہ جرأت کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ایسا کرنے کا کیا سبب تھا۔ زینب نے جواب دیا کہ آپ نے میرے باپ، خاوند، برادر، چچا کو قتل کیا۔ میں نے کہا کہ آپ اگر دعویٰ نبوت میں جھوٹے ہیں تو لوگوں کو اس سے نجات ہو جائے گی اور اگر سچے ہیں تو خدا سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اس سے آگاہ کر دے گا اور آپ کو کوئی مضرت نہیں پہنچے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو معاف کر دیا اور ایک گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل کر دیا اور کہتے ہیں کہ قتل کے بعد [illegible]۔

جانبین سے مقتولین: کہتے ہیں کہ جنگ خیبر میں پندرہ مسلمان شہید اور ترانوے یہودی ہلاک

ہونے، یہودیوں پر مسلمانوں کے تسلط کے بعد ان کے غدر اور نقض عہد کے باوجود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کا ارادہ کیا ان پر احسان کرتے ہوئے ان کا خون معاف کر دیا اور حکم فرمایا کہ وہ اس ملک سے نکل جائیں۔ خیبر کے باشندے گریہ وزاری کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مسلمانوں کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ان کے باغات اور زراعت کی دیکھ بھال کریں ہماری درخواست ہے کہ ہمیں اجرت پر رکھ لیں تاکہ ہم کما حقہٗ زراعت کی ضروریات پوری کر کے تمہاری جمعیت خاطر کا سبب بنیں۔ ہمیں اصل ملکیت میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت پر رحم کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ اس ملک میں کھیتی باڑی اور نگہداشت یہودیوں کے سپرد ہوگی بشرطیکہ وہ نصف پیداوار بیت المال کے سپرد کریں اور نصف اپنی محنت کے عوض خود لیں۔

بارھواں واقعہ:- اسی اثناء میں حجاج بن علاط سلمی جو مال و دولت کی کثرت میں مشہور تھا اور بنی سلیم کی زمین میں جو سونے کی کان تھی وہ اسی کے تصرف میں تھی تجارت کے لیے باہر نکلا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر خیبر میں سن کر خدمت میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مشرف ہوا اور گروہ صحابہ میں شامل ہو گیا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں لوگوں کے پاس میری بہت عزت ہے اور ام شیبہ جو میری بیوی ہے کو میں نے بہت سا مال دے رکھا ہے، اگر اہل مکہ کو میرے اسلام کی خبر ہو گئی تو ایک حبہ بھی مجھے نہیں دیں گے، مجھے اجازت فرمائیے تاکہ میں جا کر ان سے کچھ لے سکوں یہ بات آپ کی اجازت پر موقوف ہے جب اسے ہر بات

کہنے کی اجازت مل گئی، کہتا ہے کہ جب میں خیبر سے باہر نکلا منزلیں طے کرتا ہوں جب مقام بیضاء میں پہنچا تو میں نے قریش کی ایک جماعت کو دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حالات دریافت کر رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ حجاج آرہا ہے اس سے تحقیقی بات معلوم کر سکتے ہیں پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھ سے پوچھا انہوں نے کہا، ہم نے سنا ہے کہ وہ قاطع رحم خیبر کی طرف متوجہ ہے۔ اس کے متعلق تجھے کچھ خبر ہے میں نے کہا ہاں، ایسی خبر ہے جو تمہاری خوشی و فرحت کا باعث

ہو گی انہوں نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا محمد اور اس کے ساتھیوں کو شکست فاش ہوئی ہے اس کے بعض ساتھی قتل ہو گئے ہیں اور بعض گرفتار ہوئے ہیں اور محمد بھی گرفتار ہو گیا ہے اور اہل خیبر نے کہا ہے کہ ہم اسے یہاں قتل نہیں کریں گے بلکہ مکہ میں جائیں گے تاکہ وہاں ہم اور قریش وہاں اس سے اپنے مقتولین کا انتقام لیں۔ میں اب جلدی حرم میں آیا ہوں تاکہ تمہیں یہ خبر پہنچاؤں اور اپنے مال جمع کر دوں اور خیبر میں جاکر تاجروں کے جانے سے پہلے وہاں کے عمدہ ساز و سامان کو جو مسلمانوں سے اہل خیبر کو ملا ہے خرید کر اس سے نفع حاصل کروں۔ حجاج کہتا ہے کہ جب انہوں نے مجھ سے یہ خبر سنی تو مکہ میں آئے اور شور مچا دیا کہ اے آل غالب! محمد گرفتار اور قید ہو گیا اور اسے مکہ میں لا رہے ہیں تاکہ قریش کے سینوں کو ٹھنڈا کرنے کیلئے اسے قتل کریں۔ نقل ہے کہ جب یہ خبر قریش میں پھیل گئی تو حجاج نے مشرکین سے درخواست کی کہ اس کا مال جو لوگوں کے پاس تھا جمع کرنے میں مدد دیں۔ اس خبر کی خوشی میں انہوں نے اتفاق کر لیا یہاں تک کہ حجاج نے اپنا مال قبضہ میں لے لیا اور اس بہانہ سے جو اس کی بیوی کے پاس مال تھا وہ بھی لے لیا اور کہتے ہیں کہ وہ مسلمان جو مکہ میں تھے اس خبر کے سننے سے رنجیدہ ہو گئے اور اندوہ و غم کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہو گئے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب بدحال ہو گئے لیکن اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن اس حال سے آگاہ ہو کر خوش ہوں اور طعنہ زنی کریں اپنی حویلی میں لوٹ آئے اور ان کے کہنے پر ان کے بیٹے قثم نے اونچی آواز سے رجز پڑھنے شروع کر دیئے مسلمانوں نے عباس کے گھر سے قثم کی آواز سنی تو وہ تیزی سے وہاں جمع ہو گئے اسے انہوں نے بہت خوش دیکھا اس سے انہیں کچھ تسکین ہوئی۔ پھر عباس نے اپنے غلام کو حجاج کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ یہ کیسی وحشت ناک خبر ہے جو تیری طرف سے بیان کی جاتی ہے۔ خدا تعالے کا وعدہ اس بات سے بہتر ہے جو تو کہتا ہے۔ حجاج نے کہا میں دوپہر کے وقت آپ کے گھر آؤں گا اور ایسی خبر بتاؤں گا کہ آپ بھی خوش ہوں گے لیکن ضروری ہے کہ گھر کو آشنا و بیگانہ سے خالی رکھے اور اس سربستہ راز سے کسی کو آگاہ نہ کریں۔ اس خوش خبری کے عوض عباس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا اور نذر مانی کہ شکر گزاری میں ایک اور غلام کو آزاد کرے گا۔ حجاج وعدہ کے مطابق دوپہر کو عباس کے گھر آیا اسے اپنے مسلمان ہونے اور یہود کی بربادی کی اطلاع دی اور کہا کہ

تین روز تک اس خبر کو ظاہر نہ کرنا اور کسی سے ذرہ برابر بھی یہ بات نہ بتانا۔ حجاج نے عباس کو وداع کر کے اسی رات مدینہ کا عزم کیا جب تین روز حجاج کے جانے سے گذر گئے، عباس نے عمدہ لباس پہنا، خوشبو لگائی اور حجاج کے گھر گئے اور اس کی بیوی کو حالات سے آگاہ کیا پھر مسجد حرام میں آئے جب طواف سے فارغ ہوئے تو قریش نے ان سے کہا اے ابو الفضل یہ کیسا فخر ہے جس کا آپ اظہار کرتے ہیں شاید آپ چاہتے ہیں کہ وہ محمد کی مصیبت کی آگ جو مشتعل ہے کو اس طرح ٹھنڈا کریں۔ عباس نے کہا ایسا نہیں ہے۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قلعوں کو فتح کر لیا ہے۔ آل ابی الحقیق کی گردن مار کر یہود کے اموال کو غنیمت میں لے لیا ہے اور عورتوں اور ان کے بچوں کو قید کر لیا ہے۔ حجاج نے تم سے مال لینے کی خاطر فریب دیا ہے۔ قریش نے کہا آپ نے یہ باتیں کس سے سنیں ہیں آپ نے کہا اسی مخبر سے جس کی خبر سے تم خوش ہو۔ کافر یہ سن کر متغیر اور غمگین ہو گئے اور مسلمان شاداں و فرحاں، جب حجاج کو گئے پانچ روز گذر گئے تو فتح خیبر کی خبر حد تواتر کو پہنچ گئی، قریش حجاج کے فریب سے تعجب کرتے تھے اور اس کو صحیح و سالم اور مال و دولت کے ساتھ واپس چلے جانے پر افسوس کرتے تھے، اور اسلام کے جھنڈے بلند ہونے سے ان کے دلوں پر ایسا رعب اور خوف طاری ہو گیا جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

تیرہواں واقعہ

صلح فدک:۔ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے نزدیک پہنچے محیصہ بن مسعود کو فدک کی طرف جو کہ خیبر کے قلعوں سے انتہائی آخری طرف تھا بھیجا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دے اور اگر سرکشی کریں تو انہیں ڈرائے، محیصہؓ نے حسب الارشاد عمل کیا۔ انہوں نے کہا کہ عامر، یاسر، حارث اور یہودیوں کا سردار مرحب قلعہ نطاط میں مقیم ہیں ان کے پاس دس ہزار جنگجو مرد ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے، محیصہ نے جب دیکھا کہ اہل فدک مصالحت کا ارادہ نہیں رکھتے دو روز کے بعد اس نے واپس آنے کا ارادہ کیا۔ یہودیوں نے کہا اس قدر توقف کریں کہ ہم اپنے رؤساء سے مشورہ کر لیں اور کچھ لوگوں کو آپ کے ساتھ کر دیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر صلح کے قواعد مستحکم کریں اسی اثناء میں قلعہ ناعم کے باشندوں کے قتل کی خبر ان کے پاس پہنچی

وہ بہت غمگین ہوئے انہوں نے محیصہ سے کہا جو کچھ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل خیبر کے متعلق آپ سے کہا ہے اسے پوشیدہ رکھیں ہم آپ کو عورتوں کے تمام زیورات دیتے ہیں جب ان کی درخواست قبول نہ ہوئی تو اپنے ایک رئیس کو جس کا نام یوشع تھا یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ صلح کی مہم طے کرے بعض کہتے ہیں کہ صلح اس بات پر ہوئی کہ یہود فدک بڑی قیل و قال کے بعد اس بات پر رضامند ہوئے کہ اپنی زمین و جائیداد کو نصف کریں، نصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور نصف ان کے لیے جو اس لیے جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو جلاوطنی کا حکم دیا تو فدک میں انتظام کرنے والے بھیجے تاکہ نصف جو اس جماعت سے متعلق تھی اور پچاس ہزار درہم جو زمینوں کی قیمت تھی بیت المال سے انہیں دینے کا حکم دیا اور مسجد اقصیٰ میں یہ عبارت مرقوم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فدک کی طرف امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور مصالحت حضرت علی کے ہاتھ سے ہوئی اس طریق پر کہ حضرت علی ان کے خون کا قصد نہ کریں اور اس کی خاصی پیداوار رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے لیے ہوگی پس جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا، حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رشتہ داروں کا حق دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ خویش کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہؓ ہے۔ جوانطا فدک کو اسے دو اور فدک میں خدا اور رسول کے لیے جو کچھ ہے اسے دے دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو بلایا اور اس کے لیے تحریر لکھ دی کہ یہ اس کے پاس ثبوت تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اسے پیش کیا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر ہے جو انہوں نے میرے، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے لیے لکھی ہے۔

چودھواں واقعہ

حبشہ کے مہاجرین کی آمد: راویان حدیث وسیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کہتے ہیں کہ جب خیبر کے قلعہ فتح ہوگئے تو جعفر بن ابی طالب اس کی بیوی اسماء بنت عمیس، اشعریہ جماعت کے ساتھ جن کا سردار موسیٰ اشعری تھے جنہوں نے نئے سے حبشہ کو ہجرت کی تھی، پہنچے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ ان دو باتوں

میں سے میں کس پر زیادہ خوش ہوں، جعفر کی آمد یا فتح خیبر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے غنائم میں سے ان کو حصہ دیا یہ ان کی خصوصیت تھی۔

پندرھواں واقعہ

زفاف ام حبیبہ بنت ابوسفیان:- یہ پہلے عبداللہ جحش کی زوجہ تھیں، بعثت کے سال اپنے خاوند کے اتفاق سے مسلمان ہوئیں ان کا نام آملہ تھا، حبیبہ نام کی ایک لڑکی ان سے متولد ہوئی اسی لیے ام حبیبہ کے نام سے مشہور ہوئیں، دوسری مرتبہ جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو کہتے ہیں کہ ان کا خاوند آخر کار عیسائی ہوگیا اور ارتداد کی حالت میں فوت ہوگیا لیکن ام حبیبہ اسلام پر ثابت قدم رہیں یہاں تک کہ انہی دنوں عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بطور قاصد حبشہ میں گیا۔ ام حبیبہ نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص اسے ام المؤمنین کہہ کر پکارتا ہے، خواب کی یہ تعبیر کرکے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فراش ہوگی انتظار کر رہی تھیں یہاں تک کہ عمرو نجاشی کی مجلس میں پہنچا اور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات کو پہنچایا گذشتہ سال کے واقعات میں اس کی شرح گذر چکی ہے، مروی ہے کہ نجاشی کی ایک لونڈی تھی جس کا نام ابرہہ تھا اسے نجاشی نے ام حبیبہ کے پاس بھیجا تاکہ اسے یہ خوشخبری سنائے اور اسے نکاح کے لیے وکیل مقرر کرنے کے لیے کہے، ام حبیبہ یہ پیغام سن کر بہت خوش ہوئیں اور جو زیور بھی ہاتھ پاؤں اور انگلیوں میں تھے اسی خوشی کے صلہ میں ابرہہ کو بخش دیئے اور خالد بن سعید بن عاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے ایک مجلس منعقد کی اور جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مسلمان جو حبشہ میں موجود تھے کو جمع کیا اور ام حبیبہ کا بذریعہ وکیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کردیا نجاشی نے خود خطبہ پڑھا۔ چار سو مثقال سونا اور ایک روایت کے مطابق چار ہزار درہم حق مہر مقرر کیا۔ دسترخوان بچھایا اور نقد مہر خالد بن سعید کو دیا اور اسے ام حبیبہ کے پاس بھیج دیا کہ وہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کرے جب وہ درہم و سونا ام حبیبہ کے پاس پہنچے اسی وقت پچاس مثقال سونا اس میں سے ابرہہ کے پاس بھیجا اور معذرت کی کہ خوشخبری سنانے کے روز اس کی مناسب خدمت نہیں کرسکی اب یہ حقیر رقم قبول کرلے پس ابرہہ نے جو پہلے لیا تھا اور اس کے آخری تحفہ کو جمع کیا اور ام حبیبہ کی خدمت میں بھیجا اور کہا آپ اس کی زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ

شوہر کی خدمت میں جارہی ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں میرا سلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ میں ان کے دین میں ہوں اور ہمیشہ ان پر درود بھیجتی ہوں۔

مرا چوں نیست میسر بکوئی یار گذار ۔۔۔ تو میروی بسلامت سلام من بگذار

اور نجاشی کی عورتوں نے بہت سی خوشبو مہیا کر کے ام حبیبہ کو دی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ جب اس عقد کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے شرجیل بن حسنہ کو بھیجا وہ انہیں مدینہ لے آیا مدینہ میں آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زفاف فرمایا اور ابرہہ کا سلام اور وہ کیفیت جو گذری عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ام حبیبہ کی عمر ان دنوں تیس سال سے کچھ اوپر تھی۔ معتبر کتابوں میں ان کی مرویات پینسٹھ احادیث ہیں۔ ان میں سے دو متفق علیہ ہیں اور دو فرد مسلم ہیں صحابہ اور صحابیات کی ایک جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔ ان کی وفات چوالیس ہجری میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

سولھواں واقعہ

زفاف صفیہ بنت حیی بن اخطب:۔ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے لوٹے وادی القری کی طرف متوجہ ہوئے اور صہبا کے مقام پر پہنچے اس جگہ صفیہ کے ساتھ زفاف فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اس جگہ کو ہموار کریں اور اس پر فرش بچھا دیں، کھجوریں، روغن اور پنیر جمع کیا اور طعام تیار کیا اور صفیہ کی دعوت ولیمہ اس طعام سے دی۔ منقول ہے کہ صفیہ کی شب زفاف میں ابوایوب انصاری نے تمام رات سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے گرد پہرہ دیا جب صبح ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال کی اطلاع ہوئی دس مرتبہ اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفیہ کے حق میں نظر کرم رکھتے تھے اور اس کے حالات کا بہت اہتمام فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفات میں سے وہ بھی تھیں۔ کتب معتبرہ میں دس احادیث ان سے مروی ہیں ان میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل واقع ہوئی ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے واسطہ ان نہیں

گیں بلکہ دوسری ازواج مطہرات کے واسطے سے بیان کی ہیں مثل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعن اسماء وحفصہ وغیرہم۔ ان کا سالِ وفات مختلف فیہ ہے ان کا مزار بھی جنت البقیع میں ہے۔

سترھواں واقعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے سورج کا پلٹنا:۔ منزل صہبا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھا ہوا تھا کہ وحی کے آثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوئے اور نزولِ وحی کا زمانہ اس قدر طویل ہوا کہ شاہِ خورشید دارالملک مغرب کی طرف چلا گیا۔ جب وحی ختم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا تم نے عصر کی نماز ادا کر لی ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ نہیں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناجات شروع کی اور کہا خداوندا! علی اگر تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں تھا تو سورج کو اس کے لیے لوٹا دے تاکہ وہ عصر کی نماز ادا کر سکے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے حبیب کی دعا قبول فرمائی۔ ڈوبا ہوا سورج پھر لوٹ آیا۔ چنانچہ اس کی شعاعیں پہاڑوں اور جنگلوں پر پڑنے لگیں تمام روئے زمین کی مخلوق نے اپنی کھلی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا اور بہت متعجب ہوئے۔

اٹھارھواں واقعہ

غزوہ یہود وادی القریٰ:۔ کہتے ہیں کہ جب وادی القریٰ کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق سنا بعض مشرکین کی امداد کے لیے اسباب جنگ کی تیاری میں مصروف ہوئے، اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور صفیں باندھ لیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صفیں درست کرنے کا حکم فرمایا اور اپنے جھنڈے کو اپنے ساتھیوں میں سے ایک سردار کے سپرد کیا اس نے مخالفین کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے کر کہا کہ ایمان لے آؤ تاکہ تمہاری جانیں اور اموال محفوظ رہیں۔ اور تمہارے حساب خدا تعالیٰ کے سپرد ہوں۔ انہوں نے اس نصیحت کو قبول نہ کیا اور جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ کہتے ہیں کہ مشرکین میں سے ایک شخص صف سے باہر میدان میں کھڑا ہو کر مبارز طلب کیا۔ حضرت زبیر نے اسے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، دوسرا جرأت کر کے میدان جنگ میں نکلا۔

اسے بھی زبیر نے دوزخ میں پہنچا دیا ایک اور بہادر آگے بڑھا اسے حضرت علی نے قتل کر دیا۔ دوسرے دو اشخاص کو ابو رجانہ نے قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ اس روز دس یا گیارہ اشخاص مخالفین کے قتل ہوئے۔ جب شام نے اپنے سیاہ تاریکی کے ہاتھ سے عالم اجسام کو ڈھانپ لیا فریقین اپنی اپنی جگہوں پر لوٹ گئے۔ علی الصبح جب شاہ خورشید نے اپنے نور کا سنہری بستر عالم ظہور کے تخت پر ڈال دیا تو مخالفین نے دونوں طرف سے میان سے تلواریں کھینچ لیں اور ایکدوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب سورج بلند ہوا مخالفین میں پوری کمزوری پیدا ہو گئی اور تمام بھاگ نکلے۔ سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو بے شمار غنیمت اور وافر غنیمت ہاتھ آئی یہ فتح دوسری فتوحات کے علاوہ تھی۔ والحمد للہ رب العلمین۔

انیسواں واقعہ

قصہ لیلۃ التعریس:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ خیبر سے مراجعت فرمائی رات کے آخری حصہ میں آپ پر نیند نے غلبہ کیا، سونے کے لیے اترے بلال سے فرمایا کہ تم آج رات جاگتے رہو اور ہمارے لیے صبح کا خیال رکھو اور ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نیک مرد چاہیئے جو آج رات جاگتا رہے اور صبح کی نماز کے وقت ہمیں جگائے بلال نے عرض کی یا رسول اللہ میں یہ کام کروں گا پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمانے لگے اور صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال کو بیداری اور حفاظت کی نصیحت کی۔ بلال نماز میں مشغول ہوئے جس قدر وہ پڑھ سکتے تھے پڑھی اور پھر اپنے کجاوے کے ساتھ تکیہ لگا لیا اور صبح کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک انہیں نیند آ گئی۔ تقدیر الٰہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر نیند غالب آئی اس وقت بیدار ہوئے جب تیز دھوپ نکل آئی۔ کہتے ہیں کہ جو شخص سب سے پہلے بیدار ہوا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو پکارا وہ فی الفور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور معذرت کرنے لگے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیز آپ پر غالب ہوئی تھی مجھے بھی وہی صورت پیش آئی۔ حضرت بلال نے کہا تمام دوست مجھے ملامت کرنے لگے خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تاریک منزل سے کہ وادی شیطان ہے، کوچ کریں کچھ فاصلے گئے پھر اتر پڑے، وضو کیا اور نماز کے لیے اذان کہی اور صبح کی نماز باجماعت قضاء ادا کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستوں کو اس حال سے مضطرب پایا آپ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا یقیناً خدا تعالیٰ نے ہماری جانیں قبض کی ہوئی تھیں اگر وہ چاہتا تو اس وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں واپس کرتا جب تم میں سے کوئی شخص سو جائے یہاں تک کہ اس کی نماز فوت ہو جائے یا نماز بھول جائے تو جب وہ بیدار ہو یا یاد آئے اپنی نماز قضاء کرے اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا من نام عن الصلوٰۃ او نسیھا فلیصلیھا اذا ذکرھا قاتیھا و تتھا۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا یقیناً شیطان بلال کے پاس آیا وہ کھڑا نماز ادا کر رہا تھا اسے ٹیکہ دیا اور خواب کو اس کی نگاہ میں آراستہ کیا اور اسے آرامش دیتا تھا جیسا کہ بچے کو سلاتے ہیں پھر بلال کو بلایا اور واقعہ کی کیفیت اس سے پوچھی۔ بلال نے اسی طریق پر جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ سے تقریر کی تھی بیان کی صدیق اکبر نے کہا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔

بیسواں واقعہ

عمرۃ القضایا:- اسے عمرۃ القضیہ اور عمرۃ الصلح بھی کہتے ہیں۔ اہل سیر رحمہم اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے کہ جب اس سلطان تخت لسالت و رسالت اور برہان تخت جلالت علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات نے فتح مندی کے ساتھ خیبر سے مراجعت فرمائی، مکہ و مدینہ کے نواح میں جو لوگ تھے ان کی طرف سریے بھیج کر اس کے بعد فرمایا کہ تمام عمرہ کے اسباب کی تیاری کریں اور فرمایا کہ وہ تمام صحابہ جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے اس سفر میں ساتھ دیں اور کوئی شخص ان میں سے پیچھے نہ رہے وہ لوگ جو اس وقت زندہ تھے انتظامات کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے۔ چھ سو اشخاص ان کے علاوہ تھے جو بیعت رضوان میں ساتھ نہیں تھے، وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا اور دس ہزار اشخاص اور دس ہزار گھوڑوں کے ساتھ بے شمار ہتھیار از قسم خود، زرہ اور تلوار اور ساٹھ اونٹ ہدی ایک روایت کے مطابق

ستر اونٹوں کے ساتھ ماہ ذی القعدہ ۷ھ میں برکات و انعامات کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مدینہ سے مکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کیا اور اسلحہ کو بشیر بن سعد کے سپرد فرمایا ان دونوں سعادت مند دوستوں کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت کر دی اور ان کو پہلے روانہ کر دیا بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلح کی شرط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپ کوئی ہتھیار مکہ میں نہیں لائیں گے صرف تلوار ہوگی اور وہ بھی نیام میں، آپ نے فرمایا میں انہیں حرم میں نہیں لے جاؤں گا لیکن یہ احتیاط کے طور پر لے جا رہا ہوں کہ اگر قوم خلاف کرے اور عہد توڑے تو ہتھیار ہمارے نزدیک ہوں۔ جب محمد بن مسلمہ اور بشیر بن سعد مر الظہران پہنچے قریش کی ایک جماعت نے ان سے ملاقات کی اور حالات دریافت کیے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کل یہاں نزول فرمائیں گے۔ ان میں اضطراب پیدا ہوا وہ تیزی سے مکہ پہنچے اور قریش کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لے کر مکرز بن حفص کو بھیجا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلحہ ساتھ لانے کی حکمت دریافت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو دوستوں کو دیا تھا۔ مکرز نے لوٹ کر جو سنا تھا قریش کو کہہ دیا۔ ان کو اطمینان ہوا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنے ہدی کے اونٹوں کو لے جا کر پہلے ذی طوی میں توقف کیا اور ام حبیبہ کو دوسرے مقام پر جسے بطن یاجج کہتے تھے اتارا۔ ایک جماعت کو ان کی حفاظت پر مقرر کر کے خود ناقہ قصوی پر سوار ہوئے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے، کچھ پیدل اور بعض سوار تلواریں حمائل کیے ہوئے روانہ ہوئے۔ تلبیہ کہتے ہوئے حجون کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سوار مسجد حرام میں تشریف لائے۔ عبداللہ بن رواحہ نے قصوی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کہہ رہے تھے اور ابن محجن کے ساتھ جو آپ کے دست مبارک میں تھا استیلام حجر فرمایا کر سواری کی حالت میں طواف کیا۔ صحابہ نے بھی آپ کے حکم سے طواف کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ صحابہ پہلے تین چکروں میں تیزی کے ساتھ چلیں اور باقی چار میں حسب دستور، تیزی سے مقصود یہ تھا کہ اس دوران میں مشرکین کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جماعت کے ساتھ آئے ہیں جسے مدینہ کے بخار اور اس ہوا کی عفونت نے سست کر دیا ہے۔

جب قریش نے پہاڑ کے اوپر سے دیکھا کہ مسلمان چست و چالاک، تندرست اور طاقتور ہیں تو ایک دوسرے سے کہا وہ جماعت جس کے متعلق ہم گمان کرتے تھے کہ مدینہ کی سرزمین کی حرارت نے انہیں ضعیف اور کمزور کر دیا ہے وہ اب صحیح المزاج اور تندرست ہیں اور جرأت و بہادری سے موصوف ہیں۔

عبداللہ رواحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طواف کے دوران رجز پڑھتے تھے جس کا متن ذیل تھا:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ	فانزل الرحمٰن فی تنزیلہ
فی صحف تتلی علی رسولہ	بان خیر القتل فی سبیلہ

کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عبداللہ رواحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اور اللہ جل ذکرہ کے حرم میں تو شعر پڑھتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اس کے یہ شعر کفار میں تیر سے زیادہ کارگر ہیں، پھر عبداللہ رواحہ کو فرمایا کہو۔ لا الہ الا اللہ وحدہ ونصر عبدہ اعز جندہ، وھزم الاحزاب وحدہ۔ ابن رواحہ نے یہ ذکر شروع کر دیا صحابہ نے بھی اس کی موافقت کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ آپ نے حکم دیا کہ ہدی کے جانوروں کو مروہ کے قریب رکھیے کیوں کہ یہ قربان گاہ ہے۔ اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہدی کے اونٹوں کی قربانی دی اور معمر بن عبداللہ عدوی کو طلب کیا اور اس نے سر مبارک مونڈا۔ صحابہ نے بھی متابعت کی پھر صحابہ کی ایک جماعت کو جس نے عمرہ ادا کر لیا تھا کو وہ بطن نخلہ جائیں اور گھوڑوں کے نگہبانوں کو بھیجیں تاکہ وہ بھی عمرہ ادا کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے باہر آئے ظہر کی نماز تک وہاں ٹھہرے اور ایک روایت یہ ہے کہ اس مرتبہ کعبہ میں داخل ہونا میسر نہیں ہوا تھا کیونکہ صلح میں کعبہ میں داخل ہونا مذکور نہیں ہوا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو فرمایا، اس نے کعبہ کی چھت پر نماز کیلئے اذان کہی اور کہتے ہیں کہ اس سے پہلے ایک مرتبہ سے زیادہ میسر نہیں ہوئی۔ حرم سے فارغ ہونے کے بعد جعفر بن ابی طالب کو فرمایا کہ میمونہ بنت حارث ہلالیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے طلب کرے۔ میمونہ نے اپنی مہم کو عباس کے سپرد کیا جو کہ میمونہ کی بہن کے خاوند تھے۔ حضرت عباس نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا عقد نکاح باندھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے تین روز گذر گئے، چوتھے روز سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا مقررہ وقت گزر چکا ہے، جلد ہمارے ملک سے باہر نکل جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں تمہارے درمیان رہ کر میمونہ کی عروسی کروں اور تمہارے لیے طعام تیار کروں تو کیا ہرج ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں آپ کے طعام کی ضرورت نہیں، اے محمدؐ! آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اس عہد کی بنا پر جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہوا ہے ہماری سرزمین سے باہر چلے جائیں۔ سعد بن عبادہ جو حاضرین مجلس میں سے تھا سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ کی سخت باتوں سے ضبط نہ کر سکا، سہیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا،

كذبت لا ام لك ليست بارضك ولا ارض امك لا نخرج بها الا طائعا،

تو نے جھوٹ کہا تیری ماں مرے۔ یہ نہ تیری زمین ہے نہ تیرے باپ کی ہم یہاں سے اپنی خوشی سے ہی جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا سعد کو تسلی دی اور آپ کے حکم سے کوچ کا اعلان کر دیا اور حکم دیا کہ مکہ میں رات کو کوئی شخص نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے غلام حرم میں چھوڑے تاکہ وہ میمونہ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم تھی لے آئے۔ کہتے ہیں کہ ام عمارہ دختر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ام سلمہ بنت عمیس کے ساتھ مکہ میں رہتی تھی چونکہ اس کی جائے پیدائش تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی کہ ہم کیوں اپنی چچا زاد بہن کو مشرکین میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہم اسے اپنے ساتھ لے چلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ام عمارہؓ کو ساتھ لو جانے سے منع نہیں فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے ہودج میں بٹھا کر مدینہ لے گئے۔ جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو حضرت علی، جعفر اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اس کی کفالت کے متعلق گفتگو ہوئی۔ ہر شخص اس کی پرورش کا مدعی تھا چونکہ اس کی خالہ حضرت جعفر کے گھر تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر اس کی دیکھ بھال کرے حضرت جعفر اس بات سے بہت خوش ہوئے اور نجاشی کے ملازمین کے دستور کے مطابق انتہائی خوشی سے ایک قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گھوما کیونکہ حبشہ کی رسم تھی کہ جب

بادشاہ انہیں خوش کرتا تو وہ ایسا کرتے تھے۔

اکیسواں واقعہ:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ غسان جبلہ بن ایہم کو خط لکھا اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ خط جب اس کے پاس پہنچا ایمان لاتے ہوئے اسلام قبول کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کا جواب، اپنے اسلام لانے کی اطلاع اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ بھیجا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت تک اسلام پر ثابت رہا پھر نصرانی مذہب کی طرف پھر گیا۔ کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ زمانۂ حج میں خانۂ کعبہ کے طواف کے لیے آیا ہوا تھا ایک فرازی مرد نے اپنا پاؤں اس کی چادر پر رکھ دیا جس سے اس کی چادر کھل گئی۔ اس نے فرازی کے منہ پر طمانچہ مارا جس سے اس کی پیشانی ٹوٹ گئی۔ فرازی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور مقدمہ دائر کر دیا امیر المؤمنین نے جبلہ کو بلایا اور قصاص یا اسے راضی کرنے کے لیے کہا۔ جبلہ نے کہا میں چونکہ بادشاہ ہوں ایک کمترین شخص کے بدلہ میں مجھ سے قصاص لیتے ہیں آپ نے فرمایا اسلام نے تمہیں برابر کر دیا ہے۔ تجھے اس پر کوئی فضیلت نہیں سوا تقویٰ کے جبلہ نے کہا اگر ایسا ہے تو میں نصرانیت اختیار کر لوں گا امیر المؤمنین نے فرمایا اگر تو ایسا کرے گا تو میں تیری گردن مار دوں گا، اس نے کہا آج رات مجھے مہلت دیجئے تاکہ میں سوچ لوں جب رات ہوئی وہ بھاگ گیا اور قسطنطنیہ میں جا کر عیسائی ہو گیا اور ارتداد کی حالت میں مر گیا، عیاذاً باللہ۔

فردا ابن عمرو گورنر عمان مسلمان ہو گیا:- فردہ بن عمرو خزاعی جو شاہ روم کی طرف سے ملعان کی سرزمین عمان پر گورنر تھا مسلمان ہو گیا اس نے ایک خط پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا اور مسعود بن سعد کو دیا جو اس کا ایک ملازم تھا۔ اور چند تحائف دے کر مدینہ بھیجا جب فردہ کا خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اسے پڑھا گیا اس کا مضمون یہ تھا کہ ہماری طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا جاتا ہے کہ میں ایمان لے آیا ہوں میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ وہی پیغمبر ہیں جن کی تشریف آوری کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے والسلام علیک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قاصد کو بڑی عزت بخشی اور حضرت بلال سے فرمایا کہ لے جاؤ اور اس کی مہمان نوازی کرو اس کے ہدایہ کو قبول فرمایا کہتے ہیں کہ اس کے ہدایہ میں

ایک اونٹ تھا، قبا، سندس طلاء اور زری کی ہوئی وغیرہ چیزیں تھیں، اونٹ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق کو دیا قبا، کو مخرمہ بن نوفل کو بخش دیا۔ ایک گھوڑا اور گدھا تھا ان کو رسید ساعدی کو دیا تاکہ وہ ان کی دیکھ بھال کرے اور جو نفیس کپڑے تھے وہ عورتوں کو دے دیئے اور فروہ کے مکتوب کا جواب اس طرح لکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فروہ ابن عمرو کو لکھا جاتا ہے کہ اما بعد تمہارا قاصد ہمارے پاس پہنچا جو کچھ تم نے بھیجا تھا اس نے ہمیں پہنچایا اور تیرے مسلمان ہونے کی اطلاع دی۔ یقیناً خدا تعالیٰ نے تمہیں سیدھا راستہ عنایت فرمایا ہے اگر تو نیکی کرے گا اور خدا اور رسول کی اطاعت کرے گا نماز قائم کرے اور مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے گا تو دونوں جہان کی سعادت حاصل کرے گا۔ پھر حضرت بلالؓ سے فرمایا اس نے پانچ سو درہم مسعود کو دیئے اور اسے واپس بھیج دیا۔ نقل ہے کہ جب فروہ کے مسلمان ہونے کی خبر روم کے بادشاہ کے پاس پہنچی اس نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو چھوڑ دے تو مملکت تجھے دیتا ہوں اس نے کہا کہ میں اس سے نہیں پھر سکتا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ سچے پیغمبر ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ وہی پیغمبر ہیں جن کی خبر عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی لیکن آپ اپنی مملکت کے ساتھ بخیلی کرتے ہیں۔ اس کے بعد روم کے بادشاہ نے اسے قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔

عامر کا قتل:۔ عبداللہ ابی خدرد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت پر امیر بنا کر اضم کی طرف بھیجا، ابو قتادہ اور محلم بن جثامہ اس سریہ میں تھے۔ عامر بن الاضبط اشجعی انہیں راستہ میں ملا۔ عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا تھا مسلمانوں سے ملاقات کے وقت اس نے انہیں تحیت و سلام کیا مسلمانوں نے جواب نہ دیا اور محلم نے اسے قتل کر دیا جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور محلم خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عتاب فرمایا کہ تو نے ایک مسلمان کو کیوں قتل کیا ہے۔ محلم نے کہا موت سے بچنے کے لیے عامر نے اظہار شعار مسلمانی کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو نے اس کے دل کو چیرا تھا کہ تجھے اس کے قصد و ارادہ کا علم ہو گیا؟ زبان سینہ کی اور دل کی ترجمان ہے اور کہتے ہیں کہ آیہ کریمہ:۔ یا ایها الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل الله فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا

یبتغون عرض الحیوۃ الدنیا فعند اللّٰہ مغانم کثیرۃ (الآیہ) محلّم کی شان میں نازل ہوئی۔

نقل ہے کہ محلّم آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو زانو بیٹھ کر التماس کی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے خدا تعالیٰ سے بخشش طلب فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اس ناملائم حرکت سے شکستہ خاطر تھے فرمایا لا غفر اللّٰہ لک۔ محلّم روتا ہوا مجلس سے اٹھا اور اپنے آنسو اپنی چادر سے صاف کرتا تھا اور افسوس کرتا تھا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق بددعا فرمائی تھی محلّم ایک ساعت کے بعد اور ایک روایت میں آٹھ روز کے بعد فوت ہو گیا جب اسے دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا۔ تین مرتبہ یہی حال ہوا زمین پھر باہر پھینک دیتی آخرکار اسے پتھروں کے درمیان پوشیدہ کیا جب یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں پہنچی فرمایا زمین محلّم سے بُرے لوگوں کو نگل گئی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے تمہیں کلمۂ شہادت کی حرمت کو دکھایا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں وہ نشانی دکھائے کہ قتل مومن کس قدر عظیم گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لزوال الدنیا وھون علی اللّٰہ من سفک الدم امراء مسلم بغیر حق عصمتہا اللّٰہ من ھذا الفعل۔

گیارھواں باب

سالِ ہشتم کے واقعات

خالد بن ولید ایمان لاتے ہیں:۔ علمائے فن سیرت اور فضلائے علم حدیث و خبر نے یوں بیان کیا ہے کہ اس سال خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری دولت ایمان سے آراستہ ہوئے۔ خالد کہتے ہیں کہ جس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور عسفان میں پہنچے ہوئے تھے قریش آپ کو روکنے کے لیے حرم سے وہاں پہنچے۔ میں نے ایک

روز دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز گذارتے ہیں میں نے ہر چند کوشش کی کہ اس وقت میں آپ کو کوئی نقصان پہنچاؤں، نہ پہنچا سکا، میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا تعالیٰ ان کا نگہبان و محافظ ہے، مخالفین پر غالب آئیں گے اور فتح و نصرت حاصل کریں گے، پھر میں نے سوچا کہ قریش کی قوت و شوکت باقی نہیں رہی نجاشی کے پاس ہم نہیں جا سکتے کیونکہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو گیا ہے۔ میں دل میں سوچتا تھا کہ قیصر کے پاس چلا جاؤں نصرانی یا یہودی دین اختیار کر لوں پھر میں نے سوچا کہ اپنے ملک میں قیام کروں تاکہ دیکھوں کہ پردہ غیب سے کیا ظہور ہوتا ہے۔ اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے لیے متوجہ ہیں میں ایک طرف چھپ رہا۔ میرا بھائی ابوالولید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں آیا ہوا تھا اور میری تلاش میں تھا۔ مجھے نہ پا کر اس نے میری طرف ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے یاد فرمایا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ خالد صاحب عقل و کمال اور جامع شرف و جلال ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جس پر اسلام مخفی رہے اگر مسلمان ہو جائے اور اپنی شجاعت کو مسلمانوں کے اتفاق سے مشرکین پر ظاہر کرے یقیناً اس کے لیے بہتر ہوگا اور ہم اس پر دوسروں کو ترجیح نہیں دیں گے، اے بھائی جلدی کر اور اس دولت کو حاصل کرے کیونکہ بہت سی بھلائی تجھ سے فوت ہو گئی ہے والسلام۔ خالد کہتے ہیں کہ جب میں مکتوب کے مضمون سے آگاہ ہوا اسلام کی رغبت میرے دل پر غالب آئی میں نے مدینہ کی طرف کوچ کا عزم کر لیا اور کلمۃ الرفیق ثم الطریق کے مقتضا کے مطابق صفوان امیہ کے پاس گیا کہ یا ابا وہب! آپ نہیں دیکھتے کہ ہم ایک لقمہ خوراک میں زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتے اور دولت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا طنطنہ عرب و عجم کو گھیرے ہوئے ہے اگر مصلحت ہو تو اس کی خدمت میں پہنچیں، اس کا شرف ہمارا شرف ہے۔ صفوان نے انکار کا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور کہا اگر تیرے بغیر قریش کا کوئی شخص بھی باقی نہ رہے تو بھی میں محمد کی متابعت نہیں کروں گا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص میرے ساتھ نہیں آئے گا کیونکہ اس کا باپ اور بھائی جنگ بدر کے روز قتل ہوئے ہیں اس کے بعد عکرمہ بن ابوجہل سے ملاقات کی اور اسے سیدھے راستے پر چلنے کی دعوت دی اس نے بھی انکار کیا اور نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب میں ان کی موافقت سے ناامید ہو گیا۔ مجھے عثمان بن

طلوع دکھائی دیئے اسے میں نے نصیحت کی۔ عثمان نے میری درخواست قبول کر لی ہم دونوں مدینہ کی طرف چل دیئے۔ جب ہم مدینہ میں پہنچے ہمیں عمرو بن العاص وہاں ملے انہوں نے ہم سے ہمارے حالات دریافت کیے اور ہماری آمد کے متعلق سوال کیا ہم نے اسے صورت واقعہ سے آگاہ کیا، اس نے کہا میں بھی اسی کام کے لیے حبشہ سے آیا ہوں پس ہم سب مل کر مدینہ میں رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آمد سے آگاہ ہو گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا یقیناً مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہماری طرف پھینک دیا ہے، خالد کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے میں نے سفر کے لباس کو عمدہ کپڑوں سے تبدیل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا شرف حاصل کرنے کے لیے چل دیا۔ راستہ میں میرا بھائی ابوالولید مجھے ملا اور کہا جلد چلو کیونکہ تمہارے آنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گئی ہے اور خوش اور مسرور ہیں اور ملاقات کے منتظر ہیں، میں بھائی کی بات سے تیز چلنے لگا یہاں تک کہ مجلس ہمایوں میں پہنچ گیا جب آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک مجھ پر پڑی تبسم فرمایا میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے خندہ پیشانی سے جواب دیا میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔ فرمایا حمد و سپاس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے تجھے ہدایت دی۔ اے خالد میں دیکھتا تھا کہ تیرے پاس عقل و خرد ہے اور مجھے امید تھی کہ تجھے نیکی کا راستہ حاصل ہو جائے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے مقام کفر میں حق تعالےٰ کے ساتھ کس قدر عناد برتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ مجھے بخش دے اور میرے گذشتہ جرائم کو معاف کر دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد اسلام گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ میں نے کہا اس کے باوجود آپ میرے شفیع بنیے۔ فرمایا الٰہی! خالد کے ان گناہوں سے درگذر فرما جو اس سے پہلے راہ حق کو بند کرنے سے ہوئے، اس کے بعد عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری ایمان لائے۔

ذات السلاسل: واقدی کہتا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں شرف ایمان سے مشرف ہوا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت سے میں قصر شریعت کے قواعد گرانے کی کوشش کرتا رہا ہوں اب میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی نشان ظاہر ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں کسی جگہ بھیجوں گا

انشاء اللہ تعالیٰ۔ کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں کہ عمرو امارت کا انتظار کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ بنی خزرعہ کی ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے کہ مسلمانوں پر کسی جگہ پر حملہ آور ہوں اس بناء پر عمرو بن العاص کو ایک سو افراد کے ساتھ مقرر فرمایا کہ مخالفین کا قلع قمع کرے اور حکم دیا کہ عمرو اس جماعت پر امیر ہوگا۔ اور وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہو کہ اس صحرا میں جو سلاسل کے نام سے موسوم ہے اترے، جب عمرو مدینہ سے باہر نکلے اور مشرکین کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے سنا کہ بطارقہ کے اعراب نے بنی خزاعہ کے ساتھ موافقت کی ہے۔ اس وجہ سے فکر مند ہو کر ایک قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور مدد طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق شامل تھے مقرر فرمایا کہ عمرو بن العاص کی مدد کریں اور دوسرے گروہ پر ابوعبیدہ جراح کو امیر بنایا الوداع کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ کو کہا اختلاف نہ کرنا۔ یہ جماعت عمرو بن العاص کے ساتھ مل گئی۔ عمرو نے ابوعبیدہ سے کہا کہ چونکہ آپ میری امداد کیلئے آئے ہیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ میرے پیچھے نماز ادا کریں ابوعبیدہ نے کہا پہلی قوم کی امارت تمہارے سپرد ہے اور لوگوں کی حکومت میرے سپرد ہے عمرو نے اس معاملہ پر گفتگو شروع کر دی ابوعبیدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت یاد آ گئی انہوں نے مخالفت چھوڑ کر اس کے پیچھے نماز ادا کی جب عمرو کو ابوعبیدہ کی مدد پہنچ گئی تو مخالفین کے ملک کو لوٹنا شروع کر دیا بہت سے مویشی ان کے ہاتھ آئے مقصد حاصل ہونے کے بعد وہ مدینہ لوٹ آئے۔

جب عمرو سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے آپ نے اس سے مسلمانوں کی متابعت اور مخالفت کے بارے میں استفسار فرمایا عمرو نے عمدہ کوششوں کو جو ان سے مشاہدہ کیں بیان کیں۔ مسلمان سپاہیوں سے بھی دریافت فرمایا کہ عمرو نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا تمام نے اظہار شکر گذاری کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک تک یہ بات پہنچائی کہ ایک روز صبح کے وقت اس نے حالت جنابت میں نماز پڑھا دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت حال دریافت کی تو عرض کی کہ شدید سردی تھی مجھے اپنی ہلاکت کا خوف ہوا میں نے غسل نہیں کیا اور حکیم علی الاطلاق جل ذکرہ نے فرمایا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرو کی بات پر مسکراتے ہوئے فرمایا دیکھو اس نے اپنے لیے کس طرح خلاصی کی

راہ پیدا کر لی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب عمرو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مخلوقات میں سب سے محبوب آپ کے نزدیک کون ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ۔ عمرو نے کہا میرا سوال مردوں سے متعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا باپ۔ عمرو نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمر، اسی طرح عمرو سوال کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دوستوں کے نام زبان مبارک سے ادا کرتے جاتے تھے، عمرو کو معلوم ہو گیا کہ لشکر کی امارت و حکومت فضیلت کا سبب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتی محبت نہیں ہے۔

غزوہ موتہ:- صاحب مستقصی کہتا ہے کہ اسماء کے مواضع میں مسموع ہوا ہے موتہ ہمزہ کے ساتھ شام کی سرزمین میں بلقایہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس جگہ سے بیت المقدس تک دو منزلیں ہیں اور ہمزہ کے بغیر اس کا معنی ضعف ہے مثل جنون اور اغماء، شرح صحیح بخاری میں ہے اسی لیے اکثر رواۃ نے بغیر ہمزہ کے روایت کیا ہے اور بعض روایات میں ہمزہ کے ساتھ آیا ہے۔ واقدی کہتا ہے کہ اس لشکر کو بھیجنے کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بصریٰ کی طرف ایک خط لکھا کہ حارث بن عمیر ازدی کو دیا تاکہ وہ اس کے پاس پہنچا دے۔ حارث حسب الارشاد روانہ ہو گیا، جب وہ موتہ پہنچا شرجیل بن عمرو غسانی جو قیصر کے امراء میں سے تھا اسے راستہ میں ملا اور پوچھا کہ تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے اس نے کہا میں شام جا رہا ہوں۔ شرجیل نے کہا شاید تو محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہے حارث نے کہا ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔ شرجیل نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچیوں میں سے صرف یہی شہید ہوا جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ کی توجہ شام کی طرف ہو گئی صحابہ کرام نے تمام اسلحہ جمع کیا اور لشکریوں کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی جب یہ لشکر تیار ہو گیا زید بن حارثہ کو ان کا امیر بنایا اور فرمایا کہ اللہ کی قضا سے جب زید کو حادثہ پیش آجائے، جعفر بن ابی طالب ان کا امیر ہوگا اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو عبداللہ رواحہ امیر ہوگا اور اگر وہ بھی قتل ہو جائے تو مسلمان ایک شخص کو امیر بنالیں۔ اس مجلس میں ایک یہودی تھا اس نے کہا یا ابا قاسم! اگر آپ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں جن کسی کا امارت کے لیے آپ نے نام تجویز کیا ہے تو وہ قتل ہوں گے کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام جب لشکر دشمنوں کی طرف بھیجتے تھے اگر سو اشخاص کو بھی اس

طریقہ پر متعین کرتے تھے تو تمام قتل ہو جاتے تھے، پھر یہودی نے زید سے کہا اے زید میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہیں تو تو اس سفر سے نہیں لوٹے گا، زید نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خوب گفتار نیک کردار پیغمبر ہیں، جب لشکر روانہ ہوا تو ثنیۃ الوداع تک ساتھ آئے اور وہاں توقف فرمایا۔ فوج بھی آپ کے گرد صف بستہ کھڑی ہوئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا کے نام پر جنگ کرو، اپنے اور خدا کے دشمنوں کو قتل کرو جو شام میں ہیں وہاں تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو الگ تھلگ صوامع میں گوشہ نشین ہوں گے ان سے تعرض نہ کرنا، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، ان کے درختوں کو نہ کاٹنا اور ان کے مکانات کو بھی نہ گرانا۔ نقل ہے کہ عبداللہ رواحہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا کام ارشاد فرمائیے جس کی میں محافظت کروں آپ نے فرمایا تم ایک ایسے شہر میں جاؤ گے جہاں سجدے کم ہیں تجھے چاہئے کہ وہاں سجدے زیادہ کرے حضرت عبداللہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ فرمائیے، فرمایا خدا تعالیٰ کو زیادہ یاد کیونکہ وہی تمہاری خواہشات کو پورا کرنے میں تمہارا معاون ہے۔ ایک روایت ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے زید بن حارثہ کو لشکر کی امارت پر مقرر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ امید نہیں تھی کہ زید کو مجھ پر آپ حاکم مقرر فرمائیں گے۔ فرمایا، اے جعفر! تو روانہ ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نہیں جانتا کہ تیری بھلائی کس چیز میں ہے۔ زید بن ارقم سے نقل ہے کہ عبداللہ رواحہ کی حمایت کے سایہ میں زندگی گذارتا تھا اور یتیم کو اس کی مانند نہیں سمجھتا تھا جب موتہ کی طرف روانہ ہوئے میں نے ان کا ساتھ دیا اور منازل طے کرنے میں ان کا ردیف تھا ایک رات وہ شعر پڑھ رہا تھا جس سے مجھے شہادت کی بو آئی میں رونے لگا اس نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا، بیٹا! تجھے کیا نقصان ہے اگر خدا مجھے درجہ شہادت پر فائز کر دے میں دنیا کے حوادث اور اس کے مصائب سے نجات پاؤں اور راحت حاصل کروں، اس کے بعد اپنے کجاوے سے نیچے اترا اور سجدہ میں سر رکھ دیا اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت دعا کی اور نماز میں مشغول ہوئے اور چند رکعات نماز ادا کی جب قاضی الحاجات کی مناجات سے فارغ ہوئے مجھے کہا اے فرزند! غالباً خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے اور مجھے شربت شہادت چکھائے گا اور اس خوشگوار نعمت کو مجھے عطا فرمائے گا۔ کہتے ہیں کہ جب زید بن حارثہ مدینہ سے باہر نکلے اور لشکر نے موتہ کی طرف توجہ کی، شرجبیل کو جو حارثہ کا قاتل تھا خبر پہنچی تو وہ اسباب

جنگ وقتال مہیا کرنے میں مصروف ہوا اس نے اس قدر فوج اکٹھی کی جو حد و شمار سے باہر تھی جب مسلمان وادی القریٰ میں پہنچے تو جنگ کی نوبت آئی، سدوس جو کہ شرجیل کا بھائی تھا جنگ میں مارا گیا شرجیل جب اپنے بھائی کے واقعہ قتل سے آگاہ ہوا تو وہ خوفزدہ ہو گیا اور انتہائی خوف کی وجہ سے قلعہ بند ہو گیا۔ اور دوسرے بھائی کو قیصر کے پاس بھیجا اور اس سے امداد طلب کی قیصر نے ایک کثیر جماعت شرجیل کی مدد کے لیے مقرر کی مشرکین قبائل عرب کی ایک کثیر تعداد بھی ان کے ساتھ مل گئی چنانچہ مخالفین کی تعداد لاکھ سے زیادہ ہو گئی، یہ خبر مسلمانوں نے سنی رات مقام معادن میں توقف کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہم یہی صورت واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کریں یا تو ہمیں واپس بلالیں یا مدد ارسال فرمائیں۔ عبداللہ رواحہ نے لوگوں کو ہمت دلائی اور کہا اے قوم! تم ابھی اس چیز کو ناپسند کرتے ہو جس کو حاصل کرنے کے لیے تم باہر نکلے ہو ہم نے لشکر کی زیادتی سے کبھی بھی فتح حاصل نہیں کی جنگ بدر میں ہمارا لشکر بہت ہی کم تھا اور دو گھوڑوں سے زیادہ گھوڑے نہیں تھے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں فتح ونصرت عطا فرمائی۔ اب تم جنگ پر متفق ہو جاؤ کیونکہ کام دو حالتوں سے خالی نہیں شہادت یا فتح! اگر ہم غالب آگئے تو یہی مراد ہے اور اگر شہادت کی سعادت حاصل کریں تو ان دوستوں کے ساتھ جو شہادت کے اعزاز سے سرفراز ہیں جا ملیں گے۔ مسلمانوں نے عبداللہ رواحہ کی بات کی تصدیق کی اور مخالفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہاں تک کہ موتہ کی بستی میں پہنچ گئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دشمنوں کی کثرت اور ان کی تیاری کو دیکھ کر میں حیران ہو گیا۔ ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوہریرہ! شاید تو دشمنوں کی کثرت اور تیاری سے حیران ہے۔ میں نے کہا، ہاں، اس نے کہا تم جنگ بدر میں موجود نہیں تھے کیا حق تعالیٰ نے ہمیں دشمنوں کی کثرت پر فتح نہیں دی تھی، کہتے ہیں کہ جب دونوں لشکر آپس میں ملے زید بن حارثہ نے صفیں درست کر کے علم ہاتھ میں پکڑا اور میدان جنگ میں داد شجاعت دی اور اس قدر لڑے کہ نیزے کے زخم سے شہید ہوئے ان کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علم اٹھایا اور گھوڑا بڑھا کر جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اور دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے، مخالفین نے ان پر غلبہ کیا اور ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا حضرت جعفر نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا جب انہوں نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو انہوں نے دونوں بازوؤں سے جھنڈا تھام لیا یہاں تک کہ ایک رومی نے ان کی کمر پر تلوار ماری اور

انہیں دو ٹکڑے کر دیا اس کے بعد عبداللہ رواحہ نے جھنڈا اٹھا لیا اور کفار کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ رواحہ نے تین روز سے کھانا نہیں کھایا تھا اس کے لڑکے نے کچھ گوشت انہیں دیا انہوں نے لیا اور منہ میں رکھا تو جعفر کی شہادت کی خبر انہیں پہنچی فوراً اسے منہ سے نکال دیا اور کہا اے نفس! جعفر دنیا سے چلا گیا ہے اور تو ابھی تک دنیا میں مشغول ہے۔ علم اٹھایا اور جنگ میں مصروف ہو گئے ان کی انگلی پر زخم آیا چنانچہ وہ لٹک گئی گھوڑے سے اترے اور انگشت کو پاؤں کے نیچے رکھ کر کھینچا اور جدا کر دیا اور یہ شعر پڑھا۔

هل دنیت الا اصبع و میت — و فی سبیل الله ما لقیت

پھر اپنے نفس سے خطاب کیا اور کہا اے نفس! تو میری دلبستگی اگر عورت کے ساتھ رکھتا ہے تو میں نے اسے طلاق دی اور اگر غلاموں کے ساتھ رکھتا ہے تو میں نے انہیں آزاد کیا اور اگر باغ اور بوستان پر فریفتہ ہے تو میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا۔ اب تیرے لیے دنیا میں کچھ باقی نہیں شہادت سے کیوں گریز کرتا ہے پس میدان جنگ میں آیا اور جنگ کی اور شہید ہو گئے اس کے بعد ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر علم اٹھا لیا اور کہا اے مسلمانو! اتفاق کرو اور کسی ایک کو اپنا امیر بنا لو انہوں نے کہا کہ آپ ہی اس مہم کی ذمہ داری قبول کریں انہوں نے قبول نہ کیا۔ مسلمانوں نے خالد بن ولید کو اختیار کر لیا۔ ثابت نے علم ان کے سپرد کر دیا۔ خالد نے کہا آپ اس کے لیے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ معرکہ بدر میں حاضر تھے اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں۔ ثابت نے کہا شجاعت اور پہلوانی آپ کا کام ہے میں نے آپ کے لیے جھنڈا اٹھایا تھا کہتے ہیں کہ عبداللہ رواحہ کے شہید ہونے اور خالد بن ولید کی امارت کے بعد مسلمان شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے، خالد نے ہر چند انہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے اے گروہ مسلمین! میدان جنگ میں قتل ہونا بہتر ہے کہ بھاگتے ہوئے قتل ہو جاؤ۔ مسلمان اس بات سے قوی دل ہو کر لوٹے۔ خالد نے مسلمانوں کے اتفاق سے مخالفین پر حملہ کیا اور شدید جنگ ہوئی رات تک جنگ و قتال شروع رہا، جب صبح ہوئی اور خورشید نے اپنے زرافشاں جھنڈوں کو اس لاجوردی ایوان میں بلند کیا خالد بن ولید نے لشکر کو نئے انداز سے آراستہ کیا اور فوج کے اوضاع میں تبدیلی کر دی مقدمہ کو ساقہ، ساقہ کو مقدمہ، میمنہ کو میسرہ

اور میسرہ کو میمنہ کے ساتھ تبدیل کر دیا، مخالفین نے جب اوضاع لشکر کو تبدیل دیکھا انہوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کے پاس مدد پہنچ گئی ہے اس وجہ سے ان پر بہت خوف طاری ہو گیا اور قوی رعب ان کے دلوں میں رونما ہوا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے، خالد بن ولید معزور کفار کے عقب میں جا کر کما حقہ مردانگی کے جوہر دکھائے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس روز میرے ہاتھ میں دس تلواریں ٹوٹیں ایک شمشیر یمانی میرے ہاتھ میں رہ گئی جب خالد دشمنوں کے عقب سے لوٹے، موتہ کی طرف متوجہ ہوئے اور قلعہ موتہ کا محاصرہ کر لیا کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے قلعہ کو محاصرہ دوران قلعہ کے لوگوں نے ایک مسلمان کو قتل کیا تھا قلعہ کے فتح ہونے کے بعد بہت سے اشراف کو جو اس قلعہ میں تھے قتل کر دیا گیا،

مسجد نبوی سے جنگ موتہ کا منظر: جب مسلمان کفار کے ساتھ جنگ کر رہے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے تھے اہل موتہ کے تمام حالات آپ کی نظر انور کے سامنے تھے چنانچہ میدان جنگ کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جب زید بن حارث نے علم اٹھایا شیطان نے ان پر نظر میں دنیا کو آراستہ کیا چاہتا تھا کہ اس وقت دنیا کی محبت کو اس کے دل میں مستحکم کرے اور موت کو اس کی نظر میں مکروہ کرے زید نے کہا یہ وہ وقت ہے کہ ایمان مومنوں کے دل میں کامل، ثابت اور راسخ ہو جاتا ہے اے شیطان تو اس وقت دنیا کو میرے دل میں آراستہ کرتا ہے، آگے بڑھے اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی فرمایا کہ ان کے لیے بخشش طلب کریں، یقیناً وہ جنت میں ہے اور جنت کے باغوں میں ٹہلتا ہے۔ زید کے بعد حضرت جعفر نے علم اٹھایا، شیطان ان کے پاس آیا اور وسوسہ شروع کیا اور دنیا کی آرزوئیں ان کی نظر میں آراستہ کرتا تھا زندگی کو موت پر ترجیح دیتا تھا وہ بھی اس کی طرف التفات کیے بغیر میدان جنگ میں آئے اور شہید ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور صحابہ کو بھی ان کی بخشش طلب کرنے کے لیے فرمایا اس کے بعد جعفر بہشت میں داخل ہو گیا اور حق تعالیٰ نے ان کے دونوں ہاتھوں کے عوض یاقوت سرخ کے دو بال عنایت فرمائے جن سے جنت کی فضا میں اڑنے لگے۔ نقل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے

تھے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ ابن الولید نے خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار پکڑی علم اٹھائے ہوئے ہے اس کے ہاتھ پر فتح ہوئی اس تلوار سے مراد خالد بن ولید تھے خالد بن ولید نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا جعفر کو میں نے جنت میں فرشتے کی مانند دیکھا کہ پرواز کرتا تھا اور اسے بڑے اونچے درجے میں دیکھا اور زید کو اس سے کم درجہ میں پایا میں نے آپ سے کہا میرا یہ گمان نہیں تھا کہ زید جعفر سے کم درجہ میں ہوگا جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا حق تعالیٰ نے جعفر کو آپ کے ساتھ قرابت کے شرف کی وجہ سے فضیلت دی ہے۔

حضرت جعفر کی شہادت کی خبر مدینہ پاک میں:-

اسماء بنت عمیس جعفر بن ابی طالب کی زوجہ سے مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں آئے اور پوچھا کہ جعفر کے بچے کہاں ہیں میں انہیں آپ کے پاس لے گئی آپ نے انہیں بوسہ دیا، سونگھا اور گود میں اٹھا لیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا آپ نے جعفر کے متعلق کوئی بات سنی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں، اسے شہید کر دیا گیا ہے۔ میں نے بیخودی سے فریاد شروع کر دی۔ میرے پاس عورتیں جمع ہو گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسماء فریاد نہ کرو، زیادہ باتیں نہ کرو اور سینہ پر ہاتھ نہ مارو یہ کہہ کر اٹھے اور حضرت فاطمہ کے گھر آئے آپ نے دیکھا کہ وہ بھی روتی ہیں اور واعماہ کہتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- مثل جعفر فلیبک الباکیہ۔

اے گرای چشم بلا ہیں جوئی خواہد گشت ۔۔۔ زانکہ بر جعفر اگر خونابہ میریزی رواست

ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک روز اسماء بنت عمیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسماء یہ جعفر بن ابی طالب ہے جو جبرائیل اور میکائیل کے ساتھ آیا ہے، سلام کرتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ میں دشمنوں سے لڑا اور بہتر زخم کھائے میں نے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا وہ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا وہ قطع ہو گیا، خدا تعالیٰ نے ان دو ہاتھوں کے عوض مجھے دو پر عنایت فرمائے جن سے اپنی مرضی سے اڑتا ہوں اور جنت کے پھلوں سے جو چاہتا ہوں کھاتا ہوں۔ اسماء نے کہا جو کچھ خدا تعالیٰ نے جعفر کو عنایت فرمایا ہے اسے مبارک اور گوارا ہو لیکن اگر یہ خبر میں لوگوں سے کہوں گی تو تسلیم نہیں کریں گے اور مجھے جھٹلائیں گے، یا رسول اللہ اگر آپ انہیں

فرمائیں گے تو تصدیق اور اعتراف کریں گے۔ جب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے متعلق بیان فرمایا کہتے ہیں کہ تین یا چار روز کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب موتہ کے حالات بیان کیے تھے ان کی جنگ کی خبر مدینہ میں پہنچی کہتے ہیں کہ غازیان موتہ میں سے یعلی بن منبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہمایوں میں پہنچے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے یعلی میں تجھے خبر دوں یا تو خبر دے گا یعلی نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ وسلم آپ خبر دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح واقعات رونما ہوئے تھے بیان فرمائے یعلی نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مخلوق کی طرف بھیجا قوم کی کوئی بات ترک نہیں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا تھا اور اس زمین کو میرے سامنے کر دیا یہاں تک کہ میں نے صحابہ کی جنگ کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔

فتح مکہ

مورخین اور ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ اس سفر کا سبب اور اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ صلح حدیبیہ میں چند شرائط طے ہوئی تھیں ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ ایک دوسرے کے حلیفوں سے تعرض نہیں کریں گے۔ بنی بکر قریش کے حلیف تھے اور بنی خزاعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں داخل تھے پرانے زمانے میں ان دونوں قبیلوں میں جھگڑے رہتے تھے اور ان دو قبیلوں میں بڑی بڑی لڑائیاں ہو چکی تھیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عرب میں متحقق ہو گئی قبائل کو اس میں اس قدر دلچسپی پیدا ہو گئی کہ وہ اپنے جھگڑوں کو بھول گئے جب صلح حدیبیہ ہو گئی اور مشرکین کو مسلمانوں کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا پرانے قواعد مستحکم کرنے میں مصروف ہو کر بُرے معاہدوں میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ بنی ذیل کے ایک مرد نے جو بنی بکر کا ایک طائفہ ہے سیدالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجو میں زبان کھولی وہ بکواس بنی خزاعہ کے ایک غلام نے سنی اس نے اس شخص کو اس سے منع کیا اس بیہودہ گو گمراہ کو اس کے منع کرنے سے کوئی انتباہ حاصل نہ کیا، اس خزاعی غلام نے انتہائی غیظ و غضب میں اٹھ کر اس بیہودہ گو کے سر اور منہ کو پھوڑ دیا اس نے بنی بکر کے پاس فریاد

کی اور بنو نفاثہ جو کہ بنی بکر کا ایک بطن ہے بنی خزاعہ کے ساتھ جنگ و قتال کے عزم سے متفق ہو کر بنی مذحج سے اس سلسلہ میں امداد طلب کی انہوں نے انکار کر دیا اور ان کی درخواست کو قبول نہ کیا پھر بنی بکر نے قریش کی طرف رجوع کیا اس قوم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیمان کو توڑ کر اسلحہ اور آلات حرب سے بنی بکر کی امداد کی بلکہ قریش کی ایک جماعت مثل سہیل بن عمرو، حویطب بن عبد العزیٰ، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور مکرز بن حفص اپنی ہیئت تبدیل کر کے اور چہروں پر نقاب ڈال کر اپنے شبدروں کے ساتھ بنی بکر کی موافقت میں بنی خزاعہ پر شبخون مارا دونوں فریقوں میں مکمل جنگ ہوئی اور لڑائی نے طول کھینچا چنانچہ جنگ کرتے ہوئے حرم کے دائیں طرف آ گئے بنی خزاعہ کے بیس آدمی قتل ہو گئے۔ بنی خزاعہ نے بے چینی سے نوفل بن معاویہ کو جو کہ بنی بکر کا سردار تھا کہا اے نوفل خدا سے ڈرو اور حرم کی حرمت کا خیال کرو، نوفل نے کہا یہ بڑی بات اور عظیم واجب التعظیم بات ہے لیکن اب ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے حالانکہ تم حاجیوں کا سامان چوری کر لیتے ہو اور یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہیں مل رہا ہے جب خزاعہ ان کے مقابلے سے عاجز آ گئے تو وہ رافع بن بدیل بن ورقا خزاعی کی سرا میں داخل ہو گئے بنی بکر اور سرداران قریش اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور قریش کا خیال تھا کہ کسی شخص نے اس جگہ انہیں نہیں پہچانا جب قریش سے یہ بری حرکت سرزد ہوئی تو اس سے پشیمان ہوئے کیونکہ عہد کا توڑنا حرم کے قواعد کو توڑنے کا مستلزم تھا چنانچہ حارث بن ہشام اور عبد اللہ بن ربیعہ ابوسفیان کے پاس آئے اور اسے کہا کہ یہ حادثہ واقع ہوا ہے جسے چھپایا نہیں جا سکتا اور ایسا فساد رونما ہوا ہے جس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اگر ہم نے اس کے تدارک کے لیے سعی نہ کی تو یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مخاصمت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور بنی خزاعہ کے مقتولین کے انتقام میں ہمارا خون بہائیں گے۔ ابوسفیان نے کہا میری بیوی ہندہ نے خواب دیکھا ہے جس سے میں بہت خوفزدہ ہوں، انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا اس نے خواب دیکھا ہے کہ حجون کی طرف سے خون مکہ میں آیا ہے یہاں تک کہ وہ موضع خندمہ تک پہنچا وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر غائب ہو گیا اس واقعہ سے سامعین بہت پریشان ہوئے۔ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ تمہاری یہ جنگ میری اجازت اور مرضی سے نہیں تھی لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی یہی خیال کریں گے کہ اس بڑے کام کو میں کرنے والا ہوں اس لیے میرے لیے ضروری ہے کہ مدینہ میں جا کر پرانی صلح کی تجدید کی

کوشش کروں اور اس سے پہلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچے مجھے کسی طرح مدت صلح کو زیادہ بنا چاہیئے۔ کہتے ہیں کہ اس رات کی صبح کو جس رات بنی بکر سے بنی خزاعہ کو تکلیف پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لقد حدث فی خزاعۃ امر۔ یقیناً خزاعہ میں ایک واقعہ ہو گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا خیال ہے کہ قریش نقض عہد پر دلیری کریں گے حالانکہ ان کی تلوار فنا کر دی گئی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے عہد کو توڑ دیا ہے اس امر کی وجہ سے جسے خدا تعالیٰ نے ان سے چاہا میں نے پوچھا وہ امر خیر ہے یا شر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خیر ہوگا۔ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طہارت خانہ سے باہر تشریف لائے میں نے سنا فرماتے تھے نصرت! نصرت یعنی تو مدد دیا گیا اور ایک یہ ہے کہ تین مرتبہ فرمایا لبیک میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا بنی خزاعہ سے بنی کعب کو جو مجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے نے بنی بکر کی امداد کی یہاں تک کہ ہم پر شبخون مارا۔ تین روز کے بعد عمرو بن سالم خزاعی بنی خزاعہ کے چالیس اشخاص کے ساتھ مدینہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عمرو داخل ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور خزاعہ کا حال اور ان پر بنی بکر کے ظلم کو قصیدہ میں بیان کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسبک یا عمرو۔ اٹھے اور چادر مبارک کو زمین پر کھینچے جاتے تھے اور فرماتے تھے، اگر میں بنی کعب کی اسی طرح مدد نہ کروں جس طرح کہ اپنی مدد کرتا ہوں تو میں مدد نہ دیا جاؤں، پھر عمرو اور اس کے ساتھیوں کو تسلی دے کر ان کے گھروں کو لوٹا دیا اور اپنے صحابہ سے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ ابو سفیان آ کر تجدید معاہدہ کی خواہش کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ صلح کی مدت کو بڑھائے حالانکہ وہ خائب و خاسر مکہ کو لوٹ جائے گا۔ کہتے ہیں کہ ابو سفیان انتظام کر کے مکہ سے مدینہ میں آیا، اپنی بیٹی ام حبیبہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں کے پاس آیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹنا چاہا، ام حبیبہ نے اس بستر کو لپیٹ دیا، ابو سفیان نے کہا اس بستر کو مجھ سے بچاتی ہے، ام حبیبہ نے جواب دیا کہ آپ مشرک اور نجس ہیں میں نے آپ کا وہاں بیٹھنا پسند نہیں کیا، اس نے کہا، بیٹی! میرے بعد تجھے شر پہنچا اور تیری عادت بدل گئی ام حبیبہ نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی، ابا جان! آپ قوم کے بزرگ اور

سردار ہیں، عزت و دانش مندی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اسلام میں داخل نہیں ہوتے، پتھر کو پوجتے ہیں جو نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا تعجب ہے، میری اس بے حرمتی کے باوجود کہ مجھے جہالت کی طرف منسوب کرتی ہے آباؤ اجداد کی متابعت کو ترک کرتی ہے اور دینِ محمدؐ کی متابعت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ غصہ میں لڑکی کے پاس سے باہر نکل آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، ہر چند اس نے تجدیدِ عہد کے متعلق بات کی اسے کوئی جواب نہ ملا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نا امید ہو کر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ان سے تجدیدِ عہد کی طلب کی اور امان طلب کی حضرت ابوبکر صدیق نے جواب دیا مجھے کوئی اختیار نہیں ہے میری امان خدا اور اس کے رسول کی امان ہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور وہی درخواست کی اور وہی جواب سنا اور ایک روایت ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ درشتی کی اور کہا کہ اے ابوسفیان! مجھ سے یہ توقع رکھتا ہے، خدا کی قسم اگر میرے پاس چیونٹے کے سوا کچھ بھی نہ ہو تو اسی کے ساتھ میں تمہارے ساتھ جہاد کروں گا، وہاں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا اور کہا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی پناہ میں لے لیں، حضرت فاطمہ نے جواب دیا میں ایک عورت ہوں اور میرے امان دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابوسفیان نے کہا آپ کی بہن زینب نے ابوالعاص کو پناہ دی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پناہ کو جائز اور معتبر سمجھا حضرت فاطمہ نے فرمایا مجھے اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک سے متعلق ہے، ابوسفیان نے کہا اپنے ان دو فرزندوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک سے کہو کہ وہ لوگوں میں آئے اور ہمیں امان دے جب وہ ایسا کرے گا قبائل عرب اور قریش پر احسان ہوگا اور ہمیشہ اس کی تعریف کریں گے اور عرب کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی بزرگ یا بزرگ زادہ کسی قوم کی حمایت کرتا اور اپنی پناہ میں لے آتا تو کوئی شخص اس قوم سے متعرض نہیں ہو سکتا تھا اگرچہ تمام روئے زمین اس کی دشمن ہو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے فرزند چھوٹے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے پس ابوسفیان ان سے نا امید ہو کر حضرت علی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے ابوالحسن ہمیں اپنی پناہ میں لے آئیں اور سفارش کریں تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صلح کی مدت کو بڑھا دیں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے فرمایا اے ابوسفیان! کوشش مت کرو کیونکہ کام ہاتھ سے نکل چکا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ارادہ کر لیا ہے اور شفاعت کی مجال نہیں۔ ابوسفیان نے کہا مجھ پر کام تنگ ہو گیا اور اپنی مہم کا کوئی علاج دکھائی نہیں دیتا اے علی مجھے راہ صواب دکھاؤ، حضرت علی نے کہا اے ابوسفیان! آپ قوم کے سردار ہیں اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ مجلس میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہیں کہ میں نے دونوں طرف کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ اس نے کہا اگر میں ایسا کروں تو میرے کام کو کافی ہوگا حضرت امیر نے فرمایا کہ میرا گمان نہیں ہے کہ کفایت کرے لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ ابوسفیان اٹھا اور ندا کی کہ جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے دونوں طرف کے لوگوں کو اپنی پناہ میں لے لیا اور میرا خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری پناہ کو رد نہیں کریں گے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گیا اور کہا اے محمد میں گمان نہیں کرتا کہ میری پناہ کو آپ رد کر دیں گے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوسفیان ایسا تو کہتا ہے، پھر ابوسفیان مکہ میں لوٹا اور جب اس کے غائب رہنے کا زمانہ طویل ہو گیا قریش کو گمان ہوا کہ اس نے دینِ حنیف کی متابعت کر لی ہے اور بت پرستی کا راستہ ترک کر دیا ہے جب ابوسفیان مکہ میں پہنچا رات کو اپنے گھر آیا اس کی بیوی ہندہ نے کہا تم نے بہت دیر کی، تیری تمام قوم نے زمانہ کی طوالت کو تیرے دین اسلام قبول کر لینے پر محمول کیا اس کے باوجود اگر جانے سے کوئی فائدہ حاصل ہوا تو فبہا ورنہ شرمندگی اور خجالت کے سوا قوم کو کچھ حاصل نہیں ہوگا، ابوسفیان نے صورت حال ہندہ سے بیان کی۔ ہندہ نے اپنا پاؤں اس کے سینے پر دے مارا اور کہا تو میرا بھیجا ہوا ہے اور علی نے تجھے مات دے دی درحقیقت لوگوں نے اس کی اس بات سے تعجب کیا اسے اس کی بیوقوفی پر حمل کیا، جب صبح ہوئی اور سورج کا براق آسمان کے میدان میں جولانی کرنے لگا ابوسفیان نے اساف اور نائلہ جو کہ دو بت تھے کے پاس جا کر ذبح کیا اور قربانی کے خون کو ان بتوں کے سر پر مل کر کہا جب تک میں زندہ ہوں تمہاری عبادت سے روگردانی نہیں کروں گا۔ ابوسفیان کی اس حرکت سے قریش نے جان لیا کہ وہ اپنے کفر و ضلالت پر ثابت قدم ہے۔ پھر مشرکین نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کام کیا ابوسفیان نے گذشتہ واقعہ سنایا تو قوم نے کہا تو نے کوئی کام نہیں کیا نہ تو جنگ کی خبر لایا تاکہ تیاری کرتے اور نہ ہی صلح کی تاکہ امن و امان اور اطمینان سے رہتے اور علی نے جو

جو تمہارے ستھا گیا کہ لوگوں کو دونوں طرف سے امان وہ ٹھٹھا و مزاح تھا جو تیرے ساتھ کیا۔

فتح مکہ کی تیاریاں:۔ جب ابوسفیان مدینے سے مکہ کی طرف متوجہ ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظامات میں مشغول ہو کر حرم کی طرف پختہ ارادہ کر لیا اور اس صورت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا اور وصیت فرمائی کہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرنا اور قریش کے متعلق یہ دعا فرمائی:۔ اللّٰھم خذ علیٰ ابصارھم لا یرونی الا بغتة۔ عرب کے قبائل اور آبادیاں جو حرم کے قریب تھیں اور یثرب میں جو قیام پذیر تھے قاصد بھیج دیئے کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ ماہ رمضان کے آغاز میں مکمل اور مسلح مدینہ میں آئے اسی طرح حکم دیا کہ مدینہ کے اصحاب اسباب سفر اور سامان جنگ کی تیاری میں مصروف ہوں اور مکہ کے راستہ کی حفاظت کا حکم فرمایا کہ مسلمانوں کی توجہ کی خبر مشرکین کو نہ ہو۔

قریش کے نام ایک خفیہ خط:۔ اسی اثناء میں حاطب بن بلتعہ نے ایک مکتوب قریش کی طرف لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہیں غالب گمان یہ ہے کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا قصد نہیں رکھتے میں چاہتا ہوں کہ تم پر حق ثابت ہو جائے۔ اسی لیے میں نے یہ خط لکھا ہے والسلام۔ اور وہ خط مزنیہ کی ایک عورت کو اسے سائرہ، عمرو کی لونڈی کہتے تھے اور ایک روایت کے مطابق سارہ کہتے تھے کو دیا کہ وہ اسے قریش کے پاس پہنچا دے، اس عورت نے وہ خط اپنے بالوں میں چھپایا اور مکہ کی طرف متوجہ ہوئی ان حالات میں جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، زبیر بن عوام اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم کو طلب کیا اور فرمایا کہ روضۂ خاخ تک جاؤ وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے کر آؤ، حضرت علی ساتھیوں کے ساتھ روضۂ خاخ میں اس عورت کے پاس پہنچے اس سے مکتوب طلب کیا، عورت نے انکار کیا انہوں نے ہر چند تلاش کیا خط برآمد نہ ہوا چنانچہ انہوں نے مراجعت کا ارادہ کر لیا حضرت علی نے فرمایا خدا کی قسم! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹ نہیں کہا پھر حضرت علی نے میان سے تلوار کھینچ لی اور عورت کے پاس پہنچ گئے اور اسے قتل کی دھمکی دی اس عورت نے جان کے خوف سے بالوں میں سے خط نکال کر حضرت علی کو دے دیا

حضرت علی نے مکتوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ اس کا سبب کیا تھا حاطب نے جواب دیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے دین میں میں نے اپنا اعتقاد تبدیل نہیں کیا مرتد اور منافق نہیں ہوا میں ایک ایسا مرد ہوں جو حلفائے قریش سے ہوں ان کی جماعت سے نہیں ہوں اور میرا کوئی نہیں ہے جو حرم میں میرے اہل و عیال کی دیکھ بھال کر سکے اور میرے اموال کی نگرانی کرے بخلاف باقی مہاجرین کے جو آپ کے صحابہ میں شامل ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا اپنا رشتہ دار وہاں موجود ہے جو اس کے مال کو اسباب اور متعلقین کی حفاظت کرتا ہے اس خط سے میری مراد یہ تھی کہ قریش پر میرا حق ثابت ہو جائے تاکہ میرے مال و اسباب اور متعلقین اور اہل و عیال کی حفاظت سے غافل نہ ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ حاطب نے تمہیں سچ کہا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب کو خطاب کرتے ہوئے کہا، قاتلک اللہ، یہ بات جانتے ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے تاکہ آپ کے عزم کی خبر مکہ میں مشہور نہ ہو تو نے مکہ میں مکتوب بھیجا ہے تاکہ قریش آگاہ ہو جائیں اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا،

اے عمر! وہ اہل بدر سے ہے وان اللہ تعالیٰ قد اطلع علی بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم، اور آیت کریمہ یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء، اسی باب میں نازل ہوئی اور ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے مسجد سے نکال دو اور وہ اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اس معاملہ میں مہربانی فرمائیں گے پیچھے دیکھتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر نظر ڈالتا تھا اسی اثنا میں آپ نے فرمایا اسے واپس لے آؤ جب اسے واپس لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارا جرم معاف کر دیا ہے اور تو خدا تعالیٰ سے معافی طلب کر اور تجھے چاہیے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے نقل ہے کہ حاطب مہاجرین میں سے بڑے صحابی اور دانشمند اور ذہین تھے غفلت سے یہ لغزش ان سے سرزد ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے مقوقس کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اسکندریہ کے

بادشاہ نے جیسا کہ اس کا کچھ حال بیان ہوا، ایک رات مقوقس نے اپنی مجلس میں جبکہ اس کے سردار اور اشراف جمع تھے حاطب کو بلایا اور پوچھا کہ تمہارا صاحب پیغمبر ہے؟ اس نے کہا ہاں، اسکندریہ کے بادشاہ نے کہا جب قریش نے انہیں نکالنے کا ارادہ کیا تو اس نے بددعا کیوں نہ کی تاکہ خدا تعالیٰ انہیں ہلاک کر دیتا۔ حاطب نے کہا کیا عیسیٰ بن مریم پیغمبر نہیں تھے؟ اس نے کہا ہاں برحق رسول تھے، حاطب نے کہا انہوں نے اپنی قوم پر جب وہ انہیں پکڑ کر پھانسی دینا چاہتے تھے بددعا کیوں نہ کی، مقوقس نے کہا تو سچ کہتا ہے، کیونکہ تو حکیم ہے اور حکیم کے پاس سے آیا ہے۔

اسلامی لشکر کی مکہ کو روانگی :- اخبار کے ناقلین نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کی طرف عزم ہو گیا۔ ایما بن رخصتہ انصاری اور کلثوم بن الحصین کو غفار اور ضمیرہ کی طرف بھیجا اور معقل بن سنان اور نعیم بن مسعود کو اشجع کو بلانے کے لیے مقرر فرمایا اور بلال بن حارث اور عبداللہ بن عمرو مزنی کو قبیلہ مزنیہ کی درخواست پر متعین فرمایا اور حجاج بن علاط سلمی کو بنی سلیم کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ قبیلہ بنی کعب میں جائے اور ام کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ مقرر فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے جانے کے لیے مخصوص فرمایا، ایک قول کے مطابق دس رمضان المبارک کو مدینہ سے نکلے اور چاہ ابو عتبہ کے پاس نزول فرمایا۔ اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نصرت پناہ سپاہ کو پیش کیا سات سو مرد مہاجرین میں سے تھے، تین سو گھوڑے ان میں تھے تین جھنڈے مقرر فرمائے ایک علم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ایک علم زبیر بن العوام اور ایک علم سعد بن ابی وقاص کو دیا اور قبیلہ مزنیہ میں سے ہزار مرد جرار ملازم رکاب فلک فرسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور پانچ سو گھوڑے تھے اور قبیلہ اشجع میں سے ہزار افراد، سو زرہیں اور سو گھوڑے تھے۔ بنی اسلم سے چار سو مردوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت کی سعادت حاصل ہوئی، بنی کعب سے پانچ سو جنگجو شمار کیے گئے، اور ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منزل قدید میں جھنڈوں کی ترتیب کی طرف توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار اور دوسرے قبائل کے درمیان تقسیم کی اور اسی منزل میں بنی سلیم سے تقریباً ہزار نیزہ گذار جن کی اکثریت گھوڑوں پر سوار تھی اسلامی فوج کے ساتھ آکر ملے اور متفرق قبائل کی بہت بڑی جماعت جن میں سے بعض کے نام سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں اور بعض کے نام درج

نیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی سعادت حاصل کی اور عباس بن عبد المطلب نے مکہ سے اہل و عیال اور سامان کے ساتھ ہجرت کی نیت سے نکل کر جحفہ یا ذو الحلیفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ اپنے سامان کو مدینہ میں بھیج دیں اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کو غنیمت سمجھیں حضرت عباس سے خطاب فرمایا کہ آپ کی ہجرت آخری ہجرت ہے جیسا کہ میری نبوت آخری نبوت ہے سفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن امیہ بن المغیرہ المخزومی کہ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا کا لڑکا اور دوسرا چچا زاد بھائی کا بیٹا تھا۔ راستہ میں مل گئے ہیں کہ سفیان نے ایذا و اہانت کے کسی بھی ناپسندیدہ فعل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے میں کوئی دقیقہ و گذاشت نہیں کیا تھا آخر کار بدحال ہو کر روم کی طرف چلا گیا۔ وہاں قیصر نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں سفیان بن الحارث بن عبد المطلب ہوں۔ قیصر نے کہا کہ اگر تم اپنی گفتار میں سچے ہو تو تم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کے چچا زاد بھائی ہو۔ سفیان نے سوچا کہ میں باوجودیکہ اسلام سے بھاگ کر روم آیا ہوں اور مجھے کوئی شخص نہیں جانتا مگر میری نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف کرتا ہے۔ اس بات سے اسلام کی دوستی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سفیان کے دل میں جاگزیں ہو گئی، وہاں سے واپس آ گیا اور اہل و عیال کے ساتھ ابوا کے مقام پر لشکر اسلام کے ساتھ آ کر مل گیا چند مرتبہ وہ اور عبد اللہ بن امیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے، شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا کیونکہ آپ ان دو عزیزوں سے بہت آزردہ تھے اور ان کی طرف سے زیادہ سے زیادہ ایذا اور کدورت پہنچی تھی، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فطرتی اور طبعی طور پر کریم اور سخی تھے آخر ام سلمہ کی سفارش پر ان کے ایمان لانے کے بعد اپنے سایۂ رحمت و عافیت میں جگہ دی۔ نقل ہے کہ جب مر الظہران جو مکہ سے چار فرلانگ کے فاصلہ پر ہے نزول فرمایا، حکم دیا کہ آدمیوں کی تعداد کے مطابق لشکر گاہ میں آگ روشن کریں، بعض اصحاب کی روایت کے مطابق تیرہ ہزار اور ایک روایت میں بارہ ہزار مرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں جمع تھے، قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی کوئی خبر نہیں تھی لیکن اس غلط کام کی وجہ سے خوفزدہ اور انتقام سے لرزاں و ترساں تھے اسی اثناء میں ابوسفیان بن حرب، بدیل بن ورقا اور حکیم بن حزام مل کر خبر حاصل کرنے کے لیے

مکہ سے باہر نکلے جب وہ مرالظہران کے ٹیلے پر آئے انہوں نے دیکھا کہ تمام وادی کو آگ نے گھیر رکھا ہے انہوں نے پوچھا کہ یہ کس کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا قسم بخدا! یہ عرفہ کی آگ معلوم ہوتی ہے بدیل نے کہا خزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ خزاعہ اس سے بہت کم اور حقیر ہیں کہ یہ آگ ان کی ہو، حاصل کلام یہ کہ انتہائی بدحواسی کے عالم میں بھاگ دوڑ میں مصروف ہوئے اور اس خوفناک واقعہ کی خبر پوچھنے لگے، کہتے ہیں کہ جب عباس نے مرالظہران میں بکثرت آگ جلتے ہوئے دیکھی اپنے دل میں کہا ہلاکت ہے قریش کی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن دیئے بغیر مکہ میں قہر و غلبہ کے ساتھ داخل ہوئے، اگر یہ صورت وقوع پذیر ہوئی تو یقیناً قریش برباد ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان مٹ جائے گا اس فکر و اندیشہ نے اس کے دل پر غلبہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اونٹ پر سوار ہوا اور مقام اراک تک گیا ممکن ہے کوئی لکڑہارا یا دودھ فروش مکہ جانے والا مل جائے جو اہل مکہ کو بتائے کہ صورت حال کیا ہے، تاکہ وہاں کے باشندے مخالفت کی تلاطم افواج سے مصالحت کے کنارے پر آئیں اور زبان کی کنجی سے امان کا دروازہ کھولیں اور مسلمانوں کی تلوار سے امن کے قلعہ میں محفوظ رہیں، اتفاقاً عباس کا گذر ٹیلے پر ہوا اس نے دیکھا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی گفتگو کر رہے ہیں اور آتش جلانے والوں کی جستجو کر رہے ہیں جب عباس نے ابوسفیان کی آواز کو سنا تو پہچان لیا وہ پکار اٹھا یا ابا حنظلہ! ابوسفیان نے بھی عباس کو پہچان کر کہا یا ابا الفضل! میرے ماں باپ تجھ پر قربان! یہ کیا واقعہ ہے، عباس نے جواب دیا تجھ پر افسوس ہے یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار پورے طور پر مسلح فوج کے ساتھ ہیں، افسوس ہے قریش پر۔ بیت

ز دوست ہر کہ نصیحت نگیرد اندر گوش — بکام دشمن اگر بینمش ز چشم مخروش
نہ گفتمت کہ چو پروانہ دور باش از شمع — ولی چو آمدی اکنوں بروغن او جوش

ابوسفیان نے کہا بیت:

ہر کس کہ بجاں ز آتش عشق الٰہی نیست — جز داغ شقاوت بجبینش رقمی نیست
آتش بجہاں میزنم از آہ جگر سوز — بر سینہ بجز درد و غم ہیچ نگینے نیست

اے عباس اب اس کا کیا علاج ہے؟ عباس نے کہا، خدا کی قسم! اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر فتح یاب ہوئے باوجود اپنے صبر و حلم کے تیری گردن مار دیں گے، تدبیر یہی ہے کہ تو

اس اونٹ پر میرے پیچھے سوار ہو جا تاکہ میں تجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لے جاؤں اور تمہارے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کر دوں۔ ابو سفیان عباس کی بات سن کر اونٹ پر اس کے پیچھے بیٹھ گیا، جب لشکر گاہ میں داخل ہوئے جس آگ کے پاس سے گذرتے لوگ کھڑے ہو جاتے اور کہتے یہ کون شخص ہے جو لشکر گاہ سے بے وقت گزرتا ہے، احتیاط کرنے کے بعد کہتے یہ عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے جو آپ کے اونٹ پر سوار چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے انہوں نے اپنے خیمہ میں آتش عظیم جلا رکھی ہے۔ اچانک امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عباس کو دیکھا اور کچھ نہ کہا اس کے بعد ان کی نظر ابو سفیان پر پڑی اس کو پہچان لیا۔ اپنی جگہ سے اچھلے اور کہا اے دشمن خدا! الحمد للہ بغیر کسی عہد و پیمان کے تو میرے ہاتھ آگیا ہے یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچ لی اور تیزی سے پیچھے روانہ ہوئے کہتے ہیں کہ اس جلد بازی سے ان کی غرض یہ تھی کہ عباس اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر ابو سفیان کے قتل کی اجازت حاصل کر لیں، عباس، عمر کے مقصد کو سمجھ کر پوری تیزی سے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے دروازہ پر پہنچایا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فی الفور پہنچے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ابو سفیان ہے جو بغیر ایمان اور امان کے ہاتھ آیا ہے اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر اڑا دوں، عباس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ابو سفیان کو امان دی ہے اور اسے اپنی پناہ میں لے لیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں بات کریں، عباس نے آگے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اپنی بغل میں لے لیا اور کہا آج رات کوئی شخص بھی ہم میں سے ان سے سرگوشی نہیں کرے گا، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو سفیان کے قتل پر اصرار کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں فرماتے تھے، عباس نے کہا اے عمر! آپ کی ابو سفیان کے قتل کرنے میں یہ سب بیقراری و اضطراب اس وجہ سے ہے کہ یہ بنی مناف سے ہے اور اگر بنی عدی سے ہوتا تو اس قدر مبالغہ نہ کرتے، امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عباس! ہوش کرو اور ایسا مت کہو، کیونکہ جس روز آپ اسلام لائے ہیں اور مسلمان ہوئے ہیں تو مجھے آپ کا اسلام زیادہ پسند آیا اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے کی صورت سے بھی زیادہ۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ان کے درمیان ہوا تسکین دیتے ہوئے فرمایا

اے عباس! آج رات ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں رکھو جب صبح ہو جائے اسے میرے پاس لاؤ دوسرے روز جب سورج طلوع ہوا تو عباس نے ابوسفیان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں پہنچایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے کہا اے ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے، وقت آگیا ہے کہ تو جان لے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ابوسفیان نے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس قدر حلیم اور کریم ہیں اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں کہ اس قدر ظلم وستم کے باوجود آپ کی طرف سے وفاداری مشاہدہ کرتا ہوں مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اگر ہوتا تو وہ ہمیں نفع پہنچاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں، ابوسفیان نے کہا اب تک میرے دل میں شک کا غبار تھا عباس نے کہا ویلک یا اباسفیان، بات کو طول نہ دو اور کلمہ شہادت زبان سے ادا کرو وگرنہ تمہارا اسی وقت تمہارا خون بہا دیں گے، ابوسفیان نے کلمہ شہادت ادا کیا اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشہد ان محمد رسول اللّٰہ - اس کے بعد عباس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان ایسا مرد ہے جو فخر و شرف اور جاہ کو دوست رکھتا ہے اسے کوئی ایسا مرتبہ عطا فرمایئے جس کے ذریعہ مکہ کے لوگوں میں سرفراز ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، من دخل دار ابوسفیان فہو امن و من القی السلاح فہو امن و من اغلق بابہ فہو امن و دخل مسجد الحرام فہو امن - پس ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر لوٹے جب روانہ ہوئے عباس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابوسفیان سے مطمئن نہیں ہوں جب مکہ لوٹے گا تو پھر فساد وعناد کا راستہ اختیار کرکے کفر کی راہ پر گامزن ہوگا۔ مصلحت اس میں ہے کہ اسے یہاں روک رکھیں تاکہ تمام لشکر اسلام کو جاہ وحشم کے ساتھ دیکھے اور ان کی ہیبت اس کے دل میں بیٹھ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے لے آؤ اور کسی تنگ جگہ پر کھڑا کردو تاکہ لشکر اس کے سامنے سے گذرے عباس ابوسفیان کے پیچھے گیا اور اس کو پکارا اے ابوسفیان! اس نے کہا، کیا نبی کے دل میں کوئی بدعہدی پیدا ہوئی ہے؟ اس نے کہا نبی فریب نہیں کرتا لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایک جگہ توقف کرے تاکہ لشکر اسلام کو تو دیکھ لے اور اسلحہ اور آلات حرب جو دشمنوں کو دفع اور قلع قمع کرنے کے لیے تیار کیا ہے مشاہدہ کرے۔ پس عباس نے ابوسفیان کو ایک گزرگاہ میں

کھڑا کیا یہاں تک کہ گروہ در گروہ اسلامی لشکر اس کے پاس سے گزرتا تھا اور ایک ایک کی عباس تعریف کرتا اور اسے دکھاتا جاتا تھا مقدمۃ الجیش پر بنی سلیم کے دس ہزار افراد کے ساتھ خالد بن ولید میدان مبارزت میں بہرام کے سے تھے مقابلہ کرتا اور نیزے کی نوک سے تارک گیواں سے ٹوپی اتارتا اس فوج میں دو جھنڈے تھے ایک عباس بن مرداس کے ہاتھ میں اور دوسرا ایک اور صحابی کے ہاتھ میں تھا ابوسفیان نے عباس سے پوچھا یہ کون ہے اس نے جواب دیا یہ خالد بن ولید ہے۔ جب ابوسفیان کے پاس خالد پہنچا تو تین مرتبہ بلند آواز سے تکبیر کہی اور سواروں کے ساتھ گزرا۔ خالد بن ولید کے پیچھے زبیر بن العوام پانچ سو عرب کے بہادروں کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے سیاہ جھنڈے کے ساتھ ابوسفیان کے سامنے سے گذرا اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ عباس نے کہا تیری بہن کا بیٹا زبیر بن العوام ہے اس نے کہا ہاں۔ اس کے بعد زبیر کے پیچھے بنی غفار کے تین سو اشخاص ظاہر ہوئے اس گروہ کا علم ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا وہ بھی تکبیر کہتے ہوئے گزرے عباس نے اس جماعت کا بھی تعارف کرایا۔ اس کے بعد بنو کعب بن عمرو جن میں پانچ سو سوار مشہور تھے پہنچے اس قوم کا جھنڈا بشر بن سفیان کے پاس تھا ابوسفیان نے پوچھا یہ کون سی جماعت ہے عباس نے کہا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلفاء ہیں اس کے بعد ایک ہزار قبیلہ مزینہ کے لوگ پہنچے جن میں تین جھنڈے تھے جن میں چھ سو بہادر تھے اور چار علم تھے، پھر بنو لیث، بنی ضمیرا اور بنو سعد بکر ان کے پیچھے سے قوم اشجع سے تین سو افراد کے ساتھ گذرے، عباس نے کہا حق تعالیٰ نے اسلام کی محبت ان کے دلوں میں پیدا فرمائی پھر ابوسفیان نے کہا اے ابوالفضل! گویا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں گزرے اس نے کہا نہیں۔ ع

ہنوز گرد شہنشاہ عشق پیداست

اور اگر تو اس لشکر کو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دیکھے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کسی شخص میں اس لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ جاہ و جلال کی افواج اور دستوں کے طبقات کے گذر جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ظاہر ہوا تقریباً پانچ ہزار مشہور بہادر مہاجرین و انصار آپ کے فلک فرسا مبارک رکاب کے ساتھ تھے مسلح و متقنع اور پیراستہ داؤدی زرہیں اور ہندی تلواریں لیے تازی گھوڑوں اور عربی اونٹوں پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہاتھ حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرے ہاتھ پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما اور وہ سلطان تخت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب جلال

ارکان سے گفتگو فرماتے تھے، ابوسفیان نے جب لشکر اسلام کو اس عظمت و جلالت کے ساتھ دیکھا تو اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ انتہائی حیرت و دہشت جو اس پر طاری ہوگئی تھی عباس سے کہا میں نے اس قسم کا کبھی کوئی لشکر سنا نہ دیکھا اے عباس تیرے بھتیجے کا ملک قوی اور عظیم ہوگیا، عباس نے کہا اے ابوسفیان تجھ پر افسوس ہے یہ نبوت و رسالت ہے۔ مملکت و سلطنت نہیں ہے۔

نقل ہے کہ اس روز سعد بن عبادہ کہ انصار کا علم اس کے ہاتھ میں تھا انصار کے ہزار اشخاص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے جاتا تھا جب ابوسفیان کے پاس پہنچا آواز دی کہ اے ابوسفیان آج قتل کرنے اور خون بہانے کا دن ہے اور آج وہ دن ہے حرمت اہل حرم کا خیال نہیں کریں گے آج وہ دن ہے کہ حق تعالیٰ قریش کو ذلیل و خوار کرے گا پھر سعد نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کرکے کہا اے گروہ اوس و خزرج آج تم جنگ احد کا بدلہ لے لوگے ابوسفیان نے عباس سے کہا لہ حبذا یوم الزباد الهلاک، جب سعد ابوسفیان کو خوفزدہ کرکے چلا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص صحابہ سے پوچھا ابوسفیان نے فریاد کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اپنی قوم کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، ابوسفیان نے سعد بن عبادہ کی بات عرض کرکے کہا میں خدا تعالیٰ کو اور اپنی قرابت کو شفیع کرتا ہوں کہ ان کے خون سے درگذر فرمائیں اور اپنے اقرباء کے متعلق لطف و احسان کا طریق اختیار کریں کیونکہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیک، رحیم اور صلہ رحمی کرنے والے آپ ہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد بن عبادہ نے یہ بات سہو اور غلطی سے کہی ہے۔ آج کا دن لطف و مہربانی کا دن ہے آج وہ دن ہے جبکہ حق تعالیٰ قریش کو عزیز کرے گا۔ امیرالمومنین حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے اسی دوران میں عرض کی یارسول اللہ! ہم سعد سے مطمئن نہیں ہیں خدا نہ کرے کہ قریش کو کوئی تکلیف پہنچائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن سعد کو حکم فرمایا کہ اپنے باپ سے جھنڈا لے لے اور ایک روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کام کے لیے مقرر ہوئے جب تمام مسلمان ابوسفیان کے سامنے سے گذر گئے عباس نے ابوسفیان سے کہا آپ کو مکہ جانا چاہیے اور قریش کو ڈرائیں تاکہ وہ مسلمان ہوجائیں قتل اور اسیر ہونے سے بچ جائیں۔ ابوسفیان بڑی تیزی سے حرم کی طرف روانہ ہوا اس روز لشکر سے اس قدر گرد و غبار اٹھا کہ ہوا کے آئینہ کو ظلمت کے پردہ میں چھپا دیا آسمان کا رنگ زمین جیسا ہوگیا تھا۔ بیت

ز سُمِ ستوراں دراں پہن دشت ۔۔۔ زمیں شش شدہ آسماں گشت ہشت

کہتے ہیں کہ ابو سفیان جب مکہ میں لوٹا قوم نے دیکھا کہ بڑی تیزی سے آ رہا ہے اور اس کے چہرہ پر غبار پڑا ہوا ہے۔ ابو سفیان کے استقبال کے لیے آئے۔ کہتے ہیں کہ قریش ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے باخبر نہیں تھے انہوں نے پوچھا آپ کے پیچھے کون ہے اور یہ گرد و غبار کیسا ہے۔ ابو سفیان نے کہا تم پر افسوس ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب جاہ و جلال لشکر جو پہاڑ کی مانند ہے میں غرق ہیں کے ساتھ پہنچے ہیں۔ ان میں سے اکثریت ان بہادروں کی ہے کہ کوئی شخص ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور کہا جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے گا، جو شخص اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا جو شخص ہتھیار پھینک دے گا اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہے۔ انہوں نے کہا یہ کیسی خبر ہے جو آپ ہمارے لیے لائے ہیں۔ اس کی بیوی ہندہ اس کے استقبال کے لیے باہر آئی اس نے سنا کہ اس کا خاوند یہ باتیں کہہ رہا ہے برداشت نہ کر سکی اس نے اس کی داڑھی پکڑلی اور اسے بہت ذلیل کیا اور کہا اے آلِ غالب: اس احمق بڈھے کو قتل کر دو تاکہ پھر ایسی باتیں نہ کرے۔ ابو سفیان نے کہا جو ذلت کی بات میرے ساتھ کر سکتی ہے کر، خدا کی قسم اگر تو مسلمان نہ ہوئی تو تیری گردن اڑا دیں گے۔ اپنے گھر میں داخل ہو جا اور دروازے کو بند کر لے تاکہ تو فوجیوں کے تعرض سے تو محفوظ رہے القصہ جب ہمایوں شمائل خجستہ خصائل لشکر کے طبقات ذی طویٰ میں پہنچے تو اس جگہ توقف کیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشراف مہاجرین و انصار کے ساتھ وہاں پہنچ گئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ انور سپاہ نصرت انتباہ پر پڑی ان کی شوکت و تیاری آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ انور میں ظاہر ہوئی، ہجرت کے وقت اپنی تنہائی اور بے کسی کا خیال کیا کہ کس طرح دشمن سے بھاگے اور خوف و خشیت سے شہر سے باہر نکال دیا اتنے قلیل عرصہ میں اس قدر سپاہ جرار اور لشکر نامدار کے ساتھ غلبہ کے ساتھ انہیں واپس لائے اسی طرح سوار پیشانی مبارک کو اونٹ پر رکھ کر سجدۂ شکر ادا کیا اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اس کے بعد فرمایا کہ زبیر مہاجرین کے ساتھ اعلائے مکہ میں داخل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو حجون کے نزدیک گاڑ دے اور وہاں سے آگے بڑھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرے اور فرمایا کہ خالد بن ولید، اسلم و غفار اور بلند مرتبہ بہادروں کے ساتھ مکہ کی ڈھلوان سے داخل ہو اور دیتے جلوشے کو نشانے عمارات میں گاڑیں اور ابو عبیدہ بن الجراح کو اس جماعت کے ساتھ

جس کے پاس ہتھیار نہیں تھے بطن وادی کے راستے روانہ فرمایا اور بنفس نفیس خاص گروہ کے ساتھ دوسرے راستے سے متوجہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمان دیا کہ کوئی شخص حرم میں مقیم لوگوں سے جنگ نہ کرے اور جنگ و قتال کے لیے ہاتھ نہ لگائے لیکن اگر ضعیف الاعتقاد، کمزور عقل والے اور خود غائی کرنے والے کم شرمی کی وجہ سے مقابلہ کریں تو ان کا قلع قمع کرنے میں مصروف ہوں۔ نقل ہے کہ عکرمہ بن ابوجہل صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو، بنی بکر اور بنی الحارث کے دلیروں اور بدیل اور احابیس کی جماعت کے ساتھ خالد بن ولید کی آمد سے باخبر ہوئے تو جنگ کے لیے تیار ہوئے اور انہوں نے خالد کا راستہ روک لیا۔ موضع خندمہ میں فریقین آپس میں ملے اور جنگ شروع کر دی، جنگ عظیم ہوئی اور جنگ کرتے ہوئے حزورہ تک پہنچ گئے جو مسجد الحرام کے قریب ہے مخالفین کے اٹھائیس آدمی لقمۂ تیغ غازیان ہوئے بیس آدمی قبیلہ بنی بکر سے تھے اس بنا پر کہ بنی بکر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے کے بیس مظلوم مقتولین کے عوض تھے، خالد بن ولید کی سپاہ سے دو افراد نے شربت شہادت پیا، ایک حبیش بن الاشعر اور دوسرا کرز بن جابر تھا۔

نقل ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے نیزہ و شمشیر کی چمک دیکھی کیفیت حال دریافت فرمائی لوگوں نے کہا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خالد بن ولید کے ساتھ کوئی جماعت جنگ کر رہی ہے اور خالد مجبوراً ان سے لڑ رہا ہے جب آتش جنگ فرو ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد سے کہا میں نے تمہیں جنگ سے منع نہیں فرمایا تھا؟ پھر تم نے جنگ کیوں کی خالد نے عرض کی یا رسول اللہ انہوں نے جنگ میں پہل کی لامحالہ ان کے ضرر کو دور کرنا ضروری تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قضاء اللہ خیر۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن ولید تلوار کھینچے اہل مکہ کو قتل کر رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو خالد کی طرف بھیجا اور وصیت فرمائی ارفع عنھم السیف، قاصد نے آکر کہا ضع فیھم السیف یعنی ان میں تلوار رکھ اور جس پر قابو پائے قتل کر دے پس خالد نے اس روز ستر افراد کو قتل کیا، بعض تفاسیر میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد پر عتاب کیا کہ باوجود اس بات کے کہ میں نے تمہیں آدمی بھیجا کہ قتل سے ہاتھ روک لے تو نے حکم عدولی کیوں کی خالد نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کے قاصد

نے آکر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اضع فیھم السیف آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلایا اور فرمایا کہ میں نے تجھے خالد کے متعلق کیا کہا تھا اس نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ ارفع عنھم السیف ۔ میں آپ کا پیغام پہنچانا چاہتا تھا کہ میرے سامنے ایک شخص آیا جس کا سر آسمان کے ساتھ اور پاؤں زمین پر تھے اس نے میرے سینہ پر رکھ کر کہا خالد سے کہو اضع فیھم السیف اور اگر تو نے ایسا نہ کہا تو میں تجھے اس نیزہ سے ہلاک کر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدق اللہ وصدق رسولہ ۔ جس روز میرے چچا حمزہ کو قتل کیا گیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ اگر قریش پر میں نے قابو پالیا تو ان میں سے ستر افراد کو قتل کروں گا اس روز حق تعالیٰ نے مجھے روک دیا لیکن آج اس نے وہ بات جو پیغمبر کی زبان سے نکلی تھی چاہا کہ پوری کردے، یہ قضیہ اسی وجہ سے پیدا ہوا ۔ کہتے ہیں کہ اسی اثنا میں مشرکین کی ایک جماعت شکست کھا کر پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلی ، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا ابو سفیان اور حکیم بن حزام چلانے لگے کہ اے گروہ قریش ! کیوں خواہ مخواہ خود کو ہلاک کرتے ہو جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو جائے گا امن میں ہے اور جو شخص ہتھیار ڈال دے گا امن میں ہے ، مشرکین ہتھیار پھینک کر گھروں میں گھس گئے مسلمانوں نے ان کے اسلحہ کو قبضہ میں کر کے اپنی قوت کا سبب بنایا جب عکرمہ، صفوان اور باقی اوباشوں نے شمشیر کی ضرب اور مسلمانوں کی یکجہتی دیکھی تو خوفزدہ ہو گئے بعض گھروں کے سوراخوں میں گھس گئے اور بعض کوہ و بیابان کی طرف بھاگ کر زبان حال سے یہ شعر پڑھا ؎

صبا بلطف بگو آں غزال رعنا را ... کہ سر بکوہ بیاباں تو دادہ ما را

اس جماعت کے حالات انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل کے ساتھ بیان ہوں گے ۔ القصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خیمہ مقام حجون میں ڈالیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے اپنے سر اور جسم کو راستہ کے گرد و غبار سے دھویا اور پاک غسل کر کے زرہ پہنی ، سر مبارک پر خود رکھا ، حجون سے خندمہ تک سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے مسلح اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مسجد حرام کی طرف متوجہ ہوئے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دائیں ہاتھ پر اور اسید بن الحضیر بائیں ہاتھ پر تھے بلال بن رباح اور عثمان بن طلحہ نے آپ

کی ہمرکابی اختیار کر رکھی تھی۔ محمد بن مسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیۂ کریمہ انا فتحنا لک فتحا قریبا۔ آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے اور بغیر احرام باندھے مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور اسے اپنی موجودگی کے نور سے منور کیا حجر اسود کو اپنے عصا سے استلام کیا اور زبان سے تکبیر کہی۔ اسلامی لشکر نے آپ کی موافقت کی اور تکبیر کے غلغلہ سے ہر بوٹے اور جوان پر جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر مسلمانوں کے حالات دیکھ رہے تھے لرزہ طاری ہوگیا جب مراسم طواف ادا کر کے سواری سے اترے اور کعبہ کو سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پورے اہتمام سے پاک کر دیا کتب سیرت کے متون میں تحریر ہے کہ اس دن کعبہ کے اطراف و جوانب میں مشرکین نے تین سو ساٹھ بت نصب کر رکھے تھے اور ہبل سب سے بڑا بت تھا شیطان نے ان بتوں کے قدموں کو قلعی کے ساتھ زمین میں ہموار کیا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزے یا لکڑی کے ساتھ جو آپ کے دست مبارک میں تھی اس بت کی طرف اشارہ کیا اور فرماتے تھے وقل جاء الحق وزهق الباطل اور وہ بت لکڑی لگتے ہی سرنگوں ہو جاتے تھے باوجود یکہ ان کے پاؤں قلعی سے مضبوط کیے ہوئے تھے اور کہتے ہیں کہ تمام بت جو مشرکین کے گھروں میں تھے اس روز منہ کے بل گر پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اساف و نائلہ جو دو بت تھے انہیں توڑ دے اور ایک روایت میں ہے کہ اساف صفا کی طرف منسوب تھا اور نائلہ مروہ کی طرف منسوب تھا اور کہتے ہیں کہ ان دو بتوں کی اصل یہ ہے کہ ایک اساف بن عمرو جرہم کا ایک مرد تھا اور دوسری نائلہ نامی عورت تھی۔ سہیل بھی قبیلہ جرہم سے تھی انہوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا خدا تعالیٰ نے انہیں مسخ کر دیا جو پتھر ہو گئے۔ قریش نے انتہائی جہالت اور گمراہی سے انہیں پوجنا شروع کر دیا۔ جب وہ دو بت ٹوٹے تو ایک ایک سیاہ عورت نکلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نائلہ ہے اور قیامت تک تمہارے ملک میں اس کی پرستش نہیں ہوگی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس بت کی طرف اشارہ فرماتے پشت کے بل گر پڑتا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چند بت اسی جگہ پر رکھے ہوئے تھے جہاں ہاتھ نہیں پہنچتا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوئے اور ان بتوں کو اس جگہ پر دیکھا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پائے مبارک میرے کندھے پر رکھیے اور ان بتوں کو گرا دیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! تو نبوت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا تو اپنے پاؤں میرے کندھے پر رکھ اور یہ کام علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اس امر میں مشغول ہوئے ورگرنہ نبی، ولی اور فرشتوں سے کس کو یہ مجال تھی کہ یہ گستاخی کر سکتا نقل ہے کہ جس وقت شاہ مرداں نے اپنے پاؤں اس شاہباز قدرت، شاہسوار قاب قوسین اور پیشوائے کل مخلوقات عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر رکھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ اے علی! خود کو کیسی جگہ میں محسوس کرتے ہو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ پردے اٹھ گئے ہیں اور میرا سر عرش کے ساتھ پہنچ گیا ہے اور جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں اگرچہ تمام آسمان ہو میرے قبضہ اقتدار میں آسان ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! کیا عمدہ ہے تیرا وقت کہ حق کا کام کرتا ہے اور کیا عمدہ ہے میرا حال کہ حق کا بوجھ اٹھاتا ہوں۔ بیت

کار خود است جاناں بار غمت کشیدن خوش وقت آنکہ دارد انگونہ کار و بارے

اور ایک روایت ہے کہ فرمایا اے علی! تم اپنے مقصد تک پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی جب بتوں کو زمین پر گراتے تھے خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے سے نیچے گرا دیا اور مسکرائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرانے کا سبب دریافت فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اس لیے مسکرایا ہوں کہ میں نے اتنی جگہ بلند سے گرایا ہے اور مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! تجھے کیسے تکلیف پہنچ سکتی تھی کہ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا اور جبرائیل علیہ السلام نے اتارا۔ لطیفہ کانہ تعالیٰ یقول، اے میرے بندے آج میں تجھے اٹھانے والا ہوں۔ وحملنا ھم جس جگہ اٹھانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اتارنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تو علی رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی جس جگہ اٹھانے والا اور اتارنے والا میں ہوں گا، امیدوار رہو کہ کوئی مشقت تجھے نہیں پہنچے گی۔ اولئک لھم الامن وھم مھتدون اور اس باب میں اہل اشارت نے کئی باب بیان کیے ہیں اول حضرت علی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر آنے میں تین حکمتیں ہیں۔

پہلی حکمت یہ ہے کہ نبوت کی قوت ولی کی ولایت سے زیادہ ہوتی ہے ولی نبی کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا لیکن نبی ولی کے بوجھ کو اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کا تھوڑا سا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرما دیا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم علم کے شہر تھے اور انا مدینۃ العلم اور علی اس شہر کے دعلی بابہا۔ قاعدہ یہ ہے کہ دروازے کو شہر پر لگاتے ہیں شہر کو دروازہ پر نہیں بناتے۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم۔ اس فرمان کے تقاضے کے مطابق بت دوزخ کا ایندھن اور جہنم کی آتش کو بھڑکانے والے ہیں۔ ہمارے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کی خاصیت تھی کہ آپ کا دست مبارک جس کو چھو جاتا آگ اس پر اثر نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ بہت روایت میں آیا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیر النسا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ تنور میں روٹیاں پکا رہی تھیں آپ کا تن نازنین آگ کی حرارت سے بخار والوں کی طرح گرم تھا خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مدد و اعانت کے طور پر چند روٹیاں تنور میں لگائیں فی الجملہ وہ روٹیاں جو فاطمۃ الزہرا نے تنور میں لگائی تھیں پکی ہوئی نکلیں اور وہ روٹیاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی تھیں کچی نکلیں فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حیرت سے انگلی منہ میں دابی اور تعجب کیا، اس میں کیا حکمت ہے کہ عورتیں جو ناقصات العقل والدین ہیں ان کی روٹی پکی ہوئی نکلے اور آپ کی روٹی کچی، وایکم مثلی ابیت عند ربی، کی کچی روٹی بڑا مشکل واقعہ ہے کرنا پختہ لگائے تو پک جائیں۔ اور پختہ لگائے تو کچی اس پر خواجۂ عالم جو کہ مشکلات کو حل کرنے والے ہیں نے فرمایا اے فاطمہ تعجب نہ کر یہ بھی ہمارے معجزہ کا کمال ہے کہ روٹیوں نے ہمارے ہاتھوں کو چھونے کا شرف حاصل کیا ہے، ہر وہ چیز جس کو ہمارا ہاتھ چھو جائے اس پر آگ اثر نہیں کر سکتی ممکن ہے اسی مدعا پر ابوداؤد کا دسترخوان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ایک مرتبہ اس سے چھو اٹھا، جب بھی وہ میلا ہو جاتا آگ میں ڈال دیتا اس کی میل آگ سے جل جاتی اور دسترخوان آگ سے سفید ہو جاتا اور صاف ستھرا باہر نکلتا، اسی طرح اگر اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر سوار ہوتے اور بتوں کو اپنے دست مبارک سے گراتے آپ کی ہتھیلی کے چھونے کی برکت سے بت آگ سے محفوظ

ہو جاتے اور فرمان انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم نافذ نہ ہوتا۔
اس بات میں نکتہ یہ ہے کہ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے جو روٹی ایک مرتبہ لگتی اسے آگ تصرف نہیں کرتی ، بندۂ مومن کا دل جو چھپن سال مدت اسی کے قبضہ میں منقلب ہے قلب المومن من الاصبعین من اصابع الرحمٰن یعلبہا کیف یشاء۔ اگر آتش دوزخ سے محفوظ اور نار فراق سے مصئون ہو تو کیا تعجب۔ دوسرا اشارہ یہ ہے کہ کافروں نے وہ تمام بت خانۂ کعبہ میں رکھے چونکہ وأن طهر بيتي سے شرف حاصل کیے ہوئے تھا۔ بتوں کی آلودگی سے اس اضافت سے باہر نہیں نکلا۔ بندہ مومن کا دل جو کر ولکن یعلنی عبدنا کی اضافت کا شرف حاصل کیے ہوئے تھا اگر گناہ اور معصیت سے بیگانہ نہ ہو تو کیا عجب ،
تیسرا اشارہ یہ ہے کہ وہاں کعبہ میں تین سو ساٹھ بت انہوں نے رکھے تو بھی اس کی خدا تعالٰے کی طرف اضافت ختم نہیں ہوئی یہاں ہر دن رات میں تین سو ساٹھ مرتبہ مہربانی کی نگاہ سے بندۂ مومن کے دل کو تقویت دی ہو تو اس کی اضافت اور اختصاص کیسے ساقط ہو سکتا ہے
اس باب میں ایک نقل سنیئے نقل ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو دریا میں سے گذار رہے تھے حضرت موسٰی علیہ السلام آگے آگے چلتے تھے اور حضرت ہارون ان کے پیچھے اور بنی اسرائیل ان دونوں کے درمیان ، پانی کو ان دونوں کی برکت سے یہ مجال نہیں تھی کہ قوم کے جسم کا ایک بال بھی ٹیڑھا ہوتا۔ اسی طرح یہ بات کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کا روز ہوگا اور رب العزت جل علاسے خطاب ہوگا کہ اے محمدؐ ! تو نے خود علیؓ کو کہا تھا انت بمنزلۃ هارون من موسٰی کے ہاں خدا وندا ، حق سبحانہٗ و تعالٰی فرمائیں گے اب تدبیر یہ ہے کہ جب تیری امت کو قیامت کے روز دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہے ، علیؓ اور تم میں سے کسی ایک کو آگے اور دوسرے کو پیچھے ہونا چاہیئے۔ اور امتیوں کو درمیان میں جگہ دینی چاہیئے۔ تاکہ آگ کو یہ مجال نہ ہو کہ تیری امت کے ایک بال کو بھی جلائے۔ رجعنا الی الحدیث۔ نقل ہے کہ جب شاہ مرداں کرم اللہ وجہہ نے اس بڑے بت کو جو سب سے اونچی جگہ پر رکھا ہوا تھا اور اسے ہبل کہتے تھے زمین پر گرا کر توڑ دیا اور پارہ پارہ کر دیا۔ زبیر بن العوام نے ابوسفیان کی طرف متوجہ ہو کر کہا بت ہبل جس پر احد کے روز تو فخر کرتا تھا اور اس کی شان کی عظمت کا خواہشمند

تھا کہ اعلیٰ ہبل کہا، اب وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ابو سفیان نے کہا مجھ سے ہاتھ اٹھا لے اور مجھے ملامت نہ کر۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کا کوئی شریک ہوتا تو یقیناً اس صورت حال کے علاوہ اور صورتحال ہوتی۔ نقل ہے کہ خانہ کعبہ کے دروازہ کی کنجی سلافہ بنت سعد کے پاس تھی جس کے کئی لڑکے جنگ احد میں قتل ہوئے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد الحرام میں توقف فرمایا۔ بلال کو عثمان بن طلحہ کے ساتھ جو کہ سلافہ کا لڑکا ہے کنجی طلب کرنے کے لیے بھیجا عثمان نے والدہ کے پاس جا کر کنجی طلب کی اس کی والدہ کنجی دینے میں تاخیر کرتی تھی اور اس کا خیال تھا کہ کنجی لے کر اسے واپس نہیں دیں گے۔ ہر چند عثمان نے بہت عاجزی و انکساری سے اصرار کیا منت سماجت کی اس کی والدہ تاخیر کرتی رہی جب بلال اور عثمان کو گئے ہوئے دیر ہو گئی۔ اور ملال ہونے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو بھیجا وہ حسب الفرمان سلافہ کے گھر آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ اے عثمان جلدی باہر نکلو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ سلافہ کو جب معلوم ہوا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کنجی کے لیے آئے ہیں تو اس نے چابی اپنے لڑکے کو دے دی۔ کیونکہ بنی تیم اور بنی عدی کے لے جانے سے بہتر ہے کہ تو لے جائے۔ حضرت ابوبکر کا سلسلہ بنی تیم اور حضرت عمر کا بنی عدی سے ملتا ہے۔ جب حضرت عثمان کلید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا کہ چابی لے لیں۔ حضرت عباس بن حضرت عبد المطلب اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آپ نے زمزم کے پانی پلانے کو میرے سپرد کر رکھا ہے خانہ کعبہ کی دربانی بھی میرے سپرد کیجیے۔ عثمان نے جب یہ سنا تو چابی دینے میں متوقف ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان کنجی مجھے دو۔ حضرت عثمان نے جب کنجی دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت عباس نے اپنی درخواست کو پھر دہرایا۔ حضرت عثمان نے پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان اگر خدا تعالیٰ اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہو تو کنجی مجھے دو۔ حضرت عثمان نے کہا یہ لیجیے۔ بامانۃ اللہ۔ پھر خانہ کعبہ کو کھولا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں داخل ہوئے اور نماز ادا فرمائی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو عثمان بن طلحہ کے ساتھ بھیجا تاکہ ملائکہ اور انبیاء کی تصویروں کو جو کفار نے خانہ کعبہ

کی دیواروں پر بنائی ہوئی تھیں مٹا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی تصویروں کے علاوہ دوسری تصویروں کو مٹا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور بلال، اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے انہوں نے دروازہ بند کر دیا تاکہ لوگ اژدحام نہ کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان دو پیغمبروں کی تصویروں پر پڑی فرمایا اے عمر! میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ ان تصویروں کو محو کر دے اس قوم پر خدا کی لعنت ہو وہ چیز جسے انہوں نے پیدا نہیں کیا اس کی تصویر بناتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ قمار کے تیر نگار کی صورت میں ان کے ہاتھوں میں بنائے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتلہم اللہ، یہ لوگ شاید نہیں جانتے کہ یہ پیغمبر ہیں کبھی جوا نہیں کھیلے پس آپ نے قدرے زعفران طلب کیا اور ان تصویروں کو اس زعفران سے مٹا دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پانی کا ڈول منگوا کر ان تصویروں کو دھو دیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر خانہ کعبہ کی دہلیز پر کھڑے ہوئے اور دروازے کی دونوں سلاخوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا، کنجی آپ کے دست مبارک میں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چند قدم آگے بڑھے اور عرض کی یا رسول اللہ خانہ کعبہ کی کلید برداری کو اہلبیت کے سپرد کیجئے جیسا کہ شعایہ زمزم عطا کیا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ کو طلب فرما کر کہا کنجی لے لو آج وفا کا دن ہے اور بعض روایات میں وارد ہے کہ فرمایا خذ وھا یا بنی طلحہ یالمدۃ لا ینزعھا عنکم الی ظالم۔ ارباب سیرت نے بیان کیا ہے کہ آیہ کریمہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ اسی مقام پر نازل ہوئی پھر حضرت علی سے کہا کہ میں تمہارے سپرد ایسا کام کرتا ہوں کہ اس کام سے تمہارا نفع لوگوں کو پہنچے گا نہ یہ کہ لوگوں سے تمہیں نفع حاصل ہو۔ پھر حضرت عثمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور کنجی کو اپنے بھائی شیبہ کے سپرد کر دیا جو اب تک کعبہ کی کنجی آل شیبہ کے ہاتھ میں ہے۔

نقل ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے دروازہ پر سلاخوں پہ رکھا ہوا ہاتھ اور قریش کے اکثر و بیشتر سردار وہاں صف بستہ کھڑے تھے ان پر خوف طاری تھا کہ نہ معلوم ان

کے لیے کیا حکم صادر ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ واعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ اس کے بعد اہلِ مکہ سے خطاب فرمایا کہ ماذا تقولون وما تظنون تم کیا کہتے اور کیا خیال کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ اہل مکہ نے جواب دیا کہ نقول خیرا ونظن خیرا اخ کریم وابن اخ کریم وقد قدرت۔ یعنی ہم کہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ کریم کے بھائی، کریم کے لڑکے ہیں اور ہم پر قدرت پائی ہے چونکہ قریش نے اس گفتگو میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ اور ان کے بھائیوں کے جرائم سے درگزر کرنے کی طرف اشارہ کیا تھا لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح جواب دیا فانی اقول ما قال اخی یوسف لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین اور یوں فرمایا اذھبوا فانتم الطلقاء۔ جاؤ تم آزاد کیے ہوئے ہو اس کے بعد انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جو نصائح مواعظ پر مشتمل تھا جاہلیت کی رسوم و عادات کو اکھاڑ پھینکا۔ احکام قصاص۔ دیات مغلظہ اور مخففہ خطأ اور عمد کو بیان فرمایا اسلام سے پہلے کے دعوؤں کو باطل قرار دیا۔ جاہلیت آباؤ اجداد کے ساتھ جاہلیت کا فخر و غرور اور نسبت کے ذریعہ بڑائی کو منع فرمایا اور فرمایا تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور مٹی کے بنے ہوئے ہیں کسی کو دوسرے پر بزرگی اور فضیلت نہیں سوا تقویٰ کے اور یہ آیت پڑھی یایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثیٰ وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر۔ اور جب ظہر کا وقت آ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا اس نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر نماز کے لیے اذان کہی جب مشرکین نے بلال کی آواز سنی ان میں سے بعض جیسے اسید بن خالد جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عنفوان شباب میں والی مکہ کیا۔ ابوجہل کا بھائی حارث بن ہشام اور حکم بن عاصم نے نامناسب باتیں کہیں ابوسفیان بن حرب جو کہ وہاں موجود تھا کہا میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ میرا خیال ہے کہ مکہ کے سنگریزے بھی اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دیں گے۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک کی بات سے آگاہ کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کو طلب فرمایا جو کچھ انہوں نے کہا تھا ایک ایک

بیان فرمایا اور ہر ایک کی طرف خطاب فرمایا۔ اے فلاں تو نے یوں کہا وہ شرمندہ ہوئے اور زبان سے کلمہ توحید پڑھ لیا، ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ! میں نے کچھ نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور اس کی تصدیق کی اس کے بعد کوہ صفا پر گئے اور اس پر اس قدر چڑھے کہ خانہ کعبہ دکھائی دینے لگا دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور واہب العطیات جل وعلا کے حضور میں رفع حاجات کی درخواست کی پھر اسی جگہ بیٹھ گئے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں کھڑے تھے۔ قریش کے ایک ایک آدمی کو لاتے وہ بیعت کرتے تھے۔ مردوں کے بعد عورتوں کی باری آئی عورتیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے مشرف ہوئیں اور کہتے ہیں کہ عورتوں سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ چادر کا ایک کونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میں پکڑا ہوا تھا اور دوسرا کونہ عورتوں کے ہاتھ میں دیا تھا اور آیت کریمہ کے تقاضا کے مطابق کہ یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین آخر سورت تک ان کو وصیت فرماتے تھے۔ فارغ ہونے کے بعد حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لائے وہاں غسل کیا اور چاشت کی نماز ادا فرمائی۔ اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ یوم فتح کے دوسرے روز ہوا تھا یا ظہر کی نماز کے لیے حضرت بلال کو دوسرے روز اذان کا حکم ہوا تھا واللہ اعلم۔ پھر اپنی قیام گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

فتح مکہ کے بعد شعب ابی طالب کی حالت:- شعب ابی طالب اور خیف بنی کنانہ میں چھاؤنی بنائی ہوئی تھی تاکہ اس جگہ کو دیکھیں اور گذشتہ مصائب کو یاد کریں اور فتح مکہ کی نعمت اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہونے پر شکر ادا کریں۔

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور — کلبہ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور
گر بہار عمر باشد باز در صحن چمن — چتر گل در سر کشی ای مرغ خوش خواں غم مخور

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اہل مکہ کے قتل سے منع فرما دیا اور ان پر احسان اور مہربانی فرمائی، انصار نے ایک دوسرے سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم اور خاندان پر احسان اور مہربانی کی اور مراسم شفقت و مہربانی کو روا رکھا اپنے شہر کی رعایت کی

وہ اسی گفتگو میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے اور جب وہ آثار ختم ہوئے تو انصار سے خطاب فرمایا کہ تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے۔ انہوں نے اعتراف کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاشا وکلا کہ میں اس طرح کروں میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں اور اس شہر سے میں نے تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ میری زندگی تمہاری زندگی ہے اور میری موت تمہاری موت ہے۔ انصار رونے لگے اور عرض کی ہم نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اور اس کا رسول اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور تمہاری معذرت قبول کرتے ہیں۔

شاتمان رسول کے متعلق حکم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ مشرکین میں سے گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کو جہاں بھی پائیں قتل کر دیں

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان گیارہ مردوں میں سے اول عبدالعزیٰ بن خطل تھا لوگوں کو اسے قتل کرنے کا حکم دینے کا سبب یہ تھا کہ فتح مکہ سے پہلے وہ مدینہ گیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا اس کے بعد آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا اس خزاعی مرد نے اس کی خدمتگاری کے شرائط ادا کیے ایک روز ابو خطل نے خزاعی سے کہا کہ وہ کھانا مہیا کرے جب وہ نیند سے بیدار ہوگا تو کھائے گا۔ خزاعی نے اس سلسلہ میں سستی کی۔ ابو خطل بیدار ہوا اور کھانا نہ پایا اس نے خزاعی مرد کو فارغ البال سوئے ہوئے دیکھا اس واقعہ سے اس کے غصے کی آگ بھوک کی آگ سے مل گئی نفس امارہ نے اسے ابھارہ یہاں تک کہ اس بیچارے کو قتل کر دیا۔ وہ ڈرا کہ اگر وہ مدینہ جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قصاص کا حکم فرمائیں گے اس وجہ سے دین سے مرتد ہو کر صدقہ کے جانوروں کو ہانک کر مکہ لے گیا فتح مکہ کے روز مسلح ہو کر لشکر اسلام کے مقابلہ کے لیے نکلا اور خالد بن ولید سے معرکہ میں فرار ہو کر خانہ کعبہ میں پناہ لی۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف کی سنت ادا کر رہے تھے ایک صحابی اس سے مطلع ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یہ رہا ابن خطل، خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے اسی جگہ قتل کریں حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے وہ اسی جگہ مقتول ہوا اور کہتے ہیں

کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ دوم عبداللہ بن سعد بن ابی السرح امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کتابت وحی کیا کرتا تھا، قرآن کے لکھنے میں خیانت اور تبدیلی کلمات کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھا ایک مرتبہ اس نے کہا محمد نہیں جانتے اگرچہ وہ کہتے ہیں۔ میں جو کچھ چاہتا ہوں ان کے لیے لکھتا ہوں بلکہ وحی جس طرح ان پر اترتی ہے مجھ پر بھی اترتی ہے اور جب اسے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خیانت سے مطلع ہو گئے ہیں مکہ میں بھاگ گیا اور فتح مکہ کے روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پناہ کی درخواست کی اور ان کو اپنا سفارشی بنایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا خون معاف کرائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چند روز کے بعد اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور اس کی والدہ کے اپنے اوپر حقوق کا ذکر کرکے درخواست کی کہ اس کے خون سے درگذر فرمائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا جب حضرت عثمان نے چند مرتبہ درخواست کی کوئی جواب نہ سنا آخرکار اس بہترین مخلوقات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کے نزدیک جاکر سر مبارک اپنی بغل میں لے لیا اور کہا یا رسول اللہ! عبداللہ کو آپ نے امان دے دی اس سلسلہ میں بہت تضرع وزاری کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، جب حضرت عثمان اور عبداللہ مجلس سے باہر چلے گئے تو حاضرین مجلس سے خطاب فرمایا تم میں سے کسی ایک کے لیے کیا رکاوٹ تھی کہ اٹھ کر اس کتے کا خون بہا دیتا۔ عباد بن بشر نے کہا یا رسول اللہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو راستی کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں منتظر تھا کہ آپ گوشہ چشم سے اشارہ فرمائیں اور اگر میں کچھ بھی اشارہ سمجھ جاتا تو اس کی گردن پر تلوار مارتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی پیغمبر کی شان کے یہ لائق نہیں کہ وہ گوشہ چشم سے خیانت کرے کہتے ہیں کہ جب عبداللہ نے امان حاصل کرلی پھر ایمان لایا لیکن شرمندگی کی وجہ سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا بھاگ جاتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ میرا رضاعی بھائی جب آپ کو دیکھتا ہے بھاگ جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا میں نے اس سے بیعت نہیں لی اسے امان دے دی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا ہاں، جب اسے وہ جرم عظیم یاد آتا ہے تو وہ

نظر کی تاب نہیں لاسکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الاسلام یمحو ما کان قبلہ حضرت عثمان نے ابن السرح سے یہ کہا اس کے بعد لوگ جب زیارت کے لیے آتے کبھی خود کو ان کے درمیان چھپا لیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا سوم عکرمہ بن ابی جہل تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی اور گستاخی کا قصہ مشہور ہے۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو وہ وہاں نہیں ٹھہر سکتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح قرار دے دیا ہے ساحل سمندر کی طرف بھاگ گیا کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز ایک صحابی عکرمہ کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے تبسم فرمایا حاضرین متعجب ہوئے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقام پر تبسم فرمانا حکمت سے خالی نہیں فرمایا میرے تبسم کا سبب یہ ہے کہ آئینہ غیب میں میں نے دیکھا ہے کہ قاتل اور مقتول ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے جنت میں داخل ہو رہے ہیں صحابہ کی حیرانی اور بڑھ گئی کیونکہ کفر کے اندر اس قدر شدید تھا کہ اس کا مسلمان ہونا انہیں ناممکن معلوم ہوتا تھا جب وہ ساحل پر گیا اور کشتی میں بیٹھ گیا تاکہ وہ یمن چلا جائے قدرت الٰہی سے بجلی کڑکی اور سمندر موجیں مارنے لگا۔ اہل کشتی زاری کرتے ہوئے اس کے پاس آئے کہ بظاہر اس امر کے ظہور کا سبب تیرا اس کشتی میں آنا ہے۔ اخلاص اختیار کر تاکہ ہم اس سختی سے نجات حاصل کر لیں اس نے کہا مجھے کیا کرنا چاہیئے انہوں نے کہا کہو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اس بات سے اسے تنبیہ حاصل ہوئی اس کے بعد اس نے دیکھا کنارہ پر ایک عورت نے سر سے چادر اتار کر لکڑی کے سرے پر رکھی ہے اہل کشتی نے لنگر ڈال دیا عکرمہ چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر آیا اس نے دیکھا کہ ام حکیم اس کی بیوی ہے حالانکہ ام حکیم بیعت کر کے مسلمان ہو گئی تھی۔ اس نے کہا اے عکرمہ! میں سب سے زیادہ کریم اور کامل ترین انسان کے پاس سے آئی ہوں۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات جس قدر کہ اس کی طاقت تھی بیان کیے پھر کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میرا چچازاد بھائی آپ کے خوف سے بھاگ کر یمن کی طرف گیا ہے۔ آپ کے مکارم اخلاق سے میری درخواست ہے کہ اسے امان دے دیں۔ آپ نے فرمایا میں نے اسے خدا تعالیٰ کی

امان میں دیا۔ ہر شخص جو اس تک پہنچے اسے چاہیئے کہ اس سے تعرض نہ کرے اب لوٹ چل کہ تجھے کھلا مل گئی ہے۔ عکرمہ نے کہا تو نے ان سے امان طلب کی اور انہوں نے میری اس ایذا اور ضرر رسانی کے باوجود امان دے دی۔ ام حکیم نے کہا ہاں ان کا کرم اس سے بھی زیادہ ہے کہ کوئی شخص اسے بیان کر سکے۔ اللھم صل علی محمد نبی الرحمۃ وشفیع الامۃ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔ پھر کہا اے عکرمہ جلدی کر اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کر اور کلمہ الحمد احمد کہہ کر مکہ واپس آگیا۔ کہتے ہیں کہ عکرمہ کو راستہ میں ام حکیم کے ساتھ مباشرت کی رغبت ہوئی۔ اس نیک عورت نے اس کی درخواست کو رد کر دیا اور کہا میں مسلمان ہوں اور زیور ایمان سے آراستہ ہوں اور تو ابھی شرک اور نور عرفان سے خالی ہے تو حقوق شوہری سے اس وقت تک متمتع نہیں ہو سکتا جب تک مسلمان نہ ہو جائے۔

جب عکرمہ مکہ کے قریب آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی آمد کا الہام ہوا۔ دوستوں سے فرمایا۔ یاتیکم عکرمہ بن ابی جہل مومناً مہاجراً فلا تسبوا ابا۔ یعنی عکرمہ بن ابی جہل اس حال میں تمہارے پاس آیا ہے کہ مومن و مہاجر کی تحریر اس کے منشور اعمال پر لکھی ہوئی ہے۔ کسی شخص کو اس کے باپ کا نام برائی سے نہیں لینا چاہیئے۔ کیونکہ مُردہ کا عیب بیان کرنے سے زندوں کو عار آتی ہے اور مردہ سے کوئی بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ اسی اثنا میں ام حکیم اپنے چہرے پر پردہ ڈالے ہوئے اپنے خاوند کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے دروازہ پر آئی اور کہا یا رسول اللہ! میں عکرمہ کو لے آئی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوشی سے اس طرح اپنی جگہ سے اچھلے کہ چادر آپ کے دوش مبارک پر گر گئی۔ عکرمہ نے آکر دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کی اے محمدؐ! یہ عورت کہتی ہے کہ آپ نے مجھے اپنے عفو سے امان دے دی ہے اور بے خوف کر دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کہتی ہے تو میری امان میں ہے عکرمہ نے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وانک عبدہٗ ورسولہ۔ پھر انتہائی شرمندگی سے سر جھکا کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سب سے زیادہ سچے اور از روئے خلقت سب سے زیادہ نیک ہیں ہم اپنی انتہائی بدبختی شقاوت اور نادانی سے آپ کے دعویٰ کو جھٹلاتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تمہارا سوال

ہو گا اور مجھ سے ہو گا میں اسے پورا کروں گا۔ عکرمہ نے کہا یا رسول اللہ میری درخواست یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ہر وہ عداوت جو میں نے آپ کے ساتھ کی ہے اور ہر وہ اقدام جو کفر کے بلند کرنے اور مشرکین کو تقویت کے لیے آپ کی دشمنی کے راستہ میں جو قدم اٹھایا ہے وہ معاف کر دے اور اس قدر بے ادبی اور گستاخی جو آپ کے صحابہ کے ساتھ حضور اور غیبت میں مجھ سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ درگذر فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے دست مبارک دعا کے لیے اٹھائے دعا فرمائی اور کہا میں تمہاری آمد سے خوش ہوا ہوں عکرمہ نے کہا خدا کی قسم! ہر وہ قدم جو میں نے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کے لیے اٹھایا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس سے دوگنا وقت خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لیے صرف کروں اور ہر جنگ جو خدا تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ کی ہے اس سے دوگنی اس کے دشمنوں کے ساتھ بجا لاؤں۔ کہتے ہیں کہ جب عکرمہ دولت ایمان سے مشرف ہوا اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کمربستہ ہوا اور کفر و فساد کی آگ کو بجھانے کے لیے انتہائی کوشش کی مسلمان ہوتے ہی جس جگہ بھی مکہ میں اسے بت کا گمان تھا توڑ دیا اور قواعد دین کو مستحکم کرنے میں بڑی کوشش کی۔ یہاں تک کہ غزوہ اجنادین میں شہید ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

چوتھا حویرث بن نقید تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہجو کیا کرتا تھا فتح مکہ کے روز اس نے اپنے خون کے مباح ہونے کا سنا تو اپنے گھر میں دروازہ بند کر لیا اور گھر میں چھپ رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازہ پر آئے اور اس کا حال دریافت کیا انہوں نے کہا جنگل کو چلا گیا ہے۔ حویرث کو جب معلوم ہوا کہ اس کو تلاش کر رہے ہیں تو وہ اتنی دیر ٹھہرا رہا کہ حضرت علی چلے گئے وہ باہر نکلا تاکہ دوسرے مکان میں چھپ جائے۔ اتفاقاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی آپ نے اس کی گردن مار دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو پورا کر دیا۔

پانچواں مقیس بن حبابہ تھا اس کا جرم یہ تھا کہ اس کا بھائی ہشام بن حبابہ مدینہ میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔ غزوہ مریسیع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آتا تھا بنی عمرو بن عوف کے ایک انصاری نے خیال کیا کہ وہ مشرک ہے۔ اسے غلطی سے قتل کر دیا۔ مقیس مدینہ میں آیا اور اپنے بھائی کے خون کا مطالبہ کیا چونکہ وہ غلطی سے قتل ہوا تھا دیت کا حکم ہوا۔ دیت لینے کے بعد

مقیس مسلمان ہو گیا۔ پھر دیت لینے کے باوجود اس انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ لوٹ گیا فتح مکہ کے روز ایک کونہ میں بیٹھ کر شراب پی رہا تھا۔ نمیلہ بن عبد اللہ لیثی کو اس کی خبر ہوئی اس نے جا کر اسے قتل کر دیا۔

چھٹا ہبار بن الاسود تھا اس کا خون مباح ہونے کا سبب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت ایذا پہنچی تھی اس کی ناپسندیدہ حرکات میں سے ایک یہ تھی کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاوند ابو العاص بن الربیع جو غزوہ بدر میں مسلمانوں کے قیدی ہو گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے اس شرط پر مکہ بھیجا کہ جب وہ مکہ میں جائے تو حضرت زینب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دے۔ چنانچہ اپنی جگہ یہ بیان ہوا جب ابو العاص نے زینب رضی اللہ عنہا کے لیے ہودج ترتیب دے کر ابو رافع حوالائی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو لانے کے لیے بھیجا تھا ہبار نے ان کا راستہ روک کر حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مارا حضرت زینب ہودج سے گر پڑیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا اور بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری سے فوت ہوئیں۔ اس کے اس فعل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غصہ میں تھے کہ اہل مکہ کی طرف سریہ بھیجنے لگے تھے اس موقع پر اہل سریہ سے فرمایا اگر تم ہبار پر قابو پاؤ تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو پھر اسے قتل کر دو۔ جب مکہ میں تشریف لائے ہر چند اسے تلاش کیا مگر وہ نہ ملا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں لوٹ آئے ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ہبار نظر آیا اور پکارا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں یقیناً میں اس سے پہلے ذلیل اور خوار تھا اب میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور آپ کی نظر میں گنہگار اور شرمسار ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا اور اس کے اس عذر پر شرم آئی کہ اسے عتاب نہ کریں پس اس کے اسلام کو قبول فرمایا اور فرمایا کہ اے ہبار میں نے تجھے معاف کر دیا اور تیرے گزشتہ گناہوں اور جرائم سے درگذر کیا۔

ساتواں صفوان بن امیہ تھا اسے جب معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح قرار دے دیا ہے تو مکہ سے بھاگ گیا اور ارادہ کیا کہ ساحل سمندر کے راستہ خود کو

بچالے۔ عمرو بن وہب جمحی نے صورت واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر کے درخواست کی کہ اسے امان دے دیں اس کی درخواست قبول ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو ماہ کے لیے امان دے دی۔ عمیر نے صفوان کے پیچھے جا کر اسے خوشخبری سنائی۔ صفوان اس سے متعجب ہوا اور کہا خدا کی قسم! میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک محمدؐ سے کوئی نشانی میرے پاس نہیں لاتے۔ عمیر واپس آیا اور کہا یا رسول اللہ صفوان خود کو بساطِ قبولیت سے بہت دور دیکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نشانی طلب کی ہے تاکہ واپس آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک عمیر کو دے کر صفوان کے پاس بھیجا جب عمیر نے نشانی اس کے پاس پہنچائی اس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ عمیر کہتا ہے کہ آپ نے مجھے دو ماہ کے لیے امان دی ہے اس کی بات واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تجھے چار ماہ کی امان دی۔ صفوان مشرک ہونے کے باوجود غزوہ حنین اور طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ مراجعت کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موضع جعرانہ میں پہنچے اس کا گزر ایک گھاٹی پر ہوا جو چوپائیوں سے بھری ہوئی تھی صفوان نے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں میں اس قدر نظر ڈالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی رغبت کو دیکھ کر فرمایا اے صفوان! ان تمام کو میں نے تجھے بخشا۔ صفوان اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو اپنے قبضۂ تصرف میں لایا اور کہا ما طابت نفس احد مثل هذا الا نفس نبی۔ اور اسی جگہ مسلمان ہو گیا۔

آٹھواں حارث بن طلاطلہ تھا وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والوں میں سے تھا۔ فتح مکہ کے روز حضرت علی نے اس پر قابو پا کر اسے قتل کر دیا۔

نواں کعب بن زہیر تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے روز اس نے بھاگ کر جان بچائی۔ آخر کار اپنے بھائی بجیر بن زہیر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ پہلے اس نے اپنے بھائی بجیر کو بھیجا تاکہ معلوم کرے کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام کو قبول فرمالیں گے اور اس کے خون سے درگذر کریں گے۔ بجیر آکر دولت اسلام سے مشرف ہوا اور کعب کے پاس اطلاع بھیجی کہ آکر مسلمان ہو جا کہ تمہارا گناہ معاف کر دیں گے۔

پس وہ اسی روز خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ کعب آیا اور مسلمان ہوا اور یہ قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا۔

ان الرسول سیف یستضاء بہ — مہند من سیوف اللہ مسلول

انبئی ان رسول اللہ اوعدنی — والعفو عند رسول اللہ مامول

آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فرمایا دیکھو کیا کہتا ہے اور کہتے ہیں کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور انعام کے طور پر اسے چادر پہنائی۔ وہ ۹ھ میں مسلمان ہوا۔

دسواں وحشی، حضرت حمزہ کا قاتل تھا مسلمان اس کے قتل کے بہت آرزو مند تھے۔ فتح مکہ کے روز وہ طائف کی طرف بھاگ گیا اور وہاں ہی رہائش پذیر تھا کہ طائف کا ایک وفد خواجۂ کائنات علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات کی خدمت میں جاتا تھا ان کے ساتھ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وحشی نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ حمزہ کے قتل کی کیفیت بیان کر۔ جب اس نے کیفیت قتل حمزہ بیان کر دی۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوبارہ میرے سامنے نہ آنا۔ وحشی کہتا ہے کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا بھاگتا تھا۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مسلمان جنگ مسلیمہ کے لیے جا رہے تھے میں نے ان کے ساتھ موافقت کی اور وہ حربہ جس کے ذریعہ حمزہ کو شہید کیا تھا مسلیمہ پر پھینکا اس کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے پشت سے نکل گیا اس کے پیچھے انصار کا ایک مرد آیا اور اس کے سر پر تلوار ماری۔ مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ میرے حربے سے یا اس کی تلوار کی ضرب سے قتل ہوا لیکن میں نے سنا کہ عورت چھت کے اوپر سے کہتی تھی کہ سیاہ غلام نے مسلیمہ کو قتل کر دیا۔ وحشی سے منقول ہے کہ اس نے کہا قتلت خیر الناس فی الجاهلیة وقتلت شر الناس فی الاسلام اور ایک دوسری روایت حبشی کے ایمان لانے کی کیفیت میں اس طرح وارد ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حبشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا مجھے آپ امان دیں تاکہ میں خدا تعالیٰ کا کلام سنوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ تیرے امان طلب

لیے بغیر میں تجھے دیکھوں لیکن چونکہ تو امان کا طالب ہے میں نے تجھے امان دی تاکہ حق تعالیٰ کا کلام سنے اور روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس کے سامنے پڑھی۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔ وحشی نے کہا مغفرت اس کو مشیت کے ساتھ وابستہ ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھے بخشے گا یا نہیں اس سے بہتر چاہیئے تاکہ صلح کروں پھر آیت آئی والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون۔ وحشی نے کہا میں نے شرک کیا ہے۔ خون ناحق بہایا ہے اور زنا بھی مجھ سے ہوا ہے۔ کیا ان سب باتوں کے باوجود خدا تعالیٰ میری توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آئے اور آیت لائے الا من تاب و امن وعمل عملا صالحا۔ وحشی نے کہا توبہ کے بعد عمل صالح کو شرط قرار دیا ہے۔ ایمان کی میں ضمانت دیتا ہوں لیکن عمل صالح کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ عمل صالح کر سکوں گا یا نہ کر سکوں گا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آئے اور آیت لائے۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ لا یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم۔ وحشی نے کہا مجھے اور کوئی عذر اور قید معلوم نہیں ہوتی۔ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اور وحشی کا ایمان لانا ایک اور طریق سے بھی نظر سے گذرا ہے لیکن تمام روایات کو اس کتاب میں جمع کرنے کا محل نہیں ہے واللہ اعلم۔

گیارہواں عبداللہ زبعری تھا وہ شعرائے عرب میں سے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ہجو بیان کرتا تھا۔ اور مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتا تھا۔ فتح مکہ کے روز جب اس نے سنا کہ اس کے خون کو گرانے کا حکم دے دیا گیا ہے بھاگ کر نجران کی طرف چلا گیا۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد جاہلیت کے معاملات سے پشیمان ہوا نور اسلام اس کے دل میں پیدا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کی طرف متوجہ ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے اسے دیکھا فرمایا یہ ابن زبعری ہے اس کے چہرہ سے نور اسلام ظاہر ہے۔ ابن زبعری نزدیک پہنچا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔ الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے مجھے اسلام

کی ہدایت فرمائی۔ یارسول اللہ مجھ سے بہت سے جرائم سرزد ہوئے ہیں اور آپ کے دوستوں کی بہت بے ادبی کی ہے اب میں تمام سے پشیمان ہو کر آیا ہوں۔ حکم آپ کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ الذی ہداک الی الاسلام۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام گذشتہ گناہوں کا تدارک کر دیتا ہے۔ لیکن وہ عورتیں جن کے قتل کا حکم فتح مکہ کے روز ہوا۔ اول ہندہ بنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی اس کا مشہور ہے۔ حضرت حمزہ اور تمام شہدائے احد کو اسی کی ہدایت پر مثلہ کیا۔ حضرت حمزہ کا جگر چبایا اور کفر میں اس کی شدت مشہور ہے۔ القصہ فتح مکہ کے بعد جب عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہی تھیں اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ناواقفیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر مسلمان ہو گئی اس کے بعد چہرہ سے نقاب الٹ دیا اور کہا میں ہندہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان ہو کر آئی ہے تو خوش آمدی۔ ہندہ نے کہا یارسول اللہ! خدا کی قسم! اس سے پہلے میرے نزدیک تمام روئے زمین میں آپ کے خیمہ کے باشندوں سے زیادہ خوار و ذلیل کوئی نہیں تھا اب یارسول اللہ آپ کے خیمہ سے بڑھ کر کوئی بھی میرے نزدیک باعزت اور دوست نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر بھی زیادہ ہوگا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا میرے ساتھ بیعت کرو اس بات میں کہ کسی کو خدا تعالے کے ساتھ شریک نہیں کرو گی۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی اور زنا نہیں کرو گی۔ اس موقع پر ہندہ نے کہا کیا آزاد عورت زنا اور چوری کرتی ہے؟ کہتے ہیں کہ ہندہ جب اپنے گھر گئی تمام بتوں کو توڑ دیا اور کہا ہم تمہاری طرف سے غرور اور فریب میں تھے۔ ایک بکری کا بچہ بطور ہدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور معذرت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھیڑ بکریوں میں برکت کی دعا کی۔ حق تعالے نے اس کی بھیڑ بکریوں میں برکت عطا فرمائی ہندہ کہتی تھی کہ ہذا من برکۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسری اور تیسری۔ ابن خطل کی دو لونڈیاں قریبا اور قریبہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہتی تھیں قریبہ قتل ہو گئی اور قریبتا بھاگ گئی اور ناواقفیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی

اور مسلمان ہو گئی۔ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک زندہ رہی۔ چوتھی ابن خطل ہی کی ایک لونڈی تھی کہ اسی روز قتل ہوئی۔ پانچویں سارہ عبدالمطلب کی لونڈی تھی اور بعض اہل سیرت کے نزدیک یہ وہ لونڈی تھی جو حاطب بن بلتعہ کا مکتوب قریش کے پاس لے جا رہی تھی۔ مرتد ہو کر مکہ میں آگئی اور فتح مکہ کے روز حضرت علی کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ چھٹی ام سعد تھی اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

قیام مکہ کے دوران کے واقعات :-

نقل ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز بدیل پہلے جندب الادبع مکہ میں آیا اور خراش بن امیہ جو کہ بنی کعب سے تھا تلوار اس کے پیٹ میں گاڑ دی چنانچہ اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ تھوڑی دیر دیوار کے ساتھ پشت لگائی اور عالم آخرت کو روانہ ہو گیا۔ جب اس خبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن ضمیر پر عکس ڈالا، انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اور فرمایا خدا تعالیٰ نے جس روز سے زمین و آسمان اور چاند سورج پیدا کیے ہیں مکہ کو حرمت والا حرام قرار دیا ہے اور قیامت تک محترم رہے گا۔ اور ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے کیلئے حلال نہیں ہے کہ یہاں خونریزی کرے۔ اور اس نقطہ کو اٹھائے۔ اور کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ مکہ کے درختوں اور گھاس کو کاٹے اور اس کے شکار سے تعرض کرے اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مکہ میں خون بہانا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جنگ کی اور خونریزی کی تم اسے کہو کہ اس کے پہلے اور اس کے بعد کسی شخص پر حلال نہیں تھا سوائے اس روز ایک ساعت اور پھر پہلی حرمت اسی طرح لوٹ آئی۔ اے گروہ خزاعہ! جنگ سے ہاتھ روک لو۔ میں نے حکم دیا ہے کہ اس مقتول کی دیت ادا کرو۔ اس کے بعد اگر تم کسی کو قتل کرو گے تو وارثوں کو قصاص اور دیت میں اختیار ہوگا۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو کعب کو حکم دیا کہ انہوں نے سو اونٹ اس مرد کی دیت ادا کی۔ اور جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قتال حلال ہوا وہ ساعت تھی کہ قریش کے اوباش اپنے سرداروں کی اجازت سے جمع ہو کر آتش جنگ کو بھڑکاتے تھے لا محالہ حضرت سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصرت شعار لشکر کو حکم دیا کہ شجاعت کی آستین سے

قتل و غارت کا ہاتھ نکالیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ قریش کے اوباش ہلاک ہو گئے فرمایا کہ تلواریں نیام میں کر لیں اور جنگ سے ہاتھ روک لیں۔ لیکن خزاعہ کو دوسری نماز تک اختیار ہے کہ بنی بکر کے جس آدمی پر قابو پائیں قتل کر دیں۔

فتح مکہ کے بعد خالد بن ولید کا معرکہ: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کے ساتھ عزیٰ کے بت خانہ کو برباد کرنے کے لیے نخلہ کی طرف بھیجا۔ خالد قطع مسافت کے بعد اس جگہ پہنچا اور بت خانہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور واپس ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حالات بیان کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہاں تم نے کوئی چیز دیکھی اس نے عرض کی یا رسول اللہ، نہیں۔ فرمایا تو نے عزیٰ کو ابھی تک نہیں گرایا۔ خالد غضبناک ہو کر لوٹا جب وہاں پہنچا تو غصہ سے تلوار کھینچ لی اور عزیٰ کا حال دریافت کرنے لگا۔ اچانک ایک سیاہ اندام برہنہ عورت دیکھی، خالد نے تلوار کھینچ کر اس پر حملہ کیا اور کہا انک لا سبحانک رایت قد اھانک۔ انتہائی غصہ سے اس عورت کو دو ٹکڑے کر دیا اور اس مقام سے لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت واقعہ عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی عزیٰ تھی اب تمہاری ولایت میں عزیٰ کی پرستش نہیں ہو گی۔

منات کا بت خانہ تباہ ہو گیا: سعد بن زید اشہلی کو بیس سواروں کے ساتھ مشلل میں منات کے بتخانہ میں بھیجا تاکہ اس بت خانہ کو جو جاہلیت میں اوس، خزرج اور غسان کا معبود تھا خراب کرے سعد جب مناۃ کے بت خانہ میں پہنچا اس نے ایک سیاہ اندام پراگندہ بالوں والی عورت دیکھی جو وہاں سے نکلی۔ سینے پر ہاتھ مارتی اور نوحہ کرتی تھی۔ سعد نے ایک تلوار کی ضرب سے اسے قتل کر دیا اور بت خانے کو ویران کر دیا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آگیا۔

خالد بن ولید کو نخلہ سے واپسی کے بعد حکم ہوا کہ یلملم کی طرف جائے اور بنی خزیمہ کے حالات کی تحقیق کرے حالانکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں خالد کے چچا جو فاکہ بن مغیرہ کے نام سے موسوم تھا اور عبدالرحمٰن جو کہ عوف کا باپ تھا کو قتل کیا تھا سبب یہ تھا کہ وہ یمن کی

تجارت سے لوٹتے ہوئے علیم پہنچے بنی خزاعہ نے دونوں کو مال کے لالچ میں قتل کر دیا۔ جب خالد ان کے نزدیک پہنچا اس جماعت نے اطلاع پا کر بطور احتیاط اسلحہ پہن کر خالد کے سامنے آئے۔ خالد نے ان سے پوچھا تم کون لوگ ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ایمان رکھتے ہیں۔ خالد نے پوچھا تم ہتھیار لگا کر میرے سامنے کیوں آئے ہو انہوں نے کہا کہ ہمارے اور عرب کے قبیلہ میں عداوت ہے ہم نے خیال کیا کہ اس قبیلے سے آئے ہو۔ یہ معذرت قبول نہ ہوئی۔ خالد نے کہا اپنے ہتھیار پھینک دو انہوں نے حکم کے مطابق عمل کیا۔ پھر خالد کے فرمان پر ان کے ہاتھ کندھوں پر باندھ دیئے اور ہر ایک قیدی کو اپنے ایک ایک ساتھی کے سپرد کر دیا اور ہر ایک ساتھی کو کہا کہ رات کو اپنے قیدیوں کو قتل کر دو۔ بنی سلیم نے اپنے بے گناہ قیدیوں کو قتل کر دیا لیکن مہاجرین اور انصار نے اپنا ہاتھ قیدیوں کے قتل سے روکے رکھا۔ بنی خزیمہ سے ایک شخص نے صورت واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ بنی خزیمہ نے خالد کے حکم کے مطابق ہتھیار پھینک دیئے خالد نے انہیں تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ اس قبیلہ سے تقریباً تیس افراد کو قتل کر دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال کا علم ہوا اٹھے اور رو بقبلہ ہو کر دست مبارک دعا کے لیے اٹھا کر تین مرتبہ کہا۔ اللھم انی الیک بما صنع الخالد۔ پھر بہت زیادہ مال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بنی خزاعہ کے تلف شدہ مال اور مقتولین کے بدلے میں بھیجا تاکہ وہ غلطی جو خالد بن ولید سے سرزد ہوئی ہے اس کا تدارک ہو اور ان بے چاروں کے زخموں پر مرہم رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد عمل کر کے بنی خزاعہ کو خوش کیا۔ حضرت علی کی واپسی اور بنی خزیمہ کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد مقتولین کے وارثوں کی سفارش اور صحابہ کی درخواست پر خالد کی تقصیر معاف ہوئی اور اس سے راضی ہوئے اور کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابی حدرد اسلمی کے سپرد بنی خزیمہ کا ایک جوان قیدی سپرد کیا ہوا تھا اس جوان نے عبد اللہ سے درخواست کی کہ وہ اسے اپنے ایک خیمہ میں جانے دے۔ عبد اللہ نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے جوان کے ساتھ اس خیمہ میں آیا۔ اس نے قبیلہ کی ایک عورت سے چند باتیں کیں اور چند اشعار پڑھے

اس عورت نے اس جوان کی باتوں کا جواب دیا۔ عبداللہ اس مرد کو خالد کے لشکر گاہ میں لایا۔ اتفاقاً وہ جوان خالد کے حکم سے قتل ہوا۔ وہ عورت آئی اور اپنے آپ کو جوان کے اوپر گرا دیا۔ ایک نعرہ مارا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اس صورتِ حال کو اہلِ سیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اما کان فیکم رجل رحیم۔ یعنی کیا تمہارے درمیان رحم دل کوئی مرد نہیں تھا جو ان سوختہ دلوں پر رحم کرتا۔ مثنوی:۔

تو بر عاشق اگر رحمے نیاری	ازاں باشد کہ معشوقی نداری
بکوئے عشق اگر داری گذاری	ز محبوب آیدت ہر دم نثاری
چو در عشق خورت یک رنگ بیند	چناں با تو بیامیزد و بیاری
بیاز غم ولت ہم تنگ بیند	کہ بستاند ز تو نقدے کہ داری
تو گر یک جاں فشانی در غم او	ہزاروں جاں دہد در ہر دم او

غزوہ حنین:۔ ارباب اخبار نبوی اور اصحاب آثار حضرت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تصنیفات میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جب توفیق الٰہی سے فتح مکہ حاصل ہو گئی اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں اور خدام کو ظاہری اور باطنی دولت و سلطنت سے مقاصد کی بلند ترین چوٹیوں اور مطالب و آرزوؤں کی مضبوط ترین رسی تک پہنچا دیا۔ الحمد للہ عرب کے قبائل مطیع و منقاد ہو گئے اور جان و دل سے خدمت کے لیے کمر بستہ ہوئے، صرف دو قبیلے ہوازن اور ثقیف مخالف تھے۔ اسلامی علم سر بلند ہونے کے بعد ان دو گمنام قبیلوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کیا کہ دیکھیے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش پر فتحیاب ہوئے جب وہ ان کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری طرف متوجہ ہوں۔ اس سے پہلے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر آراستہ کرے اور ہماری طرف آئے مصلحت اس میں ہے کہ ہم اس پر حملہ آور ہوں اور جنگ کے بعد حکومت مالک بن عوف النضری کے قبضۂ اقتدار میں دیں۔ مالک جو دو سخا سے متصف ایک جوان تھا اور قبیلہ عوف میں بعض کمالات کی وجہ سے ممتاز و معروف تھا

اور ایک روایت کے مطابق ہوازن کا امیر مالک بن عوف النضیری تھا اور ثقیف کا پیشوا بیانتہ بن عبد الولیل تھا اور کہتے ہیں کہ حارث بن الاسود تھا۔ پس تیار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے ارادہ سے باہر نکلے۔ بعض قبائل جو ان قبیلوں کے قرب و جوار میں رہتے تھے نضیر و جشم وغیرہ۔ انہوں نے بھی ان کی موافقت کی اور ہوازن سے کعب اور کلاب نے ساتھ نہ دیا اور عرب کے مشہور قبائل کی ایک بڑی جماعت جو بکثرت اسلحہ سے آراستہ تھی متوجہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ تیس ہزار مرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کمربستہ ہوئے۔ بنی جشم سے دریدہ بن الصمہ جو رائے و تدبیر میں قوم سے ممتاز تھا۔ عمر کا بڑا حصہ جنگوں کے تجربات میں گذارا تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک سو ساٹھ سال اس کی عمر تھی اس کی جہان بین آنکھیں بند ہو چکی تھیں اسے بطور تبرک و تیمن اپنے ساتھ لے گئے۔ جب اوطاس میں پہنچے دریدہ نے بچوں کے رونے، عورتوں کی باتوں اور حیوانات آواز سنی۔ اس نے پوچھا یہ کیسی آوازیں ہیں لوگوں نے کہا مالک بن عوف اپنے لشکریوں کے اہل و عیال، ساز و سامان اور لشکریوں کے اموال لایا ہے۔ دریدہ نے مالک کو بلایا اور اس معاملہ کے متعلق استفسار کیا اس نے کہا کہ اس کے لانے کا سبب یہ تھا کہ فوج دلجمعی کے ساتھ لڑے اور متعلقین کی حفاظت کے لیے اور ان سے مفارقت کے خوف سے جنگ میں اہتمام کریں۔ اور فرار کا راستہ ان پر بند ہو جائے۔ دریدہ نے کہا یہ غلط رائے ہے۔ کیونکہ اگر گریز کا تقاضا ہوا تو کوئی چیز بھی اس سے روک نہیں سکے گی۔ اگر سلطنت تیری قسمت میں ہے تو نیزہ زن جنگجو کام کرے گا اور اگر اس کے برعکس معاملہ ظہور پذیر ہوا تو فضیحت، شرم اور عار کے سوا کوئی چیز تجھ سے یادگار نہیں رہے گی۔ پھر اس نے پوچھا کہ کعب اور کلاب کہاں ہیں۔ ان کے متعلق میں نے کچھ نہیں سنا۔ لوگوں نے کہا وہ لشکر گاہ میں نہیں آئے۔ اس نے کہا جنت و دولت تم سے دور ہے۔ اگر تمہارا آفتاب سعادت آسمان رفعت پر ہوتا تو کعب اور کلاب غائب نہ ہوتے۔ کاش کہ تم بھی نہ آتے اور انہیں کچھ ملامت کی پھر مالک نے کہا کہ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں، بچوں اور لشکریوں کے اموال کو کسی قلعے میں محفوظ رکھو اور خود جرار جنگجوؤں اور شمشیر زن نیزہ گذار سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں نکلو

مالک نے وزید کی نصیحت کو قبول نہ کیا اور اسے اس کی عقل زائل ہو جانے پر محمول کر کے کہا تو بوڑھا ہو گیا ہے تیری عقل جاتی رہی ہے تجھے کچھ معلوم نہیں کہ تو کیا کہتا ہے۔ وزید نے کہا اے گروہ ہوازن، مالک تمہیں شرمندہ کرے گا۔ تمہاری عورتوں اور ساز و سامان کو دشمنوں کے قبضہ میں دے دے گا۔ ذلت و نقصان کی گرد تمہارے سر پر ڈالے گا تمہیں چھوڑ کر خود طائف کے قلعہ میں بھاگ جائے گا اسے چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ۔ لوگوں کو وزید کی گفتگو سے کہنے سننے کا موقع ملا اور اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔ ہوازن کے لوگوں نے جنگ کا ارادہ ترک کر کے واپسی کا قصد کر لیا۔ مالک نے کہا اے گروہ ہوازن اگر تم متابعت کرتے ہو تو فبہا ورنہ میں خود کو ہلاک کرتا ہوں اور نیام سے تلوار کھینچ لی اور تلوار کی نوک اپنے سینے پر رکھ لی کہ اگر آج تم میری اطاعت نہیں کرو گے تو میں تلوار پر تکیہ لگاؤں گا کہ وہ میری پشت سے نکل جائے۔ ہوازن نے کہا اگر ہم مالک کی نافرمانی کرتے ہیں وہ خود کو غیرت سے ہلاک کر دے گا، وزید جو کہ بوڑھا، عاجز اور نابینا شخص ہے ریاست و حکمرانی کے لائق نہیں کوئی دوسرا شخص دکھائی نہیں دیتا جو کہ اس اہم کام کے لائق ہو۔ اس بناء پر وزید سے اعراض کیا اور مالک سے متفق ہو گئے۔ حنین کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے بعد حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین کی توجہ سے اطلاع پائی عبداللہ بن حدرد اسلمی کو ان کی طرف بھیجا تاکہ تحقیقی خبر لائے اور سپاہ نصرت پناہ کو حکم دیا کہ وہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہوں۔ عتاب بن اسید کو مکہ میں خلیفہ مقرر فرمایا اور ایک قول کے مطابق بارہ ہزار افراد کے ساتھ جن میں سے دس ہزار اشخاص لشکر خاصہ کے تھے اور دو ہزار طلقاء، اور ایک روایت کے مطابق پندرہ ہزار فوج حنین کی طرف متوجہ ہوئی۔ اسی اثناء میں صفوان بن امیہ سے سو زرہیں طلب کیں۔ اس نے کہا اے محمدؐ! چھین کر لیتے ہو یا عاریۃً۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بطور عاریت لیتا ہوں۔ صفوان نے زرہیں اونٹوں پر لاد کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیں، عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی حسب الارشاد مخالفین کے لشکر میں جا کر واپس آ گیا، آدمیوں کی کثرت اور ان کے اموال و اسلحہ کی بہتات بیان کی۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا امید ہے یہ تمام اموال مسلمانوں کی غنیمت بنے گا۔ نقل ہے کہ مالک بن عوف نے

تین اشخاص کو لشکرِ اسلام کی جاسوسی کے لیے مقرر کیا۔ وہ حکم کے مطابق عمل کر کے کانپتے کانپتے اس کے پاس آئے۔ مالک نے پوچھا دہشت سے کیوں کانپ رہے ہو۔ انہوں نے کہا جب ہم محمدؐ کے لشکر کے پاس پہنچے ہم نے سفید پوش مردوں کو دیکھا جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے ہم نے قطعاً کبھی ایسے اشخاص نہیں دیکھے تھے۔ اب مصلحت یوں ہے کہ لوٹ جائیں۔ اس پر فوج بھی ان لوگوں سے ملے تو ان کی کیفیت بھی ہماری طرح ہو گی اور یہ شکست کا سبب بن جائے گی۔ مالک نے انہیں سرزنش کی اور جاسوسوں کو ملامت کی اور انہیں تاکید کر دی کہ وہ یہ باتیں کسی سپاہی کے سامنے بیان نہ کریں اور آشنا و بیگانہ سے پوشیدہ رکھیں اور دوسرے کو جاسوسی کے لیے بھیجا۔ اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوا جو اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کے باوجود مالک اسی طرح اپنی سرکشی اور تمرد پر اصرار کرتا رہا۔

جب اسلامی فوج کیل کانٹے سے مسلح و آراستہ اور مکمل ہو گئی اور چونکہ کثرت تعداد اور اسلحہ سے جاہ و جلال کا مظہر تھی ایک صحابی نے دیکھتے ہیں کہ وہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے) مسلمہ بن سلامت بن وقش کو فرمایا کہ آج ہم قلت کی بناء پر مغلوب نہیں ہوں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اس بات سے کراہت محسوس ہوئی یہاں تک پسپائی اور شکست جو ابتداء میں لشکرِ اسلام کو پہنچی وہ اسی بات سے تھی کہ اپنی کثرت تعداد پر فخر کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ فتح و نصرت کثرت تعداد اور اسلحہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی مدد سے ہوتی ہے خواہ لشکر قلیل ہو یا کثیر اور آیت کریمہ لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا۔ میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے چونکہ اسلامی فوج اس سے بے خبر تھی۔

جب مالک بن عوف، اسلامی فوج کے پہنچتے ہی وادی حنین میں داخل ہوا اور فوج کو گھات لگا کر بٹھا دیا اور انہیں وصیت کی کہ جب مسلمان اس میدان میں غافل داخل ہوں حملہ کر کے یکدم تیروں کی بوچھاڑ کر دی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت جب لشکرِ اسلام کو تقسیم کیا ایک علم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک علم سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو دیا اور اسی طرح عرب کے ہر قبیلہ کو

ایک ایک علم کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ چونکہ لشکر کے گزرنے کی جگہ تنگ تھی اسلامی فوج متعدد راستوں سے وادی میں داخل ہوئی۔ مخالفین نے اسے غنیمت جانا اور یکدم مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور تیراندازوں نے اپنے ترکش مسلمانوں پر خالی کر دیئے۔ خالد بن ولید کا مقدمۃ الجیش بھاگ گیا اور جو لوگ اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے انہوں نے خالد بن ولید کی متابعت کی کیونکہ ان میں سے اکثریت کے پاس ہتھیار نہیں تھے اسلامی فوج میں اس قدر افراتفری پھیلی کہ چند محدود اشخاص کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی شخص نہ رہا اور وہ بہادر جو اس روز ثابت قدم رہے امیر المؤمنین حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور اس کی اولاد جعفر و ربیعہ، قثم، فضل پسران عباس، اسامہ بن زید اور اس کی والدہ ام ایمن، ابن ایمن کا بھائی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

لایطاق من سنن المرسلین کے تقاضے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ آپ نے ارادہ کیا کہ فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل کے مفہوم کے مطابق ان کو تسکین دیں تاکہ جنگ کریں اور اس پر صبر کریں ایک سفید اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے اسے بھگایا اور فرماتے تھے یا انصار اللہ و انصار رسولہ۔ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اور ایک روایت کے مطابق فرماتے تھے الی این ایھا الناس۔ لوگوں نے فرار کو اس طرح اختیار کر رکھا تھا کہ انتہائی جلدی کی بناء پر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے اپنے اونٹ کو مخالفین تک پہنچنے کے لیے بھگاتے رہتے۔ سفیان بن الحارث اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھے، عباس فلک رسا رکاب تھامے ہوئے تھے وہ روکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب۔

حضورؐ کے جانباز وادی حنین میں:- دشمنوں کی جماعت سے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لیے متوجہ ہوتا قتل ہو جاتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس روز چار آدمیوں سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں رہے۔ بنی ہاشم سے حضرت علی، حضرت عباس، حضرت سفیان الحارث اور دوسرا بنی ہاشم کے علاوہ اور وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔ امیر المؤمنین حضرت علی و عباس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت ابو سفیان گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود بائیں طرف کی حفاظت کر رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے تھے اور ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا اور ایک روایت ہے کہ چار اشخاص سے زیادہ نہیں تھے جیسا کہ ابھی گذرا ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ نو مسلم جن کے سینے پر کینہ نے شرک کی میل کچیل مکمل طور پر صاف نہیں ہوئی تھی، مخالفین کی طرح باتیں کرنے لگے۔ چنانچہ ایک نے کہا آج کے روز سحر باطل ہو جائے گا۔ دوسرے نے صفوان امیہ سے کہا تجھے تو خوشخبری ہو کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی بھاگ گئے اس نے جواب میں کہا۔

اسکت نص اللہ فاک لان یربی رجل من قریش احب الی من یربی من ھوازن

چپ رہ، خدا تعالیٰ تیرے منہ کو توڑ دے۔ قریش سے مالک و والی شخص میرے نزدیک ہوازن کے حکمران سے بہتر اور پسندیدہ ہے۔ شیبہ بن ابی طلحہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی طرف روانہ ہوئے میں نے اس خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موافقت کی کہ ممکن ہے کہ جنگ کے روز فرصت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لے سکوں۔ جب دونوں لشکر آپس میں ملے اور اسلامی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا تو شیبہ کہتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اتر کر اسباب درست فرما رہے تھے میں سواری سے اترا اور میں نے ارادہ کیا کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف سے آؤں۔ میں نے عباس کو دیکھا کہ اپنی ڈھال کے ساتھ سد سکندری کی مانند سفید زرہ پہنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے کھڑا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے گرد صاف کر رہا ہے۔ میں اس طرف سے آپ پر دست درازی نہ کر سکا۔ میں نے چاہا کہ آپ کی بائیں طرف سے آؤں۔ میں نے دیکھا کہ ابو سفیان الحارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف مسلح کھڑا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ اس طرف سے بھی موقع نہ ملا پھر میں آپ کے پیچھے سے آیا اور آپ پر تلوار سے حملہ کرنا چاہا۔ اچانک بجلی کی مانند آگ کا شعلہ ظاہر ہوا اور میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا قریب تھا کہ وہ مجھے جلا کر رکھ دے۔ انتہائی دہشت سے میں نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التفات فرماتے

ہوئے کہا شیبہ ادن منی جب میں نے فرمان کے مطابق عمل کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میرے سینہ پر رکھ کر فرمایا اللھم اذھب عنہ الشیطان، خدا کی قسم! اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر میں نے جنگ شروع کی۔ اگر اس وقت میرا باپ بھی سامنے آتا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں مبتلا ہوتا اور میرے ساتھ جنگ کرتا تو اسے بھی تلوار مارتا۔ میں نے کفار کے ساتھ جنگ شروع کر دی خدا جانتا ہے کہ میں چاہتا تھا کہ اپنی جان حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کر دوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کو لایا گیا۔ سوار ہو کر دشمن کی طرف متوجہ ہوئے لیکن وہ شکست کھا کر منتشر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں لوٹ آئے۔ میں بھی لوٹ آیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کو دیکھوں۔ میرے آنے کی غرض صرف زیارت سے مشرف ہونا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شیبہ! تیرے متعلق خدا تعالیٰ کا جو ارادہ تھا وہ اس سے بہتر تھا۔ جو تو نے خود اپنے لیے کیا تھا اور جو کچھ میرے دل میں تھا آپ نے بیان فرما دیا وہ چیزیں بیان کر دیں جو کبھی کسی سے بیان نہیں کی تھیں۔ لامحالہ میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ پھر میں نے کہا استغفرلی فرمایا غفر لک۔

جب صحابہ کرام جنگ حنین میں متفرق ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح ترین روایت کے مطابق معدودے چند باقی رہ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا اے عباس دوستوں کو اس طرح آواز دو کہ اے گروہ انصار! اے اصحاب اسمرہ! اے اصحاب سورۃ البقرہ! حضرت عباس بلند آواز تھے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے آواز بلند کی وہ اصحاب جنہوں نے عباس کی آواز سنی اطراف و جوانب سے لبیک کہتے ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگتے ہوئے حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح و سالم پایا۔ سب سے پہلی جماعت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب بوسی کی سعادت سے مشرف ہوئی وہ انصار تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے انہوں نے کہا نہیں لیکن یا رسول اللہ اگر آپ برکت التفات دکھم بھی جائیں گے

تو بھی آپ کی خدمت سے منہ نہیں موڑیں گے اور اپنی جانوں کو آپ پر نچھاور کر دیں گے۔ اس کے بعد حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی مدد اس نصرت پناہ لشکر کو پہنچ گئی۔ چنانچہ ایزد تعالیٰ و تقدس قرآن مجید و فرقان حمید میں فرماتا ہے۔ ثم انزل الله سكينة على رسوله وعلى المؤمنين وانزل جنودا لم تروها۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آواز بلند کی اور اصحاب کو بلایا وہ دوست جو جنگل کی اطراف و اکناف میں منتشر ہو گئے تھے انہوں نے بھی حضرت عباس کی آواز کو سنا۔ حضرت عباس کی آواز سنتے ہی شہد کی مکھیوں کی طرح جو اپنے چھتے کی طرف اڑتی ہیں تیزی سے بھاگے اس طرح سو افراد جمع ہو گئے۔ اور مشرکین پر حملہ آور ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمہ ادا فرماتے تھے۔ الآن حمی الوطیس یعنی اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی اور آتش جنگ مشتعل ہوئی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ سے اترے اور ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کی طرف پھینکی اور ایک روایت میں ہے کہ اونٹ کی طرف اشارہ فرمایا اونٹ فی الفور بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشت خاک لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی اور زبان مبارک سے فرمایا کہ شاہت الوجوہ ہوازن میں سے کوئی دشمن ایسا نہیں تھا جس کی آنکھیں اور منہ اس خاک سے پُر نہ ہو گیا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسی طرح سواری کی حالت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشت خاک حاصل کی اور ایک روایت میں حضرت عباس سے۔ اور دشمنوں کی طرف پھینک کر فرمایا، انہزموا ورب محمد اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اللهم انجز لی ما وعدتنی اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دعا پڑھی اللهم لک الحمد والیک المشتکی وانت المستعان حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد! آج میں نے آپ کو وہ کلمہ سوجھا دیا جو موسیٰ علیہ السلام کو دریا عبور کرتے وقت کیا تھا۔ وہ صحابہ سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشت خاک اور سنگریزوں کو اپنی ہتھیلی مبارک سے باہر پھینکا۔ سنگریزوں کی آواز میرے کانوں میں اس طرح معلوم ہوئی کہ جیسے آسمان سے طشت گرا تے ہیں۔ اور آیت کریمہ

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ولیبلی المومنین منہ بلاء حسنا۔ اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے نقل ہے کہ ہر درخت اور پتھر جو میدان جنگ میں تھا مخالفین کی نظروں میں سوار دکھائی دیتا تھا گویا کہ وہ ان کی طلب میں ہیں اور جبیر بن مطعم سے روایت ہے اس نے کہا کہ جب لشکر اسلام نے نیام سے تلواریں کھینچ کر کفار کا رخ کیا میں نے دیکھا کہ آسمان سے سیاہ گدھوں کی مانند کوئی چیز ظاہر ہوئی جو ہمارے اور کفار کے درمیان آکر گری۔ میں نے دیکھا تو وہ سیاہ چیونٹے تھے جو صحرا میں منتشر ہو گئے اور تمام وادی اس سے بھر گئی۔ مجھے کوئی شک نہ رہا کہ آسمانی لشکر تھا لیکن میری نظر میں یوں دکھائی دیتا تھا پھر میں نے دیکھا کہ ہوازن پر شکست پڑی اور نصرت شعار، حضرت آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کفار سے مغلوب تھے یکدم غالب آگئے اور کفار و مشرکین مغلوب ہو گئے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے پانچ ہزار فرشتے آئے۔ یہاں تک کہ اس لشکر کے بعض لوگ جنگ ختم ہونے کے بعد کہتے تھے کہ وہ مرد کہاں چلے گئے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور لشکر اسلام کے ساتھ مل کر جنگ کرتے تھے۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا وہ فرشتے تھے اور مالک بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا کہ میرے چند آدمی جو میدان جنگ میں موجود تھے حکایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں اور خاک کی مٹھی ہماری طرف پھینکی کوئی شخص باقی نہیں بچا جس کی آنکھوں میں وہ نہ پڑی ہو۔ ہمارے دلوں میں ایسے جیسے پیدا ہوئی اور ہم پر عظیم اضطراب طاری ہو گیا اور زمین و آسمان کے درمیان ہم نے سفید پوش مردوں کو دیکھا جو ابلق گھوڑوں پر سوار، رسیاں دونوں کندھوں کے درمیان رکھی ہوئی تھیں۔ ہم میں اتنی قدرت اور طاقت نہیں تھی کہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ سکیں۔

وادی حنین میں مشرکین میں سے ایک شخص جس کا نام ابو جزول تھا، نے اونٹ پر سوار ہو کر مسلمانوں کا رخ کیا، وہ بہادر، ظالم اور اس قدر نڈر تھا کہ عرب کے بہادر اس کے مقابلہ میں میدان جنگ میں نہیں نکلتے تھے اور اس کے مقابلہ میں دست جرأت آستین جلاوت سے باہر نہیں نکالتے تھے۔ ابو جزول تہور اور غرور سے رجز پڑھتا تھا اور مقابل

طلب کرتا تھا اور اصحاب کرام رضوان اللہ اجمعین اس متکبر کافر کے ساتھ جنگ میں توقف کرتے تھے کہ اچانک شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ابو جرول کی طرف متوجہ ہوئے اور تیغ ابر کے زخم سے ہلاک کر کے سجّین میں بھیج دیا۔ مسلمان اس صورتِ حال کے ملاحظہ سے قوی دل ہو گئے اور مشرکین ذلیل و خوار ہو گئے۔

مقتولین حنین اور مالِ غنیمت :- اسلامی فوج سے چار اشخاص نے شربتِ شہادت نوش کیا اور اہلِ ہوازن و ثقیف سے ستر افراد نے دوزخ کا رُخ کیا۔ اور ہوازن اور ثقیف بدترین طریقے سے میدانِ جنگ سے بھاگے۔ اور مالِ غنیمت میں چھ ہزار قیدی گھوڑے، چوبیس ہزار اونٹ، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چالیس ہزار سے زائد بھیڑیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ اس غیبی فتح کی بدولت بہت سے مشرکین کفار زیورِ ایمان سے آراستہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر اطاعت و فرمانبرداری میں سر جھکایا۔ اور ایک جماعت بطنِ نخلہ کی طرف بھاگ گئی اور ایک گروہ اپنے اموال کی حفاظت کے لیے جو وہ اوطاس میں چھوڑ آئے تھے اس طرف بھاگ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر اشعری کو ایک جماعت شمول زبیر بن العوام، موسیٰ اشعری جو عامر مذکور کا چچا زاد بھائی تھا اور سلمہ بن الاکوع ان لوگوں میں شامل تھا۔ اوطاس کی طرف بھگوڑوں کے پیچھے بھیجا۔ اسلامی فوج منازل طے کرنے کے بعد وہاں پہنچ کر مخالفین کے ساتھ جنگ و قتال میں مصروف ہوئی اور ابو عامر جو خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سریہ کے امیر تھے درجۂ شہادت پر سرفراز ہوئے اس کی شہادت کی کیفیت میں مختلف روایات وارد ہیں۔

حضرت ابو عامر کی شہادت :- صحیح ترین روایات یہ ہے کہ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ابو موسیٰ نے کہا جب ہم اوطاس والوں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوئے اور لڑنے لگے دورانِ جنگ بنی جشم کے ایک شخص نے حضرت عامر کے زانو پر تیر مارا چنانچہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئے میں ان کی طرف گیا اور پوچھا کہ یہ تیر آپ کی طرف کس نے پھینکا ہے انہوں نے اپنے قاتل کو مجھے دکھایا۔ میں اس کے پیچھے

جاتا تھا اور وہ بھاگتا تھا آخر میں نے اس سے کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ بھاگتا ہے اور جنگ کے لیے مقابلہ میں نہیں آتا چنانچہ وہ کھڑا ہو گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواریں سونت لیں آخر کار میں نے اسے قتل کر دیا اور ابو عامر کے پاس واپس آیا اور انہیں ان کے قاتل کی اطلاع دی۔ اس نے کہا کہ میرے زانو سے تیر کھینچ جب میں نے کھینچا تو اس کے زخم سے خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ جب اس نے یہ حال دیکھا اپنی زندگی سے ناامید ہوا اور کہا:۔ اے میرے بھائی کے بیٹے! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کرنا کہ میرے لیے بخشش طلب کریں اور مجھے لشکر کا امیر بنا دیا۔ حق تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائی۔ حضرت عامر تھوڑی دیر کے بعد فوت ہو گئے جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوا۔ آپ کے پاس ایک تکیہ تھا جسے کھجور کے پتوں سے بنایا ہوا تھا ان پتوں کے نشانات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر ظاہر تھے۔ لشکر کا قصہ، ابو عامر کا پیغام اور ان کی درخواست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا، وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر دست مبارک اٹھائے چنانچہ میں نے ان کی زیر بغل سفیدی کو دیکھا اور دعا فرمائی اللھم اغفر لعبید اللہ بن قیس واجعلہ من اعلی التی فی الجنہ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے لیے بھی بخشش کی دعا فرمائیے فرمایا اللھم اغفر لعبید اللہ بن قیس دینہ وادخلہ یوم القیمۃ مدخلا کریما۔ اور جنگ اوطاس میں بنی رباب جو کہ ایک مسلمان قبیلہ تھا بہت سے آدمی قتل ہوئے تھے میں نے کہا یارسول اللہ ھلکت بنو رباب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم اجبر مصیبتھم نقل ہے کہ دُرید بن الصمہ جس کا ذکر گزرا تھا اور مشرکین کا سردار تھا اور اس کی ایک سو ساٹھ سال عمر تھی کفر کی حالت میں زبیر بن العوام کے ہاتھ سے قتل ہوا اور درکات جہنم میں پہنچا۔ القصہ اسلامی فوج اس غزوہ سے شادکام لوٹی۔ مختلف قسم کے غنائم، مواشی اور لونڈی غلاموں کے ساتھ سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آستانہ عالیمقام پر حاضر ہوئے، یہ فتح دوسری فتوحات کے علاوہ تھی جو حاصل ہوئی۔ وہاں سے واپس ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حنین کے مال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کریں اور جب

طرح محفوظ رکھیں تاکہ فرصت کے وقت تقسیم ہو اور منادی کو فرمایا اس نے ندا کی کہ من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یغلک صحابہ میں سے جس نے کوئی چیز لی تھی واپس کر دی یہاں تک کہ عقیل بن ابی طالب نے اس میں سے ایک سوئی اٹھائی تھی اور اپنی بیوی فاطمہ بنت عتبہ کو دی تھی اس سے لے کر غنائم میں داخل کر دی اور ان غنائم کا ربط وضبط بشریٰ انصاری کے ہاتھ میں دے رکھا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ہمشیرہ شیما:۔

قیدیوں میں سے ایک عورت شیما بنت حارث بنت عبد العزی تھی. صحابہ نے قید کے وقت اس کے ساتھ سختی کی. ہر چند شیما نے کہا کہ میں تمہارے محمد کی رضاعی ہمشیرہ ہوں مگر اس معاملہ میں اس کی بات کا اعتبار نہ کیا یہاں تک کہ اسے اونٹ پر بٹھا کر کہا گیا کہ اس سلسلہ میں کوئی نشانی نہیں ہے. شیما نے کہا مجھے تم اپنے صاحب کے پاس لے چلو جب وہ لے کر گئے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن کے بعض واقعات یاد دلائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہچان کر اٹھے اور چادر مبارک اس کے لیے بچھائی اور اسے اس پر بٹھایا اور حضرت حلیمہ اور اس کے خاوند کے متعلق استفسار فرمایا. شیما نے کہا مدت ہوئی وہ اس دار فانی سے رحلت کر گئے ہیں. اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ عزت و احترام کے ساتھ ہمارے ساتھ رہو، یا میں تجھے کچھ مال دے دوں اور تم اپنی قوم اور ملک میں چلی جاؤ. شیما نے حب الوطن من الایمان کے تقاضے کے مطابق اپنا وطن اختیار کیا. جاتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک لونڈی، تین غلام اور اونٹ اور بھیڑیں عنایت فرما کر اس کے قبیلہ میں بھیج دیا. اور ایک روایت ہے کہ جب شیما زیور ایمان سے آراستہ ہو کر اپنے وطن کی طرف متوجہ ہوئی اور مقصد پر پہنچ گئی قبیلہ کے لوگوں نے اسے کہا کہ تو نے یہ خواہش کیوں نہیں کی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بجاد کے جرم کو معاف فرما دیتے. یہ حلیمہؓ کے قبیلہ کا ایک شخص تھا. اور اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے ایک دن ایک مسلمان کا پیٹ چاک کر دیا تھا. جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کے پیچھے لشکر روانہ فرماتے تھے وصیت فرمائی کہ اگر تم بجاد پر قابو پاؤ اسے مضبوط اور محفوظ رکھو تاکہ بھاگ نہ جائے. اسلامی فوج حسب الارشاد عمل کرتے ہوئے

مشرکین کے پیچھے گئی اور کامیاب وکامران واپس آئے تو بجاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے وہ قید تھا کہ شیما نے اپنی قوم اور خاندان کی درخواست پر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیمیا اثر نظر میں پہنچ کر اپنی درخواست کو پیش کیا آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجاد کا گناہ شیما کو بخش دیا۔ اور اس کے باقی ماندہ دوسرے رشتہ داروں کے متعلق پوچھا اس نے عرض کی کہ ایک بھائی بہن اور چچا زندہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شیما! تو لوٹ جا اور اپنی قوم کے ساتھ جعرانہ میں تم سے مل کر تیری معیشت کے اسباب مہیا کروں گا جب جعرانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیما سے ملاقات کی بہت سا مال اسے اور اس کے رشتہ داروں کو عطا فرمایا۔

غزوہ طائف

مورخین اور اہل سیرت نے لکھا ہے کہ جب مالک بن عوف ثقیف اور ہوازن کے مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ حنین سے بھاگ کر طائف کی طرف گئے جنگ اور شکست سے پہلے قلعہ وبرج کی مضبوطی میں مصروف ہوئے اور ایک سال کی خوراک جمع کر رکھی تھی جب قلعہ میں پہنچے دروازے بند کر لیے داخل ہونے اور نکلنے کے راستوں کو مضبوط کیا اور لڑنے کیلئے تیار ہو گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت واقعہ کا علم ہوا آپ نے اس قلعہ کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور فتح کا جھنڈا حضرت علی یا ابو عبیدہ جراح یا خالد بن ولید کو دے کر ہزار بہادروں کے ساتھ مقدمۃ الجیش مقرر کیا اور خود ان کے پیچھے طائف کی طرف متوجہ ہوئے راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر مالک بن عوف کے محل پر ہوا آپ کے فرمان کے مطابق اس میں آگ لگا دی۔ منزلیں اور مراحل طے کرنے کے بعد قلعہ کے نزدیک نزول فرمایا۔ اہل قلعہ نے شدید تیر اندازی کر کے بہت سے مسلمانوں کو زخمی کر دیا۔

گراں تیر بازاں کنوں آمدے　　　بجائے نم از ابر خون آمدے

چونکہ اہل قلعہ کے تیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر تک پہنچتے تھے آپ نے فرمایا کہ چھاؤنی مبارک کو بلند جگہ پر جہاں اب مسجد طائف ہے لے جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ان کی کھجوریں کاٹنے کا حکم دیا جب قلعہ کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو تضرع وزاری کرنے لگے کہ

خدا کے لیے رحم فرمایئے لشکری درخت کاٹنے سے رک گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
انی ادعہا للہ و للرحم۔ مدت محاصرہ میں جو ایک قول کے مطابق اٹھارہ روز اور ایک
قول کے مطابق چالیس روز تھا عظیم جنگیں رونما ہوئیں اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
زخمی اور مجروح ہوئے اور صحابہ میں سے بارہ اشخاص نے شربتِ شہادت نوش کیا شہدائے
طائف میں سے ایک عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایام محاصرہ میں اعلان کیا کہ اہل
قلعہ میں سے جو غلام اتر کر ہماری طرف آئے گا آزاد ہوگا۔ قریباً بیس غلام قلعہ سے نیچے اترے اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا
جب اہل طائف ایک مدت کے بعد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان
لائے اور قلعہ کی چابیاں آپ کے سپرد کر دیں اور التماس کی کہ ہمارے غلاموں کو ہمیں واپس کر
دیجیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خداوند تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں وہ قطعاً تمہاری
غلامی کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ
آپ کے سامنے لائے اس سے پہلے کہ تناول فرمائیں ایک مرغ حاضر ہوا اور اپنی چونچ اس پیالہ
میں ڈال کر اسے گرا دیا اور دودھ بہہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کو حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ سے جو فن تعبیر میں مہارت رکھتے تھے بیان کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی،
یا رسول اللہ! یہ واقعہ اس بات پر مبنی ہے کہ اس سال آپ کو اس قلعہ کے فتح کرنے کی اجازت
نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کی تصدیق فرمائی کہ تو نے سچ کہا میں نے بھی
اپنے خواب کی یہی تعبیر کی ہے۔

کہتے ہیں کہ عثمان مظعون کی منکوحہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا تھا کہ امسال
یہ قلعہ فتح نہیں ہوگا۔ حضرت فاروق اعظم سے اس نے ذکر کیا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو معلوم کرنا چاہا۔ اجازت کے بعد انہوں نے کوچ کا
اعلان کر دیا۔ مسلمانوں نے اظہار رنج کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم فتح کیے
بغیر کیسے واپس جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قلعہ

کے پاس جا کر جنگ شروع کر دی بہت زیادہ زخم پہنچے اور واپس آ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کل انشاء اللہ کوچ کریں گے صحابہ خوش ہو گئے دوسرے روز قلعہ کے پاس سے اٹھ آئے۔

طائف کے محاصرہ کے دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مقرر فرمایا کہ اس قلعہ کے اطراف میں سیر کریں اور جو بت خانے ملے تباہ کر دیں اور بتوں کو توڑ دیں۔ شاہ مرداں جب اسلامی فوج لے کر باہر نکلے راستہ میں مقرر کردہ صحابہ کی جماعت کے ساتھ خثعم کے مبازران و بہادران سے ایک جماعت سے ملاقات ہوئی ان میں سے ایک شخص جسے اپنے زور بازو پر کلی اعتماد تھا میدان میں نکلا اور مبارز طلب کیا مسلمانوں میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس مشرک کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلیں۔ آخر کار امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیا۔ ہر چند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص الربیع نے کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ دوسروں کے ہوتے ہوئے امیر لشکر جنگ کی ابتدا کرے شاہ مرداں تیز تیز اس کے روکنے سے نہ رکے اور کہا کہ جب کوئی دوسرا میدان میں نہیں نکلتا تو مجبوراً میں نکلا ہوں، لیکن اگر میں اس جنگ میں قتل ہو جاؤں تو آپ اس لشکر کے امیر ہوں گے پھر حضرت علی اس مخالف کے ساتھ میدان میں نکلے اور تیغ ابدار سے اسے دوزخ میں پہنچا دیا اور ہوازن اور ثقیف کے جو بت اس علاقہ میں ملے تمام توڑ دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قلعہ طائف کے دروازہ پر حضرت علی کا انتظار کرتے رہے اور یہ سلطان الاولیا یعنی حضرت علی المرتضیٰ سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک جب علی کے چہرہ پر پڑی تکبیر کہی اور اس سے خلوت میں باتیں کیں اور راز کہنے شروع کیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مشاورہ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرت علی کے ساتھ راز کی باتیں کرتے اور خلوت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ میں اس کے ساتھ خود راز نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ راز کہتا ہے۔

طائف سے واپسی کے وقت، غزوہ طائف کے لشکریوں میں سے ایک شخص کا اونٹ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے اس قدر نزدیک ہوا کہ اس کا غلیظ انگلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گیا اور تکلیف پہنچائی وہ شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاؤں پر چابک مارا اور فرمایا اسے دور ہٹا کر چلا تو نے میرے پاؤں کو زخمی کر دیا ہے جب دوسرا روز ہوا کسی شخص کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا۔ میں نے خیال کیا کہ کل کے معاملہ کا انتقام آپ کے دل میں ہے۔ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا فرمایا کل ہمارا چابک تمہیں لگا آج میں نے تمہیں طلب کیا ہے تاکہ اس کا بدلہ لے لے اور اُسّی بھیڑیں مجھے دیں۔

ایک صحابی کہتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرن پہنچے آپ ناقہ قصویٰ پر سوار تھے میں ناقہ کے پہلو میں جا رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تازیانہ اونٹنی کو مارنا چاہا اتفاقاً وہ تازیانہ مجھے لگ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا چابک تجھے لگا؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جب ہم جعرانہ میں اترے ایک سو بیس بھیڑیں اس کے عوض مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے بھیڑوں کو راس المال بنایا اور مالدار اور صاحب جائیداد ہو گیا۔

جعرانہ میں مال غنیمت کی تقسیم: کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں چھاؤنی بنائی پھر سخاوت کا ہاتھ کھولا یہاں تک کہ ان مسلمانوں کو جو مؤلفۃ القلوب کہلاتے تھے کثیر عطیات دیئے کہتے ہیں کہ جس وقت غنیمت کی نقدی کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع کی ہوئی تھی ابوسفیان بن حرب جو بخل میں مشہور تھا فرصت کو غنیمت جان کر مجلس ہمایوں میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ آج قریش میں سب سے مالدار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے ابوسفیان نے سلسلۂ طمع کو تحریک دیتے ہوئے کہا ان اموال میں سے کچھ مجھے دیجئے۔ چالیس اوقیہ چاندی اسے عطا فرمائی اور اس پر مزید سو اونٹ دیئے۔ ابوسفیان نے کہا میرے بیٹے یزید کو بھی عطیات سے سرفراز فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ابوسفیان کے برابر انعام اسے بھی دیا گیا پھر بھی اس کی طمع فرو نہ ہوئی اس نے کہا میرے دوسرے لڑکے معاویہ کا حصہ بھی عطا فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کو بھی چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ عطا فرمائے۔ ابوسفیان نے کہا میرے

ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ خدا کی قسم آپ کریم ہیں حالت جنگ میں بھی اور صلح کے زمانے میں بھی۔ آپ نے کرم و مروت کی انتہا کر دی۔ حق تعالیٰ نے آپکو جزائے خیر عطا فرمائے اسی طرح حکم بن حزام کو سو اونٹ عطا فرمائے آپ نے دیکھا کہ ابھی تک اس کی رغبت کچھ اور لینے کی ہے اسے سو اونٹ اور عنایت فرمائے اور رؤسائے قریش مثل سہل بن عمرو، صفوان بن امیہ، حویطب بن عبد العزیٰ، اسید بن حارثہ ثقفی، ابوجہل کے بھائی حارث بن ہشام، قیس بن عدی، اقرع بن حابس اور عقبہ بن حصین میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ بخشے اور ثقفی سرداروں اور مخرمہ بن نوفل، سعد بن یربوع، عثمان بن نوفل، ہشام بن نوفل اور ہشام بن عمرو عامری کو پچاس پچاس اونٹ عطا فرمائے۔ علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ عطیات خمس سے تھیں یا تمام غنائم میں سے متحقق ہوئے۔ ایک گروہ خمس میں سے شمار کرتا ہے اور ایک گروہ تمام غنائم سے اور ہر گروہ کے پاس دلیل ہے جو سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔

اس روز عباس بن مرداس اسلمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اونٹ دیئے۔ عباس نے اس صورت حال سے غمزدہ ہو کر غصے سے چند اشعار کہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے تو حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے علی اٹھو! اور اس کی زبان کاٹ دو۔ حضرت علی اٹھے اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر روانہ ہو گئے۔ عباس نے کہا تو میری زبان کاٹے گا؟ امیر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ مجھے حکم دیا ہے میں اس کے مطابق عمل کروں گا لیکن وہ اسی طرح لیے جاتے تھے یہاں تک کہ اونٹوں کے ذخیرہ تک پہنچے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عباس سے کہا ان اونٹوں میں سے سو اونٹ تک منتخب کر لو۔ عباس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تم کس قدر کریم ہو اور کس قدر حلیم ہو اور نیکو خصلت ہو۔ عباس نے بتایا اس وقت حضرت علی نے مجھے کہا اے عباس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اونٹ تجھے بخشے اور تجھے مہاجرین و انصار میں شمار کیا اور مخلص خیال کیا اور اپنے خاص لوگوں میں شمار کیا اگر تو اہل نصرت اور اہل ہجرت میں سے ہو چار اونٹوں پر اکتفا کر اور اگر تمہاری یہ خواہش ہے کہ مولفۃ القلوب میں شمار ہو تو سو اونٹوں کو لے لو۔ عباس نے حضرت علی سے کہا تیری اس باب میں کیا رائے ہے؟ جو کچھ تمہاری رائے ہوگی میں اسی کے

ساتھ راضی ہوں اور یہ روایت بھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عطیات سرداران قریش اور رؤسائے عرب کو عطا فرمائے تاکہ ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں سے رغبت اور حمیت بڑھ جائے اور انصار کے متعلق اس قسم کے عطیات کا ظہور نہ ہوا کہتے ہیں کہ انصار اس صورت حال سے غمگین ہوئے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ اس قسم کے عطیات اور مہربانیاں قریش اور عرب کے دوسرے قبائل کے ساتھ کرتے ہیں اور ہمیں کوئی انعام نہیں فرماتے اور ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھرا اور چچا زاد بھائیوں میں پہنچے ہیں ان کی بھلائی چاہتے ہیں اور جہاں زحمت اور مشقت ہوتی ہے ہمیں فرماتے ہیں حالانکہ مشرکین کا خون تلواروں سے ٹپکتا ہے۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی آپ نے حکم دیا کہ انصار خیمہ میں جمع ہوں اور انصار کے سوا کوئی دوسرا وہاں موجود نہ ہو۔ جب انہوں نے حکم کے مطابق عمل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی کے ساتھ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا، اے انصار! یہ کیسی بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ کیا تم نے یہ بات کہی ہے یا نہیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے سرداروں میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا لیکن جوانوں نے ان حکایات کی طرح جیسا کہ ان کا طریق ہے زبان سے ادا کی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہارے پاس ایسی حالت میں نہیں آیا تھا کہ تم آگ کے کنارہ پر پہنچ چکے تھے حق تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں آگ سے نجات دی۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا میں تمہارے پاس اس وقت آیا جبکہ تم گمراہ تھے حق سبحانہ و تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت فرمائی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے رہتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہیں رہتے؟ حق تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے درمیان الفت و محبت پیدا فرما دی۔ تم کم تعداد تھے، حق تعالیٰ نے میری برکت سے تمہیں زیادہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتیں فرماتے تھے اور وہ آپ کی تصدیق کرتے رہتے تھے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیوں بات نہیں کرتے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کا فضل و احسان ہم پر بہت زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کہو اور تم یہ بات کہنے میں سچے ہو گے

کہ آپ ہمارے پاس اس وقت آئے جب آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی تھی ہم نے آپ کو سچا جانا اور تصدیق کی، کسی نے آپ کی مدد نہیں کی ہم نے آپ کی مدد و معاونت کی۔ آپ کو وطن سے نکال دیا گیا تھا ہم نے آپ کو جگہ دی، فقر اور درویش تھے ہم آپ کے ساتھ جود و سخاوت سے پیش آئے۔ آپ خوفزدہ تھے ہم نے آپ کو بے خوف کیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کو یہاں تک پہنچایا انصار رونے لگے ان کے پوروں تے ہاتھ اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی اور کہا یارسول اللہ ہم خدا اور اس کے رسول سے خوش ہوئے خاص ہمارے اموال بھی اگر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو تقسیم فرما دیں۔ ہماری نظر آپ کی فرمانبرداری پر ہے دنیا کے سامان پر نہیں ہے۔ ہمیں آپ کی جدائی کی فکر ہے مال کی کمی کی پرواہ نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش جاہلیت اور میری مصیبت سے قریب العہد ہیں میں ان کی مصیبت کا تدارک کرنا چاہتا تھا اور ان کے دلوں کو محبت عطا کروں اور ایک قول یہ ہے کہ فرمایا اے گروہ انصار! تم ناراض ہوتے ہو کہ میں مال مولفۃ القلوب کو دیتا ہوں اور تمہیں تمہارے ایمان کے سپرد چھوڑتا ہوں تمہارے کمال خلوص پر مجھے بھروسہ ہے کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ دوسرے لوگ تو اونٹ اور بکریاں بھیڑیں لے کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹیں اور تم خدا کے رسول کے ساتھ اپنے گھروں کو جاؤ۔ خدا کی قسم جس چیز کے ساتھ تم لوٹو گے وہ ان چیزوں سے بہتر ہے جس کے ساتھ یہ لوگ واپس جائیں گے پھر فرمایا کہ جمیل سراقہ ضمری جو کہ فقراء صحابہ صفہ میں سے ہے اور اکثر غزوات میں میرے ساتھ تھا اسے ان غنائم میں سے میں نے کچھ نہیں دیا ہے اور عیینہ اور اقرع ہر ایک کو سو سو اونٹ دیئے ہیں اور دنیا سے عیینہ اور اقرع سے مجھے جمیل زیادہ بہتر ہے کیونکہ مجھے اس کے اسلام پر اعتماد ہے میرا مقصد قوم کے دلوں کی تالیف ہے تاکہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور میں چاہتا ہوں کہ وثیقہ لکھوں کہ بحرین کی زمین کی پیداوار خاص تمہارے لیے ہو جو کہ بہترین جگہ ہے جو خدا تعالیٰ نے فتح سے عنایت فرمائی ہے۔ انصار پھر رونے لگے اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد ہمیں دنیا کی ضرورت نہیں اور اس کے مال متاع سے کوئی آسائش نہیں خدا کرے وہ دن نہ آئے کہ آپ کا سایہ ہمارے سر سے اٹھ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن سے کوئی چارہ نہیں۔

میرے بعد تمہیں کام در پیش ہوگا صبر کی مضبوط رسی کو پکڑنا تاکہ بغیر شرمندگی اور خجالت کے خدا اور رسول سے آملو تمہارا اور ہمارا وعدہ حوض کوثر پر ملاقات ہے جس کا طول وعرض صفا اور عمان کا درمیانی فاصلہ ہے اور اس کے پیالوں اور لوٹوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہے پھر فرمایا کہ انصار میرے خاص اور میری ڈھال ہیں اگر لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے راستہ پر تو میں انصار کے ساتھ ہوں گا۔ خداوندا انصار کو بخش دے اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو بخش۔ انصار انتہائی خوشی سے اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں اور خدا تعالیٰ کا انہوں نے شکر ادا کیا اور مال پر فریفتہ نہ ہوئے اور خدا اور رسول سے دور نہ ہوئے۔

اصحاب درایت نے بیان کیا ہے کہ ہوازن کی ایک جماعت جعرانہ میں حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوئی اور باقی قوم کے مسلمان ہونے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اہل وعشیرت ہیں جو بلا ذلت ہمیں پہنچی آپ سے پوشیدہ نہیں اب ہم پر رحم فرمایئے اور احسان کیجئے تاکہ خدا تعالیٰ آپ پر احسان کرے اور رحم فرمایئے اور کہتے ہیں کہ اس جماعت کے اشراف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا ابو برقان، زبیر بن سرد سعدی جو کہ اس جماعت کا خطیب تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہمایوں میں حاضر ہوئے اور کہا اگر ہم حارث بن ابی شمر غسانی یا نعمان بن منذر کی کفالت وحضانت میں ہوتے تھے تو ان کو دودھ دیتے تھے اور ہمارے اختیار واقتدار کی باگ ڈور ان کے قبضہ میں ہوتی تھی جیسا کہ آج آپ کے قبضہ میں ہے۔ لامحالہ ہمارے ساتھ فضل واحسان کرتے تھے اور شفقت ورحمت سے دریغ نہیں کرتے تھے اب ہم آپ کی کمال عاطفت سے امیدوار ہیں کہ مال ہمارے اور قیدی ہم کو عنایت فرمائیں گے جیسا کہ ہم میں آپ کی رضاعی چچائیں اور خالائیں ہیں چونکہ آپ بہترین احسان کرنے والے ہیں اپنی نظر عنایت کو ہم پر نہ پھیریں۔ اور ہم جو انواع واقسام کی ذلتوں سے خاک مذلت پر گرے پڑے ہیں اپنے دست کرم سے ہمیں سہارا دیجئے۔

گرچہ افتادہ بخاک ہم از صد خواری	چشم دارم کہ بدست کرم برداری
گرچہ پس ماندہ درگاہم امیدم آن است	کہ بیک جاذبہ لطف بہ پیشم آری

حضرت سیدِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے ان کے جواب میں فرمایا میں نے مالِ غنیمت میں تمہاری وجہ سے تاخیر کی اور تمہاری آمد کا انتظار کرتا رہا کہ تم آؤ اور اس سلسلہ میں کوئی بات کرو۔ تم دیر سے آئے ہیں تمام لوگوں میں جو موجود تھے تقسیم کر دیئے۔ میرے نزدیک محبوب ترین اور سب سے زیادہ سچی بات یہ ہے کہ مال اور قیدیوں میں سے ایک چیز کو پسند کر لو انہوں نے کہا ہم اہل وعیال کو چھوڑ کر اونٹوں اور بھیڑوں کے خواہشمند نہیں ہیں جب انہوں نے یہ بات کہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی عبدالمطلب کا حصہ ہم نے تمہیں چھوڑا اور لوگوں سے میں تمہارے لیے درخواست کرتا ہوں تاکہ وہ بھی اپنے حصص کو چھوڑ دیں۔ جب میں ظہر کی نماز ادا کروں تم کھڑے ہو جانا اور مجھے مسلمانوں کے پاس سفارشی بنانا۔ ہوازن نے نماز ظہر کے بعد فرمان کے مطابق گروہ در گروہ عمل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان کھڑے ہوئے خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد یوں فرمایا کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس مسلمان ہو کر آئے ہیں اور میری رائے اس پر قرار پائی ہے کہ ان کے قیدیوں کو انہیں دے دیں۔ کلام یہ ہے کہ جو شخص اس پر راضی ہو فرمان کے مطابق عمل کرے اور جو شخص اپنے حصہ کو نہ چھوڑ سکتا ہو خدا تعالےٰ جو مال ہمیں عنایت فرمائے ہم اسے دیتے ہیں۔ تمام حاضرینِ مجلس نے کہا ہم اسے دلی خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ بنی ہاشم کا حصہ ہے اسے گروہ ہوازن ہم نے تمہیں دیا۔ پھر مہاجرین کھڑے ہوئے اور کہا جو ہمارا حصہ ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور انصار نے بھی یہی بات کہی۔ لیکن اقرع بن حابس جو کہ بنی تمیم کا پیشوا تھا اور عیینہ بن حصین فزاری اور مقتدر بنی فزارہ نے کہا ہم اس کے ساتھ متفق نہیں ہیں اور عباس بن مرداس نے کہا کہ میں اور بنی سلیم اس پر راضی نہیں ہیں بنی سلیم نے اس کی تکذیب کی اور کہا جو کچھ ہماری ملکیت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص راضی نہیں ہے میں اسے ایک اونٹ کے عوض جو اس کے پاس موجود ہے پہلی اس غنیمت سے جو اللہ تعالیٰ مجھے عنایت فرمائے گا میں سے چھ اونٹ دوں گا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام کو مشاہدہ کیا۔ انہوں نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ انہی حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے مالک بن عوف کے حالات دریافت کیے۔ ہوازن نے کہا کہ وہ طائف کے قلعہ میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ہمارے پاس آجائے اور مسلمان ہو جائے تو اس کے اہل و عیال اور مواشی و اموال کو اسے واپس دے دوں گا اور اسے مزید سو اونٹ بخشوں گا۔ ہوازن کے وفد نے مالک بن عوف کو خبر پہنچائی وہ خوش اور مسرور ہو کر جعرانہ میں آپ کی قدمبوسی کے شرف سے مشرف ہوا اور زیور ایمان سے آراستہ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ مالک کو اس کی قوم اور چند دوسرے قبیلوں پر سردار بنا کر واپسی کی اجازت فرمائی۔

حضور کا مکہ میں قیام:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنائم کی تقسیم سے فراغت کے بعد بارہ ذی قعدہ ۸ھ میں جعرانہ سے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوئے اس کے مناسک ادا فرمائے اور مکہ کی امارات عتاب بن اسید کے سپرد فرمائی اور معاذ بن جبل اور موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو قرآن کی تعلیم اور دینی تعلیم دینے کے لیے مکہ میں چھوڑا اور تمام کو شرعی احکام کے نافذ کرنے اور ملت کو جاری کرنے کی وصیتیں فرمائیں اور ابو سفیان بن حرب کو عرانہ میں جو کہ بلاد یمن میں تھا گورنر بنایا اور کثیر بن عبد اللہ کو اس کی مدد و اعانت کے لیے روانہ فرمایا۔ ان مہمات کے فراغت کے بعد سید کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات مکہ سے باہر نکلے اور مر الظہران میں آئے اور باقی ماندہ مال غنیمت اس جگہ تقسیم فرمایا آخری ذی قعدہ یا اول ذی الحج میں مدینہ لوٹے اس سال لوگوں نے عرب کے دستور کے مطابق حج کیا امیر حج مقرر کیے بغیر عتاب بن اسید نے بھی لوگوں کے ساتھ حج ادا کیا اور ایک روایت کے مطابق آخری ذی قعدہ یا اوائل ذی الحج میں واپس آئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بنی ثعلبہ کے لوگ:- بنی ثعلبہ کے چار اشخاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم اپنی قوم کے فرستادہ ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ اسلام ہجرت کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ فرمایا جہاں تمہیں بھی رہو تقویٰ اختیار کرو تاکہ تمہارا اسلام مکمل ہو اور اگر ہجرت نہیں کرو گے تو تمہارے دین و ملت کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق رملہ بنت الحارث کے گھر رکھا گیا اور چند

روز ان کی مہمانی کی اور ہر ایک کو چار اوقیہ چاندی دے کر رخصت کیا۔

حضرت زینب کا انتقال:۔ اسی سال زینب خاتون بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئیں۔ ان کے لیے تابوت بنایا گیا۔ سب سے پہلا تابوت تھا جو اسلام میں بنا آپ ابو العاص بن الربیع کی منکوحہ تھیں اور ان کی بیماری کا سبب وہ نیزہ تھا جو مکہ سے نکلتے وقت ہبار نے مارا تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا آپ کے دو فرزند یادگار زمانہ تھے ایک علی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ بلدۂ طیبہ میں داخل ہوئے فتح مکہ کے روز سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا وہ بلوغت کے قریب پہنچ کر فوت ہوئے دوسری لڑکی امامہ تھیں جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق حضرت علی نے نکاح کیا۔

حضرت ابراہیم کی پیدائش:۔ اسی سال حضرت ابراہیم پسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پردۂ غیب سے عالم شہادت میں قدم رکھا ان کی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں جیسا کہ ان کا ذکر گذرا یہ خوشخبری ابو رافع نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع کو خوشخبری کے عوض ایک غلام بخشا اور ایک مینڈھا کہ روز ہفتم کے لیے ذبح کیا اور جب ابراہیم کا سر مونڈا تو بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اور آپ کے حکم پر بالوں کو دفن کر دیا۔

منبر رسول:۔ اسی سال ایک قول کے مطابق ساتویں سال منبر ایجاد ہوا منبر بنانے کے وقت اور ایک جگہ پر نصب کرنے میں بہت اختلاف ہے اور کتب میں مذکور ہے۔ نقل ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر تیار ہو گیا تو محراب کی طرف رکھا اس مسجد میں چوب خرما کا ستون تھا منبر کی تیاری سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تکیہ لگایا کرتے تھے اور وعظ فرمایا کرتے تھے، جمعہ کا روز تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستون کے پاس سے گزرے اور منبر پر چڑھے، ستون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نزدیک نہ دیکھا۔ نالہ و فریاد شروع کر دی اور ایک روایت کے مطابق اس اونٹ کی مانند فریاد نکالی جس کا بچہ گم ہو گیا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ستون

پھٹ گئی چونکہ حاضرین نے اسے دیکھا متعجب ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لکڑی کے ٹکڑے کی حالت پر تعجب نہ کرو صحابہ اس ستون کی طرف متوجہ ہوئے اس کے رونے کو سنا وہ بہت روئے وہ اسی طرح نالہ کرتا رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اس ستون کے نزدیک گئے اور اسے اپنی گود میں لیا اور کہا اگر تو چاہے تو تجھے تیری اصلی جگہ پر پھر لگا دوں تاکہ پھر سرسبز اور خرم ہو جائے اور میوے پیدا کرے اور اگر تو چاہے تو بہشت کی زمین میں تجھے لگا دوں جنت کے چشموں اور نہروں سے پانی پیئے، صالحین اور اولیاء تیرے میوے تناول کریں اس ستون نے آخرت کو اختیار کیا اور کہتے ہیں کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون کو گود میں لیا ہوا تھا فرماتے تھے نعم فعلت قد فعلت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا کہ اس ستون نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ میں اسے جنت میں گاڑ دوں اور اس ستون نے کہا کہ مجھے بہشت میں گاڑ دیں تاکہ اولیاء میرے میوے کھائیں تاکہ میں کبھی بھی بوسیدہ نہ ہوں۔ میں کہتا تھا نعم فعلت قد فعلت۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں نے اسے دنیا و آخرت میں اختیار دیا تھا اس نے آخرت اختیار کر لی اگر میں اسے تسلی نہ دیتا تو قیامت تک وہ جدائی سے روتا رہتا۔ جب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حدیث منبر روایت کرتے تو کہتے کہ اے گروہ مسلماناں! جب لکڑی کا ٹکڑا رسول خدا کے شوق میں نالہ کرتا ہے تو تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ ان کی ملاقات کے مشتاق رہو چنانچہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

آں ستون را دفن کردند در زمین ‏ ‏ ‏ تا چو مردم حشر گردد یوم دین
تا بدانی ہر کرا ایزد بخواند ‏ ‏ ‏ از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

ابی بن کعب نے وہ ستون اٹھایا اور گھر لے گیا وہ اسی کے پاس تھا یہاں تک کہ بوسیدہ ہو گیا اور یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تھے منبر کے تین پایہ تھے تیسرے پایہ پر بیٹھتے تھے اور اپنے پاؤں مبارک دوسرے پائے پر رکھتے تھے۔ جب خلافت امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچی ادب کی رعایت کرتے ہوئے دوسرے پایہ پر بیٹھے

اور پاؤں کو پہلے پایہ پر رکھا۔ جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو پہلے پایہ پر بیٹھے اور پاؤں زمین پر رکھے جب خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر بیٹھتے تھے چنانچہ مولوی رومی نے مثنوی میں بیان کیا ہے۔

قصۂ عثمان کہ بر منبر برفت — چوں خلافت یافت بشتابید نعت
منبر کہ مہتر کہ سہ پایہ بد است — رفت ابوبکر و دوم پایہ نشست
بر سوم شد عمر اندر دور خویش — از برائے حرمت اسلام و کیش
دور عثمان آمد و بالائے تخت — بر شد و بنشست آں محمود بخت
پس سوالش کرد شخصے بوالفضول — کاں دو ننشستند بر جائے رسول
پس تو چوں جستی از ایشاں برتری — چو برتبت تو از ایشاں کمتری
گفت از پایہ سوم پا نہیم — وہم آید کہ مثال عمر ام
در دوم پایہ شوم من جائے جو — گوییم مثل ابوبکر است او
وہم مثلے نیست آں با شاہ مرا — ہست ایں پایہ مقام مصطفیٰ

حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مروان کو جو اس کی طرف سے مدینہ میں حاکم تھا خط لکھا کہ جس طرح ہو سکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کو ہمارے لیے شام میں بھیج چنانچہ مروان کے حکم سے منبر کو اس جگہ سے اس ارادہ سے اکھاڑ کر شام کو بھیجے یکدم مدینہ میں تاریکی پھیل گئی اور ایک روایت کے مطابق سورج اس حد تک معلق ہو گیا کہ آسمان میں شرارہ نظر آنے لگا اور فتنۂ عظیم لوگوں میں پیدا ہوا مروان نے جب یہ حال دیکھا گھر سے باہر نکلا خطبہ دیا اور کہا کہ معاویہ کا فرمان تھا کہ منبر کو جگہ سے اکھاڑ کر بلند کروں۔ مستری کو بلا کر ایک درجہ اور بڑھا دیا اور اس کا سبب یہ بتایا کہ لوگ زیادہ ہو گئے ہیں میری خواہش تھی کہ تمام لوگ خطیب کو دیکھ سکیں اور اس کی بات سنیں اور کہتے ہیں کہ اسی حال میں تھا اگر کوئی خرابی ہو جاتی تو اس کی اصلاح اسی طریق پر کر دیتے یہاں تک کہ ۶۵۴ھ میں مدینہ میں آگ لگی اور منبر جل گیا۔

بارھواں باب

واقعاتِ سالِ نہم

عاملانِ زکوٰۃ کی روانگی :- کہتے ہیں کہ آغاز ماہِ محرم ۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لیے اعمال مقرر فرمائے تاکہ وہ قبائل جو زیورِ ایمان سے آراستہ ہو گئے تھے ان کے پاس جائیں اور زکوٰۃ کا مال جو مقرر شدہ ہے جمع کر کے مدینہ میں لائیں ان اعمال میں سے ایک بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ تھے لے قبیلہ اسلم اور غفار کی طرف بھیجا اور بعض روایات میں اس کی بجائے کعب بن مالک بیان ہوا ہے اور عباد بن بشیر کو بنی سلیم پر مقرر فرمایا اور عمرو بن العاص کو فزارہ کی طرف اور ضحاک بن ابی سفیان کو بنی کلاب، رافع بن مکث کو جہینہ اور بشیر بن سفیان کعبی کو بنی کعب کے پاس بھیجا جس وقت بشیر بنی کعب کے پاس پہنچا وہ تمیم کے کنوئیں پر تھے۔ بشیر نے ان کے مواشی کو شمار کر کے زکوٰۃ کو وصول کرنا شروع کیا لیکن وہ خست اور بخیلگی سے وہ مال ان کی نظر میں بہت زیادہ دکھائی دیئے بنو تمیم اور بنو کعب نے کہا خواہ مخواہ اس قدر مال ہم محمد کو کیوں دیں ؟ بنو کعب نے کہا ہم ایسی جماعت ہیں جنہوں نے محمد کی متابعت کی ہے اور اس کے دین میں داخل ہوئے ہیں اور اس کی ملت میں یہ زکوٰۃ واجبات میں سے ہے بنو تمیم نے تیر و تلوار نکال لیے اور کہا خدا کی قسم! عامل صدقات پچاس اونٹوں میں سے ایک اونٹ نہیں لے جا سکتا۔ اور بشیر سے کہا کہ ان اونٹوں کے نزدیک مت آنا۔ بشیر نے جب یہ صورت ملاحظہ کی ان میں سے نکل آیا اور ان میں سے بھاگ جانے کو غنیمت سمجھا۔ انتہائی تیز رفتاری سے مدینہ واپس آیا اور جو کچھ دیکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کون ہے جو جا کر بنی تمیم سے بدلہ لے۔ عیینہ بن حصین فزاری نے قسم کھائی کہ میں بنی تمیم کے پیچھے جاتا ہوں اور واپس نہیں آؤں گا جب تک ان کو پکڑ کر آپ کے پاس نہیں لے آؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس سوار اس کے ساتھ کر دیئے کہ اس کی

موافقت کریں۔ یہ پچاس سوار مہاجرین اور انصار کے علاوہ تھے۔ عیینہ ان کے ساتھ مخالفین کی طرف روانہ ہوا رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے اس طرح وہ منازل و مراحل طے کرتے۔ بنی تمیم کی سرزمین پر پہنچے انہوں نے مخالفین کے اکثر گھروں کو مردوں سے خالی پایا انہوں نے انہیں لوٹنا شروع کر دیا اور گیارہ مردوں گیارہ عورتوں اور تین بچوں کو گرفتار کر لیا اور مدینہ کی طرف لوٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے انہیں مضبوط و محفوظ کر دیا۔ اس کے بعد بنی تمیم کے گروہ نے مثل اقرع بن حابس، عطا بن حاطب، زبرقان بن بدر، نعیم بن سعد، عمرو بن الاہتم اور قیس بن سعد اپنے قیدیوں کی طلب میں مدینہ کو آئے۔ جب اس بلدۂ طیبہ میں پہنچے پہلے قوم اور اپنے قبیلہ کے قیدیوں سے ملے پھر مسجد نبوی کی طرف متوجہ ہوئے کہتے ہیں کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے حجرہ میں آرام فرما رہے تھے اور اس جماعت کو معلوم نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سے حجرہ میں ہیں بے چینی سے ہر حجرہ کے دروازہ پر پہنچتے تھے اور آواز دیتے تھے یا محمد باہر آئیے۔ ہر چند حضرت بلال اور اہل مسجد انہیں تسلی دیتے مگر وہ باز نہ آتے۔ حتیٰ کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ اس قوم کو کیا ہوا ہے کہ مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے۔ جب آپ نے ظہر کی نماز کے فرض ادا کر کے اپنے حجرہ ہمایوں کی متوجہ ہوئے بنی تمیم کے سربراہ نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ کے اصحاب ہماری طرف سے مخالفت کے ظہور کے بغیر ہماری عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لائے ہیں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا اور حجرہ میں داخل ہو گئے اور ظہر کی سنتیں ادا فرمائیں۔ پھر گھر سے باہر آکر مسجد میں بیٹھے۔ بنی تمیم میں سے اقرع بن حابس نے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا اے محمد! ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم بات کریں کیونکہ ہماری مدح زینت اور ہماری مذمت عیب ہے۔ یعنی ہماری تعریف آرائش ہے اور ہماری برائی ذلت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے جھوٹ کہا وہ ذات خداوند جل وعلا ہے کہ اس کی مدح آرائش اور اس کی مذمت ذلت ہے۔ تم اپنا مقصد بیان کرو۔ انہوں نے متفق ہو کر کہا کہ ہم اپنے خطیب اور شاعر کو ساتھ لائے ہیں تاکہ آپ کے ساتھ فخر بیان کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما بالشعر

بغنت ولا بالفجا دمدت۔ لیکن جو کچھ تم چاہتے ہو کہو۔ زبرقان بن بدر یا عطا بن خاطب جو ان میں سے خطیب اور فاضل ترین شخصیت تھی کہا اٹھے اور خطبہ پڑھیے۔ عطا اٹھا اور باری تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور بنی تمیم کا شرف و فخر بیان کیا۔ جب عطار خطبہ پڑھنے سے فارغ ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس شماس کی طرف اشارہ فرمایا تاکہ اس کے جواب میں خطبہ پڑھے۔ ثابت نے انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ جو خدا تعالیٰ جل و علا کی مدح ستائش، شہادتین اور مہاجرین کی خصوصیات و مناقب پر مشتمل اور تقاضائے وقت کے مطابق تھا۔ جب ثابت عطار کے جواب سے فارغ ہوئے زبرقان جو کہ بنی تمیم کا شاعر تھا اٹھا اور چند اشعار پڑھے جن میں سے بعض یہ ہیں :-

نحن الکرام فلا حی یعادلنا ۔۔۔ نحن الرؤس وفینا یقیم الربیع

ونطعم الناس عند القحط کلهم ۔۔۔ من السدیف اذا لم یونس القزوع

ان یقینا فلا مالحی لنا اخذ ۔۔۔ انا کذالک عند الفجر یرتفع

حضرت حسان بن ثابت نے اجازت ملنے کے بعد چند اشعار پڑھے جن کی تعریف عطارد نے آسمان پر کی ان ابیات میں سے بعض یہ ہیں :-

ان الذوائب من فهر واخوتهم ۔۔۔ قد بینوا سنة للناس یتبع

یرضی بها کل من کانت سریرته ۔۔۔ یقوی الاله وکل الخیر یصطنع

اکرم قبول رسول الله سنتبعهم ۔۔۔ اذا تفاوتت الاهوی والسبیع

بنی تمیم کی طرف سے پھر اقرع بن حابس نے چند اشعار پڑھے جن میں سے چند یہ ہیں :-

اتیناک کیما تعرف الناس فضلنا ۔۔۔ اذا اختلفوا عند اذکار المکارم

وانا رؤس الناس من کل معشر ۔۔۔ وان لیس فی الارض الحجاز کدارم

وان لنا المرتاع من کل عادة ۔۔۔ یکون بنجد او بارض تهام

حضرت حسان بن ثابت پھر حسب الارشاد جواب کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا :-

بنی دارم ولا بالفخر وان فخرکم ۔۔۔ لیعود وبالا عند ذکر المکارم

اهل علینا یفخرون وانتم ۔۔۔ لنا خول بین طیر او خادم

واَفضل ماکنتم من المجد والعلی — وقادتنا من بعد ذکر المکارم
فانکنتم جئتم تحصن وما لکم — وامرالکم ان تقسموا فی المقاسم
فلا یحصلوا اللہ یدا و اسلموا — ولا یفخر عند النبی مدادم
والادب مخاطلۃ والعال اکفنا — علی روسکم بالمرحفات الصوارم

جب دونوں طرف سے معارضہ انتا کو پہنچا اقرع بن حابس نے کہا خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم قدس سے مدد و نصرت حاصل ہے۔ کہ کوئی عزت اس سے دور نہیں رکھی۔ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ فصیح اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ بلیغ ہے۔ پس بنی تمیم نے انصاف اور فرمانبرداری کی اور مطیع و منقاد ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدیوں کو انہیں واپس کر دیا اور عمدہ انعامات دیئے اور آیت کریمہ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الایۃ ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

عدی بن حاتم کی گرفتاری:۔ ہجرت کے اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ قبیلہ طی میں بھیجا تا کہ فلس بت خانہ کو جو ان کے ملک میں تھا خراب کرے۔ صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہو گئے منزلیں طے کرنے کے بعد صبح کے وقت بغیر اطلاع و خبر قبیلہ میں پہنچے اور لوٹ مار شروع کر دی اور بت خانہ کو اکھاڑ کر جلا دیا اور بہت سامال غنیمت بھیڑ بکریاں اور اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور رئیس قوم عدی بن حاتم طائی بھاگ کر شام چلا گیا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کو تقسیم کیا۔ حاتم کی بیٹی جو کہ ایک فصیح و بلیغ عورت تھی غنیمت میں داخل کر کے مدینہ لائے اور اسے اس سرائے میں جو قیدیوں کی حفاظت کے لیے بنائی تھی جگہ دی ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لے جا رہے تھے حاتم کی بیٹی گھر سے نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر کھڑی ہو گئی اور کہا یا رسول اللہ ھلک الوالد وغاب الوافد فامنن علی من اللہ علیک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا وفد کون ہے اس نے جواب دیا۔ میرا بھائی عدی بن حاتم۔ آنسرور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خدا اور رسول سے بھاگنے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ بات فرمائی اور مسجد کی طرف چلے گئے۔ جب دوسرا روز ہوا حاتم کی لڑکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے گزرنے کے وقت اپنی درخواست کو دہرایا اور وہی جواب سنا۔ تیسرے روز سرورِ انبیاء
جب اس سرا کے دروازہ کے پاس سے گزرے حاتم کی لڑکی پھر کھڑی ہوگئی اور کہا یا رسول اللہ
میں اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ حاتم دنیا سے رخصت ہوگیا اور بھائی دیارِ
شام کو بھاگ گیا۔ مجھ پر احسان کیجیے اور مجھے آزاد کر دیجئے تاکہ حق تعالیٰ آپ پر احسان کرے
اس مرتبہ اس عورت کی درخواست قبول ہوئی۔ طے ہوا کہ اس کے واقف کاروں کی ایک
جماعت مدینہ میں آئے تو آپ اسے ان کے ساتھ وطن مالوف کو بھیج دیں گے۔ چند روز کے
بعد قبیلہ طے کی ایک جماعت مدینہ میں آئی حاتم کی لڑکی نے اس صورتِ حال کو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نئے کپڑے پہنائے اور کئی قسم کے انعامات
واکرامات سے نوازا۔ اور رخصت کیا اس جماعت کے ساتھ جس جگہ چاہے چلی جائے۔ حاتم کی
لڑکی اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے شام کی طرف گئی۔ جب بھائی کے پاس پہنچی بھائی نے اس
سے پوچھا کہ مصلحت کیا ہے اس کی بہن نے کہا وہ پیغمبر ہے یا بادشاہ، ہر تقدیر پر اس کی
ملازمت اور فرمانبرداری کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ عدی مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا جب
مدینہ میں پہنچا آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے وہ مسجد میں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
سے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ چونکہ مدینہ مشرکین کی قیام گاہ
نہیں ہے آیا ہوں۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور گھر کی طرف چل دیئے عدی نے موافقت
کی۔ راستہ میں ایک بوڑھی کمزور عاجز عورت پیش ہوئی اور اس نے جو باتیں کہنی تھیں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر اس بڑھیا کے ساتھ کھڑے باتیں کرتے
رہے اس کی ضرورت پوری کی عدی بن حاتم نے جب یہ خلق عظیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
مشاہدہ کیا اس نے اپنے آپ سے کہا یہ صفت تو انبیاء ورسل علیہم السلام کی ہے جب منزل مبارک
میں آئے چمڑے کا تکیہ جسے کھجوروں کے پتوں سے بھرا ہوا تھا اور عدی کے بیٹھنے کیلئے زمین پر
ڈال دیا اور فرمایا کہ اس پر بیٹھو۔ عدی پہلے رکا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار اور مبالغہ

کی وجہ سے اس جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور وہ افلاک کی چوٹی کے سرتاج یعنی سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف فرما ہوئے عدی نے اپنے آپ سے کہا یہ بھی بادشاہوں کی عادت سے نہیں ہے بلکہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے محاسن و خصائل سے ہے۔ بیٹھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عدی تیرا اخلاں مذہب تھا اور یہ کام کرتا تھا جو تیرے مذہب وملت میں جائز نہیں تھا۔ عدی کو اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ پیغمبر و مرسل ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عدی شاید تو اس لیے اسلام قبول نہ کرتا ہو کہ مسلمانوں کے پاس مال کم ہے اور مسلمان محتاج ہیں خدا کی قسم! عنقریب ان کے درمیان اس قدر مال ہو جائے گا کہ مال کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔ اور ممکن ہے اسلام کے قبول کرنے میں رکاوٹ دشمنوں کی کثرت اور ارباب ملت کی قلت، خدا کی قسم اگر تیری زندگی طویل ہوئی اور تو نے لمبی زندگی پائی تو دیکھے گا کہ مسلمان زیادہ اور مسلمانوں کے دشمن کم ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک عورت قادسیہ سے تنہا اونٹ پر سوار کعبہ کے طواف کے لیے آئے گی اور اسے خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ تیرے لیے دین میں آنے سے مانع یہ بات ہو کہ تو دیکھتا ہے کہ سلطنت و حکومت ملت کے دشمنوں کے پاس ہے۔ خدا کی قسم بہت جلد تو سنے گا کہ بابل کی سرزمین کا قصر ابیض مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ عدی نے کہا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گفتگو کرنے کے بعد مجھے اسلام کی دعوت دی میں زیور اسلام ایمان سے آراستہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو واقعات بیان فرمائے تھے ان میں سے دو واقعات میں نے مشاہدہ کیے ایک قصر بابل کی فتح اور دوسرا عورت کا تنہا قادسیہ سے مکہ روانہ ہونا اور مجھے کوئی شک نہیں کہ دوسرے واقعات بھی ضرور ظہور پذیر ہوں گے۔ عدی بن حاتم کے ایمان لانے کا واقعہ اگرچہ سال دہم میں ہوا تھا لیکن ہم نے ربط کلام کی وجہ سے وقائع سال نہم میں اسے بیان کیا ہے۔

واقعہ ایلاء:۔ سید انام صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ ایک ماہ ازواج مطہرات سے اختلاط نہیں فرمائیں گے اس واقعہ کے سبب میں کئی وجوہ بیان ہیں ایک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سال بنت حضرت عمر بن الخطاب کے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے اور حضرت حفصہ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے گھر سے نکل کر اپنے

باپ سے ملنے کے لیے گئی ہوئی تھی چونکہ خلوت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی ماریہ
کو طلب کرکے اس سے خلوت فرمائی اس وقت حضرت حفصہ باپ کے گھر سے لوٹیں دیکھا کہ گھر
کا دروازہ بند ہے لامحالہ انہوں نے توقف کیا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ کھول
کر باہر تشریف لائے۔ حضرت حفصہ حقیقتِ حال معلوم ہونے کے بعد رونے لگیں اور کہا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے میرے گھر میں میرے بستر پر اپنی لونڈی کی طرف التفات
فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حفصہؓ کی بے چینی کو دیکھا فرمایا کیا تو اس بات پر راضی
نہیں کہ ماریہ کو میں اپنے اوپر حرام قرار دوں۔ اس نے کہا نہیں، اس نے انتہائی خوشی سے اس
بات کی خبر حضرت عائشہ کو دی۔ کہ تجھے بشارت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی
ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے۔ جب حضرت عائشہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے
سرفراز ہوئیں بر سبیلِ تعریض کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری باری کے روز اپنی لونڈی قبطیہ
کے ساتھ صحبت کیجیے تاکہ باقی اوقات آپ کی ازواج سالم رہیں۔ اسی اثنا میں حضرت جبرائیل
علیہ السلام آئے اور اوائل سورۂ تحریم کی آیات لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ
کو جھڑکا کہ میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ اس راز پر کسی کو مطلع نہ کرنا تو نے میرے راز کو کیوں ظاہر
کیا۔ حضرت حفصہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اس حقیقت سے کس نے خبر دی
کہ فرمایا نبأنی العلیم الخبیر مجھے خداوند دانائے باریک بین نے خبر دی۔ چونکہ یہ صورت بعض
ازواج سے ظہور پذیر ہوئی تھی اس کی سزا تمام ازواج کو پہنچی یہاں تک کہ ایک ماہ تک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شرفِ مصاحبت سے محروم رہیں۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ امہات المومنین
نان و نفقہ کی کوئی چیز طلب کرتی تھیں اور اس کے حاصل کرنے میں تنگی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
گھر میں غمگین بیٹھے ہوئے تھے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حجرہ کے دروازہ پر
آئے دیکھا کہ حجرہ کا دروازہ بند ہے اور کچھ لوگ دروازہ پر انتظار کر رہے ہیں۔ اور کسی شخص کو
زیارت کی اجازت نہیں ملی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اجازت حاصل کی۔ اس کے
بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت حاصل کرکے دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔
جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منقبض دیکھا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے کوئی

بات کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا باعث ہو۔ اس نے کہا یارسول اللہ! میری بیوی بنت خارجہ ان دنوں مجھ سے کوئی چیز طلب کی ہیں جس کا مہیا کرنا مجھ پر دشوار تھا میں اٹھا اور اس کی گردن پر ایک تھپیڑ مارا کاش آپ صورت کو مشاہدہ فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم متبسم ہوئے، آپ نے فرمایا یہ میرے گرد بیٹھی ہوئی ہیں مجھ سے نفقہ اور کچھ چیز طلب کرتی ہیں جو میرے پاس نہیں ہے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بات سے متاثر ہو کر اٹھے اور ایک گھونسہ حضرت عائشہ کی گردن پر مارا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی بات پر ان کی پیروی کی اور ایک گھونسہ حضرت حفصہ کی گردن پر مارا، صدیق و فاروق نے اپنی بیٹیوں عائشہ و حفصہ کو عتاب کیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز طلب نہ کرو جو ان کے قبضہ میں نہ ہو۔ حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما نے قسم کھائی کہ آئندہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی تکالیف نہیں دیں گی جس کی وجہ سے آپ کو پریشانی لاحق ہو۔ ازواج مطہرات کو چھوڑ کر ایک ماہ تک، اپنی مسجد کے بالاخانہ پر معتکف رہے اور رباح نامی غلام کو مقرر فرما دیا کہ کسی شخص کو اجازت کے بغیر داخل نہ ہونے دے۔ یہ خبر مدینہ میں پھیل گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ صحابہ میں سے جو شخص بھی یہ خبر سنتا مسجد میں آ جاتا۔ انہیں ملاقات کی اجازت نہیں ملی یہاں تک کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی یہ خبر سنی، میں مسجد میں آیا اور صحابہ کی ایک جماعت کو پایا کہ وہ روتے تھے میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا، عظیم غم میرے دل پر مسلط ہو گیا وہاں سے میں اٹھا اور بالاخانہ پر آیا اور رباح سے درخواست کی کہ وہ ملاقات کی اجازت حاصل کرے۔ رباح نے میری درخواست کو کئی بار عرض کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ آخر کار میں نے بلند آواز سے کہا اے رباح! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ میں اپنی بیٹی حفصہ کی سفارش کے لیے آیا ہوں تاکہ اس کے جرم کو میری وجہ سے معاف فرما دیں۔ خدا کی قسم! اگر آپ مجھے اس کی گردن مارنے کا حکم فرمائیں تو میں سرتابی نہیں کروں گا۔ یہ بات کہہ کر میں واپس آ گیا۔ اچانک رباح کی آواز میں نے سنی جو کہتا تھا اے عمر! آؤ تمہیں اجازت مل گئی ہے، میں مراجعت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گیا میں نے السلام علیکم کے بعد عرض

کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ فرمایا نہیں، میں نے بلند آواز سے تکبیر کہی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے گھر سے تکبیر کی آواز سنی تو میں سمجھ گئی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہا اور کیا جواب سنا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ زینب بنت جحش کے لیے ہدیہ کے طور پر شہد لایا گیا تھا۔ اس نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محفوظ رکھا۔ اور شہد کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت کو آپ جانتی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے آپ کے لیے شربت تیار کرتیں۔ شربت کے تیار کرنے کی وجہ سے اور شہد کے پانی میں حل ہونے تک وقت معہود سے زیادہ حضرت زینب کے پاس توقف فرماتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہ نے آپس میں طے کیا اور کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے جس کے پاس بھی تشریف لائیں۔ ہمیں چاہیے کہ انہیں کہیں کہ آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ شاید آپ نے مغافیر تناول فرمایا ہے۔ مغافیر معفور کی جمع ہے اور معفور ایک درخت ہے جسے عرفط کہتے ہیں جس کی مکروہ بو ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی چیز سے احتراز فرماتے تھے کیونکہ ملائکہ کے ہم جلیس تھے اور وہ بری بو سے متاذی ہوتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کے پاس آئے جو کچھ انہوں نے طے کیا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے مغافیر نہیں کھایا بلکہ شہد کا شربت، زینب کے گھر سے پیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ سے کہا جرست نحلہ عرفط شہد کی مکھی نے عرفط کے درخت سے شہد حاصل کیا ہے۔ فرمایا اگر ایسا ہے تو آئندہ میں شہد نہیں پیوں گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس بات پر قسم کھائی اور اسے وصیت کی کہ اس بات کو کسی سے مت کہو اس عورت نے قبول کر کے اس پر عمل نہ کرتے ہوئے دوسری کو بتا دی۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور سورہ تحریم لائے کہ یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک یہاں تک کہ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما۔ الآیۃ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب سے قسم کھائی کہ ایک ماہ تک عورتوں سے علیحدگی اختیار کریں گے، اکثر مفسرین اور محدثین اسی

قول کی طرف مائل ہیں۔ الغرض جب ازواج مطہرات کو چھوڑے ہوئے انتیس ۲۹ روز گذر گئے آپ مسجد کے بالاخانے سے اترے پہلے حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے ہوئے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے قسم کھا رکھی تھی کہ ایک ماہ ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور اس تاریخ سے انتیس روز گزرے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض مہینے انتیس روز کے ہوتے ہیں اور یہ مہینہ بھی انتیس روز کا ہے۔

دنیا کی نعمتوں کی بجائے محبت رسول:۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو آیت نازل ہوئی تھی پڑھی یا ایہا النبی قل لا ازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما۔ اور پیغام کے پہنچانے کی کیفیت اور کلام کی قرأت اس طرح تھی کہ فرمایا اے عائشہ! میں ایک معاملہ تیرے سامنے پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تو جلد جواب دے لیکن اپنے باپ کے ساتھ مشورہ کرلے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے فرمایا حق تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ اپنی عورتوں سے کہو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش کی طالب ہو تو آؤ تاکہ میں تمہارا مہر تمہیں ادا کردوں اور تم سے عمدہ طریق سے جدا ہو جاؤں۔ اور اگر خدا اور رسول کو چاہتی ہو اور سرائے آخرت کو تو خدا تعالیٰ نے نیکوکار عورتوں کے لیے انتہائی عظیم اجر تیار کر رکھا ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے میں باپ سے مشورہ کروں؟ یعنی اس معاملہ میں مشورہ کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ میں خدا اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور آپ سے میری ایک درخواست ہے کہ آپ اپنی کسی بیوی کو بھی اس بات سے واقف نہ کریں کہ میں نے کیا اختیار کیا ہے۔ فرمایا میرے بتائے بغیر کسی عورت کو بھی معلوم نہیں ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا اختیار کیا ہے۔

ایک زانیہ کو سزائے رجم :- اسی سال سبیعہ عابدیہ کو رجم کیا گیا کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے تین سال پہلے اس عورت نے غامد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے زنا ہوگیا ہے مجھے پاک کیجیے یعنی شریعت کا حکم نافذ کیجیے۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت واپس چلی جا، خدا تعالیٰ سے معافی طلب کر اور توبہ کر اور اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کر۔ اس عورت نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے اس عورت کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں زنا سے حاملہ ہوں۔ جب معلوم ہوگیا کہ زنا سے حاملہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا اور صبر کر یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے سبیعہ کو ایک انصاری کے سپرد کیا گیا تاکہ اس کے اخراجات کی کفالت کرے یہاں تک کہ اس کے حمل کا زمانہ پورا ہو جائے جب اس نے وضع حمل کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی فرمایا اس وقت اسے سنگسار کرنا اس کے فرزند کو ضائع کرنا ہے اور کوئی شخص نہیں ہے جو اسے دودھ پلا سکے ایک روز سبیعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اپنے بچے کو گردن پر رکھے ہوئے اور روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں دیئے ہوئے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے بچے کا دودھ چھڑا دیا ہے۔ اب یہ روٹی کھانے کے قابل ہوگیا ہے اب خدا تعالیٰ کے حکم کو مجھ پر جاری کیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو ایک مسلمان کے سپرد کیا اور فرمایا کہ اس کے سینے کے برابر گڑھا کھودیں اسے اس گڑھے میں کھڑا کر دیا گیا اور حکم فرمایا کہ اسے سنگسار کریں خالد بن ولید نے اس کے سامنے سے اس کے سر پر پتھر مارا۔ سبیعہ کے خون کے چند قطرے خالد کے چہرہ پر ٹپکے۔ خالد اسے گالیاں دیتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد تندی ترک کر مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ سبیعہ نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر معاجی وہ توبہ کرتا تو یقیناً بخشا جاتا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تجہیز و تکفین کریں۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن فرما دیا۔

غزوہ تبوک:- تبوک ایک جگہ کا نام ہے جو ہجر اور ناحیۂ شام کے درمیان ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ چشمہ کا نام ہے۔ چونکہ لشکر اسلام اس سفر میں وہاں پہنچا اس لیے یہ غزوہ، غزوۂ تبوک کے نام سے موسوم ہے۔ اس غزوہ کو فضیحہ بھی کہتے ہیں بعض منافقین کی اس غزوہ میں فضیحت ہوئی۔ بعض جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں عسرۃ کی وجہ تسمیہ کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس غزوہ میں بہت مشقت پیش آئی۔ ان میں سے ایک یہ کہ سفر بعید تھا، ہوا سخت گرم تھی، دشمن کا لشکر بہت زیادہ اور صاحب شوکت اور مستعد تھا، قحط سالی اور لشکر میں عسرت و تنگی اس قدر تھی کہ فقرائے صحابہ میں سے ہر دس افراد کے لیے ایک اونٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ جس پر وہ باری سے سوار ہوتے تھے اور اکثر لشکر کے پاس کرم خوردہ کھجوروں اور چند سیر جَو کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پانی اس قدر کمیاب تھا کہ سواریوں کی کمی کے باوجود زیادہ تر اونٹ ذبح کرتے اور اس کے پیٹ اور رمعاء کی رطوبت سے اپنی زبانیں تر کرتے۔ لوگ مدینہ سے باہر نکلنے کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ ان کے پھل پکنے کا وقت تھا، درختوں کے سائے پھلوں سے نفع اندوز ہونا نفس کا محبوب و مطلوب ہے، آیۂ کریمہ: یاایھا الذین اٰمنو مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیاۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل۔ اسی باب میں نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت میں دنیا بس اتنی ہی ہے کہ تو اپنی انگلی دریا میں ڈالے اور نکال لے۔ دیکھو دریا سے کس قدر رطوبت تیری انگلی میں آئی ہے دنیا، آخرت کے مقابلہ میں اس سے بھی کم تر ہے فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل۔

سوئے دریا عزم کن زیں آب گیر — بحر جوئے و ترک این گرداب گیر
مال دنیا مال مرغان ضعیف — ملک عقبیٰ دام مرغان شریف
مال و زر سر را بود ہمچو کلاہ — کل بود کو از کلہ سازد پناہ
آنکہ زلف و جعد رعنا باشدش — چوں کلاہش رفت خوشتر آیدش

اس غزوہ کی وجہ یہ تھی کہ اس سال شام سے ایک قافلہ آیا اور روغن زیتون اور سفید

آمادہ ہوا۔ اور اہل مدینہ نے کہا کہ شاہ روم نے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے اور قبائل خدام، عاملہ اور غسان وغیرہ عرب کے قبائل اس کے ساتھ مل گئے ہیں اور مدینہ پر حملہ کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں اور مقدمہ لشکر بلقاء میں پہنچ گیا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کو لکھا کہ یہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ ہلاک ہو گیا ہے اور اس کے اصحاب میں قحط اور تنگی واقع ہوئی اموال ضائع ہو گئے۔ اب ان کی سلطنت پر آسانی سے قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک مرد قباذ نامی کو چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ کے لیے مقرر کیا۔ یہ خبر حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا قصد پختہ فرما لیا خواجہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام لشکر کو جمع کرنے کے لیے بریدہ بن الحصیب کو اسلم کی طرف بھیجا اور حضرت ابو ذر غفاری کو غفار میں نامزد فرمایا۔ اور اسی طرح اصحاب کو جو قوم اور قبیلہ کی طرف منسوب تھے رسالت کے لیے متعین فرمایا دوستوں کو لشکر کی تیاری اور فقراء سپاہ پر تصدق کی ترغیب و تحریص فرماتے تھے۔

صحابہ کا ایثار :- صحابہ اپنی وسعت و طاقت کے مطابق جد و جہد اور کوشش کی شرائط بجا لاتے تھے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کے تمام مال سے دست بردار ہو گئے اور جو کچھ ان کے پاس تھا راہ خدا میں خرچ کر دیا اور اس بذل اور احسان کی بنا پر تمام نیکی کرنے والوں پر سبقت لے گئے اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال خرچ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش عسرت کی تیاری کے لیے اس قدر تحریص کی کہ صحابہ نے اس سلسلہ میں حتی الامکان بڑی کوششیں کیں۔ میں اس روز مالدار تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں حضرت ابوبکر پر سبقت حاصل کروں گا تو آج ہی کروں گا۔ اپنے نصف مال کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا رکھا۔ تاکہ اسے لشکر پر خرچ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اہل و عیال کے لیے تم نے کیا چھوڑا میں نے عرض کی کہ اسی قدر دوسرا مال ان کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق جو کچھ ان کے پاس تھا لے آئے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے مصرف پر پہنچا دیا۔ فرمایا اے

ابوبکر! اپنے عیال کے لیے تو نے کیا چھوڑا ہے۔ عرض کی اللہ ورسولہ۔ میں نے کہا اے ابوبکر میں تجھ سے کسی چیز میں بھی سبقت نہیں لے جاسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بینکما مابین کلمتیکما۔ یعنی اے ابوبکر و عمر تمہارے درمیان مراتب کا فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ تمہاری گفتگو میں تفاوت ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت شام کی طرف تجارت کے لیے قافلہ بھیجنے کی تیاری کر رہے تھے کہ غزوہ تبوک کی تیاری صحابہ میں عام ہوئی۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے دولتمندوں کو اس لشکر کی تیاری کے لیے ابھارا۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مجلس میں کھڑے ہوئے انہوں نے تمام سواریوں اور مراکب سے جو شام کے لیے تیار کی تھیں ساز و سامان کے ساتھ سو اونٹ فقرائے لشکر اسلام کے لیے مقرر کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ صحابہ کو اس نیکی کی طرف رہنمائی فرمائی۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سو اونٹ اور بڑھا دیے۔ اور تیسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بات کا اعادہ فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسو اونٹوں کو تین سو کر دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوستوں کو صدقہ کی ترغیب دی امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تین سو اونٹوں کے علاوہ ہزار مثقال طلائے احمر کا اضافہ کر دیا اور ایک روایت یہ ہے کہ پھر تین سو آراستہ اونٹ لشکر میں فقراء کیلئے مقرر فرمائے اور تفاسیر میں اس آیت کی تاویل کہ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ، کہتے ہیں کہ اس روز امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہزار اونٹ ساز و سامان کے ساتھ لشکر اسلام کو عطا فرمائے۔ یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی اور دو ہزار مثقال سرخ سونا بھی لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ لامحالہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللھم ارض عثمان فانی عنہ راض رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرمایا کہ خدایا قیامت کے حساب کو عثمان سے اٹھا لے اور ایک روایت ہے کہ تمام دولت مندوں سے چھوٹی چھوٹی چیز کا حساب ہوگا۔ عثمان کا حساب نہیں ہوگا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے اور کہا میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے نصف کو اللہ کی رضامندی اور چھوٹی

ثواب کے لیے لایا ہوں اور نصف کو اہل وعیال کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تو نے دیا ہے اور جو کچھ محفوظ رکھا ہے اس میں اللہ تعالیٰ برکت دے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ان کا مال اس حد تک پہنچ گیا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی جسے مرض موت میں طلاق دے دی تھی جو چار عورتوں میں سے ایک تھی اور اس کی عدت ختم نہیں ہوئی تھی اس کا ربع ثمن جو اس کا حصہ بنتا تھا مبلغ اسی ہزار دراہم تھے اور ایک روایت کے مطابق اسی ہزار مثقال سونے نے اس کے ساتھ صلح کی اسی طرح تمام اشراف مہاجرین و انصار نے اموال کو خرچ کرنے میں دست سخاوت کھولا اور ان کی بعض عورتوں نے ہاتھ پاؤں کے زیور اتار کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہمایوں میں بھیج دیئے۔

غریب صحابہ کا جذبہ قربانی: ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے رات سے صبح تک ایک شخص کے لیے پانی کھینچا اور اس سے دو صاع کھجوریں لے کر ایک صاع اہل وعیال کے لیے چھوڑیں اور ایک صاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایک صاع کھجوروں کو تمام صدقات کے اوپر رکھا۔ منافقین دینے والوں اور لینے والوں دونوں کے متعلق غیبت کرنے لگے حق تعالیٰ نے ان کے متعلق ایک آیت بھیجی۔ ان الذین یلمزون المطوعین من المومنین فی الصدقات والذین لا یجدون الا جھدھم فیسخرون منھم سخر اللہ منھم ولھم عذاب الیم۔ القصہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو ضرورت مندوں پر خرچ کیا تاکہ اپنی تیاری کریں اور نعلین خریدنے کی زیادہ ہدایت فرمائی اور فرماتے تھے کہ جوتے پہنو کیونکہ یہ سواری کے حکم میں ہے۔ نقل ہے کہ صلحاء اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے چند اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سالم بن عمرو، عقبہ بن یزید، ابولیلیٰ، عبدالرحمٰن بن کعب مازنی، عمرو بن عمیر، سلمہ بن صخر، عرباض بن ساریہ، اور عبدالرحمٰن بن معقل بن یسار اور ایک روایت میں عمرو بن الحمام ابن الجموح اور ایک روایت میں فخر بن لیدس بن عبدالرحمٰن تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پیادہ رہ گئے ہیں ہمارے پاس گھوڑے نہیں ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے ہمرکاب میدان جنگ

میں پہنچیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقات سے کوئی چیز جو تمہاری جہم کو کافی ہو سر دست موجود نہیں ہے۔ یہ فقراء مجلس ہمایوں سے غمگین باہر نکلے اور رونے لگے۔ اس وجہ سے وہ جماعت "گروہ بکائیوں" کے رتبے ملقب ہوئی چنانچہ آیت کریمہ ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون۔ ان رونے والوں کے حال دل کی خبر دیتی ہے۔ ابن یامین عمرو بن کعب نے کہا کہ نضری ابو لیلیٰ اور ابن معقل کے پاس پہنچا اور ان کی سواری کے لیے ایک اونٹ دیا اور ہر ایک کو دو صاع کھجوروں کے زاد راہ کے طور پر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس نے دوسرے چند افراد کو سواریاں مہیا کیں۔ نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خیرات کرنے کا حکم فرمایا، عقبہ بن زید نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے خرچ طلب کرتا ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے کہ میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں لیکن میں نے اپنی عزت کو لوگوں کے لیے حلال کر دیا ہے جو شخص میری عزت سے تعرض کرے گا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبل اللہ صدقتک۔ منافقین میں سے بیاسی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور معذرت کی اور اس غزوہ میں ساتھ نہ جانے کی اجازت طلب کی۔ وہ لوگ بنی اسد سے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت جلد خدا تعالیٰ مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ ان کے متعلق یہ آیت آئی۔ وجاء المعذرون من الاعراب لیؤذن لھم وقعد الذین کذبوا اللہ ورسولہ سیصیب الذین کفروا منھم عذاب الیم۔ اور منافقین کی ایک اور جماعت عذر بیان کیے بغیر غزوہ سے پیچھے رہ گئی۔ اور لوگوں کو بھی جانے سے منع کرتے رہے اور شدت گرما اور ہوا سے ڈراتے تھے۔ چنانچہ آیت کریمہ فرح المخلفون بمقعدھم خلاف رسول اللہ وکرھوا ان یجاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ وقالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون۔ اس جماعت کی حالت کو بیان کرتی ہے۔

جب لشکر کی مہم مرتب ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مدینہ کے باہر ثنیۃ الوداع میں جمع ہوں اور امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لشکر کی پیشوائی کے لیے مقرر فرمایا

کہ امامت کے لیے قیام کریں اور کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سلول اپنے حلیف قبائل کے ساتھ باہر آیا اور مخلص مسلمانوں کے مقابلہ میں اترا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثنیۃ الوداع سے کوچ فرمایا عبداللہ منافقین کی جماعت کے اور یہود جو اس کے ساتھی تھے لوٹ گیا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں کے ساتھ جنگ کے لیے جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ آسان کام ہے خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ ان کے اصحاب قید ہو جائیں گے اور مغلوب کر کے اطراف عالم میں متفرق کر دیا جائے گا۔ جب اس کی خبر سمع ہمایوں میں پہنچی تو فرمایا اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ہم سے بے وفائی نہ کرتا۔ اور منافقین کی ایک اور جماعت نے غنیمت کے لالچ میں اس سفر میں مسلمانوں کا ساتھ دیا، اور آتے جاتے وقت ان سے نامناسب باتیں اور ناموافق حرکات ظاہر ہوتی تھیں چنانچہ ان میں سے کچھ قلم کی مدد سے تحریر کا لباس پہنا کر جمہور کی نظر میں انشاء اللہ لائی جائیں گی۔ نقل ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر گئے تو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہاں چھوڑا تاکہ امہات المؤمنین کی خبر گیری کریں۔ مدینہ کے منافقین نے کہا کہ محمد علی کو اس لیے اپنے ساتھ نہیں لے گیا کہ اس کی مصاحبت اسے گراں گزری۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منافقین کی جب یہ بات سنی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقب میں روانہ ہوئے اور موضع شرف میں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت واقعہ عرض کی اور درخواست کی کہ مجھے ساتھ لے چلیں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اما ترضی ان تکون بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہارون پیغمبر تھے اور میرے بعد پیغمبر نہیں ہے اور یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ثنیۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نصرت آیات جھنڈے ترتیب دینے کی طرف متوجہ ہوئے اور سب سے بڑا جھنڈا امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے مقرر فرمایا اور دوسرا جھنڈا زبیر بن العوام کے سپرد فرمایا اوس اور خزرج کا علم اسید بن الحضیر یا ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہما کے سپرد فرمایا اور اس جگہ لشکر پیش ہونے کا حکم فرمایا کہتے ہیں کہ تیس ہزار کا لشکر تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ بعض اسی ہزار اور ایک گروہ ایک لاکھ کہتا ہے کہتے ہیں کہ ان میں دس ہزار گھوڑ سوار اور بارہ ہزار شتر سوار تھے اور اس لشکر میں خالد بن ولید کو مقدمۃ الجیش بنایا، میمنہ کو طلحہ بن عبداللہ، میسرہ کو

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے سپرد کیا۔ جب ثنیۃ الوداع سے روانہ ہوئے ہر مقام پر لشکر یوں کی جماعت پیچھے رہتی رہی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لوٹ جانے سے واقف ہوتے تو یہ فرماتے اگر اس میں کوئی بھلائی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے جلد تمہارے پاس پہنچا دے گا ورنہ اس کی صحبت سے تمہیں نجات دے دی۔

اسلامی لشکر تبوک میں:- جب لشکر قطع منازل طے کرتا ہوا تبوک پہنچا اس مقام میں دو ماہ قیام کیا اور صبح و شام کوچ اور راستہ کے رنج سے چند روز آرام حاصل کیا ان ہی حالات کے درمیان ثابت ہوگیا کہ لشکر روم کے متعلق جو سنا تھا، کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے اشراف سے اس معاملہ میں گفتگو کی ان کی طرف سے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ آگے جانے پر مامور ہیں تو اس طرف عزم کی باگ پھیر دیجئے۔ ہم تمام آپ کے ہمرکاب ہیں جس طرف متوجہ ہوں گے دل و جان سے سر کے بل چل کر ساتھ دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں مامور ہوتا تو مشورہ نہ کرتا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رومی بادشاہ کے پاس بے شمار لشکر ہے اور سامان جنگ بھی اس کی سلطنت و حکومت کے سایہ میں مجتمع ہے اور تیار ہے لشکر اسلام کو آپ خود جانتے ہیں کہ کمزور اور بے سر و سامان ہے اور اس سال ان پر عسرت اور قحط سالی بھی ہے۔ ان کی شوکت و ہیبت کی شہرت ان ممالک میں ہوگئی ہے اور آپ کا رعب اور خوف ان کے دلوں پر طاری ہوگیا ہے اگر اس سال واپس جا کر آئندہ سال اس امر کے درپے ہوں تو زیادہ مناسب اور بہتر دکھائی دیتا ہے چونکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے درست تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔

ہرقل والئ روم دامن اسلام میں:- جب ہرقل والئ روم نے سنا کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حدود شام میں پہنچ کر تبوک میں قیام کیا ہے تو اس نے بنی غسان کے ایک شخص کو مسلمانوں کے لشکرگاہ کے لیے مقرر کیا تاکہ وہ وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات از قسم سرخی چشم، مہر نبوت، صدقہ کو رد کرنا اور ہدیہ کو قبول کرنا وغیرہ معلوم کرے۔ وہ شخص حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے تبوک میں آیا اور

پوری تحقیق و تفتیش کر کے ہرقل کی خدمت میں واپس آیا اور اوصاف، صفات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات بیان کیں، ہرقل نے اعیان و اشراف سلطنت کو جمع کر کے حکم دیا کہ ملت نصرانیت کو ترک کر کے ملت غرّا اسلام کو قبول کر لو، رومی قیصر کی بات سے اس قدر مشتعل ہوئے کہ اسے سلطنت کے زوال کا خوف پیدا ہو گیا، لامحالہ اس خیال کو اس نے ترک کر دیا۔ اور کہتے ہیں کہ خود ایمان لا کر سعادت دارین سے سرفراز ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خالد بن ولید کا لشکر دومۃ الجندل میں:-

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں مقیم تھے، خالد بن ولید کو فرمایا کہ چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر بن عبدالملک جو کہ دومۃ الجندل کا حاکم تھا کی طرف جائے۔ خالد نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے بنی کلاب میں بہت تھوڑے صحابہ کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معجز بیان زبان سے فرمایا بہت جلد تو اکیدر پہاڑی کو شکار گاہ بنا دے گا اور بغیر جنگ کی زحمت اٹھائے اکیدر کو گرفتار کرے گا۔ خالد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قلعہ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہو گئے اور قطع منازل کرتے ہوئے اس رات میں جبکہ تقدیر کے فراش نے چودھویں رات کے چاند کا خیمہ فضائے آسمان میں کھینچا ہوا تھا اور نور کی طنابوں کو میدان ظہور کے صحن میں پہاڑوں پر مضبوط کیے ہوئے تھا قلعہ اکیدر کے قریب پہنچا۔ اکیدر اس رات اپنی حویلی کی چھت پر اپنی بیوی زبابہ بنت انیف کے ساتھ شراب نوشی کر رہا تھا کہ اچانک ایک پہاڑی گائے قلعہ کے دروازہ پر آئی اور اپنے سینگ قلعہ کے دروازہ پر مارنے شروع کر دیئے۔ زبابہ نے چھت کی منڈیر پر آ کر صورت حال کو مشاہدہ کیا اور اکیدر کو خبر پہنچا کر کہا، تو نے کبھی ایسی رات دیکھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، کہا کبھی ایسا شکار تو نے ہاتھ سے دیا ہے، کہا نہیں، حالانکہ اکیدر کو پہاڑی گائے کے شکار کے ساتھ بہت شغف تھا، چھت سے نیچے اترا گھوڑے پر زین ڈال دیا وہ اور اس کا بھائی حسان چند نوکروں کے ساتھ شکار کی طلب میں قلعہ سے باہر آئے۔ گائے بھاگ نکلی۔ اکیدر نے اپنی قوم کے ساتھ اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ حضرت خالد گھات سے باہر نکلے اور اکیدر کو اس کی قوم کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ حسان نے جنگ کے لیے بہادری کا ہاتھ شجاعت کی آستین سے نکالا اور پہلی ہی ضرب سے زندگی سے

ہاتھ دھو بیٹھا اکیدر تقدیر و قضا کے پنجہ میں گرفتار ہوا۔ باقی نوکر قلعہ کی طرف بھاگ گئے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت خالد کو تھی کہ اگر تو اکیدر پر قابو پالے تو اسے زندہ میرے پاس لانا اگر انکار کرے تو اسے قتل کر دینا۔ حضرت خالد نے اسے کہا اگر تو چاہے تو تجھے جان کی امان دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں۔ بشرطیکہ قلعہ کی کنجیاں دے کر اس کا دروازہ کھول دو۔ دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو نیزے اور چار سو زرہ ہمارے سپرد کرے حکومت حسب سابق تمہارے پاس ہی رہے گی۔ اکیدر نے حضرت خالد کی پیش کش کو قبول کر کے اسے قلعہ کے نیچے لایا اور اس کا بھائی مصاد جو قلعہ کی حفاظت کر رہا تھا پہلے قلعہ کو کھولنے سے رکا۔ آخرکار قلعہ کے دروازہ کو کھول دیا اور دونوں بھائی خالد بن ولید کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کے لیے چلے حضرت خالد نے لشکر کے پہنچنے سے پہلے عمرو بن امیہ ضمری کو بھیجا۔ اس نے دومۃ الجندل کی فتح، اکیدر کو اس کے بھائی کے ساتھ گرفتار کرنے اور حسان کے قتل ہونے کی خبر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی اور زربفت جو حسان کا لباس تھی بطور نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے صحابہ اس کی لطافت اور نزاکت سے بہت متعجب ہوئے۔ اور اس میں ہاتھ ملتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لمنادیل سعد بن معاذ فی الجنۃ الھن واحسن من ھذا اصفی۔ کہتے ہیں کہ خالد نے وہاں سے جو کچھ لیا تھا اس میں سے چند چیزیں تحفہ کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجیں۔ خمس کو نکال کر باقی کو اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا۔ اکیدر اور مصاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور ایک روایت ہے کہ ان سے صلح کی اور ان پر جزیہ مقرر کیا۔ اور مستقصے اور تلخیص مغازی کی روایت یہ ہے کہ دونوں بھائی زیور ایمان سے سرفراز ہو کر مسلمان ہو گئے۔

میدان تبوک میں معجزات نبوی:

جو معجزات اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ میں آئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ودیعہ بن ثابت اور ایک جماعت جو نفاق میں ان کے ساتھ متفق تھی اور ایک روز سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اس مرد کو دیکھو کہ یہ شام کے قلعوں کو فتح کرنے نکلا ہے اور یہ بات بہت بعید اور دشوار ہے۔ قطعاً ظہور پذیر نہیں

ہو سکتی۔ قبیلۂ اشجع کا ایک شخص جس کا نام مخش مخشی حمیر تھا ان کے ساتھ تھا اس نے کہا مجھے یہ بات پسند ہے کہ ہماری اس بات کے بدلے ہم میں سے ہر ایک کو سو تازیانے ماریں لیکن ہمارے متعلق قرآن نازل نہ ہو۔ ان ہی حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم غیب سے منافقین کی ناپسندیدہ گفتار پر اطلاع پا کر عمار یاسر سے فرمایا اس جماعت کے پاس پہنچو وہ تباہ ہو گئے اور اس جماعت سے پوچھو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اور اگر انکار کریں تو کہو کہ تم اس طرح اور اس طرح کہتے تھے حضرت عمار نے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس قوم سے کہہ دیا وہ لوگ شرمندہ و خجل ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ ودیعۃ بن ثابت نے عرض کی کہ ہم آپس میں ہنسی مذاق سے باتیں کرتے تھے اسی اثناء میں آیت کریمہ ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل أباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ان نعف عن طائفۃ منکم نعذب طائفۃ بانھم کانوا مجرمین۔ نازل ہوئی۔ اور کہتے ہیں کہ مخش ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں خدا تعالیٰ نے معاف فرما دیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ شہادت سے سرفراز ہو اور اس کی قبر کسی کو معلوم نہ ہو، دعا کا تیر نشانے پر بیٹھا اور ایک جنگ میں شہید ہوا۔ اس لاش کی کسی کو خبر نہ ہوئی۔

سفر تبوک میں بیماری سے حفاظت:۔ جب اسلامی فوج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں وادی القریٰ میں پہنچی اور حجر ثمود میں اترے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات سخت ہوا چلے گی کسی شخص کو تنہا اپنے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے اور یہ بھی فرمایا کہ اس جگہ کے پانی بھی نہ پئیں اور نہ ہی اس سے وضو کریں اور اونٹوں کے زانو مضبوطی سے باندھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق لوگوں نے عمل کیا لیکن بنی ساعدہ کا ایک شخص تنہا باہر نکلا وہ خناق کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ایک دوسرا اپنا اونٹ کی تلاش میں باہر آیا ہوا تھا اس کو ہوا لے اڑی اور کوہ طی پر پھینک دیا۔ اس خناق والے شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حق تعالیٰ نے اسے اس مصیبت سے نجات دی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف

لاسئے اونٹ والے کوملی کے باشندے تحفہ کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔

پیاسوں پر بادل برسنے لگے:- جب مسلمان حجر سے گذر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اس متعفن ہوا اور سخت گرمی میں آسمان کے اطراف سے بادل کے ٹکڑے پیدا ہوئے اور آپس میں مل گئے اس قدر بارش ہوئی کہ تمام سیراب ہو گئے اور اپنی مشکیں بھر لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی خوشی و سرور سے تکبیر کہی اسی حال میں بادل کھل گیا اور صاف ہوا ہو گئی۔ اس صورت کے وقوع کے بعد ایک مسلمان نے ایک منافق سے کہا اخلاص سے ایمان لے آؤ کیونکہ اب کوئی عذر تیرا باقی نہیں رہا۔ اس بے شرم نے کہا، اس سے کیا ہوا، بادل گذر رہا تھا بارش برسا کر چلا گیا۔

منافقوں کی چھتیس:- ایک منزل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ گم ہو گیا صحابہ اس کی تلاش میں جنگل کی طرف بھاگے۔ قینقاع کا ایک یہودی جو مسلمان ہونے کے بعد منافق ہو گیا تھا اور زید اللصیت اس کا نام تھا۔ عمارہ بن حزام جو کہ اہل عقبہ اور اصحاب بدر میں سے تھے کے گھر میں کہا کیا بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان والوں کی خبر لوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور نہیں جانتے کہ ان کا اونٹ کہاں ہے۔ جب وزید منافق نے بات کہی حضرت عمارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے یہ بات معلوم کرکے فرمایا کہ اے عمارہ! ایک شخص نے ایسی بات کہی ہے خدا کی قسم میں خدا تعالیٰ کے بتلائے بغیر کسی چیز کو جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا تو اب خدا تعالیٰ نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ میرا اونٹ کہاں ہے فلاں وادی میں جاؤ میرا اونٹ اس جگہ ہے اس کی نکیل ایک درخت پر اٹکی ہوئی ہے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کیا اور اس وادی میں گئے اسی حالت میں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی اونٹ کو دیکھا۔ درخت سے نکیل کو چھڑا کر اسے لے آئے جب عمارہ اپنے گھر واپس پہنچے صورت واقعہ کو گھر والوں سے کہا آپ کے آنے سے پہلے وزید نے ایسے ایسے کہا اسی وقت عمارہ اٹھے اور ایک گھونسہ وزید کی گردن پر مار کر کہا اے مسلمانو! میرے گھر میں اس قدر بری بلا اور اتنا بڑا شر ہوا اور

ہیں اس سے غافل پھر زید کو اپنے گھر سے باہر نکال دیا اور اس کے ساتھ مجلس ترک کی اور اس کی ہمنشینی سے احتراز کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں ایک روز فرمایا کل چاشت

چشمۂ تبوک میں برکت :- کے وقت ہم چشمۂ تبوک پر پہنچیں گے اور جو شخص بھی وہاں پہنچے اسے چاہیے کہ اس میں ہاتھ نہ ڈالے۔ حضرت معاذ کہتے ہیں کہ دوسرے روز چاشت کے وقت ہم چشمہ پر پہنچے دو آدمی ہم سے آگے بڑھ گئے تھے اور اس میں سے پانی لیا تھا اس وجہ سے پانی متحرک تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے پانی میں ہاتھ ڈالا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو آدمیوں کو جھڑکا اور ملامت کی پھر آپ کے فرمان پر اس چشمہ سے تھوڑا تھوڑا پانی اٹھا کر ایک برتن میں ڈالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے اپنے ہاتھ، چہرۂ اقدس اور دہن مبارک اس پانی سے دھوئے اور اس پانی کو چشمہ میں گرا دیا۔ اس معاملہ کی برکت سے اس قدر پانی ہو گیا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوذر غفاری میدانِ تبوک میں :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تبوک کی طرف روانہ ہوئے ان کا اونٹ راستہ میں چلنے سے عاجز آ گیا تھا جو کچھ ضروری سامان تھا اپنے کندھے پر رکھا اور مقصد کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں پڑاؤ ڈالا ہوا تھا کہ ابوذر دور سے ظاہر ہوئے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے ایک پیادہ ظاہر ہوا ہے جس کا رخ ہماری طرف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوذر ہے جب وہ نزدیک آئے تو صحابہ نے اسے پہچان لیا اور کہا خدا کی قسم ابوذر ہے۔ جب مجلس میں آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرو قد کھڑے ہو گئے اور مرحبا کہا اور فرمایا کہ حق تعالیٰ ابوذر پر رحمت کرے۔ تنہا ہو گا، تنہا فوت ہو گا اور تنہا اٹھے گا۔ پھر اس سے اس کا حال دریافت فرمایا اور اس کی تاخیر کا سبب پوچھا۔ ابوذر نے تمام قصہ عرض کر دیا۔ نقل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں معذرت کرتے ہوئے ربذہ میں بھیج دیا وہ دوستوں، احباب سے جدا وہاں زندگی گذارتے رہے یہاں تک کہ مرض موت پہنچی اس وقت دوستوں میں سے کوئی ان کے پاس موجود نہ تھا۔

صرف ان کی بیوی اور ایک غلام اس وقت موجود تھا، اس وقت ان کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو میری تجہیز و تکفین کرو اور میرے تابوت کو سرراہ رکھ دو اور اونٹ سواروں کا ایک گروہ جو سب سے پہلے تمہارے پاس پہنچے اس سے کہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ابوذر ہے اس جماعت سے میرے دفن کرنے میں مدد طلب کرو۔ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کی بیوی اور غلام نے اس کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے تابوت سرراہ رکھ دیا۔ سب سے پہلا مسافروں کا گروہ جو وہاں پہنچا وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھا۔ جو عراقیوں کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لیے جاتے تھے۔ عبداللہ نے تابوت کا حال پوچھا غلام نے صورتِ واقعہ بیان کی، عبداللہ بن مسعود زار و قطار روئے اور کہا، صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمشی وحدک و یموت وحدک و یبعث وحدک۔ پھر معتمر سواریوں سے اترے اس پر نمازِ جنازہ ادا کی اور اسے دفن کیا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

عبداللہ ذوالبجادین کی جانثاری :-

عبداللہ ذوالبجادین کا باپ فوت ہو گیا تھا اور وہ لڑکا تھا جو بچپن میں یتیم رہ گیا تھا اور دنیا کا کوئی مال اس کے پاس نہیں تھا اس کا چچا اس کی کفالت کرتا تھا یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا، خوبصورت، مالک مال و دولت بنا اور لونڈیوں اور غلاموں کا آقا ہوا۔ زمانۂ جاہلیت میں اسے عبدالعزیٰ کے نام سے پکارتے تھے اس کی ہمیشہ یہ آرزو تھی کہ وہ مسلمان ہو جائے اور خود کو مسلمانوں میں شمار کرے لیکن وہ اپنے چچا سے خوفزدہ تھا یہاں تک کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو اپنے چچا سے کہا، چچا جان! ایک مدت سے میں آپ کے ایمان لانے کا انتظار کر رہا ہوں لیکن آج تک میں نے کوئی اثر آپ میں نہیں دیکھا زندگی پر مجھے کوئی بھروسہ نہیں ہے آپ سے اب میں توقع کرتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں کلمۂ شہادت ادا کروں اور آئینۂ دل میں جمالِ غیب، مشتاقانِ لاریب کو دکھاؤں۔ اس کے چچا نے کہا خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہو گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے لے لوں گا بلکہ تجھے ننگا کر دوں گا۔ ذوالبجادین نے کہا خدا کی قسم میں بتوں کی پرستش چھوڑ کر مسلمان ہوتا ہوں اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں اور دنیا کے مال و متاع پر جو چھوڑنے والی چیز ہے

ابھی سے ہاتھ اٹھالیتا ہوں۔ جو کچھ اس کے ملک تھا اس سے ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چچا نے اس کے کپڑے بھی اتار لیے۔ ماں کے گھر آیا۔ ماں نے اس سے کیفیت احوال پوچھی اس نے کہا میں بت پرستی اور دنیا کے مال سے بیزار ہوں اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتا ہوں اور مومن بننا چاہتا ہوں مجھے اس قدر دے دے کہ میں اسے پہن لوں۔ ماں سے ایک چادر لی اور اسے دو ٹکڑے کیا ایک کو تہ بند بنایا اور دوسرے حصہ کو اوڑھنے کی چادر بنایا وہ چادر یکہ دار تھی جسے عرب بجاد کہتے ہیں چونکہ اس نے دو ٹکڑے کر کے انہیں پہنا۔ ذوالبجادین اس کا لقب ہو گیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچا اور صدق اور خلوص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر آیا۔ صبح کے وقت مسجد نبوی میں داخل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر حسب معمول لوگوں کے حالات معلوم کرنے میں مصروف تھے اسی حال میں آپ کی نظر عبداللہ ذوالبجادین پر پڑی پوچھا تو کون ہے اور کس قبیلہ سے ہے اس نے عرض کی مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہیں اور فلاں قبیلہ سے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج سے تمہارا نام عبداللہ ذوالبجادین ہوگا۔ ہمارے پاس قیام کرو اور مہاجرین میں رہو۔ وہ ان کے درمیان رہتا تھا اور قرآن کی تعلیم میں مشغول رہتا تھا اور مسجد میں بلند آواز سے قرآن پڑھتا تھا جو لوگوں کی نماز اور قرات میں مخل ہوتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعه یا عمر فانه خرج مهاجر الی اللہ ورسوله۔ کہتے ہیں کہ اسی دوران میں کہ لوگ غزوہ تبوک کا سامان مہیا کرنے میں مشغول تھے کہ یہ عبداللہ مجلس ہمایوں میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے کہ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاؤں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ کسی درخت سے چھلکا لے آؤ۔ عبداللہ گئے اور درخت سمرہ کا چھلکا لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھلکے کو عبداللہ کے بازو پہ باندھا اور فرمایا خداوندا! میں نے اس کے خون کو کافروں پہ حرام کر دیا۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری یہ غرض نہیں تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو خدا تعالیٰ کے راستہ میں غزا کی نیت سے نکلا ہے اور اس راہ میں تجھے بخار آجائے اور اسی بخار سے تو فوت ہو جائے تو شہید ہو گا اور شہداء میں شمار ہو گا۔ جب عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی طرف متوجہ

ہوئے لوگوں نے وہاں پہنچ کر آرام کیا حضرت عبداللہ کو بخار ہو گیا اور چند دنوں کے بعد وفات پائی اور اسے رات کے وقت دفن کیا گیا حضرت بلال نے ہاتھ میں چراغ پکڑا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پہ آئے اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے اسے قبر میں اتارا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوندا! اس نے رات میرے ساتھ گذاری میں اس سے خوش ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ عبداللہ بن مسعود نے یہ بات سن کر کہا کاش اس قبر والا میں ہوتا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے ۔ کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

سانپ سلام کرنے آتا ہے:۔ سہیل بن بیضا کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا ردیف بنایا ہوا تھا، اس کے بعد مجھے بلند آواز سے بلایا کہ یا سہیل! میں نے بھی بلند آواز سے جواب دیا۔ دوسری مرتبہ بلایا میں نے جواب دیا لوگوں نے سمجھا کہ ان کو بلاتے ہیں اطراف و جوانب سے آپ کے گرد جمع ہو گئے آپ نے فرمایا من اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ حرمہ اللہ علی النار۔ پھر ایک بڑا سانپ راستہ پر نظر آیا چنانچہ لوگ اس سے ڈر گئے اور راستہ سے دور ہو گئے وہ سانپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا اور کھڑا ہو گیا لوگ کافی دیر تک اسے دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے۔ پھر بل کھا کر راستہ سے ایک طرف کو چلا گیا اور دور جا کر کھڑا ہو گیا لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہو یہ سانپ کون ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ان دس جنات میں سے ہے جنہوں نے میرے پاس آ کر قرآن سنا تھا اس کا گھر اس کے نواح میں ہے میری آمد کی خبر سن کر سلام کے لیے حاضر ہوا ہے اور اپنی مشکلات کا حل مجھ سے پوچھا اور ان کا جواب سنا وہاں کھڑا تمہیں سلام پہنچاتا ہے صحابہ نے کہا علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے بندوں کو سلام کہو جو کوئی بھی ہو۔

کھانے میں برکت:۔ بنی سعد بن ہذیم کے ایک مرد نے کہا کہ میں تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا آپ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ ان میں ساتویں تھے میں نے آپ کو سلام کیا فرمایا بیٹھ جاؤ میں نے عرض کی یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افلح وجہک اس کے بعد فرمایا اے بلال ان کے لیے کھانا لاؤ۔ بلال نے چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا اور قدرے خرما، روغن اور ملایا ہوا لایا اور اس چمڑے کے دسترخوان پر رکھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ۔ ہم نے اس قدر کھایا کہ سیر ہو گئے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں تنہا اس طعام کو کھاتا تو میرا پیٹ نہ بھرتا کیا بات ہے کہ اب ہم تمام کا پیٹ بھر گیا ہے، فرمایا الکافر یاکل فی سبعۃ ۔ امعاء والمومن یاکل فی معاء ۔ واحد دوسرے روز چاشت کے وقت گیا تاکہ میں کوئی ایسی چیز دیکھوں جو میرے یقین کی زیادتی کا سبب ہو میں نے دیکھا کہ دس اشخاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہیں فرمایا اے بلال ہمیں کھانا دے۔ بلال نے ایک مٹھی کھجوریں تھیلے میں سے باہر نکالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخرج ولا تخف من ذی العرش اقلالا ۔ بلال نے تھیلے کو لاکر تمام کھجوروں کو گرا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرما پر دست مبارک رکھ کر فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ صحابہ نے کھائیں مجھے کھجوروں کی بڑی رغبت تھی میں نے اس قدر کھائیں کہ کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور جب میں نے دسترخوان کی طرف دیکھا تو اس پر اسی مقدار میں کھجوریں موجود تھیں گویا کہ ان میں سے ایک کھجور بھی نہیں کھائی۔ تین روز تک اسی طرح اس حال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے مشاہدہ کیا۔

منافقین کی نشاندہی:۔ غزوۂ تبوک سے واپسی کے دوران ایک رات ایک دشوار گھاٹی پیش آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو فرمایا کہ وہ ندا کر دے کہ اس گھاٹی پر کوئی اس وقت تک نہ جائے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر نہ چلے جائیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حذیفہ الیمانی اور عمار بن یاسر کے ساتھ اس گھاٹی کے اوپر چڑھے حذیفہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور عمار اونٹ کو پیچھے سے جنکار رہا تھا۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے اچانک چودہ سوار دیکھے جو ہماری طرف متوجہ ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال سے ہم نے خبردار کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ڈانٹا تمام بھاگ گئے پھر فرمایا کیا تم نے اس قوم کو پہچانا، ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے فرمایا یہ ایک جماعت ہے جو قیامت تک

منافق رہیں گے اور تمہیں کچھ معلوم نہیں کہ ان کی نیت اور مقصد کیا تھا ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا وہ چاہتے تھے کہ اس گھاٹی میں میرے مزاحم ہوں اور میرے اونٹ کو بھگا دیں تاکہ میں گر پڑوں اور مجھے قتل کر دیں۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ کے پاس کیوں نہیں بھیجتے کہ تمام کو قتل کر دیں اور ان کے سر آپ کے پاس لے آئیں فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں عرب کہیں گے کہ ایک قوم کی مدد سے اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی پھر اس قوم کو قتل کر دیا پھر فرمایا خداوند ان کو دوبیلہ کی بیماری میں مبتلا کرے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دبیلہ کیا ہوتا ہے، آگ کا شعلہ ان کے دل میں پیدا ہوگا اور انہیں ہلاک کر دے گا پھر ان کے باپوں کے ناموں کو حذیفہ اور عمار سے بیان کیا اور حکم دیا کہ ان کو ظاہر نہ کریں اور اس قوم کو رسوا نہ کریں،

حذیفہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے بہت سے ایسے منافق ہیں جو اس وقت تک جنت کا منہ نہیں دیکھیں گے اور نہ اس کی بو سونگھیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ سے نہ گذر جائے اور ان میں سے آٹھ دوبیلا کی تکلیف میں مبتلا ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے سینوں میں ظاہر ہوں گے اور ان کے سینوں سے آگ کے شعلے باہر نکلیں گے، اسی وجہ سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم حذیفہ کی شان میں کہتے تھے اعلمہم الشان المنافقین حذیفہ اور کہتے ہیں کہ جب کبھی جنازہ حاضر ہوتا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حذیفہ کو دیکھتے اگر وہ اس پر نماز جنازہ پڑھتے وہ بھی پڑھتے اور اگر وہ نہ پڑھتے تو وہ بھی ادا نہ کرتے ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت حذیفہ کو ملتے تو انہیں قسم دیتے تھے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کا ذکر فرماتے تھے تو عمر کو ان میں ذکر کرتے تھے؟ حذیفہ کہتے نہیں نہیں یہاں تک کہ شیخ احمد غزالی نے رسالہ قدسیہ میں لکھا ہے کہ عمر جیسا مرد کہ روز اول آواز اول من یصافحہ الرب بعمر سنا تھا رات کو جب حضرت حذیفہ کے دروازے پر آتا تھا کہ وھل ذکرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع المنافقین کہتا تھا۔

ان اوراق کو ترتیب دینے والا کہتا ہے کہ معجزات باہرہ اور کثیر واقعات جو غزوہ تبوک میں ظہور پذیر ہوئے کتب متداولہ میں مذکور ہیں۔ اس جگہ یہ مختصر ہیں کیونکہ ان سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

تبوک سے واپسی:- جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی کا عزم کر لیا تو سواریوں کی باگ مدینہ کی طرف پھیر دی نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب منزل اذان میں جہاں سے مدینہ ایک چاشت کا راستہ ہے اترے، منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ استدعا کرنے کے لیے آئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں، جو مسجد ضرار کے نام سے ملقب ہوئی ہے لے جائیں۔

مسجد ضرار:- ابو عامر راہب فاسق جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت اور عداوت کا کچھ بیان گذر چکا ہے جنگ احد اور معرکہ حنین میں لشکر اسلام کی عداوت میں بڑی کوشش کی دشمنوں کی شکست کے بعد وہ ملعون شام کی طرف چلا گیا اور وہاں سے منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ مسجد قبا کے مقابلے میں محکم جگہ جو مسجد کی شکل کی ہو لیکن حقیقت میں بیت خانہ ہو بنائیں اور ذمیت کی کراسے اس طرح کشادہ رکھیں کہ وہ اعتکاف اور رہائش کے لیے تیار رہو اور وہ اور اس کے متبعین اس میں قیام کر سکیں۔ اس لعین کا مقصد یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ میں کرے۔ اور وہ فریب اور مکر جو منحوس دل میں پوشیدہ رکھتا ہے عمل میں لائے اس کے کہنے پر بارہ منافقوں نے اتفاق کر کے صومعہ ضرار کو جو کہ کفر تفریق اور اضرار پر مبنی تھا بنایا جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لشکر تبوک کی تیاری میں مشغول تھے وہ جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی کہ ہم نے اپنے محلہ میں اس محلہ کے دوستوں کی ضرورت کے لیے مسجد تعمیر کی ہے اگر آپ اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمائیں گے تو ہم ممنون ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اب تو یہ مہم درپیش ہے اس سفر سے واپسی کے بعد جو کچھ ہو سکے گا کریں گے جب تبوک سے واپس آئے منافقین نے ایفائے وعدہ کی استدعا کی۔ انہوں نے کہا پہلے آپ اس جگہ تشریف فرما ہوں پھر مدینہ میں تشریف لے جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اس منزل سے سوار نہیں ہوئے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام پہنچے اور منافقین کے دلی خیالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے اور آیہ کریمہ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المسلمین۔ آخری چار آیات تک نازل کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت مالک بن الدخشم اور معن بن عدی کو بھیجا انہوں نے مل کر اس عمارت کو جلا کر منہدم کر دیا اور وہاں کے لوگوں کو بھگا کر متفرق کر دیا اور مذکورہ جگہ آہستہ آہستہ

مدینہ والوں کا مزید دکوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ) بن گئی۔

ارباب سیرت نے بیان کیا ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور حسب دستور سابق پہلے مسجد میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نفل ادا کر کے اس قدر توقف فرمایا کہ موافقین اور منافقین نے اپنی بات کہہ لی اور ہر شخص کے لیے حکم مقرر ہو گیا۔

جنگ تبوک کے پیچھے رہ جانے والے صحابی :- اس غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ مخلص دوستوں میں سے پانچ اشخاص ابوذر غفاری، ابو خثیمہ سالمی، کعب بن مالک، مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ۔ اور ابو ذر غفاری کا قصہ اس کا پیادہ اور تنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا اور راستہ میں اس کے اونٹ کے درماندہ ہونے کا عذر بیان ہوا لیکن ابو خثیمہ کا واقعہ یوں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے چند روز بعد ابو خثیمہ گرمی کے وقت گھر میں آیا اس کی دو عورتیں تھیں ہر ایک کا ایک عریش تھا جس میں پانی چھڑکا ہوا اور ٹھنڈے پانی کے کوزے رکھے ہوئے تھے اور گوناں گوں کھانے ترتیب دیئے ہوئے تھے ابو خثیمہ عریش کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور اس ترتیب کو ملاحظہ کیا۔ اپنے دل سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیابان میں آفتاب کی شدید حرارت اور گرم ہواؤں میں ہوں اور ابو خثیمہ عمدہ سایہ میں ٹھنڈے پانی اور گوناں گوں طعام سے آراستہ مقام میں عورتوں سے مباشرت میں ہو انصاف سے بعید ہے اس نے قسم کھائی کہ ان دو عریش میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہوگا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ جا ملے۔ پس طعام کی کچھ مقدار زاد راہ کے طور پر اٹھائی اپنے اونٹ پر اسے لادا اور باہر نکل گیا ہر چند عورتیں اس سے بات کرتی تھیں کسی کے ساتھ اس نے بات نہیں کی یہاں تک کہ وہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا اور سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل سے سنا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعائے خیر کی لیکن ان تین صحابہ کا ذکر جو بغیر کسی عذر کے غزوہ تبوک سے رہ گئے تھے۔

کعب بن مالک :- کہتے ہیں کہ میں تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا تھا سوائے غزوہ تبوک کے کیونکہ اس میں میرا پہلے پختہ ارادہ نہیں تھا لیکن بیعت العقبہ کی رات کی بیعت میں حاضر تھا۔ اور میرا گمان یہ تھا کہ وہ اس نقصان

کا تدارک کر دے گی۔ الغرض جب لشکر اسلام غزوہ تبوک کی تیاری میں مصروف تھا میری قدرت و قوت میں کوئی کمی نہیں تھی اور میں آسانی سے نکل سکتا تھا لیکن نفس امارہ کے بہلانے نے میری ہمت کو لیت ولعل میں ڈال دیا جو وہ باہر نکل سکتے ہیں اسی خیال میں تھا کہ اس کے پیچھے جاؤں۔ وہ بھی آج کل میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ ساتھیوں کے ساتھ جانا مشکل ہو گیا۔ اور میں شہر میں رہ گیا۔ اسی وجہ سے میں رنجیدہ وملول ہو گیا۔ اور اکثر اوقات گھر میں گذارتا۔ کیونکہ باہر آنے جانے میں صرف منافقین کو ہی دیکھنا پڑتا تھا اور معذوروں کی گفتگو سننی پڑتی تھی اس غیوبت کے زمانہ میں صرف ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حالات دریافت فرمائے۔ پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ کعب پیچھے رہ گیا ہے میرے قبیلہ کے ایک شخص نے اس مجلس میں کہا اس نے دو کپڑے عمدہ بہن رکھے تھے شاید ان پر مغرور ہو کر اس دولت سے محروم رہ گیا ہے اسی مجلس میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے اس سے معترض ہوئے اسے غیبت سے منع کرتے ہوئے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اس سے کوئی برائی نہیں دیکھی وہ مجلس اسی قدر بات پر ختم ہو گئی۔ پھر باقی مجالس میں کوئی بات نہ ہوئی۔ جب میں نے آپ کی واپسی کی شہرت سنی ہر رات مقدمات معذرت کی ترتیب سوچتا اور دوسری رات پہلی رات کے خیالات دل سے نکال دیتا۔ آخر کار تمام ردی خیالات کو دل سے نکال دیا اور پختہ ارادہ کر لیا کہ سچ کے بغیر کچھ نہیں کہوں گا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں قیام فرمایا اور منافقین نے اپنے باطل عذروں کو پیش کیا اور اس کے موافق قسم کھائی چنانچہ آیہ کریمہ یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم ان کے حال کو بیان کرتی ہے یہاں تک کہ میری نوبت آئی میں پہنچا میں نے سلام کیا تبسم آمیز تبسم فرما کر فرمایا تو کیوں پیچھے رہ گیا اور موافقت نہیں کی حالانکہ تو نے سفر کی نیت سے اونٹ خریدا تھا میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: میں اگرچہ فن مباحثہ میں بہت ماہر ہوں لیکن فی الحقیقت مجھے کوئی عذر نہیں تھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے سچ کہا پھر فرمایا اٹھ جاؤ دیکھیں حق سبحانہ وتعالیٰ تمہارے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں۔ جب میں باہر نکلا میرے قبیلہ اور بنی سلیم کے قبیلہ کی ایک جماعت نے میرے خلاف زبان طعن کھولی اور مجھے بہت سرزنش کی کہ تو نے دوسروں کی طرح عذر کیوں نہیں کیا اور دامن بہانہ میں پناہ نہیں لی۔ انہوں نے مجھے اس قدر لعن طعن کی کہ میں نے واپس جانے اور اس پہلی بات کو ختم کرنے کا ارادہ کیا پھر میں نے پوچھا میرے

بغیر کسی اور نے بھی یہ طریقہ اختیار کیا ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا ہاں، مرارة ابن الربیع اور ہلال بن امیہ۔ میں نے غور کیا کہ یہ دونوں آدمی نیک بخت ہیں میں نے کہا نیک لوگوں کی حالت اور انجام کی اقتدار کا نتیجہ اچھا ہوگا بس میرے دل سے وہ خدشہ جاتا رہا۔ دوسرے روز یا اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی کہ مدینہ کے باشندوں کو چاہیئے کہ ان تین افراد کے ساتھ معاشرت اور مصاحبت نہ کریں اور مکمل طور پر بات چیت اور لین دین ختم کر دیں اور میل ملاپ کلی طور پر بند کر دیں اور کسی بھی حالت میں ان کے ساتھ مشغول نہ ہوں اس لیے آشنا و بیگانہ ہم سے متفرق ہو گئے اور ہم پر زندگی تنگ ہو گئی۔ ہلال اور مرارہ بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے اپنے گھر میں رہے لیکن میں جوان تھا آتا جاتا رہتا تھا، نماز میں جماعت کے ساتھ حاضر ہوتا جس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہمایوں میں حاضر ہوتا سلام کرتا اور دیکھتا کہ کیا لب مبارک جواب میں ہلاتے ہیں یا نہیں۔ اسی سلسلہ میں ان سے کہتا:

زہجرت نیم کشتہ عاشق ام جانا تمام کش — خدا را رحم کے بر حال و کار ناتمام من

میان مرداں بارے بہ شفقت مشرف کن — کہ بدنامی ہمی آرد جواب گو سلام من

زتاب غم دلم شد گرم میسوزم کہ از ناگہ — سگانت عار دارند از کباب نیم خام من

کعب کہتے ہیں کہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتا مجھ سے اعراض فرماتے جب میں رُخ پھیر لیتا مجھے دیکھتے، میں نے دل میں کہا:-

از دو ما بر طرف از ناز و دلم میگوید — کہ نہانی نظری ہست سوئے باش ہنوز

اتفاقاً ایک روز میں بازار سے گذر رہا تھا کہ ایک قافلے والا مجھے تلاش کرتا تھا لوگوں نے اسے میری نشانی دی اس نے مجھے ایک مکتوب دیا میں نے اسے پڑھا۔ غسان کے بادشاہ کا خط تھا جو اس نے میری طرف بھیجا تھا اس کا مضمون یہ تھا کہ آپ کے پیشوا نے آپ پر ظلم کیا ہے اور تیرے دوست احباب اور قبیلہ کو آپ سے جدا کر دیا ہے بلا تردد آپ ہمارے پاس آجائیں ہم آپ کی انتہائی حمایت کریں گے اور کسی حال میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کریں گے۔ جب میں نے خط پڑھا میں نے اپنے آپ سے کہا یہ ایک اور مصیبت ہے۔ ایک روٹیاں پکانے والے کے تنور کے پاس گیا اور اس خط کو تنور میں ڈال دیا اور اسے جواب بھیجا کہ میں اس آستانے کسی دوسری جگہ نہیں جاؤں گا۔

سر ارادت ما آستان حضرت دوست — کہ ہر چہ بر سر ما میرود ارادت اوست

ہاں دوستوں کا دستور ہے کہ دوستوں کی جفا سے روگردانی نہیں کرتے اور وہ تکلیف جو پہنچتی ہے اسے عطا اور نعمت سمجھتے ہیں۔

گر بخواری زار خویشش براند مارا　　　باامیدش بنشینیم و بدر ہا نہ رویم
گر بشمشیر جفا دوست دل ما بدرد　　　بتظلم بدر خانۂ اعدا نہ رویم

کعب بن مالک کہتے ہیں کہ ہم پر روشن دن رات کی مانند تاریک ہوگئے اور کوئی یار دوست ہمارے نزدیک نہیں آیا۔ میں ایک روز ابو قتادہ کی سرا میں گیا جو میرا چچیرا بھائی اور عزیز ترین دوست تھا میں نے اسے سلام کیا اس نے مجھے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہ! تجھے خدا وحدہٗ لاشریک کی قسم دیتا ہوں، تو جانتا ہے کہ میں خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں، اس نے جواب دیا کہ خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، روتا ہوا اور جلا بھنا اس کے پاس سے واپس آیا۔

کئی روز اسی طریق پر گزرے اس کے بعد حکم آیا کہ عورتوں سے جدا ہو جائیں کعب کہتے ہیں کہ میں نے پیغام بھیجا کہ عورت کو طلاق دے دوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پیغام بھیجا کہ طلاق دینے کی ضرورت نہیں لیکن جماع گفتگو اور میل ملاقات کا چھوڑنا ضروری ہے۔ عورتوں کو اسی وقت ان کے رشتہ داروں اور قوم کے گھروں میں بھیج دیا۔ ہلال بن امیہ کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہمایوں میں آئی اور عرض کی کہ ہلال کمزور، لاغر اور ضعیف ہوگیا ہے اس کا سورج قریب الغروب ہے۔

بے تو ہلال وار چنانم زناز کی　　　ہرکس کہ دید گفت ہمیں دم فرو اود

اگر آپ اجازت فرمائیں تو اس کی خدمت کروں فرمایا چاہیئے کہ وہ تیرے ساتھ مشغول نہ ہو ہلال کی بیوی کو شوہر کی خدمت کی اجازت مل گئی۔ کعب کے رشتہ داروں نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر صلاح ہو تو تیری بیوی بھی جائے اور اجازت حاصل کرے میں نے کہا ہلال کو اجازت ملنے کی وجہ اس کا بڑھاپا تھا اور یہ چیز میری ذات میں نہیں ہے۔ ممکن ہے مجھے اجازت نہ ملے جو زیادہ ملال کا سبب ہوگا بس اسی طرح دس روز اور اسی حالت میں گذرے اس قدر مضطرب ہوئے کہ زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی چنانچہ وہ موت کی آرزو کرنے لگے۔ حتی اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت۔ جب پچاس روز پورے ہوئے۔ مفتح الابواب نے ان کے لیے

توبہ کا دروازہ کھول دیا اور ان کی توبہ قبول ہوئی ۔ اور آیات بینات لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار، کونوا مع الصادقین ۔ تک نازل ہوئی ۔ مفسرین کہتے ہیں کہ آیت ثلث رات کا حصہ گذرنے کے بعد نازل ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو اطلاع دی ۔ ام سلمہ نے رات ہی کو کعب اور اس کے دونوں ساتھیوں کو خوشخبری پہنچانا چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کر لوگوں کا ہجوم ہمارے حضور میں مخل ہوگا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کو اس قصہ سے آگاہ کیا ۔ کعب اس روز کثرت ملال کی وجہ سے گھر میں رہ گئے تھے اور وہ دوسرے دو ساتھی ہمیشہ گھر میں زندگی گذارتے تھے ۔ مصیبت رسیدگان کے دوستوں کو اجازت ملی اور خوشخبری پہنچانے کے لیے ان کی طرف بھاگے ۔ کعب کہتے ہیں کہ صبح کی نماز ادا کرکے میں قبلہ رخ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص نے کوہ صلع کے اوپر سے کہا یا کعب بن مالک ۔ اور ایک روایت ہے کہ وہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن حمزہ اسلمی تھے ۔ میں سمجھ گیا کہ قبولیت کی خوش خبری پہنچی ۔ اسی وقت میں نے سجدہ شکر ادا کیا ۔ جو کپڑے میں نے پہن رکھے تھے منادی کے لیے متعین کر دیئے اس کے پیچھے ہی سوار پہنچ گیا ۔ اور کہتے ہیں کہ زبیر بن العوام تھے اس بشارت کو انہوں نے پختہ کیا ۔ میں نے اور کپڑے منگا لیے اور انہیں پہنا اور مسجد کی طرف متوجہ ہوا راستہ میں جو گروہ مجھے ملتا مبارکباد دیتا ۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا حضرت طلحہ بن عبداللہ اٹھے اور میری طرف آئے مصافحہ اور مبارکباد جیسا کہ طریقہ ہے ادا کی میں اس کی اس عزت افزائی کو کبھی فراموش نہیں کروں گا ۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا ۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا ۔ آپ کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا اور چودھویں رات کے چاند کی مانند درخشاں تھا فرمایا اے کعب تجھے مبارک ہو ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طرف سے یا حق تعالیٰ کی طرف سے آپ نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی عنایت بے نہایت سے اور آیات منزلہ مجھ پر تلاوت فرمائیں اور ان دو دوستوں کے لیے دو خوش خبری دینے والے روانہ ہوئے تھے کہتے ہیں کہ یہ خوش خبری دینے والے مرارہ سلکان بن سالم اور مبشر ہلال بن سعید تھے ، سعید سے منقول ہے کہ جب میں بنی زافق میں گیا اور ہلال کو بشارت دی ، سجدہ میں گر گیا اور اس قدر تضرع و گریہ زاری کی کہ میں نے خیال

کیا کہ وہ سجدہ سے سر نہیں اٹھائے گا یہاں تک کہ اس کی جان نکل جائے اور کہتے ہیں کہ ہلال ابن امیہ بہت کم کھاتے پیتے تھے اور کبھی چند دنوں تک روزہ وصال رکھتے اور ہمیشہ درد و نالہ اور گریہ وزاری کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے رحم فرما کر ان کی توبہ قبول فرمائی۔

داغ دل آور کہ در میدان درد — اہل دل از داغ بشناسند مرد
ای خنک چشمے کہ او گریان اوست — وی ہمایوں دل کہ او بریان اوست
در پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست — مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

کعب کہتے ہیں کہ دو فقیروں کو میں نے دیکھا کہ افتاں و خیزاں اس سلطان انس و جاں کی خدمت میں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کی خاک پر چہرہ ملا پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی توبہ کی قبولیت کے شکرانہ میں اپنے تمام اموال کو صدقہ کرتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نصف اہل وعیال کے لیے رکھ لے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کی کسی چیز کے حصہ کو ذخیرہ کر لیتا ہوں اور باقی کو فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ اور ایک روایت ہے کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مال کا تیسرا حصہ خیرات کرنے کی اجازت فرمائی۔ کعب نے قسم کھائی کہ میری توبہ سچ کی برکت سے حاصل ہوئی مجھے امید ہے کہ باقی عمر بھی خدا تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔ اسلام کے بعد اس سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس واقعہ میں جھوٹ سے محفوظ رکھا ورنہ میں ہلاک ہو جاتا جیسا کہ دوسرے ہلاک ہوئے اور ان کے متعلق آیت آئی:۔ سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیھم لتعرضوا عنھم۔ اس آیت تک نازل ہوئی۔ فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین۔ اور ہمارے متعلق آیت آئی۔ لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف الرحیم وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم۔ شیخ ابو الوراق ترمذی قدس سرہٗ سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا توبۃ النصوح کی علامت کیا ہے فرمایا زمین اس کشادگی کے باوجود توبہ کرنے والے پر تنگ ہو جاتی ہے جیسا کہ کعب اور اس کے دو ساتھیوں پر تنگ ہو گئی

اور چونکہ ان کی توبہ صدق کی برکت سے قبول ہوئی اسی لئے حق تعالیٰ نے سچے لوگوں کی تعریف فرمائی اور اسی آیت کے عقب میں فرمایا وکونوا مع الصادقین۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر نوازش :-

کشف الغمہ میں روایت آئی ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا عرب کی ایک قوم وادی الرمل میں آئی ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ شبخون کے طور پر مدینہ پر حملہ کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کون ہے جو اس جماعت کے شر کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اصحاب صفہ کا ایک گروہ اس کے لیے تیار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا اور اس گروہ پر انہیں امیر بنایا اور دشمنوں کی طرف بھیجا۔ مخالفین کا قیام ایک وادی میں تھا جس میں بہت پتھر اور درخت تھے اس وادی میں گزرنا دشوار معلوم ہوتا تھا مسلمانوں نے جب اس وادی میں داخل ہونا اور حملہ کرنا چاہا اچانک مخالفین اکٹھے ہو کر اس وادی سے نکلے اور جنگ شروع کر دی چنانچہ بہت سے مسلمانوں نے شربت شہادت نوش کیا اور باقی شکست کھا گئے اور مدینہ لوٹ آئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا ایک جھنڈا باندھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جب وہ منزلِ مقصود پر پہنچے اس وادی میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ مشرکین جو پتھروں اور درختوں کے پیچھے گھات لگائے ہوئے تھے نکلے اور مسلمانوں کی طرف رخ کیا جنگ و قتال کے بعد لشکرِ اسلام نے راہ فرار اختیار کی اور دارالسلام مدینہ کی طرف لوٹے اس کے بعد عمرو بن العاص جو حسن تدبیر اور دانش مندی میں مشہور تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ان پر حملے کے لیے مجھے بھیجے تاکہ الحرب خدعۃ پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں کو مغلوب کردوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی اور ایک جماعت کا امیر مقرر کر کے مخالفین کی طرف بھیجا۔ وہ بھی جب دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ساتھ جنگ و قتال کیا مگر شکست کھا کر لوٹ آئے اور بعض مسلمان شہید ہو گئے۔ عمرو بن العاص کی واپسی کے چند روز بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کیلئے جھنڈا تیار کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ان کے حق میں اچھی دعا فرمائی اور مسجد احزاب تک حضرت علی کے ساتھ تشریف لائے۔ اور حکم دیا کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور عمرو بن العاص

اور صحابہ کی ایک اور جماعت اس سفر میں حضرت علی کی رفاقت کرے اور اس کی صوابدید سے تجاوز نہ کریں۔ امیر المؤمنین حضرت علی وادی الرمل کے راستے سے اعراض کر کے عراق عرب کی طرف متوجہ ہوئے منزلیں طے کرنے کے لیے مخالفین کے غارت کرنے کا ارادہ کر کے دن کے وقت راستے سے ہٹ کر چلتے اور آرام و استراحت حاصل کرتے۔ جب مخالفین کے ٹھکانوں پر پہنچے لشکر کو حکم دیا کہ آرام کریں اور خود لشکر کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ عمرو بن العاص نے اپنی رائے کا اظہار کیا جو ان کی رائے کے خلاف تھی۔ صحابہ نے کہا ہمیں حضرت علی کی صوابدید اور رائے پر عمل کرنے کا حکم ہے ہم ان کی رائے کے خلاف نہیں کر سکتے۔ الغرض شاہ مرداں کے دل میں جو خیال آتا اس پر عمل کرتے ہوئے چلتے تھے یہاں تک کہ طلوع فجر کے وقت دشمن کے سر پر جا پہنچے اور حسب دلخواہ مخالفین سے انتقام لیا اور صاحب کشف الغمہ لکھتا ہے کہ سورہ والعادیات اسی باب میں نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فتح کی بشارت دی۔ جب حضرت علی لوٹ کر مدینہ کے نزدیک پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو استقبال کرنے کا حکم فرمایا اور خود بھی صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جس وقت حضرت علی کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی گھوڑے سے اتر آئے اور پیادہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! سوار ہو۔ خدا اور اس کا رسول تجھ سے راضی ہیں۔ شاہ مرداں انتہائی خوشی سے رونے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ امت کے کچھ گروہ تیرے متعلق وہ کچھ کہیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لوگوں نے کہا تو میں یقیناً تمہارے متعلق چند باتیں کہتا کہ جس قوم پر بھی تو گذرتا وہ تیرے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتی۔

اطراف و جوانب سے وفود کی آمد: ہجرت کے نویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک سے واپسی کے بعد عرب کے کئی قبائل گروہ در گروہ مدینہ آتے اور اسلام کی سعادت حاصل کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور صحبت سے سرفراز ہوتے۔ اس سال اس قدر وفود کی آمد تھی کہ اس سال کو سنۃ الوفود کہتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہ تھا کہ ہر وفد کی آمد پر لباس فاخرہ زیب تن فرماتے اور صحابہ کو بھی فرماتے کہ وہ بھی فاخرہ لباس اور پاکیزہ کپڑے پہنتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمان کے مطابق وفد کو پاکیزہ، صاف ستھرے اور نزہت افزا مقامات میں ٹھہراتے اور حتی الوسع ان کی

مہمانی اور ضیافت کے شرائط بجالاتے اور ان کی واپسی کے وقت انہیں انعامات اور عطا اسے بہرہ مند اور محظوظ کرتے۔ وہ وفود شکر گزار اور رطب اللسان اپنے وطن واپس جاتے ان میں جو اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک وفد بنی مرۃ تھا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تیرہ افراد اس قبیلے کے آکر مسلمان ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے رشتہ داروں میں سے ہیں اور آپ کے قبیلہ، قوم اور اقربا میں سے ہیں کہ ہماری اور آپ کی نسبت لوی بن غالب سے ملتی ہے۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے اور علاقہ اور ان کے قبیلے کے حالات دریافت فرمائے انہوں نے قحط اور تنگی کی شکایت کی اور دعا کی درخواست کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رخ ہو کر ان کے لیے دعا فرمائی اللھم اسقہم الغیث اور آپ کے حکم پر حضرت بلال نے ہر ایک کو دس اوقیہ دیئے اور ان کے سردار حارث بن عوف کو بارہ اوقیہ عطا فرمایا۔ جب یہ گروہ اپنے مقاصد حاصل کر کے اپنے وطن پہنچا تحقیق کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی اسی روز ان کے علاقہ میں مفید بارش ہوئی جو ان کی خوش حالی کا موجب بنی۔

ایک اور وفد جس میں عامر بن الطفیل اور زید تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ بنی عامر کی قوم اور عامر بن صعصعہ کے گروہ سے تھے۔ صورت حال اس طرح تھی کہ عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر بن حلاب اور زید بن قیس بنی عامر کے ایک گروہ کے ساتھ اس سال مدینہ میں آیا۔ عامر نے زید کے ساتھ طے کیا کہ جس وقت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں باتوں میں مشغول رکھوں تجھے چاہیئے کہ پیچھے سے آکر اپنی خونریز تلوار سے اس کے خون کو بیدریغ بہا دے اور ہمارے دل سے اس کی غم سے فارغ کر دے۔ وہ مجلس ہمایوں میں پہنچے عامر نے کہا اپنے فوت ہونے کے بعد خلافت میرے سپرد کر دیجئے۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امر تجھے اور تیری قوم کو نہیں پہنچتا عامر نے کہا اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو صحرا نشینوں کی امارات میرے سپرد کر دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو رد کرتے ہوئے فرمایا میں تجھے ان سواروں کا حاکم اور سردار بناتا ہوں تاکہ راہ خدا میں جہاد کرتے رہو۔ عامر نے کہا میں اس جماعت کی سرداری کے لائق نہیں۔ خدا کی قسم میں جاتا ہوں اور ایسا لشکر جرار پیادہ اور سوار لاتا ہوں جسے حساب کرنے والا

شمار کرنے سے عاجز آجائیں گے۔ یہ بات کہہ کر اربد کے ساتھ مجلس ہمایوں سے باہر آ گیا اور اربد کو عتاب کرتے ہوئے کہا کہ تو نے میری تجویز پر عمل کیوں نہیں کیا۔ اربد نے کہا خدا کی قسم میں جب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اٹھاتا تھا تجھے درمیان میں حائل دیکھتا تھا جب یہ دونوں ملعون مجلس ہمایوں سے باہر نکل گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان معجز بیان سے ان دونوں شیطانوں پر نفرین بھیجی تیر دعا نشانہ پر بیٹھا اسی وقت عامر اور اربد اپنی بری نیت و فعل کی جزا کو پہنچے۔ حق تعالیٰ نے آسمان سے صاعقہ بھیجی جس نے اربد کو جلا دیا اور عامر بن الطفیل کے گلے پر گل گھوتو پیدا ہو گیا۔ عامر راستہ میں سلولیہ عورت کے گھر ٹھہرا تھا پھر اس نے اپنے آپ سے کہا غدۃ کغدۃ البعیر والموت فی البیت سلولیہ۔ یہ کلام مثل ہے، عربوں میں کسی کو دو قسم کی ناپسندیدہ بیماریاں پیدا ہوں تو یہ جملہ کہتے ہیں۔ پھر عورت سلولیہ کے گھر سے باہر نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جہنم کا راستہ اختیار کیا تھوڑے وقت میں اسفل السافلین میں جا پہنچا۔ یہ وہی دوزخی کتا ہے جس نے ستر مسلمانوں کو بیر معونہ پر قتل کیا تھا۔

ایک اور وفد گروہ بنی اسد کا تھا اس قبیلے کے دو افراد آ کر مسلمان ہوئے اور اظہار سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے عسرت، قحط اور مشقت کے سال میں سفر کر کے اور بعید راستہ طے کیا ہے اور اس سے پہلے کہ کوئی لشکر ہم پر حملہ کرتا ہم نے خوشدلی اور اپنی رضامندی سے اس ملک میں آئے ہیں اور گروہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں آیت کریمہ۔ یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین۔ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی۔ ایک اور وفد بنی البکا کا تھا کہتے ہیں کہ معاذ بن عباد بن البکا جس کی عمر ایک سو سال تھی اپنے لڑکے بشر اور مجیع بن عمرو بن احمر کے ساتھ اپنی قوم میں تھا معاذ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری التماس ہے کہ اپنا دست مبارک میرے بیٹے بشر کے اعضا پر پھیریں کیونکہ حقوق پدر ادا کیے ہیں اور انواع و اقسام کی شفقت انجام دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جسم پر دست مبارک پھیرا اور چند اونٹ اسے انعام دیئے اور برکت کی دعا فرمائی کہتے ہیں کہ جب بنی البکا میں قحط اور تنگی پیدا ہوتی قوم معاذ یہ اس سے محفوظ ہوتی اور

سے کچھ زمین بطور جاگیر اسے دی. کہتے ہیں کہ وہ اصحاب صفہ میں سے تھا۔ ایک اور وفد بنی تجیب آیا۔ اس ابہام کی تفسیر یہ ہے کہ اس قبیلہ سے تیرہ اشخاص اپنے اموال اور مواشی کی زکوٰۃ اپنے ہمراہ لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آنے سے خوش اور شادماں ہوئے اور آپ کے حکم پر انہیں پسندیدہ منزل میں ٹھہرایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع ہمایوں میں یہ بات پہنچائی کہ ہم اپنی زکوٰۃ کا حصہ اپنے ساتھ لائے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے ملک میں لے جاؤ اور وہاں کے محتاجوں اور فقراء پر خرچ کرو۔ اس قوم نے جواب دیا ہم جو چیز اپنے ساتھ لائے ہیں وہ ہماری قوم کے فقراء سے زائد ہے کہتے ہیں کہ وفد تجیب نے فرائض، سنن اور باقی احکام شریعت کے متعلق سوالات کیے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت زیادہ ہوئی اور اس قوم کی عزت و احترام میں مبالغہ کیا۔ دوسرے وفود کو انعام دینے سے پہلے ان سے پوچھا تم میں سے کوئی شخص رہ گیا ہے جسے انعام نہ ملا ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک رہ گیا ہے جو عمر کے لحاظ سے ہم سے چھوٹا ہے اپنے چوپاؤں اور سامان کی خاطر اسے چھوڑ آئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جاؤ اسے بھیج دو۔ قوم جب گئی تو اس جوان کو بھیج دیا اس جوان نے آداب تحیت کے بعد عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس جماعت کا ایک فرد ہوں جو ابھی ابھی شرف ملازمت سے مشرف ہوئی ہے اور اپنی آرزوئیں پوری کی ہیں۔ میری التماس یہ ہے کہ میری ضرورت پوری کی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری حاجت کیا ہے، اس جوان نے جواب دیا خدا کی قسم: وطن سے ہجرت اور یہاں آنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ مجھے دنیا کا مال و متاع دیں جیسا کہ دوسروں کو دیا ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میرے جرائم کو اپنی مغفرت سے دھو دے اور اپنی عام غفران سے میرے خاکی جسم کو دوزخ کی آگ سے رہائی بخشے اور میرے دل کو دنیا کے سامان سے بے نیاز کر کے استغناء، فقر عنایت فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کا ماسوا سے اعراض اور بلند ہمتی مشاہدہ کی تو اس کے حال پر نظر عنایت ڈالی اور شافی زبان جو ترجمان اسرار غیب تھی سے یہ دعا فرمائی اللھم اغفر لہ وارحمہ واجعل غناہ فی قلبہ۔ اس کے بعد ان کے برابر جو اس کے ساتھیوں کو انعام فرمایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی عنایت فرمایا اور وہ وفد کامیابی کے بعد اپنے قبیلہ کی طرف لوٹا۔

حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض کو منیٰ کے مقام میں دیکھا اس جوان کا حال پوچھا انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ میں اس جوان سے زیادہ کسی کو قانع اور بلند ہمت نہیں دیکھا کہ اس کی ہمت کے ترازو میں دنیا و مافیہا مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتی۔

گرچہ آلودہ بفقرم شرم باز از ہمتم　　گر بہ آب چشمۂ خورشید دامن ترکنم

بنی کنانہ سے ایک جماعت آئی اور مسلمان ہو گئی ان کا پیشوا واثلہ بن الاسقع تھا منقول ہے کہ جب واثلہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تبوک کے انتظامات میں موجود تھے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کس کام کے لیے آیا ہے اس نے عرض کی کہ میں آیا ہوں تاکہ ایمان لاؤں اور خدا اور اس کے رسول کی بیعت کروں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے متابعت کا حکم فرمایا۔ واثلہ اپنے قبیلہ میں واپس گیا اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کیا، قوم اور اس کے باپ نے کہا کہ ہم خدا کی قسم ہم تیرے ساتھ ہرگز بات نہیں کریں گے لیکن اس کی بہن نے سنا اور وہ مسلمان ہو گئی اور انتظام کر کے مدینہ کو لوٹ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تبوک گئے ہوئے تھے اور لشکر آپ کے پیچھے جاتا تھا واثلہ نے کہا کون ہے جو سوار کرے اس غزوہ میں حصے کا وہ مالک ہو گا۔ کعب بن عجرہ نے کہا یہ کام میں کروں گا اسے اپنی سواری پر سوار کر کے روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خالد بن ولید کے ساتھ جنگ اکیدر کے لیے بھیجا جب خالد مال تقسیم کرتا تھا اس کا حصہ چھ اونٹ یا زیادہ اسے ملے اس شرط کے مطابق جو اس نے کی تھی اسے کعب کے لیے لے گیا کعب نے اسے قبول نہ کیا اور کہا میں نے تجھے خدا اور رسول کے لیے سوار کیا تھا میں نہیں چاہتا کہ اسے دنیاوی غرض سے آلودہ کروں۔

چوں نباشد پاک اعمال از ریا　　ہست بے حاصل چو نقش بوریا
ہر کرا اندر عمل اخلاص نیست　　در جہاں از بندگان خاص نیست
ہر کہ کاوش از برائے حق بود　　کار او پیوستہ با رونق بود

سعد بن ثمام سے ثعلبہ آیا اور مسجد نبوی کے دروازے پر اپنے اونٹ کو بٹھا دیا اور اس کے زانو کو باندھ دیا اور مسجد کے اندر آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان تکیہ لگائے تشریف

فرماتے تھے۔ ضمام نے پوچھا تم میں سے کون محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے صحابہ نے کہا یہ سفید کپڑوں والے تکیہ لگائے ہوئے۔ ضمام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اے عبدالمطلب کے بیٹے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ ضمام نے کہا میں آپ سے چند چیزیں پوچھوں گا اور سوال میں اصرار اور شدت کروں گا مجھ پر غصہ نہ کیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جو کچھ چاہتے ہو پوچھو اس نے کہا میں آپ کو اور آپ سے پہلے لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا خدا تعالیٰ نے آپ کو ہماری طرف بھیجا ہے؟ فرمایا ہاں! پھر ضمام نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کیا خدا تعالیٰ نے تجھے فرمایا ہے کہ تو ہمیں اس کی پرستش کا حکم کرے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ان بے جان بتوں سے جن کو ہمارے باپ پوجتے تھے بیزار ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اس کے بعد ضمام نے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے متعلق مذکورہ طریق پر پوچھتا تھا یہاں تک کہ فارغ ہو گیا اس کے بعد کہا میں اس خبر پر ایمان لایا جو آپ رب کی طرف سے لائے اور میں اپنی قوم کی طرف سے قاصد ہوں اور یہ امور جو میں نے آپ سے سیکھے ہیں اپنی قوم تک پہنچا دوں گا۔ یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا اور اپنے قبیلے کی طرف لوٹ گیا۔ سب سے پہلی بات جو اس نے اپنے قبیلہ والوں سے کہی بتوں کی مذمت اور ان کی برائی بیان کی۔ لات، عزیٰ، منات اور ہبل کو ذلت سے یاد کیا قوم نے کہا اے بنی ثعلبہ خاموش رہو۔ یہ کیسی باتیں ہیں جو تو کرتا ہے۔ اس سے ڈر کہ تجھے برص کی بیماری جنون یا جذام ہو جائے اس نے کہا یہ بت نہ تو تمہیں کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان یقیناً خدا تعالیٰ نے رسول بھیجا ہے اور کتاب اتاری ہے جو گمراہی سے ہدایت ہے اور تمہاری بت پرستی اور جہالت کو دور کرنے والی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے مامور ہوئے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم ایک رات بھی نہیں گذری تھی کہ تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد مسجد کی تعمیر، اقامت نماز اور ادائیگی زکوٰۃ میں مصروف ہوئے اور اگر کسی چیز میں ان کا اختلاف ہوتا تھا ضمام سے پوچھتے تھے اور انہیں صحیح جواب مل جاتا تھا (مؤلف کتاب کہتا ہے)، اس سال بے شمار وفود سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے جن کا مکمل ذکر اس موقع پر طوالت کا باعث ہے اس لیے اسی مقدار پر اکتفا کی۔

عبداللہ ابن ابی سلول منافق کی موت :- اسی سال ماہ شوال عبداللہ مذکور بیمار ہوا تھا اور ذی قعدہ میں فوت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے یہاں تک کہ آخری روز نزع کے وقت اس کے سرہانے بیٹھے اور فرمایا میں تجھے یہود کی دوستی سے منع کرتا تھا تو نے میری بات نہ سنی۔ ابن ابی سلول نے کہا سعد بن زرارہ ان کا دشمن تھا ان کی دشمنی سے اسے موت سے نجات نہیں دی پھر اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سرزنش کا وقت نہیں ہے آپ کے مکارم اخلاق سے درخواست ہے کہ میرے جنازہ کے ساتھ موجود ہوں گے اور اپنے پیراہن کو عنایت فرما کر اس سے میرا کفن بنائیں گے۔ اور ایک روایت ہے کہ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پیراہن تھے ایک شعار اور دوسرا دثار، دثار کو جو کہ تہبند تھا اسے دیا اس نے قمیض کی درخواست کی کیونکہ وہ جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس کی درخواست قبول ہوئی۔ اس کے بعد اس نے کہا ایک اور درخواست ہے کہ جب میرے جنازہ پر نماز ادا فرمائیں تو میرے لیے بخشش طلب کریں تاکہ حق تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست بھی قبول کر لی۔ ارباب سیرت نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے غسل اور تجہیز و تکفین کے وقت موجود تھے اور اس کے لڑکے سے جو مخلص مومن اور کامل مسلمان تھا تعزیت فرمائی۔ جب عبداللہ ابی سلول کے جنازہ کو جنازہ گاہ میں لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے اٹھے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس پر نماز جنازہ ادا کرتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں وقت میں ایسا اور ایسا کیا تھا۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! مجھے چھوڑ دے اور عمر اسی طرح منت سماجت کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کے لیے ستر بار اس کی مغفرت طلب کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا گیا ہے اور میں نے مغفرت کو اختیار کیا ہے اور اگر مجھے علم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ بخشش مانگنے سے بخشا جاتا ہے تو میں یقیناً اس کے لیے اس سے زیادہ مرتبہ بخشش طلب کرتا اور یہ بات اس کلمہ کی طرف اشارہ ہے۔ استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم۔ کہتے ہیں کہ جب عبداللہ پر نماز جنازہ ادا کی یہ آیت

نازل ہوئی۔ ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا و لا تقم علیٰ قبرہ اور ماہرین فن سیرت کہتے ہیں کہ اس میں حکمت کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم منافق کی عیادت کیلئے تشریف لے جاتے ہیں اور اپنے پیراہن کو اسے پہناتے ہیں اس پر نماز ادا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں باوجودیکہ وہ نفاق میں مشہور تھا۔ یہ تھی کہ جنگ بدر کے روز جب عباس کو مسلمانوں نے گرفتار کیا ہوا تھا اور برہنہ کیا ہوا تھا کسی شخص کا کرتہ اس کے قد پر پورا نہیں آتا تھا اس وقت عبداللہ نے اپنے کرتے کو جو اس کے قد کے برابر تھا انہیں پہنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان اتارنے کے لیے اپنا کرتہ عبداللہ کو پہنایا اور اس پر نماز جنازہ ادا کرنے کا اکرام اس وجہ سے تھا کہ مشرکین نے صلح حدیبیہ کے روز کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے لیکن تجھے ہم عمرہ ادا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پیشوا ہیں ہم اس پر سبقت نہیں کرتے اس وجہ سے اس کی عزت تھی اگرچہ وہ غرض سے آلودہ تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جزا دیتے ہوئے اس پر نماز ادا کر کے بخشش طلب کی لیکن اس کی عیادت اس کے لڑکے اور اس کے مسلمان رشتہ داروں کی وجہ سے تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ بیگانے جب لطف و کرم کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ کریں تو آشنائی کے زیور سے آراستہ ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابی سلول کی موت کے دن جب منافقین نے اپنے پیشوا کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء استغفار کا محتاج دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف و اکرام اس دشمن کے متعلق اس طرح دیکھے ایک کثیر جماعت نے نفاق سے توبہ کر لی۔ اور خلعتِ اتفاق زیب تن کی اور خلوص سے مسلمان ہو گئے۔ اس باب میں بعض اشکالات وارد ہیں جن کے جوابات اپنی جگہ پر ہیں۔ لیکن یہ مقام ان کا مقتضی نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

نجاشی شاہِ حبشہ کی وفات:-

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس روز نجاشی فوت ہوا آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج ایک مرد صالح فوت ہوا ہے اٹھو اور اس پر نماز ادا کرو پس ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں باندھیں اور اس پر نماز ادا کی۔ جابر کہتے ہیں کہ میں دوسری صف میں تھا یا تیسری صف میں کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں اور ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے بخشش طلب کرو۔ اور ایک روایت ہے کہ مدینہ کی جنازگاہ میں گئے اور نجاشی پر نماز ادا کی۔ علما کا اس واقعہ میں اختلاف ہے یہاں تک کہ شافعیہ، حنفیہ اور بہت سے ائمہ سلف غائبانہ نماز جنازہ جائز قرار دیتے ہیں اور مالکیہ اور حنبلیہ منع کرتے ہیں کیونکہ نماز کا تعلق میت کے ساتھ جماعت کے امام کے ساتھ تعلق کی مانند ہے اور جب امام کا حال مقتدی کو معلوم نہ ہو تو اقتدار جائز نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب جنازہ غائب ہو تو نماز اس پر جائز نہیں ہوگی۔ اور بعض علمار نے نجاشی کے قصہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر نماز پڑھنا اس وجہ سے تھا کہ زمین کو آپ کے لیے لپیٹ دیا گیا تھا اور اس میت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سامنے ظاہر کر دیا گیا تھا اگرچہ مقتدیوں کی نسبت سے غائب تھا یہ معاملہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا اس لیے اس سے استدلال جائز نہیں واللہ اعلم۔ اور نجاشی کے جنازہ کے انکشاف کی کیفیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روایات وارد ہوئی ہیں کہ اس جیسی ہرگز ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس روز جبرائیل علیہ السلام آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو آگاہ کیا کہ آفتاب کے انجلا کا سبب یہ ہے کہ آپ کا ایک صحابی جسے معاویہ لیثی کہتے ہیں مدینہ میں فوت ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو اس پر نماز ادا کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اسے یہ مرتبہ کس عمل سے حاصل ہوا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، شب و روز، قیام و قعود اور آمد و رفت میں قل ھو اللہ احد بکثرت پڑھنے کی وجہ سے اسے یہ مرتبہ حاصل ہوا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں زمین کو لپیٹ دیتا ہوں تاکہ آپ اس پر نماز جنازہ ادا کریں اور اس کے جنازہ کو دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا، ہر درخت جنگل اور پہاڑ جو حائل تھا ہٹ گیا اور معاویہ کے جنازہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا۔

امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اور حضرت علیؓ حج کعبہ ادا کرتے ہیں:-

مورخین اور علمائے سیرت نے یوں بیان کیا ہے کہ آخر ذی قعدہ سال نہم ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج گذارنے کا ارادہ ہوا جب آپ نے سنا کہ مشرکین جاہلیت کی رسم کے مطابق موسم حج میں مکہ آتے اور برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف

کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ اختلاط سے کراہت کی بنا پر آپ نے ارادہ ملتوی کر دیا لیکن تین سو اشخاص پر ابوبکر صدیق کو امیر بنا کر حکم فرمایا کہ مکہ میں جائے اور لوگوں کو مناسک حج سکھائے اور اوائل سورۂ برأت چالیس آیات تک لوگوں پر پڑھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر فرمان پر عمل کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اسی اثنا میں جبرائیل علیہ السلام حق وسبحانہٗ تعالےٰ کا پیغام لائے۔ کہ اس پیغام کو صرف آپ یا حضرت علی ادا کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تو یا وہ شخص جو تجھ سے ہو، چونکہ حضرت علی قبیلہ و خاندان میں سب سے زیادہ قرابت رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کیفیتِ واقعہ سے آگاہ فرمائے۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے جاؤ اور اوائل سورۂ برأت کو ان سے لے لو اور موسم حج میں لوگوں پر یہ آیات پڑھے اور ان چار کلمات کو لوگوں تک پہنچاؤ، ایک یہ کہ بہشت میں صرف ایمان والے داخل ہوں گے، دوسرا یہ کہ برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کریں۔ تیسری یہ بات کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، چوتھی یہ کہ کفار و مشرکین میں سے جس نے موقت عہد خدا اور رسول کے ساتھ باندھا ہوا ہے اس سال کے ختم ہونے تک وہ مسلمان ہو جائیں۔

حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں حج گذارنے کے ارادہ سے صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا تھا جب ہم مقام عرج میں پہنچے۔ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا، امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تاکہ امامت کریں ابھی نماز شروع نہیں کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز انہوں نے سنی آپ نے امامت میں توقف فرمایا۔ آپ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی آواز ہے۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ ٹھہریئے ان کے ساتھ نماز ادا کریں جب ایک لحظہ گزرا حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار پہنچے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ امیر بن کر آئے ہیں یا مامور۔ جواب دیا کہ مامور لیکن اوائل سورۃ برأت کو مجھے دیجئے کیونکہ فرمان واجب الاذعان اسی طرح نافذ ہوا ہے کہ آیات بینات کو میں لوگوں پر پڑھوں اور یہ چار کلمات کو لوگوں تک پہنچاؤں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آیات بینات کو علی المرتضیٰ کے سپرد کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں ادا کی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب ہم مکہ میں پہنچے ترویہ سے ایک روز پہلے امیر المومنین

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو مناسک حج سکھائے اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور اوائل سورہ برات لوگوں پر پڑھی اور چاروں باتیں لوگوں تک پہنچائیں اور مواقف حج کے ہر موقف پر امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے اور احکام حج بیان فرماتے۔ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جس بات کے لیے مامور ہوئے تھے ادا کرتے۔ کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان چار کلمات کو پہنچایا ایک شخص نے لوگوں میں سے آواز دی کہ اے علی تیرے چچیرے بھائی اور ہم میں جو معاہدہ ہے اگر وہ ختم نہ ہو جائے تو ہم تیری اقتدا کرتے، امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات دشوار معلوم نہ ہوتی تو مجھے فرمایا ہے کہ واپس آنے تک تم کچھ مت کہو تو میں یقیناً تجھے قتل کر دیتا۔ کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں پہنچے تلوار کھینچ لی اور فرمایا خدا کی قسم! جو شخص برہنہ طواف کرے گا میں اس کی تادیب کروں گا پھر جو شخص برہنہ تھا اس نے کپڑے پہن لیے۔ اور زیارت خانہ کعبہ کرتا یا اس سے احتراز کرتا۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی جب ان معاملات سے فارغ ہوئے تو مدینہ واپس آ گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی کہ آپ نے مجھے سورہ برات پڑھنے سے روک دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! مجھ سے کچھ غلطی تو نہیں ہوئی تو غار میں میرا ساتھی تھا اور برلب حوض کوثر میرا ساتھی ہو گا لیکن جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ یہ کلمات تم ادا کرو یا وہ شخص جو تجھ سے ہو۔ واللہ اعلم للرشاد۔

تیرھواں باب

دسویں سال ہجرت کے واقعات

اس سال خالد بن ولید کو ایک جماعت کے ساتھ قبیلہ بنی الحارث بن کعب کی طرف بھیجا گیا اور فرمایا کہ تین مرتبہ انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر قبول کر لیں تو ان میں رہو اور ان کو قرآن و سنت کی تعلیم دو اگر قبول نہ کریں تو جنگ کرو۔ خالد ان کی طرف گئے اور حسب الارشاد

انہیں اسلام کی دعوت دی وہ تمام مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالد نے ان میں قیام کیا اور انہیں قرآن اور احکام شریعت کی تعلیم دی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط لکھا اور کیفیت حال بیان کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کا جواب لکھا کہ جب خط پہنچے اس قوم میں سے ایک جماعت کو ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ جب نامۂ مبارک خالد کے پاس پہنچا خالد اس قوم کی ایک جماعت کے ساتھ مجلس ہمایوں میں آیا اور سلام کیا کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی گواہی دیتا ہوں ان میں سے ایک شخص قیس بن حصین کو ان کا سردار بنایا اور واپسی کی اجازت فرمائی اس کے بعد عمرو بن حزام کو اس جماعت کے پاس بھیجا تاکہ ان پر امیر ہو اور اس جماعت کے صدقات کو جمع کرے۔ عمرو وہاں گیا وہ اس قبیلہ میں ہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے رحلت فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور نصاریٰ نجران کے درمیان مصالحت:۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران کو ایک مکتوب بھیجا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اس قوم نے مشورہ کے بعد اپنی قوم سے چودہ اشخاص منتخب کر کے مدینہ بھیجے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تحقیق کر کے دوستوں کو ان کی خبر پہنچائیں۔ ان کا سردار بنی کندہ کا ایک شخص تھا جس کا نام عبدالمسیح اور لقب عاقب تھا۔ اہل الرائے، مستشار اور اہل نجران کا سردار تھا۔ سید اور صاحب رجال تھا اور ایک اور مرد بنی ربیعہ سے ابوالحارث علقمہ تھا۔ جو بڑا دانش مند تھا اور باقی اعیان و مشاہیر قوم تھے اس ابوالحارث کا ایک بھائی تھا جس کا نام کرز بن علقمہ تھا وہ بھی ان چودہ افراد میں شامل تھا۔ راستہ میں ابوالحارث کا اونٹ گر پڑا۔ کرز نے کہا وہ شخص گرے جو ابعد ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوالحارث نے کہا بلکہ تو سر کے بل گرے۔ کرز نے پوچھا، بھائی جان آپ ایسا کیوں کہتے ہیں۔ ابوالحارث نے کہا خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں میں ان کے ظہور کا انتظار کرتا ہوں۔ کرز نے کہا جب یہ حال ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو کیوں قبول نہیں کرتے۔ اور ان کی متابعت سے کیا چیز آپ کو روکتی ہے۔ ابوالحارث نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت قوم کی مخالفت کو مستلزم ہے۔ اگر اس چیز کا ہماری طرف سے ظہور ہو تو نصاریٰ کے نزدیک ہمارا کوئی

اعتبار نہیں رہے گا۔ اور انہوں نے ہمیں جو کچھ عمدہ سامان اور بہترین اموال دیئے ہیں ہم سے واپس لے لیں گے۔ اس بات سے کرز کے دل میں محبت پیدا ہوئی اس نے اپنے اونٹ کو تیز بھگانا شروع کر دیا جب اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا وہ آپ پر ایمان لے آیا۔

جب مدینہ میں پہنچے تو انہوں نے ریشمی لباس پہنا اور اپنے دامن زمین پر گھسیٹتے تھے۔ سونے کی انگوٹھیاں ہاتھوں میں پہن کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا اور ان سے روگردانی فرمائی۔ وہ منبر کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور نماز میں مشغول ہوئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے انہوں نے ہر چند گفتگو کی مگر کوئی جواب نہ سنا۔ مسجد سے باہر آئے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما انہیں دکھائی دیئے، سابقہ شناسائی کی بنا پر جو انہیں ان کے ساتھ تھی ان سے پوچھا کہ تم نے ہمیں خط لکھ کر دعوت دی تھی ہم آ کر سلام وتحیت بجا لائے لیکن ہم نے کوئی جواب نہیں سنا۔ ہم نے ہر چند گفتگو کی لیکن خاموشی کے سوا کچھ نہ دیکھا۔ اب تم کس چیز میں مصلحت دیکھتے ہو۔ واپس اپنے ملک میں چلے جائیں یا توقف کریں۔ اس مجمع میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے حضرت علی سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ اے ابوالحسن! آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ریشمی کپڑے اور سنہری انگشتریاں اپنے آپ سے دور کر دیجئے اور متعارف کپڑے پہن لیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جائیں۔ اس قوم نے حضرت علی کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہوئے مجلس میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے راستی کے ساتھ مخلوقات کی طرف بھیجا ہے کہ پہلی مرتبہ جب یہ قوم میری مجلس میں آئی تو شیطان ان کے ساتھ تھا اس کی وجہ سے میں نے ان کو جواب نہ دیا اور ان کے ساتھ گفتگو میں زبان نہیں کھولی۔ پھر گفتگو فرمائی اور ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کیا اور انکار وعناد میں بڑھتے رہے۔ پھر انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خدا کے بندے تھے اور برگزیدہ اور اس کے پیغمبر تھے اس کے بعد اسقف نے پوچھا کیا آپ کو علم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا جس سے وہ پیدا ہوئے فرمایا نہیں، اسقف نے کہا پھر

یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ وہ بندہ اور مخلوق ہے حالانکہ کوئی بندہ اور مخلوق ایسا نہیں ہے کہ اس کا باپ نہ ہو۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج میں اس کا جواب نہیں دیتا اس شہر میں قیام کرو تاکہ اپنے سوال کا جواب سنو۔ دوسرے روز حق تعالیٰ نے آیت بھیجی۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ الحق من ربک فلا تکن من الممترین۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب کر کے آیات منزلہ ان پر پڑھیں۔ انہوں نے آیت کے مضمون کا اقرار نہ کیا اور اپنے اعتقاد پر مُصر رہے۔

نصاریٰ سے مباہلہ کا اعلان:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تسلیم نہیں کرتے آؤ ایک دوسرے کے ساتھ مباہلہ کریں یعنی ایک دوسرے کے حق میں دعا کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر لعنت ہو۔ عاقب نے کہا ہمیں مہلت دیجئے تاکہ ہم جا کر اس معاملہ میں غور و فکر کریں اور کل آکر مباہلہ کریں گے وہ گئے اور عاقب کے ساتھ جو ان کا سردار تھا مشورہ کیا اور اسے کہا کہ آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے، عاقب نے کہا اے گروہ نصاریٰ! خدا کی قسم تم یقیناً جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام ظاہر دلیل لائے ہیں، مباہلہ نہ کرو۔ خدا کی قسم جس قوم نے بھی کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا ہے وہ ہلاکت سے نہیں چھوٹے اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مباہلہ کرو گے یقیناً ہلاک ہو جاؤ گے جب تم اپنے دین پر قائم رہنے کو پسند کرتے ہو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ ان کے ساتھ مصالحت کر لو اور جزیہ قبول کرو اور اپنے ملک میں واپس چلے جاؤ۔ دوسرے روز صبح کو جب قدرت کے کارگروں نے سنہری آفتاب کو سیماب گوں فلک کے تلوں پر لگایا اور تقدیر کے سناروں نے صفحۂ لاجوردی پیکر زبرجدی منظر کو سونے سرخ سے قرص آفتاب کے منور چہرہ کو برانگیختہ کیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ ہمایوں سے باہر نکلے ایک ہاتھ میں حسن رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پکڑے حسین کو بغل میں لیے اور حضرت فاطمۃ الزہرا کو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زہرہ و ماہ کی مانند اس آفتاب رسالت کے پیچھے روانہ ہوئے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں دعا کروں تم آمین کہو۔ نصاریٰ نجران نے جب ان پانچ اشخاص کو اس طرح دیکھا

اور دعا اور آمین کی بات کو سنا تو خوفزدہ ہو گئے ابوالحارث جو ان میں سے دانشمند اور سمجھدار تھا کہا اے دوستو! یقیناً میں چند چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ سے درخواست کریں کہ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے تو وہ یقیناً ان کے لیے ایسا کرے گا۔ ہرگز مباہلہ نہ کرنا کہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہیں رہے گا انہوں نے کہا اے ابوالقاسم ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کرتے آپ نے فرمایا تو مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا یہ کام ہم سے نہیں ہو سکتا۔ فرمایا تو پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ انہوں نے کہا کہ ہم میں عربوں کے ساتھ جنگ و مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ لیکن ہم مصالحت کرتے ہیں کہ ہم ہر سال آپ کو دو ہزار حلہ ہزار ماہ صفر میں اور ہزار ماہ رجب میں دیں گے کہ ہر حلہ کی قیمت چالیس درہم ہوگی۔ اور آپ کے قاصد جو ہمارے ملک سے گزریں گے ان کی مہمانداری کریں گے۔ بشرطیکہ آپ ہمیں اپنے دین میں رہنے دیں اور ہمیں اپنی ذمہ داری اور حفاظت میں لیں اور ہمارے ساتھ جنگ نہ کریں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے کہا، تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس زرہ اور تیس نیزے دیں گے اس کے بعد فریقین اس صلح پر راضی ہو گئے۔ اور صلح نامہ لکھا اس سلسلہ میں صحابہ کی ایک جماعت کی گواہی اس پر ثبت کر کے ان کو دی۔

نصاریٰ سے صلح کا معاہدہ:۔ صلح نامہ منعقد ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسقف سے کہا تو گویا اپنے گھر میں گیا ہے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ سویا ہے اور اس کے بعد اپنے اونٹ کے پالان کو اونٹ کی پشت پر تو نے اٹھا رکھا ہے، جب اسقف اپنے گھر گیا اور سویا اور پھر اٹھا اور غفلت سے اونٹ کے پالان کو اس کی پشت پر اٹھا رکھ دیا۔ جب وہ صورت حال سے آگاہ ہوا اس نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ مروی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر اہل نجران مباہلہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے حق تعالیٰ انہیں خنزیروں کی صورت میں تبدیل کر دیتا اور یہ وادی ان پر آگ برساتی اور تمام اہل نجران جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتے جیسا کہ پرندے درختوں کی ٹہنیوں پر ہلاک ہو جاتے ہیں اور ایک سال بھی نہ گزرتا کہ تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔

واپسی کے وقت انہوں نے کہا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے ایک امین آدمی

ہمارے ساتھ بھیجیے۔ اگر ہم میں کوئی جھگڑا پیدا ہو تو وہ سچائی کے ساتھ فیصلہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوپہر کے بعد آنا۔ تاکہ میں تمہارے ساتھ امین آدمی جو امانت کا حق ادا کرے بھیجوں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس امید پر کہ یہ دولت میرے سپرد ہو ظہر کی نماز کے وقت مسجد میں گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کے بعد اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی۔ آپ کی چشم ہمایوں ابو عبیدہ الجراح پر پڑی۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا کہ نصاریٰ کے ہمراہ ان کے ملک میں جاؤ اور جو امور ان میں واقع ہوں ان میں حاکم ہو۔ اور وہ منصب ابو عبیدہ الجراح کے سپرد ہوا اور وہ جماعت اپنے ملک میں واپس گئی۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد واپس آئی اور اسلام سے مشرف ہوئی۔ اور وہ صلحنامہ ان میں رہا۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بعض امور میں مصلحت کے مطابق تبدیلی ہوئی۔ واللہ اعلم۔

بازان یمنی کی وفات:۔ اسی سال بازان نے یمن کا حاکم جس کے اسلام لانے کا ذکر پہلے ہو چکا ہے دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت کی جو اس کے فوت ہونے کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ اس کی مملکت کو تقسیم کرنے کا حکم فرمایا اس کی مملکت کا کچھ حصہ اس کے بیٹے شہریار کو عطا ہوا اور اس ملک کا بعض حصہ عامر بن شہریار ہمدانی کے قبضۂ اقتدار میں رکھا۔ اس ملک کے محلات میں سے ایک محل کا والی ابو موسیٰ اشعری کو بنایا اور کچھ حصہ علی بن امیہ اور بعض معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کو عطا ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یمن میں ورود:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح مقرر فرمایا کہ حضرت علی یمن کی طرف جائیں اور لشکر کو موضع قبا میں متعین کیا تاکہ وہ تمام لوگ جو ان کے ساتھ نامزد ہیں اس جگہ جمع ہو جائیں اور حضرت علی کے لیے جھنڈا ترتیب دیا اور تین پیچ والی پگڑی آپ کے سر پہ اپنے دست مبارک سے رکھی اور دو شملے رکھے ایک سامنے تقریباً ایک ہاتھ لمبا اور ایک پیچھے تقریباً ایک بالشت اور تقریباً تین سو سوار حضرت علی کے ساتھ کر کے فرمایا میں نے تجھے بھیجا ہے اور تیری جدائی کا افسوس ہے اور فرمایا اے علی ان کی سرزمین تک چلتا جا اور ان کے ساتھ جنگ نہ کرنا جب تک وہ خود جنگ میں پہل نہ کریں

اور اس قوم کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی ترغیب دے اگر قبول کریں تو نماز کو قائم کرنا ان کے لیے ضروری قرار دے اگر پوری طرح مطیع و فرمانبردار ہو جائیں تو انہیں حکم دے کہ اپنے اموال کے صدقات کو اپنے فقراء پر خرچ کریں۔ اگر یہ قبول کر لیں پھر کسی بھی وجہ سے معترض نہ ہونا۔ کہتے ہیں کہ یمن کی طرف توجہ کے دوران حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے اہل کتاب کی جماعت کے ملک میں بھیج رہے ہیں اور میں جوان ہوں اور علم قضا اور احکام شریعت کا چنداں علم نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ علی کے سینہ پر رکھ کر فرمایا اللھم ثبت لسانہ واھد قلبہ۔ لامحالہ علم میں اس مرتبہ پر پہنچے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقضاکم علی مروی ہے کہ وداع کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔ واللہ لان یھدی اللہ علی یدیک رجلا واحدا خیر لک مما طلعت علیہ الشمس او غربت۔ یعنی خدا کی قسم اگر تیرے ہاتھ خدا تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تجھے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا یا غروب ہوتا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین سو دلاور مردوں کے ساتھ یمن کا عزم کیا جب مقصد کے نزدیک پہنچے نصرت پناہ کو اطراف و جوانب میں متعین فرمایا بے شمار غنیمت ان کے قبضہ میں آئی اور براد بن عازب سے منقول ہے کہ جب ہم یمن کے نواح میں پہنچے ہم نے مخالفین کے لشکر کے نشان دیکھے۔ امیر المومنین حضرت علی نے نماز کے بعد اور امامت سے فراغت کے بعد جنگ کے لیے صفیں درست کیں اور اس کے بعد میدان میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کو اس قوم کے سامنے پڑھا اور انہیں ملت قویم اور صراط مستقیم کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ قبیلہ ہمدان اور اہل یمن فی الفور مسلمان ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سید الانس والجان کی خدمت میں عریضہ بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر سے آگاہ ہو کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ جب حضرت علی کی نصرت پناہ سپاہ ہر طرف جہاد اور قتال کے لیے گئی ہوئی تھی اور بے شمار غنیمت جمع کر لی حضرت علی نے بریدہ بن الخصیب کو غنائم کے پاس چھوڑا اور خود مخالفین کی طرف متوجہ ہوئے۔ فریقین کی ملاقات کے بعد حضرت علی نے ان کی توجہ اسلام کی طرف مبذول کرائی اس گروہ نے دعوت کو قبول نہ کیا اور تیر و تفنگ پر اتر آئے۔ حضرت علی نے کچھ دیر توقف

کیا اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ انہیں راہ حق کی دعوت دی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا جب آپ نے دیکھا کہ جنگ کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تو صفوں کو درست کیا، مسعود بن سنان ثقفی کو جھنڈا دیا جب فریقین صفیں درست کرنے میں مصروف ہوئے مخالفین میں سے ایک شخص قبیلہ بنی مذحج کا میدان میں آیا اسود خزاعی ببر شیر کی مانند مقابلہ کے لیے نکلا اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے اسے جہنم تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت علی نے میدان میں قدم رکھا جب مشرکین میں سے اٹھائیس اشخاص قتل ہو گئے بقیۃ السیف شکست کھا کر بھاگ گئے، حضرت علی نے آگے بڑھ کر انہیں پھر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی وہ تمام مسلمان ہو گئے اور حضرت امیر سے درخواست کی کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن میں نہیں ڈالا اور ایمان کی خوبصورت ریشمی چادر کو اپنے اعتقاد کے کندھوں پر نہیں ڈالا کے ساتھ جنگ کریں اور یہ ہمارے اموال ہیں ان میں سے خمس جدا کیجئے تاکہ صدقات کی ذمہ داری سے نکلیں۔ امیر المومنین حضرت علی نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا اور غنائم کو تقسیم کرنے میں مصروف ہوئے اور اس سے خمس جدا کر دیا اور ابو رافع کو اس کی حفاظت پر متعین فرمایا پھر تیز رفتاری سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کی جانب متوجہ ہوئے تھے چنانچہ عنقریب احاطہ تحریر میں لایا جائے گا۔

مزید وفود کی آمد:۔ ان میں سے ایک وفد غامد کا آنا تھا۔ دس اشخاص آئے اور بقیع غرقد میں قیام کیا۔ اس کے بعد مجلس ہمایوں میں پہنچے جب انہیں قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ان کیلئے ایک مکتوب لکھا جو احکام شریعت پر مشتمل تھا۔ فراغت کے بعد قوم سے پوچھا کیا تم اپنی قیام گاہ میں کسی کو چھوڑ آئے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنی قیام گاہ میں اس شخص کو چھوڑا ہے جو عمر میں ہم سب سے چھوٹا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سو گیا ہے اور چور تمہاری منزل میں سے ایک شخص کا بیگ چرا کر لے گیا۔ اس گروہ میں سے ایک شخص نے کہا کہ میرے بغیر ہم میں سے کسی کے پاس بیگ نہیں ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قیام گاہ کے محافظ نے تمہارے بیگ کو حاصل کر لیا ہے اور اپنے ٹھکانے میں محفوظ کر لیا ہے جب غامد کا وفد مجلس ہمایوں سے باہر گیا اور اپنی قیام گاہ میں پہنچا اس محافظ سے دریافت کیا کہ ہمارے تھیلے کو کیا واقعہ ہوا۔

اس جوان نے جواب دیا کہ تمہارے جانے کے بعد میں سو گیا ایک شخص نے فرصت کو غنیمت جانا اور چمڑے کے بیگ کو لے بھاگا میں نیند سے ہوشیار ہو کر اس کے پیچھے بھاگا اس نے ایک غار میں جا کر بیگ کو دفن کر دیا میں نے اسے گڑھے سے نکال کر قیام گاہ میں پہنچا دیا اس جماعت نے اس نوجوان سے کہا ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور ہم نے اس کی صداقت پر گواہی دی، اب ہمارا یقین اس شہادت میں زیادہ ہو گیا ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور صورت واقعہ کو عرض کیا اس جوان نے ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی توحید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتراف کیا والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

بت خانہ ذوالخلیفہ کی تباہی:

اس سال کے وفود میں سے ایک جریر بن عبداللہ بجلی کے وفد کی آمد تھی، اپنے قبیلہ کے ایک سو پچاس اشخاص کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمبوسی کے شرف سے مشرف ہو کر دولت اسلام سے مالا مال ہوا۔ اس جماعت کی آمد سے پہلے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس راستے سے ایک شخص تمہیں ملے گا جس کے چہرہ پر فرشتہ کی تسبیح کا اثر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دینے کے بعد جریر اپنی قوم کے ساتھ آ کر مسلمان ہوا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو میرے ساتھ بیعت کرتا ہے اس بات پر کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ خدا تعالیٰ بے مثل ہے۔ اقامت نماز، ادائے زکوٰۃ، رمضان کے روزے، مسلمانوں کی خیر و برکت، اور والی کی اطاعت کرنے کی اگرچہ حبشی غلام ہو۔ جریر عبداللہ نے ان تمام پر بیعت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرب و جوار کے قبائل کے حالات دریافت فرمائے اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان ملت اسلام عام ہو چکی ہے بت خانے منہدم ہیں مخلوقات مساجد اور عبادت گاہوں میں اقامت اور جماعت میں مصروف ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ بت خانہ ذوالخلیفہ کیسا ہے اس نے کہا وہ بت خانہ اسی طرح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو میرے دل کو اس خیال سے فارغ نہیں کرتا؟ جریر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آرزو یہ تھی کہ یہ مہم میرے ہاتھ سے انجام پائے اور کوئی دوسرا اسے منہدم نہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جریر! تو جا اور اس بت خانہ کو تباہ کر دے۔ جریر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے

ذوالخلیفہ تک لمبی مسافت ہے میں سواری نہیں کرسکتا تاکہ تیزی سے فاصلہ طے کرلوں۔ میں جس گھوڑے پر سواری کرتا ہوں تیزی اور تندی کرتا ہے اور اگر اونٹ پر سوار ہوتا ہوں تو مدت مدید اور عہد بعید چاہیئے۔ تاکہ میں وہاں پہنچوں۔ جب جریر نے یہ بات عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک جریر کے سینہ پر رکھ کر فرمایا۔ اللهم ثبته واجعله هاديا مهديا۔ جریر سے منقول ہے کہ خدا کی قسم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور آپ سے رخصت کے بعد سے کہ میں آپ کے پاس سے اٹھا اس خدا تعالیٰ کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راستی کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا میں سرکش تند گھوڑے پر سوار ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ اس رات میری ران کے نیچے بھیڑ ہے۔ میں صبح و شام گھوڑے کو بھگاتا رہا۔ یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ میں نے بت خانہ ذوالخلیفہ کو آگ لگا دی اور اسے زمین کے برابر کردیا ایک قاصد مدینہ میں بھیجا اور کہتے ہیں کہ ذوالخلیفہ کے باشندے بت خانہ کے منہدم ہونے کے بعد مسلمان ہوگئے اس بت خانہ کے خزانہ میں مال و متاع اور عمدہ خوشبو بہت تھی تمام کو مدینہ میں لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس صورت حال اور بتخانہ کے منہدم ہونے کی خبر سنی تو خوش ہوئے اور جریر اور اس کی قوم کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ منقول ہے کہ اسے امت کا یوسف ثانی کہتے تھے۔

وفد بنی حنیفہ کی آمد:- جب یہ مدینہ میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر رملہ بنت الحارث کی سرائے میں ٹھہرے اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کرکے مسلمان ہوگئے۔ مسیلمہ کذاب اسی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ شریعت کو قبول کرنے میں ساتھیوں کے ساتھ موافقت کی جب یمامہ میں گیا تو شیطان کے اغوا سے مرتد ہوکر نبوت کا دعویٰ شروع کردیا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا نے مجھے نبوت و تبلیغ و رسالت میں اس کے ساتھ شریک کیا ہے۔ اور گمراہوں اور دشمنوں کی ایک بڑی جماعت اس پر ایمان لے آئی اس نے اپنے متبعین سے نماز ساقط کردی، سود کے لینے اور شراب نوشی کو ان پر مباح کردیا۔ اور قرآن کے مقابلے میں چند ہذیانی باتیں جمع کیں جو فصاحت کے ترازو میں رتی بھر وزن نہیں رکھتی تھیں۔ ان احمقوں کے سامنے پڑھتا اور وہ جاہل ان مہمل فقروں کو اس سے قبول کرتے۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی قوم کے دس اشخاص کو سفیر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ان کے ہاتھ

ایک خط بھیجا جس کی عبارت یہ تھی۔ من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد فانی قد اشرکنی اللہ فی الامر معک وان لنا نصف الارض ولقریش نصفھا ولکن قریش یعتدون۔ یعنی یہ مسیلمہ رسول خدا کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا کی طرف خط ہے امابعد تحقیق خدا تعالیٰ نے مجھے امر نبوت میں آپ کا شریک و سہیم بنایا ہے۔ نصف زمین میرے لیے ہے اور نصف دوسری قریش کے لیے مگر تیری ملکیت ہے اور وہ میری لیکن قریش غدار ہیں۔

مسیلمہ کے قاصد جب مدینہ میں پہنچے انہوں نے مکتوب کو پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے مسواک کی لکڑی دست مبارک میں پکڑی ہوئی تھی فرمایا خدا کی قسم اگر وہ اس کو مجھ سے طلب کرے تو اسے نہیں دوں گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصدوں سے پوچھا تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر قاصد کو قتل کرنا منع نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مارتا۔ آپ نے حکم دیا کہ مسیلمہ کے خط کا جواب اس عبارت سے لکھیں۔ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مسیلمۃ الکذاب والسلام علی من اتبع الھدیٰ کتابک کتاب الکذاب والافتراء علی اللہ فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف خط ہے سلام اس پر ہو جو ہدایت کی اتباع کرے۔ تمہارا خط مجھے ملا جو کذب اور خدا پر افترا پر مبنی تھا۔ یقیناً زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور حسن عاقبت اور نعمت عاقبت اہل تقویٰ کے لیے ہے۔ اس کے بعد فرمایا تو نے اہل یمامہ کو ہلاک کیا خدا تجھے اور تیرے متبعین کو ہلاک کرے۔ اور مسیلمہ کا مکمل قصہ عنقریب آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فیروز دیلمی کا وفد:۔ فیروز دیلمی جو نجاشی کا خواہر زادہ ہوتا تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ یہ فیروز وہ ہے جس نے عیسیٰ نامی شخص کو جو نبوت کا دعویٰ کرتا تھا قتل کر دیا۔ اس کے قتل کا قصہ انشاء اللہ بیان ہوگا۔

وفد عبد قیس:۔ یہ چالیس افراد کے ساتھ پہنچا اور جارود عبدی ان میں تھا وہ مسلمان ہو گئے اور جارود کامل مسلمان بنا۔ دوسرے وفود جوق در جوق متواتر گئے

تھے مثل وفد محارب، سلامانی، خولان، مراد، غسان، کندہ، زبیدہ، بنی تغلبہ، بنی کنانہ، بکر بن وائل، بہرام، خثعم، رہاوین، حضرموت، غافق، عافد، شیبان، ہمدان، جشان، سباع، غسل اور دوسرے متعارف قبائل تھے۔ مسلسل و متواتر وفود کا آنا ورئیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ کا سماں پیش کرتا تھا اور دین محمد اللہ درجہ کمال کو پہنچا اور الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ وارد ہوا اور محمدیوں کا ورد زبان اور مونس جان ہوا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

حجۃ الوداع

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کی زیارت کا ارادہ پختہ کرلیا ان قبائل عرب کے پاس قاصدوں کو بھیجا جو مشرف باسلام ہو چکے تھے کہ حرم کی طرف روانگی کا ارادہ پختہ ہو گیا۔ جو شخص حج ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ آکر ساتھ مل جائے۔ جب یہ خبر قرب و بعید لوگوں کے پاس پہنچی تو حد و شمار سے باہر لوگ عرب کے اطراف و جوانب سے مدینہ کی طرف آنا شروع ہوئے تاکہ شرح صدر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر مناسک حج کی تعلیم حاصل کریں۔ جمع صحابہ جب ہو گئے ذی قعدہ پچیسویں تاریخ دوشنبہ کے روز اور ایک روایت کے مطابق شنبہ کے روز مدینے سے باہر نکلے۔ نقل ہے کہ خروج کے وقت غسل پاک کیا اور موئے مبارک میں تیل ڈالا سر پہ کنگھی کی اور جسم اطہر کو پاکیزہ کیا دھاری دار کپڑے اتار دیئے اور ازار اور ردا اختیار فرما کر حجرہ سے باہر تشریف لائے اور چار رکعت نماز مدینہ کی مسجد میں ادا کی اور ذو الحلیفہ کی طرف روانہ ہوئے جب اس منزل میں پہنچے نماز عصر قصر ادا کی اور قربانی کے خاص چند اونٹ آپ کے لیے ساتھ لیے ان میں سے ایک کو اپنے دست مبارک سے اشعار اور تقلید فرمایا اور ناجیہ بن جندب اسلمی کو ہدی کے اونٹوں کی حفاظت کے لیے متعین فرمایا۔ ناجیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر ان اونٹوں میں سے کوئی اونٹ ہلاک ہو جائے تو میں کیا کروں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نحر کر اور اس کے قلادہ کو خون آلودہ کرکے اس کی کوہان پر مار۔ تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اس گوشت سے کچھ نہیں کھانا چاہیے۔ اور ایک روایت ہے کہ ناجیہ کو اجازت فرمائی

کہ اگر عاجز آجائے اور پیدل نہ چل سکے تو قربانی کے اونٹوں پر سوار ہو جائے۔ اس سفر میں حضرت فاطمۃ الزہرا اور تمام امہات المومنین نے ہودجوں میں بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا اور ایک روایت ہے کہ اس سفر میں چودہ ہزار اشخاص آپ کے ہمرکاب تھے۔ جب دوسری نماز کو ذوالحلیفہ میں ادا کیا اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر احرام باندھا حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے محمد بن ابا بکر، اسماء بنت عمیس سے پیدا ہوا۔ اسماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نفاس کے ساتھ کیا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غسل کر اور اپنی شرمگاہ کو کسی چیز کے ساتھ باندھ دے اور اپنے احرام پر قائم رہ اور تلبیہ اس طرح تھا لبیک اللھم لبیک ان الحمد والنعمۃ ولک الملک لاشریک لک۔ قطع منزل و مراحل کے بعد ذی طویٰ میں پہنچے اور صبح کی نماز اس منزل پر ادا کی۔ اسماء بنت ابوبکر روایت کرتی ہیں کہ میرے والد نے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ زاملہ یعنی وہ اونٹ جس پر زاد راہ لادتے ہیں میرے پاس ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کا توشہ اس پر لدا ہوا ہو۔ ان کی درخواست قبول ہوئی اور فرمایا کہ آٹا، ستو اور کھجور زاد راہ کے لیے ترتیب دے کر اونٹ پر لادا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو اس پر سوار کیا اور باہر نکلے ایک رات غلام نے اتر کر اونٹ کو بٹھا دیا اور سو گیا، جب بیدار ہوا اسے زاملہ دکھائی نہ دیا غلام پکارتا ہوا اپنے گمشدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم منزل عرج پر اترے ہوئے تھے، ظہر کی نماز کا وقت تھا کہ غلام آیا حضرت ابوبکر صدیق نے پوچھا کہ زاملہ کہاں ہے اس نے کہا گم ہو گیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زاد راہ کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے اور غلام کو مارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس محرم کو نہیں دیکھتے کہ کیا کرتا ہے۔ نقل ہے کہ بنی سالم سے آل فضلہ کو اطلاع ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زاملہ گم ہو گیا ہے تو کھجوروں، پنیر اور روغن کا ایک پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجا فرمایا، اے ابوبکر آؤ خدا تعالیٰ نے ہمارے لیے پاکیزہ غذا بھیج دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غلام کی شکایت کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر اطمینان کرو یہ معاملہ ہمارے اور غلام کے ہاتھ میں نہیں ہے اور اس میں اس کا کوئی قصور نہیں

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اہل خانہ اور حضرت ابوبکر صدیق نے اس میں سے تناول کیا اور سیر ہو گئے۔ نقل ہے کہ صفوان معطل سلمی جو ساقۂ لشکر پہ تھا آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زاملہ کو بٹھا دیا اور حضرت صدیق سے کہا تحقیق کر لیجئے کہ اس اونٹ پر جو سامان لدا ہوا تھا ضائع نہ ہوا ہو۔ تفتیش کی کہا کہ تمام ٹھیک ہیں۔ صرف ایک پیالہ جس سے ہم پانی پیتے ہیں موجود نہیں ہے غلام نے کہا وہ پیالہ میرے پاس ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اور اس کا لڑکا قیس رضی اللہ عنہما وہ اونٹ جس پہ ان کا زادِ راہ لدا ہوا تھا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے سنا ہے کہ آپ کا زاملہ گم ہو گیا ہے اس کے عوض اسے قبول فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ نے ہمارے زاملہ کو صحیح وسلامت ہم تک پہنچایا ہے تم اپنے زاملہ کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور ان کے گذشتہ احسانات کی معذرت کی۔ سعد نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جن اموال میں آپ تصرف فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ اس مال سے جو ہمارے پاس باقی ہیں سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا، تجھے بشارت ہو کہ تو کامیابی اور فیروزمندی کو پہنچا۔ بلاشبہ حق تعالیٰ نے عمدہ اخلاق اور اچھی صفات یعنی کرم و مروت تجھے عطا فرمائی ہے۔ سعد نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ثابت بن قیس نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کا قبیلہ زمانۂ جاہلیت میں ہمارے پیشوا اور جوانمرد تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الناس معادن کمعادن الذهب والفضة خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا فقهوا۔ حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ سے روانہ ہوئے اور اعلائے مکہ سے مکہ میں داخل ہوئے۔ جب باب بنی شیبہ پہ پہنچے اور خانہ کعبہ کو دیکھا یہ دعا پڑھی۔ اللهم زد هذا البيت تعظيما وتشريفا وتكريما ومهابة وزد من عظمه ممن حجه واعتمر تشريفا تكريما۔ اس کے بعد مسجد الحرام میں تشریف لائے اور حجر الاسود کو استلام کیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ طواف اول میں پہلی تین مرتبہ تیزی سے چلے اور آخر میں سکون و آرام سے گئے اس وقت ردائے مبارک دائیں بغل کے نیچے سے باہر نکالی ہوئی اور بائیں کندھے پر ڈالی ہوئی تھی اور طواف میں حجر الاسود اور

ن یمانی کو استلام فرماتے تھے۔ اور دونوں رکنوں کے درمیان فرماتے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم کی طرف متوجہ ہو کر آیت کریمہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ معجز بیان زبان سے ادا فرمائی اور کعبہ اور مقام ابراہیم کے درمیان دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل یاایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔ پھر حجر اسود کے قریب آئے اور پھر اسے استلام کیا اور باب الصفا سے باہر نکلے اور صفا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ پڑھی اور فرمایا میں اس چیز سے ابتدا کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی۔ کوہ صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی جب صفا پر آئے تو قبلہ کی طرف رخ کیا اور خانہ کعبہ کو دیکھ کر فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیئ قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ واعزہ جندہ وھزم الاحزاب وحدہ ولا شیئ بعدہ۔ اس کے بعد دعا فرمائی اور تین مرتبہ اسی طریق پر دعا فرمائی۔ جب سعی سے فارغ ہوئے فرمایا جس شخص کے ساتھ قربانی نہیں ہے وہ احرام ترک کر دے اور حلال ہو جائے اور ترویہ کے روز منا کی طرف جاتے ہوئے حج کا احرام باندھے اور جس کے پاس ہدی ہے وہ اپنے احرام پر قربانی کے روز تک باقی رہے۔ اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے اب معلوم ہوا ہے اگر میں اسے پہلے جانتا تو ہدی اپنے ساتھ نہ لاتا۔ یہاں تک کہ مکہ میں آکر ضرور لیتا اور اپنے احرام کو عمرہ میں متصرف کرتا۔ میں بھی اسی طرح حلال ہو جاتا جس طرح تم ہوئے ہو۔ لیکن چونکہ میرے ساتھ ہدی ہے میں حلال نہیں ہو سکتا جب تک ہدی کو نحر نہ کر لوں۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ اور بعض امہات المومنین کے ساتھ ہدی نہیں تھیں حلال ہو گئیں۔ ان حالات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ یمن کی طرف سے چند اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کی نیت سے ان کے ساتھ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ جب تو نے احرام باندھا تو کیا نیت کی انہوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آپ نے بتایا نہیں تھا کہ میں کیا نیت کروں میں نے کہا بار خدایا میں نے اسی نیت سے احرام باندھا جس نیت سے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے حج کا احرام باندھا ہے اور قربانی سے

اونٹ اپنے ساتھ لایا ہوں۔ تو اپنے احرام پر ثابت قدم رہ اور ہدی میں میرا شریک ہو۔ اسی اثنا میں حضرت علی نے دیکھا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا نے رنگا ہوا کپڑا پہنا ہوا ہے اور آنکھوں میں سرمہ لگایا ہے اس پر اعتراض کیا کہ تو حلال کیوں ہو گئی اس نے جواب دیا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں نے ایسا کیا ہے اور احرام ترک کیا ہے حضرت علی اس کی تصدیق کرتے ہوئے خاموش ہو گئے۔

خطبہ حجۃ الوداع:- حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکشنبہ سے پنجشنبہ تک کہ چار روز ہوتے ہیں توقف فرمایا اور پنجشنبہ کو مسلمانوں کے ساتھ خانہ کعبہ کیطرف متوجہ ہوئے اور اس جگہ آرام کر کے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز گزاری اور رات وہاں گزار کر صبح کی نماز ادا کی سورج نکلنے کے بعد عرفات کی طرف متوجہ ہوئے اور اس خیمہ میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عرفات میں نمرہ کے موضع میں لگایا تھا نزول فرمایا وہاں اس قدر توقف کیا کہ سورج ڈھلنے لگا پھر ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے اور بطن وادی میں آئے اور اسی حالت میں انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اثنائے خطبہ میں فرمایا تمہارے مال و اموال اور عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس شہر اس ماہ اور آج کی حرمت ہے۔ اور فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہیئے اور آگاہ ہو جاؤ کہ جاہلیت کے طور طریقے میرے قدموں کے نیچے ہیں اور ہر خون جو اسلام سے پہلے ہوا اور اس کے وارث بدلے کے درپے ہیں وہ ختم اور باطل ہے۔ اور پہلا خون جسے میں باطل قرار دیتا ہوں ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہے جو میرے باپ کے بھائی کا بیٹا ہے۔ جاہلیت کے سود کو میں نے اکھاڑ دیا ہے اور پہلا ربا جسے میں ختم کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے تاکہ خون اور مال کو میں نے خود ترک کیا ہو۔ اس کے بعد چند باتیں عورتوں کے نکاح اور اس سے متعلقہ بیان فرمائیں اس کے بعد اپنی زبان معجز بیان سے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں فرمانبرداری کے ساتھ اس کی اطاعت کرو۔ تاکہ گمراہ نہ ہو وہ قرآن ہے۔ قیامت میں تم سے سوال کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ کس طرح گزر بسر کی اور تبلیغ رسالت اور احکام شریعت کو کس طرح پہنچایا تم کیا جواب دو گے انہوں نے کہا ہم اس روز گواہی دیں گے کہ آپ شرائط رسالت اور لوازم اقامت میں مشغول ہوئے اور قواعد ارشاد اور مراسم نصیحت سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی اپنی انگشت سبابہ آسمان

کی طرف اٹھا کر زمین کی طرف لائے اور فرمایا اللھم اشھد اللھم اشھد اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانو! تین چیزیں سینوں کو کینوں سے پاک کرتی ہیں ایک عمل میں اخلاص، دوسرے مسلمان کی خیر خواہی، تیسرے مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تے تمام خطبہ بیان فرمایا تو بلال کو فرمایا اس نے نماز کے لیے اذان کہی اور اقامت کہہ کر ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز ادا فرمائی پھر اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور موقف میں آکر قبلہ رو ہو کر دعا میں مصروف ہوئے دعا کے معاملہ میں الحاح اور مبالغہ فرماتے تھے اس جگہ اس قدر ٹھہرے کہ سورج غروب ہو گیا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موقف میں ٹھہرے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ نے دست مبارک اٹھائے ہوئے تھے اور انہیں اپنے چہرہ مبارک کے نزدیک لائے ہوئے تھے اور فرماتے تھے سب سے بہترین دعا میری اور گزشتہ پیغمبروں کی دعا جو مجھ سے پہلے ہوئے تھے یہ ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر۔

اور بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ عرفہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا یا نہیں، وہ گروہ یہ کہتا ہے کہ روزہ نہیں رکھا یہ ہے کہ ام فضل، عبداللہ بن عباس نے کہا ہے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقف میں کھڑے ہوئے میں نے دودھ کا پیالہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور آپ نے اس دودھ سے پیا۔ چنانچہ لوگوں نے اسے دیکھا اور جان لیا روزہ دار نہیں ہیں اور اس روز آیت کریمہ:۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ نازل ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس روز عرفات میں اس قدر ٹھہرے کہ سورج نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر اسامہ بن زید کو اپنا ردیف بنا کر قصوی کی نکیل کو اس طرح کھینچے ہوئے تھے کہ اونٹنی کا سر اس تکیہ کے ساتھ پہنچتا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کجاوہ کے آگے رکھا ہوا تھا اور جب بلندی پر پہنچے اونٹ کی مہار کو ڈھیلا کر دیتے تاکہ آسانی کے ساتھ چڑھ سکے۔ جب مزدلفہ پہنچے مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ادا کی۔ رات مزدلفہ میں توقف کیا صبح کی نماز کو اندھیرے میں ادا کیا پھر مسجد الحرام میں آکر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور تکبیر وتہلیل اور حمد وثنا میں مشغول ہوئے

اور اس قدر توقف کیا کہ اچھی طرح روشنی ہو گئی. طلوع آفتاب سے پہلے مشعر حرام سے تیار ہو کر سورج نکلنے کے بعد اس جگہ سے روانہ ہوئے. نقل ہے کہ عید کی رات آخر روز عرفہ امت کے لیے دعا کرکے بخشش طلب کی خطاب آیا کہ میں نے ان کے تمام گناہوں کو مظالم کے سوا بخش دیا کہ میں مظلوم کا انصاف ظالم سے لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رو کر عرض کی کہ بار خدایا اگر تو چاہتا ہے کہ مظلوم کو جنت ظالم کے ظلم کے بدلے میں دے تو مظلوم راضی ہو جائے گا اور ظالم کو بخش دے ہر چند کہ رات بھر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی جب صبح پھوٹی پھر دعا میں مشغول ہوئے اور الحاح کرتے تھے جبریل علیہ السلام آئے اور قبولیت کی خبر پہنچائی. حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور تبسم فرمایا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ساتھ تھے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تبسم کا سبب کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس دشمن کو جب یہ معلوم ہوا کہ میری دعا کو میری امت کے حق میں قبول فرما لیا گیا ہے اور مظالم وغیرہ ان کے گناہوں کو میرے سپرد کر دیا گیا ہے اس نے بدبختی کی خاک اپنے سر پہ ڈالی اور ویل اور ہلاکت کی دعا اپنے اوپر کرتا تھا اس کی اس جزع سے میں مسکرا دیا گویا شاعر کی نظم اس معنی پر تھی۔

دشمن آتش پرست باد سیا را بجو ۔۔۔ خاک بر سر کن کہ آب رفتہ باز آمد بجو

رجعنا الی الحدیث. نقل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت فضل بن عباس کو جو ایک خوبصورت بچہ تھا اپنا ردیف بنایا ہوا تھا فضل ہر وقت عورتوں کی طرف دیکھتا تھا آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے منہ کو اپنے دست مبارک سے اس طرف سے دوسری طرف پھیرتے تھے جب بطن محسر میں پہنچے اپنے اونٹ کو تھوڑا سا تیز چلایا اور قریب راستہ جو جاتا تھا اس سے روانہ ہوئے. یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ پہنچے اور وادی کے درمیان کھڑے ہوئے اور سات کنکریاں پھینکیں اور ہر کنکری پھینکتے وقت تکبیر کہی. اس روز منا میں خطبہ پڑھا جو روز عرفہ کے خطبہ کی مانند خون، مال اور عزت کی حرمت پر مشتمل تھا اور دجال کے نکلنے اور اس کی شکل وصورت اور خصائل کو جاری اور نصیحتوں اور دوسری اشیاء پر مشتمل تھا جب اس خطبہ سے فارغ ہوئے نحر کی طرف بڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹ اور وہ اونٹ جو حضرت علی یمن سے لائے تھے کی تعداد سو کو پہنچتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے اپنی عمر کے سالوں کی تعداد کے مطابق باسٹھ اونٹ اپنے

دست مبارک سے نحر کیے باقی اونٹ نحر کرنے کے لیے حضرت علی کو مقرر فرمایا پھر سر مبارک کو منڈوا دیا اور موئے مبارک کو صحابہ کے درمیان تقسیم فرمایا۔

موئے مبارک حضور اکرم:- آپ نے اپنے نصف موئے مبارک ابو طلحہ انصاری کو دیئے اور دوسرے نصف ازواج مطہرات اور تمام صحابہ کو بخشے۔ ہر ایک کو ایک یا دو بال ملے اور کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی مبارک کے بال مجھے عنایت فرمایئے تاکہ میں ان سے تبرک حاصل کروں۔

موئے بریدہ را چو کنی تار تار بخش
تا مے بعاشقاں سیہ روزگار بخش

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے اپنی پیشانی مبارک کے بالوں کو اسے عطا فرمایا اور خالد نے انہیں اپنی ٹوپی میں ڈال لیا۔ اس کے بعد جس دشمن پر حملہ کرتا مظفر و منصور ہوتا۔ بعض صحابہ نے سر منڈوا دیئے اور بعض نے بال چھٹے۔ محلقین کے متعلق تین مرتبہ اور مقصرین کے متعلق ایک مرتبہ حدیبیہ کے روز بخشش و رحمت کی دعا فرمائی۔ آپ کے حکم پر قربانی کے ہر اونٹ میں سے گوشت کی ایک مقدار لے کر دیگ میں پکائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے ساتھ اس گوشت اور شوربا سے تناول فرمایا اور اسے ہدی میں اپنا شریک اور ساتھی بنایا پھر حضرت علی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اونٹوں کے گوشت، پوست اور پالان کو لوگوں میں تقسیم فرمایا اور چمڑہ اتارنے والے کی اجرت دوسری جگہ سے دی۔ منقول ہے کہ اپنی ازواج مطہرات کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی اور دو بھیڑیں اور ذبح کیں۔ جب احرام سے نکلے سوار ہو کر مکہ میں آئے ظہر کی نماز ادا کی اور چاہ زمزم پر گئے اور کہا اے بنی عبد المطلب! چاہ زمزم کے پانی کو کھینچو۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ تم پر ہجوم کریں گے میں تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ پھر پانی کا ایک ڈول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے یہاں تک کہ کچھ پانی اس میں سے آپ نے پیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مناسک حج سے فارغ ہوئے کچھ دن اور قیام فرمایا پھر مدینہ منورہ کی طرف باگ پھیر لی۔

قرآن اور اہلبیت:- ختم مناسک کے بعد غدیر خم جو جحفہ کے نواح میں ہے پہنچے اور اس منزل پر بتاریخ ظہر کی نماز ادا فرما کر صحابہ کی طرف رخ کر کے فرمایا

الست اولی بالمؤمنین من انفسھم ۔ کیا میں مومنوں کے نفوس سے ان سے زیادہ اولی نہیں ہوں ۔ اور ایک قول کے مطابق آپ نے فرمایا کہ گویا مجھے عالم بقا میں بلایا ہے اور میں نے قبول کر لیا ہے اور تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے درمیان دو عظیم امر چھوڑتا ہوں کہ ایک دوسرے سے عظیم ہے ۔ قرآن اور میرے اہل بیت ۔ خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو اور ان دونوں کے حقوق کو تم کس طرح بجالاؤ گے وہ دو امور آپس سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر تک پہنچ جائیں گے پھر معجزہ بیان زبان سے فرمایا یقیناً خدا تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور میں تمام مؤمنین کا مولیٰ ہوں ۔ پھر امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ وادر الحق من حیث کان ۔ کہتے ہیں کہ صحابہ کی اکثریت نے بیان کیا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن و عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس امر میں مبارک دی ۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے علی صبح ہوتے ہی تم میرے اور مؤمنین کے مولیٰ ہو گئے

بر شنے برائے سرین خویشش تمع بساز	زخاک پائے جوانمرد و وال من والدہ
زدل عداوت او باز دار تا نخوری	زتیغ لفظ بنی زخم عاد من عاداہ
گواہ پاکی اصلت لائی میری وال	کہ بر جمال معانیش جل اتی است گواہ

کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ایک رات ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا اور ان کے وقت تعریس کے راستہ میں مدینہ میں داخل ہوئے جب آپ کی چشم مبارک مدینہ کی طرف آبادی پر پڑی فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر ۔ آئبون تائبون عابدون ساجدون حامدون صدق وعدہ ونصر عبدہ واعزہ جندہ وھزم الاحزاب وحدہ ۔

طائف کے بادشاہ کا مسلمان ہونا ۔ جریر بن عبداللہ بجلی کو ذی الکلاع سمیع بن کرز بن مالک بن حسان بن تبع جو کہ طائف کا ایک بادشاہ تھا بھیجا اور وہ خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بہت سی مخلوق اس کی معتقد تھی کہتے ہیں کہ جریر نے ابھی اس کے پاس مراجعت نہیں کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ۔ ذو الکلاع حضرت عمر کے

کے زمانۂ خلافت تک کفر پر رہا اس زمانہ میں مدینہ آیا اس کے ساتھ اٹھارہ ہزار غلام تھے اپنے غلاموں کے ساتھ مسلمان ہو گیا ان میں سے چار ہزار کو آزاد کر دیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ذوالکلاع! جو غلام بچ گئے ہیں انہیں میرے پاس فروخت کر دے۔ ذوالکلاع نے کہا مجھے آج کا دن مہلت دیجئے تاکہ میں سوچ لوں پھر اپنی قیام گاہ پر آیا اور اپنے باقی غلاموں کو بھی آزاد کر دیا دوسرے روز امیر کی مجلس میں آیا امیر المومنین نے پوچھا تو نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اس نے کہا خدا تعالیٰ کے نزدیک جو چیز بہتر تھی میرے لیے بھی اور ان کے لیے بھی میں نے وہ اختیار کر لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا تمام کو میں نے خدا تعالیٰ کے لیے آزاد کر دیا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے توصیف و تحسین فرمائی پھر ذوالکلاع نے کہا اے امیر المومنین! میرا گناہ بہت بڑا ہے مجھے گمان ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے نہیں بخشے گا۔ امیر نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا ایک روز میں اپنے عبادت گذاروں سے پوشیدہ ہو گیا اور انہیں اپنے آپ کو اونچے مقام پر دکھایا جب انہوں نے دیکھا تقریباً ایک لاکھ اشخاص نے یکدم مجھے سجدہ کیا۔ امیر المومنین حضرت عمر نے فرمایا حق تعالیٰ کی طرف رجوع اخلاص کے ساتھ توبہ اور دل سے تمام گناہوں کو اکھاڑ پھینکنا گناہوں کی بخشش ہے خواہ کس قدر بڑے اور زیادہ ہوں۔

حضور کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات :۔

اس روز سورج گرہن ہوا لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع جمالوں تک پہنچی آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ آفتاب و ماہتاب خدا تعالیٰ کی آیات میں سے دو نشانیاں ہیں کسی متنفس کے مرنے یا پیدا ہونے سے ان کو گرہن نہیں لگتا۔ جب اس قسم کا کوئی واقعہ ظہور پذیر ہو تم نماز ادا کرنے دعا کرنے اور صدقہ دینے میں مشغولیت اختیار کرو۔

جگر گوشہ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیشہ ہمیں جزع فزع سے منع فرماتے ہیں اور حضور کی آنسوؤں کے قطرات رخسار پر انوار پر بہتے ہیں فرمایا میں نوحہ، فریاد، کپڑے پھاڑنے اور جاہلیت کے شور و فغان سے منع کرتا تھا لیکن

آنکھوں سے آنسو بہانے اور وہ بات جس کی ممانعت نہیں سے منع نہیں کرتا کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے اور فرمایا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل رنج و غم سے بھرا ہوا ہے لیکن وہ بات جو حق تعالیٰ کے خلاف ہو نہیں کہی جاتی۔ اے ابراہیم! بے شک ہم تیری جدائی سے اندوہناک ہیں۔ اس کی وفات کے بعد جنت البقیع میں دفن کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مدفن میں حاضر ہوئے اور فرمایا فرزند نے دنیا میں پورا دودھ نہیں پیا بہشت میں اس کے لیے دو دایہ مقرر ہوئی ہیں تاکہ اس کا دودھ مکمل ہو جائے۔

حضرت جبرائیل بشری شکل و صورت میں:- اسی سال حضرت جبرائیل علیہ السلام خیاہ ہوئے مرد کی مانند سفید خوشبودار لباس اور انتہائی حسن و جمال کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر سلام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بیٹھ گئے۔ اس طرح کہ ان کے زانو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ صحابہ نے ان کے حال سے تعجب کیا کیونکہ اہل مجلس میں سے کوئی شخص انہیں پہچانتا نہ تھا اور اس ملک میں کسی شخص نے انہیں نہیں دیکھا تھا اور سفر کا اثر بھی ان کی پیشانی سے ظاہر نہیں تھا کہ وہ دوسرے ملک سے آیا ہو پھر اپنے دونوں ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں پر رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت اور اس کی علامات کے متعلق سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام باتوں کا جواب دیا۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے پھر مجلس سے باہر چلے گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو انہیں بلانے کے لیے باہر بھیجا۔ اگرچہ اس نے تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ وہ تمہیں قرآن، ایمان اور اسلام کی تعلیم دینے کے لیے آئے تھے اس قصہ کی تفصیل کتاب اربعین مسمیٰ بروضۃ الواعظین میں پہلی حدیث میں مذکور ہوئی ہے اس جگہ مطالعہ کرنا چاہیے۔ واللہ الموفق والمعین۔

چودھواں باب

مدعیان نبوت کاذب:- ماہرین فن سیر اور مورخین نے اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی بیماری کے عوارض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی یہ خبر اطراف و جوانب میں مشہور ہوئی تو بعض لوگوں کو دعویٰ نبوت کا خیال پیدا ہوا۔ ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب تھا۔ اسے رحمٰن یمامہ کہتے تھے کیونکہ وہ کہتا تھا جو شخص میری طرف وحی لاتا ہے اس کا نام

رحمٰن ہے۔ اور اس کے قصہ کی تفصیل یہ ہے کہ دسویں سال ہجری میں وفد بنی حنیفہ کے ساتھ وہ مدینہ آیا اس کی قوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی۔ اس نے بھی مسلمان ہو کر درخواست کی کہ خلافت مجھے عطا کیجیے لیکن اس کی یہ درخواست قبول نہ ہوئی۔ اپنے قبیلے کے ساتھ واپس آکر مرتد ہو گیا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی قوم سے پیچھے رہ گیا اور اپنی منزل میں توقف کیا۔ کہتا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم حکومت کا معاملہ میرے سپرد کریں تو میں ان کی متابعت کرنے کا ذرہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ مثل قیس بن شماس کے ساتھ اس کی معین قیام گاہ پر تشریف لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کھجور کی شاخ تھی۔ مسیلمہ اپنی قوم کے درمیان بیٹھا ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر پر جا پہنچے، اور فرمایا اگر تو مجھ سے اس لکڑی کی شاخ بھی طلب کرے تو میں تجھے نہ دوں گا۔ تو اللہ جل وعلا کی تقدیر سے کسی بھی طریقے سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو خدا تعالیٰ تجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً میرا گمان یہ ہے کہ تو ہی وہ شخص ہے جسے مجھے دکھایا گیا ہے اور اس کے متعلق مجھے جو دکھایا ہے اور اس بات کی تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کے ہاتھ میں دو سونے کے کنگن ہیں اس وجہ سے غمگین تھے وحی آئی کہ انہیں پھونک مار دیجیے میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے میں نے اپنے خواب کی تعبیر دو کذابوں سے کی ہے ایک صاحب صنعا یعنی طلیحہ اسود اور دوسرا صاحب یمامہ مسیلمہ کذاب۔ نقل ہے کہ وہ لعین کفر پر اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان سے رحلت فرمائی مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ شروع کر دیا اور اس کی گمراہی کا کام یہاں تک پہنچا کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد اس پر ایمان لے آئے اور طمع سازی کی باتیں کرتا اور خود ان عادات جو اس سے ظہور پذیر ہوتیں استدراج ہوتا شعبدہ بازی یا جادو تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے انڈے کو تنگ منہ والی بوتل میں ڈالا یہی شخص تھا وہ دعویٰ کرتا تھا کہ شیر دار ہرن پہاڑ سے اترتا ہے اور میں اس کا دودھ دوہتا ہوں۔ اور پہلے زیادہ تر اس کی خصلتیں اس طرح تھیں کہ جو شخص کسی مہم کی سرانجام دہی کے لیے اس سے التجا کرتا تو وہ پوری کرتا تھا۔

ایک عورت نے استدعا کی کہ اس کے نخلستان کے کنوئیں کے لیے برکت کی دعا مانگے۔ اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی دعا مانگتے ہیں اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ مسیلمہ نے اس سے

پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کا معاملہ کرتا ہے اس نے کہا وہ ایک ڈول پانی طلب کرتا ہے۔ غرغرہ کر کے اس ڈول میں ڈالتا ہے اس کے بعد اس ڈول کا پانی کنوئیں میں ڈالتے ہیں کنوئیں کا پانی زیادہ ہو جاتا ہے اور اس کی برکت ہمیشہ رہتی ہے۔ مسیلمہ نے کہا کہ اسی طرح کریں اور ڈول کا پانی جس میں اس کے غرغرہ کا پانی ملا ہوا تھا اس عورت کے کنوئیں میں انھوں نے ڈالا تو وہ نخلستان خشک ہو گیا کہتے ہیں کہ ایک شخص نے چاہا کہ اس کا لعاب دہن تبرک کے طور پر اپنی زمین میں ڈالے جب اس نے ڈالا تو زمین شور ہو گئی۔ جس بچے کے سر پر ہاتھ رکھتا گنجہ ہو جاتا اور جس بچے کے تالو پر انگلی رکھتا گونگا ہو جاتا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا اور کہا میرے دو لڑکے ہیں ان کے لیے برکت کی دعا کیجیے اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی، وہ شخص جب گھر گیا اس کے ایک لڑکے کو بھیڑیا لے گیا تھا اور دوسرا کنوئیں میں گر کر مرا ہوا تھا۔ ایک شخص کی آنکھوں میں درد تھا اس کے پاس گیا جب اس نے اپنے منحوس ہاتھ سے لے چھوا اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ اندھا ہو گیا۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں خالد بن ولید کو بیس ہزار فوج کے ساتھ مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اس کے پاس چالیس ہزار جنگجو آدمی تھے۔ دونوں گروہوں میں شدید جنگ ہوئی چنانچہ خالد کے لشکر سے دس ہزار آدمی شہید ہوئے۔ شروع میں مسلمانوں کو شکست ہوئی چنانچہ مسیلمہ کا لشکر خالد کے خیمہ میں گھس آیا۔ آخر ثابت بن قیس بن شماس اور زید بن الخطاب، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی اور براء بن مالک، انس بن مالک کے بھائی کی بہادری اور جرأت کے طفیل کفار بھاگے اور مسیلمہ نے ایک جماعت کے ساتھ بھاگ کر حدیقۃ الموت جسے حدیقۃ الرحمٰن کہتے تھے پناہ لی مسلمانوں کا ایک گروہ ان کے پیچھے گیا اور اس باغ میں سخت جنگ ہوئی۔ وحشی قاتل حمزہ نے مسیلمہ پر حربہ پھینکا جو اس کے سینے میں اتر گیا۔ اور پشت کی طرف سے نکل گیا ایک انصاری عروشے اسے تلوار مار کر قتل کر دیا۔

سجاح بنت الحارث:- مسیلمہ کذاب کے زمانہ میں خروج کیا اور نبوت کا دعوے کیا کچھ لوگوں نے اس کی موافقت کی۔ مسیلمہ خائف ہو گیا کہ اگر اس سے معترض ہوا تو ہلاک ہو جائے گا اور وہاں کے باشندے اور قبائل اس کے ساتھ جنگ کر کے اس پر غالب آجائیں گے پس اس نے تحائف اور ہدایا سجاح کے پاس بھیجے اور حاضری کی درخواست

تاکہ بعض پوشیدہ اسرار بالمشافہ بیان کرے سجاح کے حکم پر خیمہ لگا دیا گیا اور اسے قسما قسم کے برتنوں سے آراستہ کیا گیا۔ وہ مسیلمہ کے ساتھ اس میں داخل ہوئی اور ہر قسم کی باتیں کیں مسیلمہ کذاب نے اپنی اختراعات کو اس کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر ہم نکاح کرلیں تو کیا حرج ہے اور نبی کی شعاعیں جیسے پڑیں پس سجاح نے مسیلمہ کی نبوت کو باور کرلیا۔ اور اس کی نصیحت کو قبول کیا۔ ان کے درمیان قواعد الفت اور مراسم محبت کما حقہ پیدا ہوگئے۔ تین دن تک اکٹھے رہے۔ صحبت ختم ہونے کے بعد سجاح اپنی قوم کے پاس گئی اور مسیلمہ اپنے گروہ کے پاس لوٹ آیا۔ سجاح کی قوم نے اس سے پوچھا کہ تمہارا قصہ کہاں تک پہنچا۔ اس نے جواب دیا کہ اس کی پیغمبری کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہوگئی ہے اور میں اس کے نکاح میں آگئی ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرے مہر میں کیا مقرر ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کی محبت نے اس قدر مجھ پر غلبہ کیا کہ مجھے مہر مقرر کرنے کا خیال تک نہیں آیا۔ قوم نے اصرار کیا کہ واپس جا کر اپنا مہر مقرر کر کیونکہ بغیر مہر کے نکاح کا اعتبار نہیں ہوتا منقول ہے کہ سجاح مسیلمہ کی مجلس میں آئی اور کہا کہ میرا مہر کیا ہوگا مسیلمہ نے پوچھا کہ تیری قوم میں کوئی موذن ہے اس نے کہا ہاں شیث بن الربیع پس اس نے اسے طلب کیا اور کہا کہ اپنی قوم کو پہنچا دو کہ مسیلمہ نے صبح اور عشا کی نماز کو سجاح کے مہر کے بدلے میں تخفیف کر دیا ہے اور یمامہ کی نصف پیداوار موضعات اور جس کی اسے ضرورت ہے دیا۔ اس کے بعد سجاح اپنے جزیرہ میں لوٹی اور تین افراد کو مقرر کیا کہ مذکورہ غلے کی نقدی حاصل کریں۔ وہ اسی مہم میں تھے کہ خالد بن ولید عظیم لشکر لے کر پہنچا اور سجاح کے عاملوں کو عمل سے معزول کر دیا۔ سجاح کے متعلق دو روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ امیر معاویہ کے زمانے میں وہ اور اس کی قوم مسلمان ہوگئے۔ اور ان کا اسلام منظور و مقبول ہوا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ مسیلمہ کے قتل کے بعد وہ اپنے جزیرہ میں چھپ گئی اور وہاں ہی ہلاک ہوئی اور پھر کسی شخص نے اس کا نام تک نہیں سنا مگر جھوٹا اور جعلی سکہ قیامت تک اس کے اور مسیلمہ کے بے انجام نام کے ساتھ رہا۔ وذالک جزاء الظالمین۔

عبہلہ بن اسود کا دعویٰ نبوت :- وہ ایک کاہن اور شعبدہ باز آدمی تھا اور امور عجیبہ اس سے ظاہر ہوتے تھے اور لوگوں کے دلوں کو جادو سے راغب کرتا تھا کہ اس کے دو شیطان تھے ایک کا نام سحیق اور دوسرے کا شقیق نام تھا۔ یہ شیطان اپنے حوادث زمانہ سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب باذان صنعانی یمن کا بادشاہ

جو مسلمان تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس ملک کا حاکم تھا فوت ہوا، اسود عنسی نے خروج کر کے صنعا کے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور ملک کو اپنے قبضۂ اقتدار میں لایا، اور مرزبانہ کو جو باذان کی بیوی تھی نکاح کا پیغام بھیجا اور فروہ بن مسیک جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبیلہ مراد پر عامل تھا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکتوب بھیجا اور صورت حال سے آگاہ کیا، اور ابو موسیٰ اشعری جو کہ معاذ ب میں اور معاذ بن جبل نواحی یمن میں تھے انہیں بھی اسود کے واقعہ سے خبردار کیا، دونوں مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دونوں متفق ہو کر اسود کے شر کو دفع کریں اور جس طرح بھی ہو سکے اس کے مادۂ فساد کو اکھاڑ پھینکیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے اور مرزبانہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اس شخص نے تیرے باپ اور خاوند کو قتل کیا ہے اب تیری بود و باش اس کے ساتھ کیسی ہے۔ آپ نے کہا کہ وہ سب سے زیادہ خدا کا دشمن ہے پس انہوں نے کہا کہ جس طرح تو سمجھتی اور جس طریق سے کر سکتی ہے اس لعین کو دفع کرنے کی کوشش کرو۔ مرزبانہ نے فیروز دیلمی کو جو مرزبانہ کا چچیرا بھائی اور نجاشی کا بھانجہ تھا۔ اور وہ دسویں سال ہجرت میں آکر مسلمان ہوا تھا اور ایک دوسرے شخص جس کا نام دادیہ تھا مقرر کیا وہ رات کو گھر کی دیوار میں نقب لگا کر ایک جماعت کے ساتھ اندر آئے اور اس کا سر جسم سے جدا کر دیا۔ اس وقت اس سے سخت آواز نکلی اس کے محافظین نے اسے سنا وہ بھاگے مرزبانہ نے کہا خاموش رہو کیونکہ تمہارے نبی پر وحی نازل ہوئی ہے۔ جب صبح صادق طلوع ہوئی قدرت کے باقندے نے رات کی ریشمی چادر کو دن کے شگاف میں آسمان پر زبرجدی رنگ دینا شروع کیا، موذنین نے اس حال سے واقف ہو کر اپنی اذان میں عبہلہ کذاب، شہادتین کے بعد، زبان سے ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال نے اس بدبخت کے قتل کی خبر مدینہ بھیجی لیکن اس خبر کے پہنچنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلوت سرائے قدس میں تشریف لے گئے تھے یعنی وصال ہو گیا تھا لیکن وفات سے ایک روز پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفیت واقعہ وحی کے ذریعہ معلوم ہو گئی تھی اور صحابہ کو بتایا کہ آج رات اسود قتل ہوا اور وہاں کے ایک مبارک آدمی نے اسے قتل کیا، صحابہ نے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے فرمایا فیروز، پھر فرمایا فیروز و بہ بعض روایات میں اس لعین کا قتل خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بیان ہوا ہے لیکن اکثر محدثین اور اہل سیرت نے

اس قول کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طلحہ بن خویلد: وہ اعلان کرتا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں اور میرے پاس وحی لاتے ہیں۔ اس نے سجدوں کو نماز سے خارج کر دیا۔ اور پہلی چیز جو اس سے ظاہر ہو کر لوگوں کی گمراہی کا سبب ہوئی یہ تھی کہ ایک روز اپنی قوم کے ساتھ سفر میں تھا ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ ان پر پیاس نے غلبہ کیا اس نے کہا ارکبوا اعلا لا واجوبا املا لا تجدوا بلالا یعنی میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ چند میل چلو تمہیں پانی مل جائے گا۔ قوم نے ایسا ہی کیا انہیں پانی مل گیا۔ اس وجہ سے بدوی فتنہ میں پڑ گئے۔ جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی۔ لشکر تیار کیا اور خالد بن ولید کو ان کا امیر بنایا اور طلحہ بن خویلد کی طرف بھیجا۔ خالد چلتا رہا یہاں تک کہ قبیلہ طئی میں پہنچا اور وہ قبائل جو باقی رہ گئے تھے وہاں ان کے ساتھ آملے اور طلحہ کے سر پر جا پہنچے ان میں جنگ ہوئی کہتے ہیں کہ طلحہ دوران جنگ ایک کونے میں گیا اور سر پہ چادر ڈال لی کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور سردار لشکر عیینہ بن حصین فزاری تھا تھوڑی دیر جنگ کرتا تھا پھر اس کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ جبرائیل تیرے پاس آیا وہ کہتا نہیں تیسری مرتبہ اس نے کہا ہاں آیا ہے اس نے کہا اس نے کیا کہا اس نے جواب دیا۔ ان لک رحی کرحاہ وحدیثا لا تنساہ۔ عیینہ نے کہا میرا خیال ہے کہ جلد تو بات بھول جائے گا۔ اور قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے گروہ فزارہ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ خدا کی قسم یہ شخص جھوٹا ہے۔ پس فزارہ بھاگ گئے اور طلحہ کا لشکر بھی منتشر ہو گیا۔ اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہ قبائل جو مرتد ہو گئے تھے پھر اسلام کی طرف لوٹ آئے اس کے بعد طلحہ بھی آکر مسلمان ہو گیا، جہاد کیا اور درجۂ شہادت حاصل کیا۔

فصلِ دوم

مرض الموت کے واقعات

ماہرینِ فن سیرت و تاریخ نے بیان کیا ہے کہ ماہِ صفر ۱۱ھ کی چھبیسویں تاریخ دوشنبہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ صحابہ رومی لشکر کے مقابلہ و مقاتلہ کی تیاری کریں دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو طلب کیا اور فرمایا تجھے میں اس لشکر کا امیر بناتا ہوں نواحی ابنی تک

جاکر تمہارے باپ کو انہوں نے وہاں قتل کیا ہے۔ اس جماعت پر حملہ کر کے ان کے گھروں کو آگ لگا دو۔ تو وہاں سے چلو تاکہ خبر پہنچنے سے پہلے تم ان کے سر پر جا پہنچو۔ اور جب تم اللہ کے فضل و کرم سے فتحیاب ہو جاؤ اس جگہ پر زیادہ دیر تک قیام نہ کرو۔ اور وہاں سے جلد واپس آجاؤ۔ اور جاسوسوں کو آگے بھیجو اور ان کے لیے راستہ متعین کردو۔ ماہ صفر روز چہار شنبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار ہو گیا اور سخت درد سر ظاہر ہوا۔ اسی مہینے کے روز پنجشنبہ کو طبیعت کی خرابی کے باوجود اپنے دست مبارک سے اسامہ بن زید کے لیے جھنڈا تیار فرمایا اسے کہا بسم اللہ فی سبیل اللہ مقاتل من کفر باللہ اسامہ نے جھنڈا پکڑ کر بریدہ بن الحصیب کے سپرد کیا تاکہ وہ صاحب لوا ہو اسامہ نے اپنی منزل جرف میں بنائی تاکہ لشکر وہاں جمع ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں حکم فرمایا کہ امیر المومنین ابوبکر، عمر، ذی النورین رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اس سفر میں اسامہ کے ساتھ موافقت کریں گے۔ اگرچہ یہ بات بعض پر گراں گذری کہ غلام زادے کو مہاجرین اولین اور انصار تابعین پر حاکم بنایا یہ طعن آمیز بات جو اس جماعت سے مجلس میں ظاہر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمع ہمایوں میں پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت رنجیدہ ہوئے اور خشمناک ہوئے اور سر پر پٹی باندھے ہوئے باوجود یہ کہ بخار اور درد سر کے منزل مبارک سے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے حضرت باری سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو! یہ کیا بات ہے جو اسامہ کی امارت کے متعلق مجھ تک پہنچی ہے۔ اگر آج تم اس کی امارت پر طعن کرتے ہو تو یاد رکھو کہ اس کے باپ کی امارت پر طعن ہو گا۔ جو غزوہ موتہ میں امیر تھے۔ خدا کی قسم وہ امارت کے حقدار تھے اور ان کے بعد ان کا لڑکا امارت کا حقدار ہے۔ اور زید میرے نزدیک سب سے زیادہ دوست ہے اور اسامہ بھی سب سے زیادہ دوست ہے۔ اور دونوں نیک ہیں اب میری وصیت ان کے متعلق قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نصیحت سے فارغ ہوئے حجرہ ہمایوں کی طرف روانہ ہوئے کہتے ہیں کہ یہ واقعہ دس ربیع الاول میں وقوع پذیر ہوئے۔ اس روز جس قدر طوائف تھے گئے اور اسامہ کے پاس فوج در فوج اور گروہ در گروہ آتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وداع کرتے ہوئے لشکر گاہ میں جاتے تھے اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری دوسرے دنوں سے زیادہ شدید تھی۔ مذکورہ مہینہ کے یکشنبہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہونے کے لیے

حضرت اسامہ باہر نکلے اور آپ کے بالین مبارک پر حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ، چہرے اور سر مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اس روز اس قدر شدید تھی کہ گفتگو نہیں فرما سکتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور اسامہ کے سر پہ رکھتے تھے۔ اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے یوں محسوس کیا کہ مجھے دعائے خیر دیتے ہیں۔ پھر اسامہ حجرہ مبارک سے باہر آئے اور لشکرگاہ میں گئے اور رات وہاں توقف کیا اور علی الصبح روز دوشنبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں کمی آگئی تھی اسامہ کو فرمایا اغد علی برکت اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اسامہ لشکرگاہ میں لوٹ آئے اور فرمایا کہ لشکر کوچ کرے جب وہ سوار ہونے لگے تو ان کی والدہ ام ایمن نے پیغام بھیجا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حالت نزاع میں ہیں اسامہ واپس آئے اور اشرافِ صحابہ بھی واپس آئے۔ بریدہ بن الحصیب نے جھنڈا لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر نصب کر دیا۔ لشکر کا انتظام اس طرح تھا کہ جب دفن سے فارغ ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے حکم فرمایا کہ جھنڈے کو اسامہ کے دروازہ پر نصب کریں۔ اسامہ نے پھر لشکر کو موضع جرف میں جمع کیا اسی اثنا میں مدینہ میں خبر پہنچی کہ بعض عرب کے قبائل مرتد ہو گئے ہیں بعض نے کہا کہ اگر اسامہ کا جانا موقوف ہو جائے تا کہ مرتدین کے قضیہ سے فارغ ہو جائیں۔ جب مخالفین سنیں گے کہ اس فرصت میں ایک قوی لشکر مدینہ سے باہر گیا ہے۔ دلیر ہو جائیں گے ایسا نہ ہو کہ اہل مدینہ سے تعرض کریں۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات قبول نہ فرمائی۔ فرمایا اگر مجھے علم ہو کہ اسامہ کے لشکر کو بھیجنے سے ہم درندوں کا لقمہ بن جائیں گے تو بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں کروں گا لیکن اسامہ سے درخواست کی کہ فاروق رضی اللہ عنہ کو اجازت دے کہ ان کے پاس چھوڑ جائیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسامہ کی اجازت سے مدینہ میں توقف فرمایا۔ جب ربیع الاول کا مہینہ آیا اسامہ ابنی کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں کے لوگوں پر فتح پائی ان کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور ان کے بعض درختوں گھروں اور باغات کو جلا دیا۔ اور اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا اور بے شمار غنیمت حاصل کر کے مدینہ لوٹے

ماہرین فن سیرت نے اپنی معتبر کتب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں اپنے اصل مقدمات وفات کو متعدد روایات سے بیان کیا ہے۔ ان میں سے چار روایات بیان ہوتی ہیں۔ روایت اول یوں بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ماہ صفر میں بستر سے اٹھے

اور جانے کا ارادہ فرمایا مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا اہلِ بقیع کی بخشش طلب کرنے کے لیے جاتا ہوں۔ اور ابو مویہبہ کو جو آپ کا آزاد کردہ غلام تھا اپنے ساتھ لیا اور ایک روایت میں ابو رافع کو اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں ساتھ تھے مویہبہ نے کہا جب ہم بقیع میں پہنچے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم اس قبرستان والوں کی استغفار کے لیے طویل مدت تک مصروف رہے اور ان قبر والوں کے لیے اس قدر دعا فرمائی کہ مجھے آرزو ہوئی کہ کاش میں بھی اس جگہ کے مُردوں میں شامل ہوتا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا شرف حاصل کرتا مویہبہ نے کہا آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم ان قبر والوں کے خطاب میں فرمایا۔ تمہارے لیے وہ عطیات الٰہی جو تم نے حاصل کیے ہیں خوش گوار ہوں، مبارک ہو اس مقام کو جس طرف تم گئے ہو۔ اس کے علاوہ بھی اہلِ قبور کو خطاب فرمایا، پھر مویہبہ کی طرف منہ کر کے فرمایا اے مویہبہ! دنیا کے خزانوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا اور مجھے ان پر اختیار دیا گیا کہ میں ان میں رہوں اور پھر جنت میں چلا جاؤں۔ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں دنیا کے خزانے اور اس میں بقا اور پھر جنت میں ہمیشگی اختیار فرمائیے۔ فرمایا نہیں یقیناً خدا تعالیٰ کی لقا اور اس کے بعد بہشت کو مَیں نے اختیار کیا اور دنیا کے خزانے اور جو کچھ ماسوا ہے کو اسے چھوڑ دیا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چونکہ مَیں نے صحت کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا تھا کہ کوئی پیغمبر دنیا سے نہیں جاتا جب تک اسے جانے سے پہلے دنیا اور آخرت کے درمیان مخیر نہ کر دیا جائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ صفات ذات پر [illegible] وفات پر عارض ہوئی کبھی فرماتے مع الذین انعمت علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ اور کبھی فرماتے مع الرفیق الاعلیٰ۔ ان کلمات سے مَیں نے سمجھا کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے اور آپ نے عالم باقی کو اختیار فرمایا ہے۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے جانے سے پہلے ایک ماہ اپنی وفات کی خبر دی اور وہ یوں تھی کہ خود ہی اصحاب کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بلایا اور جب آپ کی نظر مبارک ان پر پڑی رونے لگے اور وہ گریہ ہم پر انتہائی رحم و شفقت اور ہمارے دل و جان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الم فراق کی صورت کی وجہ سے تھی

وداع یار و دیارم چو بشنود مجنوں — شود ملازم و از آب دیدہ مالا مال

میان آتش سوزندہ ممکن است آرام ۔ ولے در آتش ہجراں قرار صبر محال

پھر فرمایا، مرحبا بکم وحیاکم بالسلام جمعکم اللہ وحمکم اللہ حفظکم اللہ نصرکم اللہ رفعکم اللہ قبلکم اللہ ھدیکم اللہ آواکم اللہ سلمکم اللہ رزقکم اللہ۔ میں تمہیں خدا تعالیٰ سے ڈرنے اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور حق تعالیٰ کو تم پر خلیفہ بناتا ہوں اور تمہیں خدا تعالیٰ سے ڈراتا ہوں کہ لوگوں اور اس کے ملک میں غلو اور تکبر نہ کرو۔ کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین۔ اور فرمایا الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اجل کب ہوگی فرمایا جدائی کا زمانہ قریب ہے۔ خدا تعالیٰ، سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ اور رفیق اعلیٰ کی طرف واپس جانے کا وقت ہے۔ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کن کپڑوں میں کفن دیں فرمایا انہیں کپڑوں میں جو میں نے پہن رکھے ہیں اگر ہو تو مصری لباس، حلہ یمنی یا جامہ سفید۔ میں نے پوچھا آپ کو غسل کون دے فرمایا اہل بیت کے مرد اور وہ شخص جو مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر نماز کون ادا کرے اور ہم رونے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے پھر فرمایا جزع نہ کرو اور صبر کرو تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور تمہارے پیغمبر کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے۔ جب تم مجھے غسل دے چکو تو کفن پہنا کر میری قبر کے کنارے پر اسی گھر میں رکھ دینا پھر باہر چلے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو کیونکہ جو شخص سب سے پہلے مجھ پر نماز ادا کرے گا وہ میرا بھائی جبرائیل علیہ السلام ہوگا۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت انبیاء و ملائکہ کے گروہوں کے ساتھ نماز ادا کریں گے اور ایک روایت ہے کہ فرمایا اول من یصلی علی ربی۔ یعنی سب سے پہلے اس وقت جو مجھ پر خاص رحمت ہوگی فرمائے گا میرا پروردگار ہوگا جل جلالہ پس جبرائیل علیہ السلام اسی ترتیب سے جو مذکور ہوئی نماز گزاریں گے۔ پھر اس کے بعد تم فوج فوج آؤ اور مجھ پر نماز ادا کرو۔ اور گریہ نوحہ اور فریاد سے مجھے تکلیف نہ پہنچانا۔ پہلے میرے اہل بیت کے مرد مجھ پر نماز ادا کریں پھر ان کی عورتیں پھر تمام صحابہ۔ اور وہ صحابہ جو غائب ہیں ان کا سلام مجھے پہنچاؤ۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو قبر میں کون اتارے فرمایا اہل بیت فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ کہ وہ تمہیں دیکھتے ہیں اور تم انہیں نہیں دیکھتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات حکم ہوا کہ بقیع میں جائیں اور اہل بقیع کے لیے بخشش طلب کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم پر عمل کیا۔ بقیع سے واپس آئے حجرۂ مبارک میں تشریف لے جا کر سو گئے۔ پھر انہیں حکم ہوا کہ جائیے اور اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دعا کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مرتبہ استغفار کر کے گھر لوٹے اور آرام میں مصروف ہوئے پھر خواب میں آپ کو دکھایا گیا کہ اٹھیے اور اُحد کی طرف جائیے اور شہدائے اُحد کے لیے دعا کیجئے جب وہاں سے لوٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید درد طاری تھا اور دوستوں کو اپنے انتقال کی خبر دی۔

اعلام الوریٰ میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات بابرکات میں مرض کا شائبہ محسوس کیا۔ شنبہ یا یکشنبہ کا روز آخر ماہ صفر ہے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ایک جماعت پیچھے چلی حتی بقیع تک گئے اہل گورستان کو سلام کیا اور چند باتیں وہاں کے ساکنین کو خطاب میں فرمائیں پھر صحابہ سے فرمایا جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ مجھے قرآن مجید سناتا تھا اس سال دو مرتبہ پیش کیا۔ یہ اس لیے کیا کہ میری موت کا وقت قریب ہے۔ پھر فرمایا اے علی مجھے اختیار دیا گیا ہے دنیا اور اس میں ہمیشہ رہنے اور بہشت اور لقا کے درمیان میں نے حق تعالیٰ کی لقا کو جنت میں اختیار کیا ہے۔ جب میں اس دنیا سے انتقال کروں اے علی تو مجھے غسل دینا اور میرا ستر ڈھانپنا تاکہ کسی شخص کی نظر نہ پڑے تاکہ وہ اندھا نہ ہو جائے جب تو مجھے غسل دے دے اور وہ پانی جو میری ناف کی گہرائی اور آنکھ کے حلقہ میں جمع ہو جائے اسے پی لے تاکہ اولین و آخرین کے پیغمبروں کی وراثت تجھے میسر ہو۔ پھر گھر تشریف لے گئے۔

تین روز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار رہے، چوتھے روز باہر آئے اور مسجد میں گئے سر مبارک بندھا ہوا تھا دایاں ہاتھ امیر المومنین حضرت علی اور بایاں فضل ابن عباس پر رکھا ہوا تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے حمد و ثنائے خدا تعالیٰ کے بعد فرمایا لوگو! وہ وقت قریب آگیا ہے کہ میں تم سے چلا جاؤں پس ہر وہ شخص جس کا مجھ پر کوئی قرض ہو مجھے بتائے تاکہ میں ادا کر دوں۔ ایک شخص اٹھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ آپ کا ایک وعدہ ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تجھے تین اوقیہ انعام دوں گا وہ مجھے دیجئے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فضل! وہ تین اوقیہ جو میں نے تیرے سپرد کیے ہیں اسے دے دے اور منبر سے اتر کر منزل ہمایوں میں تشریف لائے جب چہارشنبہ اور پنجشنبہ گزر گیا جمعہ کے روز پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ پڑھا پھر فرمایا لوگو! یقیناً خدا تعالیٰ

اور کسی بندے کے درمیان کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے وہ دعویٰ کرے کہ اسے اچھائی دے گا یا شر کو اس سے رفع کرے گا سوائے عمل کے۔ اور کوئی شخص نہیں ہے جو دعویٰ کرے یا کسی چیز کی آرزو کرے اس خدا پر جس نے مجھے سچائی کے ساتھ لوگوں کی طرف بھیجا ہے کہ خدا تعالیٰ مکافات بندوں کی ان کے عمل یا اپنی رحمت ہی سے کرتا ہے۔ اگر میں جو کہ پیغمبر ہوں گناہ کرتا تو ہلاک ہو جاتا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا بارخدایا! میں نے پہنچا دیا تین مرتبہ فرمایا اور منبر سے اتر آئے اور لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ اور اعلام الوریٰ کی روایت یہ ہے کہ وہاں سے ام سلمہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور باقی سیرت کی کتابوں کی روایت یہ ہے کہ حجرہ ہمایوں میں تشریف لائے وہاں آپ کی ذات پر بیماری نے غلبہ کیا۔

ذکر مرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا آغاز اس کی باری کے روز میمونہ کے گھر ہوا تھا۔ وہاں سے میرے گھر تشریف لائے مجھے بھی درد سر تھا میں نے کہا وارأساہ۔ فرمایا تجھے کیا نقصان ہے کہ مجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو اور میں تیری تجہیز و تکفین کر کے تجھ پر نماز ادا کروں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے رشک سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کی آرزو کرتے ہیں اور آپ کی خواہش ہے کہ میں مر جاؤں اور آپ جب دفن سے فارغ ہوں اسی روز دوسری عورت کے ساتھ میرے حجرہ میں قیام کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا بل انا وارأساہ۔ اور اس بات کا یہ اثر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا درد سر صحت میں تبدیل ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض کے لاحق ہونے کی وجہ سے رحلت فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میمونہ کے گھر لوٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی چنانچہ تمام ازواج مطہرات حضرت میمونہ کے گھر جلدی سے پہنچ گئیں تاکہ شرائط تیمارداری بجا لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمہ فرماتے تھے این انا غدا میں کل کہاں ہوں گا۔ تمام امہات المومنین کو علم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہے کہ حضرت صدیقہ کے گھر جائیں لامحالہ تمام نے رضامندی کا اظہار کیا کہ صدیقہ کے گھر تشریف لے جائیں اور ایک روایت میں ہے کہ صریحاً آپ نے فرمایا اے ازواج مجھے معذور سمجھو کہ میں تمہارے گھروں میں باری باری سے جاؤں اور تقسیم کی رعایت کروں اگر تم چاہتی ہو تو مجھے اجازت دے دو کہ میں عائشہ کے پاس چلا جاؤں اور وہاں میری تیمارداری کرو۔ وہ تو ان تقدیروں پر ۔ ازواج

مطہرات کی اجازت مل گیا۔ آپ حضرت میمونہ کے گھر سے نکلے ایک ہاتھ فضل بن عباس کے کندھے اور دوسرا علی بن ابی طالب کے کندھے پر رکھے ہوئے اور آپ کے پائے مبارک زمین پر گھسٹتے جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے اور کمزوری سے بستر پر لیٹ گئے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت فرمایئے تاکہ میں بیماری کے دوران آپ کی خدمت میں یہاں ہی قیام کروں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! اگر میں اس بیماری میں تیری لڑکی کے سوا اپنی ازواج میں سے کسی دوسرے کو اپنی تیمارداری کے لیے مخصوص کروں تو ان کی تکلیف زیادہ ہو جائے گی خدا تعالیٰ تجھے اجر دے۔

صعوبت مرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اس باب میں چند روایات ہیں۔ روایت اول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت اضطراب ہوتے اور بستر پر منقلب ہوتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر ہم میں سے کسی سے اس قسم کی حرکت ظاہر ہوتی تو یقیناً آپ اس پر غصہ فرماتے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ میری مرض بہت سخت ہے حق تعالیٰ مومنین اور صالحین پر انتہائی مصائب بھیجتا ہے اور کوئی مومن نہیں ہوتا جسے ایذا پہنچے یا پاؤں میں کانٹا چبھے مگر یہ کہ خدا تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔ دوسری روایت:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ کو اس قدر بخار تھا کہ میں نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھا تو برداشت نہ کر سکا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بخار بہت تیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بخار اس قدر تیز ہے کہ تم میں سے دو آدمیوں کے بخار کی برابری کرتا ہے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس آپ کا اجر بھی دوسرے دو آدمیوں کے برابر ہے فرمایا ہاں۔ خدا کی قسم کوئی شخص نہیں جس کو بیماری وغیرہ سے ایذا پہنچے مگر یہ کہ خدا تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح زائل کرتا ہے جیسے پتے درخت سے گرتے ہیں۔ تیسری روایت:۔ ابو سعید خدری نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے کپڑا اپنا ہوا تھا اس کے اوپر سے میں نے تپش محسوس کی اور میرا ہاتھ یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ واسطے کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر ہاتھ رکھوں۔ ہم نے تعجب کر کے سبحان اللہ کہا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی مصیبت بھی انبیاء سے زیادہ سخت نہیں ہے جیسا کہ

ان کی مصیبت دوگنی ہے اجر بھی دوگنا ہے لیکن انبیاء کی فرحت بلا پر تمہاری اس فرحت سے زیادہ ہے جو تمہیں عطا پر حاصل ہوتی ہے۔

وصل پیدا گشت از عین بلا — زاں حلاوت شد عبارت با ٹی
رنج گنج آمد کہ رحمتہا درواست — مغز او تازہ بشد امید پوست
عاقلاں از بیراو بیمائے خویش — باخبر گشتند از مولائے خویش
بیراوے شد قلائے در بہشت — حفت الجنۃ شنوای خوش سرشت
داد مر فرعون را صد ملک و مال — تابجز داد دعوئی عز و جلال
در ہمہ عمرش ندید او درد سر — تا نشد لاہ با خدا آن بدگہر
حق نداد ش درد و رنج و اندہاں — درد آمد جملہ ملک این جہاں
داد او را جملہ ملک این جہاں — تا نخواند مر خدا را در نہاں

بشر بن براء بن معرور کی والدہ کہتی ہے کہ بیماری کے دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ کو اس وقت شدید بخار تھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو ایسا بخار نہیں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بخار اس لیے سخت ہے تاکہ مجھے اجر دوگنا ہو۔ اے ام براء! لوگ میری بیماری کے متعلق کیا کہتے ہیں اس نے جواب دیا کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات الجنب ہے فرمایا کہ کرم الہی سے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس بیماری کو اپنے پیغمبر پر مسلط کرے وہ بیماری ہمزات الشیطان سے ہے اور شیطان کو مجھ پر تسلط نہیں لیکن میری یہ بیماری اس زہر آلود گوشت کا اثر ہے جسے تیرے بیٹے کے ساتھ خیبر میں ہم نے کھایا تھا اور بعض اوقات وہ تکلیف تازہ ہو جاتی ہے اور یہ وقت دنیا سے انقطاع کا وقت ہے گویا اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کے مرتبہ سے حصہ ملے۔

جبرائیل علیہ السلام اس بیماری میں حق تعالیٰ کی طرف سے آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم شفا دے دیں اور اس مرض سے نجات دیں اور اگر آپ چاہتے ہیں تو دار البقاء میں لے جاتا ہوں اور اپنی رحمت و مغفرت سے مشرف کروں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل! میں نے اپنے معاملہ کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے

ہو گیا ہے تاکہ میرے متعلق وہ جو کچھ چاہتا ہے کرے۔

اگرم خلاص جوئی اگرم ہلاک خواہی　　سر بندگی بخدمت بنہیم کہ بادشاہی

یکے منی تو ام کہ حکایت تو گویم　　بہ جائی بگیر ندو تو آں کنی کہ خواہی

دوران مرض کے واقعات :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعداد مرض کے وقت حضرت فاطمۃ الزہرا کو طلب فرمایا کہ جب وہ فرزند ارجمند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں فرمایا مرحبا یا نبتی اور اپنے پہلو میں اسے بٹھایا اور کان میں کوئی بات کہی حضرت فاطمہ رونے لگیں پھر اس سے پوشیدہ طور پر بات کی کہ حضرت فاطمہ اس بات سے خوش ہو کر ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ نے کہا اے فاطمہ! کوئی غم خوشی کے ساتھ اور کوئی خوشی غمی کے ساتھ میں نے اس طرح متصل نہیں دیکھی۔ اس کی کیا وجہ ہے حضرت فاطمہ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کر سکتی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دار فنا سے رحلت فرمائی میں نے پھر اس سے پوچھا کہ وہ کیا باتیں تھیں جو اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ کیں اس نے جواب دیا کہ حضور نے فرمایا ہر سال جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ میرے پاس قرآن مجید پڑھتا اس سال دو مرتبہ قرآن مجید میرے ساتھ پڑھا بظاہر میری اجل موعود نزدیک پہنچ گئی ہے۔ میں ان باتوں سے رونے لگی دوسری مرتبہ فرمایا میرے اہل بیت میں سے تو سب سے پہلے میرے پاس آئے گی میں اس بشارت سے خوش ہو کر ہنسنے لگی۔

ایام مرض اور واقعہ قرطاس :- سخت مرض کے وقت جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم حجرہ ہمایوں میں مجتمع تھے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے وصیت لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو صحابہ نے اختلاف کیا بعض نے کہا جو کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کرنا چاہیئے اور دوسرے گروہ نے کہا شاید یہ باتیں ان باتوں کی طرح ہوں جو شدت مرض میں فرماتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درد و الم مستولی ہے، قرآن ہمارے پاس ہے وہ ہمیں کافی ہے ایک گروہ نے فاروق اعظم کے ساتھ اتفاق کیا اور بعض نے اس کی مخالفت میں اصرار کیا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ احباب مجلس سے اٹھ جائیں کیونکہ اس جگہ جھگڑا مناسب نہیں باوجود اس کے تین وصیتیں فرمائیں ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ دوسری یہ کہ جب قبائل عرب تمہارے پاس آئیں انہیں عطیات و انعامات دو

پوچھا کہ میں ان کو دیتا تھا تیسری روایت کو بھول گئی تھی یا اس کے ظاہر کرنے میں مصلحت نہیں تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ:۔ ایک روایت یہ ہے کہ شدت مرض کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات مشکیں جنہیں سات کنوؤں کے پانی سے بھرا گیا ہو لایا جائے اس پانی کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر گرائیں جب فرمان کے مطابق عمل کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں تخفیف ہوئی، گھر سے باہر نکل کر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ کر خطبہ پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد شہداء احد کے لیے بخشش طلب کی۔ پھر فرمایا، بلاشبہ گروہ انصار میرے خواص ہیں اور میرے اسرار کا محل ودیعت ان کے نیکوں کی عزت و تکریم کرو اور بُروں سے درگذر کرو، اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ یہ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو بجالائے اور مروت و جوانمردی کا راستہ اختیار کیا۔

جب انصار نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری روز بروز بڑھ رہی ہے انہیں اپنے گھروں میں صبر و آرام نہیں تھا، اضطراب کے عالم میں حیران و سراسیمہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پھرتے تھے اور کہتے تھے:۔

سردم کہ نتوانم کہ آں رخسار زیبا بنگرم   جانے کہ روئے دیدنش آنجا روم جا بنگرم

حضرت عباس اور ان کا بیٹا فضل اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے حضور کے حجرہ میں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی حالت بتائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا یہاں تک کہ آپ کو انہوں نے بٹھا دیا۔ آپ نے انصار کے حالات کے متعلق استفسار کرتے ہوئے پوچھا کہ انصار کیا کہتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا وہ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما جائیں تو ہمارا کیا حال ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کا ارادہ کیا صحابہ آپ کے بازوؤں کے نیچے آگئے ایک ہاتھ امیر المومنین حضرت علی اور ایک حضرت فضل کے کندھے پر رکھا اور حضرت عباس آگے آگے چلے آپ کے پائے مبارک زمین پر گھسٹتے تھے یہاں تک کہ اس طرح مسجد میں داخل ہوئے اور منبر کے پہلے زینہ پر تشریف فرما ہوئے اور سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ تمام مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی وہ مسجد میں جمع ہوگئے۔ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اس طرح فرمایا، اے لوگو! میں نے اس طرح سنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو، کوئی پیغمبر ہمیشہ اپنی قوم میں نہیں رہا۔ تمہیں معلوم ہونا

چاہیئے کہ تمہاری اور میری بازگشت خدا تعالیٰ کی طرف ہے۔ میری وصیت تمہیں یہ ہے کہ مہاجرین اولین کے ساتھ احسان و نیکی کرو۔ میں مہاجرین کو وصیت کرتا ہوں کہ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا طریقہ اختیار کریں اور سورہ کریمہ والعصر کو پڑھا اور فرمایا جب تمام امور خدا تعالیٰ کے حکم کے ساتھ مربوط اور متعلق ہیں تمہیں کسی شئی کی نشو و نما میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے کیونکہ حق تعالیٰ تمہاری جلد بازی کی وجہ سے کسی کام کو نہیں کرتے جو شخص اس طرح کرتا ہے خدا تعالیٰ جل و علا کی تقدیر پر غالب آجائے وہ مغلوب ہوجاتا ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ دھوکا کھاتا ہے وہ خود دھوکا کھاتا ہے اور منہ کے بل گرتا ہے اور آیت کریمہ فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم۔ پڑھی پھر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ مہاجرین! میں تمہیں انصار کے بارے میں نیکی و احسان کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سرائے ہجرت اور دارِ ہجرت کو تیار رکھا یعنی مدینہ تمہارے لیے پُرسکون بنا دیا۔ تمہارے آنے سے پہلے وہ ایمان لاتے تھے۔ اپنے آدھے باغات اور پیداوار تمہیں دی، اپنے گھروں میں تمہیں جگہ دی، جو شخص ان پر حاکم ہو ان کے نیکوکاروں کے ساتھ نیکی کرے اور ان کے بدکرداروں سے درگذر کرے پھر فرمایا انصار میرے بعد ایک جماعت کو تم پر ترجیح دیں گے، انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ فرمایا صبر کرو یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے آملو۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو حضرت عباس نے التماس کرتے ہوئے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے متعلق کوئی وصیت فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خلافت جس سے قریش درپے ہوں گے لوگ قریش کے پیروکار ہیں ان کے نیکوکار قریش کے نیکوکاروں کے تابع اور ان کے بدکار قریش کے بدکاروں کے تابع ہیں اے قریش! لوگوں کے ساتھ نیکی کی وصیت قبول کرو اور ان کے ساتھ نیکی کرو۔ اے لوگو! گناہ نعمتوں کی تبدیلی کا سبب اور قسمت کی تبدیلی کا ذریعہ ہے جب لوگ نیک ہوں تو ان کے حاکم اور والی سب کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور جب بدکار ہوں تو ان کے ساتھ برائی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وکذالک نولی بعض الظالمین بما کانوا یکذبون۔ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شدتِ مرض کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر عصابہ باندھا ہوا تھا میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر آئے اور مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کرے مجھے ان کو وصیت کرنی ہے۔ فرمایا اے بلال!

مدینہ کے بازاروں میں گھوم کر ندا کرو۔ لوگوں نے جب بلال کی آواز سنی اور اس کی استدعا کو سمجھ گھروں اور دکانوں کے دروازوں کو کھلا چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگے۔ بڑے، چھوٹے، عورت، مرد مسجد میں جمع ہو گئے کہ مسجد میں اور آدمیوں کی گنجائش نہ رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوسعوا لمن ورائکم۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا بلاشبہ تم میں سے میرے جدا ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ جس شخص کو میں نے ایذا دی ہو عزت یا بدن کی اسے چاہیے کہ اٹھ کر مجھ سے قصاص طلب کرے اور کسی کا مال لیا ہو تو میرے مال سے اپنا حق لے اور مجھ سے قصاص لینے میں اسے ڈرنا نہیں چاہیے کہ میں اس سے بغض وعداوت رکھوں گا یہ میری عادت نہیں اور میں اس سے دور ہوں تم میں سے میرا سب سے زیادہ دوست وہ ہے جو اپنا حق مجھ سے لے اور مجھے اس سے چھٹکارا دے اور میں پاک ہو جاؤں اور خوشدلی کے ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤں اور میرا گمان یہ ہے کہ میرا انتہیں یہ بات کہنا کافی نہیں ہے میں پھر کہوں گا اور اصرار کروں گا۔ فضل کہتے ہیں کہ یہ بات کہنے کے بعد آپ منبر سے اتر آئے اور ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر منبر پر تشریف لاکر اپنے سابقہ کلام کا اعادہ فرمایا لوگوں میں سے ایک شخص اٹھا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آپ پر تین درہم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا اور جو شخص اس قسم کی بات کہے گا میں اسے قسم نہیں دوں گا لیکن یہ بتاؤ کہ یہ تین درہم کس حیثیت سے ہیں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ایک مسکین آپ کے پاس پہنچا تھا آپ نے مجھے فرمایا کہ اسے تین درہم دے دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فضل! اسے تین درہم دے دو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! جس کسی کے ذمہ میرا حق ہو اسے چاہیے کہ اپنی گردن سے اتار دے اور یہ نہ کہے کہ میں شرمندگی سے ڈرتا ہوں کیونکہ دنیا کی فضیحت آخرت کی فضیحت سے آسان ہے۔ اسی اثنا میں ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا میں نے تین درہم غنائم سے خیانت کی ہے اور وہ میرے ذمہ ہیں آپ نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اس نے جواب دیا کہ مجھے ان کی ضرورت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فضل! انہیں لے لے۔ اس کے بعد فرمایا جو شخص کسی بری صفت سے متصف ہے جسے وہ برا سمجھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ کہے تاکہ میں ان کے متعلق دعا کروں، ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی میں دروغگو ہوں اور بہت سوتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدایا اسے راستی عطا فرما اور نیند کو اس سے زائل فرما جب وہ بیداری کی۔

خواہش کرے اسے عطا فرما، دوسرا اٹھا اور کہا میں دروغگو اور منافق ہوں اور کوئی ناشائستہ اور نامبارک کام نہیں جو مجھ سے صادر نہ ہوا ہو۔ فاروق اعظم نے کہا اے مرد! تو نے اپنے آپ کو رسوا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی فضیحت آخرت کی فضیحت سے آسان ہے۔ فرمایا خدایا! اسے صدق و راستی اور ایمان عنایت فرما اور اس کے دل کو برائی سے دور رکھ اور نیکی کی طرف مائل رکھ پھر امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ایک ایسا کلمہ زبان سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور فرمایا اے عمر! تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور حق تعالیٰ عمر کے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی وہ ہے۔ نقل ہے کہ ایام مرض میں جب بھی نماز کا وقت آتا بلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔ مرض کے آخر میں اس کی شدت اور صعوبت کی بناء پر گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکے اور لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکے۔ اور ایک روایت ہے کہ آخر مرض میں سترہ نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت سے قضا ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان جماعت سے فوت ہونے والی نمازوں کی ابتداء عشاء کی نماز سے ہوئی کہ بلال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ ہمایوں کے دروازہ پر آکر فریاد کی کہ الصلوٰۃ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم استیلاءِ مرض کی وجہ سے باہر نہیں آسکے فرمایا کہ اسے کہو کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ رقیق القلب اور کثیر الحزن آدمی ہے جب آپ کی جگہ پر کھڑا ہوگا اور تلاوت شروع کرے گا گریہ اس پر غلبہ کرے گا اور نماز ادا نہیں کر سکے گا۔ اگر حضرت عمر کو اس کام کے لیے فرمائیں تو کیا حرج ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائے ہر چند حضرت عائشہ اس بات کو کہتی تھیں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم یہی جواب فرماتے تھے یہاں تک کہ صدیقہ نے حفصہ بنت امیر المومنین عمر سے کہلوایا کہ حضرت عمر امامت کرائیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کے جواب میں فرمایا تم یوسف کی ساتھی عورتیں ہو ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور صدیقہ سے منقول ہے کہ کہا میں اس مبالغہ کو اس لیے کرتی تھی کہ لوگ اس شخص کو پسند نہیں کریں گے جو نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوگا اور اس سے بدفالی لیں گے میں نے نہ چاہا کہ میرے باپ کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے اس کے بعد ایک شخص نے حضرت بلال سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم کی امامت

کریں حضرت بلالؓ روتے ہوتے لوٹتے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہتے تھے واغوثاہ یا انقطاع رجاہ و انکسار ظہراہ۔ اگر مجھے ماں نہ جنتی تو کیا ہوتا اور اگر جنا تو اس سے پہلے مر جاتا تو کیا ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال مشاہدہ نہ کرتا۔

با ما فلک از جفا نہ کردی چہ شدی ۔۔۔ وز یار خودم جدا نہ کردی چہ شدی

چوں آخر کار بے تو حالتے بود ۔۔۔ اول بتو آشنا نہ کردی چہ شدی

حضرت بلالؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اشارہ فرمایا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ امیر المومنین ابوبکرؓ امامت کرانے کے لیے اٹھے جب ان کی نظر محراب پر پڑی اس مقام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے خالی دیکھا اپنی حالت کو ضبط نہ کر سکے اور گریہ نے ان پر غلبہ کیا اس قدر روئے کہ گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔

در نماز خم ابروی تو چوں یاد آمد ۔۔۔ حالتی رفت کہ محراب بفریاد آمد

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے رونے کا غلغلہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع ہمایوں میں پہنچا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیسی فریاد ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے اصحاب ہیں کہ آپ کے اندوہ فراق سے نالاں و گریاں ہیں۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و عباسؓ کو بلا کر ان کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی۔ نماز کے بعد فرمایا اے لوگو! تم خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہو۔ خدا تعالیٰ میرا خلیفہ ہے تم پر لازم ہے کہ پرہیزگاری اور خوف خدا اختیار کرو۔ خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری بجا لاؤ کیونکہ میں دنیا سے مفارقت اختیار کروں گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ جب حضرت بلالؓ نے وقت نماز بتایا عبداللہ زمعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا فرمایا عمرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ فاروق اعظمؓ نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز شروع کر کے قرأت بلند آواز سے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروقؓ کی آواز سن کر پوچھا یہ عمرؓ کی آواز نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں فرمایا یابی اللہ ذالک والمومنون۔ پھر کھڑکی سے سر مبارک نکال کر زبان معجز بیان سے تین مرتبہ فرمایا کہ ابوبکرؓ کو لوگوں کو نماز پڑھانی چاہیے اور عمرؓ امامت کو ترک کر دے۔ امیر المومنین عمرؓ نے زمعہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے نہیں کہا تھا کہ عمرؓ امامت کرائے۔ عبداللہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا نام نہیں لیا تھا جب میں نے آپ کو زیادہ مناسب سمجھا دوسروں کی

طرح میں نے بھی کہا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے صورت واقعہ کا علم نہیں تھا ورنہ میں یہ کام نہ کرتا۔ یہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ آخر عمر میں دوشنبہ کے روز جبکہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو اشخاص پر تکیہ لگا کر حجرہ کے دروازہ تک تشریف لائے اور پردہ اٹھا کر صحابہ کو دیکھا کہ صفوف میں کھڑے ہیں اس وجہ سے خوش ہو کر مسکرائے جب امیر المومنین ابوبکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے واقف ہوئے خیال کیا کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں پیچھے ہٹنا چاہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ نماز کو پورا کرو اور حجرہ کا پردہ گرا دیا۔ اور اسی روز وفات پائی۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر آئے اصحاب نے ان سے پوچھا کہ آج آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں انہوں نے جواب دیا الحمد للہ بہترین حالت میں ہیں حضرت عباس نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور انہیں آہستہ سے کہا کہ تین روز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوار الٰہی جل وعلا میں انتقال فرما جائیں گے کیونکہ میں عبد المطلب کی اولاد کی پیشانی میں علامت جانتا ہوں کہ وہ موت کی نشانی ہے اور وہ نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک میں ظاہر ہو گئی ہے۔ اب آؤ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں اور خلافت کے متعلق استفسار کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کس کے سپرد ہو گی اگر ہمارے پاس ہو تو فبہا اور اگر دوسرے کی ہو تو آپ سے درخواست کریں کہ ہمیں اس کے سپرد کر دے۔ امیر نے منع کرتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز یہ سوال نہیں کروں گا اور دنیا طلب نہیں کروں گا

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش تھے مستورات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک اور ایک روایت میں منہ میں دارو ڈالا حالانکہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انہیں اس عمل سے منع فرماتے تھے اور ازواج طاہرات رضی اللہ عنہن نے خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کا منشا طبعی کراہت ہے۔ نقطۂ دائرہ انتباہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بے ہوشی سے کہ در حل لی مع اللہ کے استغراق کی نمود تھی افاقہ ہوا ازواج مطہرات کو عتاب فرمایا کہ تم نے یہ عمل کیوں کیا انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عباس نے ہمیں اس کے لیے اشارہ تھا آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جھوٹ کہتی ہو اور حضرت عباس کے ساتھ متہم کرتی ہو میں جانتا ہوں کہ تمہیں ذات الجنب کی بیماری کا خدشہ

تھا اور تمہیں یہ علم نہیں کہ یہ مرض شیطان کی غرض سے ہے اور شیطان کو مجھ پر ہرگز تسلط نہیں اور نہ ہوگا۔
اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ اسما بنت عمیس نے ہمیں ایسا کرنے کو کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا یہ علیہ ہے جو ابھی بلادِ حبشہ سے آئی ہے پھر پوچھا کہ یہ کیا دوا تھی انہوں نے کہا عود ہندی، کچھ
مقدار ورس اور چند قطرے روغن زیت پس حکم دیا کہ عباس کے بغیر تمام اہل بیت کے ناک میں یہ دوا
ٹپکائیں اور ایک روایت میں منہ میں اور میمونہ کو باوجودیکہ روزہ تھا اس سے معاف نہیں کیا۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چند سرخ دینار کسی جگہ سے لائے تھے فرمایا کہ انہیں
فقرا پر تقسیم کر دیں، بکر چھ، سات یا آٹھ دینار جیسا کہ اختلاف روایت ہے اور انہیں حضرت عائشہ
کے سپرد فرمایا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے ہوشی ہوئی، سر صدیقہ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا
جب پھر ہوش میں آئے فرمایا اے عائشہ! ان دنانیر کو تو نے کیا کیا عرض کی میرے پاس ہیں فرمایا
انہیں فقرا پر تقسیم کر دے اور پھر بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے پوچھا تو نے انہیں خرچ کر دیا
عرض کی نہیں، فرمایا ان کو لاؤ جب وہ لے آئی، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہاتھ پر رکھ کر گنا
اور فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے پروردگار پر کیا گمان ہوتا اگر وہ اس حال میں اللہ کے پاس جاتا
کہ یہ دنانیر اس کے پاس ہوتے پس ان کو حضرت علی کے سپرد کیا انہوں نے فقرا پر تقسیم کر دیئے۔
اور فرمایا اس وقت مجھے راحت حاصل ہوئی۔ دوسرا واقعہ: امیر المومنین حضرت علی سے منقول ہے
کہ اشتدادِ مرض کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصیتیں فرماتے تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یہ وصیتیں ایسی ہیں جیسے وداع کرنے والا کرتا ہے۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے
اے علی! میرا دل اس دنیا سے تنگ آگیا ہے پھر تکیہ لگایا اور ایک لحظہ آنکھیں بند فرمائیں جب
بیدار ہوئے فرمایا اے جبرائیل! میرے پاس پہنچ اور جو وعدہ آپ نے کیا ہے اسے پورا کر، پھر
مجھے اپنے نزدیک بلایا اور سر مبارک میری گود میں رکھا آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور
آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آگیا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ حال مشاہدہ کیا تو اٹھیں
اور بے طاقتی سے حضرت حسن اور حسین کے ہاتھ پکڑے ہوئے فریاد کی یا ابتاہ اس کے بعد آپ کی
بیٹی فاطمہ پر کون نظرِ رحمت ڈالے گا اور آپ کے فرزندوں حسن و حسین کی تیمارداری کون کرے گا
اور دنیا کی تربیت کون کرے گا اور قبائل جو دنیا کے کونے کونے سے آتے ہیں کی مہمانداری کون

کرنے لگا! یا ابتاہ! میری جان آپ پر فدا ہو افسوس ہے مجھ پر کہ اس کے بعد آپ کی شیریں آواز میرے کان نہیں سنیں گے اور میری آنکھیں آپ کی زیارت سے راحت حاصل نہیں کریں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمہ کی نوحہ وزاری سنی آپ نے آنکھیں کھولیں اور حضرت فاطمہ کو اپنے پاس بلایا اور فرزند ارجمند کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خداوندا! فاطمہ کو صبر عنایت فرما پھر فرمایا اے فاطمہ! تجھے خوشخبری ہو کہ تو سب سے پہلے مجھے ملے گی۔ اے میری آنکھوں کی روشنی! تیرا باپ عالم نزع میں ہے۔ حضرت فاطمہ نے فریاد وزاری اور نالہ وبیقراری شروع کر دی امیر المومنین حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے فاطمہ! چپ رہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر نمک نہ چھڑک۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے علی! چھوڑ دو تاکہ آنکھوں کا پانی اپنے باپ پر بہائے۔

بگذار تا بریزد خون تاب دل زدیده   آں دیده کہ ہرگز ایں واقعہ ندیدہ
بے دوست زندگانی صعب است گر بدانی   کے زندہ ماند آں تن کز جاں شود بریدہ

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کرلیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن وحسین سے کہا اٹھو اور والد مہربان کے پاس آؤ شاید تمہیں کسی عطیہ سے مخصوص فرمائیں جو تمہارے دل حزیں کے آرام کا موجب ہو، بتول کے دونوں قرۃ العین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئے اور حضرت حسن نے عرض کی نانا جان آپ کی جدائی پر صبر کیسے کیا جا سکتا ہے اور دل ناتواں کا راز کس کے پاس کھولا جا سکتا ہے آپ کے بعد میرے، میرے بھائی، میرے باپ اور میری ماں کی مراسم مہربانی کون ادا کرے گا۔ ازواج اور اصحاب کے ساتھ وہ مکارم اخلاق جو آپ کے ہیں کون زندگی گذارے گا جو امہات المومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں نالہ وفریاد کرنے لگیں حضرت علی کہتے ہیں کہ میں بے حال ہو کر رونے لگا اور صحابہ کی ایک جماعت در اقدس پر حاضر تھی انہوں نے جب میرے رونے کی آواز سنی تو بے اختیار رونے لگے کہ وامحمداہ من لامثلک بعدک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی آپ کے بعد امت کی غمخواری کون کرے گا اور روتے ہوئے کہا، علی! دروازہ کھولو کہ ایک مرتبہ ہم پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے فرخندہ دیکھ لیں اور آپ کے جمال جہاں آرا پر نظر ڈالیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کا نالہ وفغان سن کر فرمایا کہ میرے دوستوں کے لیے دروازہ کھول دو۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا۔ اشراف مہاجر اور

انصار آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر و سکون کی وصیت فرماتے ہوئے کہا "تم خلاصہ کائنات اور سربرآوردہ زمانہ ہو۔ اگرچہ تمہارا ظہور دنیا میں سب سے آخر میں ہوا لیکن جنت میں تم سب سے پہلے داخل ہو گے۔ اپنے دین پر ثابت قدم رہو اور قرآن کو اپنا راہنما بناؤ۔ شریعت کے احکام سے غافل نہ ہونا۔" اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللھم بجنت" اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں اور پسینے کے قطرات چہرۂ اقدس پر ظاہر ہونے لگے۔ میں نے صحابہ کو اشارہ کیا تو وہ باہر نکل گئے اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نصیحت کی درخواست کی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! تمہارے لیے ضروری ہے کہ اپنے گھروں میں رہو اور صبر اور پاکدامنی اختیار کرو چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وقرن فی بیوتکن۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان باتوں سے اس قدر روئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے اور ہر شخص کے سینہ میں آتشِ غم بھڑک اٹھی۔ حضرت ام سلمہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ گناہ سے پاک ہیں تو یہ گریہ کس وجہ سے ہے فرمایا بکیت رحمۃ لامتی یعنی میرا گریہ امت پر شفقت و رحمت کی وجہ سے ہے۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حشر کے روز میں آپ کو کہاں ملوں۔ آپ نے جواب دیا جنت میں لوائے حمد کے نیچے تو مجھے پائے گی میں اس وقت امت کے گناہ بخشوانے کے لیے استغفار میں مصروف ہوں گا۔ عرض کی اگر وہاں شرف ملاقات حاصل نہ ہو سکے تو، فرمایا حوض کوثر کے پاس، اس وقت میں امت کو پانی پلانے میں مصروف ہوں گا عرض کی یا ابا جان اگر میں وہاں نہ پاؤں تو، فرمایا پل صراط کے پاس مقام میزان میں کہ میں امت کے موازین کے ثقل کی دعا میں مصروف ہوں گا، عرض کی یارسول اللہ! اگر میں وہاں بھی حضوری کا شرف حاصل نہ کر سکوں تو حکم فرمایا کہ اس وقت میں دوزخ کے کنارے کھڑا ہوں گا تاکہ آتشِ دوزخ کے ضرر سے پُرسکون رکھوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں بند کر لیں۔

جبرائیل عیادت کرتے ہیں:۔ وفات سے تین روز پہلے جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا پروردگار آپ کو سلام پہنچاتا ہے۔ اور آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ اس دنیا میں اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہیں، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے امین خدا، خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ

میں خود کو کرب، حزن اور الم میں پاتا ہوں دوسرے روز بھی اسی طرح سوال وجواب ہوئے۔

ملک الموت درِ اقدس پر: تیسرے روز عزرائیل علیہ السلام ایک اور فرشتہ کے ساتھ جس کا نام اسماعیل تھا اور جو ستر ہزار فرشتوں اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ ملائکہ پر حاکم ہے کہ ان میں سے ہر ایک ستر ہزار یا ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے دروازے پر انتظار میں کھڑے ہوئے۔ جب جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت سے فارغ ہوئے تو عرض کی کہ یہ ملک الموت دروازہ پر کھڑا ہے اور آپ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے حالانکہ آپ سے پہلے کسی سے یہ اجازت حاصل نہیں کرتے تھے آپ کے بعد بھی کسی سے نہیں کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے جبرائیل اسے آنے کی اجازت دو۔ جب ملک الموت کو اجازت مل گئی تو اندر آیا اور سلام کیا پھر عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کے حکم سے سرتابی نہ کروں اگر آپ اجازت فرمائیں تو آپ کے روح مطہر کو قبض کروں اور عالم علوی میں لے جاؤں ورنہ واپس چلا جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ روح الامین علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ آپ کے دیدار کا مشتاق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کو اشارہ فرمایا کہ جس کام کا اسے حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرے۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وداع کرتے ہوئے کہا اے احمد علیک السلام اس کے بعد وحی پہنچانے اور حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی پہنچانے کے لیے زمین میں نہیں آؤں گا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مقصود و مطلوب تھے ۔

سفر برائے تو بودم حضر برائے تو جویم
سخن برائے تو گویم خمش برائے تو باشم

فصل سوم

وصال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

علمائے سیر و حدیث نے اس طرح تحریر کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز حق تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ

اے افغاس اشباح سے روحوں کو قبض کرنے والے اور روح و ریحان کو استرواح کی نسیم سونگھنے والے سبز آسمان سے خاکدان دنیا کی طرف اتر، اور حجرۂ رسالت مرقد آستانۂ جلالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جا کر اجازت طلب کر اگر اجازت فرمائیں تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر قبض کرنا اور اگر اجازت نہ دیں تو جلد لوٹ آنا۔ ملک الموت اپنے ہزار مددگار فرشتوں کے ساتھ جو ابلق گھوڑوں پر سوار اور موتی اور یاقوت سے آراستہ لباس پہنے مشقت گاہ دنیا کی طرف متوجہ ہوئے۔ قطع مسافت کے بعد عزرائیل ایک اعرابی کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ ہمایوں کے دروازہ پر آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا السلام علیکم اھل بیت النبوت ومعدن الرسالۃ ومختلف الملئکۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادخلہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہو جاؤں۔ اس وقت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ سے کہا ادخلی جفس الرجل فقالت اجرک اللہ ممشاک یا عبد اللہ۔ حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں مشغول ہیں اس وقت ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ دوسری مرتبہ اس نے اجازت طلب کی اور وہی جواب سنا۔ تیسری مرتبہ اس نے اپنی آواز اس طرح بلند کی کہ گھر میں ہر شخص کانپ اٹھا۔ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ بے ہوش ہو گئے تھے ہوش میں آ گئے، آپ نے چشم مبارک کھول کر پوچھا کہ کیا بات ہے، انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی دروازہ پر کھڑا اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ہر چند ہم معذرت کرتے ہیں قبول نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے فاطمہ! تمہیں علم ہے کہ کس کے ساتھ بات کرتی ہو حضرت فاطمہ نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔ پھر فرمایا وہ لذتوں کو توڑنے، جماعتوں کو متفرق کرنے، آدمیوں کو ختم کرنے، عورتوں کو بیوہ اور اولاد کو یتیم کرنے والا ملک الموت ہے۔ حضرت فاطمہ نے جب یہ بات سنی تو کہا یا مدینتا خربت المدینہ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینہ مبارک کے ساتھ لگایا اور کچھ دیر اپنی آنکھیں نہ کھولیں چنانچہ حاضرین نے خیال کیا کہ قفس قالب سے مرغ روح پرواز کر گیا ہے حضرت فاطمہ نے بھی اپنا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جا کر کہا یا اَبتاہ کوئی جواب نہ سنا پھر کہا اے مہربان باپ

میری جان آپ پر فدا ہو، میری طرف دیکھیے اور بات کیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا اے میری بیٹی! مت رو، کیونکہ تیرے رونے سے حاملین عرش روتے ہیں اور حضرت فاطمہ نے اس رباعی کے مضمون کو عرض کیا۔

چوں درد فراق در جہاں چیست بگو — عاجز ز فراق ناشنے کیست بگو
گویند مرا کہ در فراقش بگری — آں کیست کہ از فراق نگریست بگو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے بیٹی کے چہرہ سے آنسو صاف کرتے تھے اور اس کی تسکین اور دل کی تسلی کی کوشش کرتے تھے اس کے لیے حق تعالیٰ سے صبر کی دعا فرماتے اور فرماتے کہ بیٹی! جب میری روح قبض کرلیں تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہو، اے فاطمہ! جو مصیبت کسی کو پہنچتی ہے وہ اس کا بدلہ ہو جائے گا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ کے صبر کا بدلہ کیا ہو سکتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واکرباہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد تیرے باپ کو کوئی بیقراری اور غم نہیں ہوگا یعنی غم واندوہ اور محنت تعلقات جسمانی اور اس جہاں کی قیودات کے ذریعے ہیں اور بنی نوع انسانی کے ساتھ شرکت کی وجہ سے ہے جب مرغ روح، گلشن سرائے قدس کی سیر سے اس جسم کے پنجرے میں پیدا ہوئی ہے پھر اپنے آشیانے کی طرف عروج کرے گی اور ان حوادث کی قیود اور ہلاکت کی تنگنائیوں سے نجات پائے گی، پھر اس کو کیا غم اور راحت و شادمانی میں کیا کمی ہے۔

دلا دربستۂ ایں خاک دان درگندانی — ازیں خطیرہ بروں پر کہ مرغ عالم جانی
تو باز خلوت نازے مقیم پردۂ رازی — قرارگاہ چہ سازی دریں نشیمن فانی
تو مرغ عالم قدسی ندیم مجلس انسی — دریغ باشد اگر اندریں مقام بمانی
بحال خود نظری کن بروں شو و سفرے کن — ز حبس عالم صورت بمرغزار معانی
چہ خوش بود کہ بجوشش برآستانہ کوشش — برائے دیدن رویش شبی بروز رسانی
بیاد بزم وصالش در آرزوئے جمالش — فتادہ بیخبر و مست ازاں شراب کہ دانی

جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ خطاب ختم ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سامنے آئیں اور وصیت کی درخواست کی۔ فرمایا میں نے کل تجھے وصیت کی تھی آج بھی وہی بات ہے کہ فرمانے ہوئے کے مطابق عمل کرو اور شرط محافظت بجالاؤ۔ پھر فرمایا اے فاطمہ! اپنے بچوں کو لاؤ۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے۔ جب اپنے نانا جان کو اس حالت میں دیکھا تو رونے لگے اور نالہ و فریاد آسمان تک پہنچایا اور اس قدر روئے کہ اہل مجلس پر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت حسن نے اپنا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر رکھ دیا اور حضرت حسین نے اپنا سر آپ کے سینہ مبارک پر رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفقت و رحمت سے انہیں دیکھتے تھے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دے کر عزت و احترام محبت و الفت سے انہیں وصیت فرماتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو طلب کیا جب وہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے قریب بیٹھ گئے۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر سے سر اٹھایا تو حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کے نیچے آ گئے۔ اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اپنے بازوؤں پر رکھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! فلاں یہودی کا میرے ذمہ اتنا قرضہ ہے جو میں نے اس سے لشکر اسامہ کی تیاری کے لیے لیا تھا۔ مجھے اس ذمہ داری سے ضرور بری کر دینا۔ اے علی! حوض کوثر پر تو سب سے پہلے مجھے آکر ملے گا میرے بعد تجھے بہت سی تکالیف پہنچیں گی مگر تجھے دل تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ اور تحمل کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے صبر کرنا اور جب تو دیکھے کہ دنیا کی داری لوگوں کی پسندیدہ ہو جائے تجھے آخرت اختیار کرنی چاہیے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الصلوۃ وما ملکت ایمانکم اور ایک روایت یہ ہے کہ اللہ اللہ فیما ملکت ایمانکم البسوا ظہورھم واشبعوا بطونھم والینوا لھم القول۔ اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں چالیس غلام آزاد کیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیتیں کر دیں تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں تغیر رونما ہوا ہے جسے میں برداشت نہ کر سکا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھوں۔ لامحالہ حضرت عباس کے ساتھ مل کر حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو ہم نے لٹا دیا۔

ملک الموت کو اجازت مل گئی:- کہتے ہیں کہ اس کے بعد ملک الموت کو آنے کی اجازت مل گئی۔ عزرائیل علیہ السلام داخل ہوئے اور کہا السلام علیک ایہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ خدا تعالیٰ عزوجل آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور مجھے فرمایا گیا ہے کہ آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی روح قبض نہ کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری روح قبض کرنے میں اتنی جلدی نہ کرو۔ جبرائیل علیہ السلام کو آجانے دو، اے عزرائیل! جبرائیل علیہ السلام کو کہاں چھوڑ آیا ہے۔ اس نے کہا آسمان دنیا میں۔ اسی گفتگو میں ہی تھے کہ جبرائیل علیہ السلام داخل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھ گئے۔ حضرت نبوت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا اے میرے رفیق! مجھے آپ نے ایسے وقت میں تنہا کیوں چھوڑ دیا۔ اس باب میں چند روایات نظر سے گزری ہیں۔ ایک یہ کہ روح الامین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خوشخبری ہو کہ میں آپ کے لیے ایسی چیز لایا ہوں جو آپ کی مرغوب و مطلوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرائیل! کیا بشارت لائے ہو۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج آتش دوزخ کو بجھا دیا گیا ہے اور جنت کے باغات کو آراستہ کیا گیا ہے۔ حورعین نے خود کو آراستہ کیا ہے۔ اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہیں اور آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں چشم براہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سب چیزیں خوش کن ہیں لیکن مجھے ایسی چیز کی خبر دو جس سے میری جان خوش ہو۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا تمام انبیاء برادران کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت بہشت میں داخل نہ ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بشارت کو اور زیادہ کر۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالیٰ نے چند چیزیں آپ کو عنایت فرمائی ہیں کہ دوسرے انبیاء میں سے کسی کو بھی وہ نہیں دیں۔ حوض کوثر، مقام محمود اور شفاعت امت۔ کل قیامت کو آپ کی امت میں سے اس قدر بخشنے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میرا دل خوش ہوا اور آنکھیں روشن۔ پھر ملک الموت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ملک الموت جس چیز کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اب اس کی تعمیل کرو۔

جب جبرائیل علیہ السلام آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک میں داخل ہوئے فرمایا اے جبرائیل! ھذا رحیل من الدنیا۔ اے جبرائیل! میری عمر کے صحیفہ کو لپیٹتے ہیں اور موت کا گوشوارہ ہماری بندگی کے کان میں ڈالتے ہیں۔ قیامت کا سفر درپیش ہے۔ بشرنی ما فی عند اللہ۔ اب ہمیں بادشاہ کی مہربانی اس کی بشارتوں اور غیر مختتم ذخیروں سے نشانی دے اور اس نشانی کے ذریعے مجھے بشارت دے تاکہ میں خوشدلی کے ساتھ غیبی امانت کو سپرد کردوں جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے دروازوں کو کھول دیا گیا ہے اور مقربین صف بصف کھڑے ہیں۔ روح وریحان اور تحائف آپ کی روح پاک پر نثار کرنے کے لیے انتظار میں کھڑے ہیں۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جہہ رب الحمد۔ اے جبرائیل! دوسری بشارت سنایئے، کہا دوزخ کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی روح پاک کے لیے فردوس اعلیٰ اور جنت ماوی آراستہ کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مجھے دوسری خوشخبری سنایئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا وہ شخص جس کی سفارش سب سے پہلے قبول کریں گے اور اس کی مراد پوری کریں گے وہ آپ ہوں گے۔ فرمایا حمد و ثنا خدا تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ پھر فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام میں اور خوشخبری چاہتا ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ! اور بشارت یہ ہے کہ ان اللہ مشتاق الی لقائک۔ بلاشبہ رحمت الٰہی آپ کی ملاقات کے لیے مشتاق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمدِ الٰہی جل وعلا ادا فرمائی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بشرنی ما فی عند اللہ۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ کیا ہوگا جو آپ چاہتے ہیں۔ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسالک بغمی وھمی من یقرء القرآن من بعدی من یصوم شھر رمضان من بعدی من حج البیت الحرام من الامتی المصطفاہ من بعدی۔ میرا تمام غم امت کے لیے ہے کہ مشت ضعیف بے بضاعت کہ زندگی گناہ میں گذاری ہوگی اور روز حیات کی دوش وحجبت کو شام ممات تک پہنچایا ہوگا مجھے ان کا حال بتایئے کہ ان کا کیا بنے گا۔ اور کل قیامت کو ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔ جبرائیل

نے کہا البشر یا حبیب اللہ فان اللہ تعالیٰ یقول قد حرم الجنۃ علی جمیع الانبیاء والامم حتی تدخلھا انت و امتک ۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائیں۔ پہلے آپ داخل ہوں گے اور آپ کی امت اس کے بعد باقی انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں داخل ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الآن طاب قلبی ۔ اب میرا دل خوش ہوا اور مجھے چین نصیب ہوا ہے، اے ملک الموت! آپ اپنا کام کیجئے۔

امت کی بخشش کی بشارت :- جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے متعلق سوال کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے جناب قدس جل ذکرہ کی طرف رجوع کر کے عرض کی خداوندا! یہ تمام خوشخبریاں میں نے تیرے حبیب کے سمع ہمایوں تک پہنچا دیں ابھی تک ان کے خاطر مبارک کو پوری خوشی حاصل نہیں ہوئی حکم پہنچا کہ اے جبرائیل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچاؤ۔ اور کہو کہ آپ کا پروردگار کہتا ہے کہ آپ کی امت کا ہر بندہ جس نے اپنے آئینہ روزگار کو معاصی و ضلالت کے غبار سے مکدر کیا ہو گا اگر وہ موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے گا اور ان معاصی سے پشیمان ہو گا میں اسے بخشش دوں گا۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور پیغام پہنچایا۔ خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل! موت سے ایک سال پہلے کا عرصہ بہت زیادہ ہے جب موت ایک ایسا امر ہے جو معلوم نہیں ہے اور نفس و شیطان ڈاکو ہیں شاید موت سے سال پہلے توبہ نہ کر سکے۔ اس سے بہتر بشارت پہنچا۔ جبرائیل علیہ السلام جا کر لوٹے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہر وہ شخص جو موت سے ایک ماہ پہلے توبہ کرے گا اگرچہ اس نے اپنی عمر کو گناہ و غفلت میں گزارا ہو گا غفرت لہ ولا ابالی۔ میں اسے بخشش دوں گا اور پرواہ نہیں رکھتا ہے فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام ان شھر کثیر۔ مہینہ بھی زیادہ ہے۔ جبرائیل علیہ السلام گئے اور واپس آئے کہا کہ حق تعالیٰ سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے آپ کی امت سے جس شخص نے تمام زندگی نافرمانی میں گزاری ہو گی جب موت سے ایک ہفتہ پہلے میری طرف رجوع کرے گا میں اس کے گذشتہ تمام گناہوں کو بخش دوں گا

اور مجھے کوئی خوف نہیں۔ فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام الجمعہ کثیر۔ ہفتہ بھی بہت ہے۔ پھر گیا اور پیغام لایا کہ جو شخص موت سے ایک روز پہلے میری طرف رجوع کرے گا میں اس کے تمام گناہ بخش دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل! ایک روز بھی بہت ہے، پھر گیا اور واپس آکر پیغام لایا کہ جو شخص موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کرے گا اور ہماری طرف رجوع کرے گا اس کے زندگی بھر کے گناہ بخش دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت بھی بہت ہے شاید میری امت کو میسر نہ ہو۔ جبرائیل علیہ السلام گئے اور واپس آکر پیغام دیا کہ الرب یقرئک السلام ویقول ان کانت السنۃ والشھر والجمعۃ کثیر والیوم کثیرا والساعۃ کثیرا فمن عصانی فی جمیع عمرہ وبلغ روحہ حلقہ ولو یمکن ان یجری علی لسانہ التوبۃ فدمعت عیناہ وندم نخلہ غفرت لہ ولا اباحی وان لم یندم اقسمتک لہ شفیعا یوم القیمۃ۔ یعنی جس شخص نے اپنی بساط عمر معاصی کے ہاتھوں طے کی ہوگی جب اس کی جان کا معاملہ اس کے حنجرہ حلق تک پہنچے اور توبہ کی طاقت نہ رہی ہوگی حسرت کے آنسو آنکھوں سے بہاتا ہے اور اپنے کرتوت سے پشیمان ہوتا ہے میں اسے بخش دوں گا اور مجھے خوف نہیں، اور اگر پشیمان بھی نہ ہو تو قیامت کے روز آپ کو اس کا شفیع بناؤں گا اور اسے تیرے سپرد کر دوں گا۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو آپ خوش ہو گئے۔

تاج المذکرین میں ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ حق تعالیٰ سے میں اپنی تین ضرورتیں پوری کرنے کی نیازمندی رکھتا ہوں۔ اول یہ کہ مجھے تمام گنہگاروں کا قیامت کے روز شفیع بنائے۔ دوم یہ کہ میری امت کو گناہ کی شامت سے دنیا میں تباہ نہ کرے بلکہ اگر عذاب مقرر ہو تو قیامت پر چھوڑ دے۔ سوم یہ کہ ہر ہفتہ میں دو روز دوشنبہ اور پنجشنبہ کو میری امت کے اعمال میرے سامنے پیش کریں کیونکہ میں اپنی امت کی مفارقت کو برداشت نہیں کر سکتا بعض نے ہفتہ میں دو مرتبہ احوال و اعمال کے پیش کرنے میں یہ حکمت بیان کی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے کے اعمال میرے سامنے پیش کریں گے اگر اچھے ہوں گے

؟ خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر گزاری کر کے ان اعمال کو نامہ اعمال میں اس طرح مثبت کروں گا کہ کسی گناہ سے محو نہیں ہوں گے اور اگر برا ہو گا اسے استغفار سے محو کروں گا اور بندے کے نامہ میں اسے لکھنے نہیں دوں گا۔ جبرائیل علیہ السلام گئے اور واپس آ گئے۔ حق تعالیٰ نے تینوں حاجتوں کو اپنے کمال کرم سے قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الآن طاب قلبی، اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آپ کی امت کے متعلق دوستی آپ کے دل میں کس نے رکھی ہے؟ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی اے میرے پروردگار! تو نے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ انا ارحم الیھم الف مرۃ سلمھم الی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تین ہزار مرتبہ ان پر زیادہ رحیم ہوں انہیں میرے سپرد کر دے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ خلیفتی علی امتی۔ یعنی خدا تعالیٰ میری امت پر میرا خلیفہ ہے اس کے بعد آپ مطمئن ہو گئے انہوں نے فارغ البال ہو کر حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور ملک الموت سے کہا آگے آؤ اور جس کام پر مامور ہوئے ہو انجام دو پس ملک الموت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کو قبض کرنے میں مشغول ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سکرات موت نے اس طرح غلبہ کیا کہ رنگ مبارک کبھی سرخ اور کبھی زرد ہوتا تھا کبھی دایاں ہاتھ اور کبھی بایاں ہاتھ کھینچتے تھے اور رخسار انور پر پسینہ آیا ہوا تھا۔ پانی کا پیالہ سامنے رکھا ہوا تھا دست مبارک اس میں ڈالتے اور اپنے چہرہ مبارک کو اس سے مسح کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اللھم اعنی سکرات الموت۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کسی ایسے شخص پر رشک نہیں کیا جس نے آسانی کے ساتھ جان دی اگر یہ طریق اچھا ہوتا تو حق تعالیٰ اسے اپنے حبیب کے لیے اختیار فرماتا اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا اے ملک الموت! میرے امتیوں کی جان اس شدت سے ہی قبض کرے گا؟ عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم کسی شخص کی جان کو اس قدر آسانی کے ساتھ قبض نہیں کی جیسا کہ آپ کی جان نازنین کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت! میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ میری امت کی شدت موت اور جان دینے کی تلخی میری جان پر رکھ دے اور ان کی روح آسانی سے قبض کرنا۔

سے صد ہزار جاں چو ما وقف جان تو　　ہر دم ہزار تحفہ زما بر رواں تو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حالت نزاع میں میری گود میں تھا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں اراک درخت کی سبز مسواک تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس طرح دیکھا کہ میں سمجھی آپ مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسواک چاہتے ہیں؟ سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لی اور اپنے دانتوں سے اسے نرم کر کے آپ کو دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے لیا اور جلدی سے مسواک کی اس طرح کہ آپ میرے سینہ پر تھے اور نظر مکان کی چھت پر ڈالتے تھے۔ اور اپنے دست مبارک اٹھا کر کہتے تھے۔ الرفیق الاعلیٰ۔ اسی اثنا میں دست مبارک نیچے گر پڑے اور آپ کی روح اقدس دار بقا کو رحلت کر گئی۔ اور ہمایوں بال ہما اقبال کی بلند چوٹی اور وصال کی مضبوط رسی کو پکڑ کر رب ذو الجلال سے واصل ہو گیا۔

چگونہ بر نپرد جاں بداں جناب جلال　　ندائے لطف چو شکر بجاں رسد کہ تعال
در آب چوں نجہد ماہی از سر خشکی　　چو بانگ موج بگوشش رسد ز آب زلال
چرا چو صید نپرد بسوی سلطان باز　　چو بشنود خبر ارجعی ز طبل و دوال
برو برو تو کہ ما نیز میردم ای جاں　　ازیں جہان جدائی بداں جہان وصال
بپر بپر طلبا ای مرغ سوی مسکن خویش　　ازیں قفس چو امیدی تو باز کن پر و بال

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی روح مبارک بدن سے جدا ہوئی ایسی عمدہ خوشبو آئی کہ کبھی بھی میں نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔

میدہد بوی ندانم تا کدامی بوستاں　　بوئے عشق است اینکہ می آید نسیمے دوستاں
جاں چو بویش بشنود بر خود بدرد پیراہن ایں　　روح پاکست ایں کہ گنجد درون پوست ایں
ایں چہ نور است اینکہ جاں چوں ذرہ سرگرداں او ست　　آفتاب ایں نور کی از جمال اوست ایں

کہتے ہیں کہ جب آپ کی روح مبارک قالب شریف سے جدا ہوئی تمام مستورات فریاد و فغاں

کرنے لگیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نالہ، آہ و فریاد اور دل سوزاں اور سینہ فروزاں سے بلند کرتے ہوئے کہتی تھیں واابتاہ آپ نے خدا کی دعوت کو قبول کر لیا واابتاہ جنت الفردوس میں نزول فرمایا واابتاہ آپ کی وفات کی خبر جبرائیل علیہ السلام سے کون کون کہے گا۔ واابتاہ آپ کے بعد وحی کس پر اترے گی اور جبرائیل علیہ السلام کس کی طرف آئیں گے۔ خداوندا! فاطمہ کی روح کو اس کی روح کے پاس پہنچا دے، خداوندا مجھے اپنے رسول کے دیدار سے بہرہ ور کر۔ بارخدایا مجھے اپنے حبیب کے ثواب سے محروم نہ کر اور قیامت کے روز آپ کی شفاعت سے محروم نہ کر۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فریاد کی افسوس کہ وہ پیغمبر جس نے فقر کو غنا اور درویشی کو تونگری پر اختیار کیا اور افسوس وہ دین پرور کہ گنہگار امت کے غم میں ایک رات بھی آرام و راحت اور خواب کے بستر پر نہیں سویا، اور ہمیشہ ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے صبر اور مجاہدہ نفس کیا اور آرام نہ فرمایا اور آرام کی طرف نظر نہ ڈالی۔ کفار کی ایذا رسانی اور اشرار کی گمراہی سے آپ کے دل اطہر پر ملال کا غبار نہ بیٹھا اور ارباب فقر و احتیاج پر فضل و امتنان کے دروازے بند نہیں کیے موتیوں کے سے دندان مبارک سنگیں دل دشمنوں کے سنگ ستم سے شکستہ ہوئے مگر پیشانی پر بل نہ پڑا اور مسلسل دو روز تک شکم سیر نہ ہوئے۔

وہ اصحاب جو مسجد میں معتکف تھے صبح کے وقت انہوں نے اہل بیت کے گریہ کو سنا جس کے ذات بابرکات حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی فوتیدگی ظاہر ہوتی تھی۔ سراسیمہ اور متحیر ہوئے۔ چنانچہ ان کی زبانیں بند ہو گئیں اور بعض کی عقل جاتی رہی۔ اور ادراک و احساس سے عاری ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عقل اس واقعہ سے مختل ہو گئی وہ فریاد کرتے تھے اور قسم کھاتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ انہیں موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوشی طاری ہوئی ہے۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا میں رہیں گے جب تک منافقین اور جھوٹوں کے ہاتھ اور زبان کاٹ نہیں دیتے۔ اور کہتے ہیں کہ منافقین کہتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہوتے تو انہیں فوت نہیں ہونا چاہیے تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر نے اس بات کو سنا۔ میان سے تلوار کھینچ لی اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہا جو شخص

سے گا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے میں اس تلوار سے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ لوگوں کے دل میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے آپ کی وفات میں شبہ پیدا ہو گیا یہاں تک کہ اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں میں ڈالا تو مہر نبوت کو نہ پایا اس نے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے کیونکہ مہر نبوت آپ کی وفات سے مرتفع ہوئی ہے اور اس بات سے بعض وہ لوگ جنہیں وفات میں شک تھا کو یقین ہو گیا۔

اس وقت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے محل میں تھے جب انہیں اس واقعہ کی خبر ملی جلدی سے حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ کی طرف گئے اور راستہ میں فریاد کرتے ہوئے کہتے تھے۔ وامحمداہ وانقطع ظہراہ اور روتے تھے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے لوگوں کو پریشان حال دیکھا کسی کی طرف التفات کیے بغیر حضرت عائشہ کے گھر گئے اور چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی پیشانی پر بوسہ دے کر کہا واصفیاہ پھر فریاد بلند کی اور روئے اور دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دے کر کہا واصفیاہ۔ پھر فریاد بلند کی اور روئے اور پھر پیشانی مبارک کو بوسہ دے کر کہا واخلیلاہ اس کے بعد آپ کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ طبیت حیا و میتا۔ زندگی میں بھی اور فوتیدگی کے وقت بھی پاکیزہ۔ اور آپ اس سے بہت بزرگ ہیں کہ آپ کے لیے روئیں۔ اگر اختیار کی باگ ڈور ہمارے اختیار میں ہوتی تو اپنی جانوں کو آپ پر قربان کر دیتے اور اگر آپ نے رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو آپ پر اس قدر روتے کہ ہماری آنکھوں سے پانی کے چشمے بہہ نکلتے۔ بارخدایا! آپ کو ہماری طرف سے سلام پہنچا۔ واذکرنا یا محمد عند ربک ہمیں اپنے پروردگار کے پاس یاد کر پھر حجرہ مقدس سے نکل آئے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور حضرت صدیق نے حضرت فاروق کو چند مرتبہ کہا کہ بیٹھ جائیے۔ فاروق اعظم نے تسلیم نہ کیا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق نے کہا ایہا الوجل یقیناً حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔

کیا تو نے نہیں سنا کہ خدا تعالیٰ ان کو فرماتا ہے انک میت وانھم لمیتون، اور وہ یہ بھی کہتا ہے وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون۔ پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہوئے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لوگوں کو چھوڑ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے خطبہ جو حق تعالیٰ کی مدح و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پر مشتمل تھا پڑھا پھر کہا۔ من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ یعنی جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بلاشبہ فوت ہو گئے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی پرستش کرتا ہے تو بلاشبہ خدا تعالیٰ زندہ ہے جو ہرگز نہیں مرے گا اس کے بعد یہ آیت کریمہ۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ آخر آیت تک پڑھی کہ انک میت وانھم لمیتون۔ امیر المومنین حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم! میں نے یہ آیت نہیں سنی تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنی، میں کانپنے لگا، میں گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہمارے سامنے پردہ پڑا ہوا تھا۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے اٹھ گیا اس کے بعد مدینہ کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کو تسلیم کر لیا اور زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے تعزیت کی اور تسلی دیتے ہوئے کہا تم غسل اور تجہیز و تکفین جو تمہارے متعلق ہے کرو اور خود اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے تاکہ معاملہ خلافت کو طے کریں اور کیفیت امر خلافت اور اس کا استقرار اپنی جگہ پر انشاء اللہ بیان ہو گا۔

وصال نبوی کے بعد اہل بیت کے مردوں نے حجرہ ہمایوں پر آ کر عورتوں اور مردوں کے درمیان پردہ لٹکا دیا اس وقت انہوں نے ایک آواز سنی جس کا قائل نظر نہیں آتا تھا کہتا تھا۔ السلام علیک اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیمۃ۔ جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ مصائب کا ثواب اور تکالیف کا عوض خدا تعالیٰ کے ہاں ہے۔ خدا کی مہربانی اور فضل پر یقین رکھو۔ جزع نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی طرف

رجوع کرو کیونکہ درحقیقت مصیبت رسیدہ وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے۔ جب یہ بات سنائی دی حضرت علی نے پوچھا جانتے ہو یہ کہنے والا کون ہے جواب دیا نہیں اس نے کہا حضرت خضر تھے جنہوں نے تمہاری تعریف کی۔

چوتھی فصل

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین

جب غسل اور تجہیز و تکفین کا معاملہ اہل بیت کے ساتھ طے پا گیا حضرت عباس نے فرمایا کہ حجرے کے دروازہ کو عام لوگوں سے خالی کر دیں۔ جب انہوں نے غسل دینے کا ارادہ کیا کسی شخص نے حجرے کے باہر سے آواز دی کہ آپ کو غسل نہ دو کیونکہ آپ طاہر اور مطہر ہیں۔ غسل کے محتاج نہیں ہر چند انہوں نے تلاش کیا مگر قائل دکھائی نہ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے سنا کہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دو۔ کیونکہ پہلا کہنے والا ابلیس تھا اور میں خضر ہوں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ حضرت عباس، حضرت فضل اور حضرت قثم عباس رضی اللہ عنہم کے بیٹے اور حضرت اسامہ بن زید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ صالح جو شقران سے ملقب تھا ان کے علاوہ مردوں میں سے کوئی شخص نہیں تھا۔ ایک یمانی پردہ لٹکا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر اس پردہ میں لے گئے ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے اموات کی طرح لباس اتار کر غسل دیں یا لباس کے اندر ہی نہلائیں۔ اسی قیل و قال میں خدا تعالیٰ نے ان پر اونگھ کا غلبہ کر دیا چنانچہ انہوں نے اپنی ٹھوڑیاں سینوں پر رکھیں اس وقت ہاتف نے گھر کے ایک گوشہ سے آواز دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ نہ کرو آپ کو ان کے لباس میں ہی غسل دو۔ جب اہل بیت نے یہ آواز سنی آپ کے غسل کی کیفیت کو معلوم کر لیا۔ لباس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی جگہ لائے واقدی لکھتا ہے کہ جب حضرت عباس نے فرمایا کہ حجرہ کا دروازہ لوگوں پر بند کر دو تو انصار نے حجرہ ہمایوں کے باہر سے آواز دی کہ اے اہل بیت! ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور ہمارا حق قرابت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب پر ظاہر ہے اور ہماری حسن عقیدت اور صفائی قلب

شریعت غرا میں تمام لوگوں کو معلوم و مقرر ہے۔ ہم آپ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص آپ کے پاس ہو تاکہ ہمیں شرف حاصل ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے محروم اور بے نصیب نہ رہیں۔ انصار میں سے اوس بن خولی نے آواز دی کہ اے علی! آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اندر آؤں۔ القصہ اوس کو اجازت مل گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل میں حاضر ہوئے لیکن غسل کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں دیا۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چٹائی پر انہوں نے اس طرح لٹایا کہ آپ کا سر مبارک مشرق کی طرف تھا پائے مبارک مغرب کی طرف تھے۔ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔ اپنے سینہ مبارک کے ساتھ ملا لیا اور ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر پیراہن مبارک کے اندر لائے اور فضل بدن سے پیراہن کو جدا رکھتا تھا حضرت علی آسانی سے جسد اطہر کو دھوتے تھے اور حضرت اسامہ بن زید اور شقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت عباس اور قثم ذات مقدس کو ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف پھیرتے تھے اس معاملہ میں بھی غیب سے امداد پہنچی تھی چنانچہ تھوڑی سی تحریک سے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ ہو جاتے۔ اور ایک روایت ہے کہ غیب سے آواز سنتے تھے کہ کہنے والا کہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاطفت کے ساتھ معاملہ کرو ہم تمہیں غیب سے امداد دیتے ہیں جب حضرت علی آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر کوئی میل جیسا کہ باقی اموات کے ساتھ ہوتی ہے نہیں دیکھتے تھے کہتے تھے فداک امی وابی اطیبک حیا و میتا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا ہے جو آپ کو حیات و ممات میں پاک و معطر رکھتی ہے۔ روایت ہے کہ پہلے آپ کو خالص پانی سے غسل دیا دوسری مرتبہ بیری کے پتوں کے پانی سے اور تیسری دفعہ کافور کے پانی سے۔ کہتے ہیں کہ غسل کے پانی کے چند قطرے گوشہ چشم اور ناف کے گڑھے میں جمع ہو گئے تھے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسب الارشاد اسے پی لیا جو ان کے علم و فضل کی زیادتی کا سبب ہوا اور اس وسیلہ سے علوم لدنیہ کے چشمے آپ کے سینۂ بے کینہ میں جاری ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے فارغ ہوئے تو اس پیراہن اور قمیض کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر تھی اسے نچوڑ دیا پھر آپ کے جسد مبارک پر حنوط لگایا اور کافور اور گھسی ہوئی کستوری مفاصل پر لگائی اور

تین سفید سوتی کپڑوں میں اور ایک روایت کے مطابق دو سوتی کپڑے اور نجرانی چادر کفن دیا۔ اور عود کے ساتھ خوشبو لگائی۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی جگہ سے اٹھا کر تخت پر لٹا دیا اور اوپر سے ڈھانپ دیا اور اس وصیت کے مطابق جو فرمائی تھی مکان میں تنہا چھوڑ دیا اور باہر چلے گئے یہاں تک کہ فرشتوں نے فوج در فوج حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی پھر مسلمان گروہ در گروہ آئے اور ہر شخص نے بغیر اس بات کے کہ کوئی امامت کرائے نماز ادا کی۔ کہتے ہیں کہ پہلے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس اور پھر بنو ہاشم اس دولت سے سرفراز ہوئے۔ پھر مرد صحابہ گروہ در گروہ حجرہ میں جاتے تھے اور ایک ایک سید المرسلین کی نماز جنازہ (زیارت و درود) کا شرف حاصل کرتا۔ اس کے بعد عورتوں اور بچوں نے جدا جدا اسی طرح نماز ادا کی تاکہ ہر شخص کو کامل ثواب حاصل ہو اور یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر مبنی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں کوئی شخص امامت نہ کرے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے دنوں میں بھی اور وصال کے اوقات میں بھی تمہارے امام ہیں۔ اور بعض فقہائے اسلام نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی تھا کہ آپ پر جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی جائے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں تاخیر ہوئی۔ چنانچہ دو شنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی اور آخر چہار شنبہ کو مدفون ہوئے۔ کہتے ہیں کہ صحابہ میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کریں۔ ایک گروہ نے کہا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مدفن شریف آپ کا گھر ہو۔ ایک جماعت نے مسجد اور بعض قبرستان بقیع میں دفن کرنے کے لیے کہتے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا کہ ہر پیغمبر اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں اس کی روح قبض ہوتی ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک روئے زمین میں اس جگہ سے زیادہ گرامی جگہ نہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہر کو قبض کیا ہے بہر صورت اکابر مہاجرین و انصار کی رائے اس بات پر طے پائی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو اسی جگہ دفن کریں جہاں سے روح مطہر نے اعلیٰ علیین کو پرواز کی۔

حضور کی قبر مبارک :- مدینہ میں قبر کھودنے کے دو طریقے رائج تھے۔ ایک ابوعبیدہ جراح بطور شق مہاجرین کے لیے کھودتے تھے اسے گور سامی کہتے اور دوسرا ابوطلحہ انصاری انصار کے لیے کھودتے وہ لحد بناتے تھے۔ حضرت عباس نے دونوں کو بلانے کیلئے آدمی بھیجا اور کہا کہ جو شخص پہلے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اسی طریق پر قبر کھودیں جو اس کا طریق ہے وہ شخص جو ابوعبیدہ کے لیے گیا تھا وہ اسے نہ ملے اور ابوطلحہ کا طلبگار اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ اس نے اپنے دستور کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد کھودی۔ حضرت علی، عقیل، فضل، قثم، شقران، اسامہ اور اوس انصاری قبر میں اترے۔ اور شقران نے وہ چادر جو فتح خیبر میں آپ کو ملی تھی اور کبھی خود پہنتے اور کبھی کندھے پر رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے نیچے ڈالی اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے تھی۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق تھی اور ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد پر اینٹیں چن دینے کے بعد جب ایک اینٹ کے برابر سوراخ تھا۔ اس میں سے اس قطیفہ کو باہر کھینچ لیا اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹوں کی تعداد جو لحد پر چنی گئیں نو تھی۔ اور جو شخص سب سے آخر میں قبر سے نکلا وہ قثم بن عباس تھے اور بعض اہل تذکرہ کی کتابوں میں قثم سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے کہا وہ شخص جس نے قبر میں سب سے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کو دیکھا میں تھا۔ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ اپنے لب مبارک کو ہلاتے تھے میں نے کان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے نزدیک کیا فرماتے تھے امتی امتی۔

چو شد مرد کش لحد اندر کرامت　　زبانش امتی گویا قیامت

پھر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مٹی ڈالی اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی شکل سطح اور ایک روایت کے مطابق کوہان دار بنائی۔ اور ایک بالشت زمین سے بلند کر کے اس پہ پانی چھڑکا اور تمام صحابہ نے قبر سے واپس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا کر تعزیت کی۔ اور جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے دفن کر دیا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں، فرمایا تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ اس نبی الرحمۃ پر مٹی ڈالو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک: ہم بھی اس صورت حال سے ملول و محزون ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم جھکانے کے سوا چارہ کار نہیں. نقل ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خواب میں دیکھا تھا کہ چاند اس کے گھر میں اترا ہے۔ اس نے اس واقعہ کو حضرت ابوبکر صدیق سے بیان کیا فرمایا انشاء اللہ بہتری ہوگی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں دفن ہوئے میرے باپ نے مجھے کہا۔ هذا اقمارک و هو اخیرها۔ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے گھر مدفون ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غمزدہ ہوکر دن رات روتیں، شمع کی مانند دل سوزاں اور چشم گریاں کے ساتھ زندگی گذارتی تھیں. حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بھی حسن و حسین کو دیکھتی تھیں اپنی اور بچوں کی یتیمی پر نالہ و آہ کرتی تھیں اور دل سے آگ اگلتی تھیں اور آنکھوں سے خون دل بہاتی تھیں۔ تمام احباب اور ازواج اس کی موافقت میں روتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں یہ اشعار پڑھتے تھے۔

اے خواجہ از شکستہ دلاں تا چہ دیدۂ   کز ما رسیدہ جانی و گر جا رمیدۂ
نشا ختم قدر تو کی سایۂ خدا   زاں روئے سایہ از سر ما وا کشیدۂ
ایں تنگنائی فرش چو در خورد تو بنود   مسکن فراز عرش معلا گزیدۂ
تو مرغ آستانۂ قدسی غریب نیست   چوں باز ازیں قفس سوئے گلشن پریدۂ
در کام جان تشنہ لباں جرعۂ بریز   زاں خمر بے خمار کہ از حق چشیدہ

کہتے ہیں کہ جب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت کی تو روشن سیاہ رات کی طرح ہو گیا چنانچہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں دیکھتے تھے انس بن مالک سے منقول ہے کہ فرمایا کہ کوئی روز اس سے زیادہ بہتر اور نورانی نہیں تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نزول فرمایا اور کوئی روز اس روز سے زیادہ سیاہ و تاریک نہیں تھا جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ ابھی ہم دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے دلوں میں تغیر پیدا ہو گیا۔

پیماں زماں کہ جہاں نورِ چشم خود گم کرد ہزار فتنہ زیرِ گوشہ رو برِ دم کرد

اور عبداللہ زید انصاری رضی اللہ عنہ سے جو مستجاب الدعوات اور واقعہ اذان والے ہیں سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ جب جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں مستور ہو گیا میں نے دل میں کہا خداوندا چشمِ جہاں بیں تو میں نے تیرے حبیب کی زیارت کے لیے طلب کیا تھا اب جبکہ ان کا دیدار پردہ میں چھپ گیا ہے روشن آنکھ کو میں کیا کروں گا الٰہی میری آنکھوں کی روشنی واپس لے لے فی الحال اس صاحبِ دولت کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔

آں تن کہ بگوئے اوز شد خاک آں تن بداں گور بہتر!

چشمی کہ جمال تو نبیند میداں بیقین کہ کور بہتر

اصحابِ عزت اور احبابِ نجب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی صفات کی مفارقت پر ہر ایک نے ایسے مرثیے جو خونِ جگر اور آنسوؤں سے ملکِ نظم میں پروئے ہیں اور مبسوط کتب میں وہ مذکور ہیں اس مختصر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو قطعہ پر اکتفا کیا ہے جو انہوں نے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کے وقت کہے ایک وہ ہے کہ جب زیارت کے لیے آئیں تو خاک کی مٹھی اٹھائی اسے سونگھا اور آنکھوں پر رکھ کر رونے لگیں۔

ماذا علی من شم تربت احمد ان لا یشم مدی الزمان غنوالیا

صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا

ایک اور مرثیہ بھی اپنے پدر بزرگوار کی زیارت کے وقت کہا:۔

اذا اشتدت شوقی زرت قبرک باکیا انوح واشکوا ما اراک مجاولی

ایا ساکن الغبرا علمتنی البکاء وذکرک انسانی جمیع المصائب

فان کنت عنی فی التراب مغیبا فما کنت فی قلب الحزین بغائب

ای زہجرانت زمین و آسماں بگریستہ جسم وجاں خوں گشتہ و روح رواں بگریستہ

کن فکاں چوں قالب اند و تو چو جانی لاجرم در جدائی تو مکان و لامکاں بگریستہ

نی ہمیں ما خاکیاں بر تو ماتم می کنیم بلکہ رضوان نیز در باغ جناں بگریستہ

نی ہمیں صدیق و فاروق است عثمان و علی — کز برائے صدر و بدر و کن مکاں بگریستہ
بلکہ ذرات جہاں از عرش و فرش و بحر و بر — اندریں ماتم باشک خون فشاں بگریستہ
خون بگری اے دیدہ بہر سروری کو تا عرش — جبرائیل اندر فلک با قدسیاں بگریستہ

آدم و نوح و خلیل و موسیٰ و عیسےٰ بہم — در عزائی ایں رسول انس و جاں بگریستہ
اہلبیت آدم کہ گریاں انداز بہر رسول — سنگ خارا بر دل پر درد شاں بگریستہ
جائے آں دارد کہ بگشاید نسوید جوئی خوں — اندریں ماتم کہ ذرات جہاں بگریستہ

خاکدان زمین کی عظمت :- کتب اہل تذکیر میں بیان ہوا ہے کہ جب روح پرفتوح حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ علیین میں بلایا آپ کے جسد اطہر کے لیے یواقیت جنت سے ایک تابوت بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا اور آپ کو اختیار دیا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا مدفن مبارک اور مرقد متبرک بوستان سرائے جنت میں ترتیب دیں اور اگر آپ کا دل چاہے تو ساتویں آسمان پر آپ کی آرام گاہ متعین کریں اور اگر آپ پسند کریں تو اس گنج گرانمایہ کو کنج زاویہ خاک میں مدفون کریں۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمیشہ امت کے متعلق شفقت کی رعایت فرماتے تھے نے جواب دیا اے جبرائیل علیہ السلام حق سبحانہٗ نے فرمایا ہے وما کان اللہ لیعذبکم وانت فیھم۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں اپنی امت سے باہر جاؤں۔ اے جبرائیل علیہ السلام اس کنج زاویہ خاک کو ان غمگین مہجوروں کے دل کی خاطر میں نے اختیار کیا ہے۔ تا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں اور وہ بھی میرے فراق میں مبتلا نہ ہوں جب تک میں ان میں رہوں گا وہ دنیا و آخرت کے عذاب سے محفوظ ہوں گے۔

اے تن تو پاک تر از روح پاک — روح تو پرورش روحی فداک
راہ روان سحری را تو ماہ — لشکریاں عجمی را تو شاہ
خاک تو خود روضۂ جان من است — روضۂ تو جان و جہان من است
عالم تر دامن خشک از تو یافت — نافۂ زمین نافۂ مشک از تو یافت

خاک تو از بادِ سلمانِ بہشت　　روضۂ چگویم کہ ز رضوانِ بہشت
بر سرِ آں روضۂ چوں جانِ پاک　　خیزم و چوں بادِ نشینم سنجاک

اے میرے عزیز تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایام حیات اور ہنگام ممات میں اپنی امت کے لیے انتفاع اور ارتفاع کا سبب ہیں جیسا کہ زندگی میں قدوۂ عالم اور اسوۂ بنی آدم تھے، ہنگام ممات بھی امت کے لیے مقتدا ہیں اور اس معنی کی تحقیق اس طرح ہے کہ خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایام حیات میں ثقہ راویوں کے ذریعے سے ثقہ روایات سے ثابت ہوا ہے۔ مکمل طور پر اس کی پیروی کر اور آپ کے مکارم اخلاق کی شرح اور محامد کے کشف میں، آپ کا بڑے بڑے مصائب اور شدید مصیبتوں میں صبر کرنے میں غور و خوض کر تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں پیروی کر کے سعادت کے درجات میں ترقی حاصل کرے اور ترقی کی بلند چوٹیوں پر پہنچے اور سیرت کے تذکرہ سے مقصود وہ پاکیزہ گوہر ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر تو حبیب الٰہی کی رحلت کی کیفیت اور وفات حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وفات کو بکثرت عبرت کی نگاہ سے دیکھے تو زمانی اور مکانی تیورات سے تعلق کے دامن کو سمیٹ لے گا، وہ خواجۂ کائنات جو خلیل کردگار اور حبیب حضرت پروردگار تھے، آرزوؤں کے اڑنے والے پرندے اور موت اجل کے اختتام کے بعد آپ کو پلک جھپکنے کی مہلت نہیں دی بلکہ ملائکہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کو قبض کرنے کے لیے بھیجا تاکہ اس بانِ جہان کی روحِ رواں کو روح و ریحان کے ساتھ مخصوص کریں اور آٹھویں بہشت کے درجات کی بلندی پر رحمت و غفران کے ساتھ بھیجیں۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حالتِ نزع میں وہ تمام کرب و الم، قلق و حنین، رنگ کی تبدیلی، پیشانی پر پسینہ کے قطرات اور دائیں بائیں دستِ مبارک کا قبض و بسط مشاہدہ میں آتا تھا تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ منصبِ نبوت موت و سکرات کو نہیں روکتا۔ تو وادیٔ گمراہی کے سرگشتگاں کا کیا انجام اور بے بضاعت شوریدہ حال لوگوں کے حالات کیسے ہوں گے ہاں! اے خسیس چالباز اور مکار نفس تو دنیا پر اس قدر مغرور ہوا ہے کہ دین کی بات تیرے دل میں نہیں سماتی اور دولت پر اس طرح فریفتہ ہوا ہے کہ انجام کی تجھے

بیان نہیں کی جا سکتی۔ لوح محفوظ کے مؤکل تیرے نام کو زندگی کے دفتر سے محو کرتے ہیں اور تو اپنے محلات کے کنگرے آسمان تک پہنچانے میں مصروف ہے۔ انسان کے دفتر کا حساب کرنے والے تیرے نام پر محو کا قلم کھینچتے ہیں اور تو اسباب کے منشور میں انساب کے القاب کو بڑھاتا ہے۔ لحہ بہ لحہ قافلۂ حیات گذر رہا ہے اور فنا کا قفل بقا کے دروازے پر لگاتا ہے۔

اے گندم نما جو فروش بقا کی لاف نہ مار کہ کالعھن المنفوش۔ تیری قضا کی صحف سے برآمد ہوئی ہے۔ تقدیر کے سنگلاخ میں زندگی کا بوجھ سرنگوں ہوگیا ہے۔ اپنے باپ کی موت کے حالات کو جو اصل تیرا تھا اپنی آنکھوں کے سامنے لا، اور فرزند کی موت کی کیفیت جو تیرا فرع تھا ذریعۂ عبرت بنا، قیامت کے راستہ کے لیے زاد مہیا کر اور برزخ کے سوال و جواب کے لیے جواب تیار کر۔ غافل نہ ہو کیونکہ تجھ سے غافل نہیں ہیں۔ بیکار نہ بیٹھ۔ کیونکہ وہ تجھ سے کوئی معذرت قبول نہیں کریں گے۔

ایدل ترا کہ گفت بدنیا قرار گیر — دیں جان نازنین خود اندر حصار گیر
جانے قرار نیست دل خود درو منہ — خود را مسافری کن و ایں رہگذار گیر
تا کے ز دی بہائے ہوس در قفائے حرص — آہستہ شو زمانی و بر جا قرار گیر
بنگر کہ تا تو آمدہٗ چند کس برفت — آخر یکے ز رفتن شان اعتبار گیر
خواہی کہ عیش دل بود و کار بر مراد — با نیستی بساز و کم و کار و بار گیر
رد نے سر چار اگر اجلت مہلتے دہد — بگذار خلق را و در کردگار گیر
بر ابلق زمانہ سواری بہ ہوش باش — کاسپی است کہنہ تنگ و بدندان کنار گیر
غرہ مشو کہ گام بکام تو منیر ند — زیرا کہ تو ضعیفی و تند است بار گیر

نبہنا اللہ من مقام الغفلۃ و قنا عن بقیع العمر فی مقام العطلۃ و رزقنا التوبۃ عن کل جرائمٍ و زلۃ۔

فصل پنجم

تدفین کے بعد چند واقعات

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح عالم فنا کی تنگنا ہی سے عالم بقا کی گلشن سرا کی فضا میں پرواز کر گئی۔ مدینہ اس مسبطِ ایمان و سکینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت میں اس طرح سیاہ اور تاریک ہو گیا کہ جب ہاتھ سامنے کرتے تھے تو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اور یہ تاریکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہونے تک رہی۔ اصحاب پریشان ہو گئے۔ بعض سراسیمہ و حیران ہو گئے گویا کہ وہ بے روح جسم تھے اور بعض کی زبانیں بند ہو گئیں بعض کے پاؤں میں چلنے کی سکت باقی نہ رہی اور کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ بعض بیمار ہو گئے اور بعض مخبوط الحواس ہو گئے۔ چنانچہ ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور حضور کے بلال کا حال زار ان مہاجرین میں سے جنہوں نے وہاں سے ہجرت اختیار کی۔ ایک حضرت بلال ایسے تھے جنہوں نے شام جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کہا اگر آپ مدینہ میں رہیں تو بہتر ہے اور وہ کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کرتے تھے وہ کریں تو زیادہ مناسب ہے۔ حضرت بلال نے کہا میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ کے بغیر اس ملک میں رہوں۔ مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں جس جگہ چاہوں چلا جاؤں۔ حضرت ابو بکر روئے اور حضرت بلال کو اجازت دے دی۔ حضرت بلال شام کی طرف چلے گئے، اور وہاں ایک عرصہ قیام کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے اسے کہا اے بلال تو نے ہم سے جفا کی اور ہمارے پڑوس سے چلا گیا اب ہماری زیارت کے لیے واپس آجاؤ۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو مدینے کا رخ کیا۔ ان ہی دنوں حضرت فاطمہ کا انتقال ہوا تھا۔ جب مدینہ میں پہنچے تو ہر ایک سے ملاقات کرتے تھے اور اہلبیت کے حالات پوچھتے تھے۔ اسے جواب دیتے تھے کہ علی، حسن، حسین اور ازواج مطہرات سب سلامت ہیں۔ لیکن حضرت فاطمہ کا حال کوئی نہیں بتاتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت حسن و حسین کے پاس گئے ان

دونوں صاحبزادوں سے پوچھا۔ تو یہ قرۃ العین رسولِ خدا اور جگر گوشۂ بتول رضی اللہ عنہا رونے لگے اور کہا اے بلالؓ! وہ مادرِ مہربان اور یادگار سیدِ انس و جان علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دارِ فانی سے گلشن سرائے آنجہانی میں رحلت فرما گئیں ہیں اور پایۂ سریرِ اعلیٰ درجات جنت الماوٰی میں پہنچایا۔

بگذار تا بریزم خونناب دل ز دیدہ یا بد مگر تسلی جان فراق دیدہ
بے دوست زندگانی ضعف است تا بدانی کے زندہ ماند آں تن کز جاں شود بریدہ

حضرت بلالؓ رو پڑے اور کہا اے جگر گوشۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم! پدرِ بزرگوار کے ساتھ جا ملو گے۔

دوستوں نے حضرت بلالؓ سے استدعا کی ظہر کی نماز کا وقت ہے اگر پرانی سنت کو زندہ کرتے ہوئے نماز کی اذان کہیں تو بہت خوب ہے۔ بہت اصرار اور مبالغہ کے بعد حضرت بلالؓ مسجدِ نبوی کی چھت پر نماز کی اذان دینے کے لیے چڑھے۔ مدینہ کے باشندے حضرت بلالؓ کی اذان سننے کے لیے جمع ہو گئے۔ حضرت بلالؓ نے جب اللہ اکبر کہا مدینہ کے تمام گھروں سے فغان اور شور اٹھا اور جب کلمہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کر کے بے ہوش ہو گئے اور نماز کی اذان مکمل نہ کر سکے۔ ازواجِ مطہرات اپنے حجروں سے باہر آ گئیں اور کہا اے بلالؓ! ہم میں تیری اذان سننے کی طاقت نہیں ہے جبکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں مدفون ہوں۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت بلالؓ نے اذان کو کلمہ اشہد ان محمد رسول اللہ تک پہنچایا مدینہ میں کوئی شخص نہ رہا جو رویا نہ ہو اور فریاد و واویلا نہ کیا ہو، وہ روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز جیسا تھا جب نماز کی اذان ختم کی کہا دوستو! تمہیں بشارت ہو جو آنکھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں روتی ہے دوزخ کی آگ کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

کدام دیدہ کہ بشوق یار گریاں نیست کدام دل کہ از آسیب غم پریشاں نیست
کدام سر کہ ز سودائی از فرقت از است کدام تن کہ بیکدکوب پائی ہجراں نیست
ز جان ہر دو جہاں چوں بریدن آساں است ولے ز یاد گرامی بریدن آساں نیست

القصہ دوسری مرتبہ شام کو چلے گئے اور ہر سال ایک بار مدینہ میں آتے زیارت کرتے

اور نماز کی اذان پڑھتے اور واپس چلے جاتے تھے، یہاں تک کہ شام ہی میں فوت ہوئے اور مہر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں قابضِ ارواح کے سپرد کی۔

تا سرِ زلفِ عشقِ تو بر گل نہ نہم ۔۔۔ بارِ غمِ تو ہیچ منزل ننہم
عہد لیست مرا با تو کہ تا من باشم ۔۔۔ جز داغِ تو ہیچ داغ بر دل ننہم

زہرۃ الریاض میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجیبوا داعی اللہ کو قبول کرتے ہوئے آپ کی طائرِ سدرہ نشیں کی روح نازنین نے اوجِ علیین پر پرواز کی اور آپ کا بدن مبارک روضہ متبرکہ میں پردہ کے اندر چھپ گیا اس واقعہ سے دس روز گذرے کہ اچانک ایک اعرابی بیاباں سے پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازہ پر آیا تازیانہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے کہا السلام علیکم یا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تم سے فوت ہوا ہے خدا تعالیٰ اجر عطا فرمائے۔ ان کان محمد قد مات فان اللہ حی لا یموت ابداً اعظم اللہ اجرکم وغفر ذنبکم ما اعظم مصیبتکم بموت سیدکم صلوات اللہ علیہ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو سید کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی تعزیت کرنے کے بعد کہا تم میں سے وصی پیغمبر کون ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر سلام و تحیت بجا لایا کہا السلام علیک یا فتی، امیر المومنین حضرت علی نے کہا وعلیک السلام یا مضر یا صاحب البیر، حضرت ابوبکر حاضرین صحابہ کے ساتھ حضرت علی کے جواب سے حیران ہوئے۔ اعرابی نے کہا اے جوان! میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہوا اور مجھے صاحب چاہ کس طرح کہا۔ حضرت علی نے فرمایا مجھے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور تیرے حال کی کیفیت مجھے دکھائی ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو جو کچھ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تم سے بیان کر دوں۔ اعرابی نے کہا تیرا نام کیا ہے کہا علی بن ابی طالب جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد ہے۔ اعرابی نے کہا الحمد للہ، پھر حضرت علی نے فرمایا تو عرب کا ایک مرد ہے تیرا نام مضر ہے تیرے باپ کا نام مجھے یاد نہیں تیری عمر تین سو ساٹھ سال ہو چکی ہے جس وقت تیری عمر سو سال ہوئی تو نے اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر دی تھی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں تو نے قوم کو یہ کہا کہ تہامہ میں ایک آدمی کھڑا ہوا ہے جس کے رخسار

چاند سے زیادہ منور، گفتگو شہد سے زیادہ شیریں، جو شخص اس کی پیروی کرے گا نجات پائے گا مساکین اور یتامیٰ کا باپ ہوگا۔ صاحب شمشیر ہوگا، گدھے پر سوار ہوگا، اپنے جوتے کو خود پیوند لگائے گا، شراب نوشی اور زنا کو حرام قرار دے گا، قتل اور سود سے منع کرے گا خاتم الانبیاءؑ اور سید اولیاء ہوگا۔ پانچ وقت نماز پڑھیں گے رمضان المبارک کے روزے رکھیں گے حج بیت اللہ کریں گے۔ اے گروہ! اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی تصدیق کرو۔ جب تو نے اس امر کی طرف انہیں رہنمائی کی تو وہ تیرے ساتھ ظلم و ستم، حرب و ضرب اور طعن پر اتر آئے اور تجھے گہرے کنوئیں میں ڈال دیا اور تیرے تردد سے اپنے دل کو سکون بخشا۔ اب تک تو اس کنوئیں میں قید تھا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بساطِ حیات لپیٹ دی گئی تیری قوم کو سیلاب سے ہلاک کر دیا اور تجھے اس قید خانہ سے نجات عطا کی اس کے بعد تیرے کانوں میں غیب سے آواز پہنچائی کہ اے مضر! بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو اس کے صحابہ میں سے ہے مدینہ کی طرف جا اور اس کے روضہ کی زیارت کر۔ تو شب و روز قطع منازل اور طے مراحل کے بعد اب اپنے مقصود کو پہنچا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جب اس نے حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی رونے لگا اور کہا اے علی! تو نے یہ قصہ کیسے معلوم کیا حالانکہ کسی شخص کو اس کی اطلاع نہیں تجھے کیسے خبر ہو گئی حضرت علی نے کہا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے فرمایا کہ میری وفات سے ایک مدت بعد مضر میری قبر پہ آئے گا جب تو اس سے ملے تو میرا سلام اسے پہنچانا مضر نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کی خوشخبری سنی اور اس کے پیغام کی سعادت سے مشرف ہوا۔ آگے بڑھا اور حضرت علی کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

حضرت علی نے اس سے درخواست کی کہ اپنے چہرے سے پردہ اٹھا دے۔ مضر نے جب اپنے چہرہ سے پردہ اٹھایا تو اس کی پیشانی سے ایسا نور چمکا کہ مسجد نبوی منور ہو گئی۔ اس کے بعد کہا اے علی! مجھے تم سے کچھ سوال کرنے ہیں ان کے جواب آپ پیغمبر نہیں پیغمبر کے وصی ہو۔

حضرت علی نے کہا سوال کرو مضر نے کہا اے علی! ہمیں ایسے نر کے متعلق جس کا باپ اور ماں نہیں اور ایسی مادہ جو بغیر ماں باپ کے موجود ہوئی ہو، اور ایسا رسول جو نہ جن ہو نہ انسان اور نہ ہی فرشتوں میں سے ہو چوپاؤں اور درندوں میں سے بھی نہ ہو اور ایسی قبر جس نے قبر والے

کو اپنے ساتھ سیر کرائی ہو، ایسا حیوان جس نے اپنے ساتھیوں کو ڈرایا ہو، ایسا جسم جس نے ایک بار کھایا پیا نہیں، ایسا زمین کا حصہ جہاں ایک مرتبہ سورج چمکا اور پھر آج تک نہیں چمکا، اور قیامت تک نہیں چمکے گا، پھر ایسا پتھر جس سے زندہ پیدا ہوا، وہ عورت جس سے تین ساعت میں لڑکا پیدا ہوا۔ دو ساکن جو حرکت نہیں کرتے، دو متحرک جو ساکن نہیں ہوتے، دو دوست جو دشمن نہیں ہوتے، دو دشمن جو دوست نہیں ہوتے، سب سے بُری چیز اور سب سے اچھی چیز کی ہمیں خبر کیجئے۔ اور ہمیں شے اور لاشے سے اور اس سے جو پہلے رحم سے متعلق ہوتی ہے اور اور اس سے جو آخر میں قبر میں جاتی ہے۔ سے خبر دیجئے۔ جب قیصر نے یہ بیس سوال حضرت علی سے پوچھے تو حضرت علی نے ان کا تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا تو نے پہلے اس نر کے متعلق پوچھا ہے جس کا ماں باپ نہیں اور وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور وہ مادہ جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئی حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور وہ نر جو بغیر باپ کے پیدا ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ رسول جو جن، انسان، فرشتوں سے نہیں تھا کوا تھا جسے حق تعالیٰ نے قابیل کو تعلیم کے لیے بھیجا تھا۔ فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض۔ اور وہ قبر جس نے صاحب قبر کو اپنے ساتھ سیر کرائی وہ مچھلی تھی جس نے یونس علیہ السلام کو پیٹ میں تین روز تک رکھا اور سمندر کے اطراف وجوانب میں پھرتی رہی اور وہ حیوان جس نے اپنے ساتھیوں کو ڈرایا تھا چیونٹی تھی جو خوراک کی طلب کے لیے باہر نکلی تھی کہ دوسری چیونٹیاں ایک ستون پر چڑھتی تھیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سر کے اوپر تھا اس چیونٹی نے اپنی قوم سے کہا آگاہ رہو کہ تمہارے گذرنے سے مٹی نہ گرے۔ خدا کا پیغمبر تم سے تکلیف اٹھائے گا اور وہ جسم جس نے ایک بار کھایا پیا نہیں اور قیامت تک نہیں کھائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے جس نے جادوگروں کے جادو کو ایک لقمہ میں ختم کر دیا چنانچہ اس کی شان میں آیا ہے تلقف ما یافکون۔ اور وہ زمین کا ٹکڑا جہاں ایک مرتبہ سے زیادہ سورج نہیں چمکا وہ دریائے نیل تھا کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پھاڑا اور اس کی گہرائی کی زمین دکھائی دینے لگی۔ سورج اس پر چمکا چنانچہ اس کے نیچے سے غبار اٹھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے گذر جانے کے بعد وہ مل گیا اور اپنی پہلی حالت میں آگیا، اور وہ پتھر جس سے

حیوان پیدا ہوا وہ ایک پتھر تھا جس سے حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کی اونٹنی پیدا ہوئی۔ اور وہ دو ساکن غیر متحرک زمین اور آسمان ہیں اور تحریک سے یہاں مراد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ہے۔ اور وہ دو متحرک جو ہرگز ساکن نہیں ہوتے چاند اور سورج ہیں اور وہ عورت جس نے تین ساعت میں بچہ جنا حضرت مریم رضی اللہ عنہا تھیں کہ تین ساعت میں حضرت عیسیٰ ان سے پیدا ہوئے۔ اور وہ دو دوست جو ہرگز دشمن نہیں ہوتے جسم اور جان ہیں اور وہ دو دشمن کہ ہرگز دوست نہیں ہوتے موت اور حیات ہیں، شئ مومن اور لاشئ کافر ہے۔ احسن اشیا بصورت بنی آدم ہے اور سب سے قبیح بغیر سر کے بدن ہے، ارحم میں سب سے پہلے جس کی شکل بنتی ہے انگشت شہادت ہے اور قبر میں سب سے آخر میں جو چیز فنا ہوتی ہے بندہ کے سر کی ہڈی ہے جو انقصار بہشت میں ہوتی ہے۔ اے خضر! تیرے جیس سوالات کے یہ جوابات ہیں۔ خضر نے جب اپنے سوالات کے جوابات سنے تو اٹھ کر شاہ مرداں کے سر مبارک پر بوسہ دیا۔ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو اس مجلس میں حاضر تھے انہوں نے اس سر فقر اولیاء کے سر کو بوسہ دیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا وارث جان کر فضائل اور مدح و تعریف بیان کی اس کے بعد خضر نے کہا اے علی! مجھے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بتایئے تاکہ میں اس عالی صفات ذات کی تو تیدگی پر گریہ کروں۔ حضرت علی نے ایک آدمی ساتھ کر دیا خضر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے دروازہ پر آیا آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو بغل میں لے لیا اور اس ایمان وسکینہ کے صندوقچہ کے ساتھ اپنا سینہ لگا دیا حضرت علی نے کہا خضر کو کچھ دیر اپنی حالت میں رہنے دو کیونکہ دنیا سے اس کی جدائی کا وقت پہنچ گیا ہے ایک ساعت کے بعد آئے تو دیکھا کہ اس نے اپنا سر قبر پر رکھا ہوا ہے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی ہے صحابہ نے کہا وہ اس عالم سے رخصت ہو گیا۔ انہوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور اللہ میں سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسے دفن کر دیا۔

زہرۃ الریاض اور تاج المذکرین میں فقیہ ابو مالک

ایک یہودی قبر رسول پر :- ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ شام میں ایک یہودی تھا۔ شنبہ کے روز ہمیشہ وہ توراۃ کی تلاوت میں مشغول ہوتا۔ ایک رات اس نے

توراۃ کھولی اس میں اس نے چار جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت دیکھی اس نے اسے پھاڑ دیا اور آگ میں جلا دیا دوسری رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت آٹھ جگہ پر اس نے دیکھی۔ اسے بھی اس نے پھاڑ کر جلا دیا تیسری رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت بارہ جگہ پر ثبت تھی حیران رہ گیا اس نے کہا میں جس قدر صفات کمال اور نعوت جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو توراۃ سے مٹاتا ہوں اور زیادہ لکھی جاتی ہیں نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ تمام توراۃ نعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر جائے۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رجوع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کیے انہوں نے کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو حال ہی میں عالم میں مبعوث ہوئے ہیں، نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، کذاب ہیں ان کا نہ دیکھنا بہتر ہے یہودی نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے منع نہ کرو تاکہ میں جا کر ان کی زیارت کروں۔ وہ وہاں سے نکلا اور اپنی سواری پر بیٹھ گیا اور مدینہ کا رخ کیا۔ شب و روز مراحل طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس کی ملاقات حضرت سلیمان فارسی سے ہوئی۔ سلمان خوش وضع شخص تھے یہودی نے خیال کیا شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے۔ سلمان سے پوچھا، انت محمد، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحلت فرمائے تین روز ہو چکے تھے سلمان رونے لگے اور کہا میں محمد نہیں ہوں لیکن محمد کا غلام ہوں۔ یہودی نے کہا اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں سلمان سوچ میں پڑ گئے کہ کیا جواب دے اگر میں کہتا ہوں کہ فوت ہو گئے ہیں تو طالب مطلوب تک پہنچے بغیر ناامید واپس ہو جائے گا۔ اور اگر کہتا ہوں کہ زندہ ہیں تو خلاف واقع ہو گا اس نے کہا، آؤ تمہیں ان کے اصحاب کے پاس پہنچا دوں، سلمان یہودی کے ساتھ مسجد کے دروازہ پہ آئے تمام اصحاب غمگین مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، یہودی نے اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ہیں کہا السلام علیک یا ابا قاسم السلام علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب اجنبی آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا یکدم شور و غوغا صحابہ سے اٹھا اور گریہ و فغاں کی آواز اس مجلس سے بلند ہوئی، ان میں سے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر پوچھا تو کون ہے جس نے ہمارے غم کو تازہ کر دیا اور زخموں پہ نمک چھڑکا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تو اس ملک کا نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فوتیدگی کا تجھے علم نہیں۔ تین روز کا عرصہ ہو گیا ہے کہ ماہ فلک رسالت پردہ

میں چلا گیا ہے اور دوستوں کے دل آتش فراق میں ہیں۔ یہودی ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا اور کہتا تھا واحسرتاه وضاع سفری بالیتنی لم تلدنی امی۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر میں پیدا ہو گیا تو تورات نہ پڑھتا۔ اور اگر میں نے اسے پڑھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت نہ پڑھتا اور اگر میں نے اس کی نعت دیکھ لی تو ان کے دیدار سے مشرف ہوتا اس کے بعد اس نے کہا یہاں کوئی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت بیان کر سکے۔ امیر المومنین حضرت علی نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مجھ سے سنو۔ یہودی نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے آپ نے کہا میرا نام علی ہے اس نے کہا بلاشبہ میں نے آپ کے نام کو تورات میں لکھا ہوا پایا ہے۔ اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کیجیے۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک اس طرح تھی کہ آپ کا قد مبارک نہ بلند تھا اور نہ پست اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک گول تھا اور آپ کی پیشانی کشادہ، آنکھیں شہلا اور آپ کے ابرو ہمایوں پیوستہ تھے اور آپ کے دندان مبارک ایک دوسرے سے جدا تھے جب تبسم فرماتے آپ کے سامنے کے دانتوں پر ستاروں کی مانند نور چمکتا، اور گھر کے کام ہاتھوں سے کرنے کی وجہ سے ہاتھوں کی ہتھیلیاں درشت اور کھردری ہو گئی تھیں، اور شکم مبارک پشت سے ملا ہوا تھا آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان گوشت، پوست اور خون کے درمیان قدرتی طور پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اور اس کے اوپر توجہ حیث شئت فانک منصور لکھا ہوا تھا جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اور نشانیاں اس طرح بیان کیں یہودی نے کہا صدقت یا علی! میں نے انہیں تورات میں اسی طرح پایا ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا اے علی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں سے کوئی کپڑا چاہیے جسے میں سونگھوں حضرت علی نے کہا ہاں اے سلمان! فاطمہ کے گھر جاؤ اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک طلب کر کے مجلس میں لاؤ سلمان حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر آئے، حضرت فاطمہ کے رونے کی آواز سنی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رو رہی تھیں حضرت حسن و حسین ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ مل کر رو رہے تھے اور اس مضمون کو ادا کر رہے تھے۔

اے نور دیدہ رفتی و مارا گذاشتی　　سرگشتگان بے سروپا را گذاشتی

رفتی بہ بزم وصل و بدست بجائے ہجر　　مجروح خستہ اہلِ وفا را گذاشتہ

جب سلمان نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت فاطمہ نے اندر سے آواز دی کہ یتیموں کا دروازہ کون کھٹکھٹاتا ہے کون ہے جو یتیموں کا حال پوچھتا ہے؟ سلمان نے جواب دیا آستانۂ اہلبیت کا خادم سلمان ہے۔ حضرت علی نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ مبارک کی استدعا کے لیے بھیجا ہے حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ میرے پدر بزرگوار کا جامہ کون پہنے گا، اس خطرناک کام کرنے کی کس میں ہمت ہے، سلمان نے یہودی کے واقعہ کو بیان کر کے صورتِ حال بیان کی حضرت فاطمہ پیوند لگا ہوا خرقہ لائیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سات جگہ پر اس کے کھجور کے چھلکے کا پیوند لگا ہوا تھا سلمان کے ہاتھ مجمع میں بھیجا۔ پہلے صحابہ نے اسے سونگھا، بوسہ دیا اور سر اور آنکھوں پر ملا پھر یہودی کے سپرد کیا، یہودی نے سونگھا اور اس کی پاکیزہ خوشبو حاصل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خدایا میں نے تیری وحدانیت کا اقرار کیا اور اس قبر والے کی نبوت و رسالت کا اعتراف کیا پھر کہا اللھم ان قبلت اسلامی فاقبض روحی الساعۃ۔ خداوندا! اگر تو نے میرے اسلام کو قبول کر لیا ہے تو میری جان کو اسی وقت قبض فرما۔ یہ کہا گرا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اس کی تجہیز و تکفین کر کے جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت معاذ بن جبل کا واقعہ:- نقل ہے کہ جب معاذ بن جبل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یمن کی طرف بھیج رہے تھے بلال سے فرمایا کہ جاؤ میرا عمامہ لاؤ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمامہ اپنے دستِ مبارک سے معاذ کے سر پر باندھا اسے سوار کر کے خود مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے ساتھ پیدل چلے۔ اسے وصیتیں فرماتے تھے، معاذ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سوار اور آپ پیدل، مجھے اترنے کی اجازت فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ میں یوں خیال کرتا ہوں کہ میں یہ قدم خدا کی راہ میں اٹھاتا ہوں، اے معاذ میں تجھے تقویٰ، صدقِ گفتار، حسنِ کردار، امانت داری، خواہشات کے چھوڑنے، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، پڑوسیوں کے حقوق کی محافظت گفتگو میں نرمی، سلام میں پہل کرنا، روزِ جزا سے ڈرتا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کی وصیت

کرتا ہوں، اے معاذ! کسی مسلمان کو گالی نہ دے اور کسی جھوٹے پر اعتبار نہ کر، اور کسی راست گو کو نہ جھٹلا، اور امام عادل کی نافرمانی نہ کر، اے معاذ! میں تیرے لیے ہر وہ چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور جو چیز اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں تیرے لیے پسند نہیں کرتا۔ اپنی ذات سے لوگوں کو انصاف دے اور دائرہ راستی سے باہر قدم نہ رکھ۔ خدا تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تجھ پر اثر نہ کرے۔ پھر فرمایا اے معاذ! اگر ہمارے اور تمہارے درمیان اس کے بعد ملاقات ممکن ہوتی تو لازماً میں تھوڑی وصیت کرتا لیکن قیامت تک ہم نہیں مل سکیں گے۔

غم فراق امید وصل میگزار   ولی امید وصال اندریں فراق کجا

جب معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو اس کے سینہ کی کان سے آتش فراق کا شعلہ دماغ تک جا پہنچا۔ جلتے ہوئے دل، روتی ہوئی آنکھوں اور مجروح سینہ کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وداع ہو کر یمن کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہوائی یار و دیارم چو بگذرد بخیال   ز آب دیدہ جہاں را کنیم مالا مال

جب قطع مسافت کے بعد یمن کے دار السلطنت صنعا میں پہنچا تو لوگ اس کی خدمت کیلئے بڑھے اور اس سے استدعا کی کہ اس قیام گاہ میں آرام فرمائیں جو انہوں نے پہلے سے تیار کی ہوئی تھی معاذ نے کہا پناہ بخدا! میں آراستہ منزل اور فرش بچھی ہوئی جگہ کی طرف رغبت کروں۔ مجھے تو میرے حبیب نے بیماروں کی عیادت، کمزوروں کی امداد، یتیموں کی قربت، فقیروں کے ساتھ ہم نشینی، اپنی ذات سے انصاف دینے اور عام مخلوق کے حالات کی دیکھ بھال اور انہیں نصیحت کرنے کی وصیت فرمائی ہے۔ ضروری ہے کہ میں اس وصیت پر عمل کروں اور راحت و نشاط اور عیش و انبساط کے دروازہ کو اپنے آپ پر نہ کھولوں۔

جہاں بے دوست خواں دید نشینم بکنج غم   بروئی خود دریں کلبہ خونخوار در بندم

اس کے بعد اپنی رہائش ایک گوشہ میں اختیار کر لی۔ خزانہ سے قوت لایموت حاصل کرتا اور اسی سے گذارا کرتا تھا اور اس ملک کی حکومت کرتا تھا۔

ایک رات اس نے آواز سنی کہ اے معاذ تو بستر راحت پر آرام کر رہا ہے جب کہ حضرت

رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سکرات موت میں ہیں۔ معاذ روتے ہوئے نیند سے اٹھے اور خیال کیا کہ شاید قیامت قائم ہو گئی ہے۔ جب دنیا کے اوضاع کو اپنی حالت پر دیکھا اسے نفسانی خیال سمجھ کر پھر آرام کیا، دوسری رات ہاتف نے آواز دی اے معاذ! تجھے کیسے آرام حاصل ہوتا ہے۔ حالانکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما چکے ہیں۔ حضرت معاذ اپنے بستر سے اچھل کر کھڑے ہو گئے اور اونچی آواز سے آہ و زاری شروع کر دی۔ وا محمداہ کہتے تھے صلی اللہ علیہ وسلم اور آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے۔ القصہ اس قدر فریاد و فغاں کی کہ عورتیں اور مرد بیدار ہو کر گھروں سے باہر نکل آئے اور اس کے گرد جمع ہو گئے، نالہ و زاری اور سوگواری کے طریق میں اس سے موافقت کی۔ جب آفتاب عالمتاب نے مطلع سے سر نکالا حضرت معاذ اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب مدینہ سے تین فرلانگ پہنچے ایک رات آواز سنی لے خدا کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، معاذ کو خبر پہنچا دے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شربت مرگ پی کر دوستوں کی صحبت سے مفارقت اختیار کی ہے۔ حضرت معاذ نے آواز دی کہ اے پکارنے والے تو کون ہے اور اس تاریک رات میں یہ دہشتناک خبر دیتا ہوا کہاں جا رہا ہے۔ اس نے کہا میں عمار بن یاسر ہوں جو یمن کی طرف جا رہا ہوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا میرے پاس اس مضمون کا ایک خط ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جوار رحمت میں پہنچے، جب حضرت معاذ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین ہو گیا آہ و زاری اور اضطراب کر کے دھاڑیں مارنے لگے اور وہ کہتے تھے۔

توآں شہی کہ در دو جہاں کردہ سروری	بربام عرش لرزہ لوائے پیغمبری
تو شاہ ما سپاہ ببیں کز فراق تو	بے شاہ چوں بود بجہاں حال لشکری
بے چارگان کنوں بکہ آرند التجا	درماندگاں دگر زکہ خواہند یاوری

اس کے بعد حضرت معاذ نے کہا اے عمار! تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی قسم اصحاب کو تو نے کس حال میں چھوڑا اس نے جواب دیا ایسے گلہ کی مانند جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ اس نے پوچھا کہ تو نے مدینہ کو کیسے چھوڑا۔ اس نے کہا دنیا خوش مزاجی کے باوجود ان پر حلقۂ انگشتری سے بھی تنگ ہے۔ اس کے بعد معاذ وا محمداہ کہتے ہوئے مدینہ کے نواح میں پہنچے۔ ایک بوڑھی عورت اس علاقہ میں بھیڑیں چراتی تھی۔ اس نے حضرت معاذ کے درد کو سنا اس نے کہا اے بندۂ خدا

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن میں نے ان کی بیٹی کو دیکھا ہے کہ اپنے باپ کی موت پر روتی تھی اور کہتی تھی یا ابتاہ، آسمان سے خبر منقطع ہو گئی، یا ابتاہ، اس کے بعد ہماری طرف وحی نہیں آئے گی اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو روتے تھے اور کہتے تھے اے یتیموں اور بیواؤں کے ملجا و ماویٰ۔ آپ کے بعد کون ان کا غم کھائے گا۔ اور غریبوں کے حالات کا کون خیال کرے گا اور بیواؤں کی مدد کو کون پہنچے گا" میں نے حسن و حسین کو دیکھا جو روتے تھے اور کہتے تھے آقائے دو جہاں آپ نے ہم سے اپنا سایہ کیسے اٹھالیا اور ہمیں کس کی نگرانی میں چھوڑ دیا" حضرت معاذ نے جب یہ باتیں سنیں، شورِ فراق اور آتشِ اشتیاق جو اس کے سینہ میں مشتعل تھی بھڑک اٹھی اور آنسوؤں کے قطرات، آبدار مرجان کے موتیوں، خونباز آنکھوں سے صفحاتِ رخسار پر بہاتے تھے۔ رات مدینہ میں داخل ہو کر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس رات میں بیواؤں کے غمکدہ کا دروازہ کون کھٹکھٹاتا ہے۔ معاذ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم معاذ بن جبل ہوں۔ حضرت عائشہ نے لونڈی سے کہا اس نے دروازہ کھول دیا حضرت معاذ روتے ہوئے آئے اور سلام کیا۔ حضرت عائشہ نے جواب کے بعد سیدِ کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی ذات بابرکات کی فوتیدگی پر اظہارِ حسرت و افسوس کیا۔ دونوں بہت روئے پھر معاذ نے عرض کیا یا ام المومنین مجھے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کی کیفیت سے آگاہ فرمائیے۔ فرمایا، معاذ مجھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درد و رنج کو دیکھنے کی ہمت نہیں تھی اس لیے میں کبھی آپ کے بالین سے دور ہو جاتی تھی یہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کریں کیونکہ وہ شروع بیماری سے آخر رحلت تک موجود رہی ہیں۔ حضرت معاذ نے گھر سے نکل کر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کا رخ کیا جب دروازہ پر پہنچے حضرت فاطمہ کو معلوم ہو گیا کہ معاذ آرہے ہیں حسینؓ کو فرمایا کہ دروازہ کھول دے شرائطِ خدمت گاری بجالانے کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے حضرت فاطمہ نے شدتِ مرض، صعوبت اور ملک الموت کے آنے کی کیفیت، جبرائیل علیہ السلام کی بشارت جس کو تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے حضرت معاذ سے بیان کی اس قدر روئے کہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے حضرت فاطمہ نے اس سے کہا جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

رحلت فرمارہے تھے مجھے وصیت فرماتے تھے کہ اے فاطمہ! معاذ کو میرا اسلام پہنچا دینا اور اسے بتانا کہ وہ میری امت کے علماء کا امام ہوگا۔ حضرت معاذ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسے وقت میں آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے اور سلام و پیام پہنچایا ہے۔

روزے کہ زتو سلامم آید! | وز حضرت تو پیامم آید
سلطان چہار بالش نازد | در روزِ چناں غلامم آید

کہتے ہیں کہ ایک اعرابی کفر و فجور کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس سے گزرا جب اس کی نظر قبر منور اور مرقد مطہر پر پڑی اس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔ اس سے لوگوں نے پوچھا۔ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ قبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اس نے قسم کھائی کہ میں نے اس قبر کو نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی مجھے اس کا علم تھا لیکن خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ خیال ڈالا میری ایمان و عرفان کی طرف رہنمائی کی میں نے کلمہ توحید پڑھ لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے سچا ہونے کی گواہی دی اس کے بعد اعرابی نے یہ شعر پڑھے۔

مررت علی قبر نبی محمد | فکلمنی القبر غیر متکلم
وبالقبر آثار النبوت قائم | لیصدح فیہ قلب کل مسلم

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد اعرابی آیا اور خود کو آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ڈال دیا اور قبر سے اس نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور اپنے سر پر ملی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے صدقے ہم نے سنا۔ آپ نے اللہ سے حاصل کیا اور ہم نے آپ سے آپ پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں آیا ہے۔ (اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا۔ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے گناہ گار اور تباہ روزگار ہوں اب میں حاضر ہوا ہوں تاکہ میرے لیے بخشش طلب کریں۔ اعرابی نے یہ عرض کی تو تین مرتبہ قبر سے آواز سنی کہ تجھے بخش دیا گیا ہے۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ شیخ محمد بن

عبداللہ عتبی اکابر مفسرین میں سے ہے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بدوی داخل ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر سلام کیا پھر زبان سے دو شعر پڑھے۔

یا خیر من دفنت بالبقاع اعظمه — یا طاب من طیبهن بالبقاع والاکم

نفسی فداء من القبر انت ساکنه — فیه العاف وفیه الجود والکرم

پھر کہا جب آپ نے خود فرمایا ہے اور آپ کا ارشادِ حق ہے ولو انھم اذ ظلموا (الایۃ) حالانکہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں آپ کے روضہ پر حاضر ہوا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ مجھے معاف فرما دے۔ شیخ محمد کہتے ہیں کہ جب میں نے اعرابی سے یہ بات سنی۔ میں زیارت کر کے واپس آیا۔ میں سویا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ نے مجھے فرمایا اے عتبی اس اعرابی سے ملو اور اسے بشارت دو کہ خدا تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے۔ میں بیدار ہو کر اعرابی کے پیچھے گیا۔ اسے مل کر اسے یہ خوشخبری سنائی۔ کیسی اچھی ہے وہ جان جو آپ جیسے سلطان کی نوید رحمت اور امید شفاعت سے مخصوص ہو اور کسی قدر آسودہ ہے وہ جسم جو آپ کی حریم قرب میں روئے نیاز آستانہ غریب نواز پر رکھے۔

کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم — گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

بر کنار زمزم از دل بر کشم یک زمزمہ — وز دو چشم خوں فشاں آں چشم را دریا کنم

یا رسول اللہ بسوئے خود مرا راہے نما — تا ز فرق سر قدم سازم ز دیدہ پا کنم

شیخ محمد جنید قدس سرہٗ نے کہا کہ مدینہ جاتے ہوئے راستہ بھول گیا۔ چھ روز تک سرگرداں رہا ساتویں روز بھوکا پیاسا مدینہ پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جا کر سلام کیا میں نے کہا کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیر اور بھوکا ہوں میرا کوئی نہیں ہے آج رات میں آپ کا مہمان ہوں۔ جب میں سو گیا تو خواب میں میں نے جمال پُر کمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی نصف میں نے خواب میں کھائی خواب سے بیدار ہوا دوسری نصف میرے ہاتھ میں تھی مجھے یقیناً آپ کی زیارت ہوئی کہ فرمایا من رانی فی المنام فقد رانی

فان الشیطان لا یتمثل بی۔ اس کے بعد میں نے ندا سنی۔ یا اباعبداللہ لا یزور قبری الا غفرلہ وقال شفاعتی غدا۔ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا اس کے گناہ معاف ہوں گے اور قیامت کو اسے میری شفاعت حاصل ہوگی وہ خوش ہو جائے گا۔

روضۃ العلماء میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری وفات کے بعد آئے گا اور مجھ پر ایک بار سلام کہے گا اس کے سلام کا جواب دس مرتبہ دوں گا اور حق تعالیٰ دس خاص فرشتوں کو بھیجیں گے جو اس پر سلام بھیجتے رہیں گے اور اگر کوئی شخص اپنے شہر، محلہ یا گھر میں مجھ پر سلام بھیجتا ہے حق تعالیٰ میرے بدن میں روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اے جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقو! تم کیوں خاموش ہو۔ اور اے وصال احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے طالبو! کیوں جوش میں نہیں آتے اور روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سلام کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

صد سلامت میفرستم ای دریائے جود ... در جوابم لب کشا اے غنچۂ باغ وجود
السلام اے آنکہ تا بر جبہہ آدم نتافت ... نور پاکت کس نبرد از قدسیان او را سجود
السلام اے آنکہ ایوان شفاعت روز حشر ... جز کلید لطف تو بر خلق نتواند کشود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل ہے کہ فرمایا ما من امتی لہ سعۃ لم یزرنی فلیس لہ عذر یوم القیمۃ۔ میری امت میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جسے رزق اور مال و اسباب میں وسعت اور کشادگی حاصل ہو اس کے باوجود میری زیارت نہ کرے قیامت کے روز اس کا کوئی عذر نہیں ہوگا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرتا ہے اس پر میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ واللہ الموفق اللّٰھم ارزقنی زیارۃ الکعبۃ الاسلام وقبر نبیک محمد علیہ الصلوۃ والسلام واسعدنی مع جمیع المؤمنین بشفاعۃ یوم القیمۃ یا ذا الجلال والاکرام اللھم اغفرلی ولوالدی والاستاذی وجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات انک مجیب الدعوات ومنزل البرکات برحمتک یا ارحم الرحمین۔

بعون صانع بیچون و فضل خلاق زمین و آسمان

درین زمان برکت قرآن نسخهٔ دینی ایمان گنجینهٔ جواهر ایقان خزینهٔ لآلی اخلاق سینهٔ الحسن و الجمال آئینه
مکارم حالات خاتم پیغمبران صحیفهٔ محاسن عادات سرور عالمیان علیه وعلی آله افضل الصلوة و التحیة

معارج النبوة
فی
مدارج الفتوة

مصنفهٔ علامهٔ جلیل فهامهٔ نبیل قدوة المحققین زبدة المدققین محدث کامل مفسر اکمل صاحب کمالات
معنوی مولانا معین کاشفی قدس سره و حسن الاخروی باهتمام قاضی عبدالکریم ابن المرحوم قاضی نور محمد

در مطبع نامی گرامی کریمی واقع بمبئی مطبوع گردید

تتمہ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ

معجزاتِ رسولِ مختار

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ آپ کو نورِ ایمان اور نورِ احسان کی دولت سے نوازے۔ کائنات کی ایجاد کا اصل مقصد معرفتِ الٰہیہ اور اُس کی اتباع و اطاعت ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ چونکہ ہدایت و اطاعتِ خداوندی کو مخلوق تک پہنچانا ضروری تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ بنی نوعِ انسان میں سے ایک ایسی جماعت کو منتخب فرمایا جو صلاح و تقویٰ، دیانت و امانت، پاکیزگیٔ سیرت، حُسنِ اخلاق، خوش خلقی اور خوش خُلقی، اولو العزمی، صدقِ مقالی، حسنِ افعالی، برگزیدگیٔ نسب، پاکیزگیٔ حسب، کمالِ عقل اور اوصافِ فصاحت سے آراستہ اور پیراستہ تھی۔ ان برگزیدہ انسانوں کو خلعتِ نبوت سے مزین فرمایا، مسندِ رسالت پر بٹھایا اور ان کے اُمتیوں کو اُن کی اتباع کے لیے تیار فرمایا۔ چونکہ نبوت کا منصب بلند تھا، اسے عقلیات، علامات، دلائل براہین اور معجزات سے مؤید و مؤکد فرمادیا۔ ان معجزات کی روشنی سے حرم سرائے نبوت جھوٹے مدعیوں سے خالی ہوگئی۔

درحرم انس کسی راہ یافت	کز نظرِ قدس نظرگاہ یافت
ہر کہ تہی باشد از اوصافِ قدس	کی زند اندر حرمش لافِ انس
کز خودۂ اوصافِ طبیعت جداست	در حرمِ عشق کسی آشناست

چونکہ خوارقِ عادات کے فہم سے انسان کا ذہن ہمیشہ قاصر رہا ہے مثلاً خلیل اللہ کے لیے آگ کا ٹھنڈا ہوجانا، کلیم اللہ کے لیے عصا کا اژدہا بن جانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردہ زندہ کرنا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارۂ انگشت سے چاند کا سینہ شق ہونا وغیرہ وغیرہ جیسے مافوق العقل امور رُونما ہوتے ہیں۔ ان معجزات و خوارق کی وجہ سے ہم یقین کیے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ لوگ اللہ کے خاص بندوں میں سے تھے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل تھی۔

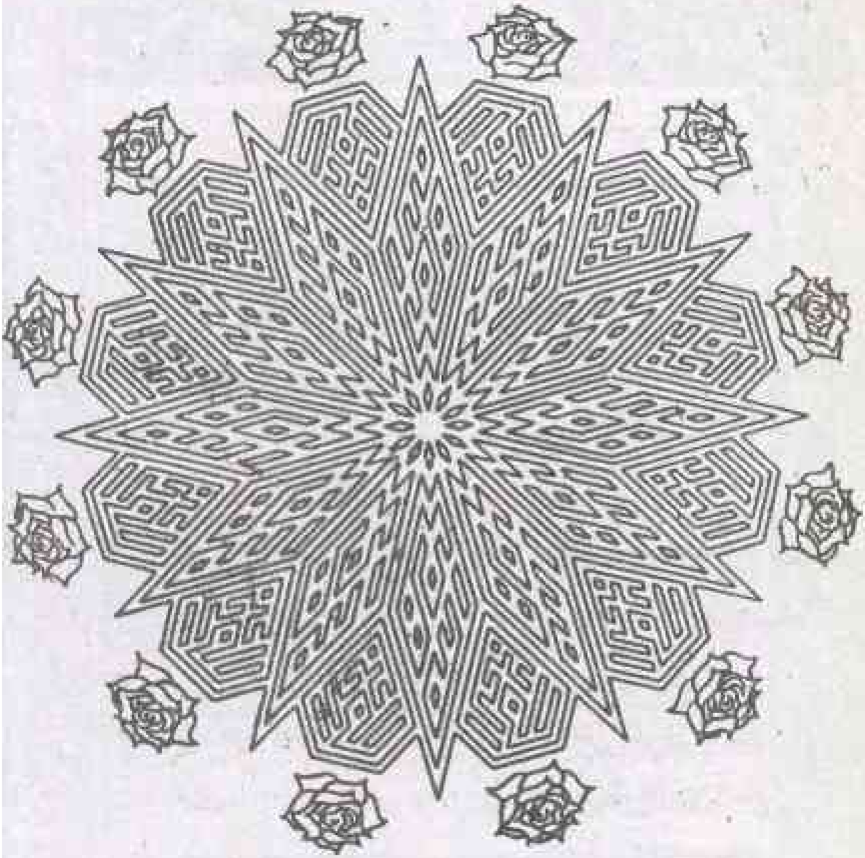

اگر کوئی ملحد یا بے دین اعتراض کرتا ہے کہ ایسی چیزیں تو جادوگروں سے بھی رونما ہوتی رہی ہیں تو ہمارا جواب یہی ہوگا کہ ہاں! ایسی چیزیں جادوگروں سے ضرور ظاہر ہوتی ہیں لیکن ان شعبدوں کے سمجھنے سے تمام دُنیا کی عقلیں قاصر اور عاجز نہیں ہوئیں۔ فرعون انسانی تاریخ میں اپنے جادو سے مشہور اور کامل ترین مانا گیا ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے، وجاؤا بسحر عظیم۔ اس کے جادوگر بڑا عجیب وغریب جادو لے کر آئے۔ لیکن یہ عظیم جادوگر ان امور کے باوجود عصا موسوی کے سامنے شکست کھا گئے۔ ان جادوگروں کا کمال یہی تھا کہ وہ ان تمام حیران کن چیزوں کو صرف اپنے جادو کے زور سے ظاہر کرتے تھے لیکن جادو کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد اس کی کوئی حیثیت نہ رہتی تھی اور اُن کے اثرات مٹ جاتے تھے لیکن معجزات جسے انبیاء کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا آج تک اُن کے اثرات مٹائے نہیں جاسکے۔ یہ ابدی اور ازلی چیزیں ہیں۔

ساحرانِ موسیٰ ز استیزہ را	برگرفتہ چوں عصای او عصا
زیں عصا تا آں عصا فرقیست ژرف	زیں عمل تا آں عمل راہ شگرف
لعنۃ اللہ ایں عمل را در قفا	رحمۃ اللہ ایں عمل را در وفا

یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے تک کسی جادوگر نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ جن لوگوں نے حضور کے بعد دعویٰ نبوت کیا ان میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں تھا۔ ان کے متعلق تو حضور علیہ السلام نے فرما دیا تھا؛ لا نبی بعدی و ختم نبی النبیون۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ میں نبیوں کی نبوت ختم کرنے آیا ہوں۔ بایں ہمہ جن لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا ان کی تکذیب ہوتی رہی اور ان کے دعوٰی کو باطل قرار دیا جاتا رہا۔ ان دعویٰ داروں کا جھوٹ اور بطلان ظاہر ہوتا گیا وہ ذلیل و خوار ہو کر ہلاک ہوئے۔ مگر ایسے خوارق وعادات کے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دعوے کیے۔ دشمنوں کی کوششوں کے باوجود ان کے نورِ نبوت کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔ اور ان ضیاؤں کو بجھانے کی ہر ممکن کوشش کے باوجود ان حضرات کے کمالات و معجزات کو شہرت ملی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم	یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو ہم اپنی

والله متم نوره ولو كره الكافرون۔

پھونکوں سے ختم کر دیں لیکن تو اپنے نور کو نور کامل کی حیثیت سے سامنے لائے گا خواہ یہ بات کافروں کو ناگوار ہی ہو۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ دجال کو یہ طاقت ہوگی کہ وہ جسے چاہے ہلاک کرے گا اور جسے چاہے زندہ رکھے گا۔ یہ ایسا جادو ہے کہ جو انبیاؑ کے معجزات کے مشابہ ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ اس میں بھی اشتباہ ہے، نقلاً بھی اور عقلاً بھی۔ نقلاً تو یوں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: زندگی اور موت دجال کے قبضۂ اختیار میں نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اسے بعض خرقِ عادات دی ہیں۔ اس کے قبضۂ اختیار میں موت اور زندگی کے اختیارات نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ اگر کسی کو ایک بار قتل کر دے گا تو اسے زندہ کرنے کے اختیار میں نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ کسی ایک کو ایک بار زندہ کرلے گا تو پھر اسے قتل کرنے پر قادر نہیں ہوسکے گا۔ اندریں حال وہ قتل و احیاء پر مکمل اختیارات سے محروم ہوگا۔

عقلی طور پر ہم اسے یوں بیان کریں گے کہ وہ ان اختیاراتِ وقتی کے باوجود دعویٰ پیغمبری نہیں کریگا لیکن دعویٰ خدائی کرے گا۔ اس دعویٰ میں اس کی دروغ گوئی ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ ایک مجسّم ہے، محدود ہے، بھینگا ہے اور پھر لنگڑا بھی۔ یہ نقائص ایک خدا اور خالق میں نہیں پائے جاسکتے۔

خوارق عادات کا ظہور بعض ناقص اشیا کے جمع ہونے پر شیاطین سے بھی ہوجاتا ہے مگر معجزہ ہمیشہ کامل اوصاف سے ظاہر ہوتا ہے اور اس میں کسی قسم کا نقص نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ملائکہ کا اثر اس کمال کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسی اثر سے معجزات رونما ہوتے ہیں۔ یہی معجزات صاحبِ معجزہ کی دلیل قرار پاتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ ظاہر ہوتا ہے اور کرامت میں اخفاء ضروری ہے۔ معجزے اور کرامت میں اتنا فرق ہے جتنا نبی اور ولی میں۔ یعنی ولایت کے لیے اخفاء اور ستر ضروری ہے مگر نبوت کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ "اولیائی تحت قبائی" اور نبوت کے لیے حکم ہوتا ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمة

لوگوں کو اپنے اللہ کی طرف حکمت و

وَالموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن۔ — موعظت سے بلایا کرو اور ان سے اچھے طریقے سے جدوجہد کرو۔

چنانچہ نبوت کے بعد معجزے کا اظہار صداقتِ انبیاءؑ کی نشانی ہے۔

علمائے معجزے کی تعریف یوں کی ہے: المعجزة عبارة ان اظهار قدرة سبحانه وتعالٰی وحکمته علی نبی مرسل بین امته بحیث یعجز اهل عصره عن ایراد مثلها۔ یعنی معجزہ قدرتِ خداوندی کا اظہار اور اُس کی حکمت کی انبیائے کرام پر وضاحت ہے تاکہ وُہ اپنی امت اور اپنے اہلِ زمانہ کو اُس کے اظہار سے عقلی طور پر عاجز کر دے۔ ایسا کہ جس سے تمام لوگ عاجز و قاصر ہوں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی کی قدرت کا اظہار فرمایا اور اللہ کی حکمت لاانتہا ہی کو واضح کیا۔ اس کے متعلق بزرگانِ دین نے لکھا ہے: چونکہ نفوسِ ناطقہ کو قوتِ استفادہ عالمِ ملکوت سے میسّر ہوتی ہے۔ سیرت کی پاکیزگی اور صفائی جسم کی وجہ سے حقائق و علومِ الٰہیہ کے انوار کماحقہٗ وارد ہوتے ہیں۔ ان جزئیات و کلیات کے انعکاس سے معجزات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ علم و عمل کے طریقوں سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اہلِ عصر اور اہلِ دہر کی عقلیں ان کے ادراک و ایقان سے عاجز ہوتی ہیں۔ جن لوگوں کو ایمانی ضیاء کا حصّہ ملا ہے وُہ معجزات کے اقرار کرنے یا اُسے برحق تسلیم کر لینے میں تامّل نہیں کرتے مگر شرفِ خداوندی سے بعد اور اختلافات کی وجہ سے اکثر لوگ انکار کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور معجزہ کو سحر اور جادو سے امتیاز نہیں کر سکتے اور صاحبِ معجزہ کو بھی جادوگر اور ساحر کہہ اُٹھتے ہیں اور ان کے ایذا اور قتل پر آمادہ ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم اس مضمون کو اپنے الفاظ میں یُوں بیان کرتا ہے: واذ یمکربک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ حقیقت یہ ہے کہ امورِ شرعیہ کی تصدیق اور قبولیت تو صرف امورِ شرعیہ کی روشنی میں ہی ہو سکتی ہے کیوں کہ ہماری طبعی نگاہیں لبسا اوقات شرعی رموز و اسرار کو سمجھنے سے قاصر رہتی ہیں۔ اسی طرح شریعت کی روشنی میں ہی معجزات کی تصحیح ہو سکتی ہے۔ جس طرح آفتاب کو دیکھنے کے لیے آفتاب کی روشنی ضروری ہے اسی طرح شریعت کی نورانیت کو شرع کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔

اور معجزاتِ انبیاء اسی نور سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

روی جاناں بچشم جان دیدن — خوش بود خاصہ ناگہاں دیدن
بوی او ہم باو توان دریافت — روی او ہم باو توان دیدن
می تواں ہرچہ بود وہست و بود — در رخ او یگان یگان دیدن
خود گرفتم کہ در صفای رخش — توانی ہمہ جہاں دیدن
گر ہمہ اوست ہرچہ ہست یقین — اندر آئینہ جہاں دیدن
جان و جاناں و دین دلبر دین — می توانی بچشم جان دیدن

یہ جاننا ضروری ہے کہ معجزات بھی انبیاء کی قدر و منزلت کے مطابق ہوتے ہیں۔ بعض اعلیٰ درجے پر پہنچ کر اعلیٰ معجزات کا اظہار فرماتے رہے ہیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض انبیاءؑ سے بہت سے معجزات رونما ہوتے ہیں مگر بعض کے ہاں بہت کم معجزات دیکھنے میں آئے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ تمام انبیاء سے بلند تھا۔ آپ کے معجزات کی بلندی اور کثرت بھی اسی طرح تھی۔ ان معجزات کی تعداد حساب و کتاب سے باہر ہے اور آج تک ان معجزات کا شمار ممکن نہیں ہو سکا البتہ اکثر معجزات کو عقلی اور حسی معجزات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ حسی تین قسم کے ہیں۔ بعض صفاتی ہیں، بعض خارجی ہیں اور بعض باطنی۔ ہم اپنی کتاب کو صرف حسی اور عقلی معجزات کے بیان تک محدود رکھیں گے۔

باب اوّل

معجزاتِ عقلیہ

عقلی معجزات کو ہم چھ اقسام پر تقسیم کرتے ہیں۔ پہلی قسم میں وہ معجزات بیان کیے جائیں گے جنھیں ایک عقلمند انسان سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک، اطوار اور کردار کو عقل کے پیمانے سے ناپے گا تو اُسے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا وجود اطہر آتنا لطیف عناصر سے مرکب ہے کہ وہ جہالت کے ظلمت کدہ میں ایک روشن چراغ کی طرح جگمگا رہا ہے۔ مشرکین اور کفار کے درمیان نشوونما پاتا ہے۔ پھر آپ کو کسی عالم و فاضل کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ کسی ایسے سفر میں ارباب علم و ادراک کے ساتھ شریکِ سفر نہیں ہوتا صرف دوبار سفر کرتا ہے۔ شام کے سفر میں کسی علم و دانش کے اکتساب کا موقعہ نہیں ملتا، زندگی میں کسی عالم یا معلّم سے مجلس نہیں رہتی۔ کسی حکیم سے علم و حکمت کے الفاظ نہیں سنے جاتے کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ نہیں کیا جاتا۔ با ایں ہمہ معرفتِ ذات و صفات اور علوم افعال و اسماء کے اس رتبۂ کمال کو پہنچتا ہے کہ روئے زمین کے تمام حکماء، علماء اور فضلاء کرام اس عقل و حکمت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے گئے۔ انھوں نے حضور کی گفتگو میں علم و حکمت کی وہ ساری خوبیاں پائیں جو انھیں کہیں سے نہ مل سکی تھیں۔ زمانہ بھر کے عقلاً اور حکماء نے تسلیم کیا کہ قرآن پاک کی تعلیم سے بڑھ کر دلائل اور مسائل کی وضاحت کے استدلال کہیں نہیں مل سکتے۔ علماءِ اہلِ کتاب، فنِ تواریخ کے ماہرین، حساب کے دقیق مسائل کے حل کرنے والوں اور مختلف انداز سے سوالات کرنے والوں نے امتحان کر کے دیکھ لیا کہ آپ ہر سوال کے جواب میں درست اور صحیح تھے۔ آپ نے جو کچھ جواب دیئے اور جو کچھ بھی بیان فرمایا؛ تمام عقل و نقل کے عین مطابق تھا۔ آپ کے اقوال و احادیث کا ایک بے پناہ

ذخیرہ موجود ہے۔ آج تک دنیا کے عقلمند اسے عقل کے معیار سے کمتر نہیں پا سکے۔ اندریں حالات یہ نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ تمام چیزیں تعلیم الٰہی اور ہدایتِ ربانی کی عطا کردہ ہیں اور یہی عقلی دلیل اس بات پر ایمان لانے کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو معرفتِ نبوت اور صدقِ رسالت سے نوازا تھا اور آپ عقلِ کل کی حیثیت سے کائنات ارضی پر تشریف فرما ہیں۔

وما کنت تتلوا من قبلہٖ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔

حضرت عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

اے عربی نسب اُمّی لقب
بندۂ تو ہم عجم و ہم عرب

تیغِ عرب زن کہ فصاحت تراست
عبدِ عجم کن کہ ملاحت تراست

گر قلم غالیہ سا نیستی
یا بخط انگشت نما نیستی

صبح تو دود چراغے مدار
باغ تو گوپائے کلاغی مدار

چوں ز تو خوانند و نویسند ہم
گر تو نخوانی نتویسی چہ غم

از تو سیہ راست سفیدی امید
بہ کہ سیاہی نہ نہی بر سفید

خواندنت بس کہ سخن راندہ
دور روان را بخدا خواندہ

گوشش جہان گاہ خدا خوانیت
درج گہر شد ز سخن رانیت

گر شبہہ ماندہ ازیں درج دور
با شرری ندہد ازیں برج نور

زاں نرسد تہمت ازیں درج را
زیں نرسد ظلمت آں برج را

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ بعثت اور رسالت سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسے مسائل اور دلائل بیان نہیں کیے تھے۔ نبوّت اور رسالت کے اسرار و رموز کا کبھی بیان نہیں فرمایا تھا۔ اگر رسالت و بعثت سے پہلے آپ اس قسم کی گفتگو فرمانے کے عادی ہوتے تو مخالفین کو رسالت کے اعلان کے بعد شور و غل کرنے کا موقع ملتا اور وہ کہتے کہ آپ ساری عمر اس قسم کی گفتگو کی تربیت و تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ اپنے وقت عزیز کو اس قسم کی سورتیں اور آیات کے ازبر کرنے میں وقف کیا ہوا تھا اور اب آپ بدرجۂ کمال ایسی سورتوں اور کلام کو بیان کرنے میں مشاق ہو گئے ہیں۔

چنانچہ جن لوگوں نے آپ کی زندگی کے چالیس سال کا قریب ہو کر مطالعہ کیا تھا، انھیں معلوم تھا کہ آپ نے کبھی نہ ایسا دعویٰ کیا نہ ہی ایسی گفت گو کا اظہار فرمایا تھا۔ ناگاہ بعثت کے بعد آپ کی زبان سے ایسے کلمات اور آیات بیان ہونے لگیں جن کی فصاحت و بلاغت پر اوّلین و آخرین حیران و ششدر رہ گئے اور ان آیات کے مقابلہ میں آج تک ایک آیت نہ لا سکے۔ آج نو سو سال گزر رہے ہیں (مولف نے نویں صدی ہجری میں کتاب لکھی تھی) کہ عجم کے فضلا اور عرب کے فصحاء ان آیات بینات پر غور و تامل کر رہے ہیں اور اپنی فصاحت و بلاغت کو ان آیات کی کسوٹی پر رکھے ہوئے ہیں لیکن ان آیات کا معارضہ پوری قوت فصاحت کے باوجود اپنے امکان سے بالا پاتے ہیں۔ یہی بات اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے منہ سے بعثت کے بعد نکلنے والی باتیں ملک علام جل ذکرہ کی طرف سے ہیں اور آپ کی ذات گرامی تک وحیِ الٰہی کی وساطت سے آرہی ہیں۔ یہی بات آپ کی نبوت و رسالت کی صداقت پر برہانِ قاطعہ اور دلیل ساطعہ ہے۔

آپ کے معجزات پر تیسری عقلی دلیل یہ ہے کہ رسالت کے پیغام کو عوام تک پہنچانے کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے لاتعداد ملامت اور بے انتہا مشقت برداشت کی۔ کفار کی اذیتیں اور اشرار کی شرارتیں قبول کیں۔ مشرکین کے رؤسا اور زعماء نے بعض اوقات سختی اور بسا اوقات نرمی سے آپ کو پیغامِ حق سے روکا مگر آپ کلمۂ حق کہنے سے باز نہ آئے۔ دنیا کی آسائش، جاہ و منال اور آرام و سہولت کا کبھی خیال نہ کیا بلکہ صبر و تحمل فرماتے رہے۔ تبلیغی راستوں میں نہ تو کبھی قصور و فتور واقع ہوا۔ نہ آپ کے جذبہ و جوشش میں کبھی کوتاہی واقع ہوئی۔ ہزاروں دشمنانِ جان کے درمیان یکہ و تنہا ثابت قدم رہے۔ قتل، جنگ اور مصائب کے سامنے سرانداز نہ ہوئے۔ آخر کار اللہ کی نصرت اور تائیدِ خداوندی سے تمام دشمنوں پر فوقیت حاصل ہوئی۔ یہ فوقیت تمام مشرق و مغرب پر ثابت ہو گئی اور تمام کائنات آپ کے فرمان کے سامنے جھک گئی آپ کا دین آفاق و اکناف میں پھیل گیا۔ آپ کی اُمت اور متبعین دنیا بھر میں پھیل گئے۔ آپ کی رسالت اور کمالات کے جھنڈے آسمان کی بلندیوں پر لہرانے لگے۔ ان کمالات کے باوجود آپ نے

نہ کبھی غرور سے سر اُونچا کیا نہ تکبّر کا اظہار فرمایا بلکہ تواضع و انکساری میں کمال حاصل کیا۔ ہمیشہ آخرت کی بہتری کی کوشش کی۔

معجزاتِ عقلیہ

عقلی معجزات کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے دلائل اور شواہد سابقہ الہامی کتابوں زبور، تورات، انجیل اور دُوسرے صحائف میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یہ دلائل منکرانِ نبوت نے بھی پڑھے تھے چنانچہ حضور علیہ السلام قرآن کے الفاظ میں ان اوصاف اور مناقب کو مخالفین کے سامنے بیان فرماتے تو کفار اور یہود ذاتی عناد اور تکبّر کی وجہ سے آپ کی تصدیق تو نہ کرتے لیکن ان اوصاف کو آپ میں دیکھ کر انکارِ کمالات نہ کر سکتے تھے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا: الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل (جن لوگوں نے نبی امّی کی اتباع کی اُنھوں نے تورات و انجیل میں آپ کے اوصاف کو لکھا ہوا پایا تھا) ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم (وہ ایک رسول کی بشارت دیتے ہیں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا اسم گرامی احمد ہوگا) یا اھل الکتاب لم تکفرون بآیات اللہ وانتم تشھدون (اے اہل کتاب ان آیات الٰہی سے کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود اُن کی شہادت دینے والے ہو) الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ اس قسم کی بہت سی آیات قرآن پاک میں ملتی ہیں۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ کو آپ کے اوصاف سے انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ آپ کے دعوے ایسے ہی براہین و دلائل سے مستند تھے لیکن یہودی اپنے حسد کی بنا پر انھیں قبول کرنے سے محروم رہے۔ نصاریٰ تکبّر اور یہودیوں کے طعنوں کے ڈر سے تصدیق سے قاصر رہے۔ لیکن مباہلہ کے اعلان کے وقت سامنے آنے سے گریز کرتے رہے۔

معجزاتِ عقلیہ کی پانچویں دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دُعائیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اگرچہ ایسی مقبولِ بارگاہِ خداوندی دُعائیں حد و حساب سے باہر ہیں تاہم چند

واقعات کا ذکر کرنا مناسب ہے جو ان دعاؤں کے نتیجہ پر رونما ہوئے۔

قریشِ مکہ اپنے مال و مویشی کی کثرت اور زندگی کی دیگر آسائشوں کی فراوانی کی وجہ سے مغرور ہو چکے تھے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں پیش پیش تھے۔ حضور نے فرمایا: اللھم اشدد وطاتك علی مضر واجعل علیھم سنین کسنی یوسف۔ تو اللہ تعالیٰ نے عرب میں کئی سال تک بارش بند کر دی جس سے کھیتیاں ویران ہو گئیں، باغات خشک ہو گئے، تجارت میں خسارہ ہونے لگا، مویشی ہلاک ہونے لگے، جانیں ضائع ہونے لگیں، خشک سالی نے پوری شدت اختیار کر لی اور عرب کے تمام قبائل اِس صورتِ حال سے سخت پریشان ہو گئے۔ آخر کار عاجز آ کر حضور کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے اور التماس کی کہ آپ ہماری خوشحالی کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ بادل گھر آئے اور اتنی تیز بارش ہونے لگی جیسے آسمان سے نہریں ٹوٹ پڑی ہوں۔ اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ تنگ آ گئے۔ پھر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور دعا کی التجا کی۔ آپ نے دوبارہ ہاتھ اٹھائے اور کہا اللھم حوالینا ولا علینا اللھم علی الجبال وبطون الاودیۃ "اے اللہ! بادلوں کو ہم پر برسنے کی بجائے اردگرد برسنے کا حکم دے۔ اے اللہ! یہ پہاڑوں پر برسیں اور وادی بطحا سے چھٹ جائیں۔" بارش رک گئی اور شہر کے اردگرد برسنے لگی اور شہر میں ایک قطرہ بھی نہ برستا تھا۔

آپ نے خسرو پرویز کے متعلق فرمایا تھا: اللھم مزق ملکہ کما مزق کتابی۔ "اے اللہ! پرویز کے ملک کو اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دے جس طرح اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔" عتبہ بن ابی لہب کے متعلق آپ نے فرمایا، اللھم سلط علیہ کلبا من کلابك۔ "اے اللہ! عتبہ پر اپنے کتوں سے ایک کتا مسلط فرما۔" اسے ایک شیر نے چیر پھاڑ دیا تھا۔ اس واقعہ کو اپنے مقام پر تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ ایک بار حضرت ابو طالب بیمار ہو گئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائے صحت کی التجا کی گئی۔ آپ نے شفا کی دعا فرمائی۔ اسی وقت صحت یاب ہو گئے تو حضرت ابو طالب نے متعجب ہو کر فرمایا، ان معبودك لیطیعك "کیا آپ کا خدا آپ کی اتنی مانتا ہے؟" آپ نے فرمایا، "اگر آپ بھی میرے اللہ کی

اطاعت قبول کرلیں تو آپ کی بات بھی اتنی ہی مانی جائے گی۔"

ایک بار حضرت علی ابن ابی طالب یمن کو جا رہے تھے۔ آپ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! مجھے تو فیصلے کرنے نہیں آتے۔ آپ نے دستِ مبارک حضرت علی کے سینہ پر پھیرا اور دعا فرمائی: اللھم اھد قلبہ وسدد لسانہ۔ اے اللہ! علی کے دل کو ہدایت یافتہ بنا دے اور اس کی زبان کو حق گوئی عطا فرما دے۔" حضرت علی فرماتے ہیں، اس دن کے بعد مجھے کسی معاملہ میں تردد نہیں ہوا اور کسی فیصلے میں شک وشبہ نہیں گزرا۔ ہر بات کی حقیقت واضح ہو جایا کرتی تھی۔ ایک بار آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور دُعا فرمائی: اللھم علمہ الحکمۃ وتاویل القرآن۔ اے اللہ! اسے حکمت اور تاویل قرآن کی نعمت عطا فرما۔ اسی دعا کی برکت سے آپ کا لقب نبیلو مفسران قرآن قرار پایا تھا۔ ایک بار حضرت انس بن مالکؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کا ایک لوٹا پیش کیا تو آپ نے ان کے لیے چار دعائیں فرمائیں: اللھم اکثر مالہ وولدہ واطل عمرہ واغفر لہ۔ اے اللہ! انسؓ کے مال کو کثرت دے، انسؓ کی اولاد زیادہ ہو، انس کی عمر لمبی ہو، انس کی مغفرت فرما۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسّی ہزار جریب زمین دی۔ میرے باغ اور کھجوریں سال میں دو دو بار پھل دیتیں، میری اولاد کا یہ عالم تھا کہ میری زندگی میں ہی میرے پاس ایک سو بیس بیٹے اور چھیالیس لڑکیاں تھیں۔ عمر کی درازی کا یہ عالم تھا کہ آج ایک سو تیرہ سال عمر ہو چکی ہے ہاں دعائے مغفرت کی قبولیت ابھی باقی ہے۔

ایک اور مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت انس کی آخری عمر میں موت سے پہلے آپ نے فرمایا، اے اللہ! اپنے حبیب پاک کی چار دُعاؤں میں سے تُو نے تین کو قبول فرمالیا ہے مجھے پتہ نہیں کہ چوتھی دعائے مغفرت کے بارے میں کیا ہوگا۔ اس کے گھر کے ایک گوشے سے آواز آئی، ان تین دعاؤں کو میں نے قبول کرلیا ہے تو چوتھی کو بھی رد نہیں کروں گا۔ فکر نہ کرو تمہاری مغفرت یقینی ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کی دُعائیں حساب وشمار سے باہر ہیں۔ بعض دعاؤں کے

نتائج کو اسی کتاب میں بیان کر دیا گیا ہے اور بعض معجزات حسّی کے بیان میں پیش کی جائیں گی۔
کتابوں میں ہزاروں حوالے لکھے ہیں ان میں سے ایک واقعہ مزید نقل کیا جاتا ہے:

ایک دن امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم کی زیارت کو گئے۔ آنحضرت بڑے ہشاش بشاش تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی پاس ہی تھیں۔ آپ نے اپنی بیٹی عائشہ کو فرمایا: بیٹی! سرکارِ دو عالم آپ پر بہت خوش ہیں۔ اپنے لیے کوئی دعا منگوا لو۔ حضرت عائشہ نے حسب الارشاد سرکارِ دو عالم سے التجا نے دعا کی تو آپ نے فرمایا: غفر اللہ لک یا عائشۃ ما قدمت وما اخرت وما اعلنت وما اسررت۔ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تیری سابقہ اور آئندہ کوتاہیوں کی مغفرت فرمائے، اعلانیہ اور مخفیہ خطاؤں کو معاف فرمائے۔ اس دعا کو سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق بڑے خوش ہوئے آپ نے فرمایا: ابوبکر! تم عائشہ کے حق میں کی گئی دعا پر اس قدر اظہارِ مسرت کر رہے ہو۔ آپ نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں کیونکر اظہارِ مسرت نہ کروں جبکہ آپ نے میری بیٹی کی تمام و کمال مغفرت کے لیے دعا کی ہے۔ اس رحمت و مغفرت پر جس قدر فخر و مباہات کروں کم ہے۔ میرا ایمان ہے کہ آپ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدیق! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں ہر رات اپنی امت کے مرد اور عورت کے لیے ایسی ہی دعا کرتا ہوں۔

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ شبِ معراج کو سرکارِ دو عالم نے تمام سعادتیں اپنی امت کے لیے مانگی تھیں اور تمام مکروہات امت سے دور رکھنے کی دعا کی تھی اور یہ دونوں خواہشیں پوری کر دی گئی تھیں۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حضور کی کوئی بھی دعا رد نہیں ہوتی اور جہاں مشیتِ ایزدی قبول کرنے پر تیار نہ ہوتی وہاں حضور کو پہلے ہی فرما دیا جاتا تھا تاکہ آپ اس التجا کو بارگاہِ الٰہی میں پیش ہی نہ کریں۔ استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔ آپ ان مشرکین کے لیے مغفرت چاہیں یا نہ چاہیں، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر آپ ستر بار بھی مغفرت چاہیں گے تو انہیں ہرگز نہیں بخشا جائے گا۔ جہاں قبولیت کی بات ہوتی تو برملا فرما دیا جاتا تھا استغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات۔

آپ مومن مرد اور مومن عورتوں کے گناہوں کے لیے مغفرت مانگیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ المومن
ان نامور حبیب باستغفار للمومنین والمومنات وھو یستغفر اللہ سبحانہ وتعالیٰ لا یعلم
ان آیات قرآنی کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ دعاؤں کی قبولیت بھی معجزات قبوریہ میں
سے ہے۔ ایک عقلمند انسان جب اس بات پر غور کرتا ہے تو اسے حضور کی اس کامیابی اور
مقبولیت پر یقین کرتے ہوئے نبوت و رسالت کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اسے کسی شبہہ کی گنجائش
باقی نہیں رہتی کہ حضور خدا کے کتنے مقبول رسول ہیں۔

معجزات عقلیہ کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی زندگی میں بے شمار امور غیبیہ
پر مطلع کیا تھا۔ بعض واقعات گزشتہ زمانے سے تعلق رکھتے تھے بعض مستقبل سے۔ گزشتہ
زمانے سے متعلق واقعات ایسے ہیں جن میں سابقہ انبیاء کے حالات اور سابقہ امتوں کے واقعات
پائے جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں مختلف مقامات پر ایسے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ واقعات
کسی دوسری الہامی کتاب میں نہیں ملتے کہ ان کی مدد سے بیان کیے جا سکیں۔ پھر یہ ایسے
واقعات تھے جن کی صداقت پر کسی نے اعتراض نہیں کیا اور ہر ایک نے ان واقعات کی
تصدیق ہی کی۔ مستقبل کے حالات اور واقعات کو جس انداز سے قرآن نے پیش کیا تھا ویسے
ہی رونما ہوتے رہے۔ اذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم۔ چنانچہ ایسا ہی رونما
ہوا تھا۔ پھر الٓمٓ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع
سنین۔ میں بھی رومی اقوام کے حالات کو صحیح صحیح بیان فرما دیا انا فتحنا لک فتحا مبینا
کی بشارت کے بعد آپ کو وہ فتح نصیب ہوئی جس کا ذکر تھا۔

ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد اللہ کے اس وعدہ کے مطابق مکہ میں
واپس لایا گیا پھر لیظھرہ علی الدین کلہ تمام ادیانِ عالم پر اسلام غالب رہا۔ اذا
جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ لوگوں کو فوج در
فوج دینِ اسلام میں داخل ہوتے دیکھا گیا۔ اس قسم کے واقعات جن میں مستقبل کی
بشارتیں تھیں قرآن پاک میں کافی تعداد میں موجود ہیں۔

پھر اکثر واقعات ایسے ہیں جو سرکار دو عالم کی زبان سے وارد ہوتے اور وہ واقعات

ویسے ہی رونما ہوئے جیسے بیان فرمائے گئے تھے زویت الارض مارأیت مشارقہا و مغاربہا وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منہا۔ زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا گیا اور مشرق و مغرب کو میرے سامنے لایا گیا۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ میری امت کے ملک کی سرحدیں وہاں تک پہنچیں گی جہاں تک مجھے دکھایا گیا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ فلاں کاتب وحی جو مرتد ہو گیا ہے اور مشرکین سے مل گیا ہے اسے زمین قبول نہیں کرے گی۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طلحہؓ سے سنا تھا کہ میں اس مقام پر پہنچا جہاں وہ شخص مرا پڑا تھا اور جتنی بار اسے دفن کیا گیا، زمین اسے قبول نہ کرتی تھی۔ پھر آپ نے اہلبیت کے متعلق تمام واقعات کو بیان فرما دیا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے متعلق اطلاع دے دی تھی اشقی الناس عاقر الناقۃ والذی تخضبت ھذہ من ھذا۔ یعنی بدبخت ترین انسان دو ہیں: ایک وہ جس نے حضرت صالح کی اونٹنی کی نسیں کاٹ دی تھیں، دوسرا وہ جس نے حضرت علی کو زخمی کیا تھا اور جس سے آپ کی داڑھی خون آلود ہو گئی تھی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اسی طریقے سے ہوئی تھی جس طرح حضور اکرم نے فرمایا تھا۔ ایکبار فرمایا: حضرت عثمان کو اس وقت شہید کر دیا جائے گا جبکہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہوں گے۔ فرمایا: سیقطر دمہ علیٰ قولہ فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم۔ یعنی شہادتِ عثمان اس آیت پر ہو گی۔ عمار یاسر کے متعلق فرما دیا تھا کہ آپ کو باغیوں کی ایک جماعت شہید کرے گی۔ چنانچہ انھیں حضرت معاویہ کے ایک باغی گروہ نے شہید کر دیا تھا۔ ایک حدیث میں فرمایا: الفتنۃ لا تظہر ما دام عمر حیا۔ جب تک حضرت عمر زندہ ہیں کوئی فتنہ ظاہر نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام کی جماعت موجود تھی جس میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی موجود تھے۔ حضرت حذیفہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ لوگوں میں سے جو سب سے آخر فوت ہوگا اس کی موت آگ سے ہو گی۔ چنانچہ حضرت سمرہ آخرین صحابی تھے جو موت سے پہلے نہایت ضعیف اور کمزور ہو گئے۔ ایک دن آگ جلا رہے تھے کہ آپ کے کپڑوں کو آگ لگ گئی جس سے آپ فوت ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اسرع ازواجی لحوقا بی اطولھن یدا۔ میری ازواج میں سے جو سب سے

پہلے مجھے ملے گی۔ اس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کشادہ دست تھیں یعنی سخی اور فیاض تھیں۔ چنانچہ وُہ سب سے پہلے فوت ہُوئیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں اطلاع دی تھی آپ خاکِ کربلا کی ایک مٹھی لاتے۔ فرمایا: میرے حسین کی شہادت اس مٹی پر ہو گی۔ پھر فرمایا، میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی۔ چنانچہ خلفاءِ راشدین کا عہدِ خلافت صرف تیس سال ہی رہا۔ اِس قسم کے ہزاروں واقعات ایسے ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت اطلاع دے دی تھی اور وُہ بالکل درست ثابت ہُوئے۔ اربابِ عقل و دانش کے ضمیر پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ایسی باتیں لوازم نبوت اور خصائصِ رسالت سے ہی ہوتی ہیں۔ وہ خوارق عادات جو سحر، شعبدہ اور کہانت سے رُو نما ہوتے ہیں، ان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ سچے واقعات سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

باب دوم

معجزاتِ حسیّہ

ذاتی ــــ صفاتی ــــ خارجی

ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات کو جو آپ کی ذاتِ اقدس، جسمِ اطہر سے رونما ہوتے، بیان کر رہے ہیں۔ اُن کی تعداد ہزاروں نہیں لاکھوں تک ہے مگر اِس خلاصۂ موجودات اور زبدۂ مخلوقات کے تمام معجزات کا بیان کرنا ناممکن ہے۔ اندریں حالات ہم صرف چند ایک پر اکتفا کریں گے۔ بزرگانِ دین نے کہا ہے کہ از سر تا قدم آپ کا کوئی عضو نہیں تھا جو معجزات سے خالی ہو۔

سرِ مُبارک آپ کے معجزات سے ایک یہ ہے کہ ساری زندگی میں ایک پرندہ بھی آپ کے سر کے اوپر سے نہیں گزرا۔ جب کبھی کوئی پرندہ اڑتا ہوا آتا، فوراً رُخ پھیر کر ایک طرف سے گزر جاتا۔ دھوپ کی شدت کے موقعہ پر آپ کے سر پہ بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کرتا۔ بعض اوقات دو سفید پرندے (فرشتے) اپنے پروں سے سایہ فگن رہتے اور گرمی کی حرارت سے آپ کو محفوظ رکھا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا سر بلندیِ عرش معلّٰی سے برتر اور آپ کا گوشۂ کلاہِ ہمت ہفت افلاک کے کنگروں سے بھی اُونچا تھا۔ آپ کے سر پہ تاج دیباج لعمرک (مجھے آپ کی حیاتی کی قسم) درخشاں تھا۔ واللیل کے گیسوئے عنبرین اور زلفِ مشکیں سایہ فگن ہوتیں۔ یہ سر عقلِ کامل کے عنقا کا نشیمن تھا۔ سدرۃ المنتہٰی اور ہفت آسمان کی بلندیاں دراصل حضور کے جسمِ اطہر کے سات اعضائے مبارک کا عکسِ جمیل تھیں۔ یہ سر منزل و ماویٰ فکرِ جبریل تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ؎

اے بر سرت از قدم تاجِ لعمرک   خاکِ قدمت بردہ ملایک بہ تبرک

گیسُو مبارک

شبِ معراج کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں سوال کیا: یا اللہ! جبرائیل کو چھ لاکھ پروں سے نوازا ہے مجھے اس کے برابر کیا چیز عطا کی گئی ہے۔ فرمایا: اے میرے حبیب! آپ کی زلفوں کا ایک تار مجھے جبرئیل کے ہزاروں پروں سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ کے ایک تارِ زلف سے قیامت کے دن ہزاروں عاصیانِ امّت کی نجات ہوگی۔ جبرئیل پر پھیلاتا ہے تو قاف سے قاف تک ڈھانپے جاتے ہیں۔ مگر جب آپ کے گیسوئے مشکیں امّت کی نجات کے لیے پھیلیں گے تو قاف سے قاف تک گنہگاروں کو نجات حاصل ہو جائے گی اور ان سب کو تیرے طفیل بخش دُوں گا۔ ؎

چُوں تو گیسوئے شفاعت بنہی بر کفِ دست

من بیک موئے تو بخشم بجہان ہر چہ کہ ہست

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک کا ایک یہ بھی معجزہ ہے کہ آپ ہمیشہ دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔ خالد بن ولید کے پاس ایک ایسی ٹوپی تھی کہ جب وُہ میدانِ جنگ میں کفار سے لڑتے تو اُسے پہن لیا کرتے تھے اور اِس طرح بڑے بڑے بادشاہوں پر فتح یاب ہوتے رہے۔ جس دن شام کا معرکہ ہُوا تو حضرت خالد بن ولید کو وہ ٹوپی نہ مل سکی، بڑے آزردہ خاطر اور مغموم ہُوئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد وُہ ٹوپی مل گئی تو بڑے خوش کام ہُوئے۔ آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دوستوں نے کہا: جناب! یہ ٹوپی اتنی قیمتی تو نہیں ہے، جس کے لیے آپ اتنے مجروح دل اور شادمان ہوتے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا: تم ٹوپی کی ظاہری صورت کو دیکھ رہے ہو، اس کی حقیقت سے بے خبر ہو۔ ایک دن مَیں حضور کے ساتھ تھا جب یہ بشارت ہُوئی لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ امنین محلّقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون نازل ہُوئی۔ مسلمانوں نے سر منڈائے۔ حضور کے سر مبارک کے بال تمام صحابہ نے تقسیم کر لیے تو مَیں نے سرکارِ دو عالم کی پیشانی مبارک کے چند بال مانگے۔ آپ نے مجھے عطا فرمائے تو مَیں نے اپنی ٹوپی کے اندر بطور تبرک محفوظ کر لیے۔ ان بالوں کی برکت سے میں ہر بار جھنڈا بلند کرتا ہُوں اور خداوند تعالیٰ مجھے فتح و نصرت سے نوازتا ہے۔ جس معرکہ میں یہ تاجِ عظمت رکھ کے جاتا ہُوں، مدِ مقابل کے سر جھک جاتے ہیں اور مخالف لشکروں پر

میرا غلبہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو میری حفاظت اور فتح تو اس گیسوئے محبوب کی خاطر کرنا پڑتی ہے اور میری دلجوئی کا ذریعہ تو یہ تارِ موئے زلفِ محبوب ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

چہرۂ پاک

یہ حقیقت ہے کہ ماہِ کامل میں وہ حسن و جمال نہ تھا جو حضورؐ کے چہرۂ پاک سے ظاہر ہوتا تھا۔ اگر آپ کا چہرۂ درخشاں کبھی چودھویں کے چاند کے مقابل آتا تو چاند اس نورانی چہرے کے سامنے ماند دکھائی دیتا۔ ایک دفعہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور میرے پاس تشریف لائے اور مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے ہمراہ لے چلے۔ ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جا پہنچے۔ حضرت عائشہ نے آپ کو دیکھتے ہی تبسم فرمایا تو حضور نے وجہِ تبسم دریافت کی تو حضرت صدیقہ نے بتایا آپ کے کپڑوں کو میں نے دیکھا تو ایک جگہ سے کرتا پھٹا ہوا تھا، میں نے اُسے سی کر بخیہ کرنے کا ارادہ کیا۔ میرے پاس سُوئی نہ تھی۔ اپنی ہمسائی سہیلہ انصاری سے عاریتاً سُوئی لی۔ وہ سُوئی اندھیرے میں زمین پر گر گئی۔ گھر میں اندھیرا تھا، کوشش کی مگر سُوئی نہ ملی۔ آپ آئے تو چہرۂ مبارک کی ضیاؤں سے گھر منوّر ہو گیا اور گم شدہ سُوئی مل گئی۔ کہتے ہیں یہ بات حضرت عائشہ نے بتائی تو حضور زار زار رونے لگے۔ حضرت صدیقہ نے رونے کا سبب پُوچھا تو آپ نے فرمایا: عائشہ! میں اپنی اُمت کے اُن لوگوں کی حالت پر روتا ہوں جو قیامت کے دن میرے چہرے کے دیدار سے محروم رہیں گے۔ مجھے خدا کی قسم ہے جو شخص میرے چہرے کی زیارت کرے گا میری شفاعت حاصل کرے گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اس وقت میں نے سرکارِ دو عالم کے رخسار کی شعاعوں کو لیلۃ القدر کی روشنی سے زیادہ منوّر پایا تھا۔ حضورؐ کا نورِ جبیں ماہِ کامل کی درخشانی سے زیادہ منوّر تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم ؎

ای نور دادہ شمع رخت مہر و ماہ را — زلفت شکستہ رونق مشک سیاہ را
بنمود ساعدت یدِ بیضا ز آستیں — انگشت چوں ہلال تو شق کردہ ماہ را
نور اللہ از در روئے تو لامع است — بردار برقع از رخ و بنما الٰہ را

ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں چند مہمان آئے ہوئے تھے۔ دستر خوان بچھایا گیا جس رومال میں روٹیاں تھیں وہ میلا نظر آتا تھا۔ جب کھانا کھا چکے تو حضرت انسؓ

نے اپنی خادمہ کو کہا، یہ رومال آگ میں ڈال دو۔ چند لمحوں بعد نکالا گیا تو پاک صاف تھا۔ مہمان حیران تھے، دریافت کرنے پر بتایا کہ اس رومال سے حضورؐ روئے مبارک صاف کیا کرتے تھے جونہی یہ میلا ہوتا ہے، آگ سے صاف کر لیا جاتا ہے۔ اس کے دھونے اور پاک کرنے کی کیفیت یہی ہے۔

حضورِ اکرمؐ کی آنکھوں کے معجزات

روایت صحیحہ سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں جس طرح سامنے دیکھا کرتی تھیں اسی طرح پیچھے دیکھا کرتی تھیں۔ جس طرح روشنی میں نظر آتا ویسے ہی اندھیرے میں دکھائی دیتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضورؐ فرمایا کرتے تھے: وانی اریٰ من خلفی کما اریٰ من بین یدی وانی اریٰ فی الظلمۃ کما اریٰ فی الضوء۔ بے شک میں اپنے پیچھے ایسے ہی دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور میں اندھیرے میں بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں جس طرح روشنی میں۔ علماء اس روایت میں اختلاف کرتے ہیں کہ پیچھے سے دیکھنا کیسے تھا؛ بعض کہتے ہیں اس سے مراد قوت تام تھا لیکن امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا پیچھے دیکھنا بھی محض دیکھنے کی طرح تھا۔ امام زاہدی صاحب قنیہ اپنے رسالہ ناصریہ میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ کے شانۂ مبارک پر دو آنکھیں تھیں جن کی جسامت سوئی کے سوراخ جتنی تھی۔ آپ ان آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیتے اور آپ کے کپڑے اس دید کے مانع نہیں ہوتے تھے۔ کہتے ہیں جب منافق آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے اور ایک دوسرے پر فخریہ اظہار کرتے تھے تو حضور علیہ السلام انھیں ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے سامنے کی طرف سے دیکھا جاتا ہے۔

ایک روایت میں لکھا ہے کہ حضورؐ ثریا کے سات ستارے علیحدہ علیحدہ دیکھ لیا کرتے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ آپ غیب کی چیزیں بھی ویسے ہی دیکھا کرتے تھے جیسے سامنے کی چیزیں دیکھا کرتے تھے۔ ایک بار حضورؐ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس عورت کے دیکھنے کو بھیجا، وہ گئیں، عورت کو دیکھا اور بہت پسند کیا مگر دل نہیں چاہتا تھا کہ اس کی خوبیوں کو آپؐ کے سامنے بیان کریں، کہنے لگیں

اُس عورت میں کوئی ۔۔۔ بی نظر نہیں آتی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بائیں رخسار پر تِل دیکھ کر تو تمہارے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے اعتراف کرتے ہوئے عرض کی: خدا کی قسم آپ پر کوئی راز پوشیدہ نہیں۔ بعض صوفیا نے بیان کیا ہے کہ حضورؐ کا چپ و راست، آگے پیچھے، اندھیرے اور روشنی میں برابر دیکھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ اپنی اُمت کو قیامت کے دن ہر حالت میں دیکھ کر شفاعت فرما سکیں کیونکہ بعض گناہگاروں کو آگے سے گزارا جائے گا اور بعضوں کو پیچھے سے، بعضوں کو پوشیدہ راہوں سے اور بعضوں کو اندھیرے سے داخل کیا جائیگا مگر حضورؐ کو ان سارے اُمتیوں کے احوال کی خبر ہوگی۔ اس طرح اُمت کے تمام طبقات و طوائف پر اطلاع ہوگی اور کوئی بھی آپ کی شفاعت سے محروم نہ رہے گا۔

کانوں کے معجزات

حضور علیہ السلام سوتے ہوئے ایسے ہی سُنتے تھے جیسے جاگنے کی حالت میں۔ آپ دُور اور نزدیک سے یکساں سُنتے تھے۔

جنگِ بدر کے قیدیوں میں سے اپنے عمِ بزرگوار حضرت عباسؓ سے زرِ فدیہ طلب کیا تو انھوں نے کہا: مَیں کہاں سے زرِ فدیہ لاؤں۔ آپ نے فرمایا: اس مال و دولت سے جو تم ام الفضل کے سپرد کر کے آئے ہو، اور تم کہہ آئے تھے کہ اگر میں بچ کر آ گیا تو بہتر ورنہ یہ مال بیٹوں میں تقسیم کر دینا۔ حضرت عباسؓ نے پوچھا: آپ نے کس سے سنا؟ آپ نے فرمایا: حضرت جبرئیلؑ سے۔ حضرت عباسؓ اُسی وقت اسلام لے آئے۔ اس واقعہ کو اپنے مقام پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حضور علیہ السّلام جمادات کی باتیں بھی سُن لیتے تھے اور حجر و شجر، بحر و بر کی تمام باتیں سُن لیتے تھے جب یہ چیزیں آپ کو سلام کہتی تھیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ تو اُن کا جواب دیتے۔

مقدس ہاتھوں کے معجزات

کتابوں میں لکھا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک جس چیز پر پڑتا، خیر و برکت سے معمور ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ انگلیوں سے پانی کی ندیاں جاری ہونا، سنگریزوں کا ہاتھوں میں تسبیح پڑھنا، ہاتھوں سے پھینکی ہوئی خاک سے کافروں کا نابینا ہونا، بدر و حنین میں

مٹھی بھر مٹی کی معجزہ نمائی، اُمِّ معبد کی بکریوں کا دودھ دوہنا اور کھانے میں خیر و برکت کی زیادتی حضور علیہ السلام کے ہزاروں معجزاتِ دستِ مبارک سے چند ایک ہیں۔ ہم اس قسم کے معجزات میں سے بعض خارجی معجزات کے ذکر میں بیان کریں گے۔

حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے، فرمانے لگے: بیٹا! تمہارے پاس کچھ دُودھ ہے؟ میں نے کہا: میں تو امانت کی رکھوالی کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی بکری ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں، مگر وُہ تو دودھ دینے سے عاری ہے، تاہم مَیں وُہ بکری حضورِ اکرمؐ کے پاس لے آیا، حضورؐ نے بکری کے پستان کو دستِ مبارک سے دبایا تو دُودھ جاری ہو گیا، دستِ مبارک سے خود دُودھ دوہا، خود پیا، حضرت صدیق اکبرؓ کو پلایا۔ مَیں نے آگے بڑھ کر عرض کی، یا رسول اللہ! مجھے دین کی تعلیم دیں۔ میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہُوئے فرمایا: تم معلّم بچے ہو۔

ایک دن حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ کے منہ پر ہاتھ پھیرا تو قتادہ کا چہرہ شیشے کی طرح چمکنے لگا۔ چنانچہ کئی بار ایسا ہُوا کہ لوگوں نے انؓ کے چمکتے ہُوئے چہرے میں چاند کا عکس دیکھا۔

پُشت مبارک کے معجزات

آپؐ کی پُشت مبارک نبوّت کی مُہر سے مزیّن تھی۔ نبوت کی مُہر کبوتر کے انڈے کی مقدار میں ظاہر تھی جو آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی۔ یہ مُہر دائیں کندھے کے بالکل قریب تھی اور اس پر العظمۃ للّٰہ لکھا ہُوا تھا اور دوسری طرف لا الٰہ الا اللّٰہ محمدٌ رسول اللّٰہ لکھا ہوا تھا درمیان میں گوشت کا ایک ٹکڑا اُبھرا ہُوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا توجہ حیث شئت فانک منصور۔

پاؤں مبارک کے معجزات

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک کنواں تھا جس کا پانی شور اور نمکین تھا۔ مَیں نے حضورؐ کے پاس شکایت کی اور بیان کیا، یا رسول اللہ! اس کنویں کا نمکین اندر...

پانی میری تشنگی کے راہ میں سخت گراں ہے اور میں پانی پینے سے تنگ آگیا ہوں۔ آپ نے ایک طشت طلب فرمایا اور اپنے مبارک پاؤں دھوئے اور فرمایا کہ اس پانی کو اس کنویں میں پھینک دو۔ آپ کی اس پاؤں کی دھوون کی برکت سے کنویں کا پانی میٹھا ہو گیا۔

حضرت جابرؓ نے ایک اور جگہ بیان کیا ہے، میرے سر پر بہت قرض تھا، میرے باغ میں اتنی کھجوریں تھیں کہ میں صرف ایک قرض خواہ کا بوجھ اتار سکتا تھا۔ میں نے اپنی حالتِ زار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی۔ آپ میرے نخلستان میں تشریف لائے اور میرے کھجوروں کے باغ کے اردگرد ایک چکر لگایا اور اپنے قدم زمین پر مارے، پھر وہاں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلا لاؤ۔ ان کے آنے پر حضورؐ نے سب کو اتنی کھجوریں دیں کہ ان کا قرض ادا ہو گیا۔ کچھ مقدار کھجوریں میرے اور میرے اہل و عیال کے لیے بھی دیں۔

آبِ دہن کے معجزات

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن اتنا شیریں تھا کہ ہمارے گھر کا ایک کنواں جس میں کھارا پانی تھا، آپؐ کے لعابِ دہن سے اس قدر میٹھا ہوا کہ سارے مدینہ شہر میں ایسا میٹھا پانی کہیں بھی نہ تھا۔

اُمِّ کلثوم ابن الحصین رضی اللہ عنہ کے حلق میں میدانِ اُحد میں تیر کا زخم آیا تو آپؐ کے لعابِ دہن سے زخم مندمل ہو گیا۔

ایک شخص کا ہاتھ کٹ گیا تھا، حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے لعابِ دہن سے اُسے جوڑ دیا اور وہ اس قدر صحیح ہو گیا جس طرح پہلے تھا۔ شیخ ابوالاسحٰق خلالیؒ نے اسی واقعہ کو مزید وضاحت کرتے مجھ سے بتایا کہ جب اُس شخص کا ہاتھ تندرست ہو گیا تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یارسول اللہ! آپؐ نے کیا پڑھا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب۔ اس شخص نے ازروئے حقارت کہا، صرف فاتحۃ الکتاب۔ یہ بات کہنا تھا کہ اس کا جڑا ہوا ہاتھ پھر علیحدہ ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن کے بے حد و حساب معجزات ہیں۔ مار گزیدہ کا علاج حضرت صدیق اکبرؓ کے لیے۔ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی آشوبِ چشم کا علاج۔ حارث

ابن اوس کا زخم جو کعب اشرف کے قتل کے وقت لگا تھا، حضورؐ کے لعاب دہن سے درست ہوا۔

سرکارِ دو عالمؐ جب گفتگو فرماتے تو دانتوں کے درمیان سے نور کی ایک چمک نمودار ہوتی۔ یہ بعض اوقات چمکتی ہوئی بجلی کی طرح نظر آتی تھی۔ اندھیری رات میں تاریک کمرے روشن ہو جاتے۔

حضرت عائشہؓ کے گھر پر حضورؐ تشریف لاتے تو گھر میں چراغ نہیں تھا، حضرت صدیقہؓ نے یہ بات حضورؐ کے سامنے بیان کی تو آپؐ نے فرمایا: عائشہ! تم چاہتی ہو کہ تمہارے گھر میں ایک ایسا چراغ روشن کر دیا جائے جس میں نہ بتی ہو نہ تیل؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ۔ آپ کے لب کھلے، تبسم فرمایا، آپؐ کے دانتوں کے درمیان سے ایک ایسا نور تاباں ہوا جس سے گھر کا ذرہ ذرہ درخشاں ہو گیا۔ یہ روشنی اتنی دیر رہتی کہ بسا اوقات ہمسایہ عورتیں آپ کے گھر چلی آتیں اور اس روشنی میں سوت کاتتی رہتیں، بعض کپڑے سیتی رہتیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابھی تک اس نور کی تابانی میرے حجرے میں موجود ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ کے کرتہ میں ایک شگاف تھا۔ میں نے اُسے سینے کے لیے سوئی سے کام کرنا شروع کیا مگر ابھی تک سوئی کپڑے میں باقی رکھی ہوئی تھی کہ میں نے کرتہ لپیٹا اور علیحدہ رکھ دیا۔ رات کے اندھیرے میں سرکارِ دو عالمؐ تشریف لائے اور کرتہ پہننا چاہا۔ مجھے یہ ڈر تھا کہ سوئی آپؐ کے بدن مبارک کو تکلیف دے گی۔ سوئی کو علیحدہ کرنے کے لیے دوڑی اور اِدھر اُدھر پریشانی کے عالم میں ہاتھ مارے مگر سوئی نظر نہ آئی۔ میری پریشانی کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ! کیا تلاش کرتی ہو؟ میں نے صورتِ حال بیان کی تو آپ نے ازرو شفقت تبسم فرمایا، گھر کا گوشہ گوشہ اس نورِ تاباں سے روشن ہو گیا جو دندانِ مبارک سے چمک رہا تھا۔ مجھے اسی نور کی تابانی سے گم شدہ سوئی مل گئی۔

ایک دن حضور علیہ السلام اپنے دندانِ مبارک کی ان ضیا باریوں پر غور فرما کر اظہارِ مسرت فرما رہے تھے اور ان دندانِ مبارک پر ناز کر رہے تھے کہ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! خدائے ذوالجلال فرماتا ہے دانتوں پر ناز کرنے کی بجائے اس ذات کی حمد کرنی چاہیے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان دانتوں کو نور بخشا۔ اُس قدرتِ کاملہ نے لعل بدخشاں کا کتنا خوب صورت ڈبہ بنایا ہے جس میں چمکتے ہوئے موتی اپنی تابانی سے بہجت

مسرت پھیلاتے جا رہے ہیں۔ یہ دانت فیروز رنگ آسمان پر پروین و ثریا کی طرح چمک رہے ہیں یہ آبدار موتی چمکتی مہوئی نورانی لڑیوں کی طرح درج عقیق احمر میں سجائے گئے ہیں یا سفید ژالہ کے دانے لالۂ احمر پر چسپاں کر دیے گئے ہیں یا عقد ثریا برج جوزا کے دُرج میں لٹکا دی گئی ہے ان دانتوں کی تھوڑی سی کنی میدانِ اُحد میں شہید کر دی جاتی ہے اور ایک عام پتھر ایسے گرانقدر گوہر تابدار پر مارا جاتا ہے تاکہ ناز و غرور صرف ذاتِ خداوندی کے لیے وقف کر دیا جائے۔

نظامی گنجوی نے اس مقام پر کیا گوہر تابدار بکھیرے ہیں سے

چوں گہر او دل سنگے نخست — سنگ چرا گوہر اورا شکست

کے شدی آں سنگ مفرح گرئے — گر نشدی در شکنِ لعل سائے

کرد جدا سنگ ملامت گرش — یک گوہر آن سلسلۂ گوہرش

یافت فراخی گہر از دُرج سنگ — نیست عجب زادن گوہر ز سنگ

گوہر ہمشے کہ زمین کان اوست — کے دیت گوہر دندانِ اوست

زبان مبارک کے معجزات

حضرت حسین و حسن رضی اللہ عنہما صغر سنی میں پیاس کی شکایت کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبانِ مبارک انکے منہ میں رکھ دیتے، ان کی پیاس بجھ جاتی اور وہ سیراب ہو جاتے۔ حضرت سلمان فارسیؓ قبل از قبولِ اسلام غلام تھے، ان کے آقا نے یہ لکھا تھا کہ وہ تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونا ادا کریں گے تو پھر آزادی کے مستحق ہوں گے۔ چنانچہ مالِ غنیمت سے مرغ کے انڈے کی طرح ایک سونے کا ٹکڑا لایا گیا، حضورؐ نے اپنی زبان مبارک اس پر پھیری تو اُس کا وزن چالیس اوقیہ ہو گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

آپ کی زبان مبارک کا ایک یہ بھی معجزہ تھا کہ خواہ کسی زبان میں بات کی جاتی آپ اس زبان کو سمجھ جاتے اور پھر اُسی زبان میں لوگوں سے بات کرتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اتنی باکمال تھی کہ ہر زبان میں گفتگو کرتی۔ وہ منہ کے سمندر میں ایک قیمتی موتی تھا کہ ہر وقت بہترین بات سے تر ہوتا۔ وہ اسرار کا ایک طور تھا جس پر سیکڑوں کلیم اپنے کلام کا جواب پاتے۔ وہ قرآن کے دریا میں ایک ایسی مچھلی تھی جس میں جان کا یونس محفوظ رہتا، وہ

ایک ایسی کشتی تھی جو دریا ئے جہالت میں نوحِ حکمت بن کر چلتی۔ وہ شبِ معراج تھی جو شرف صدور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کرتی۔

لطافتِ جسم اور لطافتِ بدن کے معجزات

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی بھر ایسی خوشبو نہیں سونگھی جیسی حضورؐ کے بدن سے آتی تھی۔ مجھے ایسی مہک میسّر نہیں آئی جیسی حضورؐ کی رائحۂ جاں فزا تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو بھی مصافحہ کرتا، ایک عرصہ تک اپنے ہاتھ سے خوشبو محسوس کرتا رہتا۔ اگر آپ کا دستِ شفقت کسی بچے کے سر پر رکھا جاتا تو وہ بچہ تمام بچوں میں خوشبو کا منبع بن جاتا۔ آپؐ جس راستہ سے گزرتے وہ راستہ خوشبو سے مہک جاتا اور لوگ اسی خوشبو کی بدولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آتے اور آپؐ کو پالیتے۔ یہ خاص خوشبو حضور علیہ السلام کے جسم پاک کا خاصہ تھی کہ دوسری کسی جگہ سے میسّر نہ ہوتی تھی۔

حضرت ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں اپنی لڑکی کی شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، آپؐ میری مدد فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: دنیاوی دولت تو میرے پاس نہیں ہے البتہ میں تمہاری لڑکی کو ایک نفیس تحفہ دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ علی الصباح ایک بوتل جس میں لکڑی کی ٹہنی ہو میرے پاس لانا تاکہ تمہیں اس شادی کے لیے خاص تحفہ دوں۔ وہ دوسرے دن آیا، حضور انورؐ نے اپنی ساعد مبارک سے پسینے کے چند قطرے اس بوتل میں جمع کر دیے اور دلہن کے لئے بھیج دیے اور فرمایا کہ اسے خوشبو کی جگہ استعمال میں لانا۔ وہ لڑکی عمر بھر اس شیشی سے اس لکڑی کے ذریعہ وہ خوشبو استعمال میں لاتی رہی اور اپنے بدن اور کپڑوں پر ملتی رہی۔ کہتے ہیں وہ لڑکی جہاں جاتی یا قیام کرتی، مہک بکھر جاتی اور اس خوشبو سے تمام اہالیان محظوظ ہوتے۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے، آپؐ کی جبین پاک پر پسینہ نمودار ہوا، میں نے ایک شیشی میں تھوڑا سا پسینہ بھر لیا۔

اتفاقاً میری ایک سہیلی کی لڑکی کی شادی تھی شادی کے دن اسی پسینہ سے تھوڑا سا اس دلہن کو لگایا تو اس دلہن کے بدن سے ساری عمر خوشبو آتی رہی۔ وہ اپنا بدن دھوتی یا کسی عضو کو دھوتی تو اس کا استعمال شدہ پانی بھی خوشبودار ہوتا۔ کہتے ہیں اسی دلہن کے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو اس کے بدن سے بھی وہ خوشبو آتی تھی، حتیٰ کہ کئی نسلوں تک خوشبو کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ لوگ مدینہ پاک میں اس خاندان کو اسی وجہ سے بنی المطیبین کہہ کر پکارتے تھے۔

علماءِ سیر نے بیان کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر میں دس ایسے معجزات تھے جنہیں صاحبِ عقل حضرات ہی دیکھ سکتے تھے۔ آپ جس طرح سورج کی روشنی میں چلتے پھرتے تھے اسی طرح چاندنی کی روشنی میں آتے لیکن کسی حالت میں آپ کا سایہ جسم زمین پر نہ پڑتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ لطیف کا سایہ ہی نہ تھا۔ اس سلسلہ میں حکماء نے بڑے لطیف نکتے پیش کیے ہیں، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ چونکہ آپ نور سے تخلیق تھے، نورِ مجسم تھے، تمام نورانیات آپ کی ذاتِ اقدس کے نور سے مستنیر ہوتی تھیں۔ آفتاب کی روشنی، ماہتاب کی چاندنی اور کائنات ارضی و سماوی کی صوری اور معنوی ضیائیں آپ کے نور کی مرہونِ منت تھیں اور سایہ تو ظلمت کی دلیل ہے اس لیے آپ آفتابِ فلک سروری اور خورشید سپہر پیغمبری ہوتے ہوئے ظلمت سے منزہ تھے اور آپ کے جسم کا سایہ نہیں تھا۔ ؎

ذاتِ تو خورشیدِ سپہر صفاست — لاجرمش سایہ نہ اندر قفاست

سایہ چسان با تو کند ہمرہی — روکہ تو خود سایہ نورِ الٰہی

دوسری حکمت یہ تھی کہ آسمان کا آفتاب تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی صفات کے نور کا ایک لمعہ (شعاع) تھا۔ آپ کا نور ضیاءِ آفتاب پر ہمیشہ غالب رہتا۔ دوسرے لفظوں میں آفتاب تو خود حضور کے نورِ جمیل کا پرتوِ نور تھا۔ آپ کا سایہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ ؎

اے خواجہ کہ عشقِ ازلی مایۂ تست — بر ہفت فلک کمینہ یک پایۂ تست

جسمت ز لطافت چو ندارد سایہ — دانست کہ آفتاب در سایۂ تست

ہر چیز کے سایہ میں اسی چیز کی شکل آتی ہے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس

ایجادِ خلق کے زمانے سے لے کر فنا کے وقت تک اپنی مثال اور نظیر نہ رکھتی تھی۔ یقیناً آپ کی نظیر اور مثال کا سایہ بھی ناممکن اور محال تھا ؎

سایہ چو با شخص کند ہمرہی | نیست ترا در خور و مہ ہمسری
چونکہ نظیرت نبود در جہان | سایہ ترا نیست ازان ہم عنان

زمین مختلف آلائشوں سے خالی نہیں ہے اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ سایۂ ذاتِ پاک محمدی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر پڑے اور ان آلائشوں سے ملوث ہو۔ اس ذاتِ اقدس کے سایہ کو بھی محفوظ و مصئون رکھنے کے لیے آپ کو بے سایہ بنا دیا ؎

سایہ نمیدت بزمین ہیچ کس | نور بود سایۂ خورشید و بس
جانت از آلائش تن پاک بود | سایہ نینداخت برین خاک بود

اسی ضمن میں تمثیلاً ایک لطیفہ ملاحظہ فرمائیں۔ علماءِ شریعت کہتے ہیں کہ آفتاب نجاست آلود زمین کو اپنی دھوپ سے پاک کر دیتا ہے لیکن نفس نجاست کو پاک نہیں کر سکتا۔ سرکارِ دو عالم ؐ کے وجود کا آفتابِ جہاں تاب اپنی اُمت کے معصیت آلودہ وجودوں کو طہارت شفاعت سے پاک کر دے گا۔ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی (میری شفاعت میری اُمت کے گناہ کبیرہ کو بھی معاف کرا دے گی) مگر مشرکین کے نجس و مردار جسموں کو انما المشرکون نجس شفاعت سے پاک نہیں کیا جائے گا۔ انھیں یہ طہارت نصیب نہیں ہو گی۔

اگر حضور ؐ کا مقدس سایہ زمین پر پڑتا اور مشرکین اور منافقین کے ناپاک قدم اس سایہ کی توہین کرتے تو یہ بات آپ کی رفعت و منزلت کے منافی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس اہانت سے بر تر رکھنے کے لیے آپ ؐ کے سایہ کو زمین پر نہ پڑنے دیا و لا یقع ظلہ علی الارض ؎

من آن نیم کہ قدم بر قدم نہم لیکن
بہر زمین کہ تو پا می نہی سرم آنجاست

جس طرح حضور علیہ السلام نے اپنی اکثر دُعاؤں کو اُمت کی شفاعت کے لیے ذخیرہ بنایا ہے اور فرمایا تھا لکل نبی دعوۃ مستجابۃ و انما خباب دعوتی شفاعتی لاھل الکبائر من امتی (ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے، میری دُعا و شفاعت اُمت کے گناہ و کبیرہ کے لیے

کافی ہے) اسی طرح حضورؐ کے سایہ اقدس کو آخرت کا ذخیرہ بنا دیا گیا تاکہ آفتابِ قیامت پر ڈالا جا سکے اور گنہگارِ امت کو محفوظ رکھا جا سکے۔ حضرت امیر خسرو دہلوی قدس سرہٗ نے اس موضوع پر کیا خوب کہا ہے؎

برہنہ گردان قیامت بدوشش | گشتہ ز ذیل کرمش حلقہ پوشش
سایۂ خویش آنکہ نکردیش نشر | داشتۂ از پئے خورشید حشر
تا چو بسوزیم دران آفتاب | خود فگنے سایہ بر اہلِ عذاب
از عملِ خویش ندارم امید | بر کرم تست مرا اعتمید
ایں ہمہ گستاخی ما بر گناہ | زان سبب آمد کہ توئی عذر خواہ
من کہ بجان بستۂ روئے تو ام | خسروم اما سگِ کوئے تو ام
گرچہ تو بخواست کنی ہدیہ راست | نیز گدایان نگذارند خواہست
خواہشم آنست کہ خواہی زغیب | کار زوے بندہ رساند بجیب
آرزویم آنکہ بروز شمار | مژدہ عفوم دہی از کردگار
باد بدین مژدہ دلم خوش نفس | مژدہ دہم نیز تو باشی و بس

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائشی مختون تھے (آپ پیدا ہونے سے ہی ختنہ شدہ تھے) اللہ تعالیٰ اس طرح آپ کے ستر کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا ناف بریدہ تھے۔ چونکہ اس زمانے میں مشرکین کا ذبیحہ بھی کھا لیا جاتا تھا حضورؐ کو ایسی غذا سے محفوظ رکھ کر منصبِ رسالت کی تخمِ مادر میں ہی حفاظت کر دی گئی حضورؐ کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔ احتلام شیطانی حرکات کا نتیجہ ہے۔ مگر شیطان حضورؐ کی ذاتِ اقدس سے دور رہا اور احتلام کی صورت میں اس کے حملے سے محفوظ رکھا گیا۔ اگرچہ آپ کی چشمِ نرگسیں خواب بردارِ رحمت ہوتی تھیں مگر آپ کا قلب پاک بارگاہِ خداوندی میں بیدار رہتا۔ دل کی نیند غفلت کی علامت ہے مگر محبوب کا محبوب سے ایک لمحہ کے لئے الگ ہونا بھی ناگوار ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ جب آب و گل کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں تو صرف قلبی روشندان ہی کھلا رہتا ہے القلب الی الرب روزنۃ۔ دل اللہ کی طرف سے روشندان ہے۔ عالم شہادت کے مشوشات ختم

ہونے کے باوجود حضور علیہ السلام کا قلبِ اقدس انوار و اسرارِ الٰہی کے لیے کھلا رہتا اور انوارِ الٰہیہ جسدِ پاک پر وارد ہوتے رہتے۔ راقم کے اشعار ملاحظہ فرمائیں۔ ؎

وقتِ آں است کہ دل محرمِ اسرار شود — جائے آں است کہ جاں طالبِ دیدار شود
پردۂ آب و گِل از روئے دل و جاں بردار — تا ہمہ ظلمتِ ہستی تو انوار شود
تو بخوابی و سرِ یار گرفتہ بکنار — چشمِ غفلت بود آں روز کہ بیدار شود
نیست اغیار کہ آئینۂ یار اند ہمہ — تو ز آئینۂ خویش ببین کہ ہمہ یار شود
ہر کہ چوں نقطہ نہد یک قدم از خود بیروں — اندریں دائرہ سرگشتہ چو پرکار شود
چوں حجابش ہمہ آخر ز میان برخیزد ہم — تا ہمہ دیدۂ بینندۂ دیدار شود

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ پاک پر ساری عمر مکھی نہیں بیٹھی۔ چونکہ مکھی گندگی پر بیٹھنے سے گریز نہیں کرتی لہٰذا حضور پُرنور کے جسمِ اقدس کو اس سے محفوظ رکھا گیا۔ آج زندگی میں جب مکھی کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آپ کے کپڑوں پر بھی بیٹھے تو کل قیامت کے دن آپ کے دلِ اقدس پر اُمت کی تکلیف کا ذرہ بھر کیسے برداشت کیا جائے گا۔ ؎

پردہ کشِ اُمتِ شوریدگان — ضامنِ آمرزشِ آمرزگان
بارِ جہاں بر دلِ آں نازنیں — سینہ چناں نازک و بارے چنیں

قرآن پاک میں بتوں کے عیب بیان کرتے ہوئے ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے وان یسلبھم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ (اور اگر ان پر مکھی جھپٹے تو وہ اسے اڑانے کی استطاعت نہیں رکھتے) چنانچہ مکھی کو جسمِ اطہر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے تاکہ حضورؐ کے جسمِ پاک کو اصنام سے مشابہت نہ ہو سکے۔ جو خدا اپنے محبوب کو بتوں کے جسم کی مشابہت سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ یومِ قیامت کب گوارا کرے گا کہ اُن کی اُمت بُت پرستوں کے ساتھ دوزخ میں جلے۔

ات ثابت شدہ ہے کہ حضورؐ جس چیز کو سامنے سے دیکھتے تھے ایسے ہی پیچھے سے دیکھ لیتے تھے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ پر کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے۔ حضورؐ کے معجزات کی

تفصیلی حکمتیں دُوسرے مقامات پر لکھی جا چکی ہیں مگر یہاں ایک نکتہ ذہن نشین رہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس شمعِ شبستانِ انس اور مشعلِ بزمِ انسانیت تھی۔ شمع کے لیے آگے اور پیچھے ایک جیسی روشنی ہوتی ہے بلکہ یُوں کہا جا سکتا ہے کہ ساری کائنات قالبِ وجود ہے اور آپ کا وجودِ پاک جانِ جہاں ہے اور جان پس و پیش کے حدود سے آزاد ہوتی ہے۔ حضرت جامی کا شعر ملاحظہ ہو:

سہ روحی و غائب نہ ز تو ہیچ سوے ۔۔۔ در نظرت ہست یکے پشت و رو

شمعے و نور از تو رسد جمع را ۔۔۔ پشتے و روے نہ بود شمع را

آپ جس کے ساتھ سفر فرماتے خواہ وہ کتنا ہی تیز رفتار ہوتا حضورؐ اُس سے آگے ہوتے جس کے پاس کھڑے ہوتے، خواہ وہ کتنا ہی دراز قامت ہوتا حضورؐ سے پست دکھائی دیتا جب دنیا میں ہر اُونچے سے اونچا آپ سے پست تھا تو قیامت کے دن خواہ کتنے ہی زیادہ گناہ کیوں نہ ہوں آپ کی شفاعت کے سامنے پست و حقیر نظر آئیں گے۔

آپ جس جانور پر سواری فرماتے وہ عمر بھر نہ بیمار ہوتا نہ کمزور۔ اس بات میں نکتہ یہ ہے کہ جب جس جانور پر آپ کا جسدِ مبارک سواری کرتا ہے وہ جوان اور تندرست رہتا ہے۔ تو جس دل میں محبتِ رسولؐ نشر سال تک رہی ہو وہ کس طرح بیمار یا مُردہ ہو سکتا ہے اگر ایسا دل ایمان و عرفان کا گہوارہ بنے تو کیا عجیب ہے!

آپ کے بول و براز کو زمین جذب کر جاتی تھی تاکہ کسی ذی رُوح کی نگاہ نہ پڑے۔ ایسے مقام سے ایک عرصہ تک خوشبو آتی رہتی۔ حضورؐ کی ایسی چیز جو کسی کی نگاہ میں مکروہ یا قبیح نظر آسکتی ہے۔ زمین اپنے اندر جذب کر لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گنہگار اُمت کے وہ اعمال جو دیگر انبیاء، اولیاء یا ملائکہ کی نگاہ میں مکروہ یا قبیح دکھائی دیں گے۔ اپنی رحمت سے ڈھانپ لے تو تعجب کی کیا بات ہے۔ سُترت علیك فی الدنیا والآخرۃ۔

حضور علیہ السلام نے ساری زندگی مُنہ کھول کر انگڑائی نہیں لی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انگڑائی کے وقت شیطان کا تصرف غالب ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو انگڑائی جیسے شیطانی تصرف سے معصوم و مصئون رکھا تھا تو اگر قیامت کے دن اُمت کے ایمان کو

شیطان کے حملے سے محفوظ رکھ لے تو کیا عجب ہے! ؂

خدایا بذات خداوندیت | باوصاف بیمثل و ماتندیت
بہ لبیک حجاج بیت الحرام | بمدفون یثرب علیہ السلام
بطاعات پیران آراستہ | بصدق جوانان نوخاستہ
کہ مارا دران ورطۂ یک نفس | زننگ دو گفتن بفریاد رس
بر پیران کہ قد از عبادت دوتا | ز شرم گنہ دیدہ بر پشتِ پا
کہ چشم ز روئے سعادت بلند | زبانم بوقت شہادت مبند
بضاعت نیاوردم الا امید | خدایا زعفوم مکن نا امید

معجزات اعضاءِ جسمِ اطہر

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ازسرتا قدم اپنے کلام میں سراہا ہے اور ہر عضو کو اپنے بیان وکلام سے پسندیدہ قرار دیا ہے۔ سر مبارک آمنین محلقین رؤسکم کی تصویر ہے۔ آنکھیں ولا تمدن عینیک کی تفسیر ہیں۔ نگاہِ ناز کو مازاغ البصر وما طغیٰ کے سرمے سے سرگیں کیا اور زبان بے زبان کو وما ینطق عن الھویٰ کی حلاوت سے شیریں بنادیا۔ گوشِ باہوش کو قل اُذن خیرلکم کا آویزۂ جانفزا بخشا۔ چہرۂ مبارک کو قدنریٰ تقلب وجھك فی السماء سے تاباں کردیا۔ جبین مبین کو والضحیٰ کی ضیاؤں سے منور فرمایا اور زلفِ عنبریں کو واللیل اذا سجیٰ کی سیاہیوں سے تابدار کردیا۔ قلب مبارک کو نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبك کا مہبط بنادیا۔ سینۂ بے کینہ کو الم نشرح لك صدرك کا گنجینہ بنادیا۔ پشت مبارک کو انقض ظہرك کا خطاب دیا۔ دستِ حق پرست کی ولا تبسطھا کل البسط سے تعریف کی اور قدوقامت کو حسین تقویم کہہ کر یاد فرمایا۔ قدمِ باکرم کو طوای فی الارض بقدملک سے بیان کیا۔ آوازِ دلنواز کو صوت النبی کہہ کر مقامِ ادب بخشا۔ نفس نفاس کو لاتکلف الا نفسك کہہ کر پکارا۔ خلقِ عظیم کو وانك لعلیٰ خلق عظیم کہہ کر بلند فرمایا۔ جانِ عزیز کی قسم کھاتے ہوئے کہا لعمرك۔

قرآن پاک نے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاءِ جسم کا ذکر بہت عمدہ انداز میں فرمایا ہے ایسے ہی حضورؐ کے متعلقات کو بھی بڑی حسن وخوبی سے بیان فرمایا۔ جو چیز حضورؐ کی ذاتِ گرامی سے منسوب ہوئی، قرآن نے اس کا ذکرِ خیر کیا۔ آپ کے دین کے متعلق اِنَّ الدین عند اللہ الاسلام فرمایا۔ قرآن پاک کے متعلق فرمایا: انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون۔ آپ کے صحابہؓ کو والسابقون الاوّلون من المھٰجرین والانصار کہہ کر یاد فرمایا۔ اہلبیت اطہار کو لیذھب عنکم الرجس اھل البیت فرما کر تعارف کروایا۔ ازواج طیبات کو ازواجہٗ امھاتھم فرمایا۔ آپ کے علم کو وعلّمک ما لم تکن تعلم قرار دیا۔ اُمتِ عالیہ کو کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کہا۔ آپ کی نماز کو فتھجد بہ نافلۃ لک کے الفاظ میں بیان فرمایا۔ آپ کے قیام عالی مقام کو لما قام عبد اللہ سے تعبیر کیا۔ تلاوت باحلاوت کو ورتل القرآن ترتیلا کے الفاظ سے یاد فرمایا۔ رکوع باخضوع کو وارکعوا مع الرٰکعین فرمایا۔ سجدے کو واسجد واقترب کہا۔ قبلہ کو فلنولینک قبلۃ ترضٰھا کہا۔ ملتِ اسلامیہ کو ملت ابیکم ابراھیم کہہ کر یاد فرمایا۔ بیعت رضوان کو ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ سے متعارف کرایا۔ آپ کے متعلق لوگوں کے اگلے پچھلے گناہوں کے بارے میں لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فرمایا۔ آپ کے رازہائے ناز کو یاایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول بیان فرما کر تلقین کی۔ آپ کی راتوں کو قم الیل الا قلیلا فرمایا۔ آپ کے دنوں کو ان لک فی النھار سبحا طویلا سے یاد کیا۔ آپ کی نیند کو لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق کہا اور بیداری کو کانوا قلیلا من الیل ما یھجعون۔ عصمتِ مصطفیٰؐ کو واللہ یعصمک من الناس کہا۔ حکمتِ محمدیہ کو ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کہہ کر سربلند فرمایا۔ اسرارِ الٰہیہ کی تفویض کو فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ فرمایا اور شبِ معراج کی سیر کو سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا کہہ کر رفعت بخشی۔ ؎

برقعِ طٰہٰ کشادہ صورتِ زیبائے تو — خندۂ یٰسین نمودہ لعل شکر خائے تو
اُمتی واُمت پناہی کا نجم وافلاک را — زادہ بخشش روزِ عمل نورِ بکہ نمائے تو

نقش ازل تا ابد در تو توان دید از آں کہ
آئینۂ حضرت تست جام صفائے تو

از شرف آنجا کہ ہست مرتبۂ بندگی
در نرسیدہ مگر ہمت والائے تو

عرش بداں برتری بر سر کرسی نشستہ
بو کہ بساید بفرق پایۂ فلک سائے تو

معجزۂ موسیٰ کفی از خم سر جوشش تو
تخت سلیمانؑ نخسی در کفش پائے تو

خلقت عیسیٰؑ چہ بود بادِ دم ہمت
طینت آدمؑ چہ بود خاک کف پائے تو

باب یتیماں توئی جد ہمہ کائنات
آدمؑ و ما دون او جملہ ز ابنائے تو

معجزاتِ صفاتیہ

خُلقِ عظیم اور خُلقِ جسیم یاد رہے کہ حضور کے صفاتی معجزات بے شمار ہیں اور اُن کا حساب دائرۂ امکان سے باہر ہے۔ ہم یہاں صرف چند خصوصیات کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

صفاتِ کمالِ مصطفویؐ صدق اور سچائی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ آپ ساری عمر کذب بیانی کے مرتکب نہیں ہوئے، نہ دینی معاملات میں اور نہ دنیوی معاملات میں۔ اگر زندگی میں ایک بار بھی جھوٹ صادر ہو جاتا تو معاندین اس کی تشہیر و اظہار کر کے آسمان سر پر اُٹھا لیتے اور اپنی تکذیب کے لیے سند بنا لیتے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: انا النبی لا کذب (میں نبی ہوں کبھی جھوٹ نہیں بولتا) آپ ساری عمر کسی فعلِ قبیح کے مرتکب نہیں ہوتے نہ نبوت و رسالت سے پہلے نہ دعویٰ نبوت کے بعد۔ آپ نے کسی جنگ سے راہِ فرار اختیار نہیں کی اور کسی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔ قبل از بعثت یا بعد از بعثت ہر میدان میں سینہ سپر رہے۔ غزوۂ اُحد، غزوۂ حنین میں عام لشکر میں کھلبلی کے باوجود ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرتِ ایزدی کے وعدوں کو پورا فرمایا۔ یہ بات آپ کے کمال یقین اور اثبات قلب کی علامت ہے نیز آپ کے اعتماد اور ایقان کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واللہ یعصمک من الناس،

وقال حسبك الله وقال لا تنصروہ فقد نصرہ اللہ (اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ آپ کو اللہ کی ذات کافی ہے، آپ کی مدد صرف اللہ ہی کرے گا)

آپؐ کو اپنی اُمت پر رحمت و شفقت بدرجۂ اتم تھی۔ ایسے واقعات آپ کی سیرتِ طیبہ میں بے حد و شمار ہیں جہاں آپؐ نے اپنی اُمت کے لیے دامنِ شفقت دراز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم و عزیز علیہ ما عنتم الیٰ غیر ذٰلک۔

آپؐ سخاوت میں اعلیٰ درجے کے مالک تھے۔ سخاوت کی انتہا آپ پر ختم ہوتی ہے۔ ولا تبسطھا کل البسط۔

آپؐ کے دل میں کبھی دنیاوی خوف یا لالچ نہیں آیا تھا۔ قریش نے آپؐ کے قدموں میں مال و منال ڈال دیا، ریاست و حکومت پیش کی مگر آپؐ نے کسی چیز کی پروا نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی ساری نعمتیں آپؐ کے سامنے رکھیں مگر آپؐ نے نگاہِ غلط سے بھی نہ دیکھا۔ ما زاغ البصر وما طغیٰ۔

آپؐ کی فصاحت و بلاغت مرتبۂ کمال اور درجۂ انتہا تک تھی۔ آپؐ جوامع الکلم اور بدائع الحکم تھے۔ عرب کے تمام قبائل کی مخصوص زبان، لب و لہجہ اور محاورات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اُن کے حسب و نسب سے واقف تھے۔ ہر شخص سے اُسی کی زبان میں گفتگو فرماتے اور اُس کے حسبِ لیاقت گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک نے فلعلک باخع نفسک کہہ کر آپ کی قال و قیل پر اشارہ کیا۔ بعض اوقات آپؐ کے اصحابؓ ان اسرار و رموز کو نہ سمجھ پاتے جو آپؐ کی زبان سے وارد ہوتے تو آپ ان کی تشریح فرما دیا کرتے ان اسرار و رموز کے فیضان اور کمالات ان صحابہ کے دل و دماغ پر واضح ہوتے تو تعجب سے پوچھا کرتے: یا رسول اللہ! یہ مطالب آپؐ نے کہاں سے سیکھے؟ آپؐ فرمایا کرتے، ادبنی ربی (میرے اللہ نے سکھاتے ہیں) ۔

آداب و علم او ہمہ او را مسلّم است
کو از ادیب ادبنی گوشمال یافت

یہ سارا علم و حکمت الرحمٰن علم القرآن کے مدرسہ سے معلم حقیقی خلق الانسان علمہ البیان

سے حاصل کیا تھا۔

تراور مکتب حکمت خلیفہ زاں آموختند
کہ ہرکو بنگرد داند کہ شاگرد چہ اوستادی

آپ امراء واغنیاء کی پرواہ نہ فرمایا کرتے بلکہ غرباء ومساکین سے تواضع اور انکساری فرماکر دلجوئی فرماتے۔ یہ آپ کی نبوت کا کمال تھا۔ آپ کے علم وحکمت اور معرفت کا یہ عالم تھا کہ ایک انسان سے اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، باوجودیکہ آپ اُمّی تھے، کسی کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں کیا تھا۔ آپ کے اعمال، احوال، سیرت اور عادات اتنے پختہ اور پاکیزہ تھیں کہ عقلاء اور علماء کی عقلیں اور تدبیریں دنگ رہ گئیں۔ تورات وانجیل اور دیگر الہامی کتابوں کے مضامین آپ کو ازبر تھے بغیر اس کے کہ آپ کسی استاد کے پاس گئے کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اہلِ کتاب علماء سے استفادہ کیا یا کسی حکیم سے مجلس کی۔ حکماء کی حکمتیں، موّرخوں کے بیان کردہ واقعات، ضربِ امثال، حُسنِ افعال، زمانے کے تمام اطوار، تمام ادیان وشرائع کے مسائل، ترتیبِ ابواب، تعیینِ القاب، دنیائے تہذیب کے عمدہ صفات اور خصائص آپ سے اس طرح صادر ہوا کرتے تھے جو عقل وحکمت کے کمال پر پورے اُترتے۔ یہ ساری چیزیں ایک بشر کی بساط سے بہت بلند تھیں:

آپ کے پاس اخلاقِ حمیدہ، اعترافِ پسندیدہ، حلم، عفو، شجاعت وسخاوت، اقارب واعزہ سے حُسنِ معاشرت اور تمام مخلوقات سے شفقت ورافت، وعدہ ایفائی، صلہ رحمی، تواضع، عدل، امانت، عفت، صدق ووقار، مروّت، زہد وقناعت غرضیکہ تمام اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ شریفہ بکمال وتمام اتنے اعتدال سے آپ کی ذات میں یکجا تھے کہ اس سے بڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان اوصافِ حمیدہ اور کمالاتِ عالیہ کی تفصیل سیرتِ پاک کی کتابوں اور نعتیہ دیوانوں میں موجود ہے۔ اس مختصر سی کتاب میں ہم بعض اشارات سے کام لے رہے ہیں۔

خُلقِ عظیم آقائے دوعالم

آپ کے اخلاق کی عظمت پر یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خُلقِ مبارکہ کو عظیم کہہ کر پکارا ہے۔ اِنّکَ

لعلیٰ خلق عظیم (یقیناً آپ کو خُلقِ عظیم عطا کیا گیا)۔ آپ کے خُلقِ عظیم پر علماء نے دو رائیں بڑی نفاست سے پیش کی ہیں۔ ایک طبقہ یہ حکمت پیش کرتا ہے کہ سرکارِ دوعالم کی ذاتِ اقدس میں مکارم و اخلاق کے سارے اوصاف موجود تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس قدر اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ حسنہ تمام انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ ان میں اسی اندازے سے موجود تھے جتنا تقرب انھیں اللہ کے نزدیک تھا۔ اس طرح تمام اوصاف اور اخلاق انبیاءِ کرام میں جمع ہو گئے لیکن جب حضورؐ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام اخلاقِ حسنہ کی اجتماعی صورت اور کمالی قدر کو حضورؐ کی شخصیت میں جمع کر دیا۔ اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدا ھم اقتدہ۔ یہ اقتداء اخلاقِ حسنہ کی اقتداء ضرور تھی مگر یہ تقلید کی صورت میں نہ تھی کیونکہ تقلید شخصی تو حضورؐ کے مناسبِ درجہ نہیں اور نہ ہی کسی شریعت کی متابعت حضورؐ کے لیے ضروری ہے کیوں کہ آپ تو ما قبل کی تمام شریعتوں اور مذاہب کو منسوخ کرنے والے ہیں۔ لیکن انبیاءِ کرام کے خصائص و اخلاقِ حسنہ کی اقتداء کا حکم اس لیے ہوا تھا کہ ان اخلاقِ حسنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے انبیاء میں ودیعت کیا ہوا تھا لیکن حضورؐ اجتماعی طور پر ان مکارم و حسنات سے متصف ہوئے۔ چنانچہ توبہ و استغفار آدم علیہ السلام کی سی تھی، شکر حضرت نوحؑ، حلم حضرت ابراہیمؑ، عدل حضرت اسمٰعیلؑ، حُسنِ ظن حضرت یعقوبؑ، صبر حضرت ایوبؑ، اخلاص حضرت موسیٰؑ، اعتذار حضرت داؤدؑ، تواضع حضرت سلیمانؑ، زہد حضرت موسیٰ علیہم السلام کا سا جمع ہو گیا۔ ان اخلاقِ عالیہ کے علاوہ بھی حضورؐ کو بے حساب اخلاقِ حسنہ عطا کیے گئے۔ ان اخلاق کی بدولت ہی آپ خُلقِ عظیم کے خطاب سے نوازے گئے انک لعلیٰ خلق عظیم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کے خُلق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: آپ کا خُلق قرآن ہے۔ یعنی آپ قرآنی حکم کے تابع اور قرآنی مناہیات سے مجتنب تھے آپ نے انہی اخلاق و آداب کا اپنے آپ کو متصف اور مؤدب بنا لیا تھا۔ اس کی تفصیل تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یوں درج ہے کہ آپ حضرت الٰہی کی طاعت اور فرمانبرداری میں بے پناہ جدّ و جہد کیا کرتے تھے۔ دربارِ خداوندی میں کمال خشوع و خضوع کرتے۔ اللہ کا حقہٗ ادائیگی کی جاتی۔ اللہ کے دشمنوں سے پوری شدت اختیار کی جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے

دوستوں سے ہر طرح تواضع اور انکساری سے پیش آتے۔ اللہ کے تمام بندوں سے محبت فرمایا کرتے تھے اور مجموعی طور پر انسانیت کی خیر خواہی کے لیے کوشاں رہتے اور عامۃ الناس کی نجات و خلاص کے لیے دن رات وقت کرتے۔ ان لوگوں سے اگر تکلیف و ایذا آتی تو اسے بھی برداشت کرتے تھے۔ اُن کی اصلاح کے لیے حتی الامکان کام کرتے اور دونوں جہان کی نیکی کے لیے اُنھیں تیار کرتے۔ لوگوں کے مال و منال سے دُور رہتے۔ جاہلوں سے حلیمی سے پیش آتے۔ مومنین کے لیے حفظ و امان چاہتے اور اُن کی رضا میں کوشاں رہتے۔ مندرجہ ذیل صفات وقتی طور پر ہی نہیں بلکہ ساری زندگی میں مستقلاً عادت کی حیثیت سے پائی جاتی تھیں۔

حضورؐ کے اخلاقِ کریمانہ کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ صحابہ یا اہلبیت سے کوئی بھی اگر حضورؐ کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔ میں خود ایک دن حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت میری عمر صرف آٹھ سال تھی۔ میں نے جو کام بھی کیا آپ نے ایسا کرنے سے مجھے نہیں ٹوکا۔ اگر کوئی کام نہ کرتا تو آپؐ ایسا کبھی نہ کہتے کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اگر کوئی چیز ٹوٹ جاتی تو مجھے ملامت نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی دوسرا ڈانٹ دیتا تو آپؐ فرماتے: ’’چھوڑ دو، قضا میں یُوں ہی تھا۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام اپنے دوستوں کی مجلس میں بڑے خوش خوش وقت گزارتے۔ اگر وہ دنیاوی باتوں میں مصروف ہوتے تو آپؐ بھی دنیا کے حالات پر گفتگو فرماتے۔ اگر صحابہؓ آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی آخرت پر اظہارِ خیال فرماتے۔ اگر کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر چلتا تو آپؐ اُن سے موافقت فرمایا کرتے تھے۔ اگر صحابہؓ زمانہ جاہلیت کی کہانیاں بیان کرنے لگتے تو آپؐ انھیں سرزنش کرنے کی بجائے تبسّم فرمایا کرتے اور دوستوں کی ہنسی پر خفا نہ ہوتے۔ لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے آں حضرتؐ کی خانگی زندگی کے متعلق پُوچھا تو آپؓ نے بتایا کہ وہ عام لوگوں کی طرح گھر کے اندر سلوک کرتے۔ اپنے کپڑے اپنے ہاتھ سے سیتے، نعلین مبارک کو مرمت فرمالیتے، اُونٹ کو اپنے ہاتھوں پانی پلاتے، بکریوں کو دوہ لیتے، خادم کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمالیتے، اپنی ضروریاتِ زندگی کی اشیاء خود بازار سے خرید کر لاتے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضورؐ کے خُلقِ کریمہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی روایت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ آپ گھر میں آ کر اوقاتِ عزیز کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے: ایک حصہ عبادتِ الٰہی کو دیتے، ایک حصہ اہل و عیال کی خاطر و مدارات اور اُن کی پرسشِ احوال کے لیے وقف کرتے اور تیسرے حصہ میں خاص خاص امور پر غور فرماتے۔ یہ خاص امور بعض اوقات اُمت کی اصلاح پر مشتمل ہوتے۔ کبھی کبھی خاص صحابہ کرامؓ یا احباب سے مشورہ کرنے میں وقف کرتے۔ علوم و حکمت پر ہدایت و رہنمائی فرماتے۔ ان اسرارِ الٰہیہ پر گفتگو فرماتے جو عام لوگوں سے بہت بلند ہوتی تھی۔ اس طرح اسرارِ علوم محفوظ ہوتے گئے۔ آپ دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جو حاجت مند میرے تک نہیں پہنچ سکتا، اُسے لاؤ تاکہ میں اس کی مشکل حل کروں۔ اس ضمن میں آپ حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرماتے کہ جو شخص کسی ضرورت مند اور مظلوم کو کسی بادشاہ کے دربار میں اس غرض سے پہنچائے گا کہ اس کی فریاد رسی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے استقامت بخشے گا اور وُہ قیامت کے دن ثابت قدم رہے گا۔ اصحاب ان باتوں پر عمل کرتے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے عرض کی کہ حضورؐ کے اوقاتِ عزیز گھر سے باہر کس طرح گزرتے تھے؟ آپؓ نے فرمایا: آپؐ اپنی زبان کو بیہودہ اور فضول باتوں سے محفوظ رکھا کرتے اور صحابہ کرامؓ کے دلوں کو ایک دوسرے کی محبت سے سرشار بناتے۔ کبھی دو دلوں میں نفرت پیدا نہ کرتے۔ ہر قوم کے سخی کو دوست رکھتے اور اس قوم کے معاملات کو اُسی کے سپرد فرما دیا کرتے۔ لوگوں سے اُن کی تکلیفوں اور حالات کے بارے میں خود دریافت فرمایا کرتے اور اُن کے حل کے لیے کوشاں رہتے۔ اچھی چیز کی تحسین فرماتے اور بُری چیز سے بچنے کی ہدایت کرتے۔ حق سے کبھی تجاوز نہ فرماتے۔ آپؐ کے نزدیک مقرب ترین انسان وُہ تھا جو نیکی میں آگے ہو۔ بزرگ ترین انسان وُہ ہوتا جو مخلوقِ خدا کی اعانت و محبت میں پیش پیش ہوتا۔ میں نے اپنے والد مکرمؓ سے آپؐ کی مجالس کا تذکرہ کیا تو آپؓ نے بتایا کہ حضورؐ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے یا جس مجلس میں گفتگو فرماتے، کلمۂ حق بیان فرمایا کرتے۔ اگر کسی قبیلہ یا جماعت کے پاس جاتے جہاں مجلس ختم ہوتی

اُس کے نزدیک جگہ حاصل کرتے، اور دوستوں کو بھی یہی آداب سکھاتے۔ آپ ہر ایک صحابی سے اتنا پیار اور شفقت فرماتے کہ ہر ایک کو یہ گمان ہوتا کہ مَیں ہی محبوب ترین دوست ہُوں۔ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث یا تکرار کرتا تو آپ صبر فرماتے، حتیٰ کہ وُہ خود اپنی باتوں سے خاموش ہو جاتا۔ جو کوئی حاجت لے کر آتا تو آپ اس کی حاجت کو پُورا فرمایا کرتے۔ اگر کام نہ ہو سکتا تو اتنی اچھی گفتگو فرماتے کہ اس کا دل خوش ہو جاتا۔ آپ کی شفقت اور رحمت خلقِ خدا کے لیے عام تھی۔ لوگوں کو یہ گمان ہوتا کہ آپ سب لوگوں کے شفیق باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نافذ کرنے اور اسے منوانے کے لیے تمام مخلوقِ خدا ایک جیسی تھی آپ کی مجلس صبر و حیا، علم و حکمت کی مجلس ہُوا کرتی تھی۔ آپ کی مجلس میں دُوسروں کے عیوب یا نقائص بیان کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کسی کا عیب ظاہر ہو جاتا تو آپ پردہ پوشی فرماتے۔ آپ کے تمام صحابہ مقامِ عدل پر تھے۔ آپ کی مجلس کے لوگ ایک دُوسرے کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آتے۔ تقویٰ اور تواضع سے ہر ایک کو دیکھا جاتا۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت ان کا شعار تھا۔ حاجت مندوں اور غریبوں کا خاص خیال رکھا جاتا۔

مستخلص احیاء میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے اخلاقِ کریمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ممدوح بن گئے۔ آپ نے اس اخلاقِ کاملہ میں سے تھوڑا سا حصّہ مخلوقِ خدا سے حسنِ معاشرت کے سلسلہ میں اظہار فرمایا۔ چنانچہ معاملات میں نرم، خرچ کرنے میں اوّل، سلام کہنے سے پہلے، مریض کی عیادت میں پیش پیش ہوتے۔ مریض خواہ نیک ہوتا یا بد، آپ اس کی دل جوئی فرماتے۔ مسلمانوں کے جنازے میں شرکت فرماتے، حقِ ہمسائگی بجا لاتے، ہمسایہ خواہ کافر ہوتا، اُس سے بھی حُسنِ سلوک فرماتے۔ آپ دعوت قبول کرنے میں کبھی لیت و لعل نہ فرماتے، دعوت خواہ غلام کی طرف سے ہوتی یا آزاد کی طرف سے۔ دعاءِ برکت اور ہدایت فرمایا کرتے۔ جو شخص تحفہ یا ہدیہ دیتا اُسے رد نہ فرماتے اور اُس کے لیے دعائے خیر فرماتے۔

کئی بار ایسا ہُوا کہ لوگوں نے آپ کی دعوت صرف جَو کی روٹی یا کھجور کے مالیدے کی، مگر آپ نے بخندہ پیشانی قبول فرمائی۔ مجرموں کو معاف فرماتے اور لوگوں میں صُلح کراتے۔ جُود و احسان کا رویّہ اختیار کرتے۔ خواص و عوام سے گفتگو کرتے وقت سلام سے ابتداء

فرماتے اور خشگیں لوگوں سے غصہ دور کرانے میں نہایت صبر و تحمل اختیار کرتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا، ناگاہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے پیچھے ایک اعرابی آ رہا تھا، حضور کی چادر کو اتنے زور سے کھینچنے لگا کہ آپ کا کندھا مبارک اس سے جا لگا اور چادر کی رگڑ آپ کی گردن پر نمایاں تھی۔ حضورؐ نے نہایت شفقت سے اعرابی کو دیکھا، مسکراتے اور فرمانے لگے: اعرابی! تمھیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ کہنے لگا: لوگ جو مال لے کر آئے ہیں، اس میں سے مجھے بھی حصہ ملنا چاہیے۔ حضور اکرمؐ کے حکم سے اس مال سے اُسے کچھ دے دیا گیا لیکن اعرابی پر اظہارِ ناراضگی نہیں کیا اور مسکراتے ہوئے گفتگو فرما کر اسے اجازت دی۔

آپ ہر شخص سے حلیم اور عادل تھے۔ آپ مال و زر کی تقسیم کے وقت دولت کو قیمت نہ دیتے تھے اور اُسے تقسیم کرنے میں دریغ نہ فرماتے۔ لہو و لعب، فضول اور بیہودہ گفتگو، جھوٹ اور غیبت، بخل و جفا، مکر و فریب جیسی عادات آپ کے نزدیک نہ آتی تھیں۔ رات ہونے سے قبل ہی آپ ساری دولت تقسیم فرما کر آرام فرمایا کرتے، جب تک صرف نہ کر لیتے گھر نہ جاتے۔ سائل کو رد نہ کرتے۔ فقر کو اختیار فرماتے۔ آپ کے چہرے پر اس قدر حیا تھی کہ آپ کسی کو ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھتے۔ زیادہ بھوک ستاتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ کھانا کھاتے وقت تکیہ نہ لگاتے۔ گندم کی روٹی تین روز سے زیادہ مسلسل نہ کھاتے۔ ایک روایت میں لکھا ہے کہ دو روز سے زیادہ مسلسل استعمال نہ کرتے۔ جو کی روٹی خوش ہو کر کھاتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ایک ایک ماہ تک خاندانِ نبوت کے گھر آگ روشن نہ کی جاتی، اور پانی اور کھجوروں سے پیٹ بھر جاتا۔ یہ تکلیف بخل یا مفلسی کے لیے نہیں تھی بلکہ ایثار و اختیار کی بات تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور اللہ کا سلام پہنچایا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہِ اُحد اور دوسرے پہاڑوں کو آپ کے لیے سونا اور چاندی بنا دیا جائے۔ مگر آپ نے فرمایا: اے جبرئیل الدنیا دار من لا دار لہ و مال من لا مال

لہ قد جمعہا من لا عقل لہ۔ دنیا اس کے لیے گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں۔ دنیا اس کے لیے دولت ہے جس کے پاس کوئی دولت نہیں۔ دنیا کے مال و دولت کو وہی جمع کرتا ہے جس کے پاس کوئی عقل نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ثبتك الله یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالقول الثابت۔ یارسول اللہ آپ نے قولِ صحیح سے بالکل سچ فرمایا ہے۔

آپ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے دُوسرے کے لیے جگہ تنگ نہیں کرتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کو کنیت یا لقب کے قابلِ احترام ناموں سے بُلاتے اور اچھے ناموں سے پکارتے۔ کسی کی بات کو ٹوکتے نہیں تھے اور نہایت تواضع سے پیش آتے۔ آپ اکثر اونٹ، گھوڑے اور خچر کی سواری کرتے، یا پیادہ سفر کرنے سے بھی دریغ نہ فرماتے تھے۔ بعض اوقات برہنہ پا بھی بازار چلے جاتے تاکہ غریب لوگوں کا احساس بلند رہے۔ اگر عمامہ، ٹوپی، چادر کے بغیر ہوتے تو سرِ مبارک یوں دکھائی دیتا جیسے فصلِ بہار کا شگفتہ پھول ہو۔ فقراء کے ساتھ بیٹھتے، مساکین وغرباء کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیتے۔ مجروح اور زخمیوں سے ہم پیالہ ہوتے۔ اہلِ علم و فضل کے ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آتے اور عزت و تکریم کرتے۔ بُرے لوگوں سے بھی اچھا سلوک کرتے۔ معافی مانگنے والوں کا عذر قبول فرماتے۔ بسا اوقات مزاح اور دل لگی بھی فرمایا کرتے لیکن مزاح میں بھی غلط بات نہ کہتے۔ آپ اکثر متبسم رہتے اور کھیل کود کرنے والوں کو نظر انداز کرتے۔ اگر کوئی ناواقفیت سے بلند آوازی سے کام لیتا تو صبر فرماتے اور صبر کی تلقین فرماتے۔ آپ اپنے اہل وعیال میں کھانے پینے میں اپنی ذات کے لیے ترجیحی سلوک روا نہ رکھتے تھے۔ آپ کسی وقت بھی بیکار نہ بیٹھا کرتے تھے۔ اگر امورِ خلق سے فارغ ہوتے تو یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے یا اہلبیت اور صحابہ کی اصلاحِ احوال میں مصروف رہا کرتے۔ کسی فقیر کو رعب سے نہ جھڑکتے اور کسی دولت مند کو اس کی دولت کی وجہ سے تعظیم نہ دیتے۔ تمام لوگوں کو یکساں دعوت دیتے۔

آپ کا جود و کرم میں یہ عالم تھا کہ کسی قسم کا سائل دروازے سے محروم نہ جاتا۔

ایک اعرابی نے حضورؐ سے کچھ مانگا۔ آپ نے اتنی بکریاں عنایت فرمائیں کہ وادی کا دامن بھر گیا۔ اعرابی نے آپ کی اس سخاوت کی وجہ سے اپنی قوم کو اسلام لانے کی ترغیب دی۔ وہ کہنے لگا، لوگو! ان محمدا یعطی عطأ من لا یخشی بالفاقۃ۔ حضورؐ جب عطا

فرماتے ہیں وہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ عمر بھر اُسے فاقہ کا خدشہ نہیں رہتا۔ غزوۂ حنین پر آپ نے لوگوں کو اس قدر مال و دولت بخشا کہ عرب کے سخی بھی حیران رہ گئے۔ یہی سخاوت قریش کے بڑے بڑے سنگ دلوں کے لیے وجہِ قبولِ اسلام بنی، جس کا اپنے مقام پر مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار آپؐ نے ایک لاکھ درہم ایک چٹائی پر بکھیر دیے اور غریبوں میں بانٹنے شروع کر دیے حتیٰ کہ اُٹھنے سے پہلے ایک درہم بھی باقی نہ بچا تھا۔

آپ نے عمر بھر کسی کو گالی نہیں دی اور کسی پر طعن زنی نہیں کی اور کسی مومن یا کافر کے لیے بددعا نہیں فرمائی۔ کسی کو اپنے دستِ اقدس سے مارا نہیں مگر محض اللہ کی رضا اور ایفاء کے لیے۔ کسی شخص سے اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا۔ اگر آپ کے لیے بستر بچھا دیا جاتا تو آپ لیٹ جاتے ورنہ زمین پر تکیہ لگا کر آرام فرما لیتے۔ جو شخص کسی کام کا کہہ جاتا، جب تک اُسے کر نہ لیتے، آرام نہ فرماتے۔ جس کا ہاتھ پکڑتے جب تک وہ خود نہ کھینچتا، نہ چھوڑتے۔ آپ اپنے صحابہؓ سے مصافحہ کرنے میں پہل کرتے۔ آپ نماز ادا کرتے تو اگر کسی کو آپ کا انتظار ہوتا تو نماز مختصر کر کے جلد فارغ ہوتے اور حاجت مند کی بات سنتے۔ جب فارغ ہوتے تو باقی ماندہ نماز پھر ادا کر لیتے۔ عام طور پر بیٹھتے ہوئے بھی رُو بقبلہ بیٹھتے۔ جب کوئی عزیز آپ سے ملنے آتا تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ اپنی چادر اس کے بیٹھنے کے لیے بچھا دیتے۔ گفتگو کے دوران نرم یا سخت لہجہ بجز رضائے الٰہی اختیار نہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک بہترین دعوت وہ ہوتی جس میں زیادہ سے زیادہ لوگ مل کر کھاتے۔ کھانا کھانے کے وقت دو زانو بیٹھتے، جیسے کہ نماز کے تشہد میں بیٹھا جاتا ہے لیکن ایک گھٹنہ بلند رکھتے۔ فرمایا کرتے: میں بندۂ خدا ہوں اور خدا کے بندوں کی طرح کھاتا ہوں۔ میں اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے اللہ کے بندے بیٹھتے ہیں۔ زیادہ گرم کھانا نہیں کھایا کرتے تھے اور ہمیشہ اپنے آگے سے لقمہ اٹھاتے۔ آپ کا معمول تھا کہ کھانے کے وقت تین انگلیوں کا استعمال فرماتے، کبھی کبھی چوتھی انگلی کو بھی ملا لیتے۔ دو انگلیوں سے کبھی نہ کھاتے، فرماتے، دو انگلیوں سے شیطان کھاتا ہے۔

تمام کھانوں میں سے گوشت آپ کو مرغوب تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سبزیوں میں سے کدو کو پسند فرمایا کرتے۔ کبھی کبھی یہ فرماتے کہ یہ سبزی میرے بھائی کے پودے

کی ہے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کھانا پکاتے تو کدو کا استعمال کیا کرتے، اس سے کمزور دل کو تقویت ملتی ہے۔ پھلوں میں سے کھجور تر کو سرکے میں بھگو کر کھاتے۔ ساگ میں سے کاسنی اور پالک کو بھی پسندیدہ طور پر استعمال فرماتے۔ آپ کے کھانے میں اکثریت تو کھجور اور پانی کی تھی۔ کسی کھانے میں عیب نہ نکالتے۔ اگر اچھا لگتا تو کھا لیتے ورنہ دست کش ہو جاتے۔ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ کی انگلیوں کو منہ سے علیحدہ علیحدہ صاف کرتے اور اس سلسلہ میں بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات انگلیاں سُرخ ہو جایا کرتی تھیں۔ کھانے کے برتنوں کو اچھی طرح صاف فرمایا کرتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد دستِ مبارک کو اچھی طرح دھوتے۔ اگر صاف پانی بچ جاتا تو منہ کا مسح فرما لیتے۔ پانی پیتے تو تین بار پیتے۔ پہلے سانس میں بسم اللہ پڑھتے، دوسرے میں الحمد، تیسرے میں شکرِ الٰہی بجا لاتے۔ پانی اطمینان سے پیتے تھے، غٹ غٹ نہ پیتے تھے۔

ایک بار دُودھ اور شہد ایک ہی پیالے میں ملا کر آپؐ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپؐ نے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: دو پینے والی چیزوں کو یکجا کر دیا ہے۔ دو سالن ہیں جنھیں ایک برتن میں جمع کر دیا گیا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے لیکن اس طرح پینا مکروہ ہو جاتا ہے مجھے دنیا کی چیزوں سے کل قیامت کے دن حساب دینا ہے اور مجھے تواضع زیادہ عزیز ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اجمعین الطیبین الطاھرین وسلم تسلیما کثیرا کثیراہ

شمائلِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

محدثین، مورخین اور اربابِ سیر اس بات پر متفق ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلقِ مبارک حدِ اعتدال پر تھا اور اس اعتدال میں کمال حاصل تھا۔ اسی طرح آپ کے تمام جسمانی اعضاء و جوارح بھی معتدل تھے۔ قدِ مبارک متناسب تھا۔ طول و عرض و موٹائی میں نہایت موزوں۔ ہر طویل القامت سے بھی سر بلند دکھائی دیتے۔ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے حاضرین سے بلند سر نظر آتے کہ سرِ مبارک جو عقل کے بادشاہ کی بارگاہ ہے اور شہنشاہِ خرد و آگہی کی عدالت ہے۔ یہ آپ کے کمالِ عقل و بزرگی کی دلیل ہے آپ کے گیسو مبارک گردن پاک پر سایہ افگن رہتے۔ زُلفیں نہ بہت لمبی ہوتیں اور نہ بہت چھوٹی۔

کبھی تو کانوں کی لَو تک پہنچ کر ختم ہو جاتیں اور کبھی کندھوں کو چھوتیں۔ چہرے کا رنگ نہ سفید تھا نہ ہی گندم نما، بلکہ دونوں رنگوں کا حسین امتزاج تھا۔ جبیں کی نگاہ پڑتی اس میں چھپتا۔ وہ چودھویں کے چاند کی طرح خوشنما ہوتا۔ آپ کے جسمِ اطہر کا رنگ چاندی کی طرح سفید تھا۔ اعضائے بدن سے نور کی شعاعیں نمودار ہوتی دکھائی دیتیں۔ آپ کی جبین مبین مطلعِ انوارِ حقیقت تھی اور کلمۃ الحق کی طرح کشادہ تھی۔ آپ کے ابرُو اگرچہ کمان کی طرح کشادہ تھے۔ مگر دونوں پیوستہ۔ یُوں معلوم ہوتا کہ عاشقوں کے دلوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقامِ شہود پر قاب قوسین کے اسرار کو محرمان حرم سرائے عشق تک پہنچانے میں اپنی مثال آپ تھے آپ کے دونوں ابرو مبارک کے درمیان ایک ایسی رگ تھی جو غضب اور غصے کے وقت اُبھر جاتی۔ آپ کی دونوں نرگسیں آنکھیں کائنات پر نگاہ رکھے رہتیں۔ مژگانِ عالیہ سے لاکھوں تیرِ محبت اہلِ دل کے سینوں میں پیوست ہوتے۔ آنکھوں میں سیاہی بے پناہ تھی اور سفیدی بہت سفید۔ اس سیاہی اور سفیدی کے درمیان نگاہ کی دلآویز چمک ہوتی۔ آپ کی قوتِ باصرہ اتنی قوی تھی کہ اندھیرے اور روشنی میں ہر چیز یکساں دکھائی دیتی۔ اپنی تیز نگاہی سے آسمان کی انتہائی بلندیوں پر پروین کے ان نو دس ستاروں کو دیکھ لیتی اور انھیں شمار کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہ کرتی۔ گالوں کی ہڈیاں نہایت موزوں طریقے سے اُبھری ہوئی تھیں۔ ناک مبارک نہایت موزونیت سے اونچا بھی تھا اور موزوں بھی، جس کے اطراف و جوانب میں نور کی شعاعیں پھوٹتی تھیں۔ دانتوں سے نور کی لڑیاں ظاہر تھیں۔ یہ نور کے موتی مروارید کی طرح شفاف اور براق کی طرح سفید تھے۔ دانتوں کے درمیان کشادہ جگہ تھی۔ گفتگو کے وقت سامنے کے دانتوں سے روشنی نمودار ہوتی تھی۔ یہ روشنی اندھیرے میں آبِ حیات کے چشمہ کی طرح ضیا بار ہوتی۔ آپ کی زُلفِ عنبریں نہایت لطیف اور مشکبار تھیں۔ گردن بلند اور سفیدی کی وجہ سے چاندی سے بھی سفید تھی۔ کندھوں کے درمیان کی جگہ ایک دوسرے سے جداگانہ دکھائی دیتی اور مُہرِ نبوت کی جگہ نہایت نمایاں تھی جس سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ سینہ نورٌ علیٰ نور تھا، یہ سینہ انوارِ قدسی کا خزینہ تھا، وسیع و عریض دکھائی دیتا۔ پیٹ سینے سے ملا ہوا، نہایت موزوں اور متناسب تھا۔ سینہ سے ناف تک ایک نمایاں خط جاتا تھا ایسا

معلوم ہوتا کہ یہ سُنبل کی لکیر ہے جو کافور کے تختہ پر کھینچ دی گئی ہو۔ سینہ اور شکم کے دوسرے حصے بالوں سے مبرا تھے اور شفاف تھے۔ آپ طویل الیدین، ضخیم الذاعین اور عضل العضدین تھے بدن کا گوشت مبارک نرم اور ملائم تھا۔ کف نرم تھے جس طرح حریر و ابریشم ہو۔ پنڈلی موزوں و رقیق لیکن دل پذیر۔ ہاتھ کی انگلیاں نرم مگر پاؤں کی انگلیاں سخت تھیں۔ ٹھوڑی میں چاہِ غبغب نہ طویل اور نہ عریض۔ قدم کے نیچے کا گوشت بھرا ابھرا تھا۔ پشت مبارک سیدھی اور موزوں اس میں کسی قسم کا جھکاؤ یا کمر نہ تھا۔ چہرہ بدر منیر کی طرح روشن۔ بدن مبارک کی خوشبو عنبر و مشک سے خوش تر تھی۔ اعضاء و جوارح نہایت متناسب اور موزوں تھے۔ یہ جسم اطہر جانِ عاشقاں تھا۔ ؎

در جانِ علم عشق تو افراختہ اند	ویں ہر دو جہاں بہر تو پرداختہ اند
در حسن تو صد ہزار عاشق حیران	و زیک نظرت کار ہمہ ساختہ اند

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ میں نے ایک چاندنی رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حلۂ سرخ زیبِ تن کیا ہوا تھا، صحابہؓ کی طرف تشریف لاتے۔ میں سرکارِ دو عالمؐ کے رخساروں کو نہایت غور سے دیکھ رہا تھا اور چاند کو بھی۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میری نگاہ میں حضورؐ کا نور چاند کے نور سے بہتر تھا اور آپ کا حُسنِ ابرو چاند پر حاوی تھا۔ ؎

ماہ فرو ماندہ از جمالِ محمدؐ	سرو نروید باعتدالِ محمدؐ
چرخ فلک را کمال و منزلتی نیست	در نظر قدر با کمالِ محمدؐ
ایں چہ پیراستہ جنت فردوس	پاک و قبولش کند بلالِ محمدؐ
آدمؑ و نوحؑ و خلیلؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ	آمدہ مجموع در ظلالِ محمدؐ
شمس و قمر در زمین تا حشر نتابد	ماہ نباشد مگر جمالِ محمدؐ
سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی	عشق محمدؐ بس است و آلِ محمدؐ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک سرکارِ دو عالمؐ سے حسین تر کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ کی پیشانی کے نورانی لمعات اتنے روشن تھے کہ گویا

آفتابِ عالمتاب جبینِ پاک پر جلوہ گر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی دھوپ میں کھڑے ہوتے آپ کا نور آفتاب پر غالب رہتا جب بھی چراغ کے سامنے تشریف لاتے، آپ کا نور چراغوں پر چھا جاتا

آں خواجہ کہ بدر غلامِ ہلال اوست   بر چہرہ خالِ خور ز رنگِ بلال اوست

خورشید و آسمان و زمین روشن ست از و   یک پرتو از تجلی نورِ جمال اوست

گل گرچہ آبروئے چمن شد برنگ و بو   زاں گشت سرخروئے کہ ہمرنگ آل اوست

تنہا نہ مرغ روح بہ بالش ہمی پرد

پروازِ جبرئیل ہمیں ہم ببال اوست

یہ تھے وہ اوصاف و کمالات جو معتبر اور مستند کتابوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے متعلق لکھے ملتے ہیں۔ ان اربابِ سیر اور اصحابِ قلم نے حضورؐ کی بارگاہِ حسن میں زبردست ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کیا ہے۔ لیکن راقم (معین) کے خامۂ عنبریں تمامہ نے چند خصوصی اوصاف بھی محفوظ کیے ہیں تاکہ صاحبِ دل حضرات اور اہلِ محبت بزرگوں کو حضورؐ کے ذکرِ جمیل کے انوار سے قلبی مسرت ہو۔ میری یہ کوشش خراجِ تحسین اور سرمایۂ توصیف حاصل کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ میری دلی خواہش ہے کہ اگر آپ ان نکتوں کو دیکھ کر خوش دل ہوں تو میری تعریف کرنے کی بجائے خواجۂ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر درود بھیجیں۔ اے درویش! جب اس کائنات کے بنانے والے اور اس نگارخانۂ جہاں کے نقاشِ حقیقی نے چاہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پر فتوح کے نگینۂ تاج کو گنجینۂ افلاک میں سجاتے، پھر بشریت کی خاک کی ایک چٹکی طلب کی تاکہ بشریت کی یہ خاک کائناتِ ارضی پر انوارِ حقیقت کی مظہر اور شریعتِ مطہرہ کی شارح ہے۔ مخلوقِ خدا کے درمیان حجاب کو حسبی اللہ وکفی کے نور سے دور کرے تو خدا تے واحد کے آفتابِ حقیقی کی نورانیات کو وجودِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر بنا کر جسمِ اطہر میں رکھے۔ اس طرح سرکارِ دو عالم کے ظاہر جسم کو تشکیل دی۔ اس جسمِ اطہر کو انوارِ الٰہیہ کا مہبط اور اسرارِ الٰہیہ کا خزینہ بنا کر تیار کرایا ہے

صورت از حسن دوست پردہ کشائے | سیرت آئینہ جمال نمائے
خواست حسنت کہ جلوہ آغاز د | با حقیقت مجاز پرداز د
بنماید حقیقت توحید | اندر آئینہ مجاز پدید
بفرستند ز طارم افلاک | قطرۂ روح در مشیمۂ خاک
یعنی از نور من ہمی طلبی | این بجام جہاں نمائے نبیؐ

حقیقت یہ ہے کہ جس دن نقاشِ قدرت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ نورانی کو صفحۂ صحیفۂ ہستی پر نقش کر رہا تھا اور ربانی تعمیرِ کُنْ فَیَکُوْنُ آفرینشِ نورِ مصطفوی کی بنیاد استوار کر رہا تھا۔ وہ عقل جو اُستادِ فطرت کی شاگرد ہے اس رفیع الشان محل کی عمارت کا ایک ایک گوشہ اور اس عظیم قالب کے ایک ایک ذرہ سے حکمت و حقیقت کے اسرار و رموز حاصل کر اس طرح حضورؐ کی پیشانی کا نقشِ اولین منقش کیا گیا اور خورشید جمال کو اس مطلعِ نور سے نمودار کیا۔ عقل نے استادِ فطرت سے سوال کیا کہ یہ جامِ جہاں نما کیوں بنایا جا رہا ہے۔ یہ آئینۂ فرخ لقا کس لیے ترتیب دیا جا رہا ہے۔ استادِ فطرت نے بتایا یہ سرچشمہ ہے نور کا۔ یہ عکس ہے انوارِ جمالِ محبوب لایزالی کا۔ جس سے عاشقانِ لاابالی عکسِ رُخِ یار دیکھ سکیں گے۔ یہ گلستان بہار و گل ہے جو اظہار و ارادات کے نو بہار شگوفوں وفی انفسکم افلا تبصرون سے مہک اٹھا ہے۔ جب قدرت نے اس خلاصۂ کائنات کے قبۂ منور اور مُقَدَّم مدور (یعنی سرِ مبارک کو جسم پاک کے محل پر سجایا اور حواس کی اشکال غریبہ اور صورِ بدیعہ کو دماغ عالیہ کے خزانہ میں محفوظ کیا تو عقل نے استادِ فطرت سے سوال کیا کہ خزینہ کس ذات کے لیے مزین کیا جا رہا ہے؟ اور یہ گنجینہ کس کے نام نامی سے منسوب ہو رہا ہے، فطرت نے جواب دیا کہ قافِ وجود کی چوٹی ہے، عقل کے عنقا کا آشیانہ ہے۔ یہ انسانی وجود کے ہفت آسمان کا سدرۃ المنتہیٰ ہے جبرئیل امین کا صومعہ ہے۔ وجودِ محمدی کے دائرہ کا مرکز ہے، پرکارِ وجود کا نقطہ ہے، ما زاغ البصر کا مرکز ہے۔ العرش الی سماوات کا نوالہ ہے۔ مسائل معارف کے سائل کی امید کا پیالہ ہے۔ یہ سامعہ احمدی ہے، جہاں حکم ابدی کی رسائی ہوتی ہے۔ یہ قراخنہ حکمت ہے جہاں فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ کے اسرار محفوظ ہیں۔ یہ پیشانی لوحِ محفوظ کا تختۂ سیمیں ہے۔

اس پیشانی کے نور کو دیکھ کر عقل نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ مصحفِ سعادت کا صفحۂ اولین ہے۔ یہ آسمانِ رسالت کی لوحِ محفوظ ہے۔ یہ دیوانِ جلالت کا عنوان ہے۔ یہ منشورِ نبوت کا دیباچہ ہے۔ یہ دستورِ فتوت کی فہرست ہے۔ کبھی کبھی یہ جبینِ مبارک تلقین دینے کے موقع پر واغلظ علیھم کے آثار سے مزین ہو جاتی ہے۔ لیکن اکثر اوقات فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ماہ سیمہ کے آئینۂ روشن کی طرح چمک اٹھتی ہے۔ ابرو مبارک کے دونوں طاق ایک حلقہ بناتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دونوں ابرو ہلالِ تمکین بن کر چہرۂ مبارک کے نورانی مطلع پر دکھائی دیتے ہیں اور رشکِ حور آنکھیں اپنی پوری تابانی سے نظر آتی ہیں۔ جب عقل نے اس حقیقت کے متعلق سوال کیا تو فطرت نے بتایا کہ یہ رخساروں کے مقصورہ محراب کے دو طاق ہیں۔ ان طاقوں میں قدرت کی دو خوب صورت قندیلیں مزین ہیں اور ان طاقوں کے محرابوں میں مژگانِ مشکیں کے طرفۃ العین رکوع و سجود کرتے نظر آتے ہیں یوں کہا جا سکتا ہے کہ دونوں ابرو مبارک قوسِ قزح ہیں جو فلکِ جبینِ انسانی پر نظر آ رہے ہیں۔ قدرت نے کن فکان کے افق پر جو پیدا کر دیے ہیں یا یوں کہیے کہ شہنشاہِ حُسن و جمال کا چوگان ہے۔ جو ایک ہی ادا سے آنکھوں کے دو گیندوں کو سرگرداں کرنے کے لیے تازیانے لگانے پر آمادہ ہیں۔ جب آنکھوں کی دونوں پتلیوں نے بھوؤں کے دو سیاہ طاقوں میں قاب قوسین کا تخت مرتب کیا اور آنکھ کی سیاہ پتلی (مردمِ دیدہ) کے سادہ رو محبوب کو اس تخت پر جلوہ افروز کیا اور مشک و کافور کے پُرنور بستر پر سُلا دیا تو عقل نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ فطرت نے بتایا کہ یہ دونوں شاہ و عروس ہیں جو عاج و آبنوس کے تخت پر تکیہ لگاتے بیٹھے ہیں یا آفتاب و ماہتاب ہیں جو آسمانِ عز و جاہ پر خیمہ زن ہیں، نہیں، بلکہ یہ دو کبوترِ مازاغ سفید رنگ ہیں، مازاغ البصر وما طغیٰ کی بلندیوں پر معلق ہیں۔ یہ آشیانۂ جلال کے دو شاہباز ہیں جو ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ کی شکارگاہ میں پرواز کناں ہیں یا وہ باغِ وحدت کے دو نرگسیں پھول ہیں جو گلشنِ رخسارِ محمدیؐ میں کھلے ہوئے ہیں۔ یہ مرغزارِ صمدی کے دو شگوفے ہیں جو انوارِ احمدیؐ کے درختوں پر مودار ہوتے ہیں، نہیں نہیں، بلکہ یہ دونوں ابرو کی قوسیں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ابرو قابِ قوسین ہیں جس سے وجوب و امکان پیدا کیے گئے ہیں۔ انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا جمال منعکس ہوتا ہے۔ آنکھیں دو آئینے ہیں جو جمالِ ذاتِ واحد کے عکس میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ شاہدِ حقیقی کے حسنِ بے مثال کے اَوْ اَدْنٰی کے راز کے عکس کو (جو توحیدِ مطلق ہے) دونوں کو مربُوط کر دیا گیا ہے۔ جب قدرتِ پروردگار کی مشاطہ نے آپ کے رخساروں کی دُلہن کو انوارِ قدسی کے گلگونہ اور اسرارِ اُنسی کے غازہ سے آراستہ فرمایا اور صباحت و ملاحت کے زیور سے مزین کیا تو عقل نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ جواب ملا: یہ دونوں گلفام رخسار گویا نیلگوں سیب ہیں جسے قادرِ مطلق نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے یا یہ شگفتہ پھول ہیں جو عنایت کی نسیم اور رعایت کی شمیم کے آنے سے جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے گلستان میں مہک اُٹھے ہیں اور قدرت کے تمام کمالات ان پر جلوہ گر ہو گئے ہیں، نہیں نہیں بلکہ یہ کتابِ سیادت کے دو ورق ہیں جن پر قلمِ شہادت سے سعادت کی تحریر وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا نمایاں کر دی گئی ہے، یا آبِ رحمت کے دو طبق ہیں جنہیں مہجورانِ امت کے لیے وما ارسلنٰک الّا رحمة للعالمین کے لیے بازوئے یقین کے ساتھ شفاعت کے وقت بے بضاعت اور درماندہ گنہگاروں کے لیے کھولا گیا ہے۔ جب آپ کی مشکبوں زلفوں کی تاریں شکاری والا کے جال کی طرح گلگوں چہرے پر پھیلتی ہیں تو عارفانِ الٰہی اور عاشقانِ جمالِ مصطفوی کے دل شکار ہو ہو کر پھنستے جاتے ہیں۔ یاقوت رنگ منہ کا ڈبہ مسکراہٹ کے وقت غنچہ بن کر دلوں کو مسحور کر دیتا ہے۔ عقل نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ فطرت نے جواب دیا: یہ لعل بدخشاں کا ایک ڈبہ ہے اور یہ رُوحانی انار کا ایک قبہ ہے، یہ تسنیم کا سرچشمہ ہے جس سے جنت النعیم کی ساری لطافتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس میں تحقیق کی شراب کو بند کر دیا گیا ہے۔ آپ کا آبِ دہاں مشتاقانِ دید کی جان کے لیے چشمۂ سلسبیل ہے جس میں عین الحیوان چھپا ہوا ہے۔ اسی میں دانتوں کے چمکدار موتی نور افشانی کرتے ہیں، یہ تبسم ریز دانت آبدار مروارید ہیں۔ ان سے جوہرِ حکمت درخشاں ہوتے ہیں اور ایک رشتہ جمیل میں پروئے ہوئے ہیں۔ حقیقت کے ڈبے میں سفید موتیوں کی یہ لڑیاں اپنی مثال آپ ہیں۔ عقل نے پھر سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ تو جواب ملا: یہ ابرِ قدرت سے سفید رنگ کے اولے ہیں

جنہیں لالۂ حمرا میں رکھا گیا ہے یا ثریا کی منظوم لڑیاں ہیں جنہیں جوزا کے برج میں عقیقی لڑیوں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ جب آپ کی زبان معجز بیان قرآن خوانی کرتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ معلم الرحمٰن نے علم القرآن کے لیے ایک مدرسہ کھول دیا ہے جس میں بتیس دانت قاریانِ قرآن بنا کر بٹھا دیے گئے ہیں۔ یہ اپنے تکلم کے ترنم سے منہ کے صومعہ میں ذکرِ خداوندی کا زمزمہ برپا کر دیتے ہیں۔ عقل نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؛ اور یہ نغمہ ونوا اللہ تعالیٰ کی خلوت سرا میں کیسا ہے؟ فطرت نے جواب دیا: یہ نبوت کے دار الملک کا خطیب ہے جو اربابِ سعادت کے مجمع میں خطبۂ شہادت دے رہا ہے۔ منہ کی جامع میں بتیس پایہ والے منبر پر جلوہ فرما ہو کر خطاب کر رہا ہے۔ منہ کے باغ کے یہ پودے قرآن کے شگوفوں کو بیان کے شاخساروں پر سجا رہے ہیں۔ یہ شرف و بزرگی کا صدف ہے جو دریائے دہان میں گفتگو کے موتیوں سے پُر ہو گیا ہے۔ یہ اسرارِ ایمان کا منظر ہے جو فضل واحسان کے ایثار پر نثار ہے اور بیان کے طبق پر کھڑے ہو کر اربابِ بیانِ عرفان کی بلندیوں پر جلوہ فرما ہے یا قصرِ نبوت کی شاخِ نیشکر ہے جو قوت کے مصری گھر میں اہلِ مروت کے کام و دہن کو شیریں کر رہی ہے، اس سے ارشادِ وحی اور امداد و امر و نواہی بیان کے طبق پر رکھ کر سرمایۂ قرآن کی شکر ریزی کو نمایاں کیا جاتا ہے یا تعلیم و تعلم کے مہمان سرا کی گلاب افشاں صراحی ہے جو گفتگو کے وقت پُر نور سینوں پر ایمان و تسکین کے عطریات و خوشبویات چھڑکتی رہتی ہے۔ جب دستِ حق پرست اور نورانی ہتھیلیاں قدرتِ الٰہی کی سعادتوں کی نخل بندی کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے پیوند کو ترتیب دیا جاتا ہے تو متفرق ہڈیاں اور اِدھر اُدھر کے اعضاء اعصابی ترکیب اور عروقی ترتیب کے ساتھ موزوں ہوتے ہیں، تو عقل سوال کرتی ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ جواب ملتا ہے، یہ ہتھیلی دریائے سخاوت ہے، سماحت کے آسمان کا بادل ہے، ابرِ ایمان کا مقام شکر و سپاس ہے، کفر و نفاق والوں کے لیے تیغِ بُراں ہے۔ یہ چار باغ وجود کا پانچ شاخوں والا شجر ہے۔ آپ کی انگلیوں کی گلگوں شاخوں پر ناخنوں کے غنچے، کھلے ہوئے ہیں، یہ بدن کے بوستانِ جناں کا پودا ہے جس کے دائیں بائیں جناب حضرت ذوالجلالی کی رحمت کی ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔

اُس صدر بدر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پُر نور کو ترتیب دیا گیا تو عقل نے پوچھا : یہ کیا ہے ؟ فطرت نے بتایا کہ وحی الٰہی کے جواہر تابدار کا خزینہ ہے ، معارف و حقائق خداوندی کا خزانہ ہے ۔ یہ عساکرِ اسلام کے گھوڑوں کی جولانیوں کا وہ میدان ہے جہاں سے ایمان و ایقان کے لشکر اُٹھتے ہیں ، یہ سلطان ایمان کے نورِ عرفان کا مہبط ہے ۔ یہ دل و جان کے شہنشاہ کا پایۂ تخت ہے یہ دنگی وسعتی قلب عبدی کی جلوہ گاہ ہے ۔ یہ سلطان ایمان کے نزول کی خیمہ گاہ ہے ۔ زینۃ فی قلوبھم کی زینت گاہ ہے ۔ یہ شکم با حکم کا قلعہ ہے ۔ دستِ قدرت نے جب آپ کے شکم و معدہ کو ترتیب دیا تو عقل نے پھر سوال کیا کہ یہ کیا ہے ؟ تو فطرت نے بتایا کہ یہ انسانیت کے قالب کی طعامگاہ ہے ، نفسانی طبائع کا منبع ہے ، شہوانی قویٰ کا معدن ہے ، غذا کا قید خانہ ہے ، نفسِ امارہ کی منزل ہے ، طبع بیارہ کا مرکز ہے ، قوتِ لایموت کا خزینہ ہے ، خواہش کے احکام کا محکوم ہے ، عضوی نما خواہشات کا مرکز ہے ، لیکن جب یہی خزینہ اور یہ معدہ قالبِ مصطفیٰ میں ترتیب دیا گیا تو پھر یہ صبر و قناعت کا خزینہ بن گیا اشبع یوما و جوع یوما مسکین بن گیا ، لوگ اپنے پیٹ کو پُر کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے ، مگر خواجۂ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک انسانیت کے بھوکوں کے غم میں ہمیشہ صبر و قناعت کی خوراک سے ہی بھر اگیا ۔ سلطانِ اَوْ اَدْنیٰ نے بھوک کے وقت بھی اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے اپنے شکم پر پتھر باندھ کر صبر و استغنا کی مثال قائم کر دی ۔

۵

چوں ندانی دوست از دشمن جانی چہ سود
سگ باید نفس را حلوہ و بریانی چہ سود

جب صانعِ قدرت نے آپ کے دونوں پاؤں بنائے ، یہ پاؤں نہ تھے قصرِ وجود کے قوتی تھے ، عالمِ شہود کے ستون تھے جن پر کائنات کے وجود کی عمارت کھڑی تھی عقل نے پوچھا کہ یہ کیا ہے ؟ بتایا گیا : یہ ستون ہیں جن پر قصرِ وجود کھڑا ہے ، یہ قیامِ جسم کا ذریعہ ہیں ، یہ بنائے محبت کے دو رفیق ہیں ، یہ طریقِ سلوک کے دو ہیں ففروا الی اللہ کے میدانِ شاہسوار ہیں ، نہیں نہیں بلکہ قدرت کی یہ دو

سلائیاں ہیں جن کے جوتوں کا کحل الجواہر عرش کا سُرمہ ہے۔ یہ نحن اقرب من حبل الورید کے مقام تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ یہ قیام لمّا قام عبد اللہ کی عملی تصویر ہیں، یہ بارگاہِ الٰہی میں کھڑے ہو کر اُمّت کے نقصانِ طاعت کی کمی پوری کرتے ہیں، یہ شفاعت کے وقت اشفع تشفّع بن کر مقامِ محمود پر زانوئے عبادت تہہ کر کے عاصیانِ اُمّت کے گناہوں کا عذر بن جائیں گے۔

ے

مرا ز دیدۂ دل ہر زماں درود و دمادم — نثار روضۂ پُر نورِ صدر و بدر دو عالم
محمدِ عربی کز برائے اوّل و آخر — بظاہر ست مؤخر بباطن است مقدم
بصورت از بشر آمد ولے زروئے حقیقت — ز فرق تا بقدم صورت ست خداست مجسم
بعالم دل و جاں بود تختِ رسالت شاہ — میانِ نکتہ و طالعت نبوّہ قالب آدم
بروزِ حشر بظلِ لوائے او شدہ واثق — بسانِ امت او جملہ انبیائے مکرم
نہادہ بانی حکمت دنیٰ فتدلیٰ — فرو دپایہ جا ہش وثاق عیسیٰ و مریم
چو از حفیٰ زدہ برتر قدم بمقصد ادنیٰ — بیک در گام گزشتہ زاوج طارم اعظم
اگر ز سوری در ظہور نور تو باشد — فروغ عیش کہ بینید دریں سراچۂ ماتم
طفیل ذات تو ہر دو ہزار عالم ازاں شد — کہ پیش بحر ندارد وجود قطرۂ شبنم
ز ابر جود چو شد فیض رحمت متقاطر — ہزار روضۂ جاں شد زبان حقدم

معین چو تحفۂ فرستد بغیر ازیں کہ ندید
کند درود پیاپے رواں بسوئے تو ہر دم

معجزاتِ خارجیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات، جنھیں ہم خارجی شمار کر رہے ہیں حد و حساب سے باہر ہیں مگر اربابِ سِیَر اور اصحابِ تاریخ نے جن معجزات کو بیان کیا ہے ان کی تعداد تین ہزار سے زیادہ ہے۔ یہ تین ہزار خارجی معجزات بہت مشہور ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

آپ کے ظاہری اور خارجی معجزات میں سے قرآن پاک ایک ظاہرہ اور باہرہ معجزہ ہے یہ قوی ترین اور ظاہر ترین معجزہ ہے۔ ظاہر میں قرآن کریم ایک اعلیٰ معجزہ ہے لیکن حقیقت میں قرآن حکیم ہزارہا معجزوں کا ایک مرقع و مجموعہ ہے کیونکہ اس کی ہر سورۃ بلکہ ہر آیت میں اتنے معجزات ہیں کہ انسان کی عقل ان کے شمار سے قاصر ہے۔ قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے تمام فصحاء اور بلغاء عاجز ہو گئے تھے۔ ان کے بڑے بڑے فصحاء قرآن کے بیان کردہ قواعد کو رد نہیں کر سکے اور حضور علیہ السلام کے مجادلہ و معارضہ کے باوجود دم بخود رہے۔ ایک اور بات جو قرآن پاک کے معجزے پر دلالت کرتی ہے، وہ اُس کی ترتیب و نظم ہے جو عربوں کے اسالیبِ بیان سے مختلف ہے۔ یہ اسلوبِ بیان اتنا جامع تھا کہ نہ اُنھوں نے پہلے دیکھا تھا، نہ بعد میں۔

قرآنی معجزات

کہتے ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے، ولید بن مغیرہ عرب کا نامور فصیح و بلیغ شاعر تھا، سن رہا تھا اُس پر رقت طاری ہو گئی۔ ابوجہل نے اُسے سرزنش کرتے ہوئے کہا: آخر تم نبی (علیہ السلام) کے کلام پر اس قدر فریفتہ کیوں ہو گئے ہو؟ ولید نے کہا: واللہ! تم میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو کلام و اشعار میں میرا مدِ مقابل ہو۔ بایں ہمہ مجھے قرآن کے کلام میں وہ اسلوب نظر آتا ہے کہ عرب کے کسی کلام میں نہیں پایا جاتا۔ ماضی کے نوشتوں اور واقعاتِ گزشتہ کے متعلق قرآن پاک نے صحیح صحیح وضاحت کی ہے اور ان واقعات کی تفصیل بھی بیان کی ہے جو سابقہ اُمتوں کے ہاں پائے جاتے تھے۔ باوجودیکہ ان واقعات کی تفتیش و تحقیق میں اہلِ کتاب صدیوں سے مصروف تھے۔

بڑی کاوش کے بعد وُہ چند واقعات کی حقیقت کو پانے میں کامیاب ہوتے۔ پھر حضور علیہ السلام اُمّی تھے۔ اہلِ کتاب میں سے کسی کے ساتھ کوئی مجلس اور صحبت نہیں رکھتے تھے۔ بایں ہمہ آپ نے اہلِ کتاب کے اشکال، حالاتِ گزشتہ اور واقعاتِ ماضیہ کو اس حسن و خوبی اور صداقت سے بیان فرمایا کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہی۔ ان کے سوال کے شافی جواب دیے گئے۔ حضورؐ نے ان غیب کی باتوں پر بھی آگاہ کر دیا، جن کا تعلق زمانۂ مستقبل سے تھا۔ وُہ خطرات اور خیالات جو فاسق اور کافر لوگوں کے دلوں میں آتے تھے، قرآنی آیات سے ظاہر ہو جایا کرتے تھے اور یہ ساری باتیں قرآنی اطلاع کے مطابق صحیح صحیح ظاہر ہوتیں۔ وُہ تمام جزئیات اور کلیات جن کی قرآن حکیم نے خبر دی تھی ایک ایک کر کے ویسے ہی ظاہر ہوئیں، جس طرح قرآن کی آیات بیان فرمایا کرتی تھیں۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (بے شک ہم ذکر کو نازل فرمانے والے ہیں اور ہم اس کی حفاظت کے بھی ذمہ دار ہیں) یعنی ہم نے قرآن نازل فرمایا، پھر ہم ہی اس کے محافظ ہیں تاکہ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہونے پائے۔ اب تقریباً نو سو سال (مولّف کا زمانہ) گزرنے کو ہیں۔ ملحدوں اور زندیقوں نے بارہا کوشش کی کہ قرآن پاک میں ردو بدل کر دیا جائے مگر وُہ اپنی اس ناپاک کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ وُہ ایک جملہ تو کیا ایک حرف یا نقطہ تک تبدیل نہ کر سکے۔

اعجازِ قرآنی میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ قاری کے دل پر ہیبت اور رعب طاری ہو جاتا ہے۔ عتبہ بن ربیعہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ بے پناہ سختی کی تاکہ آپ اپنے دین کی تبلیغ سے رُک جائیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ حم فصلت پڑھی۔ جب آپ فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد وثمود پر پہنچے تو عتبہ پر خوف و وحشت طاری ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: خدا کے لیے مزید نہ پڑھیں۔ اس واقعہ کی تفصیل اپنے مقام پر گزر چکی ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایسے معجزے عطا کیے جو اس کی امت سے مناسبت اور مطابقت رکھتے تھے تاکہ اُنھیں دیکھ کر انسان حق کی قبولیت میں آسانی محسوس کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں عام لوگ جادو میں مہارت حاصل کرنے میں کوشاں تھے اور اس سلسلہ میں وُہ اپنے زمانے میں معروف ترین لوگ مانے جاتے تھے۔ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی معجزات سے نوازا، جن سے اُن کے جادُو کے اثرات دب کر رہ گئے۔ دریائے نیل کا پھٹ جانا، قبطیوں کے لیے دریا کا خون ہو جانا، عصا کا سانپ اور اژدہا بن جانا وغیرہ وغیرہ شکلی معجزات تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علوم طبّیہ کا کمال بدرجۂ اتم موجود تھا، چنانچہ آپ کے معجزات میں سے مردوں کو زندہ کرنا، کوڑھیوں کو تندرست کرنا، اندھوں کو نُورِ بصیرت دینا، اپاہجوں کو توانا بنانا اور اس قسم کے دُوسرے معجزات عطا کیے گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ بعثت میں لوگ فصاحت و بلاغت کو عروج تک پہنچانے میں مصروف تھے۔ انشاء طرازی اور نکتہ آفرینی حدِ کمال کو پہنچ چکی تھی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کلام اس وقت نازل فرمایا وُہ فصاحت و بلاغت میں بے مثال تھا۔ اس میں ایجاز و ابلاغ، اختصار و تاثر اس قدر تھا کہ اس جیسا بیان امکان سے باہر تھا۔ قریش جو اپنی شاعری اور ادب میں فصاحت و بلاغت کے امام مانے جاتے تھے اُن کے سامنے اعلان کیا گیا فأتوا بسورة من مثله (ایک ہی ایسی سورت لے آؤ) کہہ کر ہر ایک کو عاجز و ساقط کر دیا۔ کہتے ہیں کہ ابن مقنع جو اس زمانہ کا امام الفصاحت تھا، اسے لایا گیا تاکہ وُہ قرآن کے مقابلہ میں کچھ کہہ سکے۔ وُہ پُوری دماغی صلاحیت کے ساتھ سوچ رہا تھا کہ ایک مسلمان بچہ یہ آیت پڑھتا ہُوا گزرا: قیل یا ارض ابلعی ماءك ویاسماء اقلعی۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے لکھے ہُوئے کو مٹا دیا اور یہ اعلان کرتے ہُوئے اُٹھا کہ میں شہادت دیتا ہُوں کہ ایسا کلام کسی بشر کا نہیں ہو سکتا۔ مسیلمہ کذاب عربی کے مہمل اور بے معنی جملے بنانے میں بڑا مشتاق تھا اور اس کا دعویٰ یہ تھا کہ وُہ قرآن کے مقابلہ میں چند سُورتیں بنا لایا ہے۔ چنانچہ اس نے سورۃ والنازعات کے مقابلہ میں چند مہمل جملے گھڑے، والباذرات زرعا فالناخرات خضرا فالذاریات قمحا فالطاحنات طحنا فالخابزات خبزا فالثاردات ثردا فاللاقمات لقما اهالة وسمنا لقد فضلتم علی اهل الوبر وما سبقکم علی اهل المدر۔ اسی طرح اس نے سورہ فیل

کے مقابلہ میں کہا : الفیل وما ادراک ما الفیل لہٗ ذنب وثیل لہٗ خرطوم طویل وان ذلك من خلق ربنا الفیل۔ اس طرح وُہ اپنے ہی زمانہ کے فصحاء و بلغاء کے مزاح اور تمسخر کا نشانہ بن گیا۔

معجزۂ شق القمر

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ، ابن مسعود ، ابن عباس ، ابن عمر ، انس بن مالک ، حذیفۃ الیمانی ، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ حوالیٔ مکہ میں مشرکینِ مکہ کی ایک جماعت آئی اور کہنے لگی اگر آپ دعویٔ نبوت میں سچے ہیں اور رسالت کے دعوٰی میں حق پر ہیں تو چاند کو آسمان پر دو ٹکڑے کر دکھائیں ، وُہ چاند کی چودھویں رات تھی اور آسمان پر چاند کامل تھا۔ آپؐ نے فرمایا : اگر ایسا کر دکھاؤں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے ؟ کہنے لگے ، ہاں۔ کہتے ہیں نبی اکرم علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور رب العزت سے التجا کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کی انگشتِ شہادت بلند کی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ، نصف آسمان پر نظر آتا رہا اور نصف دُوسرا پہاڑ کی اوٹ میں چلا گیا ، آپ ایک ایک کو بلاتے جاتے اور فرماتے ؛ اے فلاں ! اے فلاں ! تم گواہ رہنا اور اس معجزے کی شہادت دینا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ نصف چاند کوہِ ابو قبیس پر نظر آتا تھا اور دوسرا نصف آسمان پر کانپتا دکھائی دیتا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دونوں ٹکڑے کوہِ حرا کے دائیں بائیں نظر آنے لگے۔ یہ معجزہ دیکھتے ہی مشرکین نے جادو کا کرشمہ قرار دیا اور کہنے لگے ؛ آج تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو بھی جادو کر دیا ہے۔ ابوجہل چلا اٹھا ؛ ھذا سحر مستمر۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر چاند پر جادو کر دیا گیا تھا تو لوگوں پر جادو توڑ تھا۔ اکثر مسافروں نے شہادت دی کہ انھوں نے سفر کرتے وقت چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا لیکن کافر اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اسے جادو کہتے ہوئے ایمان کی دولت سے محروم رہے۔ اس مقام پر یہ آیت نازل ہوئی ؛ اقتربت الساعۃ وانشق القمر ہ وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ہ

ورج راماہ قفل زرست کلید وے انگشت پیغامبر ست

کلید خزائن چو در مشتِ اوست　　مر از داغ داران انگشت اوست

ہم از نور آں پنجہ آمد شگافت

صفِ بدر لشکست روزِ مصاف

معجزۂ آہو ایک شکاری جنگل میں جال پھیلا کر خود گھر چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گزرے تو ایک ہرنی کو گرفتارِ دام پایا۔ حضورؐ کو دیکھتے ہی ہرنی چلائی: یا رسول اللہؐ! میری طرف تشریف لائیے۔ آپ پاس گئے تو بڑی التجا سے کہنے لگی: اے رحمتِ عالمیان! اس پہاڑ کے دامن میں میرے دو بچے ہیں، وہ دُودھ نہ ملنے کی وجہ سے سخت پریشان ہوں گے۔ اگر میں ذبح ہو گئی تو وہ بلک بلک کر ہلکان ہو جائیں گے۔ یا رسول اللہ! آپ میرے ضامن بن جائیں تاکہ میں انھیں دُودھ پلا آؤں اور پھر حاضر ہو جاؤں گی۔ آپ ابھی ہرنی سے باتیں کر ہی رہے تھے کہ شکاری بھی آگیا۔ حضورؐ نے فرمایا: میاں! یہ ہرنی تمھارا شکار ہے لیکن اس بیچاری کے دو بچے ہیں۔ اسے چھوڑ دو تاکہ بچوں کو دُودھ پلا آئے۔ شکاری کہنے لگا: اگر وہ واپس نہ آئی تو مجھے حق حاصل ہوگا کہ میں اس کے بدلے آپؐ کو قتل کر دوں۔ آپ نے مسکرا کر وعدہ فرما لیا مگر ساتھ ہی کہا کہ اگر واپس آگئی تو تمھیں اللہ کی قسم ہے، ایمان لے آنا۔ شکاری نے کہا: بہت اچھا۔ اس عہد و پیمان پر ہرنی کو چھوڑ دیا گیا۔ حضورؐ نے ہرنی پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: جاؤ تمھیں پانچ گھڑیوں کی مہلت ہے، جاؤ اور پھر آجانا۔ حضورؐ اس شکاری کے پاس ہرنی کی انتظار میں بیٹھے رہے۔ چار گھڑیاں گزرنے پائی تھیں کہ ہرنی واپس آتی دکھائی دی، پاس آئی تو آپؐ نے فرمایا: تمھیں پانچ گھڑیوں کی مہلت تھی، تم جلدی کیوں آگئی؟ ہرنی کہنے لگی: یا رسول اللہ! جب میں بچوں کے پاس گئی تو آپ کے ہاتھ کی خوشبو میرے جسم سے آرہی تھی، بچوں نے آج تک ایسی خوشبو کبھی نہ پائی تھی، پوچھنے لگے تو میں نے بتایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ضامن بنے ہیں اور اپنا دستِ شفقت میرے جسم پر پھیر کر مجھے مہلت دی ہے تاکہ تمھیں دُودھ پلا کر واپس چلی جاؤں۔ بچوں نے کہا: ماں! ہمیں وہ دُودھ منظور نہیں جو حضورؐ کو شکاری کی ضمانت میں رکھ کر ہمیں پلا رہی ہو، جلدی واپس جاؤ اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت ادا کر دو۔ اسی لیے جلدی آ گئی ہوں، یا رسول اللہ! میری ہزاروں جانیں اور میرے بچوں کی جانیں آپ پر کروڑوں بار قربان ہوں۔ آپ میری ضمانت سے بری الذمہ ہو جایئے۔ یہ سنتے ہی وہ کافر شکاری کلمۂ شہادت پڑھ کر دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

معجزۂ سوسمار حضرت ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ بنی سلیم کے قبیلے سے سعد نامی ایک اعرابی حضورِ انور کے پاس آیا۔ ایک دن اس نے ایک سوسمار پکڑا اور اسے کاٹ کر اپنے اہل و عیال کو کھلانا چاہتا تھا۔ راستے میں ایک مجمع دیکھا تو کہنے لگا: یہ کون لوگ ہیں اور کیوں جمع ہوئے ہیں؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور لوگ ارد گرد جمع ہیں۔ اعرابی بھی اسی مجمع کے اندر چلا گیا اور حضورؐ کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ مجھے لات و عزّیٰ کی قسم ہے کہ آج تک آپ سے بدتر کسی ماں نے بیٹا نہیں جنا جو دروغ گو ہو، اور میرے دل میں آپ سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کی گوشمالی کریں۔ مگر حضورؐ نے فرمایا: عمر! علم و حلم کا درجہ نبوّت کے بہت قریب ہے۔ یہ جاہل اعرابی ہے۔ اسے کچھ نہ کہو۔ آپؐ نے اعرابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: دیکھو! میں آسمانوں پر بھی امین ہوں اور ملائکہ اور انسانوں نے ہمیشہ میری تعریف کی ہے۔ خدا سے ڈرو اور بتوں کی پرستش چھوڑ دو اور اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ۔ اعرابی کہنے لگا: مجھے لات و عزّیٰ کی قسم ہے میں اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک آپ اس سوسمار کو ایمان لانے پر آمادہ نہ کر لیں۔ سوسمار حضورؐ کے سامنے رکھ دیا۔ سوسمار اسی وقت بھاگنے لگا مگر حضورؐ نے فرمایا: اے سوسمار! ٹھہر جا۔ سوسمار رُک گیا تو آپ نے فرمایا: تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ کہنے لگا: خدائے واحد کی، جس کا آسمانوں پر عرش ہے اور زمینوں پر حکومت ہے، دریاؤں میں اس کا پانی ہے، بہشتوں میں اس کی رحمت ہے، دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ سوسمار کہنے لگا: آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، آپ سید القیامت ہیں، زین القیامت اور کمال القیامت ہیں

آپ کی جو بھی تصدیق کرے گا اسے فلاح و رستگاری ملے گی اور جو لوگ آپ کی تکذیب کریں گے انھیں خسران و ذلّت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اعرابی سوسمار کی گفتگو سُن کر بہت حیران ہُوا اور کہنے لگا، اب مجھے کسی دلیل یا معجزے کی ضرورت نہیں ہے، یہ کہتے ہی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و انک عبدہ و رسولہ کہتے ہوئے دولتِ ایمان حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ قسم کھاتے ہوئے کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! جب میں آپؐ کے پاس آیا تھا، دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جسے آپ سے بُرا خیال کرتا تھا مگر اب آپ کو اپنی جان، اور اپنے والدین سے بھی عزیز سمجھتا ہوں، اب آپ میرے گوش و ہوش، فرزند و مادر سے بھی عزیز تر ہیں۔ بعض کتابوں میں یہ اشعار بھی درج ہیں جو سوسمار نے تصدیقِ رسالت اور شہادت کے بعد اپنی زبان سے پڑھے تھے: ؎

یا رسولؐ اللہ انک صادقا	فبورکت مھدیا و بورکت ھادیا
شرعت لنا و من الحنیفۃ بقدما	عبدنا کا مثال الحمرا بطواغیا
فیاخیر مدعوا یا خیر مرسل	لی الجن والانس لبیک داعیا
انت بیرھان من اللہ واضح	فاصبحت وغیا صادق القول احیا

فبورکت فی الاحوال حیا و میتا

و بورکت مولود و بورکت ناشیا

اعرابی دولتِ ایمان حاصل کرنے کے بعد نہایت مسرور ہُوا اور خوشی سے ناچنے لگا۔ حضورؐ نے اسے اس قدر خوش دیکھا تو پُوچھا: تمھارے پاس دنیا کے مال و متاع سے بھی کچھ ہے؟ کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! قبیلہ بنی سلیم میں مجھ سے زیادہ غریب انسان اور کوئی نہیں ہے۔ حضورؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس اعرابی کو ایک اونٹ دے دیا جائے، میں ضمانت دیتا ہوں کہ جو شخص اسے اُونٹ دے گا جنّت میں اُسے ایک اُونٹنی دلاؤں گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور کا یہ اعلان سُنتے ہی اپنی جگہ سے کُود پڑے اور کہا: یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قُربان ہوں، مَیں اُسے دس ماہ کی ایک خوب صورت اُونٹنی دیتا ہُوں جو بُختی نسل کے اونٹ کی اولاد ہے۔ یہ تحفہ ہے جو مجھے

اشعب ابن کندی نے دیا تھا۔ میں ان دنوں غزوہ تبوک سے لوٹا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا، عبدالرحمٰن! تم اپنی اونٹنی کی تعریف کر رہے ہو جو میرے کہنے پر اللہ کے راہ دے رہے ہو۔ اب اس اونٹنی کی بھی تعریف سن لو جس کا میں ضامن ہوا ہوں۔ وہ اونٹنی لولوء خوشاب کی طرح سُرخ ہو گی، اس کی گردن سُرخ یاقوت کی بنی ہوگی، زمرد کے کان، دست و پا جواہر کے بنے ہوں گے اس کا پلان اور پوشش ابریشم اور نبات سے بنا ہو گا۔ اے عبدالرحمٰن! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس اونٹنی پر سوار ہو کر حوض اور میرے مقام کے درمیان سیر کرو گے۔ حضرت عبدالرحمٰن وہ اونٹنی لے کر آئے۔ حضورؐ کے فرمان کے مطابق اس اعرابی کو سوار کیا گیا، وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ حضورؐ نے اسے نماز کی تلقین کی اور فرمایا: نماز کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا اور نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک قرآن پر ایمان نہ ہو۔ چنانچہ قرآن پاک کی چند سورتیں اعرابی کو یاد کرا دی گئیں۔ وہ ایمان لا کر شکریہ ادا کرتے ہوئے جب جانے لگا تو اس کی زبان پر قرآن کی آیات تھیں اور وہ جہاں جاتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا تذکرہ کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر گزاری کی تعلیم دی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو دوست رکھتا ہے۔

ابوسفیان و مخرمہ کا قبول اسلام

ایک دفعہ ایک بھیڑیا ایک ہرن کا پیچھا کر رہا تھا ہرن حرم شریف میں جا گھسا اور وہاں ہی کھڑا ہو گیا۔ بھیڑیا حرم شریف کے باہر انتظار میں کھڑا رہا۔ ابوسفیان بن حرب، مخرمہ بن نوفل نے دیکھا تو متعجب ہوئے۔ بھیڑیا اپنی زبان حال سے بتانے لگا کہ تم کس بات پر اظہار تعجب کرتے ہو حالانکہ مجھے تم دونوں پر حیرت ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں توحید کا پیغام پہنچایا، تم قبول کرنے کی بجائے لڑائی پر آمادہ ہو رہے ہو اور اس کی رسالت کی تصدیق کرنے سے ہچکچاتے ہو۔ مجھے خدا کی قسم ہے کہ آج تک کسی عقل کی نگاہ نے حضورؐ کو دیکھا ہی نہیں اور کسی کان نے آپ کے اوصاف حمیدہ سُنے ہی نہیں جنھیں اللہ نے ان میں امانت رکھا ہے۔ ابوسفیان اور مخرمہ کو اس بات پر بے حد تعجب ہوا اگر وہ اس واقعہ کو دوسروں کے سامنے بیان نہ کر سکے، حتیٰ کہ دولتِ اسلام سے مالا مال ہونے لگے،

بعد یہ واقعہ سناتے۔

معجزۂ تسبیح حصا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی حاضر مجلس تھے۔ آپؐ نے زمین سے سات سنگریزے اٹھائے اور ہتھیلی پر رکھے۔ ان سنگریزوں سے تسبیح بلند اونچی کی آواز آنے لگی۔ یہ آواز شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح تھی۔ حضورؐ نے یہ سنگریزے زمین پر رکھے تو تمام خاموش ہوگئے۔ پھر اٹھائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھے، اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی، پھر زمین پر رکھے تو خاموش ہوگئے۔ حضورؐ نے دوسری بار اٹھا کر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رکھے تو اسی تسبیح کی آواز آئی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھے تو وہی آواز سنائی دی۔ ابو شکور سالمی کی تمہید میں یہ روایت بھی درج ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی وہاں ہی موجود تھے۔ ان کے ہاتھ میں سنگریزوں نے یوں تسبیح ادا کی: سبحان اللہ والحمد للہ۔ پھر حضرت ابوذرؓ کو خطاب کیا: ابوذر! تم ان کے بھائی ہو، اٹھاؤ اور اپنے ہاتھ میں رکھو۔ لیکن پتھروں سے تسبیح کی آواز نہ آئی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ان صحابہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگتے مگر میرے ہاتھوں میں خاموش ہوگئے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوذر! تم خلفائے راشدین کے برابر نہیں ہوسکتے۔

پہاڑ پر قرآن کریم کا اثر

حضرت عقیل بن ابی طالب کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہمسفر تھا۔ دو میل کے سفر میں مجھے اتنے معجزے دکھائی دیے کہ حساب و مقدار سے باہر ہیں۔ میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا، پانی موجود نہ تھا۔ پیاس کے عالم میں آپؐ کے پاس گیا اور التجا کی: یا رسول اللہؐ! تشنگی سے بدحال ہوگیا ہوں، کچھ کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: سامنے پہاڑ کے پاس جاکر کہو کہ مجھے رسول اللہ نے بھیجا ہے، پانی مہیا کرو۔ حضرت عقیل گئے اور پہاڑ کو پیغام پہنچایا تو اس پہاڑ سے آواز آئی کہ حضورؐ کی خدمت میں گزارش کردیں کہ جب سے میں نے قرآن کریم کو

پر پیغام پڑھا ہے: واتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ ۔ (اس آگ سے ڈرو جو انسانوں اور پتھروں سے تیار کی گئی ہے) آ نا رویا ہوں کہ میرے پاس پانی کا قطرہ نہیں رہا۔

درخت پردہ کرتے ہیں

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ اسی سفر میں حضورؐ کو قضاءِ حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپؐ نے مجھے فرمایا: صحرا میں یہ تین درخت علیحدہ علیحدہ کھڑے ہیں انھیں کہو میرے لیے پردہ کریں۔ حضورؐ نے ان تینوں درختوں کو حکم دیا استرونی۔ درخت یکجا جمع ہو گئے اور ایک قبا بنا دیا۔ حضورؐ رفعِ حاجت کے لیے اس پردہ میں چلے گئے۔

اُونٹ کا عذابِ الٰہی سے ڈرنا

ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں ایک اُونٹ دوڑا دوڑا آتے دیکھا۔ حضورؐ کے سامنے آ کر سجدہ ریز ہوا اور الامان الامان پکارا۔ اونٹ کے پیچھے ایک اعرابی آ پہنچا، ننگی تلوار کھینچے ہوئے اُونٹ کو مارنے کے درپے تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: اس بیچارے سے کیا قصور ہوا ہے اور اس سے کیا چاہتے ہو؟ اعرابی کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! اس اونٹ کو میں نے خریدا تاکہ اس سے بار برداری کا کام لے سکوں اور اس سے فائدہ حاصل کروں، اب یہ کام سے بھاگتا ہے، میں چاہتا ہوں اسے ذبح کر لوں اور اس کا گوشت فروخت کر دُوں۔ حضورؐ نے اُونٹ کو پُوچھا: تم کیوں سرکشی کرتے ہو؟ اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! ایسا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے سُنا ہے جو شخص عشاء کی نماز ادا نہیں کرتا، اس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہ اعرابی اپنے قبیلے کے ساتھ نمازِ عشاء ادا نہیں کرتا، میں اس سے بھاگ کر وقت گزارتا ہوں مبادا اللہ کا عذاب مجھ پر بھی نازل ہو جائے۔ آپؐ نے اعرابی کو پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: بات سچی ہے آئندہ میں نماز میں کوتاہی نہیں کروں گا اور اپنے قبیلے کو بھی یہ حکم سُناؤں گا۔ اس واقعہ کے بعد اونٹ نے کبھی سرکشی نہ کی۔

درخت خدمتِ اقدس میں حضرت بریدہ بن الحصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضورؐ کی بارگاہ میں ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: میں مسلمان تو ہو گیا ہوں لیکن آپ مجھے کوئی ایسا معجزہ دکھایئے کہ میرا ایمان پختہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: کیسا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ تو عرض کی کہ اس درخت کو حکم دیجئے کہ وہ آپ کے پاس آجائے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے میرا پیغام دو کہ وہ چلا آئے۔ درخت زمین سے جڑوں سمیت نکلا اور آپؐ کی طرف بڑھا۔ اس کے پتے ایک طرف سے جھڑے ہوئے تھے۔ حضورؐ کے پاس حاضر ہوا اور کہا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی یہ دیکھ کر کہنے لگا: حسبی حسبی۔ پھر حضورؐ نے درخت کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص حضورؐ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا: حضورؐ! میں آپ کی نبوت کی کس بات پر تصدیق کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اس کھجور کے درخت کی ایک شاخ کو بلاتا ہوں کہ وہ درخت سے علیحدہ ہو کر میرے پاس چلی آئے، پھر تو میری نبوت اور رسالت پر ایمان لے آؤ گے؟ اس نے اقرار کیا تو آپؐ نے درخت کی ایک ٹہنی کو حکم دیا کہ وہ چلی آئے۔ ٹہنی درخت سے کٹ کر زمین پر آگئی اور افتاں و خیزاں آپؐ کے قدموں تک آپہنچی۔ پھر حضورؐ نے اسے واپس جانے کا حکم دیا تو وہ اسی طرح اپنی جگہ پر پیوست ہو گئی۔

درخت کا شق ہونا طائف کی جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اندھیری رات کے وقت اونٹ پر سوار ایک بیری کے درخت کے پاس پہنچے۔ حضورؐ کی آنکھوں میں نیند کے آثار تھے۔ آپؐ اسی اندھیرے اور خواب آلود نگاہوں کے ساتھ درخت کی طرف آگے بڑھے تو درخت شق ہو گیا اور آپؐ کے راستے سے ہٹ گیا اور آپؐ کا اونٹ درخت کے درمیان سے گزر گیا۔ کہتے ہیں وہ درخت مدتوں اسی حالت میں رہا۔ سدرۃ المنتہیٰ اب تک اسی صورت میں ہے۔

کھجوروں میں برکت حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم جنگِ اُحد میں شہید ہو گئے تو ان پر بہت قرض تھا۔ یہودیوں

سے تیس وسق کھجوریں اُن کے ذمہ تھیں جس کا وزن چار ہزار چھ سو سیر بنتا ہے۔ اس یہودی نے اپنا قرضہ مانگا اور دُوسرے قرض خواہ بھی تقاضا کر رہے تھے۔ لیکن والدین سے صرف تھوڑی سی کھجوریں باقی بچی تھیں۔ کھجوروں کے پھل دینے کے وقت تمام قرض خواہ جمع ہو کر تقاضا کرنے لگے۔ میں نے ساری کھجوریں ان کے سامنے رکھ دیں اور ساتھ ہی کہا۔ ان کھجوروں کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے انھیں بانٹ لو۔ مگر انھوں نے اس بات کو نہ مانا سب میں بڑھ کر یہودی کا تقاضا شدید تھا۔ میں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا پریشان کُن معاملہ پیش کیا اور درخواست کی کہ آپ اس معاملہ میں میری سفارش فرمائیں۔ حضورؐ یہودی کے پاس گئے، بات چیت کی مگر وہ کسی بات پر رضامند نہ ہُوا۔ دُوسرے قرض خواہ بھی کسی مصالحت پر رضامند نہ ہُوئے۔ چنانچہ مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: جابر! جاؤ اور ہر قسم کی کھجوریں علیحدہ علیحدہ رکھ دو، میں آتا ہُوں، تمام قرض خواہوں کو بُلا لاؤ، مَیں خود قرض خواہوں کا حساب بے باق کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپؐ کھجوروں کے ایک ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور قرضخواہوں کو ایک ایک کر کے بُلایا۔ اس یہودی کا سارا قرضہ بے باق کر دیا۔ پھر دُوسرے قرضخواہوں کو ایک ہی ڈھیر سے کھجوریں تول کر دیں۔ جابرؓ کہتے ہیں میرا گمان تھا کہ سارا قرضہ بے باق ہو جائیگا لیکن اسکے بعد اس ڈھیر میں ابھی جُوں کی تُوں کھجوریں باقی تھیں۔ قرضہ بے باق کرنے کے بعد حضرت جابرؓ کے لیے سترہ وسق کھجوریں بچ گئی تھیں۔ مجھے بڑا تعجب ہُوا تو آپؐ نے فرمایا: جابرؓ! جاؤ یہ خبر حضرت عمرؓ کو دو کیونکہ وُہ تمھارے قرض کی ادائیگی میں کوشاں بھی ہیں اور اس کے لیے پریشان بھی۔ میں گیا، حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے، جس وقت سے مَیں نے سُنا تھا کہ حضورؐ خود تمھارے باغ میں تشریف لے گئے ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ آج قرض بے باق ہو کر رہیگا۔

طعام میں برکت

یوم خندق کو حضرت جابرؓ کے گھر تقریباً ایک ہزار مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا، حالانکہ طعام بہت کم پکایا گیا تھا اور کھانا کھانے کے بعد بہت سا کھانا فاضل بچ گیا۔

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند کھجوریں حضورؐ کی خدمت میں لے گیا

اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! کھجوروں میں برکت کی دعا فرمائیں۔ حضورؐ نے چند کھجوریں لے کر اپنی ہتھیلی میں ملیں اور فرمایا: انھیں ایک برتن میں ڈال دو، جب ضرورت پڑے نکال کر کھا لیا کرو لیکن اس راز کو کسی سے بیان نہیں کرنا۔ مجھے خدا کی قسم، حضورؐ جب تک ظاہری حیات رہے، میں اسی برتن سے کھجوریں کھاتا رہا، مہمانوں کو کھلاتا رہا۔ حضورؐ کے زمانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانوں تک میں اسی برتن سے کھجوریں کھاتا رہا، مہمانوں کو دیتا رہا، حتیٰ کہ جس دن حضرت عثمانؓ قتل ہوئے تو میرا گھر بھی لوٹا گیا اور اس برتن کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ حضرت ابوہریرہؓ اس سلسلہ میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

للناس هم ولى فى يومها

فقد الجراب وقتل الشيخ عثمان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک اور جگہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مجلس رسول پاک میں حاضر تھا۔ ایک پیالہ جس میں کھجور کا حلوہ تھا، پیش کیا گیا۔ وہاں بہت دوسرے اصحاب صفہ بھی بیٹھے تھے۔ میں نے گردن جھکا کر یہ دکھانا چاہا کہ میں بھی مجلس میں موجود ہوں اور مجھے بھی حلوہ ملنا چاہیے۔ مجھے اس وقت بلایا گیا جب پیالہ خالی نظر آنے لگا تھا۔ پیالہ سے لگا ہوا تھوڑا سا حلوہ حضورؐ نے اپنی انگلی سے لگا کر مجھے کہا: ابوہریرہؓ! یہ کھا لو۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا، بخدا میرا پیٹ بھر گیا اور میں خوب سیر ہو گیا۔

میں ایک دفعہ بہت بھوکا تھا، حضورؐ کو میری حالت معلوم ہوئی تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ سارے اصحاب کو لے کر گھر آؤں۔ ہم سارے گھر پہنچے تو ہمارے سامنے دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپؐ نے ہر ایک کو پلانا شروع کیا، آخر میں میری باری آئی تو میں نے اتنا دودھ پیا کہ میرے جسم کے رگ و ریشہ میں دودھ ہی دودھ محسوس ہوتا تھا۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے دوران ایک بار تمام لشکر کو اس قدر بھوک نے تنگ کیا کہ کوئی چیز کھانے کو نہ ملتی تھی، حضورؐ سے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ تمہارے پاس جو کچھ کھانا ہے

جمع کر کے لے آؤ۔ کپڑا بچھا دیا گیا اور تمام بچے کھچے کھانے اس پر بکھیر دیے۔ حضورؐ نے دعاءِ برکت فرمائی، ہم سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا تو باقی ماندہ کھانے کو اپنے اپنے تھیلوں میں ڈال کر روانہ ہوئے۔ ایک اور روایت میں سفرِ تبوک میں ہر روز کھانے میں برکت کے لیے یہی طریق کار اختیار کیا جاتا تھا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس چند روٹیاں تھیں، حضور علیہ السلام نے ان روٹیوں سے اسّی صحابہ کو سیر ہو کر کھانا کھلایا اور میرے پاس پھر بھی روٹیاں بچی رہیں۔ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضورؐ نے حکم فرمایا کہ تھوڑی سی کھجوروں سے چار سو شتر سواروں کو زادِ راہ عنایت فرمایا جائے لیکن سارے شتر سواروں کو دینے کے بعد پھر بھی کھجوریں بچ گئیں۔

غضبا کا واقعہ

ایک بار حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کو صدقہ کی تلقین فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آپہنچا جس کے پاس بڑا خوب صورت اُونٹ تھا، بڑا خوش رفتار اور خوش خرام۔ حضرت عمرؓ کو اشارہ کیا کہ یہ اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا جاتے۔ چنانچہ اُسے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ سحری کے وقت حضورؐ گھر سے نکلے تو اُونٹ نہایت فصیح و بلیغ انداز میں پڑھ رہا تھا: السّلام علیك یا زین القیامة السّلام علیك یا خیر البشر السلام علیك یا قاسم الجنان السلام علیك یا شافع الامم السلام علیك یا قائد المومنین فی القیامة الجنة السلام علیك یا رسول رب العلمین۔ حضورؐ نے یہ کلمات سنتے ہی اونٹ کی طرف توجہ فرمائی اور اس کا حال پوچھا تو کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! میں اس اعرابی کے پاس تھا وہ مجھے ایک سنسان جنگل میں باندھ دیا کرتا۔ رات کے وقت جنگل کے جانور میرے اردگرد جمع ہو جاتے اور کہتے: لا تودوها فانه مرکب محمد مصطفی صلی اللہ علیه و آله وسلم (اسے نہ چھیڑنا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے) میں اس دن سے آپؐ کے ہجر و فراق میں تھا۔ آج اللہ نے احسان فرمایا ہے کہ آپؐ تک پہنچا ہوں۔ حضورؐ نے اُونٹ سے یہ باتیں سُنیں تو بڑے خوش ہوئے اور اس کی طرف زیادہ التفات فرمانے لگے،

اور اس کا نام غضبا رکھا۔ ایک روز غضبا نے کہا: یارسول اللہؐ! مجھے آپ سے ایک درخواست کرنا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: وہ کیا؟ عرض کی: آپؐ اللہ سے یہ بات منظور کروا لیجیے کہ جنت میں مجھے آپ ہی کی سواری بنایا جائے، دوسری بات یہ ہے کہ مجھے آپؐ کے وصال سے پہلے ہی موت آجائے تاکہ میری پشت پر کوئی دوسرا سوار نہ ہو سکے کیونکہ میں یہ چیز برداشت نہ کرسکوں گا۔ حضورؐ نے اسے یقین دلایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ حضورؐ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلا کر وصیت کی کہ غضبا پر میرے بعد کوئی بھی سواری نہ کرے کیونکہ میں نے اس سے عہد کیا ہوا ہے۔ بیٹی! تم خود اس کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنا۔ حضورؐ کی وفات کے بعد اونٹ نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور حضورؐ کے فراق و غم میں گم سم رہنے لگا۔

ایک رات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس اونٹ کے نزدیک سے گزریں، وہ اونٹ حضرت فاطمہ کو دیکھ کر گویا ہوا: السلام علیک یا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما شیاع لی علف ولا شراب منه توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اے رسول اللہؐ کی صاحبزادی! جب سے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے، میں نے گھاس کھانا اور پانی پینا چھوڑ دیا ہے، خدا کرے مجھے موت آلے، کیونکہ مجھے اس زندگی سے حضورؐ کی غلامی زیادہ پسند ہے۔ میں حضورؐ کی خدمت میں جا رہا ہوں اگر آپؓ کا کوئی پیغام یا حکم ہو تو میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچا دوں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اونٹ کی باتوں پر بڑی مغموم ہوئیں اور رونے لگیں۔ اونٹ کے سر کو اپنے بازوؤں میں لے کر اپنے ہاتھوں کو اس کے چہرے پر ملنے لگیں۔ کہتے ہیں اسی حالت میں اونٹ نے جان دے دی۔ علی الصباح حضرت فاطمہؓ نے اس کے لیے کفن تیار کروایا اور ایک گہرا سا گڑھا کھدوا کر دفن کر دیا۔ آپؓ اونٹ کے مرنے کے تین دن بعد اس گڑھے پر تشریف لائیں اور قبر کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اس گڑھے میں اونٹ کا نام و نشان نہ تھا، گوشت پوست اور ہڈیاں بھی غائب تھیں۔

رکانہ چت گر گیا

ایک شخص رکانہ نامی قوت و طاقت میں اپنا ثانی نہ تھا۔ سارا عرب اس کے نام سے دہلتا تھا۔ کوئی عربی پہلوان اسے شکست نہ دے سکا تھا۔ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن جنگل میں اس کی حضور علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگا: آپ ہی ہیں جو ہمارے لات و عزیٰ کو گالیاں دیتے ہیں اور ایک ایک خدا کی طرف بلاتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: رکانہ! وہ تو میں ہی ہوں۔ رکانہ کہنے لگا: اب آپ اپنے ایک خدا کو لے آئیں اور میں اپنے لات و عزیٰ کی مدد سے آپ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مجھے شکست دے گئے تو میں آپ کو دس بکریاں انعام دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شرط قبول کرتے ہوئے اس سے کشتی شروع کی اور اس کی کمر پر ہاتھ مار کر زور سے زمین پر دے مارا۔ رکانہ کے لیے یہ بات بڑی حیران کن تھی۔ کہنے لگا: ایک بار اور۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار بھی اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اب رکانہ نے تیسری بار درخواست کی تو آپؐ نے تیسری بار بھی زمین پر گرا لیا۔ اب رکانہ بڑا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا: دراصل میرے لات و عزیٰ نے میری مدد نہیں کی، آپؐ کے خدا نے آپ کی مدد کی ہے۔ اب آپ آئیں اور جتنی بار مجھے آپؐ نے گرایا ہے دس دس بکریاں لے لیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے بکریوں کی ضرورت نہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تم ایمان لے آؤ۔ رکانہ کہنے لگا مجھے کوئی معجزہ دکھاؤ۔ حضورؐ نے ایک درخت کو اشارہ فرمایا تو وہ جڑ سے نکل کر آپ کی طرف آیا۔ رکانہ نے اقرار کیا کہ یہ تو بہت بڑا معجزہ ہے اب اسے دوبارہ اسی جگہ پہ بھیجدیں۔ آپؐ نے حکم دیا تو وہ چلا گیا۔ بایں ہمہ رکانہ نے کلمہ نہ پڑھا تو آپؐ نے فرمایا: رکانہ! عربوں کی ملامت اور طعنوں سے ڈرتے ہو؟ رکانہ کہنے لگا: عرب کی عورتیں مجھے طعنے دیں گی اور کہیں گی کہ محمد رسول اللہ نے شکست دی تو وہ ڈر کر مسلمان ہو گیا ہے۔ حضورؐ اسے اسی حالت میں چھوڑ کر روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جو آپؐ کو تلاش کرتے آ رہے تھے ملے۔ حضورؐ نے سارا واقعہ سنایا تو حضرت عمرؓ کہنے لگے: یارسول اللہؐ! اس شخص کو تو سارا عرب شکست نہیں دے سکا تھا۔ آپؐ نے اتنے طاقتور کو کیسے گرا لیا۔ حضورؐ نے فرمایا: اللہ کی مدد سے میں نے اُسے چاروں شانے چت گرا لیا۔

شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ رکانہ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ آپ قریش کو کیا

کہیں گے ؟ آپ نے فرمایا : میں کہوں گا کہ تمہیں گرا لیا۔ کہنے لگا : مجھے اس بات کا بڑا دکھ ہو گا۔ اور کہنے لگا : آپ اس واقعہ کو کسی اور طریقے سے بیان کریں۔ آپ نے فرمایا : میں جھوٹ کیسے بولوں ؟ رکانہ نے پوچھا : کیا آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے ؟ آپ نے فرمایا : کبھی بھی نہیں۔ رکانہ نے حضورؐ کا ہاتھ تھام لیا اور مسلمان ہو گیا۔

تاج المذکرین میں آیا ہے کہ جس وقت آپ نے تین بار گرایا تو رکانہ کہنے لگا : مجھے نبوت کی قوت کے بغیر کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی تھی کیونکہ آج تک کوئی شخص میری پشت نہیں لگا سکا۔ اب میرے سینے سے اٹھو اور اس درخت کو ادھر آنے کا حکم دو کہ وہ آپ کو سجدہ کرے تو میں بھی ایمان لے آؤں۔ آپ نے ایسا ہی کر دکھایا۔ درخت نے سجدہ کیا اور زبان حال سے کہنے لگا : انت واجعلنا حقا طوبی لمن حمدك وويل لمن أبلك۔ اسی وقت رکانہ ایمان لے آیا اور کہنے لگا : میری بکریوں کو صحابہؓ کے درمیان تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا : مجھے بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ رکانہ آیا، قریش کو سارا واقعہ بیان کیا اور کہنے لگا : حضورؐ پر ایمان لے آؤ۔ وہ رسولِ خدا ہیں۔ اس کے بعد حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایمان لے آئے۔ اس واقعہ کو تاج المذکرین میں بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حضورؐ نے لعابِ دہن سے کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے تو صاحبزادی نے بھوک اور تنگدستی کی شکایت کی اور بتایا کہ تین دنوں سے کھانا نہیں ملا۔ حضورؐ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ چار پتھر پیٹ پر بندھے ہوئے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضورؐ چار دنوں سے طعام نہیں کھا سکے۔ آپ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکل کر جنگل کو نکل گئے۔ آپکا دل بچوں کی بھوک اور پیاس سے بڑا رنجیدہ تھا۔ آپ نے صحرا میں دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہا تھا۔ اعرابی کو فرمایا : میاں ! تمہارا کوئی ایسا کام ہو جسے میں کر سکوں۔ اعرابی نے کہا : ہاں مجھے ایک کام کرنے والے کی ضرورت ہے۔ اور اس نے

کہا: آپ اس کنویں سے پانی نکال نکال کر میرے اونٹوں کو پلائیں، ہر ڈول پر تین کھجوریں مزدوری دُوں گا۔ حضورؐ نے ڈول لیا اور پانی نکالنا شروع کیا، نویں ڈول پر رسّی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں جا گرا۔ حضورؐ حیران کھڑے تھے۔ اعرابی آیا تو غصّے سے بھرا ہوا تھا، نادانستہ حضورؐ کے چہرۂ انور پر ایک طمانچہ دے مارا اور حضورؐ کو چوبیس کھجوریں دیں۔ آپؐ نے کنویں کی طرف ہاتھ بڑھا کر ڈول نکال لیا اور اعرابی کے حوالے کر دیا۔ اعرابی اس عجیب و غریب بات کو دیکھ کر سخت حیران ہُوا اور اپنے ناپسندیدہ فعل پر سخت شرمندہ ہوا۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر اس کے دل پر حقیقتِ نبوت واضح ہُوئی تو اسی وقت اپنے موزے سے ایک چھری نکال کر وہ ہاتھ کاٹ دیا جو حضورؐ کے چہرۂ انور پر مارا تھا اور اس زخم کے درد سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ لوگ وہاں سے گزرے تو اسے اس حالت میں پایا تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے جب وُہ ہوش میں آیا تو لوگوں نے دریافت کیا۔ وہ کہنے لگا: میں نے نادانی سے حضورؐ کو طمانچہ مار دیا تھا۔ اب اس ہاتھ کو کاٹ دیا ہے اور عاقبت کے خوف سے بے ہوش ہو گیا ہُوں۔ حاضرین کو افسوس بھی ہُوا اور حیرانی بھی۔ اعرابی اپنا کٹا ہُوا ہاتھ اٹھا کر حضورِ اقدس کے دولت خانہ کی طرف روانہ ہُوا۔ ابھی وہ حضورؐ کی تلاش میں ہی تھا کہ راستہ میں حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ملے۔ انھوں نے پُوچھا: تم حضورؐ سے کیا چاہتے ہو؟ کہا: مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے۔ حضور اکرمؐ اس وقت حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ حسنؓ آپؐ کی دائیں ران اور حسینؓ آپؐ کی بائیں ران پر بیٹھے وہ کھجوریں کھا رہے تھے جو اعرابی نے دی تھیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ اعرابی کا ہاتھ پکڑے اندر آئے۔ باہر سے اعرابی نے زور سے کہا: یا رسول اللہؐ! حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا: دیکھو کون ہے؟ انھوں نے بتایا: حضورؐ! ایک دست بریدہ اعرابی ہے جو دایاں ہاتھ کٹا ہُوا بائیں ہاتھ پر رکھے کھڑا ہے اور خون بہہ رہا ہے۔ حضورؐ باہر تشریف لائے تو اعرابی معذرت خواہ ہُوا۔ حضورؐ نے پوچھا: تمھیں کیا ہو گیا؟ اس نے بتایا: یا رسول اللہؐ! میں نے بھول کر آپؐ کے رُخِ انور پر طمانچہ مارا تھا، اسی لیے میں نے یہ ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اعرابی مسلمان ہو جاؤ تا کہ تمھیں صحت ملے۔ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہؐ! آپؐ پیغمبرِ حق

ہیں۔ میرا ہاتھ ٹھیک فرما دیجیے۔ حضورؐ نے اس کا ہاتھ اپنی جگہ پر رکھ کر لعاب دہن لگایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور وُہ تندرست ہو گیا۔ یہ ہاتھ اس قدر مضبوط ہو گیا، گویا پہلے سے بھی زیادہ طاقت ور تھا۔ اعرابی یہ معجزہ دیکھتے ہی کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس کی ماں بھی ساتھ ہی تھی وہ بھی مسلمان ہو گئی۔

ابوجہل لرزہ براندام ہو گیا

ابوجہل بن ہشام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ایذا رسانی میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ وُہ انوارِ نبوت کے بجھانے میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتا رہا۔ ایک دن بابل کے رہنے والے ایک مسافر نے اس سے ایک اونٹ کا سودا کیا مگر اُونٹ لینے کے بعد ابوجہل اُسے روپیہ دینے میں ٹال مٹول کرنے لگا۔ اس غریب الوطن بابلی نے قریش کی انجمن میں شکایت کی اور اُنھیں ربِ کعبہ کی قسم دے کر امداد کو پکارا۔ مگر انھوں نے ازرہِ تمسخر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلے جاؤ، ابوجہل صرف اُنھی کی بات مانتا ہے، وہ تمھیں رقم دلا دیں گے۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح حضورؐ کی خفت ہو گی۔ مگر وُہ پردیسی مسافر اس نصیحت کو درست جانتے ہُوئے آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا اور ساری کہانی بیان کر دی۔ حضورؐ اس پردیسی کو لے کر ابوجہل کے دروازے پر جا پہنچے اور دروازے پر دستک دے کر ابوجہل کو باہر بُلایا۔ ابوجہل باہر نکلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑی تو رقت طاری ہو گئی۔ حضورؐ کی ہیبت و جلال سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اپنے آپ پر قدرے قابو پا کر کہنے لگا: مرحبا، اے پیغمبرِ خدا! کیسے تشریف لائے؟ آپؐ نے فرمایا: اس غریب کے روپے کیوں نہیں دیتے؟ ابوجہل اُسی وقت اندر گیا، رقم لا کر اس کے حوالے کر دی۔ وُہ مسافر خوش خوش واپس آیا اور قریش کی اسی انجمن کی طرف گیا اور اُن کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ لوگوں نے مجھے ایسے شخص کے پاس بھیجا جس کے سامنے ابوجہل دم نہ مار سکتا تھا۔ قریش اس کی اس بات سے بڑے حیران ہُوئے۔ ابوجہل کو بُلایا اُسے سرزنش کرنے لگے کہ تم ہمارے سامنے تو نبی علیہ السلام کی مخالفت کی لافیں مارتے ہو مگر آج کا فسُوں تمھیں بھی سرنگوں کر گیا۔ ابوجہل نے بتایا کہ میں اب بھی حضورؐ کا دشمن ہُوں مگر کیا کرتا جس وقت آپؐ اس مسافر کو میرے

پاس لے کر گئے تو میرے سر پر ایک اژدہا منہ کھولے لہرا رہا تھا مجھے ہمت نہ پڑی کہ ذرہ بھر بھی لیس و پیش کروں۔ اگر میں ذرہ بھر بھی توقف کرتا تو وہ اژدہا مجھے اسی وقت نگل لیتا۔ قریش نے اس کی اس بات کی تصدیق کی اور ابوجہل کی دشمنی برقرار رہی۔

ابوجہل کی مجبوریاں

اسی ضمن میں ایک اور معجزہ ہے کہ ایک دفعہ شہر مکہ میں قبیلہ بنی اسد کا ایک آدمی تین اونٹ لے کر فروخت کرنے آیا ابوجہل کو وہ اونٹ خریدنا تھے۔ وہ نہ تو کسی اور کو خریدنے دیتا نہ خود اُسے مناسب رقم دینے کے لیے تیار ہوتا۔ وہ بیچارہ بہت پریشان ہوا۔ آخر وہ حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے اس کی کہانی سُن کر اُٹھے اور بازار میں تشریف لے جا کر اس کی رضا سے اُونٹ خرید لیے۔ دو اُونٹ اسی بازار میں فروخت کر دیے اور ایک اُونٹ بعد میں فروخت کر کے تمام منافع آلِ عبدالمطلب میں تقسیم کر دیا۔ ابوجہل اس دوران بازار کے ایک گوشہ میں کھڑا رہا مگر اُسے دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر آپؐ ابوجہل کے پاس گئے اور فرمایا: آئندہ ایسی حرکت کبھی نہ کرنا ورنہ تمھیں وہ سزا دی جائے گی کہ اس سے بدتر تصور نہ کر سکو گے۔ اس نے اقرار کیا کہ ایسا نہ ہو گا۔ مشرکین نے ابوجہل کو طعنہ دینا شروع کر دیا کہ تم اس قدر ذلیل وخوار ہو گئے ہو، کیا حضورؐ کی نبوت کے قائل ہو گئے ہو؟ یا تم حضورؐ سے ڈر گئے ہو؟ کہنے لگا: ایسی بات تو نہیں لیکن میں نے چند ایسے آدمی حضورؐ کے دائیں اور بائیں دیکھے جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں مجھے ہلاک نہ کر دیں، غالباً یہ سارا حضورؐ کے جادو کا کھیل تھا۔ (معاذاللہ)

ضماد کی گواہی سے تین سو افراد دامنِ اسلام میں آ گئے

عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا صحرا میں ایک شخص کو دیکھا، اُونٹ پر سوار ہو کر ایک عربی شعر پڑھ رہا ہے جس کا مطلب یہ تھا "جاہلیت کے مظالم اور قتل وخونریزی کا دَور ختم ہو چکا ہے۔ ایک صاحبِ شریعت تشریف لے آئے ہیں جو صادق القول، پرہیزگار،

اور نیک سیرت ہیں۔ اُن کا نام نامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وُہ قصوٰی پر سواری کیا کریں گے۔"

حضرت عباس فرماتے ہیں: اس شعر سے میرے دل میں ڈر پیدا ہو گیا۔ میرا ایک بُت ضماد نامی تھا۔ مَیں نے اس کے سامنے حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا تو اس بُت سے آواز آئی "میں اس وقت معبود تھا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوٰی نبوت نہیں کیا تھا، نماز کا حکم نہیں دیا تھا، اب ضماد خاک میں مل گیا ہے۔ وُہ بے جان پتھر کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ قریشی النسل پیغمبر جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد تشریف لاتے ہیں۔ انھوں نے لا الٰہ الا اللہ کا اعلان کیا ہے۔ اُن کا دین سچا ہے، نیک بختی ان کے زیر سایہ ہے اور شقاوت ان سے دُور بھاگتی ہے۔"

حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں نے یہ گفتگو سُنی تو اپنی قوم کے پاس آکر سارا واقعہ کہہ سنایا۔ سب کے سب حیران تھے۔ چنانچہ اسی دن ہم تین سو افراد حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہُوئے اور اسلام لے آئے۔ حضورؐ نے مجھے دیکھتے ہی تبسم فرمایا اور فرمایا کہ ایمان تمہارے دلوں میں مرتسم ہو گیا ہے۔ میں نے جب سارے واقعات آپ کے گوش گزار کیے تو آپ بڑے خوش ہُوئے۔ آپ نے تمام تین سو مسلمانوں کو خوش آمدید کہا۔

تورات میں تعریفِ مصطفیٰ

عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک دفعہ یہودیوں کی عبادت گاہ میں تشریف لے گئے یہودی اس وقت تورات پڑھ رہے تھے مگر حضور کو دیکھ کر سب کے سب خاموش ہو گئے ان میں ایک یہودی سخت بیمار تھا جو دیوار کے ساتھ تکیہ لگاتے لیٹا ہُوا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں خاموش ہو گئے ہو؟ بیمار کہنے لگا، دراصل ہم تورات پڑھ رہے تھے۔ ابھی ہم اس مقام پر پہنچے تھے جہاں حضور نبی آخر الزمان کی تعریف آتی ہے تو آپ آ گئے۔ آپ نے بیمار کو حکم دیا کہ اب تم تورات پڑھو۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا جہاں حضور کی پیدائش، نعت اور صفت تھی اور آپ کی اُمت کا حال بیان کیا گیا تھا تو بے اختیار اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ پکار اٹھا اور واصل بحق ہو گیا۔ حضورؐ نے

مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس کی تجہیز و تکفین کریں اور جنازہ پڑھا کر خود دفن کریں کیونکہ وہ مسلمان کی حیثیت سے مرا ہے اور اہلِ بہشت میں سے ہوگا۔

غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں

ایک بار صحرا میں ایک مست اُونٹ دوڑا دوڑا آرہا تھا۔ لوگ دہشت زدہ ہوکر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے مگر حضورؐ نے سب کو کہا: ڈرو نہیں، یہ اُونٹ تو فریاد لے کر آرہا ہے۔ پاس آکر دو زانو ہوکر کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! یہ لوگ جو میرے پیچھے لاٹھیاں لیے آرہے ہیں، میری ملکیت کے دعویدار ہیں۔ ایک سال ہُوا اُنھوں نے مجھے خریدا تھا۔ میں بڑی محنت سے کام کرتا رہا، اب میں بوڑھا ہوکر کمزور ہوگیا ہوں تو مجھے ذبح کرکے خلاصی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ براہِ کرم میرے لیے نجات کا باعث بنیں، اور مجھے ان ظالموں کے ہاتھوں سے نجات دلائیں۔ یہ باتیں ختم ہُوئی ہی تھیں کہ لوگ لاٹھیاں پکڑے پہنچ گئے اور اُنھوں نے تصدیق کی کہ واقعی ہم لوگ اسے ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس بوڑھے اونٹ کو میرے پاس فروخت کردو مگر ان لوگوں نے کہا: یا رسول اللہؐ! یہ اونٹ ہم آپ کو ہدیہ کرتے ہیں اور آپ کے قدموں پر نثار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر یہ بات ہے تو اسے معاف کردو اور آزادی کے ساتھ جہاں چاہے گھومنے دو۔ چنانچہ وُہ اس سے دست بردار ہوگئے اونٹ تھوڑی دُور جاکر واپس آگیا اور حضورؐ کے سامنے سجدہ ریز ہُوا۔ صحابہ نے دیکھ کر عرض کی: یا رسول اللہ! ایک اونٹ آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہمیں تو اس کی نسبت زیادہ حق ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ نے فرمایا: کسی انسان کو غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ کیونکہ شوہر کا حق عورت پر بہت زیادہ ہے۔

دستِ حضورؐ سے چہرہ چمک اُٹھا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ایک لشکر کے ساتھ سفر میں تھے کہ پانی ختم ہوگیا سب پر پیاس کی شدت نے غلبہ پالیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ حکم دیا کہ وُہ پانی کی تلاش میں نکلیں۔ ابھی وُہ تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ انہیں ایک حبشی غلام شتر سوار ملا، جس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا

اسے کہا گیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا آئے مگر اس نے انکار کر دیا۔ کہنے لگا: میں تو اس جادوگر کے پاس کبھی بھی نہیں جاؤں گا۔ حضرت علیؓ اس حبشی غلام کو کشاں کشاں آپ کے پاس لے آئے۔ حضورؐ نے مشکیزہ لے کر کھولا اور تمام صحابہ نے سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے برتنوں میں بھر لیا۔ مال مویشیوں کو بھی سیراب کیا۔ بایں ہمہ وہ مشکیزہ اُسی طرح پُر از آب تھا جسے حبشی غلام کے حوالے کر دیا گیا۔ صحابہ نے اس غلام کو اپنے مال سے کچھ نہ کچھ دیا۔ حضورؐ نے اپنا دستِ شفقت اس کے سیاہ چہرے پر پھیرا تو وہ اس ہاتھ کی برکت سے ماہِ کامل کی طرح درخشاں نظر آنے لگا۔ جب وہ اپنے قبیلہ کی طرف لوٹا تو لوگ اس کو پہچاننے سے قاصر تھے۔ لوگوں نے کہا: یہ اُونٹ ہمارا ہے، مشکیزہ ہمارا ہے، لیکن یہ سوار تو ہمارا حبشی غلام نہیں ہے۔ غلام نے صورتِ حال بیان کر کے ان کے سامنے سارا واقعہ سنایا مگر وہ یقین نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض دوسری علامات سے اُنھیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی غلام ہے۔ غلام نے حضورؐ کی ملاقات اور دستِ رحمت کی برکات کا سارا واقعہ بیان کیا تو سارا قبیلہ حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

پرندے نے موزے سے سانپ گرا دیا

ایک دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے لگے تو اپنے موزے مبارک پاؤں سے اتار دیے۔ وضو فرمانے کے بعد آپؐ نے ایک موزہ پہنا، دوسرا پہننے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فضا سے ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور موزہ چھین کر لے اُڑا۔ اس موزے سے ایک سانپ گرا۔ پرندہ موزے کو بھی گرا کر ہوا میں اُڑ گیا۔ اس دن سے حضورؐ نے حکم دیا کہ موزہ پہننے سے پہلے جھاڑ لیا کرو۔

شہد میں برکت

ایک نیک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شہد بھیجا کرتی تھی۔ آپ اس کے ہدیہ کو قبول فرما لیا کرتے۔ ایک دفعہ اس نے شہد کا برتن بھیجا مگر آپؐ نے واپس کر دیا۔ اس عورت کو بڑا رنج ہوا۔ خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میرے متعلق کسی نے کوئی بُری بات کہہ دی ہے یا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو گئی ہے کہ آپ نے میرا تحفہ واپس کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ہم نے

تمھارا ہدیہ تو قبول کر لیا ہے مگر جو کچھ برتن میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی برکات ہیں جو اس ہدیہ کے صلہ کے طور پر تمہیں عنایت فرمایا ہے۔ وہ عورت یہ بات سُن کر بہت خوش ہوئی۔ وہ ایک عرصہ تک اس شہد کے برتن سے اپنے اہل و عیال کو کھلاتی رہی۔ ایک دن غلطی سے شہد اس برتن سے دوسرے برتن میں انڈیل دیا اس دن سے شہد ختم ہو گیا۔ وہ حضور علیہ السلام کے پاس پہنچی، صورتِ حال بیان کی۔ حضورؐ نے فرمایا: اگر تم اُسی برتن میں شہد رہنے دیتیں تو تمھاری اور تمہارے بچوں کی زندگی کے لیے کافی ہوتا۔

یعفور کا قصہ

قلعہ خیبر فتح ہُوا تو ایک گدھا بھی حضورؐ سے ہمکلام ہُوا۔ حضورؐ بھی اس سے باتیں کرتے۔ حضورؐ کے پُوچھنے پر اس گدھے نے اپنا نام یزید بن شہاب بتایا اور کہا، میرے خاندان میں سے اکثر گدھے انبیاءِ سابقین کی سواری کے کام آتے رہے ہیں، اب میرے سوا اس خاندان کی نسل سے کوئی اور گدھا نہیں رہا۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے کوئی اور بجز آپ کی ذاتِ گرامی کے باقی نہیں رہا۔ یارسول اللہؐ! میری دلی آرزو ہے کہ آپؐ مجھے اپنی سواری کے لیے منتخب فرمائیں۔ آج تک میں مرسب نامی ایک یہودی کے پاس تھا، وُہ بدبخت آپ کا نام سُنتا تو جل جاتا۔ مَیں نے ایک دن اسے غصّے میں زمین پر پٹخ دیا۔ وُہ مجھے اکثر بھوکا رکھتا اور میری پُشت کو زخمی رکھا کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج سے میں تمھارا نام یعفور رکھتا ہُوں۔ اگر تم چاہو تو مَیں کچھ ایسا بندوبست کروں کہ تمھاری نسل کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ یعفور نے عرض کی، نہیں یارسول اللہؐ! میرے آباؤ اجداد نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ہمارے خاندان پر ستر انبیاء سواری کریں گے، آخری سوار خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ میں چاہتا ہُوں کہ وہ آخری سواری بھی میں ہی بنوں۔ حضورؐ نے اسے اپنی خاص سواری کے لیے مخصوص فرما لیا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی صحابی کو بلانا مقصود ہوتا تو آپ یعفور کو حکم دیتے تو وہ اس صحابی کے گھر چلا جاتا اور اس صحابی کے گھر کے دروازے پر اپنا سر مارتا، صاحبِ خانہ باہر آتا تو وُہ سر کے اشارے سے حضورؐ کے پاس بلا لاتا۔ حضورؐ کے وصالِ مبارک کے تین روز بعد یہ گدھا ابو الہیثم

بنی القیہان کے کنویں پر آگیا اور دردو فراق کی وجہ سے اپنے آپ کو کنویں میں پھینک دیا۔ اور اس طرح جاں بحق ہو گیا۔ اس کی قبر وہاں ہی بنادی گئی۔

ایک فریادی اونٹ کا قصہ

ایک اعرابی اونٹ پر سوار حضورؐ کے پاس حاضر ہوا۔ بہت سے لوگوں نے اس اونٹ کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ اُن کی ملکیت ہے۔ حضورؐ نے اعرابی کو حکم دیا کہ اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لیے کوئی گواہ پیش کرو۔ اور ساتھ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ اگر یہ چوری ثابت ہو جائے تو شریعت کے مطابق اسے سزا دینا۔ اعرابی پریشانی کے عالم میں سرافگندہ ہو گیا اور کوئی بات نہ کرتا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا: اعرابی! جس کا حق ہے اسے دے دو یا انھیں جھوٹا ثابت کرو۔ اسی اثنا میں اونٹ متکلم ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! سچی بات یہ ہے کہ میں اسی اعرابی کے ہاں پیدا ہوا، اسی کی ملکیت ہوں، یہ اعرابی اس الزام سے بری ہے اس کے بد اندیش دشمن خواہ مخواہ اس پر تہمت باندھتے ہیں۔ حضورؐ نے اونٹ کی بات سنتے ہی اعرابی کو فرمایا: تمہیں خدا کی قسم، سچ بتاؤ تم نے ابھی ابھی اللہ کی بارگاہ میں کیا دعا مانگی تھی؟ اعرابی نے کہا: میں نے کہا تھا: اللھم انک لست برب ان حد ثناک ولا معک اللہ اعانک فی خلقنا و شارک فی ربوبیتک انت ربنا اسئلک ان تصل علی محمد وتبرئنی ببراءتی۔ "اے اللہ! تو وہ خدا نہیں جس کو ہم سب نے مل کر بنایا ہو۔ جس طرح بتوں کو بت پرستوں نے بنایا ہے تیرے سوا کوئی دوسرا خدا بھی نہیں جس نے تیری پیدائش میں مدد کی ہو، تو ہمارا سب کا پروردگار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تیرے لاکھوں درود تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوں اور لوگوں کی تہمت سے مجھے مبرا کر دے"۔ حضورؐ نے اس کی اس بات کی تصدیق کی اور اونٹ کے جھوٹے دعویداروں کو منع کر کے اونٹ اس کے حوالے کر دیا۔

حضورؐ کے تمسخر پر لقوہ کا حملہ

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے اور اہل بازار کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر رہے تھے۔ مروان کا باپ حکم بن العاص حضورؐ کے پیچھے پیچھے تمسخر کرتا جاتا۔

جس طرح حضورؐ ارشاد فرماتے وہ مذاق کرتا اور وہ منہ کو ٹیڑھا کر کے آپ کی نقلیں اتارتا۔ حضورؐ نے فرمایا: یہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ چنانچہ حکم پر اسی وقت لقوہ کا حملہ ہوا اور وہ ساری عمر کج رو اور کج رفتار رہا۔ اس کا چہرہ اتنا مکروہ اور منحوس ہو گیا کہ اسے دیکھا نہ جاتا تھا۔ وہ اسی بیماری سے مر گیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

اعرابی پہلوان دامنِ اسلام میں

عرب کے ایک بہادر پہلوان نے حضورؐ کو للکارا کہ میں آپ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو مجھے قتل کر دینا اور اگر میں کامیاب ہو گیا تو آپ کے "فتنہ" سے لوگوں کو بچاؤں گا۔ اس شرط پر کشتی لڑی گئی۔ حضورؐ نے اسے دو بار چاروں شانے چیت گرایا۔ لیکن وہ ہر بار معافی مانگ لیتا اور حضورؐ اسے معاف فرما دیتے۔ تیسری بار اس نے بے خبری میں حضورؐ کے پاؤں کو کھینچا۔ جبرئیل علیہ السلام نے حضورؐ کو مطلع کر دیا کہ یہ غدار اب مقابلہ کی بجائے دھوکے سے کام لینے لگا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اب کشتی کی بجائے دھوکہ دہی پر آ گئے ہو۔ وہ کہنے لگا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟ آپ نے فرمایا: مجھے میرے اللہ نے آگاہ کیا ہے۔ وہ اسی وقت مقابلہ چھوڑ کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر دائرۂ اسلام میں آ گیا۔

شیرخوار بچے کی حضورؐ سے ہمکلامی

بریدہ بن الحصیب کہتے ہیں کہ ایک بار ایک عورت اپنا دو ماہ کا بچہ کندھے پر اٹھائے حضورؐ کے پاس سے گزری۔ یہ عورت حضورؐ کو ایذا رسانی میں پیش پیش تھی۔ بچے کی نگاہیں حضور پر پڑیں تو کہنے لگا: السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضورؐ نے اس بچے کے سلام کا جواب دیا۔ حضورؐ نے فرمایا: بچے! تم کیسے جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، محمد بن عبد اللہ ہوں۔ بچے نے بتایا: یہ معرفت مجھے اللہ نے دی ہے۔ یہ دیکھیں جبرئیل امین آپ کے پاس کھڑے ہیں آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ حضورؐ نے بچے سے اس کا نام پوچھا تو اس نے ا: عبدالعزیٰ، لیکن یا رسول اللہ! میں عزیٰ سے سخت نفرت کرتا ہوں، آپ میرا کوئی

نام تجویز فرمادیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد اللہ رکھا۔ پھر بچے نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں بڑا ہو کر آپ کا غلام اور خادم بنوں اور بہشت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضورؐ نے اس بچے کے لیے دعا فرمائی۔ بچے نے پھر کہا: وہ لوگ بڑے نیک بخت ہیں جو آپ پر ایمان لاتے ہیں اور وہ لوگ بڑے بدبخت ہیں جو آپ سے محروم رہتے ہیں۔ پھر بچے نے ایک نعرہ مارا اور جان دے دی۔ اس کی ماں نے کہا: اس معجزہ کے بعد آپ کی نبوت کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ کلمہ شہادت پڑھا، اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا، حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی اور کہنے لگی: اب مجھے اس عمرِ رفتہ پر حسرت ہے جو آپ کی ایذا رسانی میں گزری۔ حضورؐ نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو، فرشتے تمہارے لیے جنت سے کفن لا رہے ہیں۔ عورت نے خوشی کے عالم میں ایک نعرہ مارا اور جان دے دی۔ حضورؐ نے فرمایا، تجہیز و تکفین کر کے اس عورت کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے۔ ماں اور بچے دونوں کو ایک قبر میں دفن کر دیا گیا۔

مُردہ زندہ ہو گیا ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تین شخص حضورؐ کی بارگاہ میں باری باری حاضر ہوئے۔ ایک نے کہا: آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں، وہ تو خدا کے حضور میں خلیل اللہ تھے، آپ کی کیا قدر و منزلت ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: میں حبیب اللہ ہوں۔ دوسرے نے کہا: آپ کہتے ہیں کہ میں موسیٰؑ کی طرح پیغمبرِ خدا ہوں، وہ تو کلیم اللہ تھے۔ حضورؐ نے فرمایا: وہ کوہِ طور پر جا کر اللہ سے ہم کلام ہوا کرتے تھے مگر مجھے کلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے عرش نشین کیا۔ تیسرا کہنے لگا: آپ کہتے ہیں کہ آپ حضرت عیسیٰؑ سے بلند رتبہ ہیں، وہ تو مردہ زندہ کیا کرتے تھے لیکن آپ نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ حضورؐ اس کی اس بات پر بڑے آشفتہ ہوتے اور حضرت علیؓ کو آواز دی حالانکہ حضرت علی اس وقت بہت دور جگہ پر تھے، فوراً حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا: علی! ان لوگوں کے ساتھ یوسف بن کعب (یہودیوں کا بہت بڑا راہب) کی قبر پر چلے جاؤ اور اسے کہو کہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر نکل آئے۔ حضرت علیؓ ان لوگوں کو لے کر قبرستان پہنچے اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: اُٹھو۔ قبر پھٹ گئی۔ پھر پکارا تو قبر کا منہ کھل گیا۔ تیسری بار پکارا تو

قبر بہت کشادہ ہوگئی، مردہ سامنے آگیا۔ آپ نے لوگوں سے کہا، اسے پہچان لو۔ اس نے بتایا: میں یوسف بن کعب ہوں مجھے فوت ہوئے تین سو سال ہوچکے ہیں۔ میں نے اپنے تبعین کو قتل و غارت گری سے منع کیا تھا۔ اب مجھے آواز آئی کہ میں اٹھوں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کروں۔ اور جو جماعت میرے پاس آئی ہے وہ حضورؐ کی تکذیب کر رہی ہے۔ جس وقت ان لوگوں نے یہ حال دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو واپس لے چلنے کا کہا۔ اس بوڑھے کو اپنی قبر میں واپس جانے کا کہا گیا۔ حضرت علی نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اسے بھی پڑھایا۔ اس کی قبر کو درست کیا گیا۔ آپ ان لوگوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت اقدس میں واپس آ گئے۔

خوردہ بکرا دوبارہ زندہ ہوگیا

ایک دن حضورؐ صحابہ کے پاس تشریف فرما تھے کہ طعام و خورش کا ذکر چل نکلا۔ ایک صحابی نے بتایا کہ سب سے بہتر کھانا گوشت ہے۔ اس کی یہ بات تمام دوستوں کو پسند آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت کوئی گوشت نہیں تھا۔ ایک انصاری اٹھا، اپنے گھر گیا اور اپنا ایک بکرا ذبح کر ڈالا۔ اور پکا کر اپنے بیٹے کے ہاتھ آپ کے پاس ہدیۃً بھیج دیا۔ حضورؐ نے اس لڑکے کو فرمایا کہ حضرت علیؓ کو بلا لاؤ۔ حضرت امیر المومنین تشریف لے آئے۔ حضرت بلالؓ نے دسترخوان بچھایا۔ پھر آپ نے فرمایا: مسجد میں جو لوگ ہیں انھیں بھی بلا لاؤ۔ وہاں اٹھارہ صحابی تھے انھیں بھی بلایا گیا آپ نے سب کو حکم دیا کہ گوشت کھائیں مگر کسی کو ہڈی توڑنے کی اجازت نہیں تھی۔ تمام صحابہ نے بھنا ہوا گوشت سیر ہو کر کھایا۔ طباق بھر بھر کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجے گئے۔

ازواجِ مطہرات کے گھروں میں بھی بھیجا گیا اور حکم دیا گیا کہ ہڈیاں واپس بھیج دی جائیں۔ جب ساری ہڈیاں اکٹھی ہوگئیں حضورؐ نے اپنا دستِ مبارک ان ہڈیوں پر پھیرا اور حکم دیا کہ اٹھو! وہ تندرست ہوکر زندہ ہوگیا اور دوڑتا دوڑتا اس انصاری کے گھر جا پہنچا۔ انصاری کا لڑکا اس بکرے کے پیچھے پیچھے دوڑا جا رہا تھا لیکن اسے پکڑ نہیں سکتا تھا۔ انصاری دیکھ کر تعجب سے کہنے لگا: یہ تو ہمارے بکرے کی طرح کا ہے۔ ابھی وہ اپنی بیوی کو بکرا دکھا ہی رہا تھا کہ اس کا لڑکا بھی گھر جا پہنچا اور صورتِ حال بیان کی۔ اب سارے خاندان کو حضورؐ کی رسالت پر زیادہ یقین ہوگیا۔

بکریوں کے دُودھ میں فراوانی

ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں یتیم تھا۔ اپنی والدہ اور خالہ کے پاس رہتا تھا۔ یہ دونوں بہنیں میری پرورش اور تربیت میں کوشاں تھیں۔ میں بکریاں چرانے چلا جاتا۔ میری خالہ مجھے ہمیشہ ہدایت کرتی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے دُور رہوں۔ اور کہا کرتی تھی، ان کے پاس کبھی نہ جانا وُہ تو دین سے گمراہ کر دیں گے۔ میں اس کی ہدایت کے برعکس بکریوں کو ایک ٹیلے پر کھڑا کر دیا کرتا، خود حضورؐ کے پاس چلا جاتا اور شام ڈھلے بُھوکی پیاسی بکریاں ہانک لاتا۔ میری خالہ دیکھ کر کہتی کہ بکریاں کمزور اور دُبلی ہوتی جا رہی ہیں۔ میں اپنی لاعلمی کا اظہار کر دیا کرتا۔ ایک روز حضورؐ نے ہجرت کا اعلان کیا، میں بھی مسلمانوں کے ساتھ ہو لیا اور حضورؐ کے سامنے اسلام قبول کر کے حضورؐ کی خدمت میں اپنی خالہ کی باتیں بتا دیں کہ وُہ مجھے آپ کے پاس حاضر ہونے سے کس طرح روکا کرتی تھی۔ اب میں تو آپ کی خدمت سے دُور نہیں جاؤں گا۔ مَیں نے بکریوں کے کمزور اور لاغر ہونے کی وجہ بھی بتا دی۔ آپ نے فرمایا کہ بکریوں کو میرے پاس لاؤ۔ بکریاں لائی گئیں آپ نے ان پر ہاتھ پھیرا وُہ اتنی فربہ ہو گئیں کہ اس سے بہتر توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ ان کا دُودھ کئی گنا زیادہ ہو گیا۔ میں گھر گیا تو میری والدہ اور خالہ انھیں دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ جب مَیں نے صورتِ حال بیان کی تو وُہ دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئیں۔

لعابِ دہن سے آنکھیں روشن ہو گئیں

حبیب بن مدرک کہتے ہیں کہ میرا باپ نابینا تھا، دونوں آنکھیں سفید ہو چکی تھیں مگر وُہ ہمیشہ حضور کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ وُہ حضورؐ سے لعاب حاصل کر کے آنکھوں میں ڈالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں بینائی آ گئی۔ وُہ ستر سال کی عمر میں بھی سُوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتا تھا۔

نگاہِ رحمت سے کھجوروں میں فراوانی

حضرت جابر بن عبداللہ کہا کرتے تھے کہ میں نے مدینہ منورہ میں ایک یہودی سے کھجوریں خریدیں مگر اس سال کھجوروں کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہوئی جس سے پھل نہ آیا۔

میں نے یہودی سے دُوسرے سال تک مُہلت مانگی مگر اس نے قبول نہ کی۔ میں نے صورتِ حال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا۔ آپ اس یہودی کے پاس تشریف لائے اور میری طرف سے سفارش کی مگر اس نے ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ نے نخلستان کے گرد ایک چکر لگایا، پھر یہودی سے مہلت مانگنے کو گئے مگر یہودی نہ مانا۔ میں اٹھا اور تھوڑی سی کھجوریں حضورؐ کے پاس لایا، آپؐ نے کھائیں اور مجھے پوچھا کہ میرے بیٹھنے کی کون سی جگہ ہے؟ میں نے جگہ دکھائی، آپؐ نے فرمایا، وہاں میرے لیے بستر بچھا دیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپؐ نے اس بستر پر تھوڑا سا آرام فرمایا، نیند سے بیدار ہوتے اور ایک نگاہ کھجور کے درختوں پر ڈالی۔ میں تھوڑی سی اور کھجوریں لے آیا، آپ نے پھر کھائیں۔ آپؐ پھر اس یہودی کے پاس گئے اور مہلت مانگی مگر وُہ بدبخت اپنی ضد پر اڑا رہا۔ آپؐ واپس آئے اور فرمایا: اے جابر! کھجوروں سے پھل اتارو اور اپنا قرض ادا کر دو۔ میں پھل اتار کر اکٹھا کرتا گیا، سارا قرض ادا کر دیا اور کافی مقدار میں کھجوریں بچ گئیں۔ دَوڑا دوڑا حضورؐ کے پاس آیا، بشارت دی اور کہا: اشھد انک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

برتن تیل سے لبریز ہوگیا حضرتِ انس بن مالک کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس تیل کا ایک برتن تھا، حضورؐ کے پاس بھیجا گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ اس میں تیل نہیں ہے۔ میں نے اپنی لڑکی سے کہا: جاؤ، وُہ برتن لے آؤ، شاید اس میں تیل نہیں ہے۔ جب میری لڑکی حضورؐ کے پاس گئی تو دیکھا کہ وُہ برتن تو تیل سے بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ میں حضورؐ کے پاس دوڑی دوڑی گئی اور کہا: یارسول اللہؐ! کیا آپ نے تیل قبول نہیں فرمایا؟ آپؐ نے فرمایا: ایسا نہیں، ہم نے تو تیل نکالا، استعمال کیا۔ ام سلیم نے کہا: مجھے اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہے جس نے آپ کو حق پر بھیجا، وُہ برتن تو تیل سے بھرا پڑا ہے۔ حضورؐ مسکرائے اور فرمایا: اس برتن کو لے جاؤ، ایک جگہ رکھو، جب ضرورت پڑے تیل نکالتی جاؤ، ختم نہیں ہوگا بشرطیکہ اسے اپنی جگہ سے ہلایا نہ جائے۔

اسی طرح اُمِ شریک نے بھی ایک دفعہ اپنی خادمہ کو تیل کا برتن دے کر حضورِ اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا۔ آپؐ نے برتن خالی کر کے واپس بھیج دیا اور خادمہ کو نصیحت کی کہ

اس برتن کا منہ بند کر کے کسی اُونچی جگہ لٹکا دینا۔ خادمہ نے ایسا ہی کیا۔ ام شریک نے ایک دن اس برتن کو دیکھا تو تیل سے بھرا ہوا تھا۔ خادمہ کو ڈانٹا کہ تمھیں تو حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنے کو کہا تھا۔ خادمہ نے بتایا، خدا کی قسم میں تو حضورؐ کے پاس لے گئی تھی، آپؐ نے اسے خالی کر لیا تھا، میں نے اس وقت اسے الٹا کر کے دیکھا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہ تھا، لیکن آپ نے مجھے بتایا تھا کہ اسے لٹکا دینا اور اس کا سر باندھ دینا۔ چنانچہ اس دن کے بعد میرا سارا خاندان اسی برتن سے تیل استعمال کرتا رہا۔ ہم تقریباً بہتر (۷۲) افراد تھے، تیل استعمال کرتے رہے لیکن اس میں کمی نہ آنے پاتی۔ یہ ہمارے لیے دسترخوانِ خداوندی ثابت ہوا۔ ام شریک کی وفات تک یہ برتن تیل سے پُر رہا۔

کھانا غیب سے آتا رہا

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں کھانے کا ایک پیالہ حضورؐ کے پاس لے گیا۔ صبح سے ظہر تک مختلف حضرات آتے رہے اور اسی پیالے سے کھاتے رہے مگر اس سے کھانا ختم نہیں ہوا۔ لوگوں نے دریافت کیا، یہ کھانا کہاں سے آتا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے بتایا: غیب سے۔

دو روٹیاں بہتر سے زیادہ افراد کی غذا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے، میری عمر آٹھ سال کی تھی، میرا والد فوت ہو چکا تھا۔ میری والدہ نے ابوطلحہ سے شادی کر لی تھی۔ ابوطلحہ بڑے غریب، فقیر اور تنگدست تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ دو دو دن کھانا نہ ملتا۔ ایک دن میری والدہ تھوڑے سے جَو لائی اور انھیں پیس کر روٹی پکائی اور ہمسائے سے تھوڑا سا دودھ لے کر آٹے میں ملا لیا اور مجھے کہا، جاؤ، ابوطلحہ کو بلا لاؤ تاکہ ہم یہ روٹیاں مل کر کھا لیں۔ میں خوشی خوشی باہر گیا کہ آج پیٹ بھر کر کھانا کھائیں گے میں ابوطلحہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ دوسرے صحابہ کے ساتھ حضورؐ کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ میں نے زور سے کہا، آپ کو میری والدہ بلا رہی ہیں۔ حضورؐ اُٹھے اور تمام صحابہؓ کو بھی فرمایا: چلو ام سلیم کے گھر چلیں۔ الغرض حضورؐ بہت سے صحابہؓ کو لے کر ہمارے گھر آ گئے۔ حضورؐ نے ابوطلحہ کو کہا، گھر میں کھانے کے لیے کچھ ہے جو ہمیں بلا لائے ہو؟ ابوطلحہ نے عرض کی:

یارسول اللہؐ! مجھے تو دو دن سے کھانے کو کچھ نہیں ملا۔ حضورؐ نے فرمایا: پھر ام سلیم نے ہمیں کیوں بلایا ہے اور ہماری مہمان داری کے لیے کیا رکھا ہے؟ حضرت ابو طلحہ اندر گئے اور ام سلیم سے پوچھا کہ حضورؐ کو کیوں بلایا ہے؟ ام سلیم نے بتایا: میرے پاس تو جو کی دو روٹیاں ہیں جنھیں میں نے دودھ میں گوندھ کر پکایا ہے، اور کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے تو انس کو صرف تمھارے بلانے کو کہا تھا تاکہ ہم مل کر کھالیں۔ ابو طلحہ باہر آئے اور ام سلیم کی ساری بات حضورؐ کے گوش گزار کی۔ حضورؐ نے فرمایا: فکر نہ کرو، مجھے اندر لے چلو۔ ابو طلحہ حضورؐ کو صحابہؓ کے ساتھ اندر لے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا: ام سلیم! وہ جو کی روٹی تو لاؤ۔ آپ نے اپنا ہاتھ روٹی پر رکھا اور انگلیاں کھول دیں تاکہ روٹی نظر آتی رہے اور حضرت ابو طلحہ کو فرمایا: جاؤ، دس صحابہ کو بلا لاؤ۔ جب دس صحابی آگئے تو آپ نے فرمایا: بسم اللہ کرو اور کھاتے جاؤ اور میری انگلیوں سے نظر آتی روٹی سے پیٹ بھرتے جاؤ۔ وہ دس کھا چکے تو آپ نے دوسرے حضرات کو بلایا۔ اسی طرح دس دس کر کے بہتر صحابہ نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے ابو طلحہ، اے انس!! آؤ ہم بھی تینوں کھانا کھالیں۔ ہم تینوں کھا چکے تو وہ روٹی اٹھا کر آپ نے ام سلیم کو فرمایا: تم بھی کھالو اور جو مانگے اسے بھی کھلاتی جاؤ۔ صلی اللہ علیک وسلم یارسول اللہ۔

ایک پیالہ دودھ اصحابِ صُفّہ کی غذا

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بھوک سے نڈھال تھا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیے اور نہایت بے طاقتی سے سرِ راہ آ بیٹھا کہ شاید کوئی صحابی دیکھ کر مجھے دعوتِ طعام دے۔ امیر المومنین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ میں نے آپ سے قرآن پاک کی آیت دریافت کی، آپ نے جواب دے دیا مگر اس سے بڑھ کر مجھے کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، میں نے آپ سے بھی ایک آیت دریافت کی، آپ نے بتا دی۔ میرا اصل مقصد تو یہ تھا کہ کوئی اپنے گھر لے چلے مگر بات نہ بنی۔ ناگاہ ادھر سے حضورؐ کا گزر ہوا، میرے چہرے پر نگاہ کی تو میری بھوک کا خیال آیا، فرمایا: اے ابوہریرہ۔ میں نے کہا: لبیک۔ پھر فرمایا: میرے ساتھ آؤ۔ میں ساتھ ہو لیا۔ آپ مجھے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے ایک کے گھر لے گئے۔ اندر جا کر دریافت فرمایا: کچھ

کھانے کو ہے؟ جواب ملا: ہاں، فلاں شخص نے آپ کے لیے دودھ بطور تحفہ بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ابوہریرہ! اصحابِ صفہ کو آواز دو۔ اصحابِ صفہ اہلِ اسلام کے مہمان تھے، کسی کے پاس نہ گھر تھا، نہ مال و منال۔ حضورؐ کے پاس ہدیہ آتا، خود بھی کھاتے اور اہلِ صفہ کو بھی تقسیم کر دیتے۔ جب صدقہ آتا تو صرف اہلِ صفہ کو عنایت فرما دیتے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے دل ہی دل میں کہا، کیا اچھا ہوتا اگر دودھ سے چند گھونٹ مجھے مل جاتے۔ اگر تمام اصحابِ صفہ آ گئے تو مجھے ایک پیالہ دودھ سے کیا ملے گا۔ بہرحال میں نے اہلِ صفہ کو بلایا۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ابوہریرہ! وہ دودھ کا پیالہ تو لاؤ۔ میں نے پیالہ لا کر آپ کو دیا تو آپ نے مجھے لوٹاتے ہوئے کہا: جاؤ، اسے تمام صحابہ میں تقسیم کرتے جاؤ۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام اہلِ صفہ باری باری اس پیالے کے دودھ سے سیراب ہو گئے۔ پھر پیالہ مجھ سے چھین کر فرمایا: تم بھی پی لو۔ میں نے پیٹ بھر کر پیا تو آپ نے فرمایا: اور پیو۔ میں نے مزید پیا تو آپ نے فرمایا: اور پیو، اور پیو۔ میں نے چوتھی بار پیا اور کہا: یا رسول اللہؐ! اب تو گنجائش نہیں رہی۔ پھر آپؐ نے پیالہ میرے ہاتھ سے لے لیا اور باقی ماندہ دودھ خود پی لیا۔

مشکیزے میں برکت

عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں حضورؐ کے ہم سفر تھا۔ رات کے آخری حصہ تک ہم سفر کرتے رہے۔ صبح کے قریب ہم رُکے اور سو گئے۔ سورج کی گرمی نے ہمیں بیدار کیا۔ سب سے پہلے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا تاکہ حضورِ اکرمؐ بھی اُٹھیں۔ حضورؐ اُٹھے تو لوگوں نے صبح کی نماز فوت ہونے کی شکایت کی۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ تھوڑا سا فاصلہ چلنے کے بعد آپ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا اور سب نے مل کر نماز ادا کی۔ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک طرف کھڑا ہے مگر نماز ادا نہیں کر رہا۔ اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا: یا رسول اللہؐ! مجھے تو غسل کی حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا: خاکِ پاک سے تیمم کر لینا چاہیے۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو راستہ میں پیاس کی شدت نے آ لیا۔ تمام حضرات نے شکایت کی تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ چند ساتھیوں کو لے کر پانی کی تلاش کریں۔ تھوڑی دور گئے تو ان لوگوں کو ایک شتر سوار

عورت دکھائی دی جس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ اس سے پانی کے متعلق پوچھا تو کہنے لگی: کل اس وقت میں پانی کے چشمے سے چلی ہوں۔ اسے حضورؐ کے پاس لے آئے۔ آپ نے برتن منگوایا اور مشکیزے سے پانی لے لیا اور مضمضہ کر کے تھوڑا سا پانی برتن میں گرا دیا۔ پھر حکم دیا کہ سب پانی پی لو اور جس قدر ضرورت ہو اپنے اپنے برتن بھر لو، جس قدر جتنا چاہو لے لو۔ جس شخص کو غسل کی ضرورت تھی اسے بھی کہا گیا کہ وہ بھی پانی لے کر غسل کر لے۔ وہ عورت پاس ہی کھڑی سارا واقعہ دیکھتی رہی۔ حضرت عمران الحصین فرماتے ہیں: مجھے خدا کی قسم آپ نے مشکیزہ سے ہاتھ اٹھایا تو وہ پہلے کی طرح پُر از آب تھا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس عورت کیلئے کھجوریں اور آٹا لایا جائے۔ کھجوریں اور آٹا اونٹ پر باندھ دیا اور ساتھ ہی فرمایا: بی بی! تم دیکھ لو تمہارے پانی میں ہم نے کچھ کمی نہیں کی، اللہ نے ہمیں پانی دے دیا۔

وُہ عورت اپنے قبیلہ میں پہنچی تو دیر سے آنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے سارا واقعہ سنا دیا۔ مگر لوگوں نے کہا کہ وُہ تو جادوگروں کے بادشاہ ہیں یا پیغمبرِ خدا ہیں۔ اس کے بعد اس علاقے میں مسلمانوں نے شدید حملہ کیا، کافروں کو تہ تیغ کر دیا مگر اس عورت اور اس کے قبیلہ کو کچھ نہ کہا گیا بلکہ امان دے دی گئی۔ اس عورت نے اپنی قوم کو کہا: جو قوم احسان کا بدلہ یُوں دیتی ہے کہ ہمیں پناہ دے دی گئی ہے، اس کے اخلاق کی مثال کہاں ملتی ہے۔ کیا اب بھی ہم مسلمان نہ ہوں گے۔ عورت یہ کہتے ہُوئے سارے قبیلے کے ساتھ مسلمان ہو گئی۔

جھوٹ کی سزا

ابُو جدعہ نامی ایک شخص اہل قبا کی ایک عورت پر شیفتہ ہو گیا لیکن اسے حاصل کرنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ کہتے ہیں وہ بازار گیا اور حضور علیہ السلام کے سے کپڑے خرید لیے اور پہن کر اہل قبا کی طرف چل پڑا، اس عورت کے گھر آتے ہی کہنے لگا، مجھے رسولِ خدا نے بھیجا ہے۔ یہ ان کے کپڑے میرے پاس نشانی ہے۔ مجھے انھوں نے اجازت دی ہے کہ میں تمہارے پاس قیام کروں اور تم لوگ میری مہمانداری کرو۔ مسلمانوں نے اسے بڑے احترام سے اپنے پاس جگہ دی لیکن اسے دیکھا کہ عورتوں کو گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ یہ بات اہلِ قبا کو ناگوار گزری، انھوں نے دو آدمی حضور کے پاس بھیج کر حال دریافت کیا۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہؐ! آپ نے ابو جدعہ کو ہمارے گھر

بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: کون ابوجدعہ؟ انھوں نے بتایا: آپ کی چادر اس کے پاس ہے اور کہتا ہے کہ آپ نے اُسے عطا فرمائی ہے۔ حضورؐ بڑے خشمناک ہوئے۔ غصے سے آپ کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں اور فرمایا: من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار (جو دیدہ دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا)۔ آپ نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ فوراً جائیں اور اسے قتل کرکے آگ میں پھینک دیں۔ خدا کرے آپ لوگوں کے جانے سے پہلے ہی اس کا کام تمام ہوگیا ہو۔ وہ لوگ اہلِ قبا کی طرف گئے۔ پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ تو قضائے حاجت کے لیے باہر گیا تھا اسے سانپ نے ڈس لیا ہے اور وہ مردہ پڑا تھا۔

شیطان بصورتِ خارپُشت

حضرت قتادہ بن النعمان بیان کرتے ہیں کہ ایک رات بہت اندھیری تھی، بادل چھائے ہوئے تھے، طوفان اُٹھ رہے تھے، میں نے غنیمت جانا کہ آج مسجد میں حضورؐ کے ساتھ نمازِ عشاء ادا کروں۔ آپ نماز پڑھ کر آتے تو آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، میری خیریت دریافت کی اور مجھے وہ چھڑی عنایت فرمائی اور فرمایا: اس چھڑی کی روشنی میں اپنے گھر چلے جاؤ، تمہارے گھر میں شیطان داخل ہوچکا ہے اور تمھاری بیوی کو ورغلا رہا ہے۔ وہ تمھارے گھر کے ایک گوشے میں چھپا ہوگا، اسی چھڑی سے اسے سزا دینا۔ میں اس روشنی میں گھر پہنچا تو میری بیوی سوئی ہوئی تھی۔ ایک کونے میں نظر پڑی تو میں نے شیطان کو خارپشت کی شکل میں دیکھا میں نے اُسی چھڑی سے اس کی خوب مرمت کی اور اسے گھر سے باہر نکال دیا۔ اس چھڑی کی برکت سے مجھے روشنی بھی ملی اور شیطان سے نجات بھی۔

شیطان چور کی شکل میں

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں مالِ زکوٰۃ کی حفاظت کروں۔ رمضان کا مہینہ تھا ایک رات ایک شخص آیا تو مالِ زکوٰۃ سے کچھ اُٹھانے لگا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا: تجھے تو دربارِ رسالت میں لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں اب نہیں آؤں گا۔ گستاخی اس لیے ہوئی ہے کہ میرے اہل وعیال ان دنوں فاقے میں تھے۔ مجھے اس پر رحم آگیا اور اُسے چھوڑ دیا۔ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تو میں نے

بتایا تو آپ نے فرمایا: وہ جھوٹ بول رہا تھا، پھر آئے گا۔ دوسری رات وہی شخص پھر سامان اٹھا رہا تھا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور اس کے دست و بازو باندھ دیے۔ میں نے اسے یاد دلایا تم تو وعدہ کر گئے تھے کہ پھر نہیں آؤں گا۔ اس نے پھر آہ و زاری کی۔ مجھے ترس آگیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ دوسری صبح حضورؐ نے پھر پوچھا: ابو ہریرہؓ! رات کے چور کا کیا بنا؟ میں نے پھر حالت بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا: وہ جھوٹ کہتا تھا، پھر آئے گا۔ تیسری رات مجھے اس کا انتظار رہا۔ اس دفعہ میں نے اسے پکڑ کر جکڑ لیا اور کسی بات پر چھوڑنے پر رضامند نہ ہوا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو تمھیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ تمھیں اللہ اس سے بہت فائدہ دے گا۔ کہنے لگا: جب تم سونے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ایک حافظ مقرر کر دے گا، تم شیطان کے شر سے محفوظ رہو گے۔ میں نے پھر چھوڑ دیا۔ صبح حضورؐ نے پھر پوچھا: رات والے چور کو کیا کیا؟ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اس نے مجھے یہ وظیفہ بتایا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس نے صحیح کہا۔ انسان آیۃ الکرسی کی برکت سے شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے لیکن اس نے جھوٹ کہا ہے، تم جانتے ہو، وہ کون تھا؟ وہ شیطان تھا۔

دستِ شفقت سے پیٹ کا درد جاتا رہا

رافع بن خدیج خارجی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کے سامنے ایک دیگ پڑی ہوئی تھی اس میں گوشت پک رہا تھا۔ میری نظر ایک بوٹی پر پڑی جو بہت موٹی تھی، مجھے بہت پسند آئی، میں نے دیگ سے نکال لی اور کھانے لگا۔ میرے پیٹ میں درد ہونے لگا۔ میں ایک سال اس درد میں مبتلا رہا۔ آخر میں نے حضور اکرمؐ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا: اس میں سات آدمیوں کا حصہ تھا، تم بغیر اجازت کے دوسرے کے حق کو ہضم کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور مجھے قے ہوئی، سیاہ گوشت کا لوتھڑا نکلا۔ مجھے خدا اور رسول کی قسم ہے اس کے بعد مجھے کبھی پیٹ درد کی شکایت نہ ہوئی۔

نیم خوردہ لقمہ کھانے سے بے حیائی ختم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں ایک بڑی بے حیا، اور بد زبان عورت تھی۔ نہ اُسے کسی مرد سے شرم آتی تھی نہ وہ بیگانوں سے مذاق کرنے سے باز آتی تھی نامحرم لوگوں سے بھی دل لگی کرتی اس طرح وہ مدینہ میں بدنام ہو چکی تھی۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا رہے تھے کہ وہ بھی آ گئی اور کہنے لگی: آپ کس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح اللہ کے بندے بیٹھتے ہیں۔ میں اسی طرح کھانا کھاتا ہوں جس طرح اللہ کے بندے کھاتے ہیں۔ اس نے کھانا مانگا۔ آپ جو کچھ تناول فرما رہے تھے اسے دے دیا۔ وہ عورت کہنے لگی: مجھے تو آپ وہ لقمہ دیں جو آپ نے منہ میں ڈالا ہے۔ چنانچہ آپ نے نیم خوردہ گوشت اپنے منہ سے نکال کر ہاتھ میں رکھا۔ کہنے لگی، اسے میرے منہ میں ڈال دیجیے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں وہ لقمہ رکھا۔ اس نے وہ لقمہ تو کھا لیا مگر اس لقمے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بد زبانی کی عادت ختم کر دی اور اس دن کے بعد وہ شرم و حیا کا پیکر بن گئی۔ حتیٰ کہ موت تک کسی نامحرم نے اس کے بدن کو نہیں دیکھا۔ ماشاء اللہ۔

زانی کا نفسیاتی علاج

ایک نوجوان حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے زنا کی اجازت دے دیں۔ صحابہ مجلس میں موجود تھے، غصے سے کہنے لگے: کیا بکواس کرتے ہو؟ مگر حضورؐ نے اس نوجوان کو بڑے پیار سے اپنے پاس بلایا اور بٹھا لیا، فرمایا، کیا تمہیں یہ چیز پسند ہے کہ شہر کے لوگ تمہاری ماں کے ساتھ زنا کریں؟ کہنے لگا: نہیں! پھر آپ نے فرمایا: کیا تم پسند کرو گے کہ لوگ تمہاری بہن کے ساتھ زنا کریں؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماں یا بہن سے زنا کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم پسند کرو گے کہ لوگ تمہاری بیٹی کے ساتھ زنا کریں؟ کہنے لگا: ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح کوئی شخص تمہیں اپنی بیٹی سے زنا کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینے پر پھیرا اور فرمایا: اللھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ وحصن فرجہ (اے اللہ!

ان کے گناہ معاف کر دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ بنا دے)۔
کہتے ہیں اس دن کے بعد زندگی بھر اس نوجوان نے کسی غیر عورت کی طرف نظرِ بد سے کبھی نہیں دیکھا۔

دستِ نبوت کا کمال

ایک دفعہ حضورؐ کی مجلس میں ایک ایسا بچہ پیش کیا گیا جس کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور ہاتھ کے ساتھ ایک لکڑی بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے لکڑی کھول دی اور اپنا ہاتھ زخم پر رکھا۔ وہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔ کھانا رکھا گیا تو اس لڑکے نے اپنے ہاتھ سے کھانا کھایا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ لکڑی اپنے گھر لے جاؤ، شاید کبھی تمہارے گھر والوں کو اس کی ضرورت پڑے۔ وہ لڑکا لکڑی اٹھائے گھر جا رہا تھا اور ایک کافر بوڑھے سے ملا۔ اس بوڑھے نے اس کا ٹوٹا ہوا ہاتھ دیکھا تھا اور تندرست بھی۔ صورتِ حال پوچھی۔ اس نے واقعہ بیان کیا اور لکڑی بھی دکھائی۔ دونوں پھر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہو گئے۔

جنونی کیفیت غائب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو حضورؐ کے پاس لائی اور کہنے لگی: اسے ہر صبح و شام جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ حضورؐ نے بچے کے سینے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا کی۔ بچے نے تھوڑی دیر بعد قے کی۔ اس کے پیٹ سے ایک سیاہ رنگ کا پلا (کتے کا بچہ) نکلا اور دوڑتا دکھائی دیا۔ اس دن سے اس بچے کو کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

سنگریزوں سے کنویں میں پانی کی کثرت ہو گئی

زیاد بن حارث الصدائی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میرے قبیلہ کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا ایک کنواں ہے جس کا پانی موسم سرما میں دو قبیلوں کی ضروریات کو بمشکل پوری کر لیتا ہے لیکن موسم گرما میں تو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اندریں حالات ہم دونوں قبیلے علیحدہ علیحدہ ہونا چاہتے ہیں مگر اس علیحدگی سے دوسرے مسائل پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ بایں ہمہ ہم لوگ ایسے مقام پر چلے جاتے ہیں جہاں بہت سے کنویں ہیں، مگر وہاں بھی ایک اور قبیلہ

نے دعویٰ ملکیت کر دیا ہے، اس لیے وہاں جانا بھی ہمارے لیے ہلاکت کا باعث ہے۔ آپ مہربانی فرما کر ہمارے اپنے کنویں میں برکت کی دعا فرمائیں تاکہ اس سے گرمی اور سردی میں پانی میسر آسکے۔ حضور علیہ السلام نے سات سنگریزے منگوائے اور اپنے ہاتھ میں لے کر دعا کی اور کہا کہ ان سنگریزوں کو ایک ایک کر کے کنویں میں پھینک دو اور اللہ کا ذکر کرتے جاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کنویں میں پانی کی اتنی بہتات ہو گئی کہ سارا سال کافی ہوتا۔

درختوں کا پردہ، آسیب کا اثر، اُونٹ کا سجدہ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران میں بھی حضورؐ کے ساتھ تھا، ایک دن آپ نے فرمایا کہ لوٹا اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلے آؤ۔ ہم ایک ایسی جگہ جا پہنچے جہاں دُو درخت تھے، ان کے درمیان تقریباً چار گز کا فاصلہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان درختوں کے پاس چلے جاؤ اور انھیں میری طرف سے کہو کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جائیں۔ میرے دیکھتے ہی دُو دونوں درخت مل گئے۔ حضورؐ نے اُن کی اوٹ میں قضاء حاجت کی۔ پھر وُہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ ہم وہاں سے سوار ہو کر روانہ ہُوئے تو راستے میں ایک عورت سے ملاقات ہُوئی، اس کے پاس ایک بچہ تھا۔ کہنے لگی: یا رسول اللہؐ! میرے اس بچے کو ہر روز تین بار آسیب کا اثر ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے بچے کو پکڑا، اپنے اُونٹ کے آگے بٹھا لیا اور تین بار فرمایا: اخسا یا عدو اللہ۔ اور لڑکا اس عورت کو لوٹا دیا۔ اسی سفر میں واپسی کے وقت جب اس عورت کے گھر کے پاس سے گزر ہُوا تو وہی عورت پھر بچے کو لے کر حاضر ہُوئی اور دُو بکریاں ہدیہ کیں اور قسم کھا کر کہنے لگی: یا رسول اللہؐ! جس دن سے آپ نے اس لڑکے کو دیکھا ہے اس دن سے اسے دوبارہ قطعاً تکلیف نہیں ہُوئی۔ حضورؐ نے صرف ایک بکری کا ہدیہ قبول فرمایا اور دوسری اس عورت کو واپس کر دی۔ ابھی ہم تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ ایک اونٹ آیا اور حضورؐ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ لوگوں کو جمع کیا جائے۔ لوگ آئے تو آپؐ نے پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ انصار کہنے لگے کہ یہ ہمارا ہے۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ اس کے ساتھ

کیا سلوک کیا گیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ بیس سال ہو گئے اس سے پانی کشید کرنے کا کام لیتے رہے ہیں، اب کام کے قابل نہیں رہا تو اسے ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ اب یہ دوڑتا پھرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے میرے ہاتھ بیچ دو اور قیمت لے لو۔ کہنے لگے: یا رسول اللہ! یہ آپ کا ہی مال ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر یہ میرا ہے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اس موقع پر سب مسلمانوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا ہے حالانکہ اونٹ کی نسبت ہمیں سجدہ کرنے کا زیادہ حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کسی مخلوق کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کرتیں۔

جھوٹ کا انجام

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک جگہ بھیجا تو اس نے بعض جھوٹی باتیں حضورؐ سے منسوب کر کے وہاں بیان کیں۔ حضورؐ نے اس کے لیے بد دعا کی۔ اسے ایک جگہ مردہ پایا گیا جبکہ اُس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا۔ اُسے جہاں بھی دفن کیا جاتا زمین قبول نہ کرتی اور قبر سے باہر پھینک دیتی۔

عدلِ رسالت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ تمام صحابہ جمع تھے۔ ہمارا گمان تھا کہ نمازِ ظہر بے وقت ادا کر رہے ہیں۔ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: ابھی تک آپ لوگوں نے ظہر کی نماز ادا نہیں کی؟ ہم نے بتایا: نہیں، ابھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ہی تشریف فرما ہیں۔ وہ اٹھا اور زور سے کہنے لگا: الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ اور آ کر خاموش بیٹھ رہا۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ حضورؐ غصے میں لاٹھی ہاتھ میں لیے تشریف لائے اور پوچھا کہ یہ کون شخص تھا جو آوازیں دے رہا تھا؟ اعرابی اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! میں تھا۔ آپؐ نے اسے اسی لاٹھی سے ادب سکھایا۔ ہم نے نماز پڑھی تو بادل کا پردہ دُور ہو گیا اور سورج ابھی ظہر کی نماز تک بھی نہ پہنچا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: اعرابی کہاں ہے؟ اعرابی سامنے آیا تو آپ نے فرمایا: تم نے مجھے بے وقت تکلیف دی۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے گھر میں ایک نہایت ضروری کام میں مشغول تھا۔ خدا کی قسم حضرت سلیمان علیہ السلام جب کام میں مشغول ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ سورج کی رفتار کو روک دیتا تھا۔ سورج اس وقت تک کھڑا رہتا جب تک آپ فارغ نہ ہو جاتے۔

تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں کام میں مشغول ہوں تو سورج نماز کے وقت سے آگے نکل جائے۔ آپ نے پھر اعرابی کو کہا کہ میں نے غصے کے عالم میں تمہیں مارا ہے اور تم بدلہ (قصاص) لے لو۔ اعرابی نے کہا: میں تو قصاص نہیں لے سکتا۔ آپ نے فرمایا: پھر بخش دو۔ اس نے کہا: میں تو خود زیادہ محتاج ہوں۔ حضور نے ایک اونٹ خرید کر اُسے دے دیا اور فرمایا: العدل من ربکم جل جلالہ۔

حضور کے چابک سے گھوڑے کی تیز رفتاری

جمیل بن نخعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنگ میں حضور کے ہمسفر تھے۔ میرے پاس ایک لاغر اور ضعیف گھوڑا تھا جو سب سے پیچھے رہتا۔ حضور نے چابک پکڑ کر گھوڑے کو مارا اور فرمایا: اللھم بارک لہ فیہا۔ اس کے بعد اس گھوڑے کو ہمیشہ دوسرے گھوڑوں سے آگے ہی پایا۔ اس گھوڑے کی نسل سے میں نے بارہ ہزار درہم کمائے۔

گم شدہ اونٹنی مل گئی

سیرت طیبہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک جنگی مہم میں حضور علیہ السلام کی ایک اونٹنی گم ہوگئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اونٹنی واپس آجائے۔ چنانچہ گرد و غبار کا ایک طوفان اٹھا جس میں وہ اونٹنی دوڑتی دوڑتی آپ کے پاس آپہنچی۔

دستِ پاک کی برکت

حنظلہ بن حنیفہ بن حذیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور کا دستِ مبارک میرے سر پر لگا اور حضور کی زبان سے یہ دُعا نکلی: بارک اللہ فیک۔ راوی کا بیان ہے کہ جس وقت کسی کے سر درد ہوتا یا کسی بکری کے پستان سُوج جاتے تو حضرت حنظلہ اپنے ہاتھ پر دَم کر کے اپنے سر پر پھیرتے اور زبان سے کہتے: بسم اللہ علی ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر اس جگہ پر ہاتھ پھیرتے جہاں دَم کرنا مقصود ہوتا، چنانچہ آپ کے ہاتھ پھیرنے سے درد اور سوج دور ہو جاتی۔

کاذب کا انجام

ایک شخص بائیں ہاتھ سے کوئی چیز کھا رہا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ مگر وہ جھوٹ بکنے لگا کہ میں تو دائیں ہاتھ سے کھا ہی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا: اچھا پھر کبھی نہ کھا سکو گے۔ ساری عمر اس کا دایاں ہاتھ اس کے مُنہ تک نہیں پہنچ سکا۔

ابوہریرہؓ کی یادداشت تیز ہو گئی

ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے شکایت کی کہ میں آپؐ سے جو کچھ سنتا ہوں بھول جاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی چادر بچھا دو۔ حضورؐ نے ایک بار یا تین بار ہوا میں ہاتھ لہرایا اور کوئی چیز پکڑ کر چادر میں رکھ دی۔ حضرت ابوہریرہؓ کو کہا کہ اسے اٹھاؤ اور لپیٹ لو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جس دن سے یہ چادر لپیٹی یادداشت تیز ہو گئی بلکہ سابقہ بھولی ہوئی باتیں بھی یاد آ گئیں۔

ابوہریرہؓ کی والدہ دامنِ اسلام میں

حضرت ابوہریرہؓ ہی بیان فرماتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ میں نے جدوجہد کوشش کی کہ وہ اسلام قبول کر لیں مگر انھیں یہ بات قبول نہ ہوتی۔ ایک روز میں اسے اسلام کی دعوت دے رہا تھا کہ انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بات کہہ دی جو مجھے سخت ناگوار گزری۔ میں روتا ہوا حضورؐ کے پاس آیا اور سارا واقعہ سنا دیا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! دعا کریں میری والدہ صاحبہ بھی ایمان لے آئیں۔ حضورؐ نے فرمایا: اللھم اھد ام ابو ھریرۃ (اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: میں باہر آیا تاکہ اپنی ماں کو اس دعا کی خوشخبری سناؤں اور پھر اس دعا کی قبولیت کا اثر بھی دیکھوں۔ میں گھر گیا، دروازہ بند تھا، پانی کی آواز آ رہی تھی جیسے وہ غسل کر رہی ہوں۔ میری آواز سنتے ہی کہنے لگیں: ابوہریرہؓ! وہاں ہی ٹھہرو، میں آتی ہوں۔ کپڑے پہن کر انھوں نے دروازہ کھولا اور مجھے دیکھتے ہی کلمہ پڑھا۔ میرے دل سے بوجھ اتر گیا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مارے خوشی کے میری آنکھوں سے ویسے ہی آنسو بہہ رہے تھے جیسے کچھ وقت پیشتر والدہ کی اس گفتگو سے جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں بہے تھے۔ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! آپؐ کو مبارک ہو۔ آپ نے جس طرح دعا کی تھی وہ قبول ہو گئی اور میری والدہ صاحبہ مسلمان ہو گئی ہیں۔ میں نے پھر عرض کی: یا رسول اللہؐ! اب دعا فرمائیں کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص دوستوں میں کے اور ہمارے دل میں بھی اپنی محبت پیدا کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور فرمایا: کوئی مومن ایسا نہ ہو گا جو تمہارا نام سن کر تم سے محبت نہیں کرے گا۔

حجر، شجر، مدر کو خطاب ایک بار حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میری اُونٹنی پر سوار ہو کر یمن چلے جائیں اور فرمایا: اے علی! جب تم یمن کے فلاں مقام پر پہنچو گے تو لوگوں کو استقبال کے لیے کھڑا پاؤ گے اس وقت اس وادی کے درختوں، پتھروں اور زمین کو کہنا: السلام علیکم یا حجر یا مدر یا شجر رسول اللہ یقرئکم السلام (یعنی السلام علیکم اے حجر، اے مدر، اے شجر! رسول اللہ تم کو سلام کہتے ہیں) حضرت علیؓ فرماتے ہیں: میں اس وادی میں پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ میری طرف چلے آرہے ہیں، میں نے کہا: السلام علیکم یا حجر یا مدر یا شجر رسول اللہ یقرئکم السلام۔ ہر طرف سے ایک شور برپا ہوتا سُنائی دیا: علیٰ رسول اللہ السلام (رسول اللہ پر بھی سلام ہو) لوگوں نے یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا تو سب کے سب ایمان لے آئے۔

سُوکھا درخت پھل دینے لگا ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین حضرت ابو بکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابو الہیثم نے ان بزرگوں کو دیکھتے ہی مرحبا یا رسول اللہ، مرحبا یا اصحاب رسول اللہ کہا۔ اور کہا: میری ہمیشہ یہ خواہش تھی کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور میں ہر چیز آپ کی خدمت میں پیش کروں مگر ابھی میرے پاس جو کچھ تھا اپنے ہمسایہ کو بھیج دیا ہے۔ سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا، مجھے جبرئیل امین نے ہمسائے کے حق میں اتنی وصیت کی کہ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ ہمسائے میراث میں حقدار نہ ہو جائے۔ حضور اکرمؐ نے ابو الہیثم کے گھر میں ادھر اُدھر نظر دوڑا کر دیکھا تو آپ کو ایک کونے میں کھجور کا ایک درخت نظر آیا۔ آپ نے فرمایا: ابو الہیثم! اگر اجازت ہو تو آپ کے درخت سے کچھ کھجوریں اتار لیں۔ ابو الہیثمؓ نے بتایا: یا رسول اللہ! یہ تو سُوکھ چکا ہے اس پر کبھی کھجوریں نہیں لگیں۔ آپ نے حضرت علیؓ کو پیالے میں پانی لانے کو کہا۔ تھوڑا سا پانی پیا اور پھر کلی کر کے اس درخت پر چھڑکا۔ درخت پر اسی وقت کھجوریں نمودار ہونے لگیں ان میں کچھ تو خشک تھیں اور کچھ تر۔ آپ نے فرمایا: یہ وہ نعمت ہے جس کے متعلق قیامت کے

دن نہیں پوچھا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

درخت جڑوں سمیت خدمتِ اقدس میں

کہ میں ایک دن حضورؐ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ رؤسا قریش حضورؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یا محمد! آپ نے بڑا عجیب و غریب دعویٰ کر رکھا ہے ایسا دعویٰ تو ہمارے آباؤ اجداد میں سے کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی اس دین کی تلقین کی ہے۔ آپ اپنے معجزات میں سے کچھ دکھائیں تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ سچے نبی ہیں، مگر یہ بات یاد رہے کہ آپ کا یہ معجزہ شعبدہ یا جادو سے بالکل جدا گانہ ہونا چاہیے، اگر ایسا ہو جائے تو ہم آپ کی اتباع کریں گے اور ایمان لانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا: تم لوگ کس چیز پر راضی ہو گے؟ وہ کہنے لگے: آپ اس درخت کو حکم کریں کہ اپنی جڑ سے نکل کر آپؐ کے پاس آئے۔ حضورؐ نے فرمایا: میرا اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے اگر ایسا ہو گیا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ اور اللہ کی وحدانیت کو قبول کرو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ ایسا ہی ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا: میں تمہیں وہ چیز دکھا دیتا ہوں جس کی تم طلب کرتے ہو مگر یاد رکھو پھر تمہیں اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کو قبول کرنا ہو گا۔ چنانچہ آپ نے درخت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے درخت! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو اور تسلیم کرتے ہو کہ میں رسولِ خدا ہوں تو اپنی جڑوں سمیت میرے پاس چلے آؤ۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اور جس نے رسولِ مقبولؐ کو حق پر بھیجا ہے، وہ درخت جڑوں سے نکل کر حضورؐ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے نکلنے سے پرندے کے پھڑپھڑانے کی سی آواز آ رہی تھی۔ وہ حضورؐ کے پاس آیا، اس کی شاخیں آپؐ پر سایہ فگن ہوئیں۔ میں آپ کی دائیں طرف کھڑا تھا۔ میرے سر پر کچھ شاخیں چھا گئیں۔ مشرکین نے یہ صورتِ حال دیکھی تو کہنے لگے: نہیں، نصف درخت کو حکم کریں کہ اپنی جگہ چلا جائے، نصف آپ کے پاس رہے۔ ایسا ہی حکم کیا گیا۔ پھر انہوں نے کہا: جو نصف وہاں گیا ہے اسے حکم دیں آپ کے پاس آ جائے اور دوسرا اس کی جگہ چلا جائے۔ جب ایسا ہی ہو گیا تو مشرکین حیران کھڑے تھے مگر میں (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) نے برملا کہا: یا رسول اللہ!

میں سب سے پہلا مومن ہوں اور کلمہ پڑھتے ہوئے آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ اس درخت نے جو کچھ کیا ہے اللہ کے حکم سے کیا ہے۔ بایں ہمہ مشرکین کہنے لگے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر ہیں اور اپنے جادو میں ماہر ہیں۔ آپ کی تائید تو علی جیسے شخص ہی کر سکتے ہیں۔

اونٹ کی فریاد

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی ثعلبہ سے واپس آ رہے تھے کہ آپ کے پاس ایک اونٹ دوڑا ہوا آیا۔ حضورؐ نے صحابہ کو کہا: جانتے ہو یہ اونٹ کیا کہتا ہے؟ جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ فریاد لایا ہے کہ اس کا مالک آج تک اس سے سخت کام لیتا رہا ہے حتیٰ کہ اس کی پشت زخمی ہو گئی ہے اب اسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ حضورؐ نے حضرت جابرؓ کو حکم دیا کہ وہ اس اونٹ کے ساتھ اس کے مالک کے پاس جائیں اور اُسے بلا لائیں۔

حضرت جابرؓ اونٹ کے ساتھ ہو لیے اور اس کے مالک تک جا پہنچے۔ یہ حنظلہ کا گھر تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک شخص نے بڑھ کر کہا کہ یہ اونٹ میرا ہے۔ میں نے اُسے بتایا کہ سرکارِ دو عالمؐ نے تمہیں طلب فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ شخص، اونٹ اور میں تینوں حضورؐ کے پاس پہنچے۔ حضورِ انورؐ نے اونٹ کے مالک کو کہا کہ یہ اونٹ تمہاری شکایت کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا: بات تو بالکل صحیح ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا: آپ اسے بلا قیمت لے سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں اس کی قیمت ضرور دوں گا۔ حضورؐ نے وہ اونٹ خرید لیا اور مدینہ کے مضافات میں اسے کھلا چھوڑ دیا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ اگر کسی صحابی کو کہیں جانا ہوتا تو حضورؐ کی اجازت سے اونٹ کو لے جاتا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اونٹ کے زخم مندمل ہو گئے۔

حضورؐ کے قتل کی ناکام کوشش

ایک دفعہ قبیلہ بنی مخزوم کے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ حضورؐ کو نماز پڑھتے قتل کر دیا جائے۔ ان میں ابوجہل بن ہشام، ولید بن المغیرہ لعنہما اللہ والخسران اور ایسے ہی دوسرے دشمنانِ رسول موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکنِ عراقی اور رکنِ شامی کے درمیان نماز ادا کر رہے تھے کہ ولید نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانا چاہا۔ نزدیک پہنچا تو اسے حرف قرآن کی آواز

آ رہی تھی مگر حضورؐ کے وجودِ پاک کو نہ دیکھ سکتا تھا چنانچہ بے مقصد واپس آ کر اپنے قبیلے کے لوگوں کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ چنانچہ ابوجہل چند افراد کو لے کر وہاں پہنچا تو وہاں صرف قرآن کی آواز سُنائی دے رہی تھی حضورؐ نظر نہ آتے تھے، اس طرح کئی لوگوں نے کوشش کی مگر آواز کے سوا انہیں کچھ سُنائی نہ دیا۔ وُہ مایوس ہو کر لوٹے اور بڑے متحیر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام اس بات کی طرف عمدہ اشارہ ہے: وجعلنا من بین ایدیہم سدًا و من خلفہم سدًا فاغشینٰہم فہم لا یبصرون۔

دریا بُرد لڑکی زندہ ہو گئی

امیر المومنین حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، یا رسول اللہؐ! میں نے زمانۂ جہالت میں اپنی لڑکی کو ایک دریا میں ڈبو دیا تھا کیونکہ ان دنوں عربوں میں یہ رسم تھی کہ وُہ نوجوان لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے یا دریا بُرد کر دیتے تھے اوُہ شخص چاہتا تھا کہ اس کی لڑکی زندہ ہو جائے۔ اس کی آہ و زاری سے متاثر ہو کر حضور علیہ السلام اسے اس مقام پر لے گئے جہاں وہ لڑکی ڈبوئی گئی تھی۔ آپؐ نے اس کا نام لے کر بُلایا کہ تم اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ آواز سُنتے ہی لڑکی پکار اُٹھی لبیک وسعدیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضورؐ نے اُسے فرمایا: تمہارے والدین اسلام قبول کر چکے ہیں، کیا تم چاہتی ہو کہ تمہیں والدین کے سپرد کر دیا جائے۔ لڑکی نے کہا، یا رسول اللہؐ! میرا اللہ میرے والدین سے بہت ہی زیادہ مہربان اور کریم ہے مجھے اسی کے حوالے فرما دیں اب مجھے ماں باپ کی ضرورت نہیں۔

ایک عجیب واقعہ

نعمان بن بشیر انصاری فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان مدینہ پاک میں وفات پا گیا۔ اسے ایک تختے پر لٹا دیا گیا اور اُوپر چادر دے دی گئی بہت سی عورتیں اس کی نعش کے اردگرد جمع ہو گئیں اور رونے دھونے لگیں۔ اسی اثناء میں نعش سے آواز بلند ہُوئی کہ خاموش ہو جاؤ اور سُنو: محمد رسول النبی الامی و خاتم النبیین کان ذلک فی الکتاب مسطورا۔ اور پھر کہنے لگا، یہ سچ ہے۔ اسی وقت صحابہ کرام کے اسماءِ گرامی بھی یاد کیے اور کہا: السلام علیک یارسول اللہ و رحمۃ۔

اللہ وبرکاتہٗ۔ یہ کلمات کہتے ہی وہ اپنی اصلی حالت میں آگیا اور پھر واصلِ بحق ہوگیا۔

اندھے کو بینائی مل گئی

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہؐ! دعا کریں میری آنکھوں کی روشنی واپس آجائے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرو اور پھر کہو اے اللہ! میں تیری ذات سے آنکھوں کا نور مانگتا ہوں، تیرے نبی کریمؐ کو تشفیع لاتا ہوں، اے اللہ کے نبی! میں آپ کو خدا کے حضور میں تشفیع لاتا ہوں میری آنکھوں کا نور لوٹا دیا جائے۔ اے اللہ! اپنے حبیب کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔ راوی کہتا ہے اس نابینا نے حضورؐ کے فرمان کے مطابق عمل کیا تو اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔

ہبل کی شہادت پر ۱۲ ہزار کفار دامنِ اسلام میں

ایک روایت میں ہے کہ ۱۲ ہزار کفار یمن سے چلے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لیے مکہ پہنچے ان کے ساتھ ہی ایک بت تھا جس کا نام ہبل تھا۔ ان کے نزدیک یہ بہت اہم تھا جسے ایک پہاڑ پر نصب کیا ہوا تھا، اس پر بڑے قیمتی لباس پہناتے، قیمتی زیورات اور جواہرات سے اسے سجایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کے استقبال کے لیے باہر تشریف لائے اور توحید و رسالت کا پیغام دیا۔ ان لوگوں نے حضورؐ سے معجزہ طلب کیا، حضورؐ نے ان کے سامنے اس بت کا لباس اتار دیا اور اپنا عصا اس کے سر پر دے مارا اور اس سے کہا: من انا یا ھبل (اے ہبل! میں کون ہوں؟)۔ ہبل اللہ کی قدرت سے گویا ہوا اور کہنے لگا: انت رسول اللہ رب السمٰوٰت۔ آپ اس اللہ کے رسول ہیں جو آسمانوں کا پروردگار ہے۔ کفار اس معجزے سے بڑے حیران ہوئے اور سربسجود ہوگئے۔ سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے سب نے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ کہا۔ کہتے ہیں حضرت یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہٗ آیت کریمہ اسی موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

حیوانات شہادت دیتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوسفیان نے یہ بات سُنائی کہ میں قیصر روم کے پاس گیا تو اس کی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کیے جا رہے تھے، قیصر کے ملازمین بھی حضورؐ کے اوصاف بیان کر رہے تھے حتیٰ کہ میں جس جانور کے نزدیک سے گزرتا وُہ فصیح زبان میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بیان کرتا۔ دوران راہ مجھے ایک ایسا گھوڑا دکھائی دیا جو بھاگ کر جنگل میں جا رہا تھا میرے نزدیک سے گزرا تو اس کی زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سنائی دیا۔ میں نے تعجب سے پُوچھا: کیا گھوڑے بھی باتیں کرنے لگے؟ گھوڑے نے کہا: اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز چیز سُنو گے، وُہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا۔ رزق دیا، شام، چاشت، صبح و دوپہر ہر وقت بلا کم و کاست رزق دیتا جاتا ہے، کبھی کمی نہیں آنے دیتا۔ لیکن بایں ہمہ تم کلمہ طیبہ پڑھنے سے گریز کر رہے ہو۔ میں نے پُوچھا: کون ہے خدا کا رسول۔ وُہ کہنے لگا: محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام النبی العربی القرشی الہاشمی الابطحی المکی المدنی صاحب التاج والہدیٰ۔ میں نے پوچھا کہ تم یہ ساری باتیں کس طرح کہہ رہے ہو؟ کہنے لگا: مجھے میرے اللہ نے سکھائی ہیں جس دن سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ خدا ایک ہے اور حضرت محمدؐ اس کے رسول برحق ہیں، میں یہ اعلان کرتا جاتا ہوں۔

بُت کی حضورؐ سے گفتگو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حصین کو کہا کہ تم بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے قبول نہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا: جس بُت کو پُوجتے ہو اگر یہ باتیں کرنے لگے تو پھر کلمہ پڑھ لو گے؟ حصین نے کہا: مجھے اس بُت کو پُوجتے پچاس سال ہو گئے ہیں کبھی اس سے بات نہیں سُنی، آپؐ کے ساتھ کس طرح گفتگو کر سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اگر یہ میرے ساتھ گفتگو کرے تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ اس نے مسلمان ہونے کا وعدہ کر لیا۔ حضورؐ نے بُت سے مخاطب ہو کر فرمایا: یا ایہا الصنم من انا (اے بُت! میں کون ہُوں؟)۔ اس نے کہا: انت رسول اللہ حقاً صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ رسول برحق ہیں۔ حصین نے اپنے وعدہ کے مطابق کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا

بدرُوحیں بھاگ گئیں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے مکہ جا رہے تھے، راستہ میں ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! جب سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے اس دن سے اس پر کوئی ایسی بیماری مسلط ہے جیسے کوئی جن ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اٹھایا اور لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال کر کہا: اخرج عدو اللہ انا رسول اللہ (اے اللہ کے دشمن نکل جاؤ، میں اللہ کا رسول ہوں) بچے کو اس کی ماں کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد اسے کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ حج سے واپسی پر اسی مقام سے گزر ہوا تو وہی عورت ایک بھنی ہوئی بکری لائی اور حضور کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے بتانے لگی: یارسول اللہ! میں وہی عورت ہوں جس کے بچے کو آپ نے صحت دلائی تھی۔ آپ نے بچے کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا: اس دن سے اسے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھے فرمایا کہ بکری کی ران مجھے دو۔ میں نے دے دی۔ آپ کھا چکے تو فرمایا: دوسری بھی مجھے دے دو۔ میں نے پیش کی تو آپ نے فرمایا: اسامہ! ایک اور دو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ایک بکری کی دو ہی تو رانیں ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ بات نہ کہتے تو میں جتنی رانیں اور مانگتا جاتا اُتنی ہی مہیا ہوتی رہتیں۔

تھوڑے وقت کے بعد آپ نے مجھے کہا: باہر جا کر دیکھو قضائے حاجت کے لیے کوئی پردے کی جگہ ہو تو بتاؤ۔ میں نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی مگر دُور تک مجھے کوئی اوٹ دکھائی نہ دی۔ واپس آ کر صورتِ حال بیان کی تو آپ نے فرمایا: کوئی درخت یا پتھر نظر آیا؟ میں نے عرض کی: ہاں، دُور دو تین کھجوروں کے درخت ہیں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ انہیں کہو کہ یکجا جمع ہو جائیں اور میرے لیے پردہ بنا دیں۔ میں نے باہر نکل ان درختوں کو پیغام دیا۔ مجھے اللہ کی قسم ہے ان تینوں درختوں کو دیکھا کہ جڑوں سے اکھڑ کر چلے آ رہے ہیں اور ایک دیوار کی صورت میں آ کھڑے ہوئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ تین درخت نہیں بلکہ ایک ہی درخت ہے اور پتھر کی دیوار کی طرح اوٹ بن گئے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتِ حال بیان کی تو آپ نے حکم دیا کہ میں پانی کا لوٹا لے کر

چلوؤں۔ میں نے وہاں پانی رکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ خیمہ میں واپس تشریف لائے اور مجھے فرمایا: جاؤ ان درختوں سے کہہ دو کہ اپنی اپنی جگہ واپس چلے جائیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے میرے کہنے پر وہ درخت پھر اُکھڑے اور دامن کشاں اپنی اپنی جگہ پر جاکر نصب ہوگئے۔

حضورؐ کے چابک کا کمال

جمیل الشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک جنگ میں شریک تھا میرا گھوڑا بڑا لاغر اور ضعیف تھا، حضورؐ نے اس کی حالت دیکھی تو اپنا چابک اسے مارا۔ اس دن سے میرا گھوڑا تیز رفتار اور تنومند ہوگیا۔ میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے اگلی صف میں ہوتا تھا۔

دستِ مبارک سے بڑھاپا دُور

قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے اپنا دستِ مبارک اُن کے چہرے پر ملا۔ چہرے پر جھریاں پڑ چکی تھیں، اعضاء مضمحل ہو چکے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں قتادہ کی موت کے وقت میں موجود تھا اس کے چہرے پر نوجوانوں جیسی چمک ہے۔ ایک عورت وہاں گزری تو قتادہ کے چہرے میں مجھے اس کا ایسا عکس دیا جیسے شیشہ ہوتا ہے۔

غیب سے کھانے کا نزول

اصبح بن سنانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی تنگدستی کی شکایت کی اور کہا: اے والد محترم! آپ دو جہان کے سردار ہیں۔ میں اور میرے بچوں اور میرے خاوند نے تین روز سے کچھ نہیں کھایا۔ حضورؐ نے ہاتھ اُٹھائے اور دُعا فرمائی: اللّٰھم انزل علیٰ محمد کما انزلت علیٰ مریم بنت عمران۔ اے اللہ! اپنے رسول پر وہی کچھ نازل فرما جو مریم بنت عمران پر نازل فرمایا گیا تھا (یعنی از مائدہ جنت) حضرت فاطمہؓ کو فرمایا: بیٹی! اپنے گھر کے اندر جاکر دیکھو خدا نے کیا کچھ بھیجا ہے۔ آپ اندر گئیں حسن و حسین بھی ساتھ ہی تھے، حضورؐ بھی بعد میں تشریف لے آئے، دیکھا کہ سنہری برتن رکھے ہوئے ہیں ان میں ثرید، بُھنا ہوا گوشت اور پھل پڑے ہیں ان سے بھینی بھینی خوشبو آ رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ کہتے ہیں یہ کھانا سات دن تک کھایا جاتا رہا۔ ذرا اس میں کمی آئی نہ اس کا مزہ تبدیل ہوا۔ حضرت حسنؓ اسی کھانے سے ایک ٹکڑا

لے کر باہر آگئے تو ایک یہودیہ عورت کی نظر اس پر پڑی تو پوچھنے لگی: تمہارے گھر ایسا کھانا کہاں سے آگیا؟ حسنؓ نے ہاتھ بڑھا کر وہ لقمہ اس یہودیہ کو پکڑا دیا مگر کسی غائبانہ ہاتھ نے اُن سے یہ لقمہ چھین لیا۔ اس کے بعد تمام وہ برتن بھی گم ہو گئے جن میں کھانا سجا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اگر یہ راز فاش نہ ہوتا تو زندگی بھر یہ نعمت ختم نہ ہوتی۔

اعرابی دامنِ اسلام میں

ایک اعرابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اس کے کندھے پر چادر تھی۔ حضورؐ اس وقت اپنے صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اعرابی نے آتے ہی پوچھا: اس مجلس میں محمد رسول اللہ کون ہیں؟ اسے بتایا گیا تو اس نے کہا: اے محمد! اگر آپ پیغمبر ہیں تو مجھے بتائیں کہ میرے پاس کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر ایسا بتاؤں تو ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے بتایا کہ تم فلاں وادی میں سے گزر رہے تھے وہاں تمہیں ایک کبوتر دکھائی دیا، اس کے دو بچے تھے۔ تم نے ان دونوں بچوں کو اٹھا لیا۔ ان بچوں کی ماں آئی اپنے بچوں کو اس نے بہت تلاش کیا مگر نہ ملے چونکہ تمہارے بغیر اس وادی میں کوئی نہ تھا، وہ اڑتے اڑتے تمہارے سر پر چونچیں مارنے لگی۔

اعرابی نے اپنی چادر کھولی، دونوں بچے مجلس میں لا رکھے اور حضورؐ کا بیان کردہ واقعہ درست قرار دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابۂ کرام کو مخاطب کرتے ہُوئے فرمایا: خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس کبوتری سے زیادہ مہربان ہے جو اپنے بچوں کے لیے بے تاب تھی۔ اعرابی نے ان بچوں کو آزاد کر دیا اور اسلام قبول کر دیا۔

وضو کے استعمال شدہ پانی کی برکت

سیرۃ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضورؐ کے وضو کا استعمال شدہ پانی زینب بنت ام السلمہ رضی اللہ عنہا اپنے منہ پر مل لیا کرتی تھیں، ان کا چہرہ روشن اور درخشاں دکھائی دیتا۔ وُہ ابھی چھوٹی ہی تھیں کہ ان کی پیشانی سے نور کی شعاعیں بلند ہوتیں۔ نوّے سال تک زندہ رہیں، لیکن ان کا چہرہ نوجوان عورتوں کی طرح درخشاں منظر آتا رہا۔

آبِ دہن کی برکت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرما کر مجھے خلافت کے بارے میں ہدایات فرمائی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! امورِ خلافت تو آپ مجھ پر بیان فرما رہے ہیں مگر ان امور کو چلانا میرے لیے بڑا مشکل کام ہوگا۔ میں تو اس کی حدود سے نا واقف ہوں۔ حضورؐ نے مجھے لیٹ جانے کا حکم دیا اور اپنا پاؤں مبارک میرے پیٹ پر رکھا۔ پھر مجھے بٹھایا اور میرا مُنہ کھول کر آبِ دہن ڈالا اور چند باتیں بیان فرمائیں جو اس وقت میری سمجھ میں نہ آئیں۔ آپؐ نے فرمایا: اب جاؤ لوگوں کے درمیان حکم کرتے جاؤ۔ حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں: مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اس دن سے لے کر آج تک مجھے کسی فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

ایفائے عہد کی ایک مثال

جب حضرت علیؓ کی والدہ مکرمہ فاطمہ بنت اسد فوت ہوئیں تو حضرت علیؓ نے حضورؐ کو اطلاع دی۔ حضورؐ بڑے غمزدہ ہوئے، فرمانے لگے، اُس نے مجھے ماں کی طرح پرورش کیا تھا۔ میرے ساتھ اچھا سلوک کرتی رہی تھی کہ میرے چچا ابو طالب نے بھی ایسا سلوک نہیں کیا۔ یہ کہتے ہوئے آپؐ نے اپنی چادر مبارک دی اور اپنا کُرتہ مبارک عنایت فرمایا تاکہ اس کو تکفین کے وقت کام میں لایا جا سکے۔ آپؐ نے فرمایا: جب غسل کرا چکیں تو مجھے اطلاع دینا۔ جب تجہیز و تکفین کی جا چکی تو اُسے ایک تختے پر لٹا کر جنازگاہ میں لایا گیا۔ حضورؐ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا کی اور قبر میں رکھا گیا تو آپ نے زور سے فرمایا: فاطمہ! ۔ جواب میں آواز آئی: لبیک یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا: تُو نے جس بات کی ضمانت مجھ سے چاہی تھی وُہ میں نے پُوری کر دی ہے۔ تُو نے جس ایمان کو قبول کیا تھا اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھے زندگی اور موت کے بعد بھی جزائے خیر دے گا۔ اس کے بعد اس کی قبر پر مٹی ڈال دی گئی۔

ایک قریشی نے آگے بڑھ کر حضورؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس سے پیشتر آپ نے کسی مُردے سے یُوں معاملہ نہیں فرمایا آج کیا بات ہے کہ آپ مُردے سے بھی گفتگو فرما کر اس کی بخشش کی ضمانت دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وُہ ایک دن میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے قرآن کریم کی یہ آیت اُسے سُنائی: ولقد جئتمونا فرادا کما خلقنا کم

اوّل مرۃ۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ فرادا کا کیا مطلب ہے؟ میں نے بتایا اس کا مطلب ہے ننگا، برہنہ، لباس سے خالی بدن۔ کہنے لگی: واسوا ناہ! اللہ اس برہنگی سے مجھے محفوظ رکھے۔ میں نے اس وقت ضمانت دی تھی کہ موت کے وقت بے ستری نہیں ہوگی اور قبر میں بھی لباس سے عاری نہیں ہوگی۔ اس کے بعد اس نے قبر میں منکر نکیر کی آمد کے بارے میں دریافت فرمایا۔ میں نے ان کے آنے کی کیفیت اور سوالات کرنے کے طریقہ کی وضاحت کی۔ اس نے کہا: واغوثاہ باللہ منہما (میں اللہ تعالیٰ سے فریاد چاہتی ہوں)، میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اس کی قبر میں منکر نکیر اچھی شکل وصورت میں آئیں، اچھا سلوک کریں اور قبر کشادہ ہو جائے اور حشر میں بھی وُہ کفن کے ساتھ آٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا کو قبول فرمایا۔ میں نے اسی لیے اس کی قبر پر یہ سوال کیا تھا کہ ھل رأیت ما ضمنت لک (کیا تم نے دیکھ لیا جس کی میں نے ضمانت دی تھی وُہ درست نکلی) اس نے میرے جواب میں کہا، جزاک اللہ عنی خیر الجزاء فی المحیا والممات۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست پاک سے قبر کو کشادہ ہونے کا اشارہ کیا تو یہ قبر بہت کشادہ ہوگئی۔

گڈریئے کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڈریے کے پاس سے گزرے، وہ کہہ رہا تھا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔ حضورؐ نے اس سے دریافت کیا: تم اللہ کو کس طرح پہچانتے ہو؟ وُہ کہنے لگا: میں نے ان بکریوں کو دیکھا ہے وہ تھوڑی سی ہیں مگر ایک محافظ کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتیں اور انہیں ایک گڈریے کی ضرورت ہے۔ یہ کائنات، یہ اتنا بڑا جہان جس میں ہزاروں انسان اور دوسری چیزیں ہیں ایک محافظ (اللہ) کے بغیر کیسے برقرار رہ سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: تم نے اللہ کو صحیح پہچانا۔ پھر حضورؐ نے پوچھا: اللہ کو تو تم نے پہچان لیا مگر رسالت کا اقرار کیسے کر رہے ہو؟ گڈریا کہنے لگا کہ میں ہر وقت آسمان سے یہ آواز سنتا ہوں، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میرا ایمان ہے جو آواز اُوپر سے آتی ہے وُہ سچ ہے۔ گڈریا کہنے لگا: میرا گمان ہے کہ محمد رسول اللہ آپ ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ بات درست ہے۔ وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! میری ایک خواہش ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بتاؤ۔ اس نے کہا: میرا دل چاہتا ہے

کہ ایک بکری بطور تحفہ آپ کے لیے ذبح کروں۔ آپؐ نے فرمایا: ہدیہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ گڈریا ایک بکری کو پکڑنے کے لیے بڑھا تو اس نے کہا: مجھے ذبح نہ کرو میرا شیر خوار بچہ ہے جو بھوکا مر جائے گا۔ وہ دوسری کی طرف بڑھا اس نے بھی کہا میرے بھی بچے ہیں۔ تیسری بکری پکڑی اور ذبح کر لی۔ حضورؐ نے اس گڈریئے سے پوچھا: پہلی دو بکریوں کو پکڑ کر کیوں چھوڑ دیا؟ اور تیسری کو ذبح کیا۔ اس نے بتایا: پہلی دو بکریوں نے عذر کیا، تیسری نے کہا: اس سے بڑھ کر میری سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ سرکارِ دو جہاںؐ کی دعوت میرے گوشت سے ہو۔ سبحان اللہ۔

عشقِ حبیبؐ کا ایک واقعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی عالمِ دین تھا، اس کا نام تھا جلیبب، اس کا ایک لڑکا ہبہاب نامی حسن و جمال میں یکتا تھا، بڑا خلیق اور کمال سیرت۔ اتفاقاً اس نے اپنے والد کے خزانے میں ایک ڈبیہ دیکھی جو سرخ موتیوں سے بنی ہوئی تھی اور اس پر مشک کی ایک مہر لگی ہوئی تھی تاکہ کوئی شخص اُسے کھول سکے نہ اندر سے دیکھ سکے۔ لڑکے نے اس ڈبیہ کو دیکھا تو بڑا غضب ناک اور خشمگیں ہو کر باہر نکلا۔ باپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا، ایک عرصہ ہو گیا ہے آپ نے کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھی مگر یہ ڈبیہ ہمیشہ بند رکھی ہے حالانکہ میرے ساتھ آپ کی شفقت و محبت بہت زیادہ ہے۔ باپ نے بتایا: بیٹا! اس میں جواہرات ہیں نہ خزانہ، اس میں چند اوراق ہیں جن پر ایک عربی کا نام لکھا ہوا ہے۔ جب تم علماء کی مجالس میں بیٹھ کر فاضل ہو جاؤ گے اور ہر بات سمجھنے لگو گے تو اس کا مطالعہ بھی کر لینا۔ چونکہ ابھی تم ناپختہ ذہن ہو اس لیے ڈبیہ کا راز دیدہ دانستہ پوشیدہ رکھا گیا تھا۔

ایک دن جلیبب بادہ نوشی میں مشغول تھا، ہبہاب یہ موقعہ غنیمت جانتے ہوئے والد کے خزانہ میں گیا اور اس ڈبیہ کے کھولنے میں مشغول ہو گیا جس کے لیے راز داری سے کام لیا جا رہا تھا۔ مہر توڑ دی گئی، ڈبیہ کا ڈھکنا کھولا ہی تھا کہ نور کی ایک شعاع نمودار ہوئی جس کے سامنے چراغ کی روشنی ماند پڑ گئی۔ ڈبیہ کے اندر دو سفید ورق دکھائی دیے جن پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ اس کلمہ طیبہ کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

اوصافِ حمیدہ لکھے ہُوئے تھے کہ آپ کے ابرو پیوستہ ہوں گے ۔ داڑھی گھنی ہوگی ، جسے بھی اس کا زمانہ میسّر ہو اسے اس کی بات سُننے ، اس کا کلام قرآن ہو گا ، اس کا دین اسلام ہوگا ، وہ انسانوں کو خدا کی عبادت کی دعوت دے گا ، مخالفین سے نہیں ڈرے گا ۔ جب اس کی نگاہیں اس کاغذ پر پڑیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں اُتر گئی ۔ اس کاغذ کو آنکھوں پر ملا ، چُوما اور کہنے لگا : یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! کاش میں معلوم کر سکتا کہ آپ خاکی ہیں یا نوری ، آسمانوں پر ہیں یا زمین پر ، دریاؤں میں رہتے ہیں یا جنگلوں میں ۔ اس نے اپنی محرومی اور سوگواری کا اس انداز سے اظہار کیا کہ بے ہوش ہو گیا ۔ چند لمحوں بعد اس کی والدہ بھی اس کمرے میں آئی ، بیٹے کو بیہوش پا کر حیران رہ گئی ، اس کے باپ کو بلایا ۔ بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے چہرے سے چہرہ ملنے لگا ، ماتھے کو چُومنے لگا ، رو رو کر اپنے بیٹے کی بیہوشی پر حسرت و غم کا اظہار کرنے لگا ۔ جب نوجوان لڑکا ہوش میں آیا ، والدین کو اپنے سرہانے غمزدہ اور پریشان پایا مگر غصّے میں آ کر کہنے لگا : اے والدِ محترم ! تم میری آنکھوں کی روشنی نہیں دیکھتے اور بڑھاپے کے باوجود اس رحمتِ الٰہی سے محظوظ نہیں ہُوئے ۔ آپ مجھے کفر کی تعلیم دے رہے ہیں اور شریعتِ محمدیہ اور اس کی اتباع سے محروم رکھنے کی کوشش کرتے ہو ۔ باپ یہ باتیں سُنتے ہی غصّے میں پاگل ہو گیا ، لڑکے کو بالوں سے پکڑا اور زمین پر دے مارا اور زور زور سے مارنے لگا ۔ جب اس کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو حیی بن اخطب ، کعب بن اشرف اور ابو لبابہ وغیرہ اس کی سفارش کے لیے آئے ۔ اُنھوں نے دیکھا کہ باپ بچے کو ایذا دینے میں پاگل ہُوا جا رہا ہے اُنھوں نے اُسے زبردستی منع کیا مگر وہ کسی صورت بچے کو سزا دینے سے نہ رُکتا تھا ۔ لوگوں نے اس سے بچے کا قصور پُوچھا تو کہنے لگا : اس کا قصور تو سزائے قتل کے لائق ہے جب تک میں اسے قتل نہ کر دوں گا ہاتھ نہ روکوں گا ۔ پھر اس نے بتایا : یہ دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آیا ہے ، اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک کر چکا ہے ۔ ان لوگوں نے اس بچے کو نصیحت کرنا شروع کی اور کہا ، بیٹا ! تمام لوگ تو تم سے دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں ، لوگ ہماری اتباع کرتے ہیں لیکن تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں لگے ہُوئے ہو ، اسے چھوڑ دو اور اپنے سابقہ دین پر قائم رہو ۔

جبهاب کہنے لگا: میں نے سوچ بچار کرنے کے بعد ان وہمی اور فرسودہ دینوں کو ترک کر دیا ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صراطِ مستقیم کو اختیار کر لیا ہے، ان پر ایمان لایا ہوں۔ ان لوگوں نے اس نوجوان کو بڑی اُلٹی سیدھی نصیحتیں کیں مگر وہ اپنے نیک ارادے پر ڈٹا رہا۔ ان یہودی مشائخ نے کہا: چونکہ یہ لڑکا ناز و نعم کا پلا ہوا ہے زندگی کے مصائب اور تکالیف کا احساس نہیں رکھتا، اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نصیحت کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اب ضروری ہے کہ اسے آسان زندگی سے ہٹا کر محنت و مشقت کی زندگی کا خوگر بنا دیا جائے تاکہ ان سختیوں سے تنگ آکر دینِ محمدی سے توبہ کر لے اور پھر اسی راحت و آرام کی زندگی کو حاصل کرنے کے لیے دینِ سابقہ پر واپس آ جائے۔ جلبیب نے کہا: تمہارے نزدیک اس تکلیف اور ریاضت کا کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ کہنے لگے: یہ نرم و نازک کپڑے اتار کر ٹاٹ پہنا دو، ایک تہہ خانہ میں محبوس کر دو، دروازے کو بند کر دو۔ تین دن کے بعد ایک جو کی روٹی اور پانی کا کوزہ دیا جائے تاکہ ناز و نعمت یاد آئے تو فریاد کرے کہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلائی جائے۔ جلبیب نے ان لوگوں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اس مظلوم کو ایک کمرے میں بند کر دیا۔ چونکہ اسے سوکھی روٹی اور پانی کی عادت نہ تھی، سخت تنگ ہوا۔ وہ اس سختی سے روتا رہتا۔ ایک دن باپ نے دیکھا تو کہا: کیا تم اپنے دین پر قائم ہوئے یا نہیں؟ اور دینِ محمدی سے باز آئے ہو یا نہیں۔ بیٹے نے کہا: باپ! میرا رونا طعام کی کمی اور پانی کی بے لطفی کی وجہ سے نہیں بلکہ مجھے تو دیدارِ مصطفیٰ کا اشتیاق ہے۔ باپ نے پھر کہا: جب تک دینِ مصطفیٰ سے توبہ نہ کرو گے تمہیں اس عذاب سے نجات نہیں ملے گی۔ لڑکے نے کہا: هیهات هیهات قد رسخ حب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قلبی فلا استطیع ان اتبرا منہ۔ خدا کی قسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جس طرح میرے دل میں جاگزیں ہے اس سے توبہ نہیں کی جا سکتی۔ ؎

محبت تو چناں رفتہ است از رگ و پوست
کہ روزِ مرگ ہم از استخواں نخواہد رفت

جب سختی اور شدت حد سے گزر گئی تو سرکارِ دوعالم کی شفاعت سے اللہ سے تین چیزوں کی

التجا کی، اللھم بحقك علی محمدٍ وحق محمدٍ علیك طیب لی طعامی واعذب لی شرابی و ضئی لی ظلمتی۔ اے اللہ! تو عبادت کے لائق ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل میرے طعام کو خوشگوار، پانی کو شیریں اور سیاہیوں کو نورانی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی التجا کو قبول فرما لیا۔ وہ ایک عرصہ تک قید و بند میں صعوبتیں جھیلتا رہا۔ حضورؐ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی، یہ خبر شہر میں عام ہوگئی کہ نبیِ آخر الزماں تشریف لے آئے ہیں۔ جلبیب نے اپنے غلاموں اور خادموں کو بلایا اور کہا، اگر تم لوگ میری مرضی کے مطابق ایک کام کر لو تو میں تمہیں آزادی دے دوں گا۔ سب نے وعدہ کیا۔ وہ کہنے لگا: یہ جو میرا لڑکا ہے اس کو تہ خانے سے نکال کر دُور کسی جنگل میں لے جاؤ، وہاں سخت مشقت کراؤ اس کے گلے میں رسّی ڈال کر کھینچو۔ چنانچہ اس کو باندھ کر غلاموں کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ اس سے چوپائی کرواتے، بکریاں چرواتے، اُن کی حفاظت کرواتے، تپتے ہوئے صحراؤں میں اُسے گھسیٹتے پھرتے اور سخت کاموں میں لگائے رکھتے۔

کہتے ہیں ایک رات سخت اندھیری تھی، بادل چھائے ہوئے تھے، بجلی چمک رہی تھی، بادل گرج رہے تھے، نوجوان کے دل میں اشتیاقِ دیدارِ محمدی موجزن ہوا۔ اور اس کے سینے میں آتشِ عشق بھڑک اُٹھی۔ دیدارِ مصطفیٰؐ کی آرزو سے اس کا سینہ منوّر ہوگیا بارگاہِ الٰہی میں سرِ نیاز خم کرتے ہوئے کہنے لگا: اللھم انت انزلت المطر من السماء لتحیی بہ الارض وتسقی بھا العباد من خلقك اللھم انہ قد اشتد شوقی الی محمد وطال حزنی اللھم فارحمنی ومن علی بالنظر علی وجھہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اے میرے اللہ! تو آسمانوں سے بارش برساتا ہے، اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے، اپنے بندوں کو سیراب کرتا ہے۔ اے اللہ! میرا شوق محبت دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیحد و حساب ہوگیا ہے، میں نے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اے اللہ! اب مجھ پر رحمت فرما اور میری جان پر احسان فرما، میری آنکھوں کو دیدارِ رسولؐ سے منوّر فرما۔

کہتے ہیں جونہی یہ دُعا زبان پر آئی اُس کی گردن سے وُہ رسّی ٹوٹ کر گر پڑی، اُس کے پاؤں سے زنجیریں ٹوٹ گئیں اور مدینہ پاک کی طرف چل پڑا۔ کہتے ہیں اس مقام سے مدینہ پاک

اتنی میل کے فاصلے پر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس عاشقِ رسول کے لیے اس زمین کو سمیٹ دیا اور فاصلہ بہت کم ہو گیا، صبح ہوتے ہی وہ ہبہاب مدینہ پاک میں عمار بن وائل انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ پر پہنچ گیا اور تھکا ماندہ سر جھکائے بیٹھا تھا، حضرت عمارؓ نے اس سے حالِ دل پوچھا تو کہا:

مرا غمی است کہ پیدا نمی توانم کرد
حکایت دل شیدا نمی توانم کرد

حضرت عمارؓ نے کہا: اے نوجوان! تجھے دیدارِ محمدؐ کی قسم ہے مجھے سارا واقعہ سناؤ تاکہ میں تمہاری مدد کر سکوں اور تمہارے کام آ سکوں۔ اس نوجوان نے حضرت عمار کی زبان سے نام محمد سُنا تو زار زار رونے لگا اور کہنے لگا: کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے حضورؐ کا دیدار کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں۔ ہبہاب اٹھا اور حضرت عمارؓ کے چہرے سے اپنا منہ ملنے لگا اور ان آنکھوں کو چومنے لگا جنہوں نے دیدارِ رسولؐ کیا ہوا تھا۔ کہنے لگا: ان آنکھوں پر میری جان قربان ہو جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ میرا سر ان قدموں پر نثار جو راہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلے ہیں۔

جان فدای تو کہ ہم جانی و ہم جانانے — سر برای تو دگر نہ من و سر گردانے
سر سری از سر کوی تو نخواہم برخاست — کار دشوار بگیرند بدین آسانے
خام را طاقت پروانہ پر سوختہ نیست — نازکاں را نبود قوت جاں افشانی

حضرت عمار کو اس نوجوان سے عشقِ مصطفیٰ جھلکتا دکھائی دیا تو اس کے سر پہ دستِ شفقت رکھا اور اس کی گردن میں باہیں ڈال کر بڑا پیار کیا اور ہبہاب کو حضورؐ کی بارگاہ میں پہنچا دیا۔

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیاری برسد — آرزو مند نگارے بنگارے برسد
قیمت گل نشناسد مگر آں مرغ اسیر — کہ خزاں دیدہ بو پس بہ بہاری برسد
عزت وصل نداند مگر آں سوختہ — کہ پس از دوری بسیار بیاری برسد

جونہی طالب مطلوب کی بارگاہ میں پہنچا اور جمالِ مصطفیٰ سے محظوظ ہوا تو نبی علیہ السلام

بارگاہِ خداوندی سے پیغام لائے اور کہا: اے محمدؐ! خداوند تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور جہاب کو دوست بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ آپ سے محبت کرتا ہے، آپ کی اُمت کے عاشقوں میں سے اتنا بڑا محبت کرنے والا دوسرا کوئی نہیں ہے۔ اس نے آپؐ کے عشق و محبت میں بڑے دکھ اُٹھائے ہیں اور راہِ عشق میں محنت و مصیبت اٹھاتے وقت صبرِ ایوبؑ سے کام لیا ہے۔

اہلِ دل نے احبِ ھبیہا با فانہ یحبک کے جملے کے متعلق بڑے لطیف نکتے بیان کیے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عاشق کی محبت محبوب کی محبت کا سبب ہوتی ہے بلکہ محب کی محبت تو محبوب کی علامت ہوا کرتی ہے۔ جب تک محبوب کی طرف سے محبت کا اشارہ نہ ہو، محب اپنی محبت کی منزلیں طے نہیں کر سکتا۔ مولانا رومیؒ نے اسی موضوع پر فلسفۂ محبت بیان کیا ہے ؎

ہیچ عاشق خود نباشد عشق جو | گرنہ معشوقش بود جویائے او
لیک عشق عاشقاں تن زہ کند | عشق معشوقاں خوش و فربہ کند
چوں دریں دل برق مہر دوست جست | اندراں دل دوست می دانی کہ ہست
در دل تو مہر حق چوں شد دو تو | ہست حق را بیگمانے مہر تو
ہیچ بانگ کف زدن ناید بدر | از یکی دست تو بے دستے دگر
تشنہ می نالد کہ کو آبِ گوار | آب ہم نالد کہ کو آں آب خوار
جذب آبست ایں عطش در جان ما | ما ازاں او و او ہم زان ما
حکمت حق ہم قضا و ہم قدر | کرد ما را عاشقان یکدگر
عاشقی گر زیں سر و گر زاں سرست | عاقبت ما را بداں شہ رہبرست
ملت عاشق ز ملتہا جداست | عشق اصطرلاب اسرار خداست
ہرچہ گویم عشق را شرح و بیاں | چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت | شرح عشق عاشقی ہم عشق گفت

آفتاب آمد دلیل آفتاب
گر دلیلت باید از وی رو متاب

قدتم الکتاب مختتم الخطابؓ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے آبدار موتیوں کو ایک سلسلہ میں منظم کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہو گئی ہے۔ میں نے اس کا نام معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ رکھا ہے۔ میں ہوں بندہ ضعیف اللہ کی رحمت کا محتاج معین بن الحاج محمد الفراہی عصم الشاہی (رحمۃ اللہ علیہما)۔ اربابِ سیر اور اصحابِ علم پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مباحث میلادیہ، کمالاتِ سیرت، معجزاتِ باہرہ، اخلاقِ حمیدہ، اوضاعِ پسندیدہ، عباداتِ فاضلہ، عاداتِ کاملہ، اوقات واحوال اور دوسرے متعلقات ومنسوبات زندگی کو بیان کرنے سے پہلے مختلف روایات، احادیث، اسناد اور دیگر مشاہدات کو سامنے رکھا گیا ہے اور بڑی چھان بین کے بعد اس سیرتِ طیبہ کو ترتیب دیا گیا ہے حالانکہ سرکارِ دو عالمؐ کی سیرتِ پاک کو کما حقہٗ احاطۂ بیان وحلقۂ تحریر میں لانا صرف مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے بایں ہمہ میں نے کوشش کی ہے کہ حدِ اعتدال میں رہتے ہوئے نہایت ایجاز واختصار سے واقعات کو بیان کر دیا جائے۔ الحمدللہ یہ عظیم کارنامہ پایۂ اختتام کو پہنچا فان القلیل یدل علی الکثیر والجرعۃ یدل علی الغدیر والحفنۃ تدل علی البیدر۔

اگرچہ سیرت نگار اور سوانح لکھنے والے اہلِ قلم کا یہ دستور رہا ہے کہ حضور پاک کی سیرتِ طیبہ کی تکمیل کے بعد صحابہ، خلفاء، اہلبیت اور ائمۂ کرام کے حالات ضرور لکھے جاتے ہیں لیکن میں نے حضورؐ کے حالات کے ضمن میں ان حضرات کا تذکرہ کر دیا ہے اور انہی بزرگوں کی زبانوں سے سرکارِ دو عالم کی سیرتِ طیبہ کو ترتیب دیا ہے، بایں ہمہ میری دلی خواہش تھی کہ اس سلسلہ کو بھی تفصیل سے بیان کرتا جس میں صحابہ، عشرہ مبشرہ، خلفاءؓ کے علاوہ ائمۂ اثنا عشر کا بھی ذکر ہوتا لیکن ایک طویل عرصے سے میرا قلم مشکین قرطاس رنگین پر قرآن پاک کی تفسیر بحر الدرر کے بعض مقامات کو ساتھ ساتھ تحریر کرنے میں مصروف رہا۔ میری عمر کے پینتیس سال

ادبی نکات، احادیث، روایات، حکایات، مشاہیرِ اسلام کے نتائجِ افکار اور ادیبوں کی انشاء کے عمدہ نمونوں کو جمع کرتے گزرے۔ ان چیزوں کے علاوہ اگر میرے اپنے فکر و ذہن میں کوئی اعلیٰ نکتہ آتا تو اسے بھی قلمبند کر لیا کرتا تھا۔ اس طرح مختلف خطبات، اصول، پند و نصائح اور بلیغ و ملیح عبارات جمع ہو گئیں لیکن یہ بکھرے ہوئے موتی، یہ غیر منظم خزانہ، یہ اوراق منتشر اور یہ لعل و جواہرات علم و فضل کے ڈھیر اس بات کا تقاضا کرتے تھے کہ انھیں ایک سلسلہ، ایک ضابطہ اور ایک کتاب میں جمع کر دیا جائے۔ میرے اہلِ ذوق احباب اور صاحبِ علم جلیس بھی بار بار فرمائش کرتے تھے کہ ان چیزوں کو یکجا جمع کر دیا جائے اور اپنی کتاب معارج النبوۃ کو حضور خاتم النبیین شافع یوم الدین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان معجزات سے مالا مال کر دیا جائے جو اہلِ ایمان کے قلب و نظر کی روشنی کا باعث بنیں۔ اس کتاب سے فارغ ہو کر مجھے اس تفسیر بحر الدرر کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے، جس کا میں اُوپر ذکر کر آیا ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ تفسیر اربابِ معنی اور اصحابِ ذکر کو دوسری تفسیروں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ معارج النبوت کو ختم کرتا ہوں لہٰذا اربابِ سیر سے دُعا کا ملتجی ہوں۔

ختمت هذا الكتاب واختتامه والآن شرعت على قوانين ارباب السير عند اختتام تصانيفهم في الدعا والسوال وطلب النوال من اليه ذي الافضال والمامول من كرمه ان يعطيني ما يحب ويرضى ويبتني ما على الذين المرتضى ويرزقني الصدق والصفا متابعت رسول المصطفىٰ صلى الله عليه وآله وسلم على اصحابه البررة الارتضى ويشرفني جميع احياء الى يوم القيامة بشفاعة نبيه كما شرفنا بمحبته ومحبة خلفائه واهل بيته وذريته و الحمد لله اولا وآخرًا وظاهرًا وباطنًا والصلوٰة على خير خلقه محمد سيد المرسلين وخاتم النبيين وحبيب رب العالمين وعلىٰ جميع الانبياء والمرسلين وعلىٰ عباد الله الصالحين من اهل السمٰوٰت والارضين واصلي واسلم عليه وعليهم كثيرا عميمًا الىٰ يوم الدين۔

مناجات

(۱)

خداوندا کریما کردگارا — توئی پروردگار بے مدارا
اگرچہ از دو عالم بے نیازی — ولیکن مفلساں را دلنوازی
چو ہستی در کرم بے مثل و مانند — فقیراں را دگر بر فاقہ مپسند
توئی سلطان ما جملہ فقیراں — بدست نفس امارہ اسیراں
خداوندا بذات بے مثالت — بہریک از صفات بر کمالت
بحق حرمت اسماء حسنٰی — کزاں جملہ است اعظم اسم اسما
بافعالت کز اوّل تا بآخر — صفات ذات را آمد مظاہر
بآثارے کہ بر صنعت دلیل اند — سلوک راہ عرفان را سبیل اند
بحق سالکان کوی اثبات — بغواصان بحر دولت ذات
بحق سرور اولادِ آدمؑ — بآں مقصود از ایجاد عالم
بآں سلطان تخت بادشاہی — بآں آئینۂ ذاتِ الٰہی
بآں شاہنشہِ ملک مؤبد — بآں سالار دین دار محمدؐ
رسولی کہ امام انبیاء بود — مقیم اندر مقام کبریا بود
بصورت گرچہ حور رشک عین بود — بمعنی رحمۃ للعالمین بود
خداوندا باین محبوب حضرت — کز و بستان کرم می آراست نصرت
تراچوں در حقیقت او شفیع ست — مراہم در حقیقت او شفیع ست
چودانستم کہ سایل بے وسیلہ — نمی یابد عطایائے جزیلہ
کتابی ساختم در سیرت او — بہ تحفہ بردم اندر حضرت او
اگرچندیں وسیلہ نیست قابل — نباشد بر کریماں کار مشکل

که در پیش سلیمان تحفهٔ مور — نباشد عیب کالمعذور معذور
ترا میخواهم ای سلطان داور — بحق او که حاجاتم بر آور
هر آنچه از بهر خود خواهم خدایا — شریک اند اندران جمله برایا
نمیگویم مرا تنها جدا کن — خدایا حاجتِ جمله روا کن
چو حاجات از سر اخلاص خواهم — مراد از بهر عالم خاص خواهم

هر آنکس کین دعا را گوید آمین
بخشش هم اجابت کن بتعیین

(۲)

خدایا در عدم آسوده بودم — نه از لوث حدوث آلوده بودم
ازان ضیق عدم آوردی بیرون — بصحرای وجودم صنع بیچون
ندانم که من معذور بودم — چه حکمت داشتی اندر وجودم
من ار با اختیار خویش بودم — ازان منزل تجاوز کی نمودم
زمام اختیار از دست دادم — کزان بستان بدین زندان فتادم
چو آوردی بدین دیرم باکراه — هر آنچه آید ز من خود عذر من خواه
مرا از نیستی چون هست کردی — بزیر بار محنت پست کردی
چنان دانم که ره واضح نماید — وجودم با عدم راجح نماید
براه خدمتم تقدیم فرمای — زعلم من لدن تعلیم فرمای
در ایام حیاتم آنچنان دار — که موری را نباشد از من آزار
چنانم دار اندر حق شناسی — که ناید بر زبانم ناسپاسی
حجاب نفس من از پیش بردار — فریب عقل دور اندیش بردار
چو حکمت بر بد و نیک ست نافذ — چه تدبیر آورد عقل معاجز
چو من راضی بتقدیر تو گشتم — تو هم راضی بشو از تخمی که کشتم

اگرچه نیک و گر بد هرچه هستم — بحمدالله که از جان حق پرستم
اگرچه تیرگی بسیار دارم — ز ایمان صد هزار انوار دارم
تنم هرچند از گل آفریدی — ز نور خویشتن در دل دمیدی
به تیغ غیرتم بشگافتی جان — بجای جان شدی در سینه مهمان
زدی صد در بسوی تن گشادی — ز جان در دل دو صد روزن نهادی
ز هر روزن فروغ نور عرفان — همی تابد بدل از روزن جان
بدریای حقیقت آشنائی — میسر شد مرا زان روشنائی
مرا در پرتو نور تجلی — بقرب خویشتن دارد تسلی
ترا با خود چنان نزدیک دیدم — که سر وحدت از خود می شنیدم
بهر وقتیکه در آئینهٔ دل — نظر کردم تو بودی در مقابل
جلای دل چو از نور تجلی ست — ازان دل آئینهٔ دیدار مولی ست
ز عرش و فرش و بحر و بر چه جوئی — تو هم از خود بجو گر تو تو اوئی
تو اندر چشمهٔ دل سر فرو بر — پس آنگه سر ازان دریا بر آور

ببین در ذات خود نور تجلی
که واقف گردی از سر تدلی

(۳)

خدایا از سخن کارے نیاید — بده حالی که از قالم رباید
مرا از پیش خود یک بار بردار — که تا از پرده بیرون آید اسرار
مرا از هستی من ده رهائے — بهستی خودم ده آشنائے
چو نور معرفت در دل نهادی — در عرفان بروی جان گشادی
چو خلعت دادیم عریان نسازی — بلیهٔ جهل سرگردان نسازی
در توفیق کن بر روی من باز — بزم قرب خود دورم مینداز

دران ساعت که جانم برلب آید — گهی پرواز روح از قالب آید
خوشی و راحت دنیا گذشته — بساط انبساط اندر نوشته
بدن رنجور و جان مهجور و دل خون — بصد حسرت بباید رفت بیرون
نه یار محرمی کاندر تو آید — که جانم را ازین محنت رباید
گناهان هر یکی مانند کوهی — زهر کوهی بدل دارم ستوهی
زهر سو در تکاپو دزد شیطان — که تا برباید از دل نقد ایمان
زحیرانی بمانده دیده خیره — نموده روز روشن شام تیره
ریاض عیش را نصرت نمانده — زعمر رفته جز حسرت نمانده
ره اندیشی و مرکب مانده از کار — دل از بار غم حسرت گران بار
هزاران زخمها از ضربت غم — بدل کز صد یکی را نیست مرهم
خدایا رحم کن بر جان زارم — که جز لطف تو غمخواری ندارم
بلطف خود ازان دریای خونخوار — سلامت کشتی جانرا برون آر
دلم را ده زهر نور سعادت — زبانم را به تلقین شهادت
که تا دل در حریم وصل پوید — زبان هم نکتهٔ توحید گوید
چو از تن مرغ جان آید بپرواز — بشاخ سدره سازش نغمه پرداز

فرست از روضهٔ جنت ملائک
باستقبال روحم یا ارائک